کلیدِ اُردو

جملہ حقوق بحق مُصنّفین وناشر محفوظ ہیں

(مُصنّفین یا ناشر کی تحریری اجازت کے بغیر کتاب کا کوئی حصہ نقل یا فوٹو کاپی نہیں کرایا جاسکتا)

مُصنّفین	:	ڈاکٹر اشفاق احمد ورک، ڈاکٹر غفور شاہ قاسم
نظر ثانی		ڈاکٹر علی محمد خاں
اشاعتِ اوّل	:	مارچ 2015ء
اشاعتِ دوم	:	اکتوبر 2015ء
اشاعتِ سوم	:	فروری 2016ء
اشاعتِ چہارم	:	جنوری 2017ء
اشاعتِ پنجم	:	اپریل 2017ء
تعداد	:	1100
طابع	:	بخاری پرنٹنگ پریس، لاہور
ناشر	:	کارواں بک ہاؤس، لاہور
تقسیم کار	:	کارواں بک ہاؤس، لاہور
قیمت:	:	700
ISBN	:	

مکتبہ کارواں کچہری روڈ، لاہور

فہرست

نمبر شمار	مندرجات		صفحہ نمبر
•	پیش لفظ	ڈاکٹر علی محمد، خاں	17
•	اردو ہے جس کا نام	ڈاکٹر علی محمد خاں	20
	حصّہ نثر		
پہلا باب	اردو نثر کا تعارف		23
•	چند اہم اصناف نثر		28
•	الف افسانوی ادب (Fiction)		28
1	داستان		28
2	ناول		30
3	افسانہ		31
4	ڈراما		32
•	ب غیر افسانوی ادب (Non Fiction)		34
1	سوانح عمری		34
2	آپ بیتی		35
3	خاکہ		37
4	سفرنامہ		38
5	مکتوب نگاری		40
6	طنز و مزاح		41
7	مضمون		43
دوسرا باب	محاورہ اور روزمرّہ		45
•	محاورہ، تعریف، وضاحت		45
•	روزمرّہ، تعریف، وضاحت		46

This book/notes downloaded from the internet.
I'm not responsible for copyright.
The CSS Group does not hold any rights on shared the Books & Notes
Separate Group for Females with verification
Personal text w/o Mutual consent consider harassment.
*No Smiley No I'm otherwise Removed + Blocked
*No irrelevant text/pic Islamic pic/videos
Rules of the group.
http://t.me/CSSAspirantsForum
CSS Aspirants Forum
https://m.facebook.com/groups/4581844109658870
CSS Aspirants ebooks & Notes
+92-310-545-450-3
JOIN FOR EASY ACCESS TO EBOOKS & NOTES

- محاورات کا جملوں میں استعمال 47
- ضرب الامثال 70
- ضرب الامثال مفہوم اور محلِ استعمال 70
- غلط جملوں کی درستی 78
- زبان دانی کے چند اہم اصول 79
- غلط اور درست جملے 81

تیسرا باب — رموز و اوقاف 96

چوتھا باب — تلخیص نگاری 103

- تلخیص نگاری کے کچھ رہنما اصول 103
- تلخیص شدہ اقتباسات 104
- تلخیص کی مشق کے لیے اقتباسات 107

پانچواں باب — خطوط نویسی 115

- خط کے حصے 115
- خطوط کی اقسام 116
- خط لکھنے کے بارے میں چند ضروری باتیں 117
- نمونے کے خطوط 118

1 دوست کے نام اس کی والدہ کے انتقال پر تعزیت کا خط 118

2 کرایہ دار کی حیثیت سے مالک مکان کے نام 119

3 لیپ ٹاپ کا تحفہ وصول ہونے پر چچا جان کے نام 120

4 چھوٹے بھائی کے نام، ہم نصابی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی تاکید 121

5 پبلشر کے نام، بذریعہ ڈاک کتابیں منگوانے کے لیے 122

6 ون ویلنگ کی وبا کے حوالے سے کسی اخبار کے مدیر کے نام 123

7 چھوٹے بھائی کے نام، موبائل فون کے فوائد و نقصانات سے آگاہ کرنا 124

8 بیرونِ ملک مقیم دوست کے نام، ملکی تعلیم اور معاشرتی حالات کی تفصیل 125

9 دوست کے نام، کسی تاریخی مقام کی سیر کا حال 127

10 سڑکوں پر ہونے والے حادثات کے بارے میں کسی اخبار کے مدیر کے نام 128

11 سابق طالب علم کی حیثیت سے کالج کی فلاح و بہبود کے بارے میں پرنسپل کے نام 129

چھٹا باب — مضمون نویسی 131

- جامع مضامین (مشتمل بر ہزار تا دو ہزار الفاظ) 131

1 قومی زندگی میں زبان کا کردار 131

2 اردو کی مقبولیت کے اسباب 134

3 دورِ حاضر میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت 141

4 دورِ جدید میں کمپیوٹر کی اہمیت 145

5 سفر کامیابی کی کنجی ہے 149

6 اسلام میں گداگری کی مذمّت 151

7 تہذیبوں کا تصادم 156

8 پاکستان میں افسانہ نگاری 162

9 پاکستان میں توانائی کا بحران 168

10 دہشت گردی...... حقیقت یا افسانہ 173

11 اردو ادب میں طنز و مزاح کا مستقبل 177

12 ڈینگی بخار...... ایک عفریت 184

13 اقبال...... ایک شاعر، ایک تحریک 187

14 اقبال کا نظریۂ جمہوریت 194

15 اسلامی ممالک کی پس ماندگی کی وجوہات 199

16 ماحولیاتی آلودگی اور اس سے بچاؤ کی تدابیر 208

17 دیہات سے شہروں کی جانب نقلِ مکانی کا رجحان...... اسباب اور سدِ باب 214

18 قانون، انصاف اور معاشرہ 218

19 مشترکہ خاندانی نظام...... خوبیاں اور خامیاں 222

20	دیانت داری...... ہماری اوّلین قومی ضرورت	225
21	طنز و مزاح...... آج کی معاشرتی ضرورت	229
22	پاکستان چین اقتصادی راہداری	234
23	ع بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں	240
24	توہم پرستی اور ہمارا معاشرہ	243
25	کمپیوٹر کی زبان	249

حصۂ نظم

ساتواں باب	اردو شاعری کا ارتقا	252
•	چند شعری اصطلاحات	260
•	چند اہم اصنافِ نظم	262
• الف	اصنافِ نظم بلحاظ موضوع	262
1	حمد	262
2	مناجات	263
3	نعت	264
4	منقبت	265
5	قصیدہ	266
6	غزل	267
7	مرثیہ	269
8	شہر آشوب	270
9	تحریف (Parody)	271
10	گیت	273
• ب	اصنافِ نظم بلحاظ ہیئت	274
1	مثنوی	274
2	رباعی	275

3	قطعہ		276
4	مسمّط		277
5	مخمس		277
6	مسدّس		278
7	ترکیب بند		279
8	ترجیع بند		280
9	مستزاد		281
10	نظمِ معریٰ (Blank Verse)		282
11	سانیٹ (Sonnet)		282
12	آزاد نظم (Free Verse)		284
13	دوہا		285
14	بارہ ماسہ		285
15	ہائیکو		286
16	ماہیا		287
آٹھواں باب	علمِ بیان: تشبیہ، استعارہ، مجازِ مرسل، کنایہ		289
	علمِ بدیع: صنعتِ تضاد، صنعتِ تکرار، صنعتِ تلمیح، صنعتِ مبالغہ، صنعتِ مراعات النظیر، صنعتِ حسنِ تعلیل، صنعتِ ایہام، صنعتِ تضمین، صنعتِ لف ونشر		299
نواں باب	اشعار کی تشریح		312
1	تجھ لب کی صفت لعلِ بدخشاں سوں کہوں گا	ولی دکنی	312
2	تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جا ابھی	″	313
3	باغِ جہاں کے گل ہیں یا خار ہیں تو ہم ہیں	″	313
4	کام مردوں کے جو ہیں سو وہی کر جاتے ہیں	″	314
5	سجدۂ شکر میں ہے شاخِ ثمردار ہر ایک	محمد رفیع سودا	315
6	جس سر کو غرور آج ہے یاں تاج وری کا	میر تقی میر	316
7	لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام	″	317

8	جب دور گیا قافلہ تب چشم ہوئی باز	″	317
9	برنگِ صوتِ جرس تجھ سے دور ہوں تنہا	″	318
10	ایسے آہوئے رم خوردہ کی وحشت کھونی مشکل تھی	″	319
11	ہوائے دورِ مئے خوشگوار راہ میں ہے	خواجہ حیدر علی آتش	320
12	مقام تک بھی ہم اپنے پہنچ ہی جائیں گے	″	320
13	سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے	″	321
14	نہ بدرقہ ہے نہ کوئی رفیق ساتھ اپنے	″	323
15	کم شاعری بھی نسخۂ اکسیر سے نہیں	″	324
16	ملا نہ سرو کو کچھ اپنی راستی میں پھل	″	324
17	نہ کرتی عقل اگر ہفت آسماں کی سیر	″	325
18	کسی نے مول نہ پوچھا دلِ شکستہ کا	″	325
19	چشمِ معنی آشنا میں ہے مقام ان کا وہی	″	326
20	اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے	شیخ محمد ابراہیم ذوق	327
21	ہفتاد و دو فریق حسد کے عدد سے ہیں	″	328
22	دستِ ہمت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ	″	328
23	لائی حیات آئے ، قضا لے چلی چلے	″	329
24	پرتوِ خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم	میرزا غالب	330
25	توفیق بہ اندازۂ ہمت ہے ازل سے	″	330
26	رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج	″	331
27	نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا	″	331
28	ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا	″	332
29	عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا	″	333
30	آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک	″	333

31	قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں	″	334
32	بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا	″	335
33	ہے آدمی بجائے خود اک محشرِ خیال	″	335
34	تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اٹھیں گے	″	336
35	لوگوں کو ہے خورشیدِ جہاں تاب کا دھوکا	″	336
36	ہوا ہوں عشق کی غارت گری سے شرمندہ	″	337
37	لکھتے رہے جنوں کی حکایاتِ خونچکاں	″	338
38	تم مرے پاس ہوتے ہو گویا	مومن خاں مومن	338
39	کیا گل کھلے گا دیکھیے ہے فصلِ گل تو دور	″	339
40	اس غیرتِ ناہید کی ہر تان ہے دیپک	″	340
41	ہر سنگ ریزہ نور سے دُرِ خوش آب تھا	میر انیس	341
42	پیاسی جو تھی سپاہِ خدا تین رات کی	″	342
43	ہرگز نہ تھا زمانۂ سابق میں یہ فلک	میرزا داغ دہلوی	342
44	یوں تو آیا ہے تباہی میں یہ بیڑا سو بار	خواجہ الطاف حسین حالی	343
45	ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں	″	344
46	اک عمر چاہیے کہ گوارا ہو نیشِ عشق	″	344
47	گھر میں برکت سے مگر فیض ہے جاری شب و روز	″	345
48	جج بنا کر اچھے اچھوں کا لبھا لیتے ہیں دل	اکبر الٰہ آبادی	346
49	نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن	مولانا ظفر علی خاں	347
50	وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں	″	348
51	خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی	″	348
52	خرد کا نام جنوں پڑ گیا ، جنوں کا خرد	حسرت موہانی	349
53	حسنِ بے پروا کو خود بین و خود آرا کر دیا	″	350

54	دلوں کو فکرِ دو عالم سے کر دیا آزاد	〃	350
55	بوئے گل لے گئی بیرونِ چمن ، رازِ چمن	علامہ اقبال	351
56	ایک بلبل ہے کہ ہے محوِ ترنم اب تک	〃	352
57	رشی کے فاقوں سے ٹوٹا نہ برہمن کا طلسم	〃	352
58	دل کی آزادی شہنشاہی ، شکم سامانِ موت	〃	353
59	نگہ بلند ، سخن دل نواز ، جاں پُرسوز	〃	353
60	اہلِ زمیں کو نسخۂ زندگیِ دوام ہے	〃	354
61	آہ یہ قومِ نجیب و چرب دست و تر دماغ	〃	355
62	بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں	〃	355
63	وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا	〃	356
64	ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم	〃	357
65	جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو	〃	358
66	کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت	علامہ اقبال	359
67	ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزر گاہوں کا	〃	360
68	آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی	〃	361
69	یقیں محکم ، عمل پیہم ، محبت فاتحِ عالم	〃	362
70	نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر	〃	362
71	آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر	〃	363
72	ربط و ضبطِ ملتِ بیضا ہے مشرق کی نجات	〃	364
73	یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی	〃	365
74	مقامِ پرورشِ آہ و نالہ ہے یہ چمن	〃	366
75	اندھیری شب ہے جدا اپنے قافلے سے ہے تو	〃	367
76	کیا گیا ہے غلامی میں مبتلا تجھ کو	〃	367

77	قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے	مولانا محمد علی جوہر	368
78	تندیِ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب	صادق حسین کاظمی	369
79	دنیا نے تیری یاد سے بیگانہ کر دیا	فیض احمد فیض	370
80	ہے اہلِ دل کے لیے اب یہ نظمِ بست و کشاد	〃	371
81	چمن پہ غارتِ گل چیں سے جانے کیا گزری	〃	371
82	آہ اُن گردن فرازانِ جہاں کی زندگی	مجید امجد	372
83	ہے نوشتے کا یقیں ، ناسازیِ ذوقِ عمل	احسان دانش	373
84	دل یہ کہتا ہے فراقِ انجمن سہنے لگوں	〃	374
85	پہلے کشتی ڈوب جاتی تھی نظر کے سامنے	سید ضمیر جعفری	375
86	بس اک موتی سی چھب دکھا کر بس اک میٹھی سی دھن سنا کر	ناصر کاظمی	376
87	کون کہتا ہے کہ موت آئی تو مر جاؤں گا	احمد ندیم قاسمی	377
88	عمر بھر سنگ زنی کرتے رہے اہلِ وطن	〃	377
89	میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں	مصطفیٰ زیدی	378
90	انھی پتھروں پہ چل کے اگر آ سکو تو آؤ	مصطفیٰ زیدی	379
91	شکوۂ ظلمتِ شب سے تو کہیں بہتر تھا	احمد فراز	380
92	میں تیرا نام نہ لوں پھر بھی لوگ پہچانیں	〃	380
93	یہاں کسی کو بھی کچھ حسبِ آرزو نہ ملا	ظفر اقبال	381
94	آ کے گرا تھا کوئی پرندہ لہو میں تر	شکیب جلالی	382
95	فصیلِ جسم پہ تازہ لہو کے چھینٹے ہیں	〃	383
96	دیوار کیا گری مرے خستہ مکان کی	سبط علی صبا	383
97	ظلم بچے جن رہا ہے کوچہ و بازار میں	عطاء الحق قاسمی	384
98	اس نے جلتی ہوئی پیشانی پہ جب ہاتھ رکھا	پروین شاکر	385
99	ہم تو سمجھے تھے کہ اک زخم ہے بھر جائے گا	〃	386
100	کبھی اپنی آنکھ سے زندگی پہ نظر نہ کی	خورشید رضوی	387

معروضی حصہ

•	انشائی اور معروضی طرز		389
•	الف۔ گزشتہ سالوں کے پرچے (انشائی طرز)		389
1	پنجاب پبلک سروس کمیشن (پی سی ایس)	2000	391
2	پنجاب پبلک سروس کمیشن (سول جج کم جوڈیشل مجسٹریٹس)	2001	393
3	پنجاب پبلک سروس کمیشن (سول جج کم جوڈیشل مجسٹریٹس)	2002	395
4	پنجاب پبلک سروس کمیشن (پی سی ایس)	2003	397
5	پنجاب پبلک سروس کمیشن (پی سی ایس)	2005	399
6	پنجاب پبلک سروس کمیشن (سول جج کم جوڈیشل مجسٹریٹس)	2005	400
7	پنجاب پبلک سروس کمیشن (سول جج کم جوڈیشل مجسٹریٹس)	2005	402
8	پنجاب پبلک سروس کمیشن (پی سی ایس)	2006	404
9	پنجاب پبلک سروس کمیشن (سول جج کم جوڈیشل مجسٹریٹس)	2006	406
10	پنجاب پبلک سروس کمیشن (سول جج کم جوڈیشل مجسٹریٹس)	2008	408
11	پنجاب پبلک سروس کمیشن (پی سی ایس)	2009	410
12	پنجاب پبلک سروس کمیشن (پی سی ایس)	2011	412
13	پنجاب پبلک سروس کمیشن (کوآپریٹو سوسائٹیز)	2012	414
14	پنجاب پبلک سروس کمیشن (تحصیل دار)	2012	416
15	پنجاب پبلک سروس کمیشن (ڈپٹی ڈسٹرکٹ اٹارنی)	2012	417
16	پنجاب پبلک سروس کمیشن (لیکچرار اردو)	2001	419
17	پنجاب پبلک سروس کمیشن (لیکچرار اردو)	2004	421
18	پنجاب پبلک سروس کمیشن (ڈپٹی ڈسٹرکٹ اٹارنی)	2013	423

19	پنجاب پبلک سروس کمیشن (اسسٹنٹ رجسٹرار)	2013	425
20	پنجاب پبلک سروس کمیشن (پروونشل مینجمنٹ سروسز)	2015	427
21	پنجاب پبلک سروس کمیشن (پروونشل مینجمنٹ سروسز)	2015	429
22	پنجاب پبلک سروس کمیشن (پروونشل مینجمنٹ سروسز)	2016	431
23	پی ایم ایس اردو آپشنل پیپر I	2015	433
24	پی ایم ایس اردو آپشنل پیپر II	2015	434
25	پی ایم ایس اردو آپشنل پیپر I	2016	436
26	پی ایم ایس اردو آپشنل پیپر II	2016	437
•	ب۔ گزشتہ سالوں کے پرچے (معروضی طرز)(MCQ)		
1	پنجاب پبلک سروس کمیشن (سول جج کم جوڈیشل مجسٹریٹس)	1999	439
2	پنجاب پبلک سروس کمیشن (پی سی ایس)	1999	450
3	پنجاب پبلک سروس کمیشن (سول جج کم جوڈیشل مجسٹریٹس)	2000	461
4	پنجاب پبلک سروس کمیشن (پی سی ایس)	2000	472
5	پنجاب پبلک سروس کمیشن (سول جج کم جوڈیشل مجسٹریٹس)	2000	480
6	پنجاب پبلک سروس کمیشن (سول جج کم جوڈیشل مجسٹریٹس)	2002	488
7	پنجاب پبلک سروس کمیشن (سول جج کم جوڈیشل مجسٹریٹس)	2003	497
8	پنجاب پبلک سروس کمیشن (لیکچرار اردو)	2011	505
9	پنجاب پبلک سروس کمیشن (سبجیکٹ سپیشلسٹ)	2013	514
10	پنجاب پبلک سروس کمیشن (سینئر سبجیکٹ سپیشلسٹ)	2013	522
11	ڈائریکٹریٹ آف سٹاف ڈویلپمنٹ (جامع امتحان ماہرِ مضمون وسینئر ماہرِ مضمون اردو)	2014	531
12	پنجاب پبلک سروس کمیشن (سبجیکٹ سپیشلسٹ)	2015	536
13	پنجاب پبلک سروس کمیشن (لیکچرار اردو)	2015	545

14	پنجاب پبلک سروس کمیشن (اسسٹنٹ پروفیسر اُردو)	2015	554
15	پنجاب پبلک سروس کمیشن (سبجیکٹ سپیشلسٹ)	2016	563
16	پنجاب پبلک سروس کمیشن (اسسٹنٹ سبجیکٹ سپیشلسٹ)	2016	572
17	پنجاب پبلک سروس کمیشن (سینئر سبجیکٹ سپیشلسٹ)	2016	581
18	پنجاب پبلک سروس کمیشن (اسسٹنٹ رجسٹرار)	2016	590
1	معروضی طرز ماڈل پیپر ماڈل پیپر نمبر 1		592
2	معروضی طرز ماڈل پیپر ماڈل پیپر نمبر 2		601
3	معروضی طرز ماڈل پیپر ماڈل پیپر نمبر 3		610
4	معروضی طرز ماڈل پیپر ماڈل پیپر نمبر 4		619
5	معروضی طرز ماڈل پیپر ماڈل پیپر نمبر 5		628

JOIN ME FOR EASY ACCESS TO EBOOKS & NOTES
+92-310-545-450-3
Css Aspirants ebooks & Notes
https://m.facebook.com/groups/458184410965870
Css Aspirants Forum
http://t.me/CssAspirantsForum
Rules of the group.
*No irrelevant text/pic Islamic pic/videos
*No Smiley No Pm otherwise Removed + Blocked
*Personal text w/o Mutual consent Consider harassment.
Separate Group For Females with verfication
The CSS Group does not hold any rights on shared the Books & Notes
I,m not Responsible for Copyrights.
This book/notes downloaded from the internet.

پیش لفظ

کسی زمانے میں مولوی عبدالحق نے اردو زبان کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا:

"زبان کا انسان کی زندگی میں بہت بڑا دخل ہے۔ اس کے نتائج اور اثرات نہایت عجیب اور دور رس ہیں...... یہ خاص انسان کی امتیازی شان ہے کہ یہ محض اس کے خیالات کے اظہار کا آلہ ہی نہیں بلکہ اس کے خیالات کے بنانے اور سنوارنے کا بھی آلہ ہے۔ وہ ہماری زندگی کے ہر شعبے میں دخیل اور کارفرما ہے۔ اگر ہم اس کے تحفظ و ترقی کے لیے جدوجہد کریں، جان لڑا دیں تو ہمارا فرض ہے اور اس فرض سے غفلت کسی مذہب و ملت میں روا نہیں۔"

کسی بھی زبان کے بارے میں بنیادی بات، جس کا اطلاق ہر زندہ زبان پر ہوتا ہے، یہ ہے کہ وہ زبان کسی خاص منطقے کی حدود کی پابند نہیں ہوتی بلکہ اس زبان کو اچھی طرح سے جاننے والے لوگ جو کچھ عام طور پر بولتے اور سنتے ہیں، چاہے ان کا تعلق کسی بھی منطقے سے ہو، وہی زبان ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ زبان کا انحصار سماعت پر ہے، قیاس پر نہیں مگر اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ جو کچھ بھی اناپ شناپ بولا یا سنا جائے وہ سماعت کے زُمرے میں آتا ہے بلکہ اس کے معنی وہی ہیں جو ہم نے اوپر بیان کر دیے ہیں یعنی کسی منطقے کے اچھی طرح بولنے یا سمجھنے والوں کی زبان کو سماعت کا درجہ دیا جائے گا۔ اس کے لیے کسی خاص ملک یا قوم کا باشندہ ہونے کی شرط نہیں بلکہ ایک اچھا بولنے والا ہونا ہی شرط ہے خواہ وہ پنجابی ہو یا سندھی، بلوچی ہو یا پٹھان، یوپی کا باشندہ ہو یا سی پی کا، بہاری ہو یا بنگالی یا اس کا تعلق گجرات کاٹھیاواڑ سے ہو یا مدراس سے یا پھر اس نے برعظیم سے باہر کسی دیارِ غیر میں سکونت اختیار کر لی ہے۔ ہمارے نزدیک اگر وہ اردو کو اچھی طرح جانتا ہے تو پھر وہ سند ہے۔ رہی یہ بات، جو آج تک کچھ لوگوں کی زبانوں پر چڑھی ہوئی ہے، کہ دلی اور لکھنؤ ہی دو دبستان ہیں اور وہیں کی زبان، سند کا درجہ رکھتی ہے، میرے نزدیک ہرگز قرین قیاس نہیں۔ ہم اپنی بات کی توثیق کے لیے مولانا حالی، علامہ اقبال، مولانا ظفر علی خاں، تلوک چند محروم، حفیظ جالندھری، فاخر ہریانوی، عندلیب شادانی، اختر شیرانی، عابد علی عابد، ن م راشد، میراجی، تصدق حسین خالد، فیض احمد فیض، احسان دانش، مجید امجد، وحشت کلکتوی، محمود سرحدی، نیاز سواتی، احمد ندیم قاسمی، سید ضمیر جعفری اور انور مسعود وغیرھم کے نام بڑے وثوق سے لے سکتے ہیں۔

مولانا حالی نے کیا خوب کہا تھا:

غل تو بہت یاروں نے مچایا، پر گئے اکثر مان ہمیں

اور اسی پس منظر میں حفیظ جالندھری کا یہ کہنا کہ:

حفیظ اہلِ زباں کب مانتے تھے
بڑے زوروں سے منوایا گیا ہوں

اس بات پر دال ہے کہ اردو زبان کے حوالے سے ان لوگوں کی خدمات کسی سے کم نہیں۔

یہ فہرست یقیناً نا تمام ہے اور اس میں معتد بہ اضافہ ہو سکتا ہے مگر ان میں سے کسی کا تعلق دلّی یا لکھنؤ سے نہیں لیکن ان لوگوں نے جس طرح اردو کے پودے کو اپنے خونِ جگر سے سینچا، پروان چڑھایا اور چھتنار بنایا ہے، وہ قابلِ ستائش ہے۔

ایک زمانے میں انشا اللّٰہ خاں انشا (1760ء-1818ء) کے نزدیک شاہ جہاں آباد (دلّی) کے صرف اندرونِ فصیل مسلمان شرفا کی زبان ہی سند کا درجہ رکھتی تھی اور لکھنؤ کی زبان ان کے خیال میں مستند نہیں تھی۔ پھر انھوں نے ارشاد فرمایا کہ لکھنؤ کے فقط ان مکینوں کی زبان مستند ہے جو پچاس سال یا اس سے زیادہ عرصہ پہلے دلّی سے لکھنؤ میں آ کر بس گئے تھے۔

ہمارے نزدیک یہ سب باتیں ماضی کی داستانوں کے سوا کچھ وقعت نہیں رکھتیں۔ انشا کے زمانے اور آج کے زمانے میں اتنا بُعد ہے کہ اسے پاٹا نہیں جا سکتا۔ دو سو سال کا عرصہ بیت گیا ہے۔ بہت کچھ بدل گیا ہے۔ اب انشا کے زمانے کا ہندوستان کئی ملکوں میں تقسیم ہو چکا ہے اور زبان کے حوالے سے تمام ملکوں کی اپنی اپنی ترجیحات ہیں۔ دلّی، لکھنؤ، حیدر آباد دکن اور یو پی کے شہروں میں اردو کا وہ چرچا نہیں رہا جو کسی زمانے میں ان جگہوں کے ناموں کے ساتھ مخصوص تھا۔ آج بھارت میں اردو کو وہ پذیرائی حاصل نہیں جو ایک صدی قبل تک تھی۔ وہ الگ بات ہے کہ اردو اپنے دم خم اور بل بُوتے کی وجہ سے بھارتی معاشرے میں اتنی رچ بس گئی ہے کہ اسے نہ تو دیس نکالا دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی شہر بدر کیا جا سکتا ہے اور بھارتی شاعروں، ادیبوں اور وہاں کی حکومت کو اردو کی سرپرستی اس لیے کرنا پڑتی ہے کہ وہاں کے باشندوں کی زبان یہی ہے۔ وہ چاہے اس کا نام ہندی رکھ لیں یا کچھ اور، اور اردو میں ہندی کے جتنے چاہیں الفاظ زبردستی شامل کر لیں لیکن بہرصورت یہ رہے گی اردو ہی، جس نے ایک طویل عرصے تک قراقرم کے پہاڑوں سے لے کر چٹا گانگ اور ہمالیہ کی تلیٹی سے لے کر راس کماری تک اپنا سکہ بٹھائے رکھا اور سکّہ رائج الوقت بھی یہی ہے۔

آج اردو نہ صرف سارک کے ممالک بلکہ دنیا بھر میں انگریزی کے بعد ابلاغ اور رابطے کا سب سے بڑا وسیلہ ہے۔ دنیا کی چھے ارب آبادی میں سے ڈیڑھ ارب لوگوں کی زبان اردو ہے اور اس میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ BBC کی اردو سروس سے وابستہ معروف براڈ کاسٹر جناب رضا علی عابدی اپنی کتاب ''اردو کا حال'' میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''میں نے ہندوستان اور پاکستان کے بڑے دُور افتادہ علاقے دیکھے ہیں مگر ایک عجیب بات دیکھی۔ میں جہاں کہیں بھی پہنچا، اردو مجھ سے بہت پہلے پہنچ چکی تھی۔ ہمالیہ کے پچھواڑے لداخ میں ایک بڑے نالے جیسے دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا میں وہاں پہنچا، جس کے آگے تبت ہے۔ میں دریا کے کنارے ایک گاؤں میں پہنچا جس کا نام ''اُپشی'' تھا۔ مجھے دیکھ کر گاؤں والے میرے گرد جمع ہو گئے۔ جی چاہا ان سے باتیں کروں مگر خیال آیا کہ خدا جانے کون سی زبان بولتے ہوں گے؟ مگر میرے ''السلامُ علیکم'' کہنے کی دیر تھی کہ اب جو وہ بولے تو بالکل میری ہی جیسی اردو بولے۔ ان میں سے کسی نے مدرسے کی صورت بھی نہیں دیکھی، لکھنا پڑھنا نام کو بھی نہیں آتا، مگر اردو روانی سے بول رہے تھے جیسے ان میدانوں میں عمر گزار کر آئے ہوں۔ اس گفت گو میں اردو روزمرّہ اور محاورہ پوری آن بان سے کارفرما تھا۔ بات میں سلاست تھی، روانی تھی، لفظوں کی نشست و برخاست زبان دانی کے تمام اصولوں پر پوری اترتی تھی اور محسوس ہوتا تھا کہ چین کی سرحد پر رہنے والے یہ اَن پڑھ دیہاتی نہیں بول رہے ہیں، اردو کا اعجاز بول رہا ہے۔ یہ کیسا چمتکار ہے کہ ہمالیہ کے اُس پار جہاں مون سون گھٹائیں بھی نہیں پہنچ پاتیں، وہاں اردو کی جھڑی لگی ہے۔''

عام بول چال کی زبان ہونے کے علاوہ علم و فن کا سب سے زیادہ سرمایہ اردو میں منتقل ہو چکا ہے۔ آج پاکستان کی کئی یونیورسٹیوں میں ذریعہ تعلیم اردو ہے اور سائنسی اور علمی و ادبی شعبوں میں اردو کی اہمیت کو تسلیم کیا جا رہا ہے۔ صحافتی میدان میں اردو کا سکّہ چلتا ہے اور اس کی قدر و قیمت کا گراف تیزی سے اوپر کی جانب جا رہا ہے۔ آج اردو نہ صرف دنیا بھر میں ہماری شناخت اور آبرو ہے بلکہ قوم کے شیرازے کو مضبوط کیے ہوئے ہے۔

پنجاب میں PMS اور مقابلے کے کچھ دیگر امتحانات کے لیے اردو لازمی ہے اور وہ دن دُور نہیں جب CSS کے لیے بھی اختیاری کے علاوہ اسے لازمی مضمون کی حیثیت حاصل ہوگی۔ عرصہ دراز سے مقابلے کے امتحانات کے لیے ایک بہت اچھی کتاب کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ ''مکتبہ کاروان'' کے منتظمِ اعلیٰ چودھری احمد نجیب صاحب نے کئی بار میری توجہ اس جانب مبذول کرائی تو میں نے اس کا ذکر اپنے رفیقانِ کار ڈاکٹر اشفاق احمد ورک اور ڈاکٹر غفور شاہ قاسم سے کیا، جنھوں نے اس چیلنج کو بخوبی قبول کیا، نتیجتاً ''کلیدِ اُردو'' کی صورت میں ایک اچھی بلکہ بہت اچھی کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ میرے نزدیک ''کلیدِ اُردو'' نہ صرف PMS، اردو لازمی، لیکچرر اردو، ماہرِ مضمون اردو اور اس نوعیت کے مقابلے کے دیگر امتحانات کے لیے انتہائی مفید ہے بلکہ امید ہے کہ یہ کتاب امیدواروں کے لیے کامیابی اور کامرانی کے مقفّل در کی کلیدِ کامیابی ثابت ہوگی۔

ڈاکٹر علی محمد خاں

پروفیسر آف اردو، ایف سی کالج (یونیورسٹی) لاہور

15/مارچ 2017ء

اردو ہے جس کا نام

محققین نے اردو کی ابتدا، آغاز اور اس کے ماخذ و منبع کے بارے میں کئی دل چسپ اور متضاد نظریے پیش کیے ہیں جن سے اتنا ضرور واضح ہو جاتا ہے کہ یہ زبان برِصغیر میں، ہند آریائی زبانوں کے گروہ کے ارتقا، عمل و ردِ عمل اور ان پر فارسی، عربی اور ترکی زبانوں کے اثرات سے وجود میں آئی۔ اردو کے اولین آثار دسویں صدی عیسوی سے شروع ہوتے ہیں جب مسلم فاتحین کو یہاں کے مقامی منتظمین، تجار، علما، صوفیہ، مبلغین، ان کے اہل و عیال اور دوسرے مقامی لوگوں سے ملنے جلنے اور حکومتی اور دیگر کاروبار چلانے کی ضرورت پیش آئی۔

ہندوستان میں مسلمان حکمرانوں کی سرکاری زبان فارسی تھی لیکن بول چال اور روزمرہ کاروبار کے لیے یہ نئی زبان (جو بعد میں اردو کہلائی) ہی استعمال ہوتی رہی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ آہستہ آہستہ نکھرتی اور سنورتی رہی اور دیگر زبانوں اور بولیوں کے الفاظ بھی جذب اور شامل کرتی رہی۔ اس طرح سے اس زبان میں وسعت اور لچک پیدا ہوئی اور یہ برِعظیم کے ایک بڑے علاقے میں جہاں پہلے صرف چند علاقائی بولیاں بولی جاتی تھیں، رابطے کی زبان بن گئی۔ یہ سب فطری اور خودکار طریقے سے ہوا، یہاں تک کہ مغلیہ عہد کے اختتام تک یہ زبان اس قدر ترقی کر چکی تھی کہ انگریزوں نے ہندوستان میں اپنے عمال و حکام کو سکھانے اور امورِ مملکت میں استعمال کرنے کے لیے فارسی کی جگہ اسی زبان کا انتخاب کیا۔

''اردو'' ترکی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں لشکر یا لشکر گاہ۔ مغلوں کے دور میں لشکر، اس سے متعلق آبادی اور بازار کو ''اردو'' کہا جاتا تھا اور بادشاہی قلعہ اور اس کے متعلقات کو ''اردوئے معلیٰ''۔ اٹھارھویں صدی کے اختتام تک ایسے علاقوں میں بولی جانے والی زبان کو ''اردو زبان'' یا ''زبانِ اردو'' کہا جانے لگا تھا۔ اس سے پہلے یہی زبان مختلف علاقوں اور ادوار میں، ہندی، ہندوستانی، دکنی، گجراتی، ریختہ اور دوسرے ناموں سے بھی موسوم رہی۔ انیسویں صدی میں اس زبان کے لیے واضح طور پر ''اردو'' کا نام استعمال ہونا شروع ہوا، جب کہ یورپی مصنفوں میں سے کچھ اس کو ''ہندوستانی'' کے نام سے پکارتے رہے۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ: ''تشکیلِ ارضِ پاک میں اردو کا ہاتھ ہے''۔ ہندوؤں کی اکثریت سمجھتی تھی کہ مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت کی زبان اردو ہے۔ معمارِ پاکستان حضرت قائدِ اعظم کو اردو کی اہمیت کا احساس تھا اور وہ اس بات کو بخوبی سمجھتے تھے کہ جس قوم کی زبان ایک نہیں، اس کا دل بھی ایک نہیں اور یہ کہ پاکستان کے تمام مسلمانوں کی شیرازہ بندی اس زبان کے ذریعے ممکن ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر قائدِ اعظم نے فرمایا:

''اردو زبان ہے جسے برِصغیر کے کروڑوں مسلمانوں نے پرورش کیا ہے، اسے پاکستان کے ایک

سرے سے دوسرے تک سمجھا جاتا ہے۔ یہ وہ زبان ہے جو دوسری صوبائی اور علاقائی زبانوں سے کہیں زیادہ اسلامی ثقافت اور اسلامی روایات کے بہترین سرمائے پر مشتمل ہے اور دوسرے اسلامی ملکوں کی زبانوں سے قریب ترین ہے۔ یہ بات بھی اردو کے حق میں جاتی ہے اور یہ بہت اہم ہے کہ بھارت نے اردو کو دیس نکالا دے دیا ہے اور حتیٰ کہ اردو رسم الخط کو بھی ممنوع قرار دیا ہے، البتہ پاکستان کی سرکاری زبان جو مملکت کے مختلف صوبوں کے درمیان افہام و تفہیم کا ذریعہ ہو، صرف ایک ہی ہو سکتی ہے اور وہ اردو ہے۔ اردو کے سوا اور کوئی زبان نہیں۔''

(بحوالہ ''قائداعظم اور قومی زبان کا پس منظر'' ماہنامہ ''قومی زبان'' کراچی دسمبر 1976ء)

ان تمام تاریخی حوالوں کے بعد اردو زبان کی اہمیت اور اس کی افادیت بالکل واضح ہے۔ اب یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم قائداعظم کی اس دور اندیشی کو، جس میں انھوں نے اردو کی اہمیت کو اجاگر کیا، من حیث القوم اردو کی ترویج و اشاعت کے لیے اپنی کوششوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں، خاص طور پر ہماری نوجوان نسل پر یہ فرض اور بھی زیادہ عائد ہوتا ہے۔

اردو بلاشبہ ایک معجزاتی، کرشماتی بلکہ طلسماتی زبان ہے جس میں خود بخود پروان چڑھنے، پھلنے پھولنے اور نشو و نما پانے کی صلاحیت موجود ہے۔ یہ زبان راحت، سکون، آرام اور آسایش کا آمیزہ ہے۔ اردو زبان کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔ یہ ایک طرزِ احساس، طرزِ فکر اور ایک طرزِ حیات ہے۔

اردو زبان ایک قابلِ قدر روایت، ایک نادر آرٹ، ایک مسحور کُن نغمہ اور ایک پیمانِ وفا ہے۔ مشہور براڈ کاسٹر رضا علی عابدی نے اپنی کتاب ''اردو کا حال'' میں بڑی عمدگی سے اردو کے حوالے سے ہمارے جذبات اور احساسات کی ترجمانی کر دی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اردو میرے ماتھے پر رکھی ماں کی ہتھیلی ہے، میرے آنگن میں بکھری روشنی ہے، میرے چمن میں پھیلی خوشبو ہے۔ یہ میرے سینے میں دھڑکتی زندگی ہے اور یہ میرے وجود پر برستی ٹھنڈک ہے۔''

اُردو زبان و ادب کے ممتاز پروفیسر ڈاکٹر بدر منیر کا نہایت برمحل شعر ہے:

جڑتی نہیں ہے قوم جو اپنی زبان سے
کب سر اُٹھا کے دنیا میں جیتی ہے شان سے

زبان تہذیب کی کلید ہے، زبان تاریخ کا شعور ہے، خالقِ کائنات کا شعور ہے، نیک و بد کا شعور ہے۔ زبان انسان کی شناخت ہے، انسان کا تعارف ہے، انسان کی پہچان ہے۔ انسان اپنے تمام تر تخلیقی امکانات کا اظہار اپنی قومی زبان کے ذریعے کرتا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے اپنے ایک انٹرویو میں فرمایا تھا:

''اردو زبان زندہ ہے لیکن اُن کے لیے نہیں جو مر چکے ہیں۔ اُردو زبان مر چکی ہے لیکن اُن کے لیے جو زندہ ہیں۔''

بفضلِ تعالیٰ اردو اس وقت دنیا کی چند بڑی زبانوں میں سے ایک ہے۔ اقوامِ متحدہ کے ادارے یونیسکو (UNESCO) کے اعداد و شمار کے مطابق دنیا میں سب سے زیادہ بولی اور سمجھی جانے والی زبانوں چینی اور انگریزی کے بعد تیسری بڑی زبان اردو ہے۔ اس کے بولنے اور سمجھنے والے لوگ دنیا کے تقریباً ہر خطے اور ہر ملک میں موجود ہیں اور اس کے حلقۂ اثر کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ یہ انگریزی کے بعد دنیا کی سب سے بڑی زبان ہے۔ پاکستان میں اردو کو قومی زبان کا درجہ حاصل ہے اور یہ عملاً ملک بھر میں واحد رابطے کی زبان ہے جو قراقرم وطورخم کے پہاڑوں سے لے کر کراچی و گوادر کے ساحلوں تک بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ بھارت، بنگلہ دیش اور سارک کے دوسرے ملکوں میں بھی اس کی مقبولیت کچھ کم نہیں۔ یہاں کے بیشتر باشندے بالخصوص شہری آبادیوں میں رہنے والے اردو بولتے اور سمجھتے ہیں اور اردو پڑھنے لکھنے والوں کی تعداد بھی کروڑوں میں ہے۔ اس کے علاوہ مشرقِ وسطیٰ و مشرقِ بعید کے تمام ممالک اور یورپ، امریکہ، کینیڈا، افریقہ اور آسٹریلیا کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی اردو بولنے اور سمجھنے والوں کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔ دنیا کی بیشتر معروف یونیورسٹیوں میں ضرورت کے تحت اردو کی تدریس کے شعبے قائم ہیں جن میں اردو سیکھنے والوں کی تعداد نمایاں طور پر روز بروز بڑھ رہی ہے۔ لطف یہ ہے کہ پاکستان اور بھارت کی یونیورسٹیوں کے علاوہ دنیا میں کئی اور یونیورسٹیوں میں اردو میں پی ایچ۔ ڈی تک کی ڈگریاں دی جاتی ہیں۔ پاکستان کی یونیورسٹیوں میں دوسرے ملکوں سے طلبہ اردو پڑھنے کے لیے آتے ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت دنیا کی چھ ارب آبادی میں اردو جاننے اور بولنے والوں کی مجموعی تعداد ایک ارب پچاس کروڑ سے متجاوز ہے جو اردو کی مقبولیت کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

ڈاکٹر علی محمد خاں
پروفیسر آف اردو، ایف۔سی کالج (یونیورسٹی) لاہور
15/مارچ 2017ء

پہلا باب

اُردو نثر کا تعارف

اُردو شاعری کی طرح اُردو نثر کے قدیم نمونے بھی دکن ہی میں ملتے ہیں جن میں سے بعض خاصے مشہور ہوئے۔ یہ عموماً مذہب اور تصوّف کے موضوعات پر مشتمل ہیں۔ البتہ نثر کا باقاعدہ آغاز فورٹ ولیم کالج کلکتہ سے ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا ادارہ تھا جو ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنے انگریز ملازمین کو برِصغیر کی مختلف زبانوں اور یہاں کے مخصوص تہذیبی و معاشرتی حالات سے آگاہ کرنے کے لیے کلکتے میں (جو کمپنی کا مرکز تھا) قائم کیا تھا۔ اس کالج میں ایک شعبہ اُردو اور ہندی کے لیے مخصوص تھا۔ نثر کی کتابیں فراہم نہ ہونے کی بنا پر اس کالج کو ایک دارالترجمہ اور شعبۂ تصنیف و تالیف قائم کرنا پڑا جس کے نگران ڈاکٹر جان گل کرسٹ تھے۔ اس شعبے سے متعدد ایسے ادیب منسلک رہے ہیں جو اُردو نثر کی تاریخ میں زندہ جاوید ہو گئے۔ مثلاً میرامّن اور حیدر بخش حیدری۔

میرامّن کی داستان ''باغ و بہار'' اُردو نثر کا سب سے قیمتی سرمایہ تسلیم کی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ داستان اپنے قصّے کے اعتبار سے نئی نہ تھی۔ اس قصّے کو پہلے بھی عطا حسین خان تحسین نے ''نوطرزِ مرصّع'' کے نام سے تصنیف کیا تھا، مگر میرامّن نے اسے نئے سرے سے ترتیب دیا اور پھر دلّی کی خاص ٹکسالی زبان میں یوں بیان کیا کہ تقریباً دو سو سال گزر جانے کے باوجود آج بھی یہ اپنی دلچسپی قائم رکھے ہوئے ہے۔ اسی طرح حیدر بخش حیدری نے حاتم طائی کے قصّے کو ''آرائشِ محفل'' کے نام سے مرتّب کیا اور اپنے طرزِ بیان سے ہر دلعزیز بنایا۔ میرامّن کی ''باغ و بہار'' 1802ء میں لکھی گئی۔ 1803ء میں سیّد انشا نے جو لکھنؤ میں تھے اور مشہور و معروف شاعر تھے، فورٹ ولیم کالج کی تحریک سے بے خبر ہونے کے باوجود ''رانی کیتکی'' اور ''کنور اودے بھان'' کے نام سے ایک قصّہ تصنیف کیا جس کا کمال یہ ہے کہ اس میں جتنے الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ خالص اُردو کے ہیں، کسی اور زبان سے کوئی لفظ نہیں لیا گیا۔

میرامّن کی ''باغ و بہار'' اُردو نثر میں ایک تحریک کا کام کر گئی جس کے بعد داستانوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان میں سب سے نمایاں ''فسانۂ عجائب'' ہے جو 1825ء میں لکھی گئی۔ اس کے مصنّف لکھنؤ کے ایک صاحب طرز ادیب مرزا رجب علی بیگ سرور ہیں۔ اس کتاب کا ''باغ و بہار'' سے مقابلہ کیا جاتا ہے، ان معنوں میں کہ ان دونوں کا اندازِ تحریر ایک دوسرے کی ضد ہے۔ ''باغ و بہار'' اپنی سادگی کے سبب، فسانۂ عجائب اپنی آرائش کے باعث۔ ان داستانوں کے علاوہ ''داستانِ امیر حمزہ'' اور ''طلسمِ ہوش ربا'' بھی بہت مشہور ہیں۔

داستانی ادب کے ساتھ ساتھ اگر ایک طرف 1842ء میں قائم شدہ دہلی کالج کی ورنیکولر ٹرانسلیشن سوسائٹی نے مختلف علوم اور مختلف موضوعات پر کتابیں شائع کرائیں تو دوسری طرف عیسائی مشنری اپنا کام کرتے رہے۔ انھوں نے بھی اپنے مذہبی لٹریچر کو اُردو میں منتقل کرنا شروع کیا۔ اسی زمانے میں مولوی محمد باقر نے ایک اخبار دلی سے شائع کیا۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی اُردو زبان میں اخبار شائع ہوتے تھے مگر اس اخبار نے صحافت کے دامن کو وسیع کیا اور اس کی تحریک سے بعد میں اخبارات کا ایک ختم نہ ہونے والا سلسلہ شروع ہوا۔

یہی وہ زمانہ تھا جب مرزا غالب ہر تحریک سے علیحدہ رہ کر اور کسی شعوری مقصد کے بغیر اپنے دوستوں اور شاگردوں کے نام خطوط لکھ رہے تھے۔ وہ شروع شروع میں نہیں جانتے تھے کہ ان کے خطوط اُردو نثر کا بیش قیمت سرمایہ ثابت ہوں گے۔

1857ء میں پاک و ہند کے مسلمانوں پر جو قیامت ٹوٹی تھی اور جس کرب میں یہ قوم مبتلا ہوئی تھی، اس سے نجات دلانے کے لیے قدرت نے سرسیّد احمد خاں کو منتخب کیا۔ سرسیّد نے اپنی جدّ وجُہد مسلمانوں میں انگریزی تعلیم پھیلانے سے شروع کی تھی مگر رفتہ رفتہ یہ تعلیمی تحریک مسلمانوں کی پوری زندگی پر اثر انداز ہوئی۔ سرسیّد خود صاحبِ طرز ادیب تھے۔ ان کی تحریر کی ابتدا روایتی قسم کی آراستہ و پیراستہ نثر سے ہوئی مگر حالات کے تقاضے نے انھیں ایسی نثر لکھنے کی طرف مائل کیا جو کم سے کم وقت میں لکھی جائے اور جسے زیادہ سے زیادہ تعلیم یافتہ اور کم تعلیم یافتہ بلکہ غیر تعلیم یافتہ بھی یکساں طور پر سمجھ سکیں۔ سرسیّد نے مختلف موضوعات پر قلم اُٹھایا۔ بعض کتابیں مع تفسیر قرآن مجید، ان کی یادگار ہیں اور ان کے مضامین کی سولہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ اُنھوں نے ایک رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' کے نام سے بھی جاری کیا۔ انشائیہ جسے انگریزی میں (Essay) کہا جاتا ہے سب سے پہلے اُردو میں سرسیّد ہی نے لکھا۔

سرسیّد کی تحریک اور اُن کی تحریروں نے نہ صرف برِّصغیر کے مسلمانوں میں بیداری اور ذمّے داری کی لہر دوڑا دی بلکہ ادب میں خصوصاً نثر میں ایسا انقلاب برپا کیا کہ اس کی مثال کم ملے گی۔ سرسیّد کی شخصیّت جو ان کی تحریروں میں واضح طور سے نمایاں ہے، اس جدید نثر پر چھائی ہوئی ہے جس کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ اُس زمانے کے ہر لکھنے والے نے اپنے طور پر اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق سرسیّد کا اثر قبول کیا۔ ان میں خواجہ الطاف حسین حالی، مولانا نذیر احمد، مولانا محمد حسین آزاد اور مولانا شبلی نعمانی خصوصاً قابلِ ذکر ہیں اور یوں سرسیّد احمد خاں سمیت ان بزرگوں کو جدید اُردو نثر کا بانی سمجھنا چاہیے۔

مولانا حالی بُنیادی طور پر شاعر تھے۔ انھوں نے پہلے کلاسیکی انداز کی غزل کہی پھر نئی نظم کہی اور اس سے آنے

والی نسلوں کو متاثر کیا۔ ساتھ ہی ساتھ نثر کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔ اردو میں تنقید اور سوانح نگاری کا آغاز مولانا حالی سے ہی ہوتا ہے۔ ''مقدمۂ شعر و شاعری'' اُردو تنقید کی اوّلین کتاب ہے۔ دراصل یہ دیباچہ تھا جو انھوں نے اپنے دیوان کی اشاعت کے وقت لکھا تھا جسے بعد میں اس کی افادیت کے پیشِ نظر کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا۔ اس کتاب میں شاعری کی بنیادی ضرورتوں کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ یہ باتیں اتنی اہم ہیں کہ جزوی اختلاف کے سوا بحیثیت مجموعی ان سے انکار نہیں ہوسکا۔ تنقید کی اس کتاب نے بعد کے آنے والے ادیبوں کو تنقید کی اہمیت کا احساس دلایا اور یوں رفتہ رفتہ اُردو تنقید کا ایک قابلِ قدر سرمایہ فراہم ہو گیا۔ بیسویں صدی کے آغاز سے اب تک قدیم طرزِ فکر کے نقاد بھی موجود رہے جو عربی اور فارسی تنقید کے قدیم اصولوں کی پیروی کرتے رہے۔ مثلاً مولانا شبلی نعمانی، وحید الدین سلیم، پنڈت دتاتریہ کیفی، شمس العلماء امداد امام اثر، نیاز فتح پوری اور مولوی عبدالحق۔

نذیر احمد نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ اُنھوں نے ''انڈین پینل کوڈ'' کا ترجمہ ''تعزیراتِ ہند'' کے نام سے کیا مگر ان کی اہمیت ناول نگار کی حیثیت سے ہے۔ اُردو میں سب سے پہلے انھوں نے ناول لکھنا شروع کیے۔ ان کے ناول اصلاحی ہیں۔ وہ مسلمانانِ برصغیر کی گھریلو زندگی کی اصلاح کرنا چاہتے تھے اور سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کی ساری خرابی کا سبب یہ ہے کہ ان کی گھریلو زندگی سے مذہب کا اثر ختم ہو گیا ہے۔ اُنھوں نے متعدد ناول لکھے جن میں سے ''مرآۃ العروس''، ''بنات النعش''، ''توبۃ النصوح''، اور ''ابن الوقت'' خصوصاً بہت مقبول ہوئے۔ نذیر احمد کی زبان اور ان کا محاورہ سند کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

نذیر احمد کے ناول جدید تنقید کی روشنی میں کامیاب قرار نہ بھی دیے جائیں تو بھی اس سے انکار ممکن نہیں کہ انھوں نے لکھنے والوں کو ناول کی طرف متوجہ کیا۔ نذیر احمد نے چونکہ مقصدی ناول لکھے تھے لہٰذا صنفِ افسانہ کے لیے بھی مقصدیت کا راستہ کُھل گیا یعنی یہ بات ثابت ہوگئی کہ مقصدی افسانوی ادب بھی اتنا ہی مؤثر ہوسکتا ہے جتنا کہ تفریحی ادب، بشرطیکہ لکھنے والے کے قلم میں صلاحیت موجود ہو۔

نذیر احمد کے بعد جن ناول نگاروں نے مختلف زمانوں میں اس فن کو آگے بڑھایا ان میں چند ایک نام یہ ہیں: رتن ناتھ سرشار، عبدالحلیم شرر، خواجہ حسن نظامی، راشد الخیری اور مرزا ہادی رسوا۔ مرزا ہادی رسوا نے فنی لحاظ سے ناول کی صنف کو بہت چمکایا۔ ان کا ناول ''امراؤ جان ادا'' اُردو کے بہترین ناولوں میں شمار ہوتا ہے۔

محمد حسین آزاد اپنے ہم عصر لکھنے والوں میں سرسیّد کے سوا سب سے زیادہ مؤثر قلم رکھتے ہیں۔ ان کی مشہور و معروف تصنیف ''آبِ حیات''، قدیم تذکروں اور جدید ادبی تنقید کے درمیان ایک اہم کڑی ہے۔ اس کتاب میں آزاد

نے نثر نگاری کا وہ ہُنر دکھایا ہے کہ اس کا جواب نہیں۔ تاریخِ ادب ایسے موضوع پر اس قدر دلچسپ اور دل کش کتاب کا لکھا جانا دُشوار کام تھا۔ اسی طرح ''دربارِ اکبری'' میں کہ خالص تاریخی موضوع سے تعلق رکھتی ہے، آزاد نے نثر نگاری کے جوہر دکھائے ہیں، پھر ''سخندانِ فارس'' ہے، جو فارسی زبان اور سنسکرت زبان کے تقابلی مطالعے پر مبنی ہے، اُردو زبان میں علم لسانیات پر اپنی نوعیت کی یہ پہلی کتاب ہے جس سے آزاد کا زبانوں کے مطالعے سے گہرا لگاؤ ثابت ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ''نیرنگِ خیال'' ہے جس میں شامل مضامین کو ''Essay'' یعنی انشائیہ کہا جا سکتا ہے۔

آزاد کا اسلوب ان سے مخصوص ہے جس کی پیروی کرنا ہمیشہ دشوار رہا ہے تاہم چند لکھنے والے ایسے گزرے ہیں جنھوں نے اپنی انفرادیت کو قائم رکھتے ہوئے آزاد کے رنگ کو نکھارا ہے۔ ان میں مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا صلاح الدین احمد خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

شبلی طبعاً مؤرخ تھے۔ ان کی اکثر تصانیف اسی پسِ منظر میں ہیں۔ ان کا بیان رنگین اور ان کی زبان سادہ اور سلیس مگر مؤثر ہے۔ ''سیرۃ النبی ﷺ'' ''شعر العجم'' اور ''الفاروق ؓ'' ان کی معرکے کی تصانیف ہیں۔ لوگ ''سیرۃ النبی ﷺ'' کو ان کی ادبی زندگی کا حاصل جانتے ہیں۔ یہ مقدّس کتاب ابھی مکمل نہ ہوئی تھی کہ ان کا انتقال ہو گیا اور ان کے جمع کیے ہوئے مواد سے ان کے لائق شاگرد مولانا سلیمان ندوی نے کام اختتام کو پہنچایا۔ ''شعر العجم'' فارسی شاعری کی تاریخ ہے جو اُردو میں فارسی شاعری کی تاریخ پر بہترین کتاب ہے۔ ''الفاروق ؓ'' حضرت عمر فاروق ؓ کی زندگی اور ان کے کارناموں پر مستند کتاب ہے۔ شبلی نے یہ کتاب بڑی دلسوزی اور کاوش سے لکھی ہے اور سوانح نگاری کا ایک نہایت عمدہ نمونہ ہے۔ اس زمانے میں مولانا حالی نے بھی تین قابلِ ذکر سوانح عمریاں تحریر کیں، ان میں ایک ''یادگارِ غالب'' ہے جو انھوں نے اپنے اُستاد مرزا غالب کے حالاتِ زندگی اور ان کی تحریروں کے بارے میں لکھی ہے۔ دوسری ''حیاتِ سعدی'' ہے جس میں فارسی کے مشہور شاعر اور نثر نگار شیخ سعدی کے حالات اور ان کی تحریروں سے بحث کی گئی ہے۔ تیسری ''حیاتِ جاوید'' ہے جو سر سیّد کے حالات اور ان کے کارناموں پر مشتمل ہے۔

غرض یہ کہ سر سیّد اور ان کے زمانے کے ادیبوں نے اُردو نثر کو ایک باوقار مقام عطا کیا اور اب لکھنے والوں کو نثر میں اظہارِ مطالب میں کوئی دُشواری نہ رہی۔ 1935ء تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ زندگی کے ہر موضوع پر بڑے جوش و خروش سے لکھا جاتا رہا اور نثر کا قافلہ آگے بڑھتا رہا۔

1935ء میں ترقی پسند تحریک کا آغاز ہوا جس نے ادب کی ہر صنف کو متاثر کیا۔ اس میں نظم و نثر دونوں شامل ہیں۔ تنقید بھی تھی اور افسانوی ادب بھی۔ اس تحریک کے آغاز سے پہلے ہی ایک ایسا افسانہ نگار سامنے آ چکا تھا جس نے

اپنے آپ کو منوا لیا تھا اور جو نذیر احمد کی طرح تاریخی حیثیت کا حامل ہے۔ اس کا ادبی مقام ہمیشہ قابلِ احترام رہا ہے اور اس نے میر امّن کی طرح بے مثال مقبولیت حاصل کی ہے۔ یہ پریم چند ہیں جنھوں نے ناول بھی لکھے مگر مختصر افسانے کے بانی سمجھے جاتے ہیں۔ پریم چند کے ناول اور افسانے سماجی اور معاشی مسائل سے خصوصاً متعلق ہیں اور مقصدی افسانہ نگاری کا بہترین نمونہ ہیں۔ ان کا اندازِ بیان بہت دل نشین ہے۔ انھوں نے ہندی میں بھی کتابیں لکھی ہیں مگر ان کی شہرت کا دارومدار اُردو کتابوں پر ہے۔ پریم چند نے آنے والی نسلوں کو جس شدّت کے ساتھ متاثر کیا کوئی اور نہ کر سکا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ترقی پسند افسانوی ادب کے لیے پریم چند نے زمین ہموار کر رکھی تھی تو غلط نہ ہوگا۔ وہ ناول نگار اور افسانہ نویس، جو اس تحریک سے خصوصاً متاثر ہوئے اور وابستہ رہے، ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں: علی عباس حسینی، کرشن چندر، عصمت چغتائی، احمد ندیم قاسمی، حیات اللّٰہ انصاری اور راجندر سنگھ بیدی۔ ترقی پسند تحریک سے جن ادیبوں کو اتفاق نہ تھا انھوں نے ''حلقۂ اربابِ ذوق'' کے نام سے ایک جماعت قائم کی جو بہت جلد ایک تحریک کی صورت اختیار کر گئی۔ نئے لکھنے والوں کی ایک بڑی جماعت کسی نہ کسی شکل میں اس سے وابستہ رہی۔ جو لوگ حلقۂ ارباب ذوق کی ادبی تحریک سے وابستہ تھے یا جو کسی تحریک سے تعلق نہیں رکھتے تھے، ان میں سعادت حسن منٹو ایک انفرادی مقام کے حامل تھے۔ حسن عسکری، قرۃ العین حیدر، غلام عباس اور انتظار حسین کا شمار موجودہ دَور کے نمائندہ افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔

افسانوی ادب کے ساتھ تنقید کا کام بھی بڑے زور شور سے جاری رہا۔ وہ نقاد جنھوں نے جدید نقد ادب میں نام پیدا کیا ان میں مجنوں گورکھپوری، نیاز فتح پوری، سیّد احتشام حسین، سیّد عابد علی عابد، ڈاکٹر سیّد عبد اللّٰہ، محمد حسن عسکری، اختر حسین رائے پوری، مولانا صلاح الدین احمد، ڈاکٹر عبادت بریلوی، ممتاز حسین اور میرا جی شامل ہیں۔

ڈراما نگاری کا آغاز یوں تو بہت پہلے واجد علی شاہ کے عہد میں ہوا اور اس زمانے کے ایک مشہور شاعر امانت لکھنوی کی ''اندر سبھا'' کو پہلا ڈراما قرار دیا جاتا ہے مگر دیگر اصناف کے مقابلے میں ڈرامے کے ارتقا کی رفتار بہت سُست رہی۔ سب سے جاندار ڈراما نگار جو سامنے آیا وہ آغا حشر تھے۔ آغا حشر شہر شہر اپنا تھیٹر لے کر پھرے۔ انھوں نے نثر و شعر سے اپنے ڈرامے کو آراستہ کیا اور ملک گیر شہرت حاصل کی مگر بعض وجوہ کی بنا پر سٹیج ڈراما مسلمان معاشرے میں زیادہ مقبول نہ ہو سکا۔ لہٰذا ڈرامے صرف کتابی شکل اختیار کر سکے۔ جن ڈراما نگاروں نے اس صنف میں مقبولیت حاصل کی ان میں سیّد امتیاز علی تاج، محمد مجیب، نور الٰہی، محمد عمر، سیّد عابد علی عابد اور میرزا ادیب شامل ہیں۔

تحقیق بھی ادب کا ایک اہم شعبہ ہے۔ تنقید سے ہم کسی زمانے کے مزاج اور رویّوں کو معلوم کرتے ہیں اور تحقیق سے ان نقوش کو تلاش کرتے ہیں جن پر چل کر زندگی اور اَدب ارتقائی منازل طے کر لیتے ہیں۔ اُردو ادب میں جن محققین

نے نام پیدا کیا ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔ حافظ محمود شیرانی، وحید الدین سلیم، مولوی عبدالحق، ڈاکٹر سیّد عبداللہ، محی الدین قادری زور، نصیر الدین ہاشمی، قاضی عبدالودود، ڈاکٹر گیان چند جین، ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی اور حامد حسن قادری۔

طنز و مزاح بھی ادب کا لازمی جز و رہا ہے۔ اب تک جن مزاح نگاروں نے مقبولیت حاصل کی ہے، ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں: ملا رموزی، عظیم بیگ چغتائی، مرزا فرحت اللہ بیگ، پطرس بخاری، چراغ حسن حسرت، مجید لاہوری، حاجی لق لق، رشید احمد صدیقی، کنہیا لال کپور، شوکت تھانوی، شفیق الرحمٰن، کرنل محمد خاں اور مشتاق یوسفی۔

(بشکریہ سیّد شہرت بخاری، غلام ثقلین نقوی، آغا سہیل)

❀❀

چند اہم اصنافِ نثر

"نثر" عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں "پراگندہ یا بکھرا ہوا" مگر اصطلاح میں الفاظ کا معینہ ضابطوں کے تحت استعمال "نظم" کہلاتا ہے جب کہ اس کے متضاد کے طور پر "نثر" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جس طرح ہم نے اصنافِ نظم کو موضوع اور ہیئت کے لحاظ سے دو حصّوں میں تقسیم کیا ہے، اسی طرح ہم اصنافِ نثر کو بھی مزاج کے اعتبار سے دو حصّوں میں تقسیم کرتے ہیں:

(الف) افسانوی ادب (Fiction)(ب) غیر افسانوی ادب (Non Fiction)افسانوی اور غیر افسانوی ادب کی متعدد قسمیں ہیں جن کا مختصر تعارف ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

(الف) افسانوی ادب (Fiction)

1- داستان 2- ناول 3- افسانہ 4- ڈراما

داستان (Story)

کہنے کی چیز کو کہانی کہتے ہیں۔ کہانی کا مترادف لفظ قصہ یا حکایت ہے اور داستان قصے کہانی کی قدیم ترین قسم ہے۔ کسی زمانے میں قصہ خوانی یا داستان گوئی باضابطہ ایک فن ہوا کرتا تھا جو عربی اور فارسی سے اردو میں منتقل ہوا۔ برعظیم میں اس کا آغاز دکنی دور سے ہوا جو اس کے بعد برعظیم کے طول وعرض میں پھیل گیا۔ بڑے بڑے شہروں میں داستان سننے

سنانے کے لیے باقاعدہ جگہیں اور وقت مقرر ہوا کرتے تھے، جہاں لوگ کشاں کشاں آتے اور بڑے انہاک سے داستان سنتے تھے۔ کچھ قدیم شہروں خصوصاً حیدر آباد (دکن)، دلّی، لکھنؤ اور لاہور وغیرہ میں ایسی جگہوں کی نشان دہی آج بھی بآسانی کی جاسکتی ہے۔ انشاء اللہ خاں انشاء کا یہ شعر:

سنایا رات کو قصّہ جو ہیر رانجھے کا
تو اہلِ درد کو پنجابیوں نے لُوٹ لیا

اسی ماحول کی عکاسی کرتا ہے اور پشاور کا قصہ خوانی بازار آج بھی اسی زمانے کی یادگار ہے۔

بغداد کے عباسیہ خاندان کے مشہور بادشاہ ہارون الرشید کی ملکہ "زبیدہ" کو داستان سننے کا بڑا شوق تھا اور اس کے دربار میں داستان گوؤں کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ "الف لیلہ" قصّے کی ایک مشہور کتاب کا نام ہے۔ اس کتاب کی کل داستانیں سمرقند کی شہزادو وزیرزادی نے اپنی بہن سے جس کا نام دنیازاد تھا، ایک ہزار ایک راتوں میں بیان کی تھیں۔ بعد میں یہ کتاب اتنی مقبول ہوئی کہ اس کا انگریزی، فرانسیسی، عربی، فارسی وغیرہ بہت سی زبانوں میں ترجمہ ہوگیا۔

روایت ہے کہ خواجہ نظام الدین اولیا ایک دفعہ بیمار پڑ گئے۔ بیماری نے طول کھینچا تو ان کے مرید خاص امیر خسروؒ نے اپنے مرشد کے پاؤں دبانے میں انھیں ایک دلچسپ داستان "قصہ چہار درویش" فارسی میں سنانی شروع کی۔ یہ داستان کئی دنوں کے بعد ان کی صحت یابی پر ختم ہوئی تو حضرت نظام الدین اولیا نے دُعا کی کہ جس کسی بیمار کو یہ قصہ سنایا جائے گا تو وہ ضرور صحت یاب ہوگا۔ اس قصے کو میر امن دہلوی نے "باغ و بہار" کے تاریخی نام سے ڈاکٹر جان گل کرسٹ کے ایما سے فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے پلیٹ فارم سے 1802ء میں اردو میں لکھا۔ اردو نثر کا باقاعدہ آغاز بھی فورٹ ولیم کالج کلکتہ سے ہوتا ہے۔ جہاں میر امّن کے علاوہ حیدر بخش حیدری نے "آرائشِ محفل" اور "توتا کہانی"، خلیل خاں اشک نے "داستانِ امیر حمزہ" اور مظہر علی وِلا نے "ہفت گلشن" 1801ء میں لکھیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی داستانیں لکھی گئیں مگر ان سب داستانوں میں اپنے منفرد انداز بیان اور سلیس و برجستہ زبان کے سبب "باغ و بہار" کو سب سے زیادہ قبولِ عام کا درجہ حاصل ہوا۔ "باغ و بہار" میں دلّی کی معاشرت بیان ہوئی ہے۔ اس کے مقابلے میں رجب علی بیگ سرور لکھنوی نے "فسانۂ عجائب" (1825ء) لکھی، جو لکھنؤ کی تہذیب و ثقافت کی آئینہ دار ہے۔

اردو میں داستان نویسی کا دور تقریباً ایک صدی تک قائم رہا۔ قدیم داستانیں اپنی گوناگوں خوبیوں کی بدولت نہ صرف انتہائی دل چسپ ہوا کرتی تھیں بلکہ یہ اخلاقی اقدار اور زبان کے اعتبار سے بھی خوب صورت مرقعے تھے مگر پھر

بقول ثاقب لکھنوی یہ ہوا کہ:

بڑے شوق سے سُن رہا تھا زمانہ
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

انگریزی زبان وادب کے فروغ نے ہمیں داستان سے بیگانہ کر دیا اور ہمیں ایک نئی صنفِ نثر سے متعارف کرایا جسے ناول کہتے ہیں۔

❁❁

ناول(Novel)

ناول (Novel) انگریزی کا لفظ ہے جو اطالوی زبان کے لفظ ناولا (Novella) سے ماخوذ ہے۔ناول کے معنی ''نیا، انوکھا یا اچھوتا'' کے ہیں مگر ادب کی اصطلاح میں ناول سے مراد وہ قصہ لیا جاتا ہے جس میں واقعات خلافِ قیاس نہ ہوں۔داستان کے برعکس ناول کی بنیاد حقیقت اور فطرت پر اٹھائی جاتی ہے اور فرضی، خیالی اور مافوق الفطرت باتوں سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ناول کا موضوع ''انسان'' ہے۔آج کا انسان طرح طرح کے حالات وواقعات سے دوچار ہوتا اور متنوع مسائل میں گھرا ہوا ہے۔ناول ان سب موضوعات کا احاطہ کرتا ہے۔اس بنا پر ناول کو کئی قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے جن میں سے اہم مندرجہ ذیل ہیں:

1- اصلاحی ناول 2- سماجی ناول 3- سیاسی ناول 4- تاریخی ناول 5- مہماتی ناول 6- جاسوسی ناول 7- نظریاتی ناول

مربوط قصہ ناول کی بنیاد ہے جب کہ سلاست اور روانی ناول کی ضرورت ہوتی ہے۔قصے کی مختلف کڑیوں کو کسی خاص ترتیب سے جوڑنے کا نام پلاٹ ہے۔ناول کی کہانی کو مختلف کرداروں کے ذریعے بڑھایا جاتا ہے۔یہ تمام کردار جس مرکزی کردار کے گرد گھومتے ہیں اس کو ہیرو (Hero) کا نام دیا جاتا ہے۔ناول نگاری میں اسلوب کی بھی بہت اہمیت ہے اور کرداروں کے مابین مکالموں اور منظر نگاری سے بھی کام لیا جاتا ہے لیکن بہر کیف ناول کسی مقصد کے تحت لکھا جاتا ہے۔

ڈپٹی نذیر احمد کو اردو کا سب سے پہلا ناول نگار اور ان کے ناول ''مرأۃ العروس'' (1869ء) کو پہلا ناول تسلیم کیا جاتا ہے۔ڈپٹی نذیر احمد نے اس کے علاوہ بھی کئی ناول لکھے جن میں ''توبۃ النصوح'' اور ''ابن الوقت'' شامل ہیں۔تاہم ان کے تمام ناول مقصدی اور اصلاحی ہیں۔اس کے بعد زمانۂ حال تک جن ناولوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا، ان

میں مرزا ہادی علی رسوا کا ناول ''امراؤ جان ادا'' مولانا عبدالحلیم شرر کا تاریخی ناول ''فردوسِ بریں'' پریم چند کے ناول ''میدانِ عمل''، ''گئو دان'' اور ''بازارِ حسن''، نسیم حجازی کے تاریخِ اسلام کے پس منظر میں لکھے گئے ناول ''محمد بن قاسم'' ''خاک وخون'' ''شاہین'' اور ''یوسف بن تاشفین''، شوکت صدیقی کا ''خدا کی بستی''، قراۃ العین حیدر کا ''آگ کا دریا'' خدیجہ مستور کا ''آنگن'' عبداللہ حسین کا ''اداس نسلیں'' الطاف فاطمہ کا ''دستک نہ دو'' اور بانو قدسیہ کا ''راجہ گدھ'' ممتاز مفتی کا ''علی پور کا ایلی''، فضل کریم احمد فضلی کا ''خونِ جگر ہونے تک''، انتظار حسین کا ''بستی'' اور مستنصر حسین تارڑ ناول ''بہاؤ'' اور ''راکھ'' شامل ہیں۔

ناول آج بھی پڑھی جانے والی صنف ہے مگر ناول لکھنے کے لیے جس خلوص، لگن، یکسوئی، زبان اور فن میں مہارت کی ضرورت ہے، آج کا ادیب شاید ان سے محروم ہے، اس لیے ناول کا مستقبل تابناک نظر نہیں آتا۔

❁❁

افسانہ (Short Story)

افسانہ ایک ایسی مختصر تحریر کا نام ہے جس میں کسی واقعے، کردار یا لمحے کی جھلک دکھائی جاتی ہے۔اردو زبان میں افسانہ انگریزی ادب کے اثر سے آیا۔مغربی زبانوں میں افسانے سے پہلے طویل قصے کہانیاں اور ناول لکھنے کا رواج تھا مگر جوں جوں انسان عدیم الفرصت ہوتا گیا تو کسی ایسی صنفِ ادب کی ضرورت محسوس ہوئی جو کم سے کم وقت میں پڑھنے والے کو مسرّت اور تسکین کے لمحات میسر کر سکے، چناں چہ افسانہ لکھا جانے لگا، جس کے اثرات ہندوستان میں بھی در آئے۔

جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے، اختصار افسانے کی سب سے بڑی خصوصیت ہے یعنی افسانے میں بیان ہونے والی کہانی اتنی مختصر ہونی چاہیے کہ اسے ایک ہی نشست میں بخوبی پڑھا جا سکے، اس لیے وحدتِ تاثر اس کا بنیادی عُنصر ہے اور اس میں مرکزی خیال کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

ناول کی طرح افسانے میں بھی اسلوبِ بیان، کردار نگاری اور مکالمہ نویسی بہت اہم سمجھے جاتے ہیں۔ناول اور افسانے میں فرق یہ ہے کہ ناول نگار قاری کے لیے کوئی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑتا اور اس میں پوری تفصیل بیان ہوتی ہے مگر اب زمانہ اور ہے، پڑھنے والے بھی تیز ہیں، وہ کچھ کڑیاں خود ملا لیتے ہیں، چناں چہ افسانے میں جا بجا کھانچے نظر آ سکتے ہیں، جنھیں ایک اچھا قاری خود ملا لیتا ہے۔افسانہ نگار کا کمال یہ ہے کہ وہ کم از کم الفاظ کا استعمال کرے اور الفاظ سے زیادہ جذبات سے اپنے افسانے کو نمایاں کرے۔لوگ عام طور پر الفاظ کے ذریعے نہیں سوچتے بلکہ انسان کے دل و دماغ میں

خیالات و جذبات پہلے آتے ہیں، جنھیں وہ لفظوں کا جامہ پہناتا ہے اور خوب صورت شکل بنا دیتا ہے۔ اس طرح افسانہ ایک خیالی پیکر کی عملی تشکیل کا نام ہے۔ یہ کسی امر کا ایسا بیان ہے جس میں تمہید ہو، ارتقا ہو، عروج (CLIMAX) ہو اور پھر اسے کسی موزوں نتیجے پر ختم کیا گیا ہو یا نتیجے کا اخذ قاری پر چھوڑ دیا گیا ہو یعنی افسانے میں ایک منطقی ترتیب و تنظیم ہوتی ہے۔

اردو میں افسانہ نگاری کا باقاعدہ آغاز بیسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں ہوا۔ منشی پریم چند اور سجاد حیدر یلدرم نے اردو افسانے کے اوّلین واضح نقوش پیش کیے۔ پہلی جنگِ عظیم کے بعد اردو میں انگریزی، فرانسیسی، ترکی اور روس کے معیاری افسانوں کے تراجم کثرت سے شائع ہوئے، جن کا اثر اردو افسانے پر پڑا مگر جلد ہی اردو افسانہ نگاروں نے اپنی کارگاہ کو وسعت دی اور اپنی کہانیوں کو فطری اور حقیقی پلاٹوں سے منظّم کیا اور اپنے گرد و پیش کی تمام زندگی کو اپنا موضوع بنایا۔ اس کے ساتھ ساتھ عمدہ کردار نگاری اور خوب صورت منظر نگاری سے اپنے افسانوں کو جلا بخشی اور یوں افسانے کو مؤثر ترین صنفِ ادب کا درجہ حاصل ہوگیا۔

1935ء کے لگ بھگ ترقی پسند تحریک کے زیرِ اثر افسانے میں نئے نئے رجحانات پیدا ہوئے اور اس کا دامن وسیع سے وسیع تر ہوگیا۔ آزادی کے بعد ملک کو جن نئے نئے حالات و مسائل سے دوچار ہونا پڑا، انھوں نے لوگوں کی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے، چناں چہ افسانے کے موضوعات میں مزید وسعت پیدا ہوئی۔ آزادی کے بعد سے لے کر زمانۂ حال تک افسانہ لکھنے والوں میں بڑے بڑے نام ہیں جن میں قرۃ العین حیدر، غلام عباس، انتظار حسین، اشفاق احمد، بانو قدسیہ، غلام ثقلین نقوی، سعادت حسن منٹو، خدیجہ مستور اور ہاجرہ مسرور کے نام شامل ہیں۔ یہ یقیناً نا تمام فہرست ہے مگر یہ ضرور ہے کہ ان میں سے بعض افسانہ نگاروں نے زبان و بیان کی حلاوت کے ساتھ تکنیک کی جدّت پر بھی خاص توجہ دی۔ ان لوگوں کی مساعی سے آج اردو افسانے کو عالمی ادب میں ایک باوقار مقام اور اونچا مرتبہ حاصل ہے، یہاں تک کہ ان لکھنے والوں میں سے بعض کے افسانوں کو دنیا کے بہترین افسانوں کے موازنے میں بخوبی رکھا جا سکتا ہے۔

❁❁

ڈراما (Drama)

لفظ "ڈراما" یونانی لفظ ڈراؤ (Drao) سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں "عمل کر کے دکھانا" لیکن ادب کی

اصطلاح میں ڈراما ایسی صنفِ ادب ہے جس میں ایک مکمل کہانی ہوتی ہے جو کرداروں کی حرکات و سکنات اور مکالموں کے ذریعے سٹیج پر پیش کی جاتی ہے، اسی لیے ارسطو نے اسے کسی ایسے عمل کی نقّالی سے تعبیر کیا ہے جو مکمل ہو۔ ڈرامے کے اجزا میں نہ صرف کہانی، پلاٹ، کردار اور مکالمے اہمیت کے حامل ہیں بلکہ اس کے لیے سٹیج، پس منظر، موسیقی اور کرداروں کا عمل بھی اتنا ہی اہم ہے، کیوں کہ ان باتوں کا تعلق براہِ راست ڈرامے کی پیش کش سے ہے۔

ڈرامے کا بنیادی عُنصُر کہانی ہے۔ اسی کا تانا بانا ڈرامے کا پلاٹ ہے۔ منطقی طور پر کہانی میں جس قدر باطنی و معنوی ربط ہوگا، اسی قدر کہانی اچھا تاثر دے گی۔

کسی بھی ڈرامے کی دل چسپی، اس کے بنیادی کرداروں کے باہمی تصادم اور کشمکش (Conflict) میں مضمر ہے۔ کردار جتنے زندہ اور حقیقت کے قریب ہوتے ہیں، اتنے ہی وہ ناظرین کے دل و دماغ پر اچھا تاثر چھوڑتے ہیں۔ گویا اعلیٰ کردار نگاری ہی ڈرامے کا کمال ہے۔ ڈرامے کا اہم ترین حصہ اس کا نقطۂ عروج (Climax) ہے۔ یہاں آ کر تذبذب کی ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ ناظرین انجام کو جاننے کے لیے بے چین ہو جاتے ہیں اور جب ان کی الجھن انکشاف کے عمل سے حل ہو جاتی ہے تو ڈراما اپنے انجام کو پہنچ جاتا ہے۔

ڈراما نگار ڈرامے کو بالعموم درج ذیل اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔

1- المیّہ (Tragedy) 2- طربیّہ (Comedy) 3- سوانگ (Farce) 4- میلوڈراما (Melodrama)

5- اوپیرا (Opera) 6- مخلوط ڈراما (Mixed Drama) 7- یک بابی ڈراما (One Act Play)

8- ریڈیائی ڈراما (Radio Drama) 9- ٹیلی ڈراما (Tele Drama)

ڈرامے کی اقسام ہی سے ان کی نوعیّت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے چناں چہ یہاں ڈرامے کی اقسام کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں مگر ہم اردو ڈرامے کے آغاز و ارتقا پر قدرے روشنی ڈالتے ہیں۔

اردو ڈرامے کی ابتدا واجد علی شاہ کے عہد میں لکھنؤ سے ہوئی۔ اس زمانے میں سیّد آغا حسین امانت لکھنوی نے ایک ڈراما "اِندر سبھا" لکھا۔ اس ڈرامے کو اس لحاظ سے بجا طور پر اردو کا پہلا ڈراما کہا جاتا ہے کہ اسے پہلی دفعہ عوام کے سامنے سٹیج پر پیش کیا گیا۔ یہ ڈراما بہت مقبول ہوا۔ انیسویں صدی کے آخر میں اردو تھیٹر کا آغاز ہوا تو ضرورت کے تحت اَن گنت ڈرامے لکھے گئے جو بہر طور اردو ڈرامے کے ارتقا میں انتہائی معاون ثابت ہوئے۔

اردو ڈرامے کی تاریخ میں آغا حشر کاشمیری (1879ء-1935ء) کا نام سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ انھوں نے بیسویں صدی کے آغاز میں اردو ڈرامے کو ایک نیا موڑ دیا اور اس میں وقار پیدا کیا اور اِسے فنّی خصوصیات کا

حامل بنایا۔اس ضمن میں ان کے ڈرامے ''اسیرِ حرص''، ''ترکی حور''، ''یہودی کی لڑکی''، ''شہیدِ ناز'' اور ''رستم وسہراب'' خاص شہرت رکھتے ہیں۔

آغا حشر کے بعد جن ڈراما نگاروں نے اس صنف میں نام پیدا کیا،ان میں سیّد امتیاز علی تاج اپنے ڈرامے ''انارکلی'' کی وجہ سے اور حکیم احمد شجاع ''باپ کا گناہ'' کی بنا پر بڑے مشہور ہوئے۔

زمانۂ حال کے ڈراما نویسوں میں میرزا ادیب کا نام، جنھوں نے اپنی محنت، لگن اور استقلال کے ساتھ اس صنف میں گراں قدر اضافے کیے، بڑا نمایاں ہے۔ان کے ڈرامے ''پسِ پردہ'' پر انھیں آدم جی انعام مل چکا ہے۔انھوں نے کشمیر اور فلسطین کی تحریکِ آزادی کے موضوع پر بھی ڈرامے لکھے جنھیں بہت پسند کیا گیا۔میرزا ادیب کے علاوہ جن اہلِ قلم نے اردو ڈرامے کے ذخیرے میں اہم اضافہ کیا ہے، اُن میں سعادت حسن منٹو، آغا بابر، رفیع پیرزادہ، اشفاق احمد، بانو قدسیہ، انتظار حسین، خواجہ معین الدین، کمال احمد رضوی، امجد اسلام امجد، حسینہ معین، یونس جاوید اور اصغر ندیم سیّد کے نام شامل ہیں۔ہمارے ہاں سٹیج ڈراموں کی حالت تو شاید اتنی اچھی نہیں مگر ٹی وی ڈراموں کو آج بھی ہر جگہ قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔

❁❁

(ب) غیر افسانوی ادب (Non Fiction)

غیر افسانوی ادب میں فکشن کے علاوہ ہر طرح کی نثری تحریر شامل ہے۔اس کی بالعموم درج ذیل صورتیں ہیں:

1- سوانح عمری، 2- آپ بیتی، 3- خاکہ، 4- سفرنامہ، 5- مکتوب نگاری، 6- طنز و مزاح، 7- مضمون

سوانح عمری (Biography)

سوانح کا لفظ ''سانحہ'' کی جمع ہے جس کے معنی ہیں: رُوداد، احوال یا کیفیت، چنانچہ سوانح عمری کے معنی ہوئے کسی شخص کی زندگی کے احوال یا اس کی سرگزشت۔

سوانح نگار کسی شخص کی ولادت سے وفات تک کے حالات چوں کہ تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے موضوع سے پوری طرح آگاہ ہو اور جس شخص کی وہ سوانح عمری ترتیب دے رہا ہے، اس کے ساتھ اس کا قریبی رابطہ رہا ہو یا اس شخص کا مطالعہ اس طرح کیا ہو کہ اس کا کوئی گوشہ بھی مخفی نہ رہا ہو۔اس کے ساتھ ساتھ سوانح نگار کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ وہ اس شخص کے پورے عہد کا مکمل شعور رکھتا ہو۔کوئی بھی شخص، خواہ وہ کتنا ہی قد آور

اور عام سماجی و معاشرتی سطح سے کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو، اُسی ماحول کا پروردہ ہوتا ہے جس میں اس نے زندگی بِتائی ہے اور اسے قدم قدم پر اپنے ہی لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، اس لیے سوانح نگار کو چاہیے کہ وہ اس معاشرے کی تہذیبی و فکری سطح سے مکمل آگاہ ہو، وگرنہ زیرِ ترتیب سوانح عمری سے انصاف نہیں کر سکے گا۔

ان تمام عوامل کے اظہار کے لیے حسبِ حال، سادہ و دل کش مگر پُرکشش زبان اور دل آویز اسلوبِ بیان اور موضوع کی منطقی ترتیب سوانح عمری میں ادبی شان پیدا کر دیتی ہے، جس کی بنا پر اس شخص کا نام بھی زندہ جاوید ہو جاتا ہے جس کی سوانح عمری لکھی گئی ہے اور سوانح نگار بھی اس حوالے سے پہچان بن جاتا ہے۔

ہر چند قدیم تذکروں میں کچھ شعرا کے مختصر حالات مل جاتے ہیں تاہم اردو میں سب سے پہلے مولانا حالی نے باقاعدہ طور پر سوانح عمری لکھی۔''حیاتِ سعدی'' (1883ء) اردو کی سب سے پہلی سوانح عمری ہے۔مولانا حالی نے ''یادگارِ غالب'' (1897ء) لکھی جو ان کے استادِ محترم مرزا غالب کی یادگار سوانح عمری ہے اور ''حیاتِ جاوید'' (1901ء) ان کے مُربی و محسن سر سیّد احمد خاں کی سوانح عمری ہے، جس میں سر سیّد احمد خاں کے احوال و آثار اور ان کے کارہائے نمایاں اس طرح والہانہ انداز اور اس قدر دل کش اندازِ تحریر میں بیان ہوئے ہیں کہ ضخیم ہونے کے باوجود ''حیاتِ جاوید'' اردو کی بہترین سوانح عمری شمار ہوتی ہے۔

مولانا شبلی نعمانی کی سوانح عمریاں ''المامون'' (1887ء)، ''سیرت النعمان'' (1890ء) ''الفاروق (1899ء) اور ''الغزالی'' (1902ء) بھی اردو کی سوانح عمریوں کے ذخیرے کا قیمتی سرمایہ ہے۔مولانا حالی اور مولانا شبلی نعمانی کی سوانح عمریوں کے بعد بھی بے شمار سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں جن میں افتخار احمد صدیقی کی ''حیات النذیر'' (1912ء) رئیس احمد جعفری کی ''سیرتِ محمد علی'' (1924ء) سید سلیمان ندوی کی ''حیاتِ شبلی'' (1925ء) اور عبدالمجید سالک کی ''ذکرِ اقبال'' (1954ء) زیادہ اہم ہیں۔

❁❁

آپ بیتی (Autobiography)

اپنی زندگی کے حالات و واقعات کا بیان ''آپ بیتی'' یا ''خود نوشت'' کہلاتا ہے۔سوانح عمری میں کسی دوسری شخصیت یا فرد کی زندگی کے بارے میں اپنی بساط کے مطابق بہ نظر غائر لکھا جاتا ہے جب کہ آپ بیتی لکھنے والا ''من آنم کہ

من دانم'' کے مصداق اپنے حالات بقلم خود بیان کرتا ہے۔

آپ بیتی محض مصنف کے ذاتی احوال و واقعات کا مجموعہ نہیں ہوتا بلکہ یہ لکھنے والے کے جذبات و احساسات اور اُن کی روشنی میں مشاہدات و تجربات کی مدد سے اس کے نقطۂ نظر کی ترجمان ہوتی ہے۔ عام طور پر مصنف اپنی آپ بیتی یادداشتوں اور حافظے کی مدد سے آخیر عمر کے اس حصے میں لکھتا ہے جب اس کے پاس اتنا مواد جمع ہو جاتا ہے جسے وہ دوسروں تک منتقل کرنا چاہتا ہے تاکہ قارئین بھی اس کی زندگی سے اخذ و استفادہ کر سکیں۔ اس ضمن میں مصنف کچھ باتوں کو چھپا لیتا ہے، کچھ کو سرسری طور پر پیش کرتا، جب کہ کچھ باتوں کی تفصیل میں جانا پسند کرتا ہے تاکہ لوگ اس کے حالات و افکار سے آگاہ تو ضرور ہوں مگر اس کے اپنے نقطۂ نظر سے۔ ان تمام باتوں میں قدرے تکلف برتا جاتا ہے۔ ڈاکٹر سیّد عبداللہ کے الفاظ میں:

''سب سے اچھی آپ بیتی وہ ہوتی ہے جو کسی بڑے دعوے کے بغیر بے تکلف اور سادہ احوالِ زندگی پر مشتمل ہو۔''

آپ بیتی کی مختلف شکلیں ہیں مثلاً: روزنامچہ یا ڈائری بھی ایک طرح کی آپ بیتی ہے جس میں لکھنے والا اپنی ذات کے حوالے سے مشاہدات و تجربات اور احساسات کو ہر روز قلم بند کرتا ہے۔ روزنامچے کا رواج قدیم زمانے سے ہے۔ تزکِ تیموری، تزکِ بابری اور تزکِ جہانگیری اسی زُمرے میں آتی ہیں۔ رپورتاژ (رپورٹنگ) اور سفرنامہ بھی آپ بیتی ہی کی شکلیں ہیں، جن میں مصنف گھر سے نکلنے کے بعد اپنے سفر کے دوران میں پیش آنے والے واقعات، مشاہدات اور ذاتی تاثرات کو خارجی ماحول اور قدرتی و مصنوعی مناظر سے منسلک کر کے وطن سے دور قریہ قریہ، شہر شہر اور ملک ملک کے حالات بیان کرتا چلا جاتا ہے۔

یورپ کی کم و بیش تمام زبانوں میں آپ بیتی لکھنے کا رواج پرانے وقتوں سے ہے۔ اردو میں آپ بیتی کی صنف زیادہ پرانی نہیں۔ اردو میں زمانہ حال تک لکھی گئی اہم آپ بیتیوں میں مولانا جعفر تھانیسری کی ''کالا پانی'' حسرت موہانی کی ''قیدِ فرنگ'' مرزا فرحت اللہ بیگ کی ''یادِ ایامِ عشرتِ فانی'' مولانا عبدالمجید سالک کی ''سرگزشت'' رشید احمد صدیقی کی ''آشفتہ بیانی میری'' دیوان سنگھ مفتوں کی ''ناقابلِ فراموش'' قدرت اللہ شہاب کی ''شہاب نامہ'' جوش ملیح آبادی کی ''یادوں کی برات'' احسان دانش کی ''جہانِ دانش'' اور مرزا ادیب کی ''مٹی کا دیا'' شامل ہیں۔

❀❀

خاکہ (Sketch)

خاکہ کے لغوی معنی ابتدائی نقشہ یا ڈھانچا کے ہیں اور خاکہ کھینچنا کے معنی ہیں کسی کی لفظی تصویر بنانا۔ ادبی اصطلاح میں خاکہ ایسی صنفِ نثر ہے جو مختصر ہونے کے باوجود کسی شخصیت کا بھرپور تاثر پیش کرے۔ اسے کسی شخص کی قلمی تصویر بھی کہہ سکتے ہیں۔

جس طرح ناول اور افسانے میں بڑا فرق ہے کہ ناول میں تفصیل بیان کی جاتی ہے مگر افسانہ بڑا مختصر ہوتا ہے۔ اسی طرح سوانح عمری اور خاکے میں یہ فرق ہے کہ سوانح عمری میں کسی شخصیت کی ولادت سے وفات تک کے حالات پیش کیے جاتے ہیں مگر خاکے میں بڑے اختصار کے ساتھ موٹے موٹے خدوخال بیان کیے جاتے ہیں۔ سوانح عمری چوں کہ طویل ہوتی ہے اس لیے اسے پڑھنے کے لیے وقت درکار ہے مگر خاکہ ایک ہی نشست میں پڑھنے کی چیز ہے اور آج کا قاری وقت کی ہر ممکن بچت کرتا ہے اور تفصیل میں جانے کے بجائے اختصار کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ خاکہ لکھنے کی طرف زیادہ راغب ہو رہے ہیں۔

ایک عمدہ خاکے کی خوبی یہ ہے کہ زیرِ قلم شخصیت کی وضع قطع، تراش خراش، چال ڈھال، لباس، نشست و برخاست، طعام و قیام، پسند ناپسند بیان کرنے کے علاوہ اس کی عادات و اطوار اور کارہائے نمایاں اس طرح بیان کیے جاتے ہیں کہ وہ شخصیت قاری کی نظروں کے سامنے چلتی پھرتی نظر آتی ہے۔ خاکے میں ہم اُس شخص کی خوبیوں کے ساتھ ساتھ اس کی کم زوریوں سے بھی واقف ہو جاتے ہیں کیوں کہ اگر خاکہ نویس کا قلم بے ساختہ اور شگفتہ ہے تو وہ زیرِ عنوان شخصیت کا حال حقیقی زندگی سے قریب رہ کر بڑے سلیقے کے ساتھ بے کم و کاست بیان کرتا ہے۔

ہر چند مولانا محمد حسین آزاد کی کتاب ''آبِ حیات'' میں خاکہ نگاری کے ابتدائی نقوش ضرور ملتے ہیں تاہم اردو کے پہلے باقاعدہ خاکہ نگار مرزا فرحت اللہ بیگ ہیں جنھوں نے ''نذیر احمد کی کہانی کچھ اُن کی کچھ میری زبانی'' کے عنوان سے اپنے استادِ محترم ڈپٹی نذیر احمد کا خاکہ لکھا۔ علاوہ ازیں ''ایک وصیت کی تعمیل'' اور ''دہلی کا ایک یادگار مشاعرہ'' ان کے ناقابلِ فراموش خاکے ہیں۔

فرحت اللہ بیگ کے بعد خاکہ نگاری میں رشید احمد صدیقی کی دو کتابوں ''گنج ہائے گراں مایہ'' اور ''ہم نفسانِ رفتہ'' مولانا چراغ حسن حسرت کی ''مردمِ دیدہ'' مولانا عبدالمجید سالک کی ''یارانِ کہن'' عبدالسلام خورشید کی ''وے صورتیں الٰہی''

جگن ناتھ آزاد کی ''آنکھیں ترستیاں ہیں''، محمد طفیل کی ''معظم'' اور ''مکرّم'' احمد بشیر کی ''جو ملے تھے راستے میں''، رئیس احمد جعفری کی ''دید و شنید'' اور شاہد احمد دہلوی کی کتاب ''گنجینۂ گوہر'' کے علاوہ سعادت حسن منٹو کی ''لاؤڈ سپیکر''، ''گنجے فرشتے'' اور ممتاز مفتی کی ''اوکھے لوگ'' کو اہم درجہ حاصل ہے۔

خاکہ نگاری کا تذکرہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک مولوی عبدالحق کی خاکوں پر مبنی کتاب ''چند ہم عصر'' کا ذکر نہ کیا جائے۔ اس کتاب کو خاکہ نویسی کی صنف میں بڑا اونچا مرتبہ حاصل ہے۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق نے ''چند ہم عصر'' میں جہاں اپنے زمانے کی چند معروف ہستیوں کے خاکے تحریر کیے ہیں، وہیں نور خاں اور نام دیو مالی جیسے معمولی اور غیر معروف انسانوں کو عظمتِ کردار کے باعث زندہ جاوید کر دیا ہے۔

نئے خاکہ نگاروں میں ڈاکٹر علی محمد خاں کی کتاب ''اب انھیں ڈھونڈ'' حال ہی میں چھپی ہے۔ متذکرہ کتاب میں دس خاکے ہیں، جن میں سے ایک خاکہ ''ماں جی'' کا ہے، جسے قارئین نے بے حد پسند کیا ہے۔ اس کتاب پر ایجوکیشن یونیورسٹی لاہور میں تحقیقی مقالہ بھی لکھا جا چکا ہے۔

❀❀

سفرنامہ (Travelogue)

سفر انسانی زندگی کا ایک لازمی جُزو ہے۔ عربی کی مثل مشہور ہے کہ ''السَفَرُ وَسِیْلَۃُ الظَّفَرْ''، یعنی سفر کامیابی کا وسیلہ ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''سفر کامیابی کی کنجی ہے'' اور حقیقت بھی یہی ہے کہ دنیا میں فقط وہی قومیں فتح و ظفر مندی سے ہم کنار ہوئیں جنھوں نے بہ شوق اور بہ رضا و رغبت سفر اختیار کیے۔ سفر ایسی چیز ہے جس میں اگر ناکامی حاصل ہو تو بھی کوئی نہ کوئی دل چسپ فائدہ ضرور ہاتھ لگتا ہے۔

قرآن مجید میں آیا ہے: ''سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ'' یعنی زمین کی سیر کرو، چناں چہ جب تک فرمانِ الٰہی کے بہ موجب مسلمان سفر اختیار کرنے میں پیش پیش رہے وہ ہر جگہ کامیاب اور بامراد ہوئے اور جب انھوں نے اس معاملے میں پست ہمتی دکھائی تو وہ پس ماندہ ہو گئے۔ انگریزوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک زمانہ تھا جب ان کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ ان کو یہ مقام و مرتبہ اس لیے ملا تھا کہ انھوں نے اپنی سرزمین سے نکل کر چار دانگِ عالم میں سفر اختیار کیے تھے اور اپنے قدم جما لیے تھے۔ آج بھی امریکہ کیا، آسٹریلیا کیا، کینیڈا کیا اور نیوزی لینڈ کیا ان ملکوں پر انگریزوں کی نسلیں ہی حکمران ہیں۔

سفرنامہ ایک قدیم مگر دل چسپ صنفِ ادب ہے کیوں کہ جب سفر کیا گیا تو دوسروں تک معلومات پہنچانے کی

غرض سے سفر و حضر کی رُوداد لکھنے کی بھی ضرورت محسوس ہوئی۔ سفرنامہ شہروں شہروں اور ملکوں ملکوں پھرنے کا نام نہیں بلکہ ادبی نقطۂ نظر سے کامیاب سفرنامہ وہ ہوتا ہے جس میں مصنّف اپنے ذاتی مشاہدات کے ساتھ ساتھ ان تاثرات کو بھی بیان کرے جو سفر کے دوران میں اس کے دل میں پیدا ہوئے۔ اس ضمن میں مصنّف تخیّل سے بھی کام لے سکتا ہے اور تاریخ کے اوراق کی مدد سے بھی حقیقت پیدا کر سکتا ہے۔ سفرنامے کا اندازِ بیان سادہ اور رواں دواں ہونا چاہیے۔ ایک اچھا سفرنامہ جہاں ہماری معلومات میں اضافہ کرتا ہے وہاں زبان و ادب میں بھی اضافے کا باعث بنتا ہے۔

جب سفرناموں کا ذکر کیا جاتا ہے تو معاً ابنِ بطوطہ اور کولمبس کے نام ذہن میں ضرور آتے ہیں۔ مولانا حالی نے مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کا حال بیان کرتے ہوئے ایک جگہ کہا ہے:

سیاحت میں مشہورِ دنیا ہوئے وہ

تو اُن کا اشارہ ابنِ بطوطہ کی طرف ہے اور علامہ اقبال نے جو باری تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو مخاطب ہو کر کہا ہے:

ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

تو اُن کا اشارہ کولمبس کی طرف ہے۔

اردو کے قدیم سفرناموں میں یوسف خان کمبل پوش کا سفرنامہ ''عجائباتِ فرنگ'' (1847ء) مولانا شبلی نعمانی کا سفرنامہ ''روم و مصر و شام''، سر عبدالقادر کا ''نقشِ فرنگ'' اور محمود نظامی کا ''نظرنامہ'' اہم ہیں۔ ان کے علاوہ دنیا بھر کے رنگ رنگ کے سفروں کے حالات کے بارے میں بیگم اختر ریاض الدین کے دو سفرنامے ''سات سمندر پار'' اور ''دھنک پر قدم'' ندرتِ بیان اور دل کش اسلوب کی بنا پر بہت دل چسپ ہیں۔ خواجہ حسن نظامی کا سفرنامہ ''حجاز و مصر و شام''، حکیم سعید کا ''ماوراالبحار'' اور ممتاز مفتی کا ''لبیک'' کے علاوہ ابنِ انشا کے سفرنامے ''چلتے ہو تو چین کو چلیے''، ''ابنِ بطوطہ کے تعاقب میں'' اور ''دنیا گول ہے'' سفرناموں میں گراں قدر اضافہ ہے۔ ان سفرناموں کے علاوہ شیخ منظور الٰہی کا سفرنامہ ''درِ دل کشا''، افضل علوی کا سفرنامہ ''دیکھ لیا ایران''، جمیل الدین عالی کے دو سفرنامے ''دنیا مرے آگے'' اور ''تماشا مرے آگے''، عطاء الحق قاسمی کا ''شوقِ آوارگی''، مستنصر حسین تارڑ کے سفرنامے ''نکلے تری تلاش میں'' اور ''اندلس میں اجنبی'' اور طارق محمود مرزا کا چند یورپی ممالک کے سفر کے حالات پر مبنی دل چسپ سفرنامہ ''خوشبو کا سفر'' بھی خاصے کی چیزیں ہیں۔

❀❀

مکتوب نگاری (Letter Writing)

مکتوب کے لغوی معنی ''لکھا گیا'' یا ''لکھا ہوا'' کے ہیں لیکن عام طور پر مکتوب سے مراد خط لیا جاتا ہے۔ مکتوب نگاری ایک اہم صنفِ نثر ہے بلکہ یہ ایک فن ہے، ایسا فن جس سے ہر پڑھے لکھے کا واقف ہونا ضروری ہے۔ ہر چند آج الیکٹرانک کا دور، ہر جانب اسی کا راج اور کسی حد تک مکتوب کی جگہ الیکٹرانک میڈیا نے لے لی ہے تاہم کسی شخص کے بارے میں اُس کے خیالات و کیفیات سے آگاہ ہونے اور علم و ادب کے لحاظ سے اس کی بڑی اہمیت ہے۔ اسی بنا پر مکتوب نگاری ہر زبان کے نصاب میں داخل ہے۔

مکتوب، کاتب کی عادات و میلانات کا آئینہ دار اور اس کے جذبات و احساسات کا ترجمان ہوتا ہے۔ شاید اسی بنا پر خط کو ''نصف ملاقات'' کہتے ہیں بلکہ مرزا غالب نے تو خط کو دو بدو باتیں کرنے کے مترادف قرار دیا ہے جیسا کہ وہ اپنے ایک شاگرد مرزا حاتم علی بیگ مہر کے نام خط میں لکھتے ہیں:

''مرزا صاحب! میں نے وہ اندازِ تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلے کو مکالمہ بنا دیا ہے، ہزار کوس سے بہ زبانِ قلم باتیں کیا کرو، ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو۔''

مکاتیبِ غالب اپنی جدّت اور ندرت کی بنا پر اردو ادب کا ایک گراں بہا سرمایہ ہے۔ اگرچہ مرزا غالب سے پہلے بھی خط لکھے جاتے تھے مگر ان کا بالعموم انداز مسجع مقفّی ہوتا اور ان میں لکھنے والا اپنی لیاقت بگھارنے کی کوشش کرتا تھا، برخلاف اس کے مرزا نے سبک انداز اپنایا اور خط کو معاشری خدوخال کے ساتھ ساتھ زبان و ادب کے لحاظ سے بھی بڑا موقّر و معتبر بنا دیا۔ مرزا غالب کے اردو خطوں کے مجموعے ''اردوئے معلّٰی'' اور ''عودِ ہندی'' اردو مکتوب نگاری کا پہلا سنگِ میل ہیں۔

بڑی بڑی سیاسی و ادبی شخصیات کے مکاتیب چوں کہ اس دور کی سیاست اور معاشرت کے عکاس ہوتے ہیں، اس لیے آنے والے وقتوں میں یہی مکاتیب ایک تاریخی دستاویز بن جاتے ہیں۔ جس طرح مرزا غالب کے مکاتیب سے، 1857ء میں دلّی کے قیامت خیز حالات کی مستند تاریخ مرتّب ہو سکتی ہے، اسی طرح علامہ اقبال اور قائدِ اعظم کے مابین خط کتابت سے تحریکِ آزادی کے بعض واقعات پر خوب روشنی پڑتی ہے۔

مکاتیب کے حوالے سے ابوالکلام آزاد کی کتاب ''غبارِ خاطر'' جو دراصل ان کے مکاتیب کا مجموعہ ہے، بڑی اہم ہے۔ علاوہ ازیں ڈپٹی نذیر احمد، اکبرالہ آبادی، عبدالماجد دریابادی، سیّد سلیمان ندوی، رشید احمد صدیقی، جگر مرادآبادی،

فراق گورکھ پوری، فیض احمد فیض، ابوالاعلیٰ مودودی، مولوی عبدالحق اور پطرس بخاری جیسے مشاہیر کے بیشتر مکاتیب کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان دانشوروں کے مکاتیب کے مطالعہ سے جہاں مکتوب نگار کے زمانے کی سیاسی تاریخ اور طرزِ معاشرت کی تصویر سامنے آتی ہے، وہیں ان سے اردو زبان و ادب میں بھی اضافہ ہوا ہے۔

❁❁

طنز و مزاح (Satire & Humour)

قادرِ مطلق نے اپنی مخلوق میں سے ہر جاندار کو زیادہ سے زیادہ پانچ حسّوں سے نوازا ہے مگر انسان کو تین مزید حسّیں: چھٹی حس (Common Sense)، حسِ جمال (Aesthetic Sense) اور حسِ مزاح (Sense of Humour) عطا کر کے اسے تمام جانداروں سے ممیز و مشرّف کر دیا ہے۔ اس وقت ہمارا روئے سخن، موضوع کے تحت، صرف حسِ مزاح کی طرف ہے۔

ہنسنا ہنسانا انسانی فطرت ہے اور طبعی طور پر یہ صلاحیت کم یا زیادہ ہر شخص میں پائی جاتی ہے۔ جس طرح انسان جب مظاہرِ فطرت کے خوب صورت نظاروں کو دیکھتا ہے تو سبحان اللہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے، اسی طرح وہ اپنے معاشرے کے مضحک پہلوؤں پر اپنے آپ کو ہنسنے پر مجبور پاتا ہے۔ مولانا حالی نے مرزا غالب کو ''حیوانِ ظریف'' لکھا ہے تو محض اس بنا پر کہ مرزا غالب کی فطرت میں بذلہ سنجی، شوخ چشمی، طنز و مزاح اور لطیفہ گوئی کی حس غیر معمولی طور پر موجود تھی اور ان کی کوئی بات بھی لطف و ظرافت سے خالی نہ ہوتی تھی۔ سر سیّد احمد خاں، علامہ اقبال، آغا حشر کاشمیری وغیرہم کا بھی یہی حال تھا اور ان کی تمام زندگی ساغرِ ظرافت سے لبریز رہی لیکن حقیقتِ حال یہ ہے کہ کچھ انھی لوگوں پر موقوف نہیں بلکہ شوخی و ظرافت کی حس ہر شخص میں موجود ہوتی ہے اور انسان اپنے گرد و پیش کے حالات کے تقاضوں کے تحت اسے بروئے کار لاتا ہے، لیکن چوں کہ شاعر یا ادیب اپنے معاشرے کے حساس ترین افراد ہوتے ہیں، اس لیے یہ صلاحیت تمام لوگوں کی نسبت ان میں کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

طنز اور مزاح زبان و ادب کے دو رنگ ہیں جو نظم و نثر دونوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ دونوں لفظ کبھی ساتھ ساتھ بولے جاتے ہیں اور کبھی الگ الگ۔ ان دونوں لفظوں میں معنوں کے اعتبار سے بھی فرق ہے۔ ہمارے دوست ڈاکٹر اشفاق احمد ورک طنز اور مزاح میں فرق واضح کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

''طنز اور مزاح بیک وقت دو مختلف چیزیں بھی ہیں اور لازم و ملزوم بھی۔ انگریزی ادب میں تو یہ دونوں اپنی اپنی خصوصیات، مزاج اور تاثیر کے اعتبار سے نمایاں طور پر الگ الگ پہچانی جاتی ہیں جب کہ اردو ادب

> میں ان دونوں میں اتنا گہرا تعلق ہے کہ انھیں جدا کرنا کارِ دشوار ہے۔ طنز فن کی ضرورت ہے جب کہ مزاح طنز کا لازمہ۔ مزاح کا مقصد محض ہنسنا ہنسانا ہوتا ہے جب کہ طنز کا مقصد سوچنے کی دعوت دینا اور اصلاح کی طرف راغب کرنا ہوتا ہے۔''

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو طنز و مزاح ادب کی مشکل صنف ہے اور اس میں لکھنے والے کو بہت محتاط ہو کر لکھنا پڑتا ہے۔

اردو ادب میں طنز و مزاح کی صحت مند اور خوش گوار روایت کا آغاز مرزا غالب سے ہوتا ہے۔ مرزا غالب کے بعد ''اودھ پنچ'' اور ''اودھ اخبار'' نے بھی اسے فروغ دیا۔ اس کے بعد کے مزاح نگاروں میں مرزا فرحت اللہ بیگ، رشید احمد صدیقی اور پطرس بخاری شامل ہیں۔ ان لوگوں کو اردو مزاح نگاری میں سند کا درجہ حاصل ہے۔ ان تینوں مزاح نگاروں کے مضامین کے مجموعے بالترتیب ''مضامینِ فرحت''، ''مضامینِ رشید'' اور ''پطرس کے مضامین'' کے ناموں سے شائع ہو کر قبولِ عام کا درجہ حاصل کر چکے ہیں۔

دورِ حاضر میں طنز و مزاح نے بہت ترقی کی ہے اور بے شمار ادیب اس صنفِ ادب میں مستند حیثیت رکھتے ہیں، جن میں ابنِ انشا، مشتاق احمد یوسفی، شفیق الرحمٰن، کرنل محمد خاں، ابراہیم جلیس، سیّد ضمیر جعفری، محمد خالد اختر، عطاء الحق قاسمی اور ڈاکٹر اشفاق احمد ورک شامل ہیں۔

جب تک انسان زندہ ہے، اس کی یہ فطرت بھی زندہ ہے۔ سیّد ضمیر جعفری نے کیا خوب کہا ہے:

غم نے کب آدمی کو چھوڑا ہے
خوب ہنس لو کہ وقت تھوڑا ہے

امید ہے کہ آنے والے دور میں یہ صنف اور بھی مقبول ہوگی کیوں کہ لوثِ غرض سے مردہ جذبات کو تروتازہ کرنے کے لیے انسان کے پاس اس سے زیادہ مؤثر ذریعہ شاید کوئی اور نہ ہوگا۔

مضمون (Essay)

مضمون کے لغوی معنی ہیں ''ضمن میں لیا ہوا''، لیکن اصطلاح میں مضمون اس عبارت یا تحریر کو کہتے ہیں جو کسی خاص بحث پر لکھی جائے۔ دوسرے لفظوں میں مضمون غیر داستانوی ادب کی وہ نثری صنف ہے جس میں کسی خاص موضوع پر اظہارِ خیال کیا گیا ہو۔

مضمون نویسی ایک نہایت مفید صنف ہے۔ اس کے موضوعات میں بہت وسعت اور بڑا تنوع ہے۔ اخلاقی، اصلاحی، علمی، ادبی، سائنسی، تنقیدی، تاریخی، سوانحی غرض کہ ہر موضوع پر مضمون لکھا جا سکتا ہے۔

مضمون کی دوسری بڑی خصوصیت یہ ہے کہ موضوع کے حسبِ حال زبان و بیان میں سادگی، سلاست اور دل آویزی ہو اور خیالات کی ترتیب میں کہیں بھی الجھاؤ نہ ہو البتہ ادبی نوعیت کے مضامین میں عبارت آرائی سے کام لیا جا سکتا ہے۔

مضمون لکھنے کے بندھے ٹکے اصول نہیں ہوتے البتہ ہر مضمون کی ایک منطقی ترتیب ہوتی ہے۔ سب سے پہلے موضوع کا تعارف کرایا جاتا ہے، پھر اس کے بارے میں مضمون نگار اپنے نقطۂ نظر سے موضوع کی نسبت سے مخالفت یا موافقت میں دلائل دیتا ہے اور آخر میں نتیجہ پیش کرتا ہے۔

اردو میں مضمون نویسی کا باقاعدہ آغاز سر سیّد احمد خاں (1817ء-1898ء) سے ہوا۔ انھوں نے علمی و تحقیقی، اخلاقی و اصلاحی، ملکی و سیاسی اور مذہبی و تاریخی مضامین کے علاوہ سوانح و سیرَ اور ادبی و تنقیدی موضوعات پر بکثرت مضامین لکھے۔ سر سیّد قلم برداشتہ لکھنے پر قادر تھے۔ انھوں نے ''تہذیب الاخلاق'' کا اجرا ہی مضامین لکھنے کے لیے کیا تھا۔ وہ نہ صرف خود لکھتے تھے بلکہ انھوں نے اپنے دوست احباب کو بھی ''تہذیب الاخلاق'' میں لکھنے کی طرف راغب کیا اور کتنی خوش آیند بات ہے کہ سر سیّد کی کوششوں سے جلد ہی لکھنے والوں کی ایک کھیپ تیار ہوگئی جس میں مولانا حالی، مولانا شبلی نعمانی، ڈپٹی نذیر احمد، مولوی چراغ علی، نواب اعظم یار جنگ، مولوی ذکاء اللہ، ان کے فرزند مولانا عنایت اللہ، مولوی وحید الدین سلیم، محسن الملک، وقار الملک اور مولانا عبدالحلیم شرر کے علاوہ کچھ دیگر لوگ بھی شامل تھے۔ مولانا حالی، سر سیّد احمد خاں کے نمایاں کارناموں میں ان کی ادبی خدمات کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

> ''مضمون نویسی ان کا سب سے زیادہ محبوب مشغلہ تھا اور وہ اس مشغلے میں بڑا اطمینان اور سکون محسوس کرتے تھے۔''

مضامین و مقالات کے سلسلے میں سر سیّد نے جن موضوعات اور عنوانات کے تحت مختلف اوقات میں حسبِ ضرورت

اور حسبِ موقع قلم اٹھایا تھا، انھیں مجلسِ ترقی ادب لاہور نے سولہ جلدوں میں طبع کیا ہے۔

سرسیّد کے رفیقوں نے جو مضامین و مقالات لکھے وہ بھی اردو زبان و ادب کا ایک وسیع ذخیرہ ہے، جس کی تفصیل میں جانے کے لیے ایک علیحدہ دفتر درکار ہے اور اس کی یہاں گنجائش نہیں مگر ہم اتنا ضرور بتاتے چلیں کہ سرسیّد اور ان کے رفقا نے مضامین و مقالات کے ذریعے اردو زبان کی بڑی خدمت کی اور لوگوں پر واضح کر دیا کہ اردو زبان تہی دامن نہیں بلکہ اس میں دقیق سے دقیق اور رُوکھے سے رُوکھے موضوع پر بھی بآسانی گفت گو ہو سکتی ہے۔

نوٹ: موقع کی مناسبت سے ہم اپنے طلبہ پر واضح کر دیں کہ مضمون اور مقالہ درحقیقت ایک ہی صنف کے دو روپ ہیں۔ دونوں کے درمیان فرق صرف اتنا ہے کہ مضمون قدرے مختصر ہوتا ہے اور پانچ چھے صفحات سے زیادہ طویل نہیں ہوتا اور اس کا اسلوب تاثراتی اور مفہوم سادہ و سلیس ہوتا ہے جب کہ مقالہ مضمون کی نسبت کہیں زیادہ طویل اور عالمانہ و فاضلانہ ہوتا ہے اور اس میں ایک تو مضمون کی نسبت گہرائی ہوتی ہے اور دوسرے وہ تحقیقی نوعیّت کا ہوتا ہے۔

انشائیہ بھی مضمون ہی کی ایک دوسری شکل ہے مگر ایک انشائیے کا انداز مضمون کے منطقی انداز کے برعکس غیر رسمی ہوتا ہے اور اسے کہیں سے بھی شروع کر کے کہیں بھی ختم کیا جا سکتا ہے۔ دوسرے انشائیے کی زبان شستہ و رواں ہونے کے بجائے زیرِ لب تبسّم کا انداز لیے ہوئے شگفتہ اور غزل کی طرح رمز و کنائے کی زبان ہوتی ہے اور انشائیہ لازمی طور پر انشائیہ نگار کے داخلی جذبات و تاثرات کا ترجمان ہوتا ہے یعنی اس میں مصنف کی ذات کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔

دوسرا باب

محاورہ اور روزمرّہ

محاورہ

تعریف:

محاورہ کے لغوی معنی بات چیت کرنا کے ہیں مگر زبان کی اصطلاح میں جب کوئی کلام دو یا دو سے زیادہ الفاظ سے مرکب ہو اور اہلِ زبان کی بول چال کے مطابق ہو اور اپنے لغوی معنوں کے بجائے مجازی معنی دیتا ہو تو وہ محاورہ کہلاتا ہے۔ جیسے: پانی پینا محاورہ نہیں ہے اس لیے کہ یہاں پینا اپنے حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس کے برعکس غصہ پینا، آنسو پینا وغیرہ محاورے ہیں کیوں کہ یہ اہلِ زبان کی بول چال کے مطابق ہیں اور اپنے مجازی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

وضاحت:

محاورے میں کم از کم دو الفاظ کا ہونا ضروری ہے۔ یہ الفاظ اپنے حقیقی اور لغوی معنوں کے بجائے ہمیشہ مجازی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں اور ان الفاظ کا استعمال اہلِ زبان کی بات چیت کے مطابق ہوتا ہے جس میں کمی بیشی نہیں کی جا سکتی۔ مثلاً: گل کھلانا کی جگہ پھول کھلانا اور گھوڑے بیچ کر سونا کی جگہ گھوڑے فروخت کر کے سونا درست نہ ہوگا کیوں کہ اہلِ زبان کبھی ایسا نہیں بولتے البتہ مصادر کو ہر قسم کے افعال میں ڈھالا جا سکتا ہے مگر محاورہ قواعدِ زبان کے اصولوں کے خلاف استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ محاورے کے استعمال میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے اور اس مقصد کے لیے اہلِ زبان کی تحریروں کا بغور مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

مثالیں:

لائے اس بت کو التجا کر کے
کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

کل تم جو بزمِ غیر میں آنکھیں چرا گئے
کھوئے گئے ہم ایسے کہ اغیار پا گئے

مندرجہ بالا اشعار میں بالترتیب کفر ٹوٹنا، خدا خدا کر کے، آنکھیں چرانا اور کھو جانا محاورے استعمال ہوئے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہ ہر جگہ اپنے لغوی معنوں کے بجائے مجازی معنوں میں آئے ہیں اور اہلِ زبان کی بول چال کے عین مطابق ہیں۔

روزمرّہ

تعریف:

روزمرّہ اس بول چال اور اسلوبِ بیان کو کہتے ہیں جو خاص اہلِ زبان استعمال کرتے ہیں۔اس میں قیاس کو دخل نہیں بلکہ سماعت پر دارومدار ہے۔مثلاً بلا ناغہ پر قیاس کر کے اس کی جگہ بے ناغہ اور روز روز کی جگہ دن دن نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ اہلِ زبان کے یہاں یہ الفاظ بول چال میں اس طرح کبھی نہیں آتے۔

وضاحت:

روزمرہ اہلِ زبان کی اس بات چیت کا نام ہے جس کے مطابق بولنا ہی درست تسلیم کیا جائے۔روزمرہ میں الفاظ کے استعمال کا ایک خاص انداز ہوتا ہے لیکن وہ الفاظ اپنے لغوی اور اصلی معنی دیتے ہیں۔تحریر و تقریر میں اور نظم و نثر میں جہاں تک ممکن ہو، روزمرہ کی پابندی کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔کلام میں جس قدر روزمرہ کی پابندی کم ہوگی، اسی قدر وہ فصاحت کے درجے سے ساقط سمجھا جائے گا۔روزمرہ قواعدِ زبان کے اصولوں سے بالا ہوتا ہے یعنی اس پر قواعد کے اصول و ضوابط کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے کسوٹی اہلِ زبان کا اسلوب بیان ہی ہے۔

ہر محاورہ روزمرہ بھی ہوتا ہے لیکن ہر روزمرہ کا محاورہ ہونا ضروری نہیں ہوتا۔

مثالیں:

1- ''میری چشم میں درد ہے۔'' یہ جملہ روزمرہ کے خلاف ہے کیوں کہ اہلِ زبان اس طرح کبھی نہیں بولتے۔ درست یوں ہے: ''میری آنکھ میں درد ہے۔''

2- ''عابد اور ساجد کی عمروں میں اٹھارہ بیس کا فرق ہے۔'' یہ جملہ بھی غلط ہے۔درست یوں ہے: ''عابد اور ساجد کی عمروں میں انیس بیس کا فرق ہے۔'' کیوں کہ اہلِ زبان معمولی فرق کو واضح کرنے کے لیے انیس بیس کا فرق ہی کہتے ہیں۔

3- ''میرے ساتھ چار پانچ مت کرو۔'' (غلط) ''میرے ساتھ تین پانچ مت کرو۔'' (درست)

4- ''آپ ناوقت آئے ہیں۔'' (غلط) ''آپ بے وقت آئے ہیں۔'' (درست)

5- ''لڑکی نے دوپٹا پہنا۔'' (غلط) ''لڑکی نے دوپٹا اوڑھا۔'' (درست)

6- ''سڑکوں پر آئے روز حادثات ہوتے رہتے ہیں۔ (غلط)

''سڑکوں پر آئے دن حادثات ہوتے رہتے ہیں۔ (درست)

❁❁

محاورات کا جملوں میں استعمال

محاورے میں ایک لفظ عموماً مصدر کی صورت میں ہوتا ہے اور جملے میں اس مصدر کے تمام مشتقات استعمال کیے جا سکتے ہیں۔مثلاً غم کھانا سے غم کھایا، غم کھایا ہوگا، غم کھاتا ہے، غم کھائے گا، غم کھانا پڑے گا وغیرہ البتہ محاورے کے الفاظ میں از روئے قیاس تبدیلی کرنا ہرگز مناسب نہیں اور نہ ہی لفظوں کی ترتیب بدلنا جائز ہے۔جیسے: ''گل کھلانا'' کی جگہ ''پھول کھلانا'' درست نہ ہوگا۔اسی طرح ''موت نے اس کا گھر دیکھ لیا ہے'' کی جگہ ''موت نے مکان دیکھ لیا ہے'' کہنا غلط ہے۔ذیل میں طالب علموں کی سہولت کے لیے کچھ چیدہ چیدہ مگر زبان زدِ خاص و عام محاورات، ان کے معنی اور انھیں جملوں میں استعمال کر کے دکھایا گیا ہے۔انھیں بغور دیکھیے اور ازبر کر لیجیے، کیوں کہ کسی بھی زبان پر اس وقت تک عبور حاصل نہیں ہوتا جب تک محاورات اور ان کے صحیح اور برمحل استعمال پر قدرت حاصل نہ ہو۔

ا، آ

محاورات	معانی	جملے
آب آب ہونا (یا پانی پانی ہونا)	شرمندہ ہونا	جب ایک طالب علم نقل کرتے پکڑا گیا تو وہ مارے شرم کے آب آب ہوگیا۔(یا پانی پانی ہوگیا)
آبرو خاک میں ملانا	ذلیل کرنا	اس نے اتنے برے کام کیے کہ اپنے بزرگوں کی آبرو خاک میں ملا دی۔
آب دیدہ ہونا	آنکھوں میں آنسو بھر لانا	گداگر نے آب دیدہ ہو کر کہا: ''خدا کے لیے مجھے کچھ کھانے کو دو، میں تین دن سے بھوکا ہوں۔''
آپا دھاپی پڑنا	افراتفری کی حالت، اپنی اپنی فکر ہونا	دھماکے کی آواز سنتے ہی لوگوں میں آپا دھاپی پڑ گئی۔
آپے سے باہر ہونا	حد درجے کا غصہ یا خوشی کی کیفیت	احمد گالی سن کر آپے سے باہر ہوگیا۔
آٹے میں نمک ہونا	بہت کم تعداد یا کم مقدار	پاکستان میں غیر مسلموں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔

آئینہ کر دینا	واضح کر دینا	استاد نے شعر کے جملہ مفاہیم کو طلبہ پر آئینہ کر دیا۔
آئینے میں بال آنا	شک پیدا ہونا	دوستوں کے بارے میں ہمیشہ محتاط رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ ایک بار آئینے میں بال آجائے تو اعتماد ہمیشہ کے لیے جاتا رہتا ہے۔
آنکھ لگنا	نیند آنا	کتاب پڑھتے پڑھتے میری آنکھ لگ گئی۔
آنکھ لگنا	محبت ہونا	کچھ اس ڈھب سے آنکھ لگی ہے کہ جدھر دیکھتا ہوں اُدھر وہ ہی وہ ہے۔
آنکھیں دکھانا	ڈانٹ ڈپٹ کرنا	تم مجھے خواہ مخواہ آنکھیں دکھا رہے ہو، میں نے تو ہمیشہ تمھارا بھلا ہی چاہا ہے۔
آٹھ آٹھ آنسو رونا	بہت رونا، زار زار رونا	بری خبر سن کر وہ آٹھ آٹھ آنسو رونے لگا۔
آڑے آنا	مشکل میں کام آنا	سچا دوست وہی ہے جو مصیبت میں دوستوں کے آڑے آئے۔
آڑے ہاتھوں لینا	خوب خبر لینا	سیاست دان نے اپنی تقریر میں اپنے مخالفین کو خوب آڑے ہاتھوں لیا۔
آب و دانہ اٹھنا	رزق ختم ہونا، قیام کی مدت ختم ہونا	سچ ہے جب انسان کا آب و دانہ دنیا سے اٹھ جاتا ہے تو کوئی دوا کارگر نہیں ہوتی۔
آسمان ٹوٹ پڑنا	اچانک مصیبت آپڑنا	والد کی ناگہانی وفات سے بیچارے پر گویا آسمان ٹوٹ پڑا۔
آگ بگولا ہونا	بہت غصے میں ہونا	وہ میری بات سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا۔
آستین کا سانپ ہونا	ظاہر میں دوست باطن میں دشمن	افسوس تو اس بات کا ہے کہ جسے میں دوست سمجھا تھا وہی آستین کا سانپ نکلا۔
آنتوں کا قل ھو اللہ پڑھنا	بہت بھوک لگنا	بھئی جلد کھانا لاؤ، میری آنتیں تو قل ھو اللہ پڑھ رہی ہیں۔
آنکھیں بچھانا	بہت ادب یا تعظیم سے پیش آنا	جب قائداعظم لاہور میں آئے تو لوگوں نے ان کی راہ میں آنکھیں بچھائیں۔
آنکھیں چُرانا	نظریں بچانا	آنکھیں کیوں چراتے ہو، سچے ہو تو سامنے آکر بات کرو۔
آنکھوں پر بٹھانا	بہت عزت کرنا	اہلِ مجلس نے شاعر کو آنکھوں پر بٹھایا اور انھیں وہ عزت دی کہ شاعر کو اس سے پہلے نہ ملی تھی۔

آنکھیں پھیر لینا	بے وفائی کرنا	بعض لوگ مطلب نکل جانے کے بعد آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔ احمد نے یہی کچھ میرے ساتھ بھی کیا۔
آنکھیں سفید ہونا	اندھا ہو جانا	بیٹے کی جدائی میں باپ کی رو رو کے آنکھیں سفید ہو گئیں۔
آنکھوں پر ٹھیکری رکھنا	بے شرم بن جانا، پروا نہ کرنا	ایسی تو آنکھوں پر ٹھیکری نہ رکھ لو، اس نے تو تم پر بہت احسان کیے ہیں۔
آفت کا پرکالہ	نہایت شرارتی، شوخ	یہ بڑھیا تو آفت کا پرکالہ ہے۔ اِدھر کی اُدھر لگا دیتی ہے اور لوگوں میں لڑائی کرا دیتی ہے۔
آسمان سے باتیں کرنا	بلند و بالا ہونا	کوہِ قراقرم کی چوٹیاں آسمان سے باتیں کرتی ہیں۔
آفتاب لبِ بام ہونا	مرنے کے قریب ہونا	ہمارا کیا ہے، ہم تو آفتاب لبِ بام ہیں، ہمارا کیا اعتبار ہے، صبح گئے یا شام گئے۔
آسمان سر پر اٹھانا	بہت شور و غل کرنا	استاد صاحب تھوڑی دیر کے لیے جماعت کے کمرے سے باہر نکلے تھے کہ بچوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔
آسمان میں تھگلی لگانا	کمال عیاری ظاہر کرنا	وہ تو ایسی عورت ہے کہ آسمان میں تھگلی لگاتی ہے۔
آگ دکھانا	جلا دینا	جاسوس نے پولیس کو دیکھتے ہی کاغذات کو آگ دکھا دی۔
اپنا سامنہ لے کر رہ جانا	شرمندہ ہونا	جب اسلم سے میری دلیل کا کوئی جواب بن نہ پڑا تو وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔
اپنے منہ میاں مٹھو بننا	اپنی تعریف خود کرنا	اپنے منہ میاں مٹھو بننا کوئی خوبی نہیں مزہ تو تب ہے کہ دوسرے لوگ تعریف کریں۔
اڑتی چڑیا کے پر گننا	تیز طرار ہونا، اشارے سے بات سمجھ جانا	شوکت کی کیا پوچھتے ہو، بڑا تیز لڑکا ہے یوں سمجھ لو اڑتی چڑیا کے پر گن لیتا ہے۔
آئیں بائیں شائیں کرنا	فضول باتیں کرنا	جب انور سے میری باتوں کا کوئی جواب نہ بن پڑا تو وہ آئیں بائیں شائیں کرنے لگا۔
الٹی گنگا بہانا	رواج کے خلاف کام کرنا	غم کے موقع پر قوالی کی محفل جمانا الٹی گنگا بہانے کے مترادف ہے۔

اپنے گریبان میں منہ ڈالنا	اپنے عیب گننا، اپنا جائزہ لینا	دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے آدمی کو چاہیے کہ اپنے گریبان میں بھی منہ ڈال کر دیکھ لے۔
اپنا الو سیدھا کرنا	اپنا مطلب نکالنا	فی زمانہ کون کسی کا خیال کرتا ہے، سب اپنا الو سیدھا کرتے ہیں۔
الٹی آنتیں گلے پڑنا	لینے کے دینے پڑ جانا	کلیم کاروبار میں خوب منافع کمانے کی امید لگائے بیٹھا تھا لیکن ہو گیا نقصان، گویا الٹی آنتیں گلے پڑ گئیں۔
اللّے تللّے کرنا	بے دریغ خرچ کرنا	اگر تمھارے یہی اللّے تللّے رہے تو ایک دن باپ دادا کی تمام دولت برباد کر لو گے اور پھر روؤ گے۔
الّو بولنا	ویرانی اور بے آبادی کی حالت	انقلابِ زمانہ دیکھیے جہاں کل تک چہل پہل اور رونق تھی وہاں آج الّو بول رہے ہیں۔
امید بر آنا	امید پوری ہونا	مجھے تو کسی امید کے بر آنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔
انگاروں پر لوٹنا	سخت تکلیف میں ہونا	جب سے اس کو ترقی ملی ہے، اس کے دشمن انگاروں پر لوٹ رہے ہیں۔
انگشت بدنداں ہونا	حیران ہونا	بچے کے منہ سے یہ عالمانہ جواب سن کر میں تو انگشت بدنداں رہ گیا۔
اینٹ سے اینٹ بجانا	کسی شہر کو ویران اور برباد کر دینا	نادر شاہ نے دلی کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔
اوس پڑنا	مایوسی کی حالت	ژالہ باری سے فصل خراب ہو گئی اور کسانوں کی امیدوں پر اوس پڑ گئی۔
ایک لاٹھی سب کو ہانکنا	اچھے برے میں تمیز نہ کرنا	بعض افسر ایسے بے بصیرت ہوتے ہیں کہ ایمان دار اور بد دیانت ملازموں کو ایک لاٹھی ہانکتے ہیں۔
اُشقلے چھوڑنا	شگوفے چھوڑنا، انوکھی بات کرنا	بعض لوگ تو ہر وقت کوئی نہ کوئی اُشقلہ چھوڑنے کے موڈ میں ہوتے ہیں۔

ب، پ

بات بنانا	حیلے بہانے کرنا	بات بنانا تو کوئی تم سے سیکھے۔
بات رہ جانا	عزت رہ جانا	خدا نے مدد کی اور میری بات رہ گئی ورنہ دشمنوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔
باغ باغ ہونا	بہت خوش ہونا	بیٹے کی کامیابی کی خبر سن کر باپ کا دل باغ باغ ہو گیا۔

بال بیکا کرنا	نقصان پہنچانا	جب تک میں زندہ ہوں کوئی شخص تمھارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔
بازار گرم ہونا	کثرت ہونا	ملک میں رشوت کا بازار گرم ہے اور اندھیر مچا ہوا ہے۔
بسم اللّٰہ کے گنبد میں رہنا	دنیا کے حالات سے بے خبر، ناتجربہ کار ہونا	تم ابھی بسم اللّٰہ کے گنبد میں رہتے ہو، جب طرح طرح کے لوگوں سے واسطہ پڑے گا تب حقیقت معلوم ہوگی۔
بال کی کھال اتارنا	بہت چھان بین کرنا	بعض لوگ تحقیق کے معاملے میں بال کی کھال اتارتے ہیں۔
باچھیں کھلنا	بے حد خوش ہونا	جماعت میں اول آنے کی خبر سن کر انور کی باچھیں کھل گئیں۔
بغلیں جھانکنا	جواب بن نہ پڑنا، شرمندہ ہونا	جب ملزم پر عدالت میں جرح ہوئی تو وہ بغلیں جھانکنے لگا۔
بھینس کے آگے بین بجانا	نا اہل کے سامنے اچھی بات کرنا	جاہل آدمی سے علمی گفت گو کرنا بھینس کے آگے بین بجانا ہے۔
بخیے ادھیڑنا	راز فاش کر دینا	جدید میڈیا نے ہر سیاست دان کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیے ہیں۔ اب کوئی بات عوام سے پوشیدہ نہیں رہی۔
بے نقط سنانا	برا بھلا کہنا، گالیاں دینا	بڑھیا نے لڑکوں کو وہ بے نقط سنائیں کہ توبہ ہی بھلی۔
بیڑا اٹھانا	کسی کام کو کرنے کا یا کسی مہم کو سرانجام دینے کا ذمہ لینا	قائداعظمؒ نے برصغیر کے مسلمانوں کو آزادی سے ہم کنار کرنے کا بیڑا اٹھایا اور اپنے مقصد میں کام یاب ہوئے۔
بھیڑ چال چلنا	دیکھا دیکھی رسم نبھانا	لوگ عام طور پر رسوم و روایات کے معاملے میں سوجھ بوجھ سے تو کام لیتے نہیں بس بھیڑ چال چلتے ہیں۔
برافروختہ ہونا	غصے ہونا	آپ تو ذرا ذرا سی بات پر برافروختہ ہو جاتے ہیں ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچا کریں۔
بھائیں بھائیں کرنا	ویران ہونا	کل تک اس گھر میں گہما گہمی تھی، آج بھائیں بھائیں کر رہا ہے۔
بھیگی بلی بتانا	ٹالنا، سست روی کا اظہار کرنا	میرا ملازم بڑا ہڈ حرام ہے۔ بھیگی بلی بتانا تو کوئی اس سے سیکھے۔
بے بھاؤ کی پڑنا	بہت مار پڑنا	ایک گرہ کٹ رنگے ہاتھوں پکڑا گیا تو اسے وہ بے بھاؤ کی پڑیں کہ خدا کی پناہ۔
بے پر کی اڑانا	بے اصل بات کہنا	سلمٰی کی بات کا کیا اعتبار، وہ تو ہمیشہ بے پر کی اڑاتی ہے۔

بے چراغ ہونا	اجاڑ، سنسان ہونا	یہ بستی برسوں پہلے دریا برد ہوگئی تھی، اس وقت سے بے چراغ چلی آ رہی ہے۔
پاپڑ بیلنا	مشقت اٹھانا، جان جوکھوں کے کام کرنا	فی زمانہ انسان کو اپنے بچوں کی خاطر کیا کیا پاپڑ بیلنا پڑتے ہیں۔
پتا پانی ہونا (یا زہرہ آب ہونا)	خوف زدہ ہونا	جنگ میں تو بڑے بڑے بہادروں کا پتا پانی ہو جاتا ہے۔
پالا پڑنا	واسطہ پڑنا	خدا کرے تمھارا پالا کسی احمق سے نہ پڑے!
پانی پھیر دینا	برباد کر دینا	آپ نے میرے کیے کرائے پر پانی پھیر دیا ہے
پانی بھرنا	غلامی کرنا	اس معاملے میں تو اس کو چاہیے کہ وہ میری برتری تسلیم کرے بلکہ میرا پانی بھرے۔
پانی میں آگ لگانا	متحمل مزاج کو بھڑکانا	آج میں نے شوکت صاحب کو غصے میں دیکھا یوں لگتا تھا کسی نے پانی میں آگ لگا دی ہو۔
پل پڑنا	حملہ کرنا، ٹوٹ پڑنا	بھوکے بھیڑیے ہرن پر پل پڑے اور آن واحد میں اس کی تکا بوٹی کر دی۔
پیٹ پر پتھر باندھنا	بھوک کا سامنا کرنا	اسلام کے ابتدائی ایام میں مسلمانوں نے پیٹ پر پتھر باندھے، ہر طرح کی مصیبت برداشت کی مگر اشاعتِ اسلام میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔
پیٹ کاٹنا	اخراجات میں کمی کرنا	میرا آج بھی یہ حال ہے کہ میں پیٹ کاٹتا ہوں مگر کتابیں ضرور خریدتا ہوں۔
پانچوں گھی میں ہونا	مزے ہونا	آج کل کاروباری طبقے کی پانچوں گھی میں ہیں۔
پھونک پھونک کر قدم رکھنا	بڑی احتیاط سے کام لینا	احمق زندگی کے معاملات میں جلد بازی سے کام لیتا ہے مگر دانا پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے۔
پیٹ کا ہلکا ہونا	راز کی بات نہ رکھ سکنا	اسلم کا اعتبار نہ کرنا، وہ پیٹ کا ہلکا ہے، تمھارا راز نہ رکھ سکے گا۔
پا در رکاب ہونا	چند روز کا مہمان ہونا	احمد کے دادا کو تو اب پا در رکاب ہی سمجھو۔
پتھر کا جگر پانی ہونا	بے رحم کو رحم آنا	سنگ دل حاکم کا عوام کی فلاح کے بارے میں سوچنا پتھر کا جگر پانی ہونے کے مترادف ہے۔

پگڑی اچھالنا	بے عزت کرنا	آئے دن کے ٹی وی مذاکروں میں سیاست دان ایک دوسرے کی خوب پگڑی اچھالتے ہیں۔
پھوٹ بہنا	زار زار رونا	آج تو غم کے بادل ایسے امڈ کے آئے کہ وہ سب کے سامنے ہی پھوٹ بہی۔
پو بارہ ہونا	وارے نیارے ہو جانا	لوڈ شیڈنگ نے غریب آدمی کا تو کچومر نکال دیا مگر UPS بنانے والوں کے تو پو بارہ ہو گئے ہیں۔

ت، ٹ

ترکی بہ ترکی جواب دینا	منہ توڑ جواب دینا	شوکت اگرچہ کم زور تھا لیکن اس نے سلیم کے ہر طنزیہ سوال کا ترکی بہ ترکی جواب دیا۔
ترکی تمام ہونا	بہادری ختم ہو جانا	پاکستانی افواج کے ایک ہی حملے سے بھارتی افواج کی ترکی تمام ہوگئی۔
تصویر بنا دینا	حیرت میں ڈال دینا	میں تو تمھاری بات سن کر تصویر بن کر رہ گیا ہوں۔
تین پانچ کرنا	جھگڑا کرنا، بحث کرنا	میرے ساتھ تین پانچ کرنے کی ضرورت نہیں، سیدھی طرح میری رقم واپس کرو۔
تین حرف بھیجنا	لعنت بھیجنا	میں چغل خوروں پر تین حرف بھیجتا ہوں۔
تین تیرہ ہونا	منتشر ہونا، تتر بتر ہونا	حملے کی تاب نہ لایا اور کفار کا لشکر آن واحد میں تین تیرہ ہوگیا۔
تاخت و تاراج کرنا	لوٹ مار کرنا	جب نادر شاہ نے دلی کو تاخت و تاراج کیا تو شہر میں ایک قیامت برپا ہوگئی۔
تگنی کا ناچ نچانا	بہت پریشان کرنا	دوسری بیوی نے تو اسے آتے ہی ایسا تگنی کا ناچ نچایا کہ وہ دنیا ہی سے بیزار ہوگیا۔
تن بدن میں آگ لگنا	بہت غصے میں آنا	بیٹے کے جوا کھیلنے کی خبر سن کر باپ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔
ٹسوے بہانا	جھوٹ موٹ کا رونا	بچے کو چوٹ نہیں لگی، یہ ٹسوے بہا رہا ہے۔
ٹیڑھی کھیر ہونا	کام کا مشکل ہونا	اس مسئلے کا حل میرے بس میں نہیں، یہ بڑی ٹیڑھی کھیر ہے۔
ٹامک ٹوئیے مارنا	اٹکل سے کام لینا	بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ سوچے سمجھے کچھ نہیں بس یونہی ٹامک ٹوئیے مارتے رہتے ہیں۔

ٹس سے مس نہ ہونا	ذرا بھی اثر نہ ہونا	بعض لوگ ایسے بے حس ہوتے ہیں کہ لاکھ سمجھاؤ مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔
ٹکا سا جواب دینا	صاف جواب دے دینا	میں نے عابد سے کچھ رقم قرض مانگی مگر اس نے مجھے ٹکا سا جواب دے دیا۔

ج، چ

جان کا لاگو ہونا	دشمن ہونا	مجھے جو ارمان جان سے پیارے تھے، اب وہی جان کا لاگو ہیں۔
جامے میں پھولا نہ سمانا	بہت خوش ہونا	اکرم اپنی کامیابی پر جامے میں پھولا نہ سماتا تھا اور خوشی اس کے انگ انگ سے پھوٹتی محسوس ہوتی تھی۔
جز بز ہونا	آزردہ ہونا	ملازم نے جب تنخواہ میں اضافے کی درخواست کی تو مالک بہت جز بز ہوا۔
جُوا اتارنا	آزاد ہونا	ان شاء اللہ وہ دن قریب ہے جب کشمیری غلامی کا جُوا اتار پھینکیں گے اور اپنے ملک کو آزاد کرالیں گے۔
جوتیوں میں دال بٹنا	آپس میں پھوٹ پڑنا	چاروں بھائیوں میں کسی زمانے میں سلوک تھا مگر اب تو جائیداد کی تقسیم کے معاملے میں جوتیوں میں دال بٹ رہی ہے۔
جی چُرانا	کترانا، بچنے کی کوشش کرنا	بعض لوگ مشقت سے جی چراتے ہیں۔
جوتیاں چٹخانا	مارے مارے پھرنا	آج کل بے روزگاری کا یہ حال ہے کہ بعض اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان بھی جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں۔
جوتیاں سیدھی کرنا	بہت تعظیم دینا	جو لوگ اساتذہ کی جوتیاں سیدھی کرتے ہیں ہمیشہ کامران ٹھہرتے ہیں۔
جنگل میں منگل ہونا	ویرانے میں رونق ہونا	فصلِ بہار کی آمد سے جنگل میں منگل ہو گیا ہے۔
جلتی پر تیل ڈالنا	جھگڑے کو اور بڑھانا	بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بیچ بچاؤ کرانے کے بجائے جلتی پر تیل ڈالتے ہیں۔
جان پر کھیلنا	ایسا کام کرنا جس میں جان کا خطرہ ہو	کمانڈوز نے جان پر کھیل کر دہشت گردوں کو آنِ واحد میں ٹھکانے لگا دیا۔

جلی کٹی سنانا	برا بھلا کہنا	ساس بہو کی آپس میں نہ بنتی تھی اور اکثر ایک دوسرے کو جلی کٹی سناتی رہتی تھیں۔
جُل دینا	چکمہ دینا، دھوکا دینا	نوسر باز بھولے بھالے دیہاتیوں کو سرِ بازار جُل دے کر چلتا بنا۔
چراغ پا ہونا (یا آتش زیر پا ہونا)	غصے کی کیفیت طاری ہونا، بے قرار ہونا	جب سے حامد نے سنا ہے کہ محمود اس کا مخالف ہے تو وہ چراغ پا ہے۔
چراغِ سحر ہونا	مرنے کے قریب ہونا	میاں! ہمارا کیا ہے ہم تو چراغِ سحر ہیں، آج مرے کل دوسرا دن۔
چرکا لگانا	تکلیف پہنچانا	ناخلف اولاد نے بوڑھے والدین کو بڑے چرکے لگائے۔
چشم نمائی کرنا	تنبیہ کرنا، جھڑکنا	میرا بڑا بھائی ہے، اس کا یہ سخت رویہ دراصل میری چشم نمائی کے لیے تھا۔
چھاتی پر مونگ دلنا	کسی کے سامنے ایسا کام کرنا جو دوسروں کو ناگوار ہو	وہ ہمسایوں کی چھاتی پر مونگ دلنے کے لیے انھیں دکھا دکھا کر عیاشی کرتا ہے۔
چھکے چھڑانا	حواس گم کرنا	مجاہدین نے پے در پے حملے کر کے دشمنوں کے چھکے چھڑا دیے۔
چھل کرنا	چالاکی کرنا	مجھ سے چھل نہ کرو، میں تمھاری کارستانیوں سے خوب واقف ہوں۔
چیونٹی کو پر لگنا	مرنے کے قریب ہونا	چیونٹی کے پر لگے ہیں، معلوم ہوتا ہے اس کا انجام قریب ہے۔
چوکڑی بھول جانا	حواس باختہ ہو جانا	جب امیدوار پبلک سروس کمیشن میں انٹرویو کے لیے پیش ہوتے ہیں تو اپنی چوکڑی بھول جاتے ہیں۔
چھوئی موئی ہونا	بہت نازک اندام ہونا	یہ بچی تو بالکل چھوئی موئی ہے ذرا ذرا سی بات پر رونے بیٹھ جاتی ہے۔
چار چاند لگانا	قدر و قیمت بڑھانا	علامہ اقبال کے کلام نے اردو شاعری کو چار چاند لگا دیے۔
چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا	بہت شرمندہ ہونا	تمھارے کرتوتوں نے سارے خاندان کی عزت خاک میں ملا دی ہے غیرت ہو تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرو۔
چھاتی پر سانپ لوٹنا	حسد ہونا	پاکستان کی ترقی سے دشمنوں کی چھاتی پر سانپ لوٹ رہے ہیں۔
چھٹی کا دودھ یاد آنا	مصیبت میں آرام کے دنوں کا یاد آنا	پولیس نے چور کی ایسی پٹائی کی کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔

ح، خ

حرف آنا	بدنامی ہونا	ایسا کام نہ کرو کہ بزرگوں پر حرف آئے یا ان کے نام کو دھبا لگے۔
حواس باختہ ہونا	گھبرا جانا	خطرے کے وقت حواس باختہ نہیں ہو جانا چاہیے۔
خاطر میں نہ لانا	پروا نہ کرنا	جلیل اتنا خود پسند ہے کہ وہ کسی کو خاطر ہی میں نہیں لاتا۔
خدا لگتی کہنا	انصاف کی بات کہنا	میں تو خدا لگتی کہوں گا، قصور آپ ہی کا تھا اکرم غریب کو تو خواہ مخواہ جرمانہ ہوا۔
خفیف ہونا	شرمندہ ہونا	جب اس کی غلط بیانی کا پردہ فاش ہوا تو وہ بہت خفیف ہوا۔
خاکہ اڑانا	رسوا کرنا، مذاق کرنا	بچپن میں ہماری ایک نادانی یہ تھی کہ ہم اپنے استادوں کا خاکہ اڑایا کرتے تھے۔
خاک چھاننا	بہت جستجو کرنا	خاک چھاننے کا شوق خوف وخطر پر غالب رہنا چاہیے۔
خاطر جمع رکھنا	مطمئن رہنا	خاطر جمع رکھیے میں تمام بندوبست کرلوں گا۔
خون سفید ہونا	بے مروت ہو جانا	کیا زمانہ آگیا ہے، عزیزوں اور رشتہ داروں کا بھی خون سفید ہو گیا ہے، کوئی کسی کا پرسانِ حال نہیں۔
خمیازہ بھگتنا	کسی غلطی کے بدلے نقصان اٹھانا	پہلے آپ بے اعتدالیاں کرتے رہے ہیں، اب اس کا خمیازہ بھگتیں۔
خون کے گھونٹ پینا	غم وغصہ برداشت کرنا	اہلِ دل اس بے راہ روی پر کڑھتے تو بہت ہیں مگر خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے ہیں کیوں کہ ان کا کوئی بس نہیں چلتا۔
خبر گرم ہونا	چرچا ہونا، شہرت ہونا	یہ خبر گرم ہے کہ کل پورے ملک میں تعطیل ہوگی۔ ؎ ہے خبر گرم ان کے آنے کی آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا (غالب)

د، ڈ، ذ

داغ بیل ڈالنا یا طرح ڈالنا یا ڈول ڈالنا	بنیاد رکھنا	علامہ اقبال نے اردو شاعری میں ایک نئے اندازِ فکر کی داغ بیل ڈالی۔ (طرح ڈالی) لوگوں نے لڑائی بھڑائی کی باتیں کیں میں نے صلح کا ڈول ڈالا۔
دام میں آنا	جال میں پھنسنا	اس آدمی کے دام میں نہ آنا، یہ بڑا مکار ہے۔

دانت کھٹے کرنا	عاجز کرنا، پسپا کر دینا	مٹھی بھر مجاہدین نے کفار کے لشکرِ جرار کے دانت کھٹے کر دیے۔
درپے ہونا	پیچھے لگنا	آپ کا دشمن پورا ملک ہڑپ کرنے کے درپے ہے اور آپ اپنی کرسی کی فکر میں ہیں، حیرت ہے۔
دست بردار ہونا	چھوڑ دینا	چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے حق میں جائیداد سے دست بردار ہو گیا۔
دقیقہ اٹھا نہ رکھنا	کوئی کسر نہ چھوڑنا	آپ پر لازم ہے کہ محنت کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں۔
دکان بڑھانا	دکان بند کرنا	یہی ہر نفس ہے دعائے دل، کوئی بے وفا نہ دکھائے دل کہ جو بیچتے تھے دوائے دل، وہ دکان اپنی بڑھا گئے
دل بھر آنا	غمگین ہونا	اس کی دکھ بھری داستان سن کر سب کا دل بھر آیا۔
دم بھرنا	محبت کا دعویٰ کرنا	ہر مسلمان جنابِ رسول کریم ﷺ کی محبت کا دم بھرتا ہے۔
دن پھرنا	اچھے دن آنا	کبھی تو مجھ غریب کے دن بھی پھریں گے۔ کبھی تو اچھا وقت بھی آئے گا۔
دُور کی کوڑی لانا	دور کی بات سوجھنا	''پاپوش میں کرن آفتاب کی'' شاعر بھی کیا دور کی کوڑی لاتے ہیں۔
دوڑ دھوپ کرنا	بہت کوشش کرنا	آپ اپنی دوڑ دھوپ جاری رکھیں تو اپنی منزل پانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔
دھرنا دینا	جم کر بیٹھنا	آج جماعت اسلامی نے صوبائی اسمبلی کے سامنے دھرنا دینے کا اعلان کیا ہے۔
دیدوں کا پانی ڈھلنا	بے حیا ہونا	کچھ حیا کرو، بزرگ پر ہاتھ اٹھا رہے ہو، معلوم ہوتا ہے تمھارے دیدوں کا پانی ڈھل گیا ہے۔
دال میں کچھ کالا ہونا	کچھ شبہ والی بات ہونا	اس شخص کی گھبراہٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور کچھ دال میں کالا ہے۔
دانت کاٹی روٹی کھانا	آپس میں بے حد الفت ہونا	انقلابِ زمانہ دیکھیے جو دوست کل تک دانت کاٹی روٹی کھاتے تھے آج ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔
دست نگر ہونا	مدد کے لیے کسی کا محتاج ہونا	خود دار آدمی ہمیشہ اپنی مدد آپ کرتا ہے، وہ کسی کا دست نگر ہونا پسند نہیں کرتا۔
دامن تر ہونا	گناہ گار ہونا	مولانا! ہمیں ایسا بھی تر دامن نہ سمجھنا، توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔
دھان پان ہونا	دبلا پتلا ہونا	ہر چند قائداعظم دیکھنے میں دھان پان تھے مگر عزم وحوصلہ کے کوہِ گراں تھے۔
ڈکار تک نہ لینا	ہضم کر جانا	لاکھوں کا مال ہضم کر گئے ڈکار تک نہ لی۔

ڈھارس بندھانا	تسلی دینا	تمام رشتے داروں نے بیوہ کی ڈھارس بندھائی اور یتیم بچوں کے سر پر ہاتھ رکھا۔
ڈھنڈیا پڑنا	تلاش ہونا	شام ہوئی تو بچے کی ڈھنڈیا پڑی۔
ڈیرے ڈالنا	قیام کرنا	اس آدمی کے گھر میں عرصہ ہوا مفلسی نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔
ڈنڈے بجانا	آوارہ پھرنا	باپ تو شریف آدمی تھا مگر اس کے دونوں لڑکے ڈنڈے بجاتے پھرتے ہیں۔
ڈورے ڈالنا	پھانسنے کی کوشش کرنا	نوسر بازوں نے بہت ڈورے ڈالے لیکن مسافر ان کے جھانسے میں نہ آیا۔
ڈنکا بجنا	شہرت ہونا	شہر بھر میں حاجی صاحب کی شرافت اور نیکی کا ڈنکا بجتا ہے۔
ڈھونگ رچانا	دھوکا دینا	ان حضرت کا مذہب سے دور کا بھی واسطہ نہیں خوامخواہ اپنی مذہبیت کا ڈھونگ رچا رکھا ہے۔
ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانا	سب کی رائے کے خلاف چلنا	بعض لوگ مِل جُل کر کام کرنے کے بجائے ہمیشہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائے رکھتے ہیں۔
ذہن لڑانا	غور وفکر کرنا	میں نے بہت ذہن لڑایا مگر اس سوال کا جواب میری سمجھ میں نہیں آیا۔

ر،ز

رات بھیگنا	آدھی رات کے بعد کا عمل ہونا	رات بھیگ چلی تھی مگر ماں سلائی مشین کے سامنے بیٹھی بیٹی کا جہیز تیار کر رہی تھی۔
رات دن ایک کرنا	سخت محنت کرنا	اس نے رات دن ایک کیا، لیاقت بہم پہنچائی، تب اس رتبے کو پہنچا ہے۔
رائی کا پہاڑ بنانا	معمولی بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا	رائی کا پہاڑ بنانا تو کوئی تم سے سیکھے، کیا بات تھی اور تم نے کیا بنا دیا ہے۔
راہ ہونا	محبت ہونا	دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔
رفو چکر ہونا	کھسک جانا	پولیس کو دیکھتے ہی دونوں ٹھگ رفو چکر ہو گئے۔
رنگ فق ہونا	چہرے کا رنگ اڑ جانا	جب کبھی بجلی چمکتی ہے تو نجمہ کا رنگ فق ہو جاتا ہے۔
رنگ میں بھنگ ڈالنا	خوشی میں رنج پیدا کر دینا	اس کم بخت نے آتے ہی رنگ میں بھنگ ڈال دی۔
رنگ لانا	اثر دکھانا	ہم جانتے تھے کہ ہماری فاقہ مستی ایک دن رنگ ضرور لائے گی۔

روپ دھارنا	شکل بنانا [illegible]	اس نے جوگیوں کا سا روپ دھارا اور جنگل ویرانے کی راہ لی۔
روغنِ قاز ملنا	خوشامد کرنا	وہ بڑا خوشامد پسند ہے۔ جو بھی جاتا ہے اسے روغنِ قاز ملتا ہے اور اس سے اپنا مطلب نکال لیتا ہے۔
رطب اللِّسان ہونا	تعریف کرنا	مولانا حالی نے ایسی پاکیزہ زندگی بسر کی کہ لوگ آج تک ان کی تعریف میں رطب اللِّسان ہیں۔
ریل پیل ہونا	کثرت ہونا	اکثر کاروباری لوگوں کے گھروں میں روپے پیسے کی ریل پیل رہتی ہے۔
زبان زد ہونا	مشہور ہونا	میر کے اکثر شعر زبان زدِ خاص و عام ہیں۔
زبان لال ہونا	گنگ ہو جانا	خدائے بزرگ و برتر کی حمد و ثنا میں بڑے بڑے واعظوں کی زبان لال ہے۔
زخم پر نمک چھڑکنا	دکھی کو ستانا	میں تو پہلے ہی افسردہ بیٹھا ہوں، طعنہ زنی کر کے تم میرے زخموں پر نمک کیوں چھڑکتے ہو؟
زمین آسمان کے قُلّابے ملانا	مبالغہ کرنا	وہ اپنے کارنامے اس طرح سناتا ہے کہ زمین آسمان کے قُلّابے ملا دیتا ہے۔
زمین کا گز ہونا	وقت سفر و سیاحت میں گزرنا	ہم زمین کا گز ہوئے، دنیا دیکھی مگر اتنی بے مروّتی دنیا کے کسی ملک کے لوگوں میں نظر نہ آئی۔
زہرہ آب ہونا (یا پتا پانی ہونا)	سخت گھبرانا	جنگ میں تو بڑے بڑے بہادروں کا زہرہ آب ہو جاتا ہے۔
زیر و زبر کرنا	الٹ پلٹ کرنا	پچھلے دنوں مہمان بچوں نے میرا سارا کتب خانہ زیر و زبر کر کے رکھ دیا۔
زمین میں گڑ جانا	سخت شرمندہ ہونا	جب باپ نے اولاد کو جھوٹ بولتے سنا تو وہ مارے غیرت کے زمین میں گڑ گیا۔
زہر کے گھونٹ پینا	غصے کو ضبط کرنا	بزرگ نئی نسل کی بے راہ روی پر کڑھتے ضرور ہیں مگر زہر کے گھونٹ پی کر رہ جاتے ہیں۔
زندہ در گور ہونا	دکھ بھری زندگی گزارنا	آج کل غریب غربا مفلسی کے ہاتھوں زندہ در گور ہیں۔

س، ش

سبک سر ہونا	بے عزت ہونا	ہم سبک سر ہو کے نہیں پوچھیں گے کہ آپ ہم سے کیوں سرگراں ہیں۔
سر قلم کرنا	سر کاٹ دینا	قاتل کا سر قلم کر دیا گیا۔
سیر چشم ہونا	مطمئن ہونا، بے نیاز ہونا	ان کو اللہ تعالیٰ نے ایسی سیر چشمی عطا کر رکھی تھی کہ کسی کی چیز کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے۔
سمندر بلونا	تلاشِ بسیار، بہت چھان پھٹک کرنا	میاں! پی ایچ۔ڈی کرنا کوئی آسان کام نہیں، اس میں متعلقہ مواد اور کتابوں کا حصول تو گویا سمندر بلونے کے مترادف ہے۔
سٹی گم ہونا	اوسان خطا ہونا	چور نے پولیس کو آتے دیکھا تو اس کی سٹی گم ہو گئی اور وہ بھاگ کھڑا ہوا۔
سبز باغ دکھانا	لالچ دینا، دھوکا دینا	آصف نے مجھے بہتیرے سبز باغ دکھائے لیکن میں اس کے جھانسے میں نہ آیا۔
سبز قدم ہونا	منحوس ہونا	ساس نے کہا: ”ہماری بہو سبز قدم ہے، جب سے آئی ہے کاروبار میں نقصان ہو رہا ہے۔“
سورج کو چراغ دکھانا	دانا کو دانائی سکھانا	برادرم! آپ خود دانا ہیں آپ کو مشورہ دینا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔
سکوت توڑنا	بول پڑنا	دونوں دوست تا دیر خاموش بیٹھے رہے بالآخر ایک نے سکوت توڑا۔
سیخ پا ہونا، (یا آتش زیرِ پا ہونا)	غصے میں تلملانا	شاگرد کا گستاخانہ جواب سن کر استاد سیخ پا ہو گیا۔
سانپ سونگھ جانا	خاموشی چھا جانا	جب صدر جلسہ نے چندے کی اپیل کی تو پورے مجمع کو گویا سانپ سونگھ گیا۔
سینت سینت کر رکھنا	احتیاط سے رکھنا	سگھڑ عورتیں گھر میں تمام چیزوں کو سینت سینت کر رکھتی ہیں تا کہ وقتِ ضرورت کام آئیں۔
سینگ سمانا	جگہ ملنا	میری شب بسری کا کیا ہے، جہاں سینگ سمائیں گے پڑ رہوں گا۔
سوئے دشت بھاگنا	جنون کی کیفیت میں مبتلا ہونا	فصلِ گل تو دور ہے اور تمھاری یہ کیفیت ہے کہ ابھی سے سوئے دشت بھاگ رہے ہو۔ یہ معاملہ کیا ہے؟

سروکار رکھنا	تعلق رکھنا	”بُرے لوگوں سے کبھی سروکار نہ رکھو“ یہ میری تمھیں نصیحت ہے۔
سناٹے میں آجانا	حیران رہ جانا	لوگ جی ایچ کیو پر دہشت گردی کی خبر سن کر سناٹے میں آ گئے۔
شش و پنج میں پڑنا	سوچ بچار کی کیفیت	میں اس شش و پنج میں ہوں کہ یہ سفر اختیار کروں یا نہ کروں۔
شیر و شکر ہونا	میل ملاپ ہونا	آج کل اکرم اور وسیم آپس میں خوب شیر و شکر ہیں۔
شیطان کی آنت ہونا	طویل ہونا	یہ مسافت تو میرے لیے شیطان کی آنت ہو گئی ہے۔ صبح سے طے کر رہا ہوں مگر منزل کا کوئی نشان نہیں۔
شرط بدنا	شرط لگانا	میں شرط بدتا ہوں کہ آج بارش ہو گی۔
شگوفہ چھوڑنا	نئی بات کرنا	آپ جب بھی آتے ہیں کوئی نہ کوئی شگوفہ ضرور چھوڑتے ہیں۔
شین قاف درست ہونا	تلفظ صحیح ہونا	اس کی اردو شین قاف سے درست ہے۔
شاق گزرنا	ناگوار معلوم ہونا	بعض لوگ اتنے حساس ہوتے ہیں کہ انھیں ذرا سی دل لگی بھی شاق گزرتی ہے۔
شیخی بگھارنا	ڈینگ مارنا	مجھے تو شیخی بگھارنے والے لوگ ایک آنکھ نہیں بھاتے۔
شیشے میں اتارنا	گرویدہ کر لینا	بعض چالاک سیاست دانوں کو عوام کو شیشے میں اتارنے کا فن آتا ہے۔

ص، ض، ط، ظ

صادق آنا	چسپاں ہونا	یہ ضرب المثل آپ پر صادق آتی ہے۔
صلواتیں سنانا	گالیاں دینا	جب لڑکوں نے بڑھیا کو چھیڑا تو اس نے بھی انھیں خوب صلواتیں سنائیں۔
صبر پڑنا	مظلوم کے صبر کا اثر ظاہر ہونا	نہ جانے کس کا صبر پڑا ہے جو اس کا سارا کاروبار ٹھپ ہو کر رہ گیا ہے۔
صبر کا پیمانہ لبریز ہونا	صبر نہ ہو سکنا	ساس کے آئے دن کے طعنوں سے تنگ آ کر آخر بہو کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔
ضرب المثل ہونا	کہاوت بن جانا، بہت مشہور ہونا	کسی زمانے میں مسلمانوں کی صداقت شعاری ضرب المثل تھی۔

طرح دینا	چشم پوشی کرنا	آپ اسے طرح دیتے جاتے ہیں اور وہ منہ چڑھتا جا رہا ہے۔
طاقِ نسیاں ہونا	بھول جانا	جتنی باتیں تھیں، سب طاقِ نسیاں ہوگئی ہیں، اب مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا۔
طاق ہونا	ماہر ہونا	احمد ریاضی میں بہت طاق ہے۔
طشت ازبام ہونا	راز ظاہر ہونا	اگرچہ انھوں نے بڑی راز داری سے کام لیا لیکن آخر سارا منصوبہ طشت ازبام ہوگیا۔
طومار باندھنا	بات بڑھا کر بیان کرنا	ہمسایوں نے اس کے خلاف بے کار کے طومار باندھے حالانکہ کچھ بھی بات نہ تھی۔
طوطا چشم ہونا	مطلبی ہونا، آنکھیں پھیر لینا	بعض لوگ تو ایسے طوطا چشم ہوتے ہیں کہ مطلب نکل جانے پر پہچاننے ہی سے انکار کر دیتے ہیں۔
ظلم توڑنا یا ظلم ڈھانا	آفت ڈھانا	پولیس نے ملزم پر وہ مظالم توڑے کہ وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

ع، غ

عاق کرنا	محروم کرنا	باپ نے بداطوار بیٹے کو جائیداد سے عاق کر دیا۔
عبرت پکڑنا	سبق حاصل کرنا	جنگ میں عبرت ناک شکست سے عبرت پکڑنی چاہیے۔
عقل پر پتھر پڑنا	بے سمجھی کی بات کرنا	خدا جانے تمھاری عقل پر کیوں پتھر پڑ گئے ہیں کہ سیدھی سی بات بھی نہیں سمجھتے۔
عقل کے ناخن لینا	ہوش کی بات کرنا	میاں! عقل کے ناخن لو، اپنے باپ سے لڑنے چلے ہو۔
عہدہ برآ ہونا	ذمہ داری سے سبکدوش ہونا	میں اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہونے کی پوری کوشش کروں گا۔
عش عش کرنا	حیران ہونا	دل پذیر تقریر سن کر سامعین عش عش کر اٹھے۔
عنقا ہونا	نایاب ہونا	یوں لگتا ہے شرافت کی جنس بازارِ وفا سے عنقا ہوگئی ہے۔
عید کا چاند ہونا	کبھی کبھی نظر آنا	اخاہ! احمد صاحب آپ تو عید کا چاند ہوگئے، عرصہ کے بعد آج دکھائی پڑے ہیں۔
عقدہ وا ہونا	مشکل آسان ہونا	میں یہ کہتا ہوں وہ کونسا عقدہ ہے جو عقل کے ناخنوں سے وا نہ ہوسکے۔

غبار آنا	دل میں رنج پیدا ہونا	اگر کسی دوست کے خلاف دل میں غبار آجائے تو فوراً صفائی کر لینی چاہیے۔
غبار نکالنا	غصہ نکالنا	حامد بھرا بیٹھا تھا جب محمود نے اسے چھیڑا تو اس نے خوب دل کا غبار نکالا۔
غصہ پینا	غصے کو دبا لینا	مجھے اس کے کرتوت دیکھ کر غصہ تو بہت آیا مگر میں اپنا غصہ پی گیا۔
غم غلط کرنا	غم کو بھلانا	میں ذرا غم غلط کرنے کو آپ کے پاس آجاتا ہوں، آپ کی میٹھی میٹھی باتوں سے جی بہل جاتا ہے۔
غم کھانا	رنج اٹھانا	والدین نے اس اولاد کی خاطر کیا کیا غم کھائے ہیں۔
غتربود کرنا	گڈمڈ کرنا	تم نے تمام اشیا کو اس طرح غتربود کر دیا ہے کہ پہچان دشوار ہوگئی ہے۔

ف، ق

فیل مچانا	جھوٹ موٹ کا رونا	لاڈلے بچے نے کھلونوں کو دیکھتے ہی فیل مچا دیا۔
فاختہ اڑانا	مزے کرنا، عیش کرنا	وہ وقت گیا جب خلیل خاں فاختہ اڑایا کرتے تھے اب تو محنت سے کمانے کا زمانہ ہے۔
فراٹے بھرنا	تیزی سے گزر جانا	گاڑی فراٹے بھرتی ہوئی ہمارے پاس سے گزر گئی۔
فقرے چُست کرنا	آوازے کسنا	خدا کی شان ہے، بچے بھی بزرگوں پر فقرے چُست کرنے لگے۔
قافیہ تنگ کرنا	عاجز کر دینا	بچوں نے پے در پے سوال کر کے استاد کا قافیہ تنگ کر دیا۔
قدم پھونک پھونک کر رکھنا	نہایت احتیاط برتنا	یہ دشمن کا علاقہ ہے، یہاں پھونک پھونک کر قدم رکھیے۔
قدم لینا	تعظیم کو جھکنا	جونہی والدہ ماجدہ میرے کمرے میں تشریف لائیں میں قدم لینے کو آگے بڑھا۔
قلعی کھل جانا	اصلیت ظاہر ہونا	بڑا شاعر بنا پھرتا تھا، آج مشاعرے میں قلعی کھل گئی۔
قیامت ڈھانا	غضب کرنا	اس فلکِ ناہنجار نے ہم پر کیا کیا قیامتیں ڈھائی ہیں۔
قدم رنجہ فرمانا	تشریف لانا	آپ جب بھی لاہور آئیں، میرے یہاں ضرور قدم رنجہ فرمائیں۔
قارورہ ملنا	گہرا ربط ہونا	ان دونوں کا آپس میں قارورہ ملا ہوا ہے۔

ک،گ

کافور ہونا	غائب ہو جانا	یہ تیل گرم کر کے مل لیجیے، درد ابھی کافور ہو جائے گا۔
کاغذ کھولنا	عیب فاش کرنا	نیک نام حکمران نے آتے ہی ان نام نہاد رہنماؤں کے کاغذ کھول کے رکھ دیے۔
کاغذی گھوڑے دوڑانا	بہت خط کتابت کرنا	ہمارے دادا ابو سرکاری و غیر سرکاری امور حل کرانے کے سلسلے میں کاغذی گھوڑے دوڑانے کے بہت شوقین تھے۔
کشیدہ خاطر ہونا	ناراض ہونا	پہلے تو گاڑھی چھنتی تھی مگر آج کل دونوں دوست کشیدہ خاطر ہیں۔
کان کھڑے ہونا	چوکنا ہونا	بچے کے منہ سے میر کے شعر سن کر سب کے کان کھڑے ہو گئے۔
کانوں میں گھسیٹنا	شرمندہ ہونا	آپ تو مجھے کانوں میں گھسیٹ رہے ہیں، میری اس حقیر سی خدمت کا ذکر بار بار نہ کریں۔
کشتوں کے پشتے لگ جانا	لاشوں کا ڈھیر لگ جانا	مجاہدین نے ایک ہی حملے میں کشتوں کے پشتے لگا دیے۔
کفر ٹوٹنا	ضد دور ہونا	بالآخر کفر ٹوٹا اور خدا خدا کر کے احمد اپنے دوست کے گھر پہنچ گیا۔
کنارہ کرنا	الگ ہو جانا	اس نے میری باتیں سن کر بری مجلس سے کنارہ کر لیا۔
کور دبنا	عاجز و مغلوب ہونا	مرزا جی کی صرف آغا صاحب سے کور دبتی ہے۔
کھل کھیلنا	کھلے بندوں، اعلانیہ	وہ عیاش تو تھا ہی لیکن باپ سے ڈرتا تھا جب باپ مر گیا تو خوب کھل کھیلنے لگا۔
کالے کوسوں دور ہونا	بہت فاصلہ ہونا	چونکہ ہماری منزل کالے کوسوں دور تھی، اس لیے ہم منہ اندھیرے ہی گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔
کچا چٹھا کہنا	صحیح صحیح حال بیان کر دینا	میں نے بلا کم و کاست کچا چٹھا بیان کر دیا ہے اب آپ حقائق کی تہ تک پہنچ جائیں۔
کتر بیونت کرنا	کاٹ چھانٹ کرنا، کمی بیشی کرنا	سگھڑ عورتیں کتر بیونت کر کے کم آمدنی میں بھی گھر کو بخوبی چلا لیتی ہیں۔

کھیت رہنا	لڑائی میں مارے جانا	لڑائی میں دشمن کے سیکڑوں فوجی کھیت رہے اور سیکڑوں ہی گرفتار ہوئے۔
گاڑھی چھننا	بہت محبت ہونا	عابد اور ساجد پہلے ایک دوسرے کے مخالف تھے مگر آج کل گاڑھی چھنتی ہے۔
گاؤ خورد ہونا	ضائع ہو جانا	حکومت کے پچھلے تمام منصوبے گاؤ خورد ہو گئے ہیں۔
گردن ناپنا	سزا دینا	جو بھی حکم عدولی کرے گا، شاہی فرمان کے مطابق اس کی گردن ناپی جائے گی۔
گرگٹ کی طرح رنگ بدلنا	ایک حال پر نہ رہنا	اُس کی کسی بات کا اعتبار نہیں وہ تو گرگٹ طرح رنگ بدلتا ہے۔
گل کھلانا	عجیب کام کرنا	باپ تو شریف تھا مگر بیٹا آئے دن کوئی نہ کوئی گل کھلاتا رہتا ہے۔
گلے کا ہار ہونا	ہر وقت کا ساتھ رہنا	نجمہ تو سلمٰی کے گلے کا ہار ہو کر رہ گئی ہے جب دیکھو دونوں ساتھ ہیں۔
گونگے کا گڑ کھانا	چپ سادھنا	تم نے کیا گونگے کا گڑ کھایا ہے، کچھ مُنہ سے بھی پھوٹو۔
گھوڑے بیچ کر سونا	بے فکری سے سونا	جوانی میں ہم بھی گھوڑے بیچ کر سویا کرتے تھے مگر اب بڑھاپے میں کہیں ایک آدھ گھڑی کو آنکھ لگتی ہے۔
گنگا نہانا	مشکل کام سرانجام دینا	جب ہم نے تمام شاعروں کو مشاعرے کے لیے مدعو کر لیا تو سمجھے کہ ہم گویا گنگا نہا آئے۔
گولر کا پھول کھلنا	ان ہونی بات ہونا	وہ تو کنجوس ہے، اس نے سخاوت کیا کی گویا گولر کا پھول کھل گیا۔
گھی کے چراغ جلانا	خوشیاں منانا	ملک میں امن ہوا تو لوگوں نے گھی کے چراغ جلائے۔
گرہ میں باندھنا	یاد رکھنا، پلّے باندھ لینا	جو لوگ بڑوں کی نصیحتیں گرہ میں باندھ لیتے ہیں زندگی میں کبھی ناکام نہیں ہوتے۔

ل،م

لال پیلا ہونا	غضب ناک ہونا	آپ کیوں لال پیلے ہو رہے ہیں؟ میں نے کیا کیا ہے؟
لوہا ماننا	کسی کے ہنر کا قائل ہونا	ساری دنیا پاکستانی فوج کا لوہا مانتی ہے۔
لٹو ہونا	فریفتہ ہونا	یہ حسن چند روزہ ہے، آپ کیوں اس پر لٹو ہو رہے ہیں؟

لکیر کا فقیر ہونا	بے سوچ سمجھے پرانی باتوں پر کاربند ہونا	دیہات کے لوگ عام طور پر سوجھ بوجھ سے تو کام لیتے نہیں اور لکیر کے فقیر ہوتے ہیں۔
لنگوٹی میں پھاگ کھیلنا	مفلسی میں عیش کرنا	زندہ دل لوگ لنگوٹی میں پھاگ کھیلنے کا جواز پیدا کر لیتے ہیں۔
لام کاف بکنا	بدزبانی کرنا	ٹریفک وارڈن لام کاف بکتا رہا مگر ویگن والا اُس کی سُنی اَن سنی کر کے بھاگ گیا۔
لیت ولعل کرنا	ٹال مٹول کرنا	میں جب بھی اس سے اپنی رقم کی واپسی کا تقاضا کرتا ہوں وہ لیت ولعل کرنے لگتا ہے۔
لیپا پوتی کرنا	چاپلوسی کرنا، خوشامد	میاں! میں تمھاری اصلیت جان چکا ہوں، اب لیپا پوتی کرنے کا کچھ فائدہ نہیں۔
لٹیا ڈبو دینا	بات بگاڑنا، تباہ و برباد کر دینا	امید تھی کہ تم پڑھ لکھ کر خاندان کا نام روشن کرو گے مگر تم نے تو لٹیا ہی ڈبو دی۔
لے دے کرنا	ملامت کرنا	ایک سیاست دان نے اسلامی دستور کی مخالفت کی تو قوم نے ان کے بیان پر بہت لے دے کی۔
ماتھا ٹھنکنا	کسی کام سے متعلق پہلے سے برے آثار ظاہر ہونا	اسے یہاں دیکھتے ہی میرا ماتھا ٹھنکا تھا کہ کوئی نیا گل ضرور کھلنے کو ہے۔
مانگ اجڑنا	بیوہ ہونا	ابھی شادی کو دو سال ہی ہوئے تھے کہ بے چاری کی مانگ اجڑ گئی۔
مُجرا کرنا	حساب میں وضع کرنا	لیجیے سو روپے کا نوٹ ہے پچھلے حساب میں سے مجرا کر لیجیے۔
مَسیں بھیگنا	نوجوانی کا آغاز ہونا	ابھی اس کی عمر ہی کیا تھی، مسیں بھیگ رہی تھیں کہ پیغامِ قضا آ گیا۔
مضحکہ اڑانا	ہنسی اڑانا	ایسی بے تکی شاعری کا مضحکہ نہ اڑایا جائے تو کیا کیا جائے۔
منہ دیکھتے رہ جانا	حیران رہ جانا	بھیڑیا سب کے سامنے میمنا اٹھا کر لے گیا اور سب لوگ منہ دیکھتے رہ گئے۔
منہ کی کھانا	شکست کھانا	میدانِ جنگ میں دشمن نے منہ کی کھائی اور اسے بھاگتے ہی بنی۔
مٹھی گرم کرنا	رشوت دینا	ہمارے یہاں پولیس کا بہت برا حال ہے، کوئی کام مٹھی گرم کیے بغیر نہیں ہوتا۔

مسجد ٹھنڈی کرنا	مسجد کا منہدم کرنا	پہلے اس مسجد کو ٹھنڈی کرو، پھر اسے وسعت دینے کے لیے از سرِ نو تعمیر کرو۔
موم کی ناک ہونا	غیر مستقل مزاج ہونا	یہ افسر موم کی ناک ہے جو ماتحت بھی جاتا ہے اپنی بات منوا لیتا ہے۔
مَیل کا بیل بنانا	انتہائی مبالغہ آمیزی کرنا	مَیل کا بیل بنانا تو کوئی تم سے سیکھے، معمولی سی بات کا تم نے کیا بنا دیا ہے۔
مُنہ میں پانی بھر آنا	جی للچانا	حلوائی کی دکان پر تازہ مٹھائی دیکھ کر احمد کے منہ میں پانی بھر آیا۔
مجرا بجالانا	آداب بجالانا	درباری مجرا بجالائے اور اپنی اپنی نشستوں پر براجمان ہو گئے۔

ن، و

ناک بھوں چڑھانا	تیوری چڑھانا	عزیزم! کھانے پینے کی چیزوں پر ناک بھوں نہ چڑھایا کرو، جو ملے کھا لیا کرو۔
ناکوں چنے چبوانا	بہت دق کرنا	کچھ افسروں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کو ناک چنے چبواتے ہیں، چنانچہ وہ مقبول نہیں ہوتے۔
نہال کرنا	خوش کرنا	تم نے میری خواہش پوری کر دی، خدا تمھیں نہال کرے!
نو دو گیارہ ہونا	رفو چکر ہونا	ڈاکو قافلے کو لوٹ کر نو دو گیارہ ہو گئے۔
ناک کا بال ہونا	منہ چڑھا ہونا	ناصر اگرچہ معمولی کلرک ہے مگر اپنے افسر کی ناک کا بال ہے۔ افسر اس سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔
نالش کرنا	مقدمہ دائر کرنا	نوبت یہاں تک پہنچی کہ ساہوکار نے قرض خواہ پر نالش کر دی۔
نخاس چڑھنا	رسوائے عام ہونا	ان برسرِ اقتدار حاکموں کی بدعنوانیاں کوئی ڈھکی چھپی نہیں بلکہ ہر جگہ ان کا نخاس چڑھ چکا ہے۔
ننانوے کے پھیر میں پڑنا	روپیا جمع کرنے کی فکر میں پڑنا	ہمارا ہمسایہ جُوری کرتے کرتے ننانوے کے پھیر میں جا پڑا ہے۔
نو تیرہ بائیس بتانا	ٹرخانا، ٹالنا	میں نے ضرورت پڑنے پر دوست سے کچھ رقم کا تقاضا کیا مگر اس نے نو تیرہ بائیس بتا کر مجھے فارغ کر دیا۔
وبالِ جان ہونا	مصیبت کا باعث ہونا	بری صحبت میں پڑنے کے باعث دونوں لڑکے والدین کے لیے وبالِ جان بنے ہوئے ہیں۔

وضع بدلنا	طور طریقے بدلنا	اگر تم اپنی وضع بدلنے پر راضی ہو جاؤ تو پھر میں بھی اپنے رویے پر نظر ثانی کرلوں گا۔
وقت کاٹنا	وقت گزارنا	امیری ہو کہ غریبی، بہر حال وقت کاٹنا پڑتا ہے۔
واہی تباہی بکنا	بیہودہ باتیں کرنا	وہ طیش میں آ کر واہی تباہی بکنے لگا۔
وارے نیارے ہونا	خوب فائدے اٹھانا	ان دنوں تجارت پیشہ لوگوں کے وارے نیارے ہیں۔
وجد میں آنا	مست ہو جانا	قوالی سن کر لوگ وجد میں آ گئے۔

ہ، ی

ہاتھ بٹانا	مدد کرنا	گھر آ کر امی کا ہاتھ بٹایا کرو۔
ہاتھ اٹھانا	دست بردار ہونا	ہم نے تو بھاری پتھر سمجھتے ہوئے پہلے ہی اس ذمہ داری سے ہاتھ اٹھا لیا تھا۔ ؎ کیا سہل جی سے ہاتھ اٹھا بیٹھے ہیں ہائے کس درجہ سیر چشم ہیں کوئے بتاں کے لوگ
ہوا دینا	اشتعال دینا، اکسانا	وہ پہلے ہی بھرا بیٹھا ہے، تم معاملے کو مزید ہوا دے رہے ہو۔
ہاتھ رنگنا	نفع کمانا	چینی کے تاجروں نے امسال خوب ہاتھ رنگے۔
ہاتھ ملنا	پچھتانا	سوچ سمجھ کر کام کیا کرو، بعد میں سوائے ہاتھ ملنے کے کچھ نہیں رہ جاتا۔
ہاتھوں کے طوطے اڑنا	حواس باختہ ہونا	ماں نے بچے کے گم ہو جانے کی خبر سُنی تو اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔
ہوا سے باتیں کرنا	بہت تیز ہونا	کوچوان نے چابک دکھایا تو گھوڑا ہوا سے باتیں کرنے لگا۔
ہتھیلی پر سرسوں جمانا	نہایت پھرتی سے کوئی کام کرنا	بھائی صاحب! یہ کام ذرا دیر طلب ہے۔ جلدی نہ کیجیے، ہتھیلی پر سرسوں نہیں جمائی جا سکتی۔
ہاتھ پاؤں مارنا	کوشش کرنا	بیچارے احمد نے ملازمت کے حصول کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔
ہوائی قلعے تعمیر کرنا	زبانی منصوبے بنانا	زندگی عمل سے بنتی ہے۔ ہوائی قلعے تعمیر کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

ہُو کا عالم ہونا	اجاڑ سنسان ہونا	جنگل میں ایک ہُو کا عالم تھا، دور دور تک کسی جاندار کا کوئی نشان نہ تھا۔
ہفت خواں سر کرنا	نہایت مشکل کام کرنا	اس مسئلے کا حل تلاش کرنا ہفت خواں سر کرنے کے مترادف ہے۔
یاوری کرنا	مدد کرنا	اگر قسمت نے یاوری کی تو کسی دن در حبیب ﷺ پر پہنچ جاؤں گا۔
یک جان و دو قالب ہونا	نہایت گہرے دوست ہونا	حامد اور محمود آپس میں یک جان دو قالب ہیں۔
یاد اللہ ہونا	جان پہچان، واقفیت	میرا اس سے آج کا تعلق نہیں، بہت پرانی یاد اللہ ہے۔
ید طولیٰ رکھنا	مکمل مہارت ہونا	حکیم سعید جملہ طبی امور میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔

ضربُ الامثال

ضرب المثل کو اردو میں مقولہ یا کہاوت کہتے ہیں۔ اس سے مراد ایسا جملہ ہے جو مثال کے طور پر پیش کیا جائے۔ اس جملے میں جو بات کہی جاتی ہے، اسے مسلّم حقیقت یا عالم گیر سچائی کا درجہ دیا جاتا ہے۔ ضرب الامثال یا کہاوتیں صدیوں کے تجربات اور انسانی زندگی کے لاتعداد مشاہدات کے جواہر ریزے ہوتے ہیں۔ دنیا بھر کی زبانوں میں ضرب الامثال کا ذخیرہ موجود ہے اور انھیں عمل و حکمت کا نچوڑ سمجھا جاتا ہے۔ ایک مغربی مفکّر کے قول کے مطابق ضرب الامثال لمبے لمبے تجربات سے حاصل شدہ ایسے نتائج ہیں جن کی صداقت کو سب لوگ تسلیم کرتے ہیں، اسی لیے انھیں زبانِ خلق سمجھا جاتا ہے۔

بیشتر ضرب الامثال کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کہ یہ کب سے ہیں اور کیوں کر بنی ہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ ضرب الامثال کلام میں زور اور حسن پیدا کرتی ہیں۔ اگرچہ ضرب المثل مختصر ہوتی ہے لیکن کلام کے مطالب کی خوب تشریح کرتی اور اسے مفصّل بنا دیتی ہے۔ بعض ضرب المثل اتنی معنی خیز ہوتی ہے کہ تین چار لفظوں میں ایک پوری داستان یا تاریخ دل پر نقش کر دیتی ہے۔ ضرب المثل زبان کا قیمتی سرمایہ ہوتی ہے۔ یہ نہ صرف زبان کے ذخیرے میں اضافہ کرتی ہے بلکہ بولنے والوں کی ذہنی، تہذیبی، سماجی اور فکری سرمائے کی تاریخ بھی ہوتی ہے۔ ضرب المثل میں کمال درجے کا ایجاز و اختصار پایا جاتا ہے۔ اب ہمیں یہ اختیار حاصل نہیں کہ ان میں سے کسی لفظ کے اضافے یا کمی کی گنجائش پیدا کریں۔

اردو زبان اگرچہ بہت قدیم نہیں لیکن اس میں ضرب الامثال کا ذخیرہ شاید سب زبانوں سے زیادہ ہے کیوں کہ اردو میں عربی، فارسی اور مقامی زبانوں کے تمام قول اقوال اور ضرب الامثال اس طرح رس بس گئی ہیں کہ اب انھیں اردو کے ذخیرے سے علیحدہ کرنا محال ہے۔ علاوہ ازیں اردو کے شاعروں کے سیکڑوں مصرعے اور اشعار بھی ضرب الامثال کی صورت اختیار کر چکے ہیں اور زبان زدِ خاص و عام ہیں۔ ہم اپنے طالب علموں کی سہولت اور استفادے کے لیے ذیل میں اُردو زبان میں استعمال ہونے والی ضرب الامثال کا مختصر سا انتخاب اور ان کا مفہوم اور محلِ استعمال پیش کرتے ہیں۔

ضرب الامثال	مفہوم اور محلِ استعمال
آپ کاج مہا کاج	جو کام خود کیا جائے وہ سب سے بہتر ہوتا ہے۔
آپ بھلے تو جگ بھلا	جو خود اچھا ہو تو اسے دوسرے بھی اچھے دکھائی دیتے ہیں۔

آج مرے کل دوسرا دن	زندگی کی بے ثباتی ظاہر کرنے کے موقع پر بولتے ہیں۔
آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا	ایک مصیبت سے نکل کر دوسری میں پھنس جانا۔
آسمان کا تھوکا منہ پر آتا ہے	بزرگوں اور بڑوں کی برائی کرنے سے اپنا ہی نقصان ہوتا ہے۔
آم کے آم گٹھلیوں کے دام	ہر طرح فائدہ ہی فائدہ، دوہرا فائدہ اٹھانا۔
آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل	جو چیز آنکھوں کے سامنے نہ ہو اگرچہ وہ قریب بھی ہو تو بھی دور ہوتی ہے۔
آنکھوں کا اندھا، گانٹھ کا پورا	وہ امیر آدمی جو بے وقوف بھی ہو۔
آنکھوں کے اندھے نام نین سکھ	عیب کے باوجود خوبی کا دعویٰ کرنا۔
آج کا کام کل پر نہ چھوڑو	آدمی جو کام آج کر سکتا ہو اسے کل پر اٹھا نہ رکھو۔
اپنا پوت پرایا ڈھینگڑا	اپنی چیز ہر ایک کو اچھی لگتی ہے۔
اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ	ہر ایک اپنے اپنے شغل میں خوش رہتا ہے۔
اپنے نین گنوا کے در در مانگی بھیک	اپنی دولت برباد کر کے غیروں کے محتاج ہو گئے۔
اس برتے پر تتا پانی	اس نالائقی پر لیاقت کا دعویٰ۔
اکیلا چنا کیا بھاڑ پھوڑے گا	اکیلا آدمی کچھ نہیں کر سکتا۔
اوکھلی میں سر دیا تو دھمکوں کا کیا ڈر	جب خود ہی مصیبت مول لی ہے تو پھر مشکلات سے کیا گھبرانا۔
اندھے کے آگے روئیے اپنی آنکھیں کھوئیے	نا اہل اور کج فہم کو سمجھانا بے کار ہے۔
ایک ایک دو گیارہ (یا دو دل یک شود بشکند کوہ را)	دو آدمی مل کر اکیلے کی نسبت کہیں زیادہ کام کر سکتے ہیں۔
ایک مچھلی سارے جل کو گندہ کرتی ہے	ایک برا آدمی سارے خاندان کو بدنام کرتا ہے۔
الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے	ایک تو قصور کرنا اور پھر قصور بتانے والے کو الٹا الزام دینا۔
الٹے بانس بریلی کو	الٹا کام کرنا (بانس بریلی میں بانس کثرت سے ہوتے ہیں اور بانس بریلی بانس کی منڈی ہے۔ اگر کوئی سوداگر وہاں بانس لے جائے تو یہ الٹ معاملہ ہو جائے گا۔)
اندھوں میں کانا راجا	جہاں بہت سے بیوقوف ہوں اور ان میں ایک آدمی تھوڑی سی سمجھ بوجھ رکھتا ہو۔

اندھیر نگری چوپٹ راجا ٹکے سیر بھاجی ٹکے سیر کھاجا	اُس ظالم اور بیوقوف حکمران کی نسبت بولتے ہیں، جو اچھے اور بُرے میں تمیز روا نہ رکھے۔
اندھا کیا جانے بسنت کی بہار	ناقدر شناس آدمی اچھی چیز کی قدر نہیں جان سکتا۔
اوروں کو نصیحت خود میاں فصیحت	دوسروں کو نصیحت کرنا اور خود عمل نہ کرنا۔
اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی	اس آدمی کی نسبت بولتے ہیں جس کی ہر بات انوکھی ہو۔
اونچی دکان پھیکا پکوان	شہرت تو بہت زیادہ ہو مگر اصلیت کچھ بھی نہ ہو۔
ایک انار سو بیمار	ایسے موقع پر بولتے ہیں جب ایک چیز کے کئی حقدار یا خواہش مند ہوں۔
ایک کریلا دوسرے نیم چڑھا	کسی برے آدمی کے لیے مزید برائی کا سبب پیدا ہونا۔
بارہ برس کے بعد گھورے کے بھی دن پھرتے ہیں	تنگ دستی اور تکلیف کا زمانہ سدا نہیں رہتا، اچھا وقت بھی ضرور آتا ہے۔
بوڑھی گھوڑی لال لگام	اس بوڑھی عورت کی نسبت بولتے ہیں جو بڑھاپے میں بھی جوانی کے سے ناز نخرے کرے۔
بچہ بغل میں ڈھنڈورا شہر میں	چیز اپنے پاس ہو مگر اسے اِدھر اُدھر تلاش کرتے پھریں۔
بلّی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا	کسی قیمتی چیز کا بغیر کوشش کے اتفاقیہ ہاتھ آجانا۔
بخشو بی بلی چوہا لنڈورا ہی بھلا	کسی کی بھلائی جب اصل میں برائی کی نیت سے ہو تو اسے ٹالنے کے لیے یہ کہاوت بولتے ہیں۔
بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی	بد اپنی بدی کی سزا کسی نہ کسی دن ضرور پاتا ہے۔
بلّی کو چھیچھڑوں کے خواب	آدمی کو جس چیز سے زیادہ محبت ہوتی ہے، وہ اسی کا ہر وقت ذکر کرتا ہے۔
بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی	جاتی ہوئی چیز میں سے جو کچھ بھی ہاتھ آجائے، وہ غنیمت ہے۔
بیکار سے بیگار بھلی	کچھ نہ کرنے سے بغیر اجرت کے کام کرنا اچھا۔
پھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان	جس چیز سے نقصان پہنچے وہ اگر دیکھنے میں اچھی بھی ہے تو کس کام کی۔
بغل میں چھری منہ میں رام رام	ظاہر میں نیک مگر باطن میں بُرا۔
پانچوں انگلیاں گھی میں اور سر کڑھائی میں	ہر طرح مزہ ہے، سب کچھ ہاتھ میں ہے۔
پتھر میں جونک نہیں لگتی	سخت دل آدمی پر کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔

پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل	کچھ نہ جاننے کے باوجود قابل بنے پھرنا۔
پنچ کہیں بلی تو بلی ہی سہی۔	بڑے آدمیوں کی بات کو مان لینا چاہیے۔
تانت باجی راگ پایا	قرینے سے مطلب پہچان لینا۔
تھوتھا چنا باجے گھنا	کم ظرف آدمی باتیں بہت بناتا ہے اور شیخی بگھارتا ہے۔
تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو	کسی معاملے کو خوب سوچنا اور اس کے نتیجے کا انتظار کرنا۔
تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی	لڑائی جھگڑا یا محبت یک طرفہ نہیں ہوتی۔
تو بھی رانی، میں بھی رانی، پھر کون بھرے گا پانی	سب برابری کا دعویٰ کریں تو پھر کام کیسے ہو۔
تو ڈال ڈال میں پات پات	میں تجھ سے بھی زیادہ ہوشیار ہوں۔
ٹاٹ کا لنگوٹا نواب سے یاری	مفلس و نادار ہو کر امیر کبیر سے میل ملاپ۔
ٹٹو کو کوڑا تازی کو اشارہ	بے وقوف کو سختی سے سمجھانا پڑتا ہے جب کہ عقل مند کو اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔
جتنی چادر دیکھو اتنے پاؤں پھیلاؤ	آمدنی کے مطابق خرچ کرو۔
جس کی لاٹھی اُس کی بھینس	زور آور اور طاقت ور جیت جاتا ہے۔
جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں	زیادہ باتیں کرنے والے کام کم کرتے ہیں۔
جیسا کرو گے ویسا بھرو گے یا جیسی کرنی ویسی بھرنی	کام کے مطابق نتیجہ نکلتا ہے۔ عمل کا پھل ملتا ہے۔
جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے	بات وہی جس کا اثر خود بخود ظاہر ہو۔
جب تک سانس تب تک آس	سب امیدیں زندگی کے ساتھ وابستہ ہیں۔
جتنے منہ اتنی باتیں	ہر شخص کی رائے الگ ہوتی ہے۔
جس کا کام اسی کو ساجے اور کرے تو ٹھینگا باجے	جو جس کام کے لائق ہوتا ہے، اسی کو کر سکتا ہے یا کسی کام کو اس کا ماہر ہی انجام دے سکتا ہے۔
جس کا یار کوتوال اسے ڈر کاہے کا	جس کے تعلقات بڑے آدمیوں سے ہوں، اسے کسی کا ڈر نہیں۔
جیسا دیس ویسا بھیس	جہاں رہیں وہیں کے طور طریقے اختیار کریں۔

جیسا راجا ویسی پرجا	جیسا حاکم ویسے ماتحت۔
جیسی روح ویسے فرشتے	جیسی صحبت ہوتی ہے ویسے ہی اس کے اثرات پھیلتے ہیں۔
چراغ سے چراغ جلتا ہے	فیض رساں آدمی سے دوسروں کو بھی فیض پہنچتا ہے۔
چراغ تلے اندھیرا	اس وقت بولتے ہیں جب ایک آدمی سے دُور دُور کے لوگ تو فیض حاصل کریں مگر اپنے محروم رہیں۔
چمڑی جائے پر دمڑی نہ جائے	ایسا کنجوس جو جسمانی تکلیف تو برداشت کرے مگر پیسا خرچ کرنے کو تیار نہ ہو۔
چور کی ڈاڑھی میں تنکا	اپنا عیب خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے۔
چھوٹا منہ بڑی بات	معمولی آدمی کا حیثیت سے بڑھ کر بات کرنا۔
چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں	فضول خرچ آدمی کے پاس دولت نہیں ٹھہرتی۔
حلوائی کی دُکان اور دادا جی کی فاتحہ	کسی کے مال کو اپنا سمجھ کر بے دریغ خرچ کرنا۔
حکمِ حاکم مرگِ مفاجات	حاکم کا حکم اور موت دونوں ایسی چیزیں ہیں جن کو ٹالا نہیں جا سکتا۔
خدا گنجے کو ناخن نہ دے	کمینے کو اختیار مل جائے تو وہ زیادہ برائی پھیلاتا ہے۔
خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں	خدا کا عذاب اچانک آتا ہے۔
خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے	صحبت کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ (خصوصاً بری صحبت کا)
دریا میں رہنا اور مگرمچھ سے بیر	جہاں رہنا وہاں کے لوگوں سے دشمنی مول لینا۔
دمڑی کی بڑھیا ٹکا سر منڈائی	کم قیمت چیز کے بنوانے پر زیادہ خرچ کرنا۔
دودھ کا جلا چھاچھ پھونک کر پیتا ہے	جس شخص نے زیادہ نقصان اٹھایا ہو وہ بہت محتاط ہو جاتا ہے۔
دو ملاؤں میں مرغی حرام	دو ہم پیشہ آدمی ایک کام کرنے لگیں تو اکثر خرابی پیدا ہوتی ہے۔
دودھ کا دودھ پانی کا پانی	ٹھیک انصاف۔
دُور کے ڈھول سہانے	جب تک کسی سے واسطہ نہیں پڑتا، ہر شخص اچھا معلوم ہوتا ہے۔
دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا	آوارہ آدمی جو کسی کام کا نہ ہو۔
ڈوبتے کو تنکے کا سہارا	جو شخص مصیبت میں مبتلا ہو وہ تھوڑی سی مدد کو بھی غنیمت شمار کرتا ہے۔

ڈھاک کے وہی تین پات	اس شخص کے بارے میں بولتے ہیں جو اپنی بات پر اڑا رہے، ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہنے والا۔
رسّی جل گئی پر بل نہ گیا	تکلیف اٹھالی لیکن بری عادت نہ چھوڑی۔
رام رام جپنا، پرایا مال اپنا	بظاہر نیک ہونا مگر باطن میں بے ایمان ہونا۔
زمین سخت ہے اور آسمان دُور ہے	مصیبتوں سے تنگ آیا ہوا انسان کہتا ہے کہ جاؤں تو کہاں جاؤں۔
زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو	جس بات کا لوگوں میں عام چرچا ہو جائے وہ عموماً سچّی ہوتی ہے۔
زبردست کا ٹھینگا سر پر	زبردست کم زور سے سب کچھ کرا لیتا ہے۔
سدا ناؤ کاغذ کی بہتی نہیں	دھوکا فریب دیر تک نہیں چلتا۔
ساجھے کی ہنڈیا چوراہے میں پھوٹتی ہے	شراکت داری کے کاموں میں جھگڑا ضرور ہوتا ہے۔
سارا دھن جاتا دیکھیے تو آدھا دیجیے بانٹ	اگر سب کچھ برباد ہو رہا ہو تو نصف ہی بچا لینا چاہیے۔
سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے	کام بھی ہو جائے اور کسی کا نقص بھی نہ ہو۔
سانپ کا کاٹا رسّی سے ڈرتا ہے	جسے بہت تکلیف پہنچی ہو تو وہ معمولی چیز سے بھی ڈرتا ہے۔
سانچ کو آنچ نہیں	سچائی ذریعۂ نجات۔ بالآخر سچ غالب رہتا ہے۔
ساون کے اندھے کو ہرا ہی ہرا سوجھتا ہے	ہر شخص اپنے حسبِ حال دوسروں کے حال کا اندازہ کرتا ہے۔
سر منڈاتے ہی اولے پڑے	کسی کام کے آغاز ہی میں نقصان اٹھانا پڑا ہو تو ایسے موقع پر بولتے ہیں۔
سو سُنار کی، ایک لوہار کی	کم زور کی سو چوٹوں کے مقابلے میں طاقت ور کی ایک ہی کافی ہوتی ہے۔
سو دن چور کے تو ایک دن سادھ کا	چور ہمیشہ چوری کر کے نہیں بچ سکتا ایک دن ضرور پکڑا جاتا ہے۔ برا آدمی ایک دن ضرور قابو آتا ہے۔
سیوا بن میوہ نہیں	ہمیشہ خادم ہی مخدوم بنتا ہے۔
شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں	کسی کے عدل و انصاف کی تعریف میں کہتے ہیں۔
شنیدہ کے بود مانند دیدہ	سنی سنائی بات دیکھی بھالی کے برابر کیسے ہو سکتی ہے۔
شکر خورے کو خدا شکر ہی دیتا ہے	جو جس کی خواہش ہو وہ اس کو مل ہی جاتا ہے۔
صبح کا پیالہ اکسیر کا نوالہ	صبح کے وقت کا تھوڑا سا کھایا ہوا بھی بہت مفید ہوتا ہے۔

ضرورت ایجاد کی ماں ہے	ضرورت آدمی سے سب کچھ کرا لیتی ہے۔
طویلے کی بلا بندر کے سر	بہت سے لوگوں کی آفت کسی اکیلے پر پڑنا۔
عقل بڑی کہ بھینس	دماغی قوت جسمانی قوت سے بہتر ہے۔
عقل کا اندھا گانٹھ کا پورا	بے وقوف مال دار کے لیے بولتے ہیں۔
عطائے تو بلقائے تو	تیری بخشی ہوئی چیز تجھی کو واپس کی جاتی ہے (یہ کہاوت ناپسندیدگی کے موقع پر کہی جاتی ہے)
غرور کا سر نیچا	غرور کرنے والے کو آخر ذلیل و رسوا ہونا پڑتا ہے۔
غریب کی جورو سب کی بھابی	غریب آدمی پر سب کا بس چلتا ہے۔
فقیر کو کمبل ہی دوشالہ	فقیر کو جو مل جائے وہی اس کے لیے نعمت ہے۔
فاتحہ نہ درود مر گئے مردود	کسی ایسے موذی اور ظالم شخص کے مرنے پر بولتے ہیں جس سے لوگ ناراض ہوں۔
قہر درویش بر جان درویش	غریب کا غصہ اپنے ہی اوپر چلتا ہے۔
قبل از مرگ واویلا	موت سے پہلے ہی رونے پیٹنے لگ جانا۔ کسی تکلیف کا خیال کر کے شور مچانا۔
کاٹھ کی ہنڈیا بار بار نہیں چڑھتی	جھوٹ فریب ہمیشہ نہیں چل سکتا۔
کوئلوں کی دلالی میں منہ کالا	برے کاموں میں حصہ لینے سے بدنامی حاصل ہوتی ہے۔
کھسیانی بلی کھمبا نوچے	آدمی شرمندہ ہو کر دوسروں پر غصہ نکالتا ہے۔
کتے کو گھی ہضم نہیں ہوتا	کمینے آدمی میں حوصلہ کم ہوتا ہے۔
کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا	دوسروں کی خواہ مخواہ ریس کرنے والا نقصان اٹھاتا ہے۔
کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا	نہایت بے قدر اور حقیر چیز کی نسبت بولتے ہیں۔
کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا	بے میل رشتہ جتانے کے موقع پر بولتے ہیں۔
گدھا کیا جانے زعفران کی بہار یا بندر کیا جانے ادرک کا بھاؤ	معمولی آدمی اعلیٰ درجے کی چیز کی حقیقت نہیں جان سکتا۔

گڑ کھائیں اور گلگلوں سے پرہیز	بڑی بدنامی کی پروا نہ کرنا اور چھوٹی سے بچنا۔
گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے	راز دار آدمی کی دشمنی زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔
گھر کی مرغی دال برابر	گھر کی چیز کی قدر نہیں ہوتی۔
گائے نہ بچھی، نیند آئے اچھی	آزاد منش آدمی خوش رہتا ہے۔
گندم نما جو فروش	ظاہر میں اچھے مگر باطن میں برے لوگوں کے بارے میں کہتے ہیں۔
گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے	خطا کاروں کے ساتھ بے خطا بھی مارے جاتے ہیں۔
لکھے موسیٰ پڑھے خدا	ایسی تحریر کے بارے میں کہتے ہیں جو کسی سے نہ پڑھی جا سکے۔
لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل	عالمانہ وضع قطع رکھنے والا جاہل، جسے لکھنا پڑھنا تو آتا نہ ہو مگر فضیلت کا دعویٰ دار ہو۔
مدعی سست گواہ چست	غرض مند تو غفلت کریں اور حمایتی کوشش کریں۔
مرے کو ماریں شاہ مدار	ہر ایک غریب ہی کو ستاتا ہے۔
مفت کی شراب قاضی کو بھی حلال ہے	مفت چیز ملے تو جائز و ناجائز کی کوئی پروا نہیں کرتا۔
ملا کی دوڑ مسجد تک	ہر شخص کی رسائی اپنے مقدور اور حوصلے کے مطابق ہوتی ہے۔
مفلسی میں آٹا گیلا	غریب کو نقصان پر نقصان ہوتا ہے۔
مینڈکی کو بھی زکام ہوا	کوئی شخص ایسا کام کرے جس کے وہ لائق نہ ہو۔
ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا	اپنی نالائقی اور کوتاہی کا الزام دوسرے کو دینا۔
نام بڑا، درشن چھوٹے	جتنی شہرت ہے اتنا کام نہیں۔
نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے	بہت سے لوگوں میں ایک آدھ کی کب سنی جاتی ہے۔
نماز بخشوانے گئے روزے گلے پڑ گئے	ایک مشکل سے نجات چاہی دوسری ذمے لگی۔
نو سو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی	ساری عمر گناہ کرتے رہنا اور آخر عمر میں پارسا بن بیٹھنا۔
نو نقد نہ تیرہ ادھار	قرض کے تیرہ سے نقد کے نو اچھے ہیں۔
نہ رہے بانس نہ بجے بانسری	جب جھگڑے والی چیز ہی نہ رہے تو پھر جھگڑا کیسا؟
نہ منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت	بہت بوڑھے آدمی کی نسبت بولتے ہیں۔

نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی	کسی کام کے لیے ایسی کڑی شرط لگانا جس کا پورا ہونا ناممکن ہو۔
نیکی کر دریا میں ڈال	نیکی کر کے بھلا دینی چاہیے۔
نزلہ بر عضوِ ضعیف می ریزد	ہر قسم کی مصیبت کم زور پر آتی ہے۔
ولی را ولی می شناسد	جیسا آدمی ہو اُسے ویسا ہی آدمی پہچانتا ہے۔
ہاتھ کنگن کو آرسی کیا	ظاہر بات کے بتانے کی کیا ضرورت۔
ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور	ظاہر کچھ باطن کچھ۔
ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں	کنبے کا بڑا آدمی جس طرف ہوگا چھوٹے بھی اسی طرف کو ہوں گے۔
ہاتھی نکل گیا ہے دُم باقی ہے	سارا کام ہوگیا ہے تھوڑی سی کسر باقی ہے۔
ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات	لائق بننے والے آدمی کے پہلے سے اچھے آثار نظر آجاتے ہیں۔
ہم بھی ہیں پانچوں سواروں میں	ادنیٰ آدمی کا اپنے آپ کو اعلیٰ لوگوں میں شمار کرنا۔
ہنوز دِلّی دور است	اس کام کے پورا ہونے میں ابھی دیر ہے۔
یار زندہ صحبت باقی	زندگی ہے تو پھر ملاقات ہوگی۔
یہ منہ اور مسور کی دال	یہ شخص اس عزت اور کام کے لائق نہیں ہے۔
یہ بیل منڈھے چڑھتے نظر نہیں آتی	اس کام کا سرانجام پانا مشکل ہے۔
یہاں کا باوا آدم ہی نرالا ہے	یہاں کے طور طریقے قطعی مختلف ہیں۔

غلط جُملوں کی درستی

تحریر و تقریر میں زبان اور بیان کی صحت کا خیال رکھا جاتا ہے۔ گفتگو کے دوران میں درست اور خوب صورت الفاظ کا استعمال، بولنے والے کی شخصیت کو باوقار بنا دیتا ہے جب کہ غلط سلط الفاظ کا استعمال اور کم زور لہجہ شخصیت پر منفی اثر ڈالتا ہے۔ زبان دانی میں اس موضوع پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ ہم ذیل کی سطور میں اپنے طالب علموں کی سہولت کے لیے زبان دانی کے چند بنیادی اور اہم اصول بیان کیے دیتے ہیں، تحریر و تقریر میں ان کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیے:

زبان دانی کے چند اہم اُصول

1- ''آپ'' کے ساتھ ہمیشہ فعل کا صیغہ غائب اور ''تم'' کے ساتھ ہمیشہ صیغہ جمع حاضر لایا جاتا ہے۔ مثلاً: آپ یہاں بیٹھیں۔ تم یہاں بیٹھو۔ ان جملوں کو آپ یہاں بیٹھو تم یہاں بیٹھیں لکھنا صحیح نہیں۔ اسی طرح تعظیم کے موقع پر واحد فاعل کے لیے فعل جمع لاتے ہیں مثلاً: ''میرا ابّا آیا ہے'' کے بجائے ''میرے ابّا آئے ہیں'' کہا جائے گا۔

2- جمع اسموں میں پہلے ''ہر'' کا لفظ لکھنا یا بولنا غلط ہے۔ مثلاً: ہر ممالک، ہر اشخاص صحیح نہیں ہے۔ اس کے بجائے ہر ملک، ہر شخص کہنا صحیح ہے۔

جمع اسموں کے ساتھ ہر کی جگہ سب یا تمام کا لفظ استعمال کرنا چاہیے۔ جیسے: سب ممالک، تمام اشخاص۔

3- ''نہ'' اور ''ہی'' کو ایک ساتھ لانا درست نہیں ہوتا۔ مثلاً: ''نہ ہی آپ آئے نہ ہی خط لکھا'' غلط ہے۔ اس کے بجائے ''نہ آپ آئے نہ خط ہی لکھا'' صحیح ہوگا۔

4- ایک جملے میں دو ہم معنی الفاظ لانا غلط ہے۔ مثلاً: آبِ زم زم کا پانی کی جگہ صرف آبِ زم زم کہنا چاہیے۔ اسی طرح کوہِ ہمالیہ کا پہاڑ کی جگہ صرف کوہِ ہمالیہ اور ماہِ رمضان کے مہینے کے روزے کی جگہ ماہِ رمضان کے روزے کہنا چاہیے۔

5- مصدر کے ساتھ ''نے'' کا استعمال صحیح نہیں ہے۔ مثلاً: ''تم نے کہاں جانا ہے؟'' کی جگہ ''تمھیں کہاں جانا ہے؟'' صحیح ہوگا۔

6- ''کہنا'' مصدر سے بننے والے افعال کے ساتھ ''کو'' کے بجائے ''سے'' لگایا جاتا ہے۔ جیسے: ''اس نے تم کو کیا کہا؟'' غلط ہے۔ ''اس نے تم سے کیا کہا؟'' صحیح ہے۔

7- اردو میں کسی اسم کے آخر میں آنے والے حروف ''ا'' یا ''ہ'' کو یائے مجہول (ے) سے بدلنے کا نام امالہ ہے۔ یہ امالہ چھوٹے رشتہ داروں کے ناموں میں تو جائز ہے لیکن بڑے رشتہ داروں کے ناموں میں جائز نہیں۔ مثلاً: بیٹا سے بیٹے اور بھتیجا سے بھتیجے صحیح ہے مگر چچا سے چچے اور ابّا سے ابّے صحیح نہیں ہے۔

8- مونث فعل کی گردان میں نون غُنّہ (ں) کا اضافہ صحیح نہیں۔ مثلاً: ''لڑکیاں پڑھ رہیں ہیں۔'' غلط ہے۔ ''لڑکیاں پڑھ رہی ہیں'' صحیح ہے۔ اسی طرح ''عورتیں سویٹر بن رہیں ہیں'' غلط ہے۔ عورتیں سویٹر بن رہی ہیں'' صحیح ہے۔

9- عربی کے جمع الفاظ کی اردو قاعدے کے مطابق جمع الجمع بنانا درست نہیں۔ مثلاً: انبیا کو انبیاؤں، افواج کو افواجوں اور مشکلات کو مشکلاتوں کہنا غلط ہوگا۔

10- فارسی اضافت (ِ) اور واؤ عطف (و) صرف فارسی اور عربی الفاظ میں لائی جاتی ہیں۔ کسی اردو یا ہندی لفظ کے ساتھ ان کا استعمال جائز نہیں۔ مثلاً: ''دامنِ کوہ'' صحیح ہے۔ ''دامنِ پہاڑ'' غلط ہوگا۔ اسی طرح روٹی اور پانی صحیح ہے مگر روٹی و پانی غلط ہوگا۔

11- ''ال'' صرف عربی الفاظ کے ساتھ آتا ہے غیر عربی الفاظ کے ساتھ نہیں۔ مثلاً: علم الدین، نور الدین صحیح ہے مگر چراغ الدین، لال الدین، قریب المرگ غلط ہے۔

12- عربی میں جمع تین کے عدد سے شروع ہوتی ہے، چنانچہ عربی میں دو کے لیے جمع کا صیغہ استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ مثلاً: دو اشعار، دو کتب غلط ہے جب کہ دو شعر، دو کتابیں صحیح ہے۔

13- جب کسی جملے میں کئی اسم آئیں تو فعل کی وحدت و جمع آخری اسم کے مطابق آئے گی۔ مثلاً: ہم نے تین کرسیاں اور ایک میز خریدی۔

14- جب کسی جملے میں کئی اسم آئیں تو فعل کی تذکیر و تانیث آخری اسم کے مطابق آئے گی۔ مثلاً: ہم نے چڑیا گھر میں کسی قسم کے طوطے اور چڑیاں دیکھیں۔

15- جب کسی اردو مصدر کے ساتھ مفعول مونث ہو تو اس مصدر کو مونث بھی بول سکتے ہیں اور مذکر بھی۔ مثلاً: ''مجھے کتاب پڑھنی ہے''، ''مجھے کتاب پڑھنا ہے۔'' دونوں طرح صحیح ہوگا۔

16- لفظ ''عرض'' کے ساتھ ''کیا'' اور ''کی'' دونوں صحیح ہیں۔ مثلاً: ''میں نے عرض کی، میں نے عرض کیا۔''

17- متشابہ (ہم آواز) لفظوں کے استعمال میں بڑی احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ مثلاً: انھوں نے حساب بیباک کر دیا۔ اس جملے میں ''بیباک'' کے بجائے ''بیباق'' ہونا چاہیے۔

18- غیر جاندار اسموں کی تذکیر و تانیث کے معاملے میں اہلِ زبان کی پیروی کرنا ضروری ہے۔ مثلاً: ''میز خریدی'' کو ''میز خریدا'' یا ''تار آیا'' کو ''تار آئی'' کہنا غلط ہوگا۔

19- اہلِ زبان کے روزمرّہ اور طرزِ بیان کی پیروی بھی لازم ہے۔ اس اصول کی روشنی میں ''ہر روز'' کو ''ہر دن'' اور ''آئے دن'' کو ''آئے روز'' کہنا غلط ہوگا۔

20- محاورے اور ضرب الامثال کے الفاظ میں کسی قسم کا ردو بدل نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً: لال پیلا ہونا اور جس کی لاٹھی اس کی بھینس کی جگہ زرد پیلا ہونا اور جس کی لاٹھی اس کی گائے کہنا غلط ہوگا۔

21- لفظ مرحوم کے ساتھ صاحب کا استعمال غلط ہے۔ مثلاً: ''علامہ اقبال صاحب مرحوم نے نظریہ پاکستان پیش کیا'' کہنا

غلط ہوگا۔ درست یوں ہوگا: ''علامہ اقبال مرحوم نے نظریہ پاکستان پیش کیا۔''

22- ''مبادا'' کے معنی ہیں ''ایسا نہ ہو'' چنانچہ تحریر و تقریر میں ''مبادا'' کے ساتھ ''نہ'' کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ مثلاً: یہ کہنا غلط ہوگا: ''دھوپ میں نہ چلو مبادا لو نہ لگ جائے۔'' صحیح یہ ہوگا: ''دھوپ میں نہ چلو مبادا لو لگ جائے۔'' اسی طرح یہ کہنا غلط ہوگا: ''محنت کرو مبادا فیل نہ ہو جاؤ۔'' صحیح جملہ یوں ہوگا: ''محنت کرو مبادا فیل ہو جاؤ۔''

23- جب کسی جملے میں ''چونکہ'' استعمال ہوگا تو اس کے بعد ''اس لیے'' ضرور آئے گا۔ اسی طرح ''جوں جوں'' کے بعد ''توں توں'' اور ''جیسے جیسے'' کے بعد ''ویسے ویسے'' لازماً آتا ہے۔ مثلاً: چونکہ وہ بیمار ہے اس لیے کالج نہیں آیا۔ جوں جوں ہم بلندی پر جائیں توں توں سردی بڑھتی ہے۔ جیسے جیسے منزل قریب آتی گئی ویسے ویسے ہم خوش ہوتے گئے۔ کہنا ہی درست ہوگا۔

اب ہم طالب علموں کی سہولت کے لیے مختلف حوالوں سے غلط اور درست جملے لکھتے ہیں۔ انھیں اپنی تحریر میں ہمیشہ پیشِ نظر رکھیے۔

اِملا کی اغلاط

غلط جملے	درست جملے
عیدالضحٰی مسلمانوں کا مذہبی تہوار ہے۔	عیدالاضحٰی مسلمانوں کا مذہبی تہوار ہے۔
اسلام وعلیکم کے بعد عرض ہے۔	السلامُ علیکم کے بعد عرض ہے۔
مجھے تمھاری مخالفت کی پرواہ نہیں۔	مجھے تمھاری مخالفت کی پروا نہیں۔
یہ واقع کب پیش آیا تھا؟	یہ واقعہ کب پیش آیا تھا؟
لاہور دریائے راوی کے کنارے واقعہ ہے۔	لاہور دریائے راوی کے کنارے واقع ہے۔
مجھے ایک ضروری کام پڑھ گیا تھا۔	مجھے ایک ضروری کام پڑ گیا تھا۔
ہم نے حساب کا قائدہ سیکھا۔	ہم نے حساب کا قاعدہ سیکھا۔
قاعدِ اعظم کراچی میں پیدا ہوئے۔	قائدِ اعظم کراچی میں پیدا ہوئے۔
وہ بلکل خاموش بیٹھا رہا۔	وہ بالکل خاموش بیٹھا رہا۔

شاعر دانتوں کو موتیوں سے تشبیح دیتے ہیں۔	شاعر دانتوں کو موتیوں سے تشبیہ دیتے ہیں۔
دونوں لڑکیاں کل صبح آئیں گیں۔	دونوں لڑکیاں کل صبح آئیں گی۔
عورتیں سویٹر بن رہیں ہیں۔	عورتیں سویٹر بن رہی ہیں۔
یہ جملہ صیح نہیں۔	یہ جملہ صحیح نہیں۔
مجھے آپ کی یہ بات سن کر حیرانگی ہوئی۔	مجھے آپ کی یہ بات سن کر حیرانی ہوئی۔
اس میں ناراضگی کی کیا بات ہے؟	اس میں ناراضی کی کیا بات ہے؟

واحد جمع کی اغلاط

میں نے دو من گیہوں خریدا۔	میں نے دو من گیہوں خریدے۔
یہاں ہر امراض کا علاج ہوتا ہے۔	یہاں ہر مرض کا علاج ہوتا ہے۔
میں نے ہر ممالک کی سیر کی ہے۔	میں نے ہر ملک کی سیر کی ہے۔
یہاں پر بہت بڑے اولیا اللہ تھے۔	یہاں پر بہت بڑے ولی اللہ تھے۔
یہ دونوں اشعار بہت عمدہ ہیں۔	یہ دونوں شعر بہت عمدہ ہیں۔
وہ کئی سالوں سے کراچی میں مقیم ہے۔	وہ کئی سال سے کراچی میں مقیم ہے۔
دونوں فریقین نے آپس میں صلح کر لی۔	فریقین نے آپس میں صلح کر لی۔

تذکیر و تانیث کی اغلاط

اسے ہر وقت تپ رہتا ہے۔	اسے ہر وقت تپ رہتی ہے۔
جنابہ ہیڈ مسٹریس صاحبہ!	جناب ہیڈ مسٹریس صاحبہ!
اسے ابھی تک ہوش نہیں آئی۔	اسے ابھی تک ہوش نہیں آیا۔
میں صبح سے آپ کا راہ دیکھ رہا ہوں۔	میں صبح سے آپ کی راہ دیکھ رہا ہوں۔
بچے کا ناک بہہ رہا ہے۔	بچے کی ناک بہہ رہی ہے۔
اس دکان کی دہی کھٹی ہے۔	اس دکان کا دہی کھٹا ہے۔

آزاد بہت اچھا اردو لکھتے تھے۔	آزاد بہت اچھی اردو لکھتے تھے۔
مرض بڑھتی گئی جوں جوں دوا کی۔	مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔
میں نے آج کی اخبار نہیں پڑھی۔	میں نے آج کا اخبار نہیں پڑھا۔
میں نے آپ کی بہت انتظار کی۔	میں نے آپ کا بہت انتظار کیا۔
آج کل چین کی طوطی بول رہی ہے۔	آج کل چین کا طوطی بول رہا ہے۔
وہ لاکھوں کا مال ہضم کر گیا مگر ڈکار تک نہ لیا۔	وہ لاکھوں کا مال ہضم کر گیا مگر ڈکار تک نہ لی۔
ان کی طبیعت میں انکساری بہت ہے۔	ان کی طبیعت میں انکسار بہت ہے۔
بچے کا گیند گم ہو گیا۔	بچے کی گیند گم ہو گئی۔
بازار میں بہت زیادہ کیچڑ تھا۔	بازار میں بہت زیادہ کیچڑ تھی۔
ہرا ہرا گھاس دیکھ کر جی خوش ہو گیا۔	ہری ہری گھاس دیکھ کر جی خوش ہو گیا۔
مجھے اس بات کا بڑا فکر ہے۔	مجھے اس بات کی بڑی فکر ہے۔
یہ پتھر بہت بھارا ہے۔	یہ پتھر بہت بھاری ہے۔
آپ کو کون سی کھیل زیادہ پسند ہے؟	آپ کو کون سا کھیل زیادہ پسند ہے؟
کمرے کا چھت ٹپکنے لگا۔	کمرے کی چھت ٹپکنے لگی۔

زائد اور متشابہ الفاظ کی اغلاط

نذیر اکبر آبادی کو عوامی شاعر کہا جاتا ہے۔	نظیر اکبر آبادی کو عوامی شاعر کہا جاتا ہے۔
ڈپٹی نظیر احمد اردو کے پہلے ناول نگار ہیں۔	ڈپٹی نذیر احمد اردو کے پہلے ناول نگار ہیں۔
میں یہ کتاب آپ کی نظر کرتا ہوں۔	میں یہ کتاب آپ کی نذر کرتا ہوں۔
انھوں نے میری مدد کرنے کی حامی بھر لی ہے۔	انھوں نے مری مدد کرنے کی ہامی بھر لی ہے۔
مثل ہے کہ ہمت کا ہامی خدا ہے۔	مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے۔
صدا عیش دوراں دکھاتا نہیں۔	سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں۔

میں نے سیب کا مُربع کھایا۔	میں نے سیب کا مُربّہ کھایا۔
ابنِ بطوطہ بہت بڑا سیاہ تھا۔	ابنِ بطوطہ بہت بڑا سیاح تھا۔
بیمار کی عیادت کرنا بڑے صواب کا کام ہے۔	بیمار کی عیادت کرنا بڑے ثواب کا کام ہے۔
پہلی رات کے چاند کو حلال کہتے ہیں۔	پہلی رات کے چاند کو ہلال کہتے ہیں۔
کسی پر خواہ مخواہ نقطہ چینی نہ کرو۔	کسی پر خواہ مخواہ نکتہ چینی نہ کرو۔
بڑھیا عورت نے بچوں کو دعائیں دیں۔	بڑھیا نے بچوں کو دعائیں دیں۔
ہم سب بخیریت سے ہیں۔	ہم سب بخیریت ہیں۔
وہ بمشکل سے گھر پہنچا۔	وہ بمشکل گھر پہنچا۔
درحقیقت میں وہ سچا تھا۔	درحقیقت وہ سچا تھا۔
ماہِ رمضان کا مہینا شروع ہو گیا ہے۔	ماہِ رمضان شروع ہو گیا ہے۔
کوہِ ہمالیہ بہت اونچا پہاڑ ہے۔	کوہِ ہمالیہ بہت اونچا ہے۔
سنگ مرمر کا پتھر ملائم ہوتا ہے۔	سنگِ مرمر ملائم ہوتا ہے۔
مریض کی عیادت کرنا کارِ ثواب کا کام ہے۔	مریض کی عیادت کرنا کارِ ثواب ہے۔
لیلۃ القدر کی رات بڑی بابرکت ہوتی ہے۔	لیلۃ القدر بڑی بابرکت ہوتی ہے۔
آج شبِ برات کی رات ہے۔	آج شبِ برات ہے۔
وہ دس ہزار روپے ماہوار مشاہرہ لیتا ہے۔	وہ دس ہزار روپے مشاہرہ لیتا ہے۔
محنت کرو مبادا فیل نہ ہو جاؤ۔	محنت کرو مبادا فیل ہو جاؤ۔
میں نے اس کتاب سے بھرپور استفادہ حاصل کیا ہے۔	میں نے اس کتاب سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔
یہ راستہ شارع عام نہیں ہے۔	یہ شارع عام نہیں ہے۔
اس نے خود آپ ساری بات بتائی۔	اس نے خود ساری بات بتائی۔
ان کی شادی بتاریخ 15 مئی کو ہوئی تھی۔	اُن کی شادی بتاریخ 15 مئی ہوئی تھی۔

اِمالہ کی اغلاط

شاہد نوکری کی تلاش میں مارے مارے پھرتا ہے۔	شاہد نوکری کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔
یہ آپ ہی کے فائدہ کی بات ہے۔	یہ آپ ہی کے فائدے کی بات ہے۔
قاعدہ قانون کے مطابق چلنا چاہیے۔	قاعدے قانون کے مطابق چلنا چاہیے۔
میں اس جھگڑا میں کیوں پڑوں؟	میں اس جھگڑے میں کیوں پڑوں؟
لوگ کھیل دیکھ کر ہکّے بکّے رہ گئے۔	لوگ کھیل دیکھ کر ہکّا بکّا رہ گئے۔
وہ بڑے حیلہ بہانہ کرتا ہے۔	وہ بڑے حیلے بہانے کرتا ہے۔
ہم اس مسئلہ کو حل کر لیں گے۔	ہم اس مسئلے کو حل کر لیں گے۔
ہر ذرّہ میں خدا کا نور جلوہ گر ہے۔	ہر ذرّے میں خدا کا نور جلوہ گر ہے۔
تھا روتا روتا سو گیا۔	تھا روتے روتے سو گیا۔
جلسہ میں بہت زیادہ لوگ آئے تھے۔	جلسے میں بہت زیادہ لوگ آئے تھے۔
آپ ہمت اور حوصلہ سے کام لیں۔	آپ ہمت اور حوصلے سے کام لیں۔
مجھے کھیل تماشا سے کوئی دلچسپی نہیں۔	مجھے کھیل تماشے سے کوئی دلچسپی نہیں۔
وہ لطیفہ پر لطیفہ سنا رہے تھے۔	وہ لطیفے پہ لطیفہ سنا رہے تھے۔
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانہ سے۔	پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے۔

عطف و اضافت کی اغلاط

مویشی شدّتِ دھوپ سے ہانپنے لگے۔	مویشی دھوپ کی شدّت سے ہانپنے لگے۔
دیکھنے و سننے میں بڑا فرق ہے۔	دیکھنے اور سننے میں بڑا فرق ہے۔
یہ چیخ و پکار کیسی ہے؟	یہ چیخ پکار کیسی ہے؟
وہ صحیح و سلامت واپس پہنچ گئے۔	وہ صحیح سلامت واپس پہنچ گئے۔

انھوں نے میری خاطر ومدارات کی۔	انھوں نے میری خاطر مدارات کی۔
ان دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔	ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔
آپس میں پیار ومحبت سے رہو۔	آپس میں پیار اور محبت سے رہو۔
لیڈرانِ قوم کا احترام کرنا چاہیے۔	قوم کے لیڈروں کا احترام کرنا چاہیے۔
خدا ہمیں آگِ جہنم سے بچائے۔	خدا ہمیں جہنم کی آگ سے بچائے۔

مُطابقت کی اغلاط

آپ کب تشریف لاؤ گے؟	آپ کب تشریف لائیں گے؟
آپ یہاں سے چلے جاؤ۔	آپ یہاں سے چلے جائیں۔
لڑکیاں سبق یاد کر رہیں تھیں۔	لڑکیاں سبق یاد کر رہی تھیں۔
آپ، وہ اور میں تینوں جائیں گے۔	میں، آپ اور وہ تینوں جائیں گے۔
آؤ آؤ تشریف رکھو۔	آیئے آیئے تشریف رکھیے۔
میں نے تین میزیں اور ایک کرسی خریدیں۔	میں نے تین میزیں اور ایک کرسی خریدی۔
معلوم نہیں باہر کون صاحب ہے؟	معلوم نہیں باہر کون صاحب ہیں؟
اس کی بیوی بچے آگئے۔	اس کے بیوی بچے آگئے۔
''مکاتیبِ غالب'' چھپ گئے ہیں۔	''مکاتیبِ غالب'' چھپ گئی ہے۔
میں نے آج اخبار نہیں پڑھی۔	میں نے آج اخبار نہیں پڑھا۔
آپ منہ ہاتھ دھولو۔	آپ منہ ہاتھ دھولیں۔
اسلم اور اس کا بھائی راستہ بھول گیا۔	اسلم اور اس کا بھائی راستہ بھول گئے۔
جلسے میں عورتیں بھی آئی ہوئیں تھیں۔	جلسے میں عورتیں بھی آئی ہوئی تھیں۔
اسے ابھی تک ہوش نہیں آئی۔	اسے ابھی تک ہوش نہیں آیا۔
میں اور احمد بازار گیا تھا۔	میں اور احمد بازار گئے تھے۔
ماموں اور بھانجا لڑ پڑا۔	ماموں اور بھانجا لڑ پڑے۔

زندگی کھیل اور تماشا ہوتی ہیں۔	زندگی کھیل اور تماشا ہوتی ہے۔
گھر عورت کی سلطنت ہوتی ہے۔	گھر عورت کی سلطنت ہوتا ہے۔
وہ اور میں راستہ بھول گیا تھا۔	وہ اور میں راستہ بھول گئے تھے۔
''ادبی دنیا'' بند ہو چکی ہے۔	''ادبی دنیا'' بند ہو چکا ہے۔
نیکی کا راہ بہت کٹھن ہے۔	نیکی کی راہ بہت کٹھن ہے۔
خالدہ کی ہوش وحواس جاتا رہا۔	خالدہ کے ہوش وحواس جاتے رہے۔
اب تو دن رات چین سے گزر رہی ہے۔	اب تو دن رات چین سے گزر رہے ہیں۔
اب تو آرام سے گزرتا ہے، عاقبت کی خبر خدا جانے۔	اب تو آرام سے گزرتی ہے، عاقبت کی خبر خدا جانے۔

''نے'' اور ''کو'' کی اغلاط

میں نے آج ہی واپس جانا ہے۔	مجھے آج ہی واپس جانا ہے۔
یہ سبق ہم نے پڑھا ہوا ہے۔	یہ سبق ہمارا پڑھا ہوا ہے۔
آپ نے کہاں جانا ہے؟	آپ کو کہاں جانا ہے؟
انور نے آپ کو کیا کہا تھا؟	انور نے آپ سے کیا کہا تھا؟
دشمن میرے بال کو بیکا نہ کر سکے۔	دشمن میرا بال بیکا نہ کر سکے۔
ہم کو اپنے وعدے پر قائم رہنا چاہیے۔	ہمیں اپنے وعدے پر قائم رہنا چاہیے۔
میں نے آپ کے مکان کو نہیں دیکھا۔	میں نے آپ کا مکان نہیں دیکھا۔
آپ میری خطا کو معاف کر دیں۔	آپ میری خطا معاف کر دیں۔
دروازے کو بند کر دو۔	دروازہ بند کر دو۔
جنابِ پرنسپل نے طلبہ کو خطاب کیا۔	جنابِ پرنسپل نے طلبہ سے خطاب کیا۔
انھوں نے آپ کو کیا پوچھا تھا؟	انھوں نے آپ سے کیا پوچھا تھا؟
جو کچھ تم نے کہنا ہے کہہ لو۔	جو کچھ تمھیں کہنا ہے کہہ لو۔
ایک دن سبھی نے مرنا ہے۔	ایک دن سبھی کو مرنا ہے۔
میری بات کو غور سے سُنو۔	میری بات غور سے سُنو۔

وہ آپ کو ملنے کا خواہش مند ہے۔	وہ آپ سے ملنے کا خواہش مند ہے۔
ہم نے یہ کام آج ہی ختم کرنا ہے۔	ہمیں یہ کام آج ہی ختم کرنا ہے۔

محاورات اور ضرب الامثال کی اغلاط

جس کی لاٹھی اس کی گائے	جس کی لاٹھی اس کی بھینس
ایک انار ہزار بیمار	ایک انار سو بیمار
لڑکا گود میں ڈھنڈورا شہر میں	لڑکا بغل میں ڈھنڈورا شہر میں
پانی دیکھو پانی کی دھار دیکھو	تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو
دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ باہر کا	دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا
دودھ کا جلا لسی بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے	دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے
بھینس بڑی کہ عقل	عقل بڑی کہ بھینس
گائے کے آگے بین بجانے کا کیا فائدہ	بھینس کے آگے بین بجانے کا کیا فائدہ
قائداعظم کی سیاست دانی کا سکہ قائم ہو گیا	قائداعظم کی سیاست دانی کا سکہ بیٹھ گیا
اسرائیل عربوں کے سینے پر مُونگ دل رہا ہے	اسرائیل عربوں کی چھاتی پر مُونگ دل رہا ہے
سر منڈاتے ہی پتھر پڑے	سر منڈاتے ہی اولے پڑے
وہ ایک چھڑی سے سب کو ہانکتے ہیں	وہ ایک لاٹھی سے سب کو ہانکتے ہیں
بھاگتے چور کا جوتا ہی سہی	بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی
آپ کا حکم سر ماتھے پر	آپ کا حکم سر آنکھوں پر
فوج نے دریا کے کنارے ڈیرا ڈال دیا	فوج نے دریا کے کنارے ڈیرے ڈال دیے
گیہوں کے ساتھ جَو بھی پس جاتا ہے	گیہوں کے ساتھ گُھن بھی پس جاتا ہے
نہ دس من تیل ہو گا نہ رادھا ناچے گی	نہ نو من تیل ہو گا نہ رادھا ناچے گی
آسمان سے گرا کوٹھے پر اٹکا	آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا
میرے ساتھ چار پانچ مت کرو	میرے ساتھ تین پانچ مت کرو
یہ بڑھیا آفت کی پرکالی ہے	یہ بڑھیا آفت کا پرکالہ ہے

لکڑی کی ہنڈیا بار بار نہیں چڑھتی	کاٹھ کی ہنڈیا بار بار نہیں چڑھتی

روزمرّہ کی اغلاط

وہ دن بدن کم زور ہو رہا ہے۔	وہ روز بروز کم زور ہو رہا ہے۔
مہنگائی سے غریب فاقے مر رہے ہیں۔	مہنگائی سے غریب فاقوں مر رہے ہیں۔
مجھے سمجھ نہیں آتی کہ تمھاری بات کا کیا جواب دوں؟	مجھے سمجھ نہیں آتا کہ تمھاری بات کا کیا جواب دوں؟
کلیم آئے روز غیر حاضر رہتا ہے۔	کلیم آئے دن غیر حاضر رہتا ہے۔
دن دن کا آنا جانا قدر گھٹا دیتا ہے۔	روز روز کا آنا جانا قدر گھٹا دیتا ہے۔
شور سن کر بچے کی نیند کھل گئی۔	شور سن کر بچے کی آنکھ کھل گئی۔
امتحان میں سرخ سیاہی کا استعمال منع ہے۔	امتحان میں سرخ روشنائی کا استعمال منع ہے۔
ہم ہر دن سیر کو جاتے ہیں۔	ہم ہر روز سیر کو جاتے ہیں۔
یہ عورت بڑی لڑاکی ہے۔	یہ عورت بڑی لڑاکا ہے۔
دہشت گردوں نے اندھیر امچایا ہوا ہے۔	دہشت گردوں نے اندھیر مچا رکھا ہے۔
میں نے یہ سبق پڑھا ہوا ہے۔	یہ سبق میرا پڑھا ہوا ہے۔
بارش برس رہی ہے۔	بارش ہو رہی ہے۔
بے چارے کو بے نیل و مرام لوٹنا پڑا۔	بے چارے کو بے نیلِ مرام لوٹنا پڑا۔
کیا تم چپ نہیں کر سکتے؟	کیا تم چپ نہیں رہ سکتے؟
آپ کو یہ خبر کیسے معلوم ہوئی؟	آپ کو یہ خبر کیسے ملی؟
یہ آپ کی عین کرم نوازی ہے۔	یہ آپ کی عین کرم فرمائی ہے۔
ہمارا مکان برلبِ سڑک واقع ہے۔	ہمارا مکان سڑک کے کنارے واقع ہے۔
میں بے ناغہ کالج آتا ہوں۔	میں بلاناغہ کالج آتا ہوں۔
میں اُس کے سخت برخلاف ہوں۔	میں اُس کے سخت خلاف ہوں۔
آپ میری بات کا برا نہ منائیں۔	آپ میری بات کا بُرا نہ مانیں۔
ہم آپ کے بہت مشکور ہیں۔	ہم آپ کے بہت شکر گزار ہیں۔

انھوں نے بڑی عاجزی اور انکساری سے کام لیا۔	انھوں نے بڑی عاجزی اور انکسار سے کام لیا۔
ہم آج واپس لوٹ جائیں گے۔	ہم آج لوٹ جائیں گے۔
اِن دونوں میں اٹھارہ بیس کا فرق ہے۔	اِن دونوں میں اُنیس بیس کا فرق ہے۔
میرے سوا سب وہاں موجود تھے۔	میرے علاوہ سب وہاں موجود تھے۔
وہ گھر بہ گھر اور گلی بہ گلی پھرے۔	وہ گھر گھر اور گلی گلی پھرے۔
خدا خدا کر کے دن نکلا۔	خدا خدا کر کے دن چڑھا۔
میں آپ کی خیریت نیک مطلوب چاہتا ہوں۔	میں آپ کی خیریت نیک مطلوب ہوں۔
میں آپ کا تابعدار ہوں۔	میں آپ کا تابع فرمان ہوں۔
آؤ یہاں سے چل نکلیں۔	آؤ یہاں سے نکل چلیں۔
ہم بلا روک ٹوک آگے بڑھ گئے۔	ہم بے روک ٹوک آگے بڑھ گئے۔
ہم نے ٹوپی اوڑھ رکھی ہے۔	ہم نے ٹوپی پہن رکھی ہے۔
بعض افسر بہت راشی ہوتے ہیں۔	بعض افسر بہت مرتشی ہوتے ہیں۔
برائے مہربانی کر کے کل ضرور آئیں۔	براہ مہربانی کل ضرور آئیں۔
میں ضرور بر ضرور آؤں گا۔	میں ضرور بالضرور آؤں گا۔

کچھ معروف تراکیب اور اُن کا مفہوم

نحو کی اصطلاح میں جملے کے اجزا کی بندش کو ترکیب کہتے ہیں۔ یہ ترکیب بالعموم دو یا دو سے زیادہ لفظوں سے مل کر بنتی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ اردو ایک مخلوط زبان ہے اور اس میں عربی، فارسی، سنسکرت اور مقامی زبانوں کی بہت سی تراکیب بلا تامّل اور بے جھجک استعمال ہوتی ہیں، جو مختصر ہونے کے باوجود ایک خاص مفہوم رکھتی ہیں اور پڑھا لکھا اردو دان طبقہ ان تراکیب کو اپنی تحریر و تقریر میں اکثر و بیشتر استعمال کرتا ہے۔ ذیل میں ایسی تراکیب کی ایک نا تمام فہرست اور ان کا مفہوم دیا گیا ہے۔ ہمارے ہونہار طلبہ پر لازم آتا ہے کہ انھیں از بر کر لیں۔

تراکیب	مفہوم
گرگ آشنائی	بظاہر دوستی، بباطن دشمنی
زاہد سالوس	وہ شخص جو اپنی ظاہری وضع سے دھوکا دے
شاعرانہ تعلّی	شاعر کا شعر میں اپنی تعریف آپ کرنا
استہزائیہ انداز	ہنسی یا تمسخر اڑانے کا انداز
شیخ و شاب	بوڑھے اور جوان
قُوتِ لایموت	اس قدر خوراک جو زندگی قائم رکھنے کے لیے کافی ہو
رسمِ مشایعت	احترام سے کچھ دور ساتھ جانا
دخترِ رز	انگور کی بیٹی (شراب)
بنت العنب	انگور کی بیٹی (شراب)
ریشہ خطمی	بہت ہنسنے والا
آماج گاہ	میدانِ جنگ
ابرِ نیساں	بہار کے موسم کا بادل
آبِ آتش	سرخ شراب

ولندیزی گفتگو	ڈینگ کی گفتگو
جامِ سفال	مٹی کا پیالہ
آشفتہ حال	پریشان حال
مُرورِ ایّام	گزرے ہوئے دن، ماضی کا آئینہ
اِتمامِ حُجت	کسی امر میں آخری مرتبہ سمجھانا، حجت تمام کرنا
نانِ شعیر	جو کی روٹی
گرگِ باراں دیدہ	آزمودہ کار
فحوائے عبارت	عبارت کا مفہوم
کندۂ ناتراش	بے سلیقہ، اجڈ، گنوار
مستجاب الدعوات	جس کی دعا بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہو
پیرِ کنعاں	حضرت یعقوب
بسا اوقات	اکثر اوقات
بزِ اخفش	بے سوچے سمجھے ہاں میں ہاں ملانے والا
چاہِ زنخداں	ٹھوڑی کا گڑھا
صاحبِ فراش	وہ بیمار جو بستر سے اٹھ نہ سکے
دامِ تزویر	مکروفریب کا جال
دید وادید	ایک کا دوسرے کی ملاقات کو جانا
دعوتِ سمرقندی	پرتکلف ضیافت، نمائشی دعوت
دعوتِ شیراز	سادہ کھانا، بے تکلفی کی دعوت
روباہ خصال	مکروفریب سے کام لینے والا، لومڑی صفت
اربابِ نشاط	گانے بجانے والے لوگ

اشکِ بلبل	کسی شے کی خفیف مقدار
خدائی فوجدار	ہر بات میں ٹانگ اڑانے والا
الل ٹپ	بے سوچے سمجھے
یوسفِ بے کارواں	اکیلا
شاخِ زعفران	ہنسنا مسکرانا
پیرِ فرتوت	بہت بوڑھا
پیکِ اجل	موت کا قاصد
بے نیلِ مرام	ناکام و نامراد
طفلِ مکتب	ناتجربہ کار
نیا گانِ کہن	پرانے اجداد
شاخِ زیتون	امن و آشتی
قاطع الطریق	رہزن، ڈاکو
قابَ قوسین	نہایت قریب
اساطیر الاولین	اگلے وقتوں کے لوگوں کے قصے کہانیاں
سبزۂ بیگانہ	خودرو سبزہ
نرگسِ بیمار	مست آنکھ
چراغِ سحری	قریبِ مرگ
پُر آشفتہ	غصے سے بھرا ہوا
عذرِ لنگ	فضول عذر
تجاہلِ عارفانہ	جان بوجھ کر انجان بننا
جگت استاد	بہت بڑا کاریگر

ہم صفیر	ہم آواز
خلف الرشید	فرماں بردار بیٹا
ابن الوقت	موقع شناس
ابنائے وطن	اہلِ وطن، قوم کے بیٹے
احسنِ تقویم	انسان، بہترین ساخت
اکل کھرا	بدمزاج، مردم بیزار
اگیا بیتال	غولِ بیابانی، بھوت پریت
الم نشرح	مشہور، ظاہر، کھلم کھلا
النادر کالمعدوم (مقولہ)	کمیاب چیز نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے
الول کلول (ہ)	کھیل کود
اناپ شناپ	بغیر سوچے سمجھے، بے غور وفکر
ایطائے جلی	دو مصرعوں میں قافیوں کی تکرار جو خوب واضح ہو جیسے دردمند، حاجت مند
ایطائے خفی	دو مصرعوں میں قافیوں کی تکرار جو غیر واضح ہو جیسے: دانا، گویا
بطیبِ خاطر	خوشی کے ساتھ، رغبت کے ساتھ
بادیہ پیمائی	جنگل ویرانے میں پھرنا
جزوِ لاینفک	جو حصہ الگ نہ کیا جا سکے
خجستہ گام	مبارک قدم
دست کش	علیحدہ ہو جانے والا
مرگِ مفاجات	ناگہانی موت، اچانک موت
اپدیشک	ناصح، مبلّغ، باتونی
توانگری	مالداری

فلاحت	کھیتی باڑی
سخنوری	شاعری
ابنائے جنس	آدمی
فکر انگیز	خیال بڑھانے والی، قابلِ غور
لسانی کشمکش	زبان کا جھگڑا
خوگر	عادی
بادی النظر	سرسری نظر سے، دیکھتے ہی
فروعی مسائل	ثانوی مسائل
حبل المتین	مضبوط رسی، محکم وسیلہ
نقلی راہ	قابلِ عمل راستہ
اہلِ بینش	عقل مند لوگ
ملّتِ بیضا	کنایۃً مسلمان قوم
کسبِ کمال	کمال کا حاصل کرنا، ناموری
علمِ ہندسہ	جیومیٹری
مہندس	انجینئر
دائر وسائر	پھرنے والا، گردش کرنے والا
جونپور کا قاضی	بیوقوف، احمق

تیسرا باب

رموزِ اوقاف (Punctuation)

تعریف:

رموز ''رمز'' کی جمع ہے جس کے لغوی معنی ''اشارہ'' کے ہیں اور اوقاف ''وقف'' کی جمع ہے جس کے معنی ''توقف یا ٹھہراؤ'' کے ہیں۔ چنانچہ رموزِ اوقاف کے معنی ہوئے توقف یا ٹھہراؤ کے اشارے۔ رموزِ اوقاف سے مراد وہ علامات ہیں جو تحریر میں ایک جملے کو دوسرے جملے سے یا کسی جملے کے ایک حصے کو دوسرے حصوں سے علیحدہ کریں۔

وضاحت:

رموزِ اوقاف کی علامات کی مدد سے قاری کو معلوم ہو جاتا ہے کہ جملوں کو کس طرح پڑھنا ہے یا جملوں کے کن حصوں کو کس طرح ادا کرنا ہے اور کہاں کہاں اور کس کس قدر توقف کرنا ہے۔ اگر یہ علامتیں نہ ہوں تو عبارت مسلسل الفاظ و حروف کا ملغوبہ بن کر رہ جائے اور اس کا مفہوم سمجھنے میں دشواری پیش آئے اور نحوائے عبارت کے خلط ملط ہونے کا اندیشہ بھی باقی رہے۔ ان علامتوں کا ایک بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ ان کی وجہ سے نظر کو سکون ملتا ہے اور وہ تھکنے نہیں پاتی؛ دوسری بات یہ ہے کہ ذہن ہر جملے یا جملے کے ہر جزو کی اہمیت جان لیتا ہے اور عبارت کا مطلب سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔

رموزِ اوقاف کا آغاز عرب علمائے اندلس و دمشق نے کیا تھا۔ جہاں سے اہلِ یورپ نے ان کی تقلید کی اور تھوڑے سے تغیر سے ان ہی اوقاف کو اپنے یہاں رائج کر لیا۔ آج دنیا کی کم و بیش ہر ادبی زبان میں رموزِ اوقاف کے اظہار کے لیے کچھ نہ کچھ علامات مقرّر اور مستعمل ہیں۔ اردو میں رموزِ اوقاف کے طور پر بالعموم جو علامتیں استعمال کی جاتی ہیں، ان کے نام اور شکلیں حسبِ ذیل ہیں:-

نام علامت	شکل	انگریزی نام
سکتہ یا وقفِ خفیف	،	Comma
وقفہ یا نصف وقف	؛	Semi Colon
رابطہ یا وقفِ لازم	:	Colon
تفصیلیہ	:-	Colon & Dash
ختمہ یا وقفِ مطلق	۔	Full Stop
استفہامیہ یا سوالیہ	؟	Sign Of Interrogation
ندائیہ یا فجائیہ	!	Sign Of Exclamation

واوین	'' ''	Inverted Commas
خط	—	Dash
قوسین	( )	Brackets

سکتہ: ، (Comma)

رموزِ اوقاف میں یہ علامت سب سے کم توقف کے اظہار کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ جس لفظ کے بعد یہ علامت آئے وہاں قاری کو بغیر سانس ٹوٹے بالکل ذرا سی دیر کے لیے ٹھہرنا چاہیے۔ اس علامت کو وقفِ خفیف بھی کہا جاتا ہے۔ تحریر میں اس وقف کے استعمال کے بہت سے مواقع ہیں مگر بالعموم اس علامت کا استعمال اس وقت کیا جاتا ہے جب تحریر میں ایسے مسلسل الفاظ یا جملے آئیں جو ایک ہی ترکیب کے ہوں۔ مثلاً:

(i) کراچی، لاہور، پشاور اور کوئٹہ بالترتیب سندھ، پنجاب، خیبر پختونخواہ اور بلوچستان کے صدر مقام ہیں۔

(ii) گداگری کو مذہباً، اخلاقاً اور رسماً برا سمجھا جاتا ہے اور یہ طرزِ عمل عامیانہ، جاہلانہ اور سُوقیانہ ہے۔

(iii) دن ہو کہ رات، سفر ہو کر حضر، خَلوت ہو یا جَلوت، انسان کو چاہیے کہ وہ خدا کو نہ بھولے۔

(iv) نہ نو من تیل ہوگا، نہ رادھا ناچے گی۔

(v) میں کھیل کے میدان سے گھر آیا، نہایا، کپڑے بدلے، چائے پی اور سیر کو چلا گیا۔

(vi) سبق پھر پڑھ صداق[illegible] عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام، دنیا کی اِمامت کا

وقفہ ؛ (Semi Colon)

یہ علامت سکتہ سے ذرا زیادہ ٹھہراؤ کے لیے آتی ہے۔ اسے ''نصف وقف'' کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اس علامت کا استعمال تحریر میں عام طور پر دو موقعوں پر ہوتا ہے:

(ا) جب ایک طویل جملے میں کئی ایسے چھوٹے چھوٹے جملے آئیں جن میں مفہوم پورا پورا ادا نہ ہوتا ہو۔ تاکہ خلط مبحث نہ ہو جائے۔

(ب) جب کسی جملے کے مختلف اجزا پر زور دینا مقصود ہو۔

مثالیں:

(i) تم روئے اور ہمارا دل بے چین ہوا؛ تمھاری انگلی دکھی تو ہمارے دل پر چوٹ لگی؛ مصیبتیں ہم نے بھریں؛ تکلیفیں

ہم نے اٹھائیں؛ راتوں کو اٹھ اٹھ کر ہم بیٹھے؛ کندھے سے لگایا، چمکارا، لوریاں سنائیں؛ غرضیکہ جان، مال، آرام سب کچھ تمھارے لیے تج دیا؛ کیا اس کا یہی صلہ ہے؟

(ii) حالی کی مسدس، یادگارِ غالب، حیاتِ سعدی، حیاتِ جاوید؛ نذیر احمد کی مراۃ العروس، توبۃ النصوح، ابن الوقت، بنات النعش؛ شبلی کی الفاروق، المامون، موازنۂ انیس و دبیر، سیرت النبی ﷺ پڑھنے اور بار بار پڑھنے کے قابل کتابیں ہیں۔

(iii) جو کرے گا سو بھرے گا؛ جو بوئے گا سو کاٹے گا۔

(iv) آنا تو خفا آنا؛ جانا تو رُلا جانا۔

(v) جس نے محنت کی ہے؛ فقط اسی کا حق ہے کہ اپنی محنت کا صلہ پائے۔

رابطہ : (Colon)

اس علامت کا ٹھہراؤ وقفہ کے ٹھہراؤ سے قدرے زیادہ ہوتا ہے۔ اس علامت کو ''وقفِ لازم'' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ علامت ایسی جگہ لائی جاتی ہے جہاں وقف کرنا لازم ہو۔ عام طور پر اس وقف کا استعمال وہاں کیا جاتا ہے جب جملے کے کسی سابقہ خیال یا بات کی تشریح یا تصدیق کی جاتی ہے یا کسی مختصر مقولے، ضرب المثل یا کہاوت وغیرہ کو بیان کرنا ہو یا کسی خیال کو پورے طور پر ختم کرنے سے پہلے کوئی دوسرا خیال بیان کرنے لگیں۔ جیسے:

(i) سفر ہو یا حضر، دن ہو یا رات، کام ہو یا تفریح، ہمیشہ اور ہر جگہ اپنی صحت کا خیال رکھو: اگر کوئی نعمت ہے تو یہی ہے۔

(ii) کسی حکیم کا قول ہے: آپ کاج مہا کاج۔

(iii) بقول شاعر: عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے۔

(iv) سچ ہے: گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔

(v) بچوں کو تنہائی میں نصیحت کرنا چاہیے: سب کے سامنے نصیحت کرنے کا اثر الٹا ہوتا ہے۔

(vi) انسان کو بعضے کاموں کی قدرت ہے، بعضوں کی نہیں: وہ چل سکتا ہے، دوڑ سکتا ہے مگر اڑ نہیں سکتا۔

تفصیلیہ :- (Colon & Dash)

یہ علامت جیسا کہ اس کے نام ہی سے مترشح ہے، کسی بات کی تفصیل بیان کرنے سے پہلے استعمال ہوتی ہے۔ عام طور پر اس کے استعمال سے پہلے ''حسبِ ذیل'' یا ''مندرجہ ذیل'' وغیرہ کے الفاظ لائے جاتے ہیں یا ان کا محلِ استعمال ہوتا ہے۔ یہ علامت بالعموم کسی طویل اقتباس یا فہرست وغیرہ کو پیش کرنے سے پہلے بھی استعمال

ہوتی ہے۔ جیسے:

(i) ناریل کے بے شمار فائدے ہیں:- اس کا تیل جلاتے ہیں؛ کھانے میں ڈالتے ہیں؛ خول سے ڈونگے بناتے ہیں؛ ریشہ رسیوں کے بٹنے میں کام آتا ہے؛ کچا ہو تو اس کا پانی پیتے ہیں۔

(ii) کچھ میری روزانہ زندگی کا حال سنو:- علی الصباح اٹھا، ضروریات سے فارغ ہو کر، نہا دھو کر ناشتہ کیا، ڈاک دیکھی، اگر موسم خوشگوار ہوا تو چھڑی لے کر ٹہلنے چلا گیا، ورنہ گھر ہی میں رہا۔

(iii) پاکستان کے بڑے شہر یہ ہیں:-

(1) کراچی (2) حیدر آباد (3) ملتان (4) لاہور (5) فیصل آباد (6) راولپنڈی (7) پشاور......

(iv) صرف دولت کا ہونا خوشی کی دلیل نہیں ہے:- قارون ہی کو دیکھیے۔ اس کے پاس بے شمار دولت تھی لیکن......

(v) صبح کی سیر کے بہت سے فائدے ہیں، جن میں چند ایک حسبِ ذیل ہیں:-..........

(vi) اس بارے میں سر سید احمد خاں کا کہنا ہے:-..............

(vii) علامہ اقبال نے خطبۂ صدارت دیتے ہوئے فرمایا:-...............

ختمہ - (Full Stop)

جیسا کہ اس علامت کے نام ہی سے ظاہر ہے، یہ علامت تحریر میں جملے کے خاتمے پر اس وقت لگائی جاتی ہے جہاں ٹھہراؤ بھرپور ہوتا ہے۔ اس علامت کو وقفِ مطلق بھی کہا جاتا ہے۔ انگریزی میں اسے فل اسٹاپ (Full Stop) کہتے ہیں اور محض ایک نقطے سے ظاہر کرتے ہیں مگر جن زبانوں میں منقوط حروف کی کثرت ہو وہاں علامت التباس پیدا کرتی ہے، اس لیے چھوٹا سا خط لگا دیتے ہیں۔ اردو میں بھی اسے ایک چھوٹے سے خط سے ظاہر کرتے ہیں جو نقطے سے ذرا بڑا ہوتا ہے۔ مثلاً:

(i) دنیا دار العمل ہے۔

(ii) دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

(iii) میں ایک محنتی طالب علم ہوں۔

(iv) جب طبیعت خراب ہو تو کوئی کام دلجمعی سے نہیں ہو سکتا۔

(v) آج موسم بڑا خوشگوار ہے۔

اس علامت کے استعمال میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اسے ہمیشہ جملے کے اختتام ہی پر لگانا چاہیے۔ ایسی

جگہوں پر جہاں سکتہ، وقفہ، رابطہ یا تفصیلیہ کا محلِ استعمال ہو، یہ علامت نہ آنی چاہیے۔ اس طرح کی غلطی سے پڑھنے والے کو الجھن ہوتی ہے اور عبارت کا مفہوم بھی خلط ملط ہو سکتا ہے۔

سوالیہ ؟ (Sign of Interrogation)

یہ علامت، جیسا کہ اس کے نام ہی سے ظاہر ہوتا ہے، کسی سوالیہ لفظ یا سوالیہ جملے کے آخر میں لگائی جاتی ہے۔ اردو میں اسے ''استفہامیہ'' بھی کہتے ہیں۔ اس علامت سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی سوال کیا گیا ہے اور جب تک اس کا جواب نہ ملے خیال نامکمل رہتا ہے۔ یہ علامت فاء (ف) اور ہائے ہوز (ہ) کو ملا کر بنائی گئی ہے جس کا مادہ لفظ ''فہم'' ہے۔ یہ علامت بھی علمائے اندلس کی ایجاد ہے۔ اہلِ یورپ نے اسی کو ذرا سے تغیر سے جاری رکھا۔ مثلاً:

(i) کیا ہے؟

(ii) کہاں کا ارادہ ہے؟

(iii) کس کی باری ہے؟

(iv) کیا یہ ممکن ہے کہ آپ مجھ سے کل صبح میرے مکان پر ملیں؟

(v) آج کون سا دن ہے؟

(vi) کیا اس معاملے میں آپ میری مدد کریں گے؟

ندائیہ یا فجائیہ ! (Sign of Exclamation)

یہ علامت دراصل لفظ ''ندا'' کا مخفف ہے اور نون کا نقطہ اور الف ملا کر بنائی گئی ہے۔ یہ علامت دو مقاصد کے تحت استعمال کی جاتی ہے:-

الف۔ جب کسی کو ندا دینا، پکارنا یا خطاب کرنا مقصود ہو۔ جیسے:

(i) عزیز طلبہ! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے میری باتوں کو توجہ سے سنا۔

(ii) اے دوست! میں آپ کا احسان نہیں بھول سکتا۔

(iii) خدایا! میری آرزو پوری کر دے!

(iv) احمد! تم اِدھر آؤ۔

(v) اے بھائی! ذرا سنو۔

اس صورت میں یہ علامت ''ندائیہ'' کہلاتی ہے۔

ب۔ جب تحریر میں طبیعت کے کسی جذبہ یا جوش کو ظاہر کرنا مقصود ہو تو بھی یہی علامت استعمال ہوتی ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ الفاظ بلا اختیار یا خود بخود زبان سے نکل گئے ہیں۔ جیسے: غصہ، حقارت، استعجاب، تمنا، ادب، تعظیم، ندامت، خوف، تحسین و آفرین وغیرہ جذبات کے اظہار کے موقع پر۔ جذبات کی شدت کی مناسبت سے ایک سے زیادہ علامتیں بھی لگا دیتے ہیں۔ جیسے:

(i) اف! سخت تکلیف ہے۔

(ii) وہ اور رحم! اس کی امید فضول ہے۔

(iii) میں اور بزمِ مے سے یوں تشنہ کام آؤں!

(iv) محترم و معظم! سلام مسنون!

(v) بس! صاحب بس!! بہت ہو چکا، اب آپ خاموش ہو جائیے۔

واوین '' '' (Inverted Commas)

یہ علامت بالعموم دو مقاصد کے تحت استعمال ہوتی ہے:

(ا) اس علامت کا استعمال کسی کا قول اسی کے الفاظ میں نقل کرتے وقت یا کسی اقتباس کا اندراج کرتے وقت اُس قول یا اقتباس کی ابتدا اور اس کے آخر میں کیا جاتا ہے، جس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ واوین کے اندر والی عبارت قائل کے اصل الفاظ میں ہے۔ جیسے:

(i) اس نے جواب دیا: ''میں کل دس بجے صبح یہاں آؤں گا۔''

(ii) غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ
''آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میر نہیں''

(iii) قائداعظم کا فرمان: ''اتحاد، تنظیم اور یقینِ محکم'' ہمارے لیے آج بھی مشعلِ راہ ہے۔

(iv) باپ نے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: ''بیٹا! محنت کرو، محنت کا پھل ضرور ملے گا۔''

(v) میں نے ملازم سے کہا: ''جاؤ، میرا سامان ٹیکسی سے اتار لاؤ۔''

ب۔ یہ علامت ایسے لفظ یا جملے کے دونوں طرف بھی لگاتے ہیں، جس کی طرف خاص توجہ دلانا مقصود ہو۔ جیسے:

(i) پاس ہی ایک تانگا آ کر رکا، جس میں حکیم صاحب ''درج'' تھے۔

(ii) بیچارہ ندیم بہت ''غریب'' آدمی ہے۔ اس کے کارخانے میں فقط دو ہزار آدمی کام کرتے ہیں۔

(iii) ''بانگِ درا'' علامہ اقبال کا اوّلین اردو شعری مجموعہ ہے۔

قوسین ( ) { } [ ] (Brackets)

اس علامت کو جس کے لیے انگریزی میں لفظ بریکٹ استعمال ہوتا ہے، کسی عبارت میں لفظِ معترضہ یا جملۂ معترضہ کے دونوں طرف لگاتے ہیں۔ اس طرح وہ لفظ یا جملہ اس عبارت سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ اردو میں قوسین اور خط کا استعمال ایک ہی ہے اور یہ لکھنے والے کی مرضی ہے کہ وہ خواہ قوسین استعمال کرے خواہ خط۔ قوسین کے استعمال کرنے میں اس بات کا بہت خیال رکھنا چاہیے کہ ان کے بے جا استعمال سے عبارت بے ربط نہ ہو جائے۔ بہت سے لکھنے والے اس بات کی پروا نہیں کرتے اور اکھڑے اکھڑے جملے بہت دیکھنے میں آتے ہیں۔

(i) میرا گھر (مکان کا وہ حصہ جس میں میری سکونت ہے) بوسیدہ ہو گیا ہے۔

(ii) محمود علی صاحب کو (جن کے بڑے بھائی تحصیل دار ہیں) میں نے کل موٹر سائیکل پر جاتے دیکھا تھا۔

(iii) خواجہ میر اثر (مثنوی ''خواب و خیال'' کے مصنف) خواجہ میر درد کے چھوٹے بھائی تھے۔

خط — (Dash)

یہ علامت بھی، جو ایک چھوٹے سے خطِ مستقیم یا لکیر کی صورت میں لکھی جاتی ہے، قریب قریب اسی طور استعمال ہوتی ہے جو قوسین کا محلِ استعمال ہے۔ یعنی اسے بھی لفظِ معترضہ یا جملۂ معترضہ کے پہلے اور آخر میں لگاتے ہیں۔ جیسے:

(i) اب تو اسی تنخواہ میں — وہ جتنی بھی ہے — گزارہ کرنا ہوگا۔

(ii) اسامہ — نہ صرف اسامہ بلکہ اس کا سارا خاندان — انتہائی شریف ہے۔

(iii) میری رائے تو — اگرچہ میں کیا اور میری رائے کیا — یہ ہے کہ آپ اس کام سے دستبردار ہو جائیں۔

(iv) وہ دکان — جو آپ کی ملکیت ہے — مجھے کرایہ پر درکار ہے۔

(v) آگ لگی تو سارا مکان — اینٹ، چونا، سامان، لکڑیاں — جل کر خاک ہو گیا۔

❁❁

چوتھا باب

تلخیص نگاری

تلخیص نگاری کے کچھ رہنما اصول

تلخیص کرتے وقت مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھنا ضروری ہے:۔

- عنوان ضرور دیں اور فقط ایک عنوان لکھیں۔ ایک عنوان سے اعتماد ظاہر ہوتا ہے اور متبادل عنوانات نہ دیں۔
- سب سے بہتر عنوان وہ ہوتا ہے جو اصل اقتباس پڑھنے کے بعد ذہن سے نکلے، بصورتِ دیگر اس ضمن میں اصل اقتباس کا پہلا یا آخری جملہ پڑھ لینا بھی سود مند ثابت ہو سکتا ہے۔
- تلخیص اصل اقتباس کے ایک تہائی سے زیادہ ہرگز نہ ہونی چاہیے لیکن اس ضمن میں اصل اقتباس کے لفظوں یا جملوں کو گننا اور انھیں تین پر تقسیم کرنا بیکار کا عمل اور عبث ہے۔ اصل یہ ہے کہ تلخیص ایک تہائی ہونی چاہیے، ایک آدھ جملہ کم کیا اور زیادہ کیا۔
- تلخیص میں، جہاں تک ممکن ہو، جامع قسم کے الفاظ (Qne Word) کا استعمال کرنا چاہیے۔
- تلخیص میں ایک مفہوم کو دو طرح سے ادا نہیں کیا جاتا۔ یہاں تک مترادف تراکیب یا مترادف مرکباتِ عطفی قبیل کے الفاظ مثلاً: عدل و انصاف، جرأت و ہمت، لطف و کرم اور جود و سخا وغیرہ بھی استعمال نہیں کیے جاتے۔
- تلخیص میں تشبیہ یا مثال دینا بھی زبوں ہوتا ہے۔
- اگر اصل اقتباس میں ایک دو اسمِ معرفہ قبیل کے الفاظ (Proper Nouns) آئے ہیں تو وہ تلخیص میں بھی ضرور آجائیں گے۔
- اگر اصل اقتباس دو یا دو سے زیادہ ضمنی اقتباسات میں منقسم ہے تو تلخیص بہر طور فقط ایک پیراگراف کی صورت میں لکھی جائے گی۔
- اگر اصل اقتباس کے آخر میں مصنف کا نام درج ہے تو تلخیص کا پہلا جملہ اسی کے نام سے شروع ہوگا۔
- یاد رہے کہ تلخیص کا عمل دراصل تشریح کا متضاد عمل ہے یعنی کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مفہوم ادا کیا جاتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ تلخیص کے تمام جملے ایک دوسرے سے پیوست ہوں اور خود طبع نظر آئیں۔

پیراگراف کی تلخیص سے قبل چند جملوں کی تلخیص ملاحظہ ہو:

1- جملہ: میں نے آج سولہ ستمبر 2013ء بروز پیر کالج میں اردو کے مضمون کا ٹیسٹ دیا۔
تلخیص: آج کالج میں ٹیسٹ دیا۔

2- جملہ: گزشتہ دنوں اتوار کے روز ہم نے اپنے بہن بھائیوں کے ہمراہ چڑیا گھر دیکھا۔
تلخیص: ہم نے چڑیا گھر دیکھا۔

3- جملہ: وہ صاحب جوں ہی مجھے کہیں ملتے ہیں، میں ان سے تمھارے بارے میں تفصیلی بات کروں گا۔
تلخیص: میں ان سے بات کروں گا۔

4- جملہ: جنابِ عالی! میں حقیر پُرتقصیر آپ کی ہر بات پر سرِ تسلیم خم کرتا ہوں۔
تلخیص: مجھے آپ سے مکمل اتفاق ہے۔

❁❁

تلخیص شدہ اقتباسات

(1)

"بڑی گرمی پڑ رہی تھی۔ دور دراز کے سفر سے واپس آ رہا تھا۔ علی گڑھ اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر اترا ہی تھا کہ ایک عزیز نے کہا۔ ڈاکٹر اقبال کا انتقال ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے لیے کچھ ایسا معلوم ہوا جیسے پلیٹ فارم کی ہر چیز تو موجود ہے لیکن اس کی نہ کوئی آواز ہے اور نہ اس میں کوئی حرکت۔ یہ بات صرف ایک آن کے لیے تھی، آسیائے گردشِ ایام ایک آن کے لیے رک سی گئی۔ لیکن فوراً ہی پھر رواں ہو گئی۔ زندگی اپنے تمام ہنگاموں کے ساتھ رواں دواں نظر آنے لگی۔ مکان واپس آیا۔ نہ نہانا اچھا معلوم ہوا، نہ کھانے کو جی ہوا، جیسے نفس اپنے مطالبات چھوڑ بیٹھا تھا۔ تھوڑی دیر کے لیے کمرہ بند کر کے لیٹ رہا۔" (رشید احمد صدیقی)

عنوان: علامہ اقبال کی وفات پر

تلخیص: علی گڑھ اسٹیشن پر اترتے ہی اقبال کی وفات کی خبر ملی۔ ایک لمحے کے لیے چکرا سا گیا۔ یوں محسوس ہوا جیسے چاروں طرف سناٹے اور جمود کی کیفیت طاری ہے۔ حواس کچھ بحال ہوئے تو گھر پہنچا، مگر طبیعت بے حد اداس تھی، خاموشی سے لیٹ گیا۔

(2)

سرسید نے اپنے خیالات کے ظاہر کرنے میں بناوٹ اور تصنع کو کبھی دخل نہیں دیا۔ جس سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ ابتدا میں مطالب نگاری شروع کی تھی، غدر کے زمانے تک جو کہ تقریباً اکیس برس ہوتا ہے، اپنے سیدھے سادے نیچرل اسٹائل (قدرتی اسلوب) میں ہر قسم کی تحریریں کیا کتابیں، کیا مضامین، کیا مقدمات کے فیصلے اور تحریریں برابر لکھتے رہے۔ اس میں بیس سال کی مشق اور مہارت نے جو کہ ایک انداز پر متصل جاری رہی، ضرور ہے کہ ان کے قلم نے ہر مطالب کے ادا کرنے پر پیچیدہ مضمون کے سلجھانے کی ایک غیر معمولی طاقت پیدا کر دی ہوگی۔

عنوان: سرسید کی سادہ نویسی

تلخیص: سرسید کا انداز تحریر ہمیشہ عام فہم رہا۔ مسلسل بیس سال تک وہ اپنے خیالات کو بے تکلفی کے ساتھ سیدھی سادی زبان میں بیان کرتے رہے۔ چنانچہ انھیں ہر طرح کے مشکل مطالب ادا کرنے میں بھی مہارت حاصل ہو گئی۔

(3)

سکون کا دور ہو یا انقلاب، زندگی کے ہر شعبے میں ارتقا کا عمل جاری رہتا ہے۔ یہ انسان پہلے بھی تھا مگر حیوانات سے بہت قریب۔ تہذیب و تمدن کی جو کارفرمائیاں آج ہمارے سامنے ہیں پہلے کہاں تھیں۔ انسان صدیوں پیدل چلتا رہا، پھر کسی جانور پر سوار ہوا۔ پھر اس نے گاڑی بنائی، پھر ریل، پھر طیارہ، غاروں میں رہتے رہتے وہ عالی شان محلوں میں رہنے لگا۔ کبھی عریانی اس کا لباس تھی پھر درختوں کے پتے ستر پوش ہوئے اور اب کیسے کیسے نادر لباس اس کے پاس ہیں۔ اس کی زبان نے بھی اسی طرح ترقی کی اور کر رہی ہے۔ پہلے بولیاں بنیں پھر بولیاں زبان بن گئیں اور اس میں علم و حکمت کے صحیفے تیار ہوئے۔

عنوان: تہذیب کا ارتقا

تلخیص: زندگی میں ارتقا کا عمل ہمیشہ سے جاری ہے۔ انسان پہلے حیوانوں سے ممیز ہوا۔ پھر طرح طرح کی سواریاں ایجاد کیں۔ جھونپڑے محل بنے، عریانی ڈھانپنے کے لیے عمدہ لباس وضع ہوئے اور بولیاں زبانوں میں تبدیل ہو کے قیمتی ادب پاروں سے مزین ہوئیں۔

JOIN ME FOR EASY ACCESS TO EBOOKS & NOTES
+92-310-545-450-3
Css Aspirants ebooks & Notes
https://m.facebook.com/groups/458184410965870
Css Aspirants Forum
https://t.me/CssAspirantsForum
Rules of the group.
*No irrelevant text/pic Islamic pic/videos
*No Smiley No Pm otherwise Removed + Blocked
*Personal text w/o Mutual consent Consider harassment.
Separate Group For Females with verfication
The CSS Group does not hold any rights on shared the Books & Notes
I,m not Responsible for Copyrights.
This book/notes downloaded from the internet.

(4)

مایوسی اور نا امیدی گناہ ہے۔ آدمی کو برے حالات میں ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔ جرأت کا مظاہرہ کرتے رہنے سے ایک نہ ایک دن حالات بدل جاتے ہیں۔ لیکن آدمی نا امید ہو کر زمانے کی دِوڑ سے کنارہ کش ہو جائے تو یہ اقدام بزدلی میں شمار ہوتا ہے۔ ایسا شخص جو دریا کی گہرائی میں پہنچ چکا ہو تو بھی حکمت کا تقاضا ہے کہ ہاتھ پاؤں مارتا رہے۔ ممکن ہے اللہ کی رحمت سے اسے کسی تنکے کا سہارا مل جائے اور وہ بچ نکلے۔ لیکن یہ کسی اعتبار سے درست نہیں کہ آدمی معمولی ابتری میں مایوس ہو جائے اور کچھ کرنے کی بجائے حالات کا رونا روتا رہے۔

عنوان: مایوسی گناہ ہے

تلخیص: دشوارتر حالات میں بھی ہمت ہارنا بزدلی ہے۔ ہمیں تلخ حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے کیوں کہ بیچ منجدھار میں بھی کوشش کرنے سے بچنے کی سبیل نکل سکتی ہے۔ رحمت خداوندی سے مایوسی گناہِ کبیرہ ہے۔

(5) ✓

''ایک دن شیخ محمد اقبال نے مجھ سے کہا کہ اُن کا ارادہ مُصمّم ہو گیا ہے کہ وہ شاعری کو ترک کر دیں اور قسم کھالیں کہ شعر نہیں کہیں گے اور جو وقت شاعری میں صرف ہوتا ہے، اسے کسی اور مفید کام میں صرف کریں گے۔ میں نے ان سے کہا کہ ان کی شاعری ایسی شاعری نہیں ہے، جسے ترک کرنا چاہیے بلکہ ان کے کلام میں وہ تاثیر ہے، جس سے ممکن ہے کہ ہماری درماندہ قوم اور کم نصیب ملک کا علاج ہو سکے۔ اس لیے ایسی مفید خداداد طاقت کو بیکار کرنا درست نہ ہوگا۔ شیخ صاحب کچھ قائل ہوئے، کچھ نہ ہوئے اور یہ قرار پایا کہ آرنلڈ صاحب کی رائے پر آخری فیصلہ چھوڑا جائے۔ اگر وہ مجھ سے اتفاق کریں تو شیخ صاحب اپنے ارادۂ ترکِ شعر کو بدل دیں اور اگر وہ شیخ صاحب سے اتفاق کریں تو ترکِ شعر اختیار کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ علمی دنیا کی خوش قسمتی تھی کہ آرنلڈ صاحب نے مجھ سے اتفاق رائے کیا اور فیصلہ یہی ہوا کہ اقبال کے لیے شاعری کو چھوڑنا جائز نہیں اور جو وقت وہ اس شغل کی نذر کرتے ہیں، وہ ان کے لیے بھی مفید ہے اور ان کے ملک و قوم کے لیے بھی مفید ہے۔''
(سر عبدالقادر)

عنوان: اقبال کا ارادۂ ترکِ شعر

تلخیص: سر عبدالقادر لکھتے ہیں کہ ایک بار شیخ محمد اقبال نے ترکِ شاعری کے ارادے کا اظہار کیا تو میں نے انھیں باور کرانے کی کوشش کی کہ ان کی شاعری تو قوم کے لیے بڑی مفید ہے، اسے نہ چھوڑیں۔ وہ نہ مانے مگر جب پروفیسر آرنلڈ نے میری رائے کی تائید کی تو انھیں اپنا ارادہ بدلنا پڑا۔

تلخیص کے لیے اقتباسات

✓ 6- ''اوّل اوّل جو نظمیں پڑھی جاتی تھیں، تحت اللفظ پڑھی جاتی تھیں اور اس طرز میں بھی ایک لطف تھا مگر بعض دوستوں نے ایک مرتبہ جلسۂ عام میں شیخ محمد اقبال سے بہ اصرار کہا کہ وہ نظم ترنّم سے پڑھیں۔ ان کی آواز قدرتاً بلند اور خوش آیند ہے، طرزِ ترنّم سے بھی خاصے واقف ہیں۔ ایسا سماں بندھا کہ سکوت کا عالم چھا گیا اور لوگ جھومنے لگے۔ اس کے دو نتیجے ہوئے: ایک تو یہ کہ ان کے لیے تحت اللفظ پڑھنا مشکل ہو گیا۔ جب کبھی پڑھیں، لوگ اصرار کرتے ہیں کہ لَے سے پڑھا جائے اور دوسرا یہ کہ پہلے تو خواص ہی ان کے کلام کے قدر دان تھے اور اس کو سمجھ سکتے تھے، اس کشش کے سبب عوام بھی کھنچ آئے۔ لاہور میں جلسۂ حمایتِ اسلام میں جب اقبال کی نظم پڑھی جاتی ہے تو دس دس ہزار آدمی ایک وقت میں جمع ہوتے ہیں اور جب تک نظم پڑھی جائے، لوگ دم بخود بیٹھے رہتے ہیں۔ جو سمجھتے ہیں، وہ بھی محو اور جو نہیں سمجھتے، وہ بھی محو ہوتے ہیں۔''
(سر عبدالقادر)

✓ 7- ''بظاہر جس چھوٹے سے واقعہ سے اقبال کی فارسی گوئی کی ابتدا ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ ایک دوست کے ہاں مدعو تھے، جہاں ان سے فارسی اشعار سنانے کی فرمائش ہوئی اور پوچھا گیا کہ وہ فارسی شعر بھی کہتے ہیں یا نہیں۔ انھیں اعتراف کرنا پڑا کہ انھوں نے سوائے ایک آدھ شعر کبھی کہنے کے فارسی لکھنے کی کوشش نہیں کی۔ مگر کچھ ایسا وقت تھا کہ اس فرمائش نے ایسی تحریک ان کے دل میں پیدا کی کہ دعوت سے واپس آ کر بستر پر لیٹے ہوئے باقی وقت وہ شاید فارسی اشعار کہتے رہے اور صبح اٹھتے ہی جو مجھ سے ملے تو دو تازہ غزلیں فارسی میں تیار تھیں، جو انھوں نے زبانی مجھے سنائیں۔ ان غزلوں کے کہنے سے انھیں اپنی فارسی گوئی کی قوّت کا حال معلوم ہوا، جس کا پہلے انھوں نے اس طرح امتحان نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد ولائت سے واپس آنے پر گو کبھی کبھی اردو کی نظمیں بھی کہتے تھے مگر طبیعت کا رُخ فارسی کی طرف ہو گیا۔''
(سر عبدالقادر)

✓ 8- ''انگریزی بالکل نہیں جانتے تھے مگر انگریزی اصطلاحات پر پورے حاوی تھے۔ یہی نہیں بلکہ یہاں تک جانتے تھے کہ اس لفظ کے ٹکڑے کیا ہیں، ان ٹکڑوں کی اصل کیا ہے اور اس اصل کے کیا معنی ہیں۔ اس بلا کا حافظہ لے کر آئے تھے کہ ایک دفعہ کوئی لفظ سنا اور یاد ہو گیا۔ الفاظ کے ساتھ انھوں نے اس پر بھی بہت غور کیا تھا کہ انگریزی میں اصطلاحات بنانے میں کن اصولوں کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ انھی اصولوں کو وہ اردو کی اصطلاحات وضع کرنے میں

کام میں لائے اور ہمیشہ کامیاب ہوئے۔ میری کیا، اس وقت سب کی رائے یہی ہے کہ اصطلاحات بنانے میں مولوی وحید الدین سلیم اپنا جواب نہیں رکھتے تھے اور اب اُن کے بعد اُن کا بدل ملنا دشوار تو کیا ناممکن ہے۔"

(مرزا فرحت اللّٰہ بیگ)

❁

9- "مولوی نذیر احمد کو محاوروں کے استعمال کا حد سے زیادہ شوق تھا۔ تحریر میں ہو یا تقریر میں، وہ محاوروں کی ٹھونسم ٹھانس سے عبارت کو بے لطف کر دیتے تھے۔ خدا معلوم انھوں نے محاوروں کی کوئی فرہنگ تیار کر رکھی تھی یا کیا کہ ایسے ایسے محاورے ان کی زبان اور قلم سے نکل جاتے تھے کہ جو نہ کبھی دیکھے نہ سنے۔ ان کی عبارت کی روانی اور بے ساختگی کا جواب دوسری جگہ ملنا مشکل ہے مگر چلتے چلتے راستے میں عربی الفاظ کے روڑے ہی نہیں بچھاتے تھے، پہاڑ رکھ دیتے تھے۔ غرض یہ تھی کہ لوگ یہ جان لیں کہ میں دہلی والا ہی نہیں ہوں، مولوی بھی ہوں۔ بہر حال اُن کی تحریر کا ایک خاص رنگ ہے اور اس کی نقل اتارنا مشکل اور بہت مشکل ہے۔" (مرزا فرحت اللّٰہ بیگ)

❁

10- وہ اپنے ایک ایک پودے کے پاس بیٹھتا۔ ان کو پیار کرتا، جُھک جُھک کے دیکھتا اور ایسا معلوم ہوتا گویا اُن سے چپکے چپکے باتیں کر رہا ہے۔ جیسے جیسے وہ بڑھتے اور پھلتے پھولتے، اس کا دل بھی بڑھتا اور پھولتا تھا۔ اُن کو توانا اور ٹانٹھا دیکھ کر اس کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ جاتی۔ کبھی کبھی کسی پودے میں اتفاق سے کیڑا لگ جاتا یا کوئی اور روگ پیدا ہو جاتا تو اسے بڑا فکر ہوتا۔ بازار سے دوائیں لاتا، باغ کے داروغہ یا مجھ سے کہہ کر منگاتا، دن بھر اس میں لگا رہتا اور اس پودے کی ایسی سیوا کرتا جیسے کوئی ہمدرد اور نیک دل ڈاکٹر اپنے عزیز بیمار کی کرتا ہے۔ ہزار جتن کرتا اور اسے بچا لیتا اور جب تک وہ تندرست نہ ہو جاتا، اسے چین نہ آتا۔ اس کے لگائے ہوئے پودے ہمیشہ پروان چڑھے اور کبھی کوئی پیڑ ضائع نہ ہوا۔

❁

11- جب کبھی مجھے نام دیو کا خیال آتا ہے تو میں سوچتا ہوں کہ نیکی کیا ہے اور بڑا آدمی کسے کہتے ہیں۔ ہر شخص میں قدرت نے کوئی نہ کوئی صلاحیت رکھی ہے۔ اس صلاحیت کو درجۂ کمال تک پہنچانے میں ساری نیکی اور بڑائی ہے۔ درجۂ کمال تک نہ کبھی کوئی پہنچا ہے نہ پہنچ سکتا ہے۔ لیکن وہاں تک پہنچنے کی کوشش ہی میں انسان، انسان بنتا ہے، یہ سمجھو کندن ہو جاتا ہے۔ حساب کے دن جب اعمال کی جانچ پڑتال ہوگی، خدا یہ نہیں پوچھے گا کہ تو نے کتنی اور کس کی پوجا پاٹ یا عبادت کی، وہ کسی کی عبادت کا محتاج نہیں۔ وہ پوچھے گا تو یہ پوچھے گا کہ میں نے جو استعداد تجھ میں

ودیعت کی تھی، اسے کمال تک پہنچانے اور اس سے کام لینے میں تُو نے کیا کیا اور خلق اللّٰہ کو اس سے کیا فیض پہنچایا۔ اگر نیکی اور بڑائی کا یہ معیار ہے تو نام دیو نیک بھی تھا اور بڑا بھی۔

❁

12- اگرچہ اس میں شک نہیں کہ جس طرح شعر میں جدّت پیدا کرنی اور ہمیشہ نئے اور اچھوتے مضامین پر طبع آزمائی کرنی شاعر کا کمال ہے، اسی طرح ایک مضمون کو مختلف پیرایوں اور متعدد اسلوبوں میں بیان کرنا بھی کمالِ شاعری میں داخل ہے۔ لیکن جب ایک ہی مضمون ہمیشہ نئی صورت میں دکھایا جاتا ہے تو اس میں تازگی باقی نہیں رہتی۔ ہر مضمون کے چند محدود پہلو ہوتے ہیں۔ جب وہ تمام پہلو ہو چکتے ہیں تو اس مضمون میں تنوّع کی گنجائش نہیں رہتی۔ اب بھی اگر اسی کو چھیڑے چلے جائیں گے تو بجائے تنوّع کے تکرار اور اعادہ ہونے لگے گا۔ بہروپیا دو چار روپ بھر کر لوگوں کو شبہے میں ڈال سکتا ہے مگر پھر اس کی قلعی کُھل جاتی ہے۔ ہر کوئی اس کو دُور ہی سے دیکھ کر پہچان لیتا ہے کہ بہروپیا ہے۔

❁

13- مشاغل دنیوی میں انہماک کے سبب جو قوتیں سو جاتی ہیں، شعر ان کو جگاتا ہے اور ہمارے بچپن کے ان خالص اور پاک جذبات کو، جو لوثِ غرض کے داغ سے منزّہ اور مُبرّا تھے، پھر تر و تازہ کرتا ہے۔ دنیوی کاموں کی مشق اور ممارست سے بے شک ذہن میں تیزی آ جاتی ہے مگر دل بالکل مر جاتا ہے۔ جب کہ افلاس میں قوتِ لایموت کے لیے یا تونگری میں جاہ و منصب کے لیے کوشش کی جاتی ہے اور دنیا میں چاروں طرف خود غرضی دیکھی جاتی ہے۔ اس وقت انسان کو سخت مشکلیں پیش آتیں، اگر اس کے پاس کوئی ایسا علاج نہ ہوتا جو دل کے بہلانے اور تر و تازہ کرنے میں چپکے ہی چپکے مگر نہایت قوّت کے ساتھ افلاس کی صورت میں مرہم اور تونگری کی صورت میں تریاق کا کام دے سکے۔ یہ خاصیت خدا نے شعر میں ودیعت کی ہے۔ وہ ہم کو محسوسات کے دائرے سے نکال کر گذشتہ اور آیندہ حالتوں کو ہماری موجودہ حالت پر غالب کر دیتا ہے۔ شعر کا اثر محض عقل کے ذریعے سے نہیں بلکہ زیادہ تر ذہن اور ادراک کے ذریعے سے اخلاق پر ہوتا ہے۔

❁

14- شعرا کی قدر تمام دنیا میں ہمیشہ سے ہوتی آئی ہے۔ سلطنتوں نے ہمیشہ ان کی قدر کی ہے اور قوموں نے ان کے دل بڑھائے ہیں۔ عرب میں شاعر قوم کی آبرو سمجھا جاتا تھا۔ جب کسی قبیلے میں کوئی شخص شاعری میں ممتاز ہوتا تھا تو اور قبیلوں کے لوگ اس قبیلے کو آ کر مبارک باد دیتے تھے اور سب مل کر خوشیاں کرتے تھے۔ قبیلے کی عورتیں اپنے بیاہ

کے زیور پہن پہن کر آتی تھیں اور فخریہ اشعار گاتی تھیں کہ ہم میں ایسا شخص پیدا ہوا، جو تمام قبیلے کی ناک رکھنے والا، ان کے نسب اور زبان کی حفاظت کرنے والا اور ان کے کارہائے نمایاں اخلاف و اعقاب تک پہنچانے والا ہے۔ شعرا کی ناز برداری یہاں تک کی جاتی تھی کہ اگر کوئی محال سوال کر بیٹھتا تو بھی صراحتاً اس کو رد نہ کیا جاتا تھا۔

❁

-15 روما کے مشہور شاعر ورجل کے حال میں لکھا ہے کہ صبح کو اپنے اشعار لکھواتا تھا اور دن بھر ان پر غور کرتا تھا اور ان کو چھانٹتا تھا اور یہ بات کہا کرتا تھا کہ: ''ریچھنی بھی اسی طرح اپنے بدصورت بچوں کو چاٹ چاٹ کر خوبصورت بناتی ہے۔''
ارسطو شاعر جس کے کلام میں مشہور ہے کہ کمال بے ساختگی اور آمد معلوم ہوتی ہے، اس کے مسوّدے اب تک فریرا، علاقہ اٹلی میں محفوظ ہیں۔ ان مسوّدوں کو دیکھنے والے کہتے ہیں کہ جو اشعار اس کے نہایت صاف اور سادے معلوم ہوتے ہیں، وہ آٹھ آٹھ دفعہ کاٹ چھانٹ کرنے کے بعد لکھے گئے ہیں۔
ملٹن بھی اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ نہایت سخت محنت اور جاں فشانی سے نظم لکھی جاتی ہے اور نظم کی ایک ایک بیت میں اس کے سڈول ہونے سے پہلے کتنی ہی تبدیلیاں پے در پے کرنی پڑتی ہیں۔

❁

-16 ''غزل کی اصلاح تمام اصنافِ سخن میں سب سے زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ قوم کے لکھے پڑھے اور اَن پڑھ سب غزل سے مانوس ہیں۔ بچے، جوان اور بوڑھے سب تھوڑا بہت اس کا چٹخارہ رکھتے ہیں۔ وہ شادی بیاہ کی محفلوں میں، وجد و سماع کی مجلسوں میں، لہو و لعب کی صحبتوں میں، تکیوں اور رمنوں میں برابر گائی جاتی ہے۔ اس کے اشعار ہر موقع اور ہر محل پر بطور سند یا تائید کلام کے پڑھے جاتے ہیں۔ جو لوگ کتاب کے مطالعہ سے گھبراتے ہیں اور نثر یا نظم میں لمبے چوڑے مضمون پڑھنے کا دماغ نہیں رکھتے، وہ بھی غزل کے دیوان شوق سے پڑھتے ہیں۔ جس آسانی سے غزل کے اشعار ہر شخص کو یاد ہو سکتے ہیں، کوئی کلام یاد نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں ہر مضمون دو مصرعوں پر ختم اور سلسلۂ بیان منقطع ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو صنف قوم میں اس قدر دائر و سائر اور مرغوبِ خاص و عام ہو، اس کا اثر قومی مذاق اور قومی اخلاق پر جس قدر ہو تھوڑا ہے۔ اس لیے ہمارے نزدیک شعرا کو سب سے پہلے غزل کی اصلاح کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔'' (مولانا حالی)

❁

-17 ایک شخص میں اپنی مدد آپ کرنے کا جوش اس کی سچّی ترقی کی بنیاد ہے اور جب کہ یہ جوش بہت سے شخصوں میں پایا جاتا ہے تو وہ قومی ترقی اور قومی طاقت اور قومی مضبوطی کی جڑ ہے۔ جب کہ کسی شخص کے لیے یا کسی گروہ کے لیے کوئی دوسرا کچھ کرتا ہے تو اس شخص میں سے یا اس گروہ میں سے وہ جوش اپنی آپ مدد کرنے کا کم ہو جاتا ہے اور ضرورت

اپنی آپ مدد کرنے کی اس کے دل سے مٹتی جاتی ہے اور اس کے ساتھ غیرت جو ایک نہایت عمدہ قوت انسان میں ہے اور اسی کے ساتھ عزّت جو اصلی چمک دمک انسان کی ہے از خود جاتی رہتی ہے اور جب کہ ایک قوم کی قوم کا یہ حال ہو تو وہ ساری قوم دوسری قوموں کی آنکھ میں ذلیل اور بے عزّت ہو جاتی ہے۔

❁

-18 ''بعض قابلِ ادب بزرگوں کا قول ہے کہ جس طرح اصلی دوستی دنیا میں ناپید ہے اسی طرح آپس کا اتفاق بھی ناممکن ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ تمام انسانوں کی طبائع اور ان کے اغراض مختلف ہیں تو ضرور ہے کہ وہ ایک دوسرے کے مخالف ہوں۔ کوئی قوم مہذّب یا نامہذّب ایسی نہیں پائی جائے گی جس میں باہمی حسد و نفاق، عداوت اور باہمی حقارت نہ پائی جاتی ہو۔ ہاں! یہ بات سچ ہے، مگر جس اتفاق پر ہم بحث کرتے ہیں وہ شخصی اتفاق نہیں ہے، بلکہ قومی اتفاق ہے۔ ہمارے آپس میں بہ مقتضائے بشریت گو کیسا ہی نفاق ہو، جو خدا کے نزدیک ایک سخت گناہ ہے، مگر وہ قومی اتحاد اور قومی اتفاق کا مانع نہیں ہے۔ قومی بھلائی یا قومی برائی کا اثر قوم کے تمام لوگوں پر پہنچتا ہے، اس لیے جلبِ منفعت یا دفعِ مضرت میں سب لوگ متفق ہو جاتے ہیں اور شخصی تنازعات کا اس وقت کچھ اثر باقی نہیں رہتا ہے۔''
(سرسید احمد خاں)

❁

-19 ''انسان جب اپنی ہستی پر نظر ڈالے گا تو اپنے میں دو حصّے پائے گا: ایک حصّہ خدا کا اور ایک حصّہ اپنے ابنائے جنس کا۔ انسان کا دل یا اس کا اعتقاد یا مختصر سے الفاظ میں یوں کہو کہ اس کا مذہب خدا کا حصہ ہے جس میں دوسرا کوئی شریک نہیں۔ اس کے عقائد کی جو کچھ بھلائی یا برائی ہو، اس کا معاملہ اس کے خدا کے ساتھ ہے۔ نہ بھائی اس میں شریک ہے، نہ بیٹا، نہ دوست، نہ آشنا اور نہ قوم۔ پس ہم کو اس بات سے، جس کا اثر ہر ایک کی صرف ذات تک محدود ہے اور ہم سے کچھ تعلق نہیں ہے، کچھ بھی تعلق رکھنا نہیں چاہیے۔ ہم کو کسی شخص سے اس خیال پر کہ وہ شیعہ ہے یا سُنّی، وہابی ہے یا بدعتی، لامذہب ہے یا مقلّد یا نیچری یا اس سے بھی کسی بدتر لقب کے ساتھ مُلقّب ہے، جب کہ وہ خدا و خدا کے رسول کو برحق جانتا ہے، کسی قسم کی عداوت و مخالفت رکھنی نہیں چاہیے بلکہ اس کو بھی بھائی اور کلمے کا شریک سمجھنا اور اس اخوّت کو، جس کو خدا نے قائم کیا ہے، قائم رکھنا چاہیے۔''
(سرسید احمد خاں)

❁

-20 اردو بلاشبہ ایک مُرکّب زبان ہے لیکن ہندی نژاد ہے، جس پر عربی، ترکی، فارسی اور انگریزی کے اثرات سب سے زیادہ ہیں۔ مختلف زبانوں کے الفاظ بنیادی عناصر کی صورت میں اس کثرت سے اور اس طرح اردو میں داخل ہو گئے ہیں کہ اب انھیں اس مُرکّب سے علیحدہ کرنا محال ہے اور شاید اسی وجہ سے اردو کا یہ مزاج بن گیا ہے کہ یہ دوسری زبانوں کے الفاظ اپنے اندر آسانی سے جذب کر لیتی ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ اس میں ہر شخص کے لیے ایک

انجانی سی کشش ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اردو جن جن زبانوں سے مل کر بنی ہے، ان تمام زبانوں کی بیشتر خوبیاں اس میں آگئی ہیں۔ مثلاً: ہندی میں یہ خوبی ہے کہ اس کے الفاظ نرم و شیریں اور کومل ہیں اور ان میں ایک دل آویزی موجود ہے۔ عربی میں جو فصاحت و بلاغت ہے وہ کسی دوسری زبان میں نہیں۔ فارسی میں شیرینی کے ساتھ ساتھ ایک شان ہے۔ چنانچہ یہ تمام خوبیاں اردو میں موجود ہیں۔

❁

-21 جس شخص کو اپنی رائے پر کسی قدر بھروسا کرنے کی خواہش ہو یا یہ خواہش رکھتا ہو کہ عام لوگ بھی اس کو تسلیم کریں، اس کا طریقہ بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ وہ اپنی رائے کو عام مباحثے اور ہر قسم کے لوگوں کے اعتراضوں کے لیے حاضر کرے۔ اگر نیوٹن صاحب کی حکمت اور ہیئت اور مسئلہ ثقل پر اعتراض اور حجت کرنے کی اجازت نہ ہوتی تو دنیا اس کی صحت اور صداقت پر ایسا پختہ یقین نہ کر سکتی جیسا کہ اب کرتی ہے۔ کیا کچھ مخالفت ہے جو لوگوں نے اُس دانا حکیم کے ساتھ نہیں کی اور کونسی مذہبی لعن طعن ہے جو اُس سچے اور سچی رائے رکھنے والے حکیم کو نہیں دی گئی، مگر غور کرنا چاہیے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہ ہوا کہ آج تمام دنیا، کیا دانا اور کیا نادان، کیا حکیم اور کیا متعصب اہلِ مذہب، سب اسی کو تسلیم کرتے ہیں اور اسی کو سچ جانتے ہیں اور مذہبی عقائد سے بھی زیادہ اس کی سچائی دلوں میں بیٹھی ہے۔ بغیر آزادیِ رائے کے کسی چیز کی سچائی جہاں تک کہ اس کی سچائی دریافت ہونی ممکن ہے، دریافت نہیں ہو سکتی۔

❁

-22 مصر کی پُر اسرار سرزمین پر، جو عصرِ حاضر کی پیہم تجسس اور تحقیق کے باوجود ابھی تک نیم دریافت شدہ بھید ہے، تاریخِ انسانی کی اوّلین تہذیب و تمدّن کے بانی فرماں رواؤں نے ایسی ایسی پرشکوہ عمارات، رفیع الشان مندر، عظمت مآب معبد اور تحیر آفرین مجسمے تعمیر کیے تھے، جن کا کوئی برجستہ جواب آج کی مہذّب دنیا اپنے تمام فنّی کمالات کے باوجود پیش نہیں کر سکتی اور جن کا شاہانہ وقار ان کی موجودہ بربادی کے عالم میں بھی ان سے جدا نہیں ہو سکا۔ ان تمام عمارات میں سب سے عظیم تعمیر ''مینارِ کبیر'' ہے جو پتھر اور مسالے کی صورت میں عہدِ قدیم کے بے مثال علم و فضل، فنّی استعداد اور کسبِ کمال کا ایسا زندہ جاوید ثبوت ہے جسے دیکھ کر تعجّب ہوتا ہے کہ عہدِ جدید اپنی سائنسی، فنّی اور ٹیکنیکل ترقی کے باوجود عہدِ پارینہ کی معلوماتِ علمِ ہندسہ، حساب، نجوم اور فنِ تعمیر اور اس کے کمالِ نقاشی، صنّاعی اور سنگ تراشی کو پہنچ نہیں سکا۔

❁

-23 قیامِ پاکستان کے فوراً بعد کا زمانہ قائدِ اعظم کے لیے بڑی آزمائش کا زمانہ تھا۔ ہر طرف سازشوں کے جال بچھے ہوئے تھے لیکن قائدِ اعظم نے اپنی بصیرت اور محنت سے ان سازشوں کو خاک میں ملا دیا اور ایک ملک، ایک قوم،

ایک معاشرے اور ایک تہذیب کی ایسی تعمیر کی اور عوام میں ایک ایسا جوش اور جذبہ پیدا کیا جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ میں اس زمانے میں اکثر یہ سوچتا تھا کہ قائدِ اعظم کی بصیرت، آہنی عزم و ارادہ اور جذب و جنون نے تعمیرِ ملّت کے لیے جو کچھ کیا وہ کسی اور کے بس کی بات نہیں تھی۔ انھوں نے حد درجہ ناسازگار حالات میں ایک ملک بنایا، ایک قوم کی تعمیر کی، ایک نئے معاشرے اور ایک نئی تہذیب کا سنگِ بنیاد رکھا اور اس کی بدولت نہ صرف برِ عظیم پاکستان و ہند اور عالمِ اسلام کا نقشہ بدلا بلکہ ساری دنیا میں سیاسی، معاشرتی، تہذیبی اور فکری اعتبار سے ایک ایسی تبدیلی رونما ہوئی جس کو ایک معجزہ کہا جائے تو بیجا نہیں۔

❁

-24 ''مرحوم ہماری قدیم تہذیب کا بے مثال نمونہ تھے۔ شرافت اور نیک نفسی ان پر ختم تھی۔ چہرے سے شرافت، ہمدردی اور شفقت ٹپکتی تھی اور دل کو ان کی طرف کشش ہوتی تھی۔ ان کے پاس بیٹھنے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی چیز ہم پر اثر کر رہی ہے۔ درگزر کا یہ عالم تھا کہ کوئی ان سے کیسی ہی بد معاملگی اور بدسلوکی کیوں نہ کرے، ان کے تعلقات میں کبھی فرق نہ آتا تھا۔ جب ملتے تو اسی شفقت و عنایت سے پیش آتے اور کیا مجال کہ اس بدسلوکی یا بد معاملگی کا ذکر زبان پر آنے پائے۔ اسی سے نہیں کسی دوسرے سے بھی کبھی ذکر نہ آتا۔ اس سے بڑھ کر کیا تعلیم ہوگی کہ ایسے لوگ جن سے ہر شخص حذر کرتا جب ان سے ملتے تو ان کے حسنِ سلوک اور محبت کا کلمہ پڑھتے ہوئے جاتے تھے۔ وہ پرلے درجے کے نکتہ چیں، جو دوسروں کی عیب گیری کیے بغیر مانتے ہی نہیں، ان کے ڈنک یہاں آ کر گر جاتے تھے۔ اخلاق اگر سیکھنے کی چیز ہے تو وہ ایسے ہی پاک نفس بزرگوں کی صحبت میں آ سکتے ہیں، ورنہ یوں دنیا میں پند و نصائح کی کوئی کمی نہیں، دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔ کیسا ہی برا زمانہ کیوں نہ ہو، دنیا کبھی اچھوں سے خالی نہیں ہوتی۔ اب بھی بہت سے صاحب علم و فضل، باکمال، ذی وجاہت، نیک سیرت اور نیک دل موجود ہیں مگر افسوس کہ کوئی حالی نہیں!!''

(مولوی عبدالحق)

❁

-25 انسان کے اردگرد کا ماحول اس کی فطرت کی عکاسی کرتا ہے۔ صحت مند انسانوں سے صحت مند معاشرے جنم لیتے ہیں۔ صحت کی قیمت پر کوئی بھی ترقی خوش آیند نہیں ہوا کرتی۔ انسان دوستی اور پائیدار معاشرے کے شفاف تصّور کے لیے ہر شخص کو، جہاں تک اس کی دسترس ہے، اپنا فرض ادا کرنا ہوگا۔ چنانچہ ہم پر لازم آتا ہے کہ ہم اپنی ضرورتیں اس طرح پوری کریں جن سے وسائل پر کم سے کم بوجھ پڑے۔ یہ نہ ہو کہ ہمارے آج کے آرام و آسائش کا خمیازہ ہماری آنے والی نسلوں کو بھگتنا پڑے۔ اس کی ابتدا کا پہلا، آسان اور سب سے مناسب راستہ یہ ہے کہ ہم ماحولیات کے بنیادی اصولوں کی پیروی کرتے ہوئے، پانی، توانائی اور باقی چیزوں کو کفایت سے استعمال کریں۔ اگر ماحول

کی تبدیلی موجودہ رفتار سے جاری رہی تو زیادہ امکان یہی ہے کہ آنے والی نسلوں کے لیے تباہ و برباد شدہ ماحولیاتی نظام ہی باقی رہ جائے گا۔

❀

26- ''قدرت نے نواب محسن الملک کو بہت سی خوبیاں عطا کی تھیں۔ وجاہت، ذہانت، خوش بیانی اور فیاضی ان کی ایسی عام اور ممتاز صفات تھیں کہ ایک راہ چلتا بھی چند منٹ کی بات چیت میں معلوم کر لیتا تھا۔ خطاب یا نام اٹکل سے رکھ دیے جاتے ہیں۔ مسمّٰی کی خصوصیات کا ان میں مطلق لحاظ نہیں ہوتا۔ نام رکھتے وقت تو ممکن ہی نہیں۔ عطائے خطاب کے وقت بھی اس کا لحاظ نہیں کیا جاتا لیکن محسن الملک کا خطاب ان کے لیے بہت ہی موزوں نکلا۔ ان میں پارس پتھر کی خاصیت تھی۔ کوئی ہو، کہیں کا ہو، اُن سے چھوا نہیں اور کندن کا ہوا نہیں۔ اگر کسی نے سلام بھی کر لیا تو ان پر اس کا بار رہتا تھا اور جب تک اس کا معاوضہ نہ کر لیتے انھیں چین نہ آتا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے دشمن کو بھی نہ بھولتے تھے اور یہ میں ذاتی علم سے کہتا ہوں کہ وہ بھی ان کے زیرِ بار منّت تھے۔ سیاسی مصلحتیں بعض اوقات اہلِ حکومت کو مجبور کرتی ہیں کہ وہ ان افراد کو، جو ان کی یا حکومت کی راہ میں حائل ہیں، دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیں۔ مرحوم کو بھی کبھی کبھی ایسا کرنا پڑتا لیکن انھوں نے اس ناگوار اور دل شکن کام کو اس خوبی اور سلیقے سے کیا کہ مخالف ہونے پر بھی محسن الملک کو دعائیں دیتے گئے اور جب تک زندہ رہے ان کے شکر گزار رہے۔'' (مولوی عبدالحق)

❀❀

پانچواں باب

خطوط نویسی

خطوط نویسی یا مکتوب نگاری اہم صنفِ نثر ہے۔ اس کی تعریف، اہمیت، لوازمات اور بتدریج ارتقا کی تفصیل اصنافِ نثر کے ضمن میں میں لکھ دی گئی ہے۔ اُسے ایک بار پھر پڑھ لیجیے۔

خط یا مکتوب تحریری گفت گو کا دوسرا نام ہے۔ اسی وجہ سے خط کو ''نصف ملاقات'' کا نام دیا جاتا ہے، کیوں کہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ تو نہیں پاتے مگر ایک دوسرے کے حالات سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ روزمرّہ بات چیت کی طرح خط کی زبان بھی سادہ، شگفتہ اور رواں ہونی چاہیے تاکہ اسے پڑھ کر وہی لطف یا فائدہ حاصل ہو جو آپس کی ملاقات سے حاصل ہوتا ہے۔ خط میں لمبی چوڑی تمہید باندھنے اور لا حاصل باتیں لکھنے سے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ آپ کا اور دوسرے کا وقت ضائع نہ ہو۔ خط یہ سمجھ کر لکھا جاتا ہے کہ مکتوب الیہ آپ کے سامنے بیٹھا ہے اور آپ اس سے دو بدو گفت گو کر رہے ہیں۔ اشراف گھرانوں کے لوگ نہ تو کبھی اخلاق سے گری ہوئی کوئی بات کرتے ہیں اور نہ ہی لکھتے ہیں، اس لیے خط میں بھی آدابِ گفت گو کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ مکتوب نگاری میں مہارت پیدا کرنے کے لیے اردو کے چند بلند پایہ ادیبوں مثلاً: مرزا غالب، ڈپٹی نذیر احمد، مولوی عبدالحق، رشید احمد صدیقی، علامہ اقبال کے خطوط کا مطالعہ مشعلِ راہ کا کام دے سکتا ہے۔

ہر پڑھے لکھے آدمی کے خط لکھنے کا انداز کم و بیش جدا ہوتا ہے تاہم بالعموم خط کے بنیادی حصے مندرجہ ذیل ہیں:

خط کے حصے

1۔ مقامِ روانگی اور تاریخ:

جس مقام سے خط لکھا جائے، اُس مقام کا نام خط کی پیشانی پر اوپر کونے میں دائیں جانب لکھا جاتا ہے اور اس کے نیچے خط لکھنے کی تاریخ درج کر دی جاتی ہے۔ ہر خط میں، چاہے وہ جس کسی کے بھی نام ہو، یہی انداز اپنانا زیادہ بہتر ہے۔ امتحان میں خط ہر چند فرضی ہوتا ہے مگر اسے یہ سمجھ کر لکھا جاتا ہے کہ نقل پر اصل کا گمان ہو۔ یہاں تک کہ کمرۂ امتحان یا امتحانی مرکز کی جگہ ایسا فرضی پتا لکھنا چاہیے جس پر اصل کا گمان گزرے، جب کہ تاریخ لکھتے ہوئے مہینے کا نام لفظوں میں لکھنا زیادہ پسندیدہ ہے مثلاً:

786۔نو بہار کالونی

فیروز پور روڈ، لاہور

27/اکتوبر 2013ء

2۔القاب و آداب:

مکتوب الیہ کو مخاطب کرنے کے لیے جو الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں، انھیں القاب کہتے ہیں۔ القاب کی نوعیّت مکتوب الیہ کے مقام و مرتبے کے لحاظ سے ہوتی ہے اور مکتوب نگار سے اس کے تعلق کو ظاہر کرتی ہے۔

واجب الاحترام، محترم و مکرّم، محترمہ، عزیزم، برخوردار وغیرہ۔ القاب کے الفاظ چونکہ تخاطب کے زُمرے میں آتے ہیں، اس لیے ان کے بعد ندائیہ کی علامت ''!'' لکھی جاتی ہے۔

القاب کے بعد آداب کے الفاظ لکھے جاتے ہیں۔ یہ الفاظ لکھنے میں مکتوب الیہ کی عمر اور حیثیت کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔ مثلاً: السلام علیکم، سلامِ مسنون، آداب و تسلیمات، دُعا وغیرہ۔ آداب کے بعد فجائیہ کی علامت ''!'' دی جاتی ہے۔

3۔خط کا مضمون:

یہ خط کا مرکزی حصہ ہوتا ہے۔ انگریزی میں اسے Body of the Letter کہتے ہیں۔ مکتوب نگار مکتوب الیہ کو جو کچھ کہنا چاہتا ہے، اس حصے میں لکھتا ہے۔ مضمونِ خط کو القاب و آداب کے نیچے نئی سطر سے شروع کیا جاتا ہے اور ابتدا میں بالعموم ایک دو تمہیدی جملے لکھے جاتے ہیں اور پھر خط لکھنے کا اصل مدّعا بیان کیا جاتا ہے۔ خط کا یہ حصہ نہایت مؤثر اور جاندار ہونا چاہیے۔ ایک عمدہ خط کا اندازہ اس کے نفسِ مضمون ہی سے تو لگایا جاتا ہے۔

4۔خط کا اختتام:

جب خط کا مضمون تمام ہو جائے تو مکتوب الیہ کے مقام و مرتبے کو ملحوظ رکھتے ہوئے بڑوں کے لیے ''والسلام'' اور چھوٹوں کے لیے ''دعا گو'' یا ''زیادہ دعا'' وغیرہ کے الفاظ لکھ کر بات ختم کر دی جاتی ہے۔ اس کے بعد مکتوب نگار ''نیاز مند''، ''خیر اندیش''، ''آپ کا مخلص'' وغیرہ کے الفاظ لکھ کر اپنا نام لکھ دیتا ہے۔ مکتوب نگار کا نام قدرے بائیں جانب ہونا چاہیے۔ امتحان میں اصل نام یا عام سا فرضی نام لکھا جا سکتا ہے۔

خطوط کی اقسام

یوں تو خطوں کی بہت سی اقسام ہیں اور نفسِ مضمون کے اعتبار سے ہر خط ہی منفرد ہوتا ہے تاہم طلبہ کی آسانی کے لیے ہم جملہ اقسام کے خطوط کو پانچ قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

الف۔نجی یا شخصی یا ذاتی خطوط:

مثلاً اپنے والدین، بہن بھائیوں، نزدیکی رشتے داروں، دوست احباب یا اساتذہ کرام کے نام۔ علمی و ادبی اعتبار سے اس نوعیت کے خط بہت اہم ہوتے ہیں۔

ب۔عمومی خطوط:

ایسے خطوط میں معاشرتی، ملکی یا علاقائی مسائل وغیرہ پر اپنی رائے کا اظہار ہوتا ہے۔ اخبارات، رسائل و جرائد کے مدیروں کے نام جو خط لکھے جاتے ہیں، وہ بھی اسی زُمرے میں آتے ہیں۔

ج۔کاروباری خطوط:

جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے، ایسے خطوط کا تعلق کاروبار سے ہوتا ہے۔ ایسے خطوں میں زبان و ادب کے بجائے معاملے کی نوعیت اور اہمیت کو اجاگر کیا جاتا ہے۔

د۔رسمی خطوط:

اس قبیل کے خطوط مختلف نوعیت کی تقریبات سے متعلق ہوتے ہیں۔ بالعموم ان خطوں کا مقصد دعوتِ شرکت دینا ہوتا ہے۔

ہ۔سرکاری خطوط:

ایسے خطوط کا تعلق حکومت، سرکاری اداروں یا ان کے ذیلی شعبوں سے ہوتا ہے۔ اس نوعیت کے خطوں کے ذریعے سرکاری احکامات، ہدایات یا اطلاعات کو دوسروں تک پہنچایا جاتا ہے۔

خط لکھنے کے بارے میں چند ضروری باتیں

1۔ لمبے چوڑے القاب، آداب سے اجتناب کرنا چاہیے۔

2۔ خط کم و بیش ایک صفحے پر مشتمل ہوتا ہے۔

3۔ اندازِ تحریر سبک، رواں اور عام فہم ہو۔

4۔ اسلوبِ بیان شگفتہ اور بے تکلف ہو۔

5۔ ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کے مصداق دل سے بات نکلتی ہے تو دل پر اثر کرتی ہے۔ اس لیے خط میں ایک تو تکرار سے بچنا چاہیے دوسرے طوالت سے گریز کرنا چاہیے۔

6۔ خط کا مضمون ایک ہی پیراگراف کے بجائے حسبِ ضرورت ایک سے زیادہ پیراگرافوں میں تقسیم ہو تو وہ نظر پر بوجھ نہیں بنتا۔

7۔ املا و انشا درست ہو اور حتی الوسع کاٹ چھانٹ سے بچنا چاہیے۔

طلبہ کی رہنمائی کے لیے مشاہیر کے چند نمونے کے خط شامل کیے جاتے ہیں۔ انھیں بغور پڑھیے۔

(1)

دوست کے نام اس کی والدہ کے انتقال پر تعزیت کا خط

92۔فیروز پور روڈ، لاہور

یکم جنوری 2017ء

پیارے دوست امجد ادریس!

السلام علیکم!

کل مجھے سرِ راہ اچانک معظم علی مل گئے۔ انھوں نے یہ جانکاہ خبر سنائی کہ گزشتہ دنوں آپ کی والدہ ماجدہ کا ناگہانی طور پر انتقال ہوگیا: اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُوْن O

خبر سنتے ہی میں سکتے میں آگیا۔ حیران ہوا کہ چشم زدن میں یہ افتاد کیسے پڑی؟ لیکن بقول میر انیس پھر یہ خیال کر کے کہ:

جب احمد مرسلؐ نہ رہے کون رہے گا

دل کو سمجھا لیا کہ مرنا تو نبیوں کا ورثہ ہے، جلد یا بدیر رُخصت تو سب کو ہونا ہے لیکن اس بات سے سخت حیرت میں ہوں کہ مرحومہ کی صحت تو بہت اچھی تھی اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے وہ تو کبھی بیمار بھی نہ ہوئی تھیں۔ دو ماہ پہلے جب میں آپ کے پاس اسلام آباد آیا تھا تو اُس وقت بھی اُن کی صحت بہت اچھی تھی اور دور دور تک گمان میں بھی نہ آسکتا تھا کہ وہ کچھ ہی عرصے بعد ہمیں یوں داغِ مفارقت دے جائیں گی، پھر یہ سانحہ یک لخت کیسے رونما ہوا؟ ہر چند ان باتوں سے اب کچھ حاصل نہیں، بس ذرا دل کی تشفی کے لیے پوچھ لیا ہے۔

پیارے دوست! میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کی والدہ میری بھی والدہ تھیں۔ وہ مجھے بھی اپنا بیٹا سمجھتی تھیں، اس لیے مجھے بھی ان کی وفات کا اتنا ہی دکھ ہے جتنا آپ کو ہے۔ ماں دنیا کی عظیم ترین ہستی ہے۔ جو دعائیں ماں کے دل سے اپنی اولاد کے لیے نکلتی ہیں، وہ کہیں اور سے نہیں ملتیں۔ دکھ اس بات کا ہے کہ آپ اور آپ کے بہن بھائی بشمول میرے، ان کی دعاؤں سے ہمیشہ کے لیے محروم ہوگئے ہیں۔

میں دست بہ دعا ہوں کہ باری تعالیٰ مرحومہ کو اپنی رحمت سے جنت الفردوس میں جگہ دے اور سب پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا کرے! میری طرف سے اپنے ابا جان اور دیگر اقربا سے بھی تعزیت کیجیے گا۔ فقط والسلام!

آپ کے غم میں برابر کا شریک

آپ کا دوست

علی احمد

❀❀

(2)

کرایہ دار کی حیثیت سے مالک مکان کے نام مکان کی ضروری مرمّت وغیرہ کے بارے میں

786۔ملتان روڈ، لاہور

27/جولائی 2016ء

محترم جناب چودھری صاحب!

السلام علیکم!

گزشتہ دسمبر میں جب آپ سرگودھا سے لاہور تشریف لائے تھے اور آپ نے مکان کے کرائے میں اضافے کا تقاضا کیا تھا تو میں نے اس شرط پر کہ آپ گھر کی خستہ حالی کی طرف فوری توجہ مبذول کریں گے اور گھر کی ضروری مرمت کرا دیں گے، بیس فی صد کرایہ بڑھا دیا تھا لیکن وہ دن اور آج کا دن، اس بات پر عمل نہیں ہوا جب کہ میں ماہ بہ ماہ باقاعدگی سے آپ کے کارندے کو کرایہ ادا کر رہا ہوں۔

محترم چودھری صاحب! گھر کی حالت کچھ آپ سے پوشیدہ نہیں لیکن پھر بھی گوش گزار کیے دیتا ہوں کہ گھر کی تمام دیواروں، چھتوں، دروازوں اور کھڑکیوں پر سے جگہ جگہ سے پینٹ اکھڑ گیا ہے اور یہ جگہیں بھدّی نظر آتی ہیں۔ تمام چھتیں ٹپکتی ہیں۔ اب جب کہ برسات کا موسم نزدیک آرہا ہے، دل میں ہول اٹھتے ہیں کہ ہمارا کیا بنے گا، میں بچوں اور سازوسامان کو لے کر کہاں جاؤں گا؟ علاوہ ازیں کچن اور دونوں غسل خانوں کے پائپ پرانے ہونے کی وجہ سے لیک کرتے ہیں، جن کی وجہ سے ان جگہوں پر نمی رہتی ہے، ایک دو جگہوں سے فرش بھی خراب ہے، ان کے علاوہ بھی چند چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں مگر یہ تمام مسائل آپ کی توجہ سے حل ہوں گے۔

جناب چودھری صاحب!

اگر آپ کے پاس اِدھر توجہ دینے کا وقت نہیں تو مجھے حکم کیجیے، میں گھر کی Renovation اپنی نگرانی میں خود کرا لیتا ہوں، جو خرچ اٹھے گا، میں اُس کی رسیدیں پیش کر دوں گا۔ آپ مجھے ادائیگی کر دیجیے گا یا پھر میں کرائے میں سے وضع کر لوں گا۔ جو کچھ بھی فیصلہ کرنا ہے، آپ کو کرنا ہے لیکن خدارا اس معاملے میں غفلت مت برتیے گا۔ مجھے آپ کے فیصلے کا شدّت سے انتظار رہے گا۔ فقط والسلام!

آپ کا مخلص

خیر اندیش

محمد اسلم خاں

❀❀

(3)

چچا جان کے نام لیپ ٹاپ کا تحفہ وصول ہونے پر شکریے کا خط

5۔علی منزل، گلگشت کالونی

ظفر علی خاں روڈ، لاہور

21 رنومبر 2016ء

محترم جناب چچا جان!

آداب وتسلیمات!

کل اتوار تھا، چُھٹی کا دن۔ہم سب گھر والے گھر پر موجود تھے اور باہر صحن میں بیٹھے دھوپ سینک رہے تھے کہ آپ کے دوست انکل نوید ہمارے گھر تشریف لائے۔ وہ کچھ دیر بیٹھے، مزاج پرسی کی اور جاتے ہوئے اپنی گاڑی کی ڈِکی میں سے ایک بڑا سا پیکٹ نکالا اور کچھ کہے بغیر مجھے تھما کر چلے گئے۔ مجھے بڑا اشتیاق تھا کہ اس پیکٹ میں، جس پر میرا نام لکھا تھا اور لکھا تھا کہ یہ میری سال گرہ کا تحفہ ہے، کیا ہے، جلدی جلدی کھولا تو لیپ ٹاپ نکلا۔

چچا جان! بتا نہیں سکتا کہ مجھے کس قدر خوشی ہوئی۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں جن سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔ میں گزشتہ ایک سال سے ضد کر رہا تھا کہ مجھے لیپ ٹاپ لے کر دیں لیکن ابا جان کو اس کا مقدور نہیں تھا۔ اب مجھے لیپ ٹاپ مُیسّر آیا ہے تو میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔

لیپ ٹاپ عہدِ حاضر کی بے حد مفید ایجاد ہے۔ یہ نہ صرف میری پڑھائی میں مدد معاون ہوگا بلکہ اس کی وجہ سے میرا وقت بھی بچے گا، جسے میں دوسرے مفید کاموں میں صرف کر سکوں گا۔ چچا جان! میں ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ ایسے عظیم و محسن چچا کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھے! چچی جان کو میرا مودبانہ سلام اور ننھی عارفہ کے لیے دعائیں۔ فقط والسلام!

آپ کا بھتیجا

معظم علی

(4)

چھوٹے بھائی کے نام، ہم نصابی سرگرمیوں میں حصّہ لینے کی تاکید

22۔آغا خان روڈ

F-6/4 اسلام آباد

25 ردسمبر 2016ء

عزیز القدر محمد عاطف!

سدا سلامت رہو!

کل آپ کے کالج کے پرنسپل کی طرف سے آپ کا دسمبر ٹیسٹ کا رزلٹ موصول ہوا جسے دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ نے تمام مضامین میں اسّی فی صد سے زیادہ جب کہ ریاضی میں صد فی صد نمبر حاصل کیے ہیں۔ ہمیں آپ سے یہی توقع تھی۔ کیڈٹ کالج حسن ابدال کا شمار ملک کے موقّر تعلیمی اداروں میں ہوتا ہے۔ یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والوں میں سے اکثر کو ملٹری میں کمیشن مل جاتا ہے۔ ہم آپ سے بھی یہی امید لگائے بیٹھے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ اپنے والدین اور بہن بھائیوں سے جدا رہ کر حسن ابدال میں ایک مقصد لے کر گئے ہیں اور اپنے مقصد سے غافل نہیں ہیں مگر آپ کے رزلٹ کارڈ میں یہ لکھا دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ آپ ہم نصابی سرگرمیوں میں قطعاً حصّہ نہیں لیتے اور آپ نے اپنے آپ کو صرف اور صرف پڑھائی کے لیے وقف کر رکھا ہے۔

برادرِ عزیزم! میرے خیال میں آپ کی یہ روش ٹھیک نہیں ہے۔ یہ کسی بھی طالب علم کے لیے سود مند نہیں کہ وہ صرف کتابی کیڑا بن کر رہ جائے اور نصاب کے علاوہ تمام غیر نصابی سرگرمیوں کو کارِ بیکاراں اور لغو سمجھے۔ یاد رکھیے کہ ہم نصابی سرگرمیوں مثلاً: تقریری مقابلوں، مباحثوں، بزمِ فکر و نظر کی محفلوں، ڈراموں اور سائنس سوسائٹیوں وغیرہ میں حصّہ لینا ایک طالب علم کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ نصابی تعلیم حاصل کرنا۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ آپ سپورٹس میں بھی لازمی طور پر حصّہ لیا کریں۔ آپ کے کالج کا بیڈمنٹن اور ٹیبل ٹینس میں بڑا نام ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ ان دونوں کھیلوں میں سے کسی ایک میں ضرور حصّہ لیں۔ شوق سے حصہ لیں گے تو عین ممکن ہے ایک دن آپ کا شمار اچھے کھلاڑیوں میں ہونے لگے وگرنہ یہ تو فائدہ ضرور ہوگا کہ آپ کی صحت پر خوش گوار اثرات مرتب ہوں گے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ ''صحت مند جسم ہی میں صحت مند دماغ ہوتا ہے۔'' چنانچہ بڑا بھائی ہونے کے ناتے، میں آپ کو تاکید کرتا ہوں کہ آپ فوری طور پر پڑھائی کے ساتھ ساتھ ہم نصابی سرگرمیوں اور اپنی طبیعت کے مطابق کسی ایک کھیل میں بھی حصّہ لیا کریں۔ امّی اور ابّو کی بھی یہی خواہش ہے۔ امّی اور ابّو کی طرف سے ڈھیروں دعائیں۔ فقط والسلام!

آپ کا بڑا بھائی

محمد کاشف

(5)

پبلشر کے نام بذریعہ ڈاک کتابیں منگوانے کے لیے

786۔گل بہار کالونی

سرگودھا روڈ، فیصل آباد

12رفروری2016ء

مکرمی جناب منتظمِ اعلیٰ مکتبہ کاروان، کچہری روڈ، لاہور

سلام مسنون!

میں نے بہ تحقیق سنا ہے کہ آپ کا موقر ادارہ مستحق طالب علموں کے لیے خصوصی رعائتی نرخ پر کتابیں مہیا کرتا ہے۔ میں اردو ادب کا طالب علم ہوں اور اردو شعرو ادب کی کتابیں پڑھنا میرا جنون کی حد تک شوق ہے، چنانچہ پیٹ کاٹتا ہوں اور کتابیں خریدتا ہوں۔ اس طرح میں نے ایک ایک دو دو کر کے اپنی ذاتی لائبریری میں کافی کتابیں جمع کر لی ہیں۔ مجھے درج ذیل کتابوں کی اشد ضرورت ہے۔ براہِ کرم بذریعہ وی پی ارسال فرمائیں۔ میں ادائیگی کر کے بلٹی چھڑا لوں گا اور تاعمر آپ کا یہ احسان فراموش نہ کر پاؤں گا۔

آپ کا مخلص

وحیدالزماں ساجد

فہرست کتب

1۔ کلیاتِ اقبال (اردو) مطبوعہ نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد

2۔ کلیاتِ حسرت مرتبہ ڈاکٹر علی محمد خاں مطبوعہ الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار، لاہور

3۔ کلیاتِ نظیرا کبرآبادی مرتبہ ڈاکٹر علی محمد خاں مطبوعہ الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب اردو بازار، لاہور

4۔ شہاب نامہ مطبوعہ سنگِ میل پبلی کیشنز، لوئر مال، لاہور

5۔ اردو نثر میں طنز ومزاح از ڈاکٹر اشفاق احمد ورک مطبوعہ کتاب سرائے اردو بازار، لاہور

6۔ لاہور کا دبستانِ شاعری از ڈاکٹر علی محمد خاں مطبوعہ کتاب سرائے اردو بازار، لاہور

7۔ علمی اردو لغت (جامع) از وارث سرہندی مطبوعہ علمی کتاب خانہ اردو بازار، لاہور

8۔ فرہنگ آصفیہ از سیّد احمد دہلوی مطبوعہ اردو سائنس بورڈ، لاہور

کل آٹھ کتابیں

کتابیں ارسال کرنے پر میں آپ کا پیشگی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

مخلص

وحیدالزماں ساجد

(6)

وَن ویلنگ کے نتیجے میں ہونے والے حادثات کے بارے میں کسی اخبار کے مدیر کے نام

365۔جمال ٹاؤن

فیروز پور روڈ، لاہور

27ردسمبر2016ء

جنابِ مدیر روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور

سلام مسنون!

میں آپ کی وساطت سے حکومت بالخصوص ٹریفک پولیس کے اربابِ اختیار کی توجہ آج کل کی نئی وبا یعنی وَن ویلنگ کی طرف دلانا چاہتا ہوں اور امید واثق رکھتا ہوں کہ آپ میری ان معروضات کو کسی قریبی اشاعت میں مناسب جگہ پر شائع فرمادیں گے۔

جنابِ من! آج سے صرف دو روز پہلے 25 دسمبر کا ذکر ہے کہ صبح سات ساڑھے سات بجے میں پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس کی طرف سے مسلم ٹاؤن موڑ کی طرف آرہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ تیس چالیس لڑکے وَن ویلنگ کر رہے ہیں اور وَن ویلنگ کے ذریعے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کرتب دکھا رہے ہیں۔ میرے دیکھتے دیکھتے ان میں سے ایک لڑکا اپنی موٹر سائیکل پر کنٹرول نہ رکھ سکا اور موٹر بائیک سے نیچے آگرا۔ اس کی ہیوی موٹر سائیکل دوسری پانچ سات موٹر سائیکلوں سے ٹکراتی ہوئی آدھ فرلانگ تک گھسٹتی چلی گئی اور سوار لڑکے کا سر فٹ پاتھ کے کنارے اس زور سے لگا کہ سر پھٹ گیا اور اس نے اسی لمحے تڑپتے تڑپتے جان دے دی۔ آن واحد میں لوگوں کا جمِ غفیر اکٹھا ہو گیا۔ معلوم نہیں مرنے والے لڑکے کے لواحقین کو کیسے خبر ملی کہ کچھ ہی دیر کے بعد اس کے والدین اور اس کی بہنیں روتی پیٹتی اور آہ وزاری کرتی آگئیں۔ وہ قیامت کا سماں تھا۔ لڑکا پانچ بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔ لوگ دل مسوس کر رہ گئے۔

محترم مدیر صاحب! یہ فقط کل کا واقعہ نہیں ہے بلکہ اس نوعیت کے سانحات کی کوئی نہ کوئی خبر آئے دن اخبارات کی زینت بنتی رہتی ہے۔ لاہور میں ہر پبلک ہالیڈے کے دنوں میں بالخصوص اور ہر اتوار کو بالعموم وَن ویلنگ کے تماشے لازمی طور پر دیکھنے کو ملتے ہیں اور ایک دو جان لیوا حادثے بھی ضرور ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ سلسلہ کب تک چلے گا؟ ان دنوں اور ان اوقات میں کیا پولیس کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ قانون کی بالادستی قائم کرے؟ اس کے ساتھ ساتھ میری واجب الاحترام والدین سے بھی گزارش ہے کہ وہ اپنی اولاد پر کڑی نظر رکھیں اور اپنے نونہالوں کو وَن ویلنگ سے روکیں۔ انھیں لاڈ پیار میں اتنا نہ بگاڑیں کہ آپ کی جان کو زندگی بھر کا روگ لگ جائے۔ فقط والسلام!

آپ کا مخلص

حسنات احمد

(7)

چھوٹے بھائی کے نام خط لکھیے اور اسے موبائل فون کے فوائد اور نقصانات سے آگاہ کرنا

345۔رضا بلاک

علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

15/مارچ2017ء

برادرِعزیز! السلام علیکم!

آپ کے کالج کی طرف سے ارسال کردہ آپ کا دسمبر ٹیسٹ کا نتیجہ کل ڈاک سے یہاں پہنچا۔ دیکھا کہ آپ کے نمبر گزشتہ امتحانوں کے نتائج سے کم ہیں اور جماعت میں اوّل سے آپ تیسری پوزیشن پر آ گئے ہیں۔ یہ تشویش ناک بات ہے۔ آج شام گھر میں کھانے کی میز پر یہ معاملہ زیرِ بحث آیا تو سب کی مشترکہ رائے یہ تھی کہ اس کی بڑی وجہ آپ کا موبائل کا بے جا اور غیر ضروری استعمال ہے۔ (اس کی تائید میں کچھ شواہد بھی ملے)

موبائل فون دورِ حاضر کی ایک اہم ایجاد ہے۔ یہ انسانیت کے لیے مفید بھی ہے کہ اس نے زمینی فاصلوں کی طنابیں کھینچ دی ہیں اور وقت جیسی قیمتی متاع کی بچت بھی ہوئی ہے۔ لیکن جس طرح تیز دھار لوہے کا ایک ٹکڑا ڈاکٹر کے ہاتھ میں نشتر اور ڈاکو کے ہاتھ میں خنجر بن جاتا ہے۔ اسی طرح ہر ایجاد کا غلط استعمال نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ آپ کی عمر کے نادان طلبہ دوستوں سے لمبی لمبی گفتگوئیں کرتے اور کھیلیں کھیلتے ہیں۔ تصویری موبائل فون نے تو بے راہ روی کو اور بڑھا دیا ہے۔ اب صبح کی سیر بھی گئی اور اضافی مطالعے کے لیے لائبریری جانا بھی معطل ہو گیا۔ اس صورت حال کو دیکھ کر بعض ممالک نے تعلیمی اداروں میں موبائل فون کے استعمال پر پابندی لگا دی ہے۔ ڈاکٹروں کی یہ رائے بھی توجہ طلب ہے کہ موبائل فون کی کثرت استعمال سے دل اور کانوں کی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ مختصر یہ کہ ہم سب گھر والوں کی قرارداد یہ ہے کہ اب آپ اپنی پوری توجہ اور وقت سالانہ امتحان کی تیاری کے لیے وقف کر دیں۔ ایک ماہ میں صرف ایک سو روپے کے کارڈ میں گزارا کریں اور انتہائی ناگزیر فون کریں۔ دوستوں کی کالیں نہ سنیں، موبائل زیادہ تر بند رکھا کریں۔ صرف اس وقت فون کھولیں جب گھر بات کرنی ہو۔ ہم بھی آپ سے وقت بے وقت نہیں بلکہ صرف رات ۷ اور ۸ بجے کے درمیان، حسبِ ضرورت بات کر لیا کریں گے۔

امید ہے آپ اچھے بچوں کی طرح ہماری بات کا پاس کریں گے اور شکایات کا موقع نہیں دیں گے۔ آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ آپ پوزیشن لیں گے تو ہمیں کتنی خوشی ہوگی ورنہ کتنا افسوس؟

والسلام

آپ کا بڑا بھائی

عائش احمد ورک

(8)

پاکستان سے باہر مقیم دوست کو خط لکھیے جس میں ملکی تعلیم اور معاشرتی حالات کی قدرے تفصیل بتائی گئی ہو

345۔رضا بلاک

علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

29مئی2017ء

پیارے دوست جمیل احمد عدیل، سلامِ مسنون!

کل آپ کا خط ملا۔ بے پناہ خوشی ہوئی۔ ایک تو اس بات کی کہ مدت بعد سہی، دوست نے یاد تو کیا اور مزید اس بات کی کہ یورپ کے دل پیرس میں رہتے آپ کو تین برس ہو چلے لیکن آپ کے دل میں ملک و ملت کا درد باقی ہے۔ آپ یہاں کے تعلیمی و معاشرتی حالات جاننا چاہتے ہیں۔ لگتا ہے ابھی واپسی کا ارادہ نہیں۔ یہاں حالات اتنے خوش گوار نہیں ہیں۔ میں ایک دوست کے ساتھ منافقت نہیں کر سکتا کہ آپ کو سب اچھا کہہ دوں۔

اس وقت ملک کی تعلیمی حالت بہت خراب ہے۔ شرح خواندگی صرف ۲۵ فیصد ہے جب کہ بھارت میں یہ شرح ۵۲ فیصد سے زائد اور سری لنکا میں ۸۰ فیصد سے بھی زائد ہے۔ کوئی تعلیمی پالیسی ایسی نہیں بنائی گئی جس پر پورا عمل بھی کیا گیا ہو۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے دور میں سائنسی یا فنی اور تکنیکی تعلیم کا کوئی خاص بندوبست نہیں کیا جا رہا۔ اب بھی لاکھوں بچے بلکہ ۷۰ فیصد تک پرائمری پاس کرنے سے قبل سکول چھوڑ جاتے ہیں۔ نصاب سازی ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے جن پر اقبال کا یہ مصرع صادق آتا ہے: زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن ...... ابھی تک ہم ذہنی غلامی سے آزاد نہیں ہوئے ورنہ جرمنی، جاپان، روس، اٹلی، فرانس، ایران، سپین غرض دنیا کے ہر ترقی یافتہ یا ترقی پذیر ملک میں اپنی زبان میں تعلیم دی جاتی ہے لیکن ہمارے ہاں انگریزی کے بغیر تعلیم کا تصور بھی ناممکن سمجھا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ پرائیویٹ تعلیمی ادارے برساتی کھمبیوں کی طرح اگ آئے ہیں اور انگریزی کے نام پر استحصال کر رہے ہیں اور جہاں انگریزی در آئی، وہاں مغربی کلچر بھی ساتھ ہی آ گیا۔ بقول اقبال:

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

اس نے معاشرتی اقدار کی بنیادیں بھی کھوکھلی کر دی ہیں۔ غلط نظامِ تعلیم کے طفیل معاشرتی نظام میں بھی بگاڑ پیدا ہوا ہے۔ اخبارات قوم کی رہنمائی یا فکری تربیت کی بجائے تجارتی ادارے بن چکے ہیں۔ دیگر ذرائع ابلاغ نے بھی قوم کو ٹکڑوں میں بانٹ رکھا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ نئی نسل نہ تو ان قربانیوں اور مقاصد سے آگاہ ہے جو قیامِ پاکستان کا سبب

بنے اور نہ اسے اپنا مستقبل خوش آیند اور تابناک نظر آتا ہے۔ کچھ اس وجہ سے اور کچھ جغرافیائی صورتِ حال اور بین الاقوامی حالات کی وجہ سے، جرائم اور کلاشنکوف کلچر اور نشے بازی میں اضافہ ہوگیا ہے۔ ملک میں فرقہ پرستی کے عروج اور یک جہتی کی کمی اور ہر شعبے میں ناانصافی نے معاشرتی نظام کو درہم برہم کر دیا ہے۔ اس ملک میں کچھ عرصے سے دہشت گردی کے نام سے جو ڈراما کھیلا جا رہا ہے، اس نے پورے نظام کو تہس نہس کر دیا ہے۔ اربابِ اختیار ان مسائل کا ڈھونڈنے کی بجائے خود مسئلہ بنے ہوئے ہیں۔

یہ حالات بظاہر مایوس کن ہیں مگر قوم وملت کی بہی خواہ قوتیں بھی سرگرمِ عمل ہیں اور روز بروز اتحاد و یک جہتی کا احساس زیادہ ہو رہا ہے۔ درحقیقت اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں کہ خیر خواہانِ ملت مل بیٹھیں اور مناسب راہِ عمل تجویز کریں۔ اگر ایسا ہو تو اس بات کا امکان موجود ہے کہ ایک انقلاب ہمیں شاہراہِ حیات پر لے آئے۔

دراصل آپ جس موضوع پر حالات جاننا چاہتے ہیں وہ خاصا طویل ہے، میں نے مختصراً اشارتاً بات آپ تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔

خدا تعالیٰ آپ کو صحت مند رکھے۔ آمین۔

والسلام

آپ کا مخلص

اشفاق احمد ورک

❀❀

(9)

دوست کے نام خط، کسی تاریخی مقام کی سیر کا حال

10۔ جہاں زیب بلاک

علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

31/جنوری 2017ء

پیارے دوست ارشد!

السلام علیکم!

میں خیریت سے ہوں۔ اُمید ہے کہ آپ بھی خیریت سے ہوں گے۔ سیر وتفریح کی سرگرمیاں جسمانی اور ذہنی صحت کے لیے ناگزیر ہیں۔ اس سے شخصیت میں نکھار آتا ہے۔ انسان متحرک اور فعال رہتا ہے اور یہ تحرّک دوسرے امورِ حیات سرانجام دینے میں بھی معاون اور مددگار ثابت ہوتا ہے۔ میں اکثر و بیشتر اپنے دوستوں کے ساتھ سیر وتفریح کے پروگرام ترتیب دیتا رہتا ہوں۔ مجھے بالخصوص تاریخی مقامات دیکھنے کا بہت زیادہ شوق ہے۔ تاریخی مقامات کی سیر تاریخی معلومات کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔ تاریخی مقامات کی سیر انسانی وژن (Vision) اور وجدان کو نئی وسعتوں سے روشناس کراتی ہے۔ گزشتہ اتوار لاہور میں مقیم اپنے دوستوں کے ساتھ میں نے تاریخی قلعہ روہتاس کی سیر کا پروگرام بنایا۔

ڈیئر ارشد! مجھے قلعہ روہتاس کی سیر کا بڑا لطف آیا۔ میں نے سوچا کہ آپ کو بھی یہاں کی سیر کے احوال سے آگاہ کروں۔ قلعہ روہتاس ضلع جہلم میں دینہ سے مغرب کی جانب تقریباً سات کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ جی ٹی روڈ روہتاس سے ہوتی ہوئی گزرتی تھی۔ قلعہ روہتاس شیر شاہ سوری نے سولھویں صدی عیسوی میں درۂ خیبر کی طرف سے آنے والے حملہ آوروں سے محفوظ رہنے کے لیے تعمیر کرایا تھا۔ کسی زمانے میں یہ بڑا مضبوط اور مستحکم قلعہ تھا۔ چنانچہ اس کے آثار آج بھی بڑے مسحور کُن ہیں۔ یہ شاندار تاریخی قلعہ تقریباً چار مربع کلومیٹر کے رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کی شان وشوکت، عظمت اور وقار کا اندازہ اسے بچشمِ خود دیکھنے سے ہی لگایا جاسکتا ہے۔ دیدہ اور شنیدہ کا فرق وہیں جا کر معلوم ہوتا ہے۔ یہ کتنا شاندار تاریخی مقام ہے اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ براہِ راست دیکھنے سے ہی اس کی قدر و قیمت کا تعین کیا جاسکتا ہے۔

ڈیئر ارشد!

ہم ساڑھے گیارہ بجے وہاں پہنچ گئے تھے۔ موسم بڑا دلکش اور خوش گوار تھا۔ یہ نیم پہاڑی علاقہ ہے۔ قدرتی مناظر اور مظاہر کو دیکھ کر عجب طرح کی تازگی اور طراوت کا احساس ہوتا ہے۔ ہم نے قلعہ بڑے اشتیاق بلکہ انہماک سے دیکھا اور دوپہر کا کھانا بھی وہیں کھایا، جسے ہم اپنے ساتھ لے کر گئے تھے۔ فطری حُسن کی ارزانی اور فراوانی کے بیان کے لیے مصور کا مُوقلم چاہیے، کسی مکتوب نگار کا قلم اسے بیان کرنے سے قاصر ہے۔

یہ حسین تاریخی مقام دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر ممکن ہو تو آپ بھی قلعہ روہتاس کی سیر ضرور کریں۔ آپ کو میرے کہے کی صداقت کا یقین آ جائے گا۔ میری طرف سے اپنی امی، ابو، بھائی اور بہن کو سلام ضرور کہیے گا۔

فقط والسلام!

آپ کا دوست

محمد اسلم

❀❀

(10)

سڑکوں پر ہونے والے روز افزوں حادثات کے بارے میں کسی اخبار کے مدیر کے نام

10۔ جہاں زیب بلاک

علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

28فروری 2017ء

جنابِ مدیر روزنامہ ''جنگ'' لاہور

سلام مسنون!

میں آپ کے مؤقر اخبار کی وساطت سے اربابِ اختیار کی توجہ سڑکوں پر ہونے والے روز افزوں حادثات اور اس کے نتیجے میں قیمتی انسانی جانوں کے ضیاع کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں اور امیدِ واثق رکھتا ہوں کہ آپ میری معروضات کسی قریبی اشاعت میں مناسب اور موزوں جگہ پر شائع فرما دیں گے۔

مکرمی جناب!

ٹریفک قواعد سے عدم آگاہی، ڈرائیونگ لائسنس کی عدم موجودگی اور شہری شعور سے محرومی آئے دن ٹریفک حادثات کا باعث بن رہی ہے۔ ٹریفک کی بدانتظامی ہمارے ہاں روزانہ کا معمول بن چکا ہے۔ ٹریفک پولیس بھی اپنی انتظامی ذمہ داریاں پورے طور پر نہیں نبھا رہی ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ہماری سڑکیں مقتل بنتی جا رہی ہیں اور المیہ یہ ہے

کہ اس طرف کوئی بھی توجہ دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ رش کے اوقات میں (خصوصاً سکولز، کالجز کُھلنے اور بند ہونے کے اوقات میں) سڑکوں پر حادثات کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ ان اوقات میں چوراہوں پر ٹریفک وارڈنز کی عدم موجودگی ایک سنگین مسئلہ بن چکی ہے۔

جنابِ مُدیر!

آپ کے موقر جریدے کے توسط سے میری حکومت پنجاب کے اربابِ اختیار سے گزارش ہے کہ معروف شاہراہات پر مناسب تعداد میں متعدد وارڈنز تعینات کیے جائیں جو اپنے فرائضِ منصبی دیانت داری سے ادا کریں تاکہ روز افزوں حادثات سے بچا جا سکے۔ میں مزید یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ آپ کا اخبار لوگوں میں ٹریفک اصولوں کا شعور پیدا کرنے کے لیے مہم کا آغاز کرے۔ ٹریفک قواعد کی پابندی کے حوالے سے آپ کی مجلسِ ادارت مضامین کا اہتمام کرے۔ آپ وقتاً فوقتاً اداریوں اور شذرات میں بھی قارئین کی توجہ اس اہم مسئلے کی طرف مبذول کراتے رہیں گے تو صورتِ حال میں یقیناً بہتری آئے گی۔ فقط والسلام!

خیر اندیش

وسیم احمد

❀❀

(11)

سابق طالب علم کی حیثیت سے پرنسپل کے نام خط، کالج کی فلاح و بہبود کے لیے چند ٹھوس تجاویز

10۔ جہاں زیب بلاک

علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

یکم مارچ 2017ء

انتہائی واجب الاحترام پرنسپل صاحب!

السلامُ علیکم!

اس وقت آپ جس اعلیٰ تعلیمی ادارے کی سربراہی فرما رہے ہیں۔ آج سے پانچ برس قبل میں نے اسی ادارے سے گریجوایشن مکمل کی، بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ 2015ء میں پی ایم ایس کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کر لینے کے بعد اب میں لاہور میں بطور اسسٹنٹ کمشنر کام کر رہا ہوں۔ آپ جس ممتاز تعلیمی ادارے کی قیادت فرما رہے ہیں میری ٹھوس تعلیمی بنیادیں اسی ادارے نے استوار کیں۔ مجھے اس کے در و دیوار سے پیار ہے۔ اس کی ترقی اور فلاح و بہبود میرا ایک دیرینہ خواب ہے۔ اس ضمن میں میرے ذہن میں کچھ تجاویز ہیں جو میں آپ کی خدمت میں پیش کرنا

چاہتا ہوں۔تجاویز درج ذیل ہیں:

1- تمام سابق طالب علموں سے رابطہ اور ادارے کی بہتری کے لیے ٹھوس تجاویز پیش کرنے کی تجاویز۔

2- ادارے کی مستقل بہتری کے لیے Advancement Office کا قیام۔

3- سالانہ بنیادوں پر المنائی Get Together (Allumani) کا اہتمام۔

4- لائق مگر ضرورت مند طالب علموں کے لیے علیحدہ فنڈ کا قیام جس میں صاحب استطاعت سابق طالب علم ماہانہ Contribution جمع کروائیں۔

5- سالانہ بنیادوں پر کالج کی Renovation کا بندوبست۔

6- کالج کے اندر طلبہ، ملازمین اور اساتذہ کے لیے ایک ڈسپنسری کا قیام۔

7- کالج میں ضرورت مند طالب علموں کے لیے بک بنک کا قیام۔

8- کالج کے سابق طالب علموں سے ذاتی لائبریری سے کالج لائبریری کے لیے کُتب کی فراہمی کی درخواست۔

9- کالج میں بلڈ بنک کا قیام تاکہ وقتِ ضرورت طلبہ اور اساتذہ کی ضروریات کو پورا کیا جاسکے۔

10- طلبہ کی روز افزوں تعداد کے پیش نظر دو مزید ہاسٹلز کا قیام۔

11- صاف سُتھری اشیائے خورد و نوش کے لیے تمام سہولتوں سے مزّین کیفے ٹیریا کا قیام۔

مکرمی پرنسپل صاحب!

ان تجاویز کے علاوہ بھی کچھ تجاویز کالج کے سابق طالب علموں سے حاصل کی جائیں۔اُن پر عمل درآمد کے حوالے سے بھی مشاورت کی جائے اور ان پر عمل درآمد ممکن ہوسکے تو ہمارا ادارہ مزید مضبوط اور مستحکم ہوگا۔خدارا اس خط میں پیش کی گئی تجاویز پر توجہ فرمائیے گا۔مجھے آپ کے فیصلے کا شدت سے انتظار رہے گا۔میری خدمات ہر طرح سے حاضر ہیں۔فقط والسلام!

آپ کا تابع فرمان

امتیاز احمد

چھٹا باب

مضمون نویسی

جامع مضامین مشتمل بر ہزار تا دو ہزار الفاظ)

1- قومی زندگی میں زبان کا کردار

انسان کو اللہ رب العزت نے مدنی الطبع فرمایا ہے۔اسی لیے وہ زندگی گزارنے میں اجتماعیت کا محتاج ہے، تنِ تنہا زندگی نہیں گزار سکتا۔جب باہم مل جل کر رہے گا تو افادہ و استفادہ کی ضرورت ہوگی اور ان دونوں کے لیے زبان و بیان کا واسطہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔مافی الضمیر ادا کرنے کے لیے ہر انسان عموماً مادری زبان اختیار کرتا ہے۔

گو زبانیں مختلف ہیں لیکن ہر زبان کے کچھ اثرات ہوتے ہیں، جو اس کے بولنے اور سننے والوں کے قلب اور دماغ کو متاثر کرتے ہیں۔قوموں کے عروج و زوال اور بناؤ بگاڑ میں زبان کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ہر قوم کی زبان اپنے ساتھ ایک تہذیب رکھتی ہے۔شعرا کے کلام اور مقالات لکھنے والوں کے مضامین مخصوص کلچر اور ثقافت کے محور پر گھومتے رہتے ہیں۔

معاشرہ میں کوئی بھی زبان بولی جائے اس سے معاشرے کا مسلک اور مذہب معلوم ہو جاتا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ زبان کے الفاظ اور اس کی کہاوتیں اور مروجہ حکائتیں اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ بولنے والے کا باطن کن عقائد و افکار سے مانوس ہے۔زبان و بیان کا اثر انسان کے کردار پر بھی پڑتا ہے، اسی لیے تو اہلِ خرد اپنی نسلوں کو ایسی زبان پڑھانے سے باز رکھتے ہیں جو اپنے اخلاق و افکار سے ہم آہنگ نہ ہو۔فارسی میں اخلاقیات پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں پھر وہ اردو میں منتقل ہوئیں۔جب تک یہ کتب زیرِ درس رہیں، اس وقت تک برصغیر کے انسانوں میں برابر اخلاقیات کی تعمیر ہوتی رہی۔

اردو زبان میں غضب کی بلاغت ہے۔اس کی کہاوتیں عبرت آموز اور کہانیاں دل افروز ہیں۔اس کے الفاظ اور امثال حکایات و روایات معاشرہ کو مہذب بنانے والے، نوخیز نسلوں کو پروقار عروج کی طرف لے جانے والے ہیں۔الفاظ کے پسِ پردہ جو حقائق پنہاں ہیں اور محاورات کی تہہ میں جو مصارف مضمرات ہیں اگر ان پر توجہ مرکوز کردی جائے تو اخلاق و اعمال پر بہت اثر پڑتا ہے۔مثلاً اصل اردو میں یہ رواج رہا ہے کہ جب کسی نے اپنے مخاطب سے نام پوچھا تو

جواب ملا: نام تو اللہ ہی کا ہے، احقر کو فلاں نام سے یاد کرتے ہیں۔ کیسا نصیحت آموز محاورہ ہے۔ اللہ کی بڑائی کا اظہار کیا اور اپنے بارے میں تواضع اختیار کی۔ پرانے اکابر محاورات کے ذریعہ دینی ذہن بناتے تھے اور حکایات و امثال کے ذریعہ کامل تربیت دیا کرتے تھے۔ دیکھیے! لفظ عبادت کا ترجمہ ہندی زبان میں لفظ پوجا سے کیا جاتا ہے، لیکن دونوں کا پس منظر الگ الگ ہے۔ لفظ عبادت سے ذہن اچانک ذات واحدۂ لاشریک کی طرف جاتا ہے اور لفظ پوجا سے معبودان باطلہ کے سامنے ماتھا ٹیکنے کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ ہندوستان میں عربی اور فارسی کے اثرات سے اسلامی تمدن اور اسلامی خیالات کی ایک رو دوڑ گئی تھی۔ ان اسلامی اثرات کے نمونے اب تک بھی ہندوستان کی مختلف قوموں کی طرز تمدن اور مختلف اصلاحی اور مذہبی تحریکوں کی صورت میں موجود ہیں۔ لیکن اس وقت جب سے انگریزی زبان نے فروغ پایا ہے تو ہر طرف الحاد و لامذہبی کا دور دورہ نظر آتا ہے۔ اس کا سبب کیا ہے؟ کیا انگریزی زبان میں اسلامی تعلیمات موجود نہیں؟ کیا قرآن مجید اور صدہا اسلامی کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ نہیں ہوا؟ کیا انگریزی میں اسلامی کتابیں تصنیف نہیں ہوئیں؟ کیا وجہ ہے کہ اسلامی تعلیم مغرب کی مادی تہذیب کے اثرات پر غالب نہیں آسکتی۔ انگریزوں کو متاثر کرنا تو درکنار خود انگریزی خواں مسلمانوں میں اپنے مذہب سے بیگانگی اور بیزاری پائی جاتی ہے۔ غور کرنے سے یہی بات سامنے آتی ہے کہ اہلِ مغرب کی صدیوں کی اسلام دشمنی اور عیسائیت میں قدیم کافرانہ عقائد کی آمیزش نے اسلام کا صحیح تصور سامنے نہیں آنے دیا اور پھر موجودہ مادی تہذیب نے مغربی زبانوں کو اس قابل ہی نہیں رکھا کہ وہ اسلام کے حقیقی تخیل کو کماحقہ، ادا کریں، انگریزی زبان اس وقت پھیلاؤ کے اعتبار سے بڑی زبانوں میں سے ہے اور وسعت کے لحاظ سے شاید ہی کوئی زبان اس کا مقابلہ کر سکے، لیکن غلط فہمیاں پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے۔ چند نمونے امثال کے طور پر ملاحظہ ہوں، جن سے اس زبان کی خامی اور غیر موزونیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

لفظ نبی عربی کا لفظ ہے، قرآن میں حدیث میں جگہ جگہ وارد ہوتا ہے، عربی اور اردو میں استعمال کرنے سے اس کا جو مفہوم ذہن میں آتا ہے، اس سے ہر مسلمان واقف ہے لیکن انگریزی میں اس کی جگہ پرافٹ (Prophet) کا لفظ استعمال ہوتا ہے، جس کا مفہوم ہے ایک پیشین گوئی کرنے والا۔ اس کی اصل کاہنوں کے تصور سے ملتی جلتی معلوم ہوتی ہے اور انگریزی کے موجودہ لٹریچر میں تو یہ نہایت ہی ادنیٰ مفہوم میں مستعمل ہے۔ اب لفظ ہجرت کو لے لیجیے! اسلام میں ہجرت کا لفظ سنتے ہی انتہائی ایثار، قربانی کا مقدس واقعہ ذہن میں آجاتا ہے۔ جس سے پیغمبر اور آپ کے رفقا کی عظمت کا نقش دل پر بیٹھ جاتا ہے۔ لیکن انگریزی زبان میں اس کا ترجمہ فلائیٹ (Flight) کیا جاتا ہے، جس کے معنی ہیں فرار یا

بھاگ جانا۔ اس ترجمہ سے سامع کے دل پر جو حقارت آمیز اثر ہوتا ہے وہ صاف ظاہر ہے، لیکن اس کے باوجود انگریزی زبان میں مسلمان مصنفین بھی یہی لفظ استعمال کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ لفظ طاہر اور نجس دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ مسلمان ان دونوں لفظوں کو بولتے ہیں تو ان کے معانی بھی سمجھتے ہیں، طاہر اور نجس میں فرق بھی پہچانتے ہیں۔ بچہ بچہ جانتا ہے کہ یہ چیز طاہر ہے اور یہ چیز نجس ہے۔ لیکن جن زبانوں میں یہ الفاظ نہیں ہیں ان زبانوں کے بولنے والے ان کے مفاہیم اور مصادیق سے بالکل ناواقف ہیں۔

ایک گریجویٹ مسلمان کی کسی انگریز سے بحث ہوگئی۔ انگریز نے اپنی زبان کی وسعت اور ہمہ گیری کا دعویٰ کیا۔ اس پر مسلمان نے کہا انگریزی زبان میں لفظ پاک کے لیے کوئی لفظ نہیں ہے۔ انگریز کہنے لگا کیوں نہیں؟ لفظ ہولی (Holy) سے یہ مفہوم ادا ہوتا ہے۔ مسلمان نے کہا ہرگز نہیں یہ لفظ مقدس کی ترجمانی کرتا ہے لفظ طاہر کے معنی نہیں دیتا۔ پھر انگریز نے اس کی جگہ کلین (Clean) پیش کیا۔ مسلمان نے کہا کہ یہ بھی صحیح نہیں، کلین صاف کے معنی میں آتا ہے۔ طاہر کے معنی نہیں ہوسکتا کہ ایک چیز صاف ہو مگر طاہر نہ ہو جیسے ناپاک پانی سے دھویا ہوا کپڑا اور ممکن ہے کوئی چیز صاف نہ ہو مگر پاک ہو جیسے گرد آلود میلا کپڑا۔ تو جن قوموں کے یہاں یہ لفظ ہی نہیں وہ پاک اور اس کے بالمقابل نجس کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔

زبان جس طرح مذہب کی صحیح ترجمانی کرتی ہے اسی طرح اپنے معاشرے کے کردار کو بلند یا پست کرنے میں بھی اسے خاص دخل ہے۔ ہر زبان کی کہاوتیں اور مروجہ کہانیاں اور ادیبوں کے مضامین اور شعرا کے قصائد سے بالکل واضح طور پر معلوم ہوجاتا ہے کہ اس زبان کے بولنے والے کن اخلاق کے حامل ہیں اور کیسے اعمال کے عادی ہیں۔ شعرا کا کلام جہاں فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بیان و لسان کی بلندیاں ظاہر کرتا ہے وہاں اپنے معاشرے کی خاص ذہنیت اور کردار کی بلندی یا پستی کا پتہ بھی دیتا ہے۔ اگر فواحش و منکرات کو اچھے ناموں سے موسوم کردیا جائے تو ذہنوں سے ان کی قباحت نکل جاتی ہے۔ آج کل یہی ہو رہا ہے کہ بے حیائی کے کاموں کو ثقافت سے اور رقص و سرود کو فنونِ لطیفہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ نظروں کے سامنے ہے کہ نئی نسل کے ابھرتے ہوئے نوجوان ان چیزوں کی برائی سے نہ صرف یہ کہ ناواقف ہیں بلکہ ان کو کمالِ انسانیت سمجھتے ہیں۔ اچھا نام رکھنے سے بری چیز اچھی نہیں ہوجاتی لیکن بار بار اسے اچھے نام سے یاد کرنے کے باعث اس کی خرابی ذہن سے نکل جاتی ہے اور اس طرح معاشرے کے کردار پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ زبان کو انسان کے ابھارنے میں بہت بڑا دخل ہے اور معاشرے کو خیر و شر پر ڈالنے میں زبان کے محاورات اور مروجہ حکایات و روایات کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ قومی زندگی کا نشیب و فراز زبان سے ہوتا ہے۔ افراد

سے جماعتیں بنتی ہیں اور افراد اپنا اپنا کردار لے کر جماعت میں داخل ہوتے ہیں۔ افراد کی خرابی سے جماعتیں خراب ہو جاتی ہیں۔ انفرادی اصلاح میں زبان کو بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔ (مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

❁❁

2- اُردو کی مقبولیت کے اسباب

اردو اس وقت دنیا کی چند بڑی زبانوں میں سے ایک ہے۔ اقوام متحدہ کے ادارے یونیسکو کے اعداد و شمار کے مطابق دنیا میں سب سے زیادہ بولی اور سمجھی جانے والی زبانوں میں چینی اور انگریزی کے بعد تیسری بڑی زبان اردو ہے۔ اس کے بولنے اور سمجھنے والے دنیا کے تقریباً ہر خطے اور ہر ملک میں موجود ہیں اور اس کے حلقۂ اثر کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ یہ انگریزی کے بعد دنیا کی سب سے بڑی زبان ہے۔ پاکستان میں اردو کو قومی زبان کا درجہ حاصل ہے اور یہ ملک بھر میں رابطے کی واحد زبان ہے۔ اگرچہ پاکستان میں صوبائی سطح پر پنجابی، سندھی، بلوچی، پشتو، سرائیکی اور پوٹھوہاری وغیرہ بولی جاتی ہیں مگر ان کا دائرہ اثر صرف مقامی سطح تک محدود ہے جب کہ اردو واحد زبان ہے جو طورخم سے کراچی تک سمجھی، بولی، پڑھی اور لکھی جاتی ہے۔ بلکہ بھارت، بنگلہ دیش اور سارک کے دوسرے ملکوں میں بھی اس کی مقبولیت کچھ کم نہیں۔ یہاں کے بیشتر باشندے، بالخصوص شہری آبادیوں میں رہنے والے اردو بولتے اور سمجھتے ہیں اور اردو پڑھنے لکھنے والوں کی تعداد بھی کروڑوں میں ہے۔ گویا یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ جنوبی ایشیا میں اردو وہ زبان ہے جسے طورخم سے چٹاگانگ اور کوہ ہمالیہ سے لے کر جزائر مالدیپ تک قبولِ عام کا درجہ حاصل ہے۔ اس کے علاوہ مشرق وسطیٰ کے تمام ممالک اور یورپ، امریکہ، کینیڈا، افریقہ، آسٹریلیا اور ایشیا کے دوسرے ملکوں میں بھی اردو بولنے اور سمجھنے والوں کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔ دنیا کی بیشتر معروف یونیورسٹیوں مثلاً کیمبرج یونیورسٹی، آکسفورڈ یونیورسٹی، کنگز کالج لندن، لندن یونیورسٹی، کولمبیا یونیورسٹی، شکاگو یونیورسٹی، انٹرنیشنل یونیورسٹی کیلفورنیا، میک گل یونیورسٹی کینیڈا وغیرہ میں ضرورت کے تحت اردو کی تدریس کے شعبے قائم ہیں، جن میں اردو سیکھنے والوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔ لطف یہ ہے کہ متذکرہ یونیورسٹیوں کے علاوہ بھی دنیا کی کئی اور یونیورسٹیوں میں اردو میں پی ایچ ڈی تک کی ڈگریاں دی جاتی ہیں۔ پاکستان کی یونیورسٹیوں میں بھی دوسرے ملکوں سے طلبا اردو پڑھنے کے لیے آتے ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت دنیا میں اردو جاننے اور بولنے والوں کی مجموعی تعداد ڈیڑھ ارب سے متجاوز ہے جو اردو کی عام مقبولیت کا سب

سے بڑا ثبوت ہے۔

ماہرینِ السنہ کے مطابق زبان کسی فردِ واحد کی تخلیق نہیں ہوتی بلکہ زبان کو معاشرتی ضرورت نے پیدا کیا اور اس کا ارتقا زمانے کی ضرورت اور حالات و افکار کے تابع رہا، جس میں صدیوں کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔ بقول بابائے اردو مولوی عبدالحق:

> ''جس اصول پر بیج سے کونپل پھوٹتی ہے، پتے نکلتے، شاخیں پھیلتی، پھل پھول لگتے ہیں اور ایک دن وہی ننھا سا پودا ایک تناور درخت ہو جاتا ہے اسی اصول کے مطابق زبان پیدا ہوتی، بڑھتی اور پھلتی پھولتی ہے۔''

اس اصول کے بموجب اردو کا آغاز اس وقت ہوا جب مسلمان فاتحین ہندوستان میں داخل ہوئے اور یہاں کے مقامی باشندوں سے ان کا میل جول روز بروز بڑھتا گیا۔ ابتدا میں یہ تغیر خفیف سا ہوا جسے محسوس کرنا بھی دشوار تھا۔ بالآخر اس نے ایک نئی صورت اختیار کر لی۔ اس وقت کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آ سکتا تھا کہ ایک نئی زبان نے جنم لینا شروع کر دیا ہے۔ برصغیر میں اولین مسلمان فاتح محمد بن قاسم آئے۔ محمد بن قاسم نے (712ء میں) صرف سندھ فتح کیا اور پھر سندھ ایک طویل عرصے تک اموی اور بعد ازاں عباسی سلطنت کا حصہ رہا۔ محمد بن قاسم اور ان کے لشکر کی زبان عربی تھی لیکن اس کے لشکر میں ترکی اور فارسی بولنے والے سپاہی بھی موجود تھے۔ چنانچہ ان زبانوں کے اثرات سندھ کی مقامی زبان پر ہوئے۔ یہ اثرات آج تک موجود ہیں۔ یہاں تک کہ ان اثرات کی بدولت سندھی زبان کا رسم الخط بھی آج تک عربی رسم الخط ہے۔ اس کے ڈھائی تین سو سال بعد دیگر مسلمان فاتحین شمال مغرب کی طرف سے درہ خیبر کے راستے ہندوستان میں آئے۔ ان کا پہلا پڑاؤ پنجاب تھا۔ چنانچہ پنجابی پر یہ اثرات آج بھی واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ ان فاتحین کی زبان فارسی تھی اور ایک زمانے تک ان کی زبان، بول چال اور لکھنے پڑھنے ہر دو اعتبار سے فارسی ہی رہی۔ فارسی کو سرکاری زبان کی حیثیت بھی حاصل تھی نیز درباری اور دفتری تمام امور اسی زبان میں انجام دیے جاتے تھے۔ عدالتی زبان کی حیثیت سے فارسی کا رواج 1837ء تک قائم رہا۔ فارسی کی بلند وقعتی کے پیشِ نظر یہاں کے مقامی باشندوں نے بھی اسے شوق سے سیکھا۔ بلکہ مدت مدید تک فارسی لکھنا پڑھنا تہذیب میں داخل رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ عربی، مسلمانوں کی مذہبی اور علمی زبان تھی اور مسلمانوں کے علوم و فنون کا بیشتر خزانہ اسی زبان میں مدفون تھا۔ چنانچہ مقامی لوگوں نے فارسی کے ساتھ ساتھ عربی میں بھی مہارت بہم پہنچانے کی کوشش کی۔ ادھر وسیع و عریض ملک میں مختلف زبانیں (پراکرتیں) رائج تھیں۔ انھیں مسلمانوں نے سیکھا کیونکہ یہ مسلمانوں کے لیے ضروری تھا۔ یہ عوام الناس کی زبانیں تھیں اور ان کے سیکھے بغیر عوام کے دلوں میں کو فتح نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ ان حالات میں عربی، فارسی اور مقامی زبانوں کا اختلاط شروع ہوا

اور بالآخر ایک مشترکہ زبان نے جنم لیا جسے بعدازاں اردو کا نام دیا گیا۔صوفیہ اور اہل اللّٰہ بھی اسی زبان میں تبلیغ کرتے تھے کیونکہ ان میں اور عام لوگوں میں رابطے کا ذریعہ یہی زبان تھی۔اس طرح اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا معتد بہ حصہ ہے۔

اردو بجائے خود ترکی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی لشکر یا فوج کے ہیں۔1037ھ مطابق 1627ء کے بعد سے جو شاہی لشکر دہلی میں مقیم رہا وہ اردو یا اردوئے معلّٰی کہلاتا تھا اور چونکہ یہ زبان لشکری بولتے تھے۔اس لیے یہ زبان اردو کہلائی۔اسی لیے پہلے پہل ثقہ قسم کے لوگ اس میں بول چال کرنے سے بچنے کی کوشش کرتے اور اس کے لکھنے پڑھنے کو عار سمجھتے رہے لیکن رفتہ رفتہ اس کے قدم جمتے گئے۔مغلیہ سلطنت کے دورِ انحطاط میں اس میں خوب نکھار پیدا ہوا۔عوام کے ساتھ ساتھ خواص نے بھی اسے اپنایا۔شعرا نے اسے اپنے سایہ عاطفت میں لے لیا اور اس میں بہت کچھ صفائی پیدا کی اور نئی نئی تراش خراش سے اسے خوب آراستہ و پیراستہ کر دیا۔مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد برصغیر پر انگریزوں کا قبضہ ہوا۔انگریز ہندو اور مسلمانوں دونوں سے الگ بالکل ایک غیر اور اجنبی قوم تھی جو سات سمندر پار سے آئی تھی۔اس کی زبان، اس کی تہذیب، اس کے معاشرتی حالات یہاں سے بالکل جداگانہ تھے مگر اس قوم کے لیے بھی، برصغیر میں مضبوطی سے قدم جمانے کے لیے، سوائے اردو کا سہارا لینے کے کوئی چارہ نہ تھا۔اس طرح غیر محسوس طریقے سے انگریز بھی اردو کی ترویج و اشاعت کا تیسرا بڑا سبب ہوئے۔

اردو بلاشبہ ایک مرکب زبان ہے لیکن ہندی نژاد ہے۔جس پر عربی، ترکی، فارسی اور انگریزی کے اثرات سب سے زیادہ ہیں۔مختلف زبانوں کے الفاظ بنیادی عناصر کی صورت میں اس کثرت سے اور اس طرح اردو میں داخل ہو گئے ہیں کہ اب انھیں اس مرکب سے علیحدہ کرنا محال ہے اور شاید اسی وجہ سے اردو کا یہ مزاج بن گیا ہے کہ یہ دوسری زبانوں کے الفاظ اپنے اندر بآسانی جذب کر لیتی ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ اس میں ہر شخص کے لیے ایک انجانی سی کشش ہے۔دوسری بات یہ کہ اردو جن جن زبانوں سے مل کر بنی ہے ان تمام زبانوں کی بیشتر خوبیاں بھی اس میں آ گئی ہیں۔مثلاً ہندی میں یہ خوبی ہے کہ اس کے الفاظ نرم و شیریں اور کومل ہیں اور ان میں ایک دل آویزی موجود ہے۔عربی میں جو فصاحت و بلاغت ہے وہ کسی دوسری زبان میں نہیں۔فارسی میں شیرینی کے ساتھ ساتھ ایک شان ہے۔چنانچہ یہ تمام خوبیاں اردو میں موجود ہیں۔

اردو کا بنیادی ڈھانچہ اگرچہ مقامی خمیر سے تیار ہوا ہے لیکن یہ اپنی ساخت کے اعتبار سے بین الاقوامی مزاج کی مخلوط زبان ہے۔اردو میں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے، ہندی، عربی، فارسی زبانوں اور مقامی بولیوں کے الفاظ اس کثرت

سے داخل ہیں کہ ان کا شمار کرنا محال ہے۔اس کے علاوہ اس میں انگریزی، اطالوی، پرتگالی، ترکی، جرمن، چینی، سکنڈے نیوین، فرانسیسی، ولندیزی، یونانی اور دیگر زبانوں کے الفاظ بھی اچھی خاصی تعداد میں موجود ہیں۔یہ الفاظ روزمرہ کی تقریر و تحریر میں بے کھٹکے بولے اور لکھے جاتے ہیں۔یہاں تک کہ دور افتادہ دیہاتوں میں بھی برابر مستعمل ہیں۔ان میں سے زیادہ تعداد انگریزی الفاظ کی ہے۔ان کی ایک نامکمل فہرست قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش کی جاتی ہے:

اپیل، ارجنٹ، الیکٹرک، انٹرویو، انجنیئر، انچ، انسپکٹر، اوورکوٹ، ایٹم، ایکٹنگ، ایمپائر، باکسر، بائیکاٹ، بٹن، بک سٹال، بریک، بلاک، بلب، بلیڈ، بنڈل، بینک، بینچ، بم، بوٹ، بوتل، پالیسی، بورڈنگ ہاؤس، بیٹری، بیگ، بیرسٹر، بینڈ، پارٹی، پاکٹ، پاس، پارلیمنٹ، پیٹرول، پبلک، پبلشر، پینسل، پائیلٹ، پمپ، پستول، پریس، پرنسپل، پرس، پلیٹ، پروگرام، پرائمری، پیسٹری، پاؤڈر، پروفیسر، پنشن، پلاٹون، ٹائر، تھیٹر، ٹکٹ، ٹرافی، ٹیوشن، ٹیچر، ٹیوب، ٹوکن، ڈاک، جج، جام، جگ، جیلی، جیکٹ، جار، جنرل، جسٹس، جیل، جوکر، جوس، سال عیسوی کے بارہ مہینوں کے نام، چارٹ، چمنی، چاکلیٹ، چاک، ڈاکٹر، ڈپو، ڈائری، ڈسپنسری، ڈرم، ڈرائیور، ڈیسک، رائفل، راشن، رش، رجسٹر، رپورٹ، ریل، ریموٹ، سائیکل، سارجنٹ، سپرٹ، سپرنگ، سپیڈ، سپیشل، سپیکر، سٹاپ، سٹریچر، سٹوڈیو، سٹور، سٹول، سٹیڈیم، سٹیشن، سٹیل، سٹینڈ، سلیٹ، سٹینوگرافر، سینما، سرکس، سرجن، سمگلر، سلیپر، سکول، سیکنڈ، سمینٹ، شیو، فلم، فیل، فٹ بال، کاپی، کالج، کلاس، کمپیوٹر، کارڈ، گیس، گلاس، گراؤنڈ، مڈل، موبائل، منیجر، منٹ، مفلر، مشین، میک اپ، میچ، نمبر، نب، ناول، والی بال، وارڈ، ہاکی، یونیورسٹی وغیرہ۔اگر ان تمام انگریزی الفاظ کا شمار کیا جائے جو من و عن اپنی صورت میں یا ذرا سے تصرف سے اردو میں استعمال ہوتے ہیں تو بلا مبالغہ ایک ڈکشنری تیار ہو سکتی ہے۔انگریزی الفاظ کے علاوہ دوسری زبانوں کے کچھ الفاظ کا یہاں لکھنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گا جیسے انفلوئنزا، بیلٹ، بالکنی، پیانو، راکٹ، پگوڈا، تولیہ، چابی، سنگترہ، صابن، صوفہ، فالتو، فیتہ، گرجا، گودام، مستول، میز، مقناطیس، نیلام وغیرہ پرتگالی زبان سے اردو میں شامل ہوئے ہیں۔

اتا، اتالیق، اردو، ازبک، اطاق، التمش، ایاغ، ایبک، ایلچی، باجی، بقچہ، بندہ، بیرم، بیگم، پاشا، تمنچہ، توپ، تلاش، توزک، جلو، جیغہ، چپقلش، چغہ، چق، خاتون، خانقاہ، سراغ، طغرا، قاب، قاش، قاقم، قالین، قدغن، قرابین، قراول، قرق، قرولی، قزاق، قلاش، قلی، قینچی، قنات، قورمہ، قیف، کوکلتاش، ملا، یلدرم، یورش وغیرہ الفاظ ترکی سے آئے ہیں۔

اسپرے، ٹب، ڈرل، سوئچ، مگ وغیرہ جرمن سے اردو میں شامل ہوئے ہیں۔چائے، چوں چوں، چینی، کاغذ،

ایلچی، وغیرہ اصل میں چینی الفاظ ہیں۔ اردلی، ایڈی کانگ، پارک، پریڈ، ٹروپ، فرانک، کارتوس، مادام وغیرہ الفاظ فرانسیسی زبان سے آئے ہیں۔ اسکاؤٹ، بیگج، ٹرسٹ، ٹفن، ٹرام، جرسی، جمپ، فیلو، کیک، کیتلی، لفٹ وغیرہ الفاظ کا اصل تعلق سکنڈے نیویا سے ہے۔ برانڈی، پلگ، ڈرم، گولف، ویگن وغیرہ الفاظ ولندیزی زبان سے تعلق رکھتے ہیں۔

آکسیجن، آپریشن، اصطرلاب، افلاطون، اقلیدس، ایجنٹ، ایلوپیتھی، ایکشن، بکس، پائپ، ٹیلی فون، ٹیلی پیتھی، ٹیکنیکل، ٹیلی ویژن، جغرافیہ، فنکشن، ڈویژن، ڈراما، ریڈیو، ریگولر، فیملی، فیلسوف، کانفرنس، کلو، کلیسا، کورس، کیمرہ، گراموفون، لیکچر، نمونیہ، ووٹ، ہومیوپیتھی، ہائیڈروجن وغیرہ الفاظ، اصل میں یونانی ہیں ان میں سے بعض الفاظ عربی اور بعض انگریزی کی وساطت سے اور بعض براہِ راست اردو میں داخل ہوئے اور کثرت سے مستعمل ہیں۔

ان زبانوں کے الفاظ دیکھ کر یوں لگتا ہے کہ یہ اردو ہی کے لیے بنے تھے اور ان زبانوں کا نام تو ہم محض تکلفاً لیتے ہیں۔ اس سے یہ بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اردو میں غیر زبانوں کے الفاظ کو اپنے اندر سمونے کی کس قدر صلاحیت ہے۔ اردو کے اس مخلوط مزاج ہونے کے نتیجہ میں یہ ہوا ہے کہ اردو کے ہر جملے میں کئی کئی زبانوں کے الفاظ شامل ہوتے ہیں اور ان الفاظ اور جملوں کے سننے والا، چہ جائیکہ اردو سے نابلد ہی کیوں نہ ہو، کسی نہ کسی حد تک محسوس کرتا ہے کہ جیسے وہ اس زبان سے مانوس ہے یا کچھ نہ کچھ الفاظ سے شناسائی ضرور رکھتا ہے۔ یہ احساس اسے اردو کے قریب تر لانے میں مد ہوتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ جن اجنبیوں نے اردو سیکھنے کی کوشش کی ہے وہ بہت جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ راقم الحروف نے خود دیکھا ہے کہ وہ طلبہ جو پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج کے شعبہ اردو میں اردو سیکھنے کی غرض سے ایران، چین، جاپان، کوریا، تھائی لینڈ، مصر، سعودی عرب، اردن، عراق، آسٹریلیا، امریکہ اور برطانیہ وغیرہ سے آتے ہیں، چند ہی مہینوں میں اردو میں اچھی خاصی گفتگو کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اردو کی کتابیں پڑھ لیتے ہیں اور اردو لکھنا بھی سیکھ جاتے ہیں۔

اردو میں دخیل الفاظ کئی جہتوں سے اردو میں داخل ہوئے۔ یہ جہتیں کون کون سی ہیں، یہ بحث ایک علیحدہ باب ہے۔ بہرکیف ان دخیل الفاظ کے تفصیلی مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بحیثیت مجموعی اردو میں یہ تین صورتوں سے آئے ہیں: بعض الفاظ جوں کے توں اردو میں داخل ہو گئے ہیں، بعض کا حلیہ اور تلفظ بدل گیا ہے اور بعض الفاظ کچھ کے کچھ ہو گئے ہیں۔ لیکن بہرطور اب یہ اردو کے الفاظ ہیں۔ بقول انشاء اللہ خاں انشاء: ''ہر وہ لفظ جو اردو میں آ گیا، اردو کا ہے۔'' یہ اصول آج بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ یہ عمل آج بھی جاری ہے۔ اس پر نہ کوئی قدغن لگا سکتا ہے اور نہ ہی اردو کا مزاج کسی قدغن کے قبول کرنے کو تیار ہے۔ اس طرح اردو کے سرمائے میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ بلکہ یہ ہر زندہ زبان کا اصول

ہے کہ وہ دوسری زبانوں کے الفاظ کسی نہ کسی صورت میں قبول کر لیا کرتی ہے لیکن بہرطور اردو میں یہ خاصیت سب زبانوں سے زیادہ ہے۔ اردو کی اس صلاحیت کا اندازہ سب سے پہلے اولیائے عظام اور صوفیائے کرام کو ہوا جو برصغیر پاک و ہند کے مختلف علاقوں میں اسلام کا پیغام پہنچانے کی غرض سے آئے۔ ان کی اپنی مادری زبان کچھ بھی رہی ہو مگر وہ عوام میں رہ کر عوام سے عوام کی زبان میں مخاطب ہوئے۔ چنانچہ متاثرین نے ایسے لوگوں کے اقوال، وظائف اور ملفوظات وغیرہ کو حرزِ جان بنا لیا۔ ان کا یہ فیض آج بھی ہر جگہ جاری و ساری ہے۔ اسی طرح غیر ملکوں کے سیاحوں کی زبان کے بہت سے الفاظ بھی ملکی زبان کا جزو بنتے رہے اور مغرب سے سفارت کار اور مشنری برصغیر پاک و ہند میں آئے تو انھوں نے بھی اسی زبان کو ذریعہ اظہار بنایا کیونکہ اس کے بغیر ان کا گزارہ نہ تھا۔ ان مبلغوں، سیاحوں، سفارت کاروں اور مشنریوں کے ذریعے ہی مختلف اقوام اس زبان سے روشناس ہوئیں اور یہاں کے بہت سے الفاظ ان کی زبانوں میں بھی داخل ہوئے۔ اور ظاہر ہے یہ سب باتیں اردو کی مقبولیت کا باعث بنیں۔

اردو کی مقبولیت کا ایک اور سبب یہ بھی ہے کہ چونکہ اردو کا جنم کئی زبانوں کے اتفاقی اختلاط سے ہوا ہے اس لیے ان زبانوں کے حروف ابجد بھی اس میں آ گئے ہیں اور اس وقت اس زبان میں سب سے زیادہ آوازوں کے حروف کا نظام مستعمل ہے۔ اردو کے مقابلے میں اطالوی زبان میں محض بیس حروف رائج ہیں۔ فرانسیسی میں تیئیس، یونانی میں چوبیس، لاطینی میں پچیس، انگریزی جرمنی اور سپینش میں چھبیس، عربی میں اٹھائیس، فارسی میں بتیس، روسی میں اکتالیس اور ہندی یا سنسکرت میں انچاس، جب کہ اردو میں پچپن حروف رائج ہیں۔ مشہور ماہرِ لسانیات ولیم جانسن کا قول ہے کہ: ''ہر طرح سے مکمل زبان وہ ہے جس کے رسم الخط میں اس کی زبان کی ساری آوازوں کے نمائندے حروف موجود ہوں۔'' یہ تعریف اردو پر صادق آتی ہے جب کہ انگریزی یا دوسری وہ زبانیں جو بین الاقوامی حیثیت کی حامل ہیں، اس تعریف پر پورا نہیں اترتیں۔ بلکہ اردو اگر یہ دعویٰ کرے کہ اس میں دنیا کی ساری بڑی زبانوں کی آوازوں کے لیے حروف موجود ہیں تو غلط نہ ہوگا۔

اردو کی یہ خاصیت بھی ہے کہ اس میں ہر زبان کے الفاظ خواہ کسی بھی لہجے اور کیسے ہی مشکل مخرج سے تعلق کیوں نہ رکھتے ہوں، بآسانی جزوِ بدن ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ترکی کا غ، عربی کا ع، فارسی کی ژ، اٹلی کی ٹ، سنسکرت کا ش، ہندی کی ڈھ اور ڑھ، انگریزی کی ٹ، اس میں سب موجود ہیں۔ دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں ہر ملک کی آب و ہوا کا لطف اور ہر موسم کا سماں موجود ہے۔ یہاں کے باشندے جس زبان کو چاہتے ہیں اس میں جلد ہی اس قدر مہارت پیدا کر لیتے ہیں کہ اس کے اہلِ زبان بھی تمیز نہیں کر سکتے۔ اور تو اور یہاں کے بعض پرندوں کو بھی یہ ملکہ حاصل ہے کہ آپ

ذرا سی محنت سے انھیں دنیا کی ہر زبان سکھا سکتے ہیں اور وہ اس زبان میں جلد ہی بولنے لگتے ہیں۔ بنگلہ دیش کی مینا اور پاک و ہند کے راء طوطے کی بولی پر صاف انسان کا گمان ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر لطف یہ ہے کہ یہاں کے بعض لوگ بعض جانوروں کی بولی بول کر اس خوبی سے نقل کرتے ہیں کہ ان جانوروں کو بھی مخمصے میں ڈال دیتے ہیں۔

اردو کی مقبولیت کا ایک اور سبب یہ بھی ہے کہ دنیا کی بیشتر زبانوں کے مقابلے میں اردو تحریر کم سے کم جگہ اور وقت لیتی ہے۔

اس کے علاوہ اردو میں یہ وصف بھی ہے کہ اس میں مصدر سازی کے ایک نہایت کارآمد نظام کا سلسلہ موجود ہے یعنی اردو کے لازم مصادر کو متعدی مصادر میں اور متعدی مصادر کو متعدی المتعدی مصادر میں آسانی کے ساتھ ڈھالا جا سکتا ہے۔ مثلاً: لکھنا سے لکھانا اور لکھوانا، اٹھنا سے اٹھانا، اور اٹھوانا، پکنا سے پکانا اور پکوانا، پینا سے پلانا اور پلوانا، ہنسنا سے ہنسانا اور ہنسوانا وغیرہ۔ مصدر سازی کے اس نظام سے جملوں کی ساخت مختصر اور آسان ہو جاتی ہے اور مفہوم بھی بخوبی ادا ہوتا ہے جب کہ بہت سی زبانوں مثلاً انگریزی میں بھی اس طرح کا کوئی نظام موجود نہیں ہے۔

اردو کا ایک امتیازی وصف یہ بھی ہے کہ اس میں ہم معنی، مترادف اور متضاد الفاظ کثرت سے موجود ہیں جس سے اردو بولنے یا لکھنے والا ان الفاظ کے انتخاب میں ایک طرح کی سہولت پاتا ہے۔ اس کے علاوہ اردو میں امدادی افعال کا ایک آسان اور موثر نظام رائج ہے جس کی وساطت سے تحریر و تقریر میں نہ صرف بلاغت اور زور پیدا ہو جاتا ہے بلکہ اکثر اوقات جو فصاحت اور فرق پیدا ہو جاتا ہے وہ ایسا نازک اور پر لطف ہوتا ہے جو بیان میں نہیں آ سکتا اور اس طرح انسانی جذبات بھی آسانی کے ساتھ ادا کیے جا سکتے ہیں۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت اردو میں عام طور پر استعمال ہونے والے الفاظ کی تعداد تین لاکھ سے زیادہ ہے۔ جبکہ اصطلاحی الفاظ کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ الفاظ کی اتنی بڑی تعداد سوائے انگریزی کے غالباً دنیا کی کسی اور زبان میں موجود نہیں۔ چنانچہ اردو کا یہ رنگا رنگ ذخیرہ الفاظ، اس کا بین الاقوامی مزاج، مصدر سازی کے بعض عمدہ اصول، افعالِ معاون کے استعمال کی سہل صورتیں، ہم معنی، مترادف اور متضاد الفاظ کی کثرت وغیرہ ایسی خصوصیات ہیں جو اردو کو دنیا کی تمام زبانوں میں ممتاز اور مشرف کرتی ہیں اور اس کی مقبولیت کی نئی راہیں کھولتی ہیں۔ اردو ایک سہل الخارج، سریع الفہم، ہمہ گیر، ہمہ صفت موصوف اور مرغوب خاص و عام زبان ہے اور، اردو سمجھنے، بولنے اور لکھنے والوں کے لیے وجہ افتخار ہے۔

3- دورِ حاضر میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت

کامیاب زندگی گزارنے کے لیے ہر شخص دوسروں کی خدمات کا محتاج ہے۔ افراد، اداروں، گروہوں اور ماہرین کے بارے میں معلومات ہر شخص کو میسر نہیں ہوتیں۔ معلومات کو متعلقہ افراد تک پہنچانے کا نام ابلاغ ہے۔

دنیا کی آبادی ساڑھے چھے ارب سے متجاوز ہے۔ دنیا میں بسنے والے انسان چار ہزار سے زائد چھوٹی اور بڑی زبانیں بولتے ہیں۔ دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں ساڑھے چار ہزار سے زائد علوم کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ اسی طرح متعدد بین البراعظمی تجارتی ادارے اپنے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے طرح طرح سے سرگرم عمل ہیں اور ان کا بجٹ کئی ممالک کے انفرادی بجٹ سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ دنیا کے ہر حصے میں کوئی نہ کوئی سرگرمی ہر وقت جاری و ساری رہتی ہے۔ قحط، سمندری طوفان، زلزلہ، جنگ، سفارتی سرگرمیاں، میچ، مذہبی رسومات، تہذیبی و ثقافتی سرگرمیاں، بنک، سٹاک ایکس چینج اور نسلی جھگڑوں کی خبریں ہر روز ملتی ہیں۔ دنیا کے ایک کونے میں کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے، آناً فاناً دنیا کے دوسرے سرے تک اس کی خبر پہنچ جاتی ہے۔ اطلاعات کے اس بھرپور اور تیز رفتار نظام کو ذرائع ابلاغ (Information Media) کہتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کی بدولت دنیا ایک چھوٹے سے گاؤں (global village) میں تبدیل ہو چکی ہے اور اب بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے واقعے کو چھپا کر رکھنا ناممکن ہو چکا ہے۔

1- اخباری ذرائع ابلاغ (Print Media)

2- نشریاتی ذرائع ابلاغ (Electronic Media)

3- تشہیری ذرائع ابلاغ (Advertising Media)

اخباری ذرائع ابلاغ:

اطلاعات کا سب سے موثر، قدیم اور جامع ذریعہ اخبارات ہیں۔ اخبارات دنیا کی تقریباً تمام اہم زبانوں میں شائع ہوتے ہیں۔ صبح بیدار ہوتے ہی سب سے پہلے اخبار کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ بقول شاعر:

صبح ہوتی ہے تو اخبار طلب کرتے ہیں

اخبارات کے صفحات کم و بیش ہوتے ہیں تاہم سیاسی و معاشرتی خبریں ان کا سب سے بڑا اور اہم موضوع ہوتی ہیں۔ تمام اخبارات تعلیم، بنکاری، زراعت، صنعت، تجارت، مذہب، کھیل، فلم، کلچر، جرم و سزا، خواتین، بزرگوں، موسموں، سرکاری اعلامیوں، مذہبی تہواروں، علمی و ادبی سرگرمیوں اور دیگر اہم واقعات و موضوعات پر خصوصی ضمیمے شائع

کرتے ہیں یا اخبار کے چند صفحے مخصوص کرتے ہیں۔ موجودہ دور میں تو اخبارات باضابطہ صنعت کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ بڑے اخبارات کے نمائندے، رپورٹر، علاقائی دفتر اور تجزیہ نگار ملک کے تقریباً ہر شہر اور قصبے اور دنیا کے اہم سیاسی مراکز مثلاً لندن، نیویارک، جنیوا، پیرس اور بڑے بڑے دارالحکومتوں میں متعین کیے جاتے ہیں۔ اخبارات میں رپورٹر، ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ جان پر کھیل کر خبریں حاصل کرتے ہیں اور ٹیلی فون، ٹیلیکس، فیکس یا ای میل کے ذریعے جلد از جلد اپنے اخبارات کو روانہ کرتے ہیں جہاں سب ایڈیٹر خبروں کو نک سک سے درست کرتے ہیں اور نیوز ایڈیٹر اس کا فیصلہ کرتا ہے کہ کس خبر کو کس مقام پر کتنی جگہ ملنی چاہیے۔ آرٹ ایڈیٹر تصاویر، ڈیزائن اور لے آؤٹ کی تفصیلات طے کرتا ہے۔

آج کی دنیا میں اخبارات اس قدر بااثر ہو چکے ہیں کہ حکومتوں کے عروج و زوال میں وہ ایک موثر کردار ادا کرتے نظر آتے ہیں۔ اخبارات کا ایک منفی پہلو یہ ہے کہ بعض اخبارات لوگوں خصوصاً سیاستدانوں، کھلاڑیوں یا فلم اور سٹیج سے متعلق لوگوں کے سکینڈل شائع کرتے ہیں، انھیں بلیک میل کرتے ہیں اور ان سے پیسے بٹور لیتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کی اصطلاح میں اس طرز عمل اور فحش تصاویر وغیرہ کی اشاعت کو ''زرد صحافت'' کہا جاتا ہے۔

اخبارات کی آمدن کا سب سے معقول اور بھرپور ذریعہ اشتہارات ہوتے ہیں۔ ان کے زیادہ تر اخراجات، عملے کی تنخواہیں، کاغذ اور طباعت وغیرہ اشتہارات کی آمدن سے پورے ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں حکومتیں بعض اخبارات کو اشتہارات دیتے ہوئے نظر انداز کر دیتی ہیں۔ جو اخبار حکومت کے لیے مشکلات پیدا کر رہا ہو، اس کے اشتہار بند کر دیے جاتے ہیں۔ ترقی یافتہ اور جمہوری ممالک ان مصائب سے آزاد ہیں۔

مالکانِ اخبار نے وسیع اخباری گروپ تشکیل دے رکھے ہیں۔ ایک ایک گروپ کئی طرح کے اخبار رسالے نکالتا ہے۔ صبح کا اخبار، شام کا اخبار، ہفت روزہ، انگریزی کا روزنامہ، انگریزی کا ماہنامہ، تجارت کا اخبار وغیرہ۔ اخبارات کے درمیان معاصرانہ چشمک اور چپقلش بھی چلتی رہتی ہے تاہم ان کے ذریعے خبریں عوام تک پہنچ جاتی ہیں۔ ایک زلف تراش کی دکان پر اگر دو اخبار آتے ہوں تو کم و بیش ڈیڑھ دو سو افراد انھیں ضرور پڑھتے ہیں اور عموماً پورے محلے میں اہم واقعات کی خبر سینہ گزٹ کے ذریعے پہنچ جاتی ہے۔ آج سے تین سو سال قبل کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا کہ اطلاعات کا اس قدر اہم ذریعہ وجود میں آجائے گا۔

نشریاتی ذرائع ابلاغ:

ریڈیو کو نشریاتی ذرائع ابلاغ میں اہم مقام حاصل ہے۔ اخبارات پڑھنے کے لیے تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے

لیکن ریڈیو سننے کے لیے تعلیم کی قید نہیں ہے۔ ریڈیو کے ذریعے نہ صرف آپ پاکستان بلکہ دنیا بھر کے اہم ممالک کی ریڈیو نشریات بھی سن سکتے ہیں۔ ریڈیو سے خبروں کے علاوہ مذہبی، ادبی، تفریحی، زرعی، تجارتی اور فلمی پروگرام بھی نشر ہوتے ہیں۔ لاکھوں لوگ ان کو سنتے ہیں۔ ریڈیو کی ایک خوبی بلکہ انفرادیت یہ بھی ہے کہ جب آپ گھر، دفتر، کھیت، کارخانے یا کسی اور جگہ اپنے کام میں مشغول ہوں تو اس دوران میں بھی ریڈیو کی نشریات سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ ریڈیو، کرکٹ یا ہاکی میچوں پر رواں تبصرے کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ یہ کام اخبارات نہیں کر سکتے۔ ریڈیو کی خبروں کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ واقعے کے چند گھنٹے بعد ریڈیو سے آپ کو اطلاع مل جاتی ہے جب کہ اخبارات کے ذریعے خبر جاننے کے لیے آپ کو اگلے روز کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اب تو بہت سے غیر ملکی ادارے اردو میں ریڈیو نشریات کا اہتمام کرتے ہیں۔ ان میں سب سے قدیم اور معروف بی بی سی ہے، جس پر بسا اوقات لوگ اپنے ریڈیو سے زیادہ اعتبار کرتے ہیں۔

جدید ذرائع ابلاغ میں ٹیلی وژن کا بھی اہم کردار ہے۔ اس اہم سائنسی ایجاد نے انسانوں کی بہت بڑی تعداد کی توجہ اپنی جانب مبذول کرالی ہے۔ ٹیلی وژن صرف خبریں فراہم نہیں کرتا بلکہ دور جدید میں سارے گھرانے کی تفریح کا موثر ترین ذریعہ ہے۔ پہلے ٹی وی سے چند گھنٹے کی نشریات ہوتی تھیں اب چوبیس گھنٹے پروگرام نشر ہوتے رہتے ہیں۔ ایک ایک ٹی وی کے کئی کئی چینل وجود میں آگئے ہیں۔ نجی ادارے بھی اس میدان میں آچکے ہیں اور بے شمار پرائیویٹ چینل شروع ہوگئے ہیں۔ ٹی وی ڈرامے خصوصاً مزاحیہ کھیل بے انتہا پسند کیے جاتے ہیں۔ بچوں کے لیے جو کھیل تماشے تیار کیے جاتے ہیں، بچے ان کو کسی حال میں چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ ٹی وی کے ذریعے مختلف افراد، قوموں اور گروہوں کے طرز زندگی کے بارے میں بھرپور معلومات ملتی ہیں۔ ٹی وی سیریل کے ذریعے آپ کسی بھی مکتب فکر، گروہ یا رجحان کے حق میں یا اس کے خلاف رائے پیدا کر سکتے ہیں۔

ٹی وی کا سب سے زیادہ استعمال میچ کے دنوں میں ہوتا ہے۔ کئی ہزار میل کے فاصلے پر دو ٹیمیں ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہوتی ہیں اور وطنِ عزیز کے چوکوں، چوراہوں، ہوٹلوں، چائے کی دکانوں، بیٹھکوں اور گھروں میں ہزاروں لوگ براہِ راست میچ دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ جو لطف براہِ راست میچ، ڈرامے، تقریر یا واقعے کو دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے، وہ ظاہر ہے نہ اخبار سے حاصل ہو سکتا ہے، نہ رسالے اور نہ ریڈیو سے۔

اب ٹیلی وژن کے میدان میں ڈش سیٹلائیٹ سسٹم کا اضافہ ہو گیا ہے۔ آپ چند ہزار روپے سے اپنے گھر پر اعلیٰ درجے کا ایک ڈش انٹینا لگوا لیتے ہیں اور گھر بیٹھے دور دراز کے ممالک کے چینل دیکھ لیتے ہیں یہ ایک حیرت انگیز سہولت ہے۔

تشہیری ذرائع ابلاغ:

اخبارات، ریڈیو، ٹیلی وژن کے تذکرے کے بعد ضروری ہے کہ تشہیری ذرائع ابلاغ کا ذکر بھی کر دیا جائے۔ آج کے زمانے میں کوئی شخص تنِ تنہا زندگی نہیں گزار سکتا یا تو وہ کسی کی خدمت حاصل کر رہا ہے یا کسی کو خدمت فراہم کر رہا ہے۔ ان دونوں کے درمیان ربط ضروری ہے۔ جب تک دو افراد یا اداروں یا گروہوں کی خدمات کے بارے میں معلومات مہیا نہ ہوں گی، اس وقت تک آپ بھرپور طریقے سے اپنی صلاحیت کا لوہا نہیں منوا سکتے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے ساتھ ساتھ صنعت وحرفت کا دائرہ وسیع ہوا ہے، اس لیے خدمات کا سلسلہ بھی پھیل گیا ہے اب پراپیگنڈا اور تشہیر ایک فن کا روپ اختیار کر چکے ہیں اور یہ فن تجارت کے لیے ناگزیر ہو گیا ہے۔ اگر آپ اشتہاری ایجنسی کی خدمات حاصل نہ کریں تو آپ کا مال (Products) کارخانے میں گلتا سڑتا نظر آئے گا۔ مال کے نکاس کے لیے آپ کو اشتہاری ایجنسی کی خدمات حاصل کرنا پڑیں گی۔ اشتہاری ایجنسی آپ کا نام اور ٹریڈ مارک رجسٹر کرائے گی۔ آپ کی تیار شدہ مصنوعات کے لیے اشتہاری ماہرین کی خدمات حاصل کرے گی۔ آپ کی اشیا کی فروخت کے نئے نئے نعرے، بروشر اور تحریری بینر تیار کرائے گی۔ شہر کی انتظامیہ سے مل کر بڑے بڑے سائن بورڈ شہر کی اہم سڑکوں پر نصب کرائے گی۔ اخبارات اور ٹیلی وژن کے لیے اشتہار تیار کرے گی۔ کپڑے کے بینر شہروں اور دیہاتوں کی عوامی جگہوں پر واضح طور پر نظر آئیں گے۔ حتیٰ کہ آپ کی فیکٹری یا کارخانے کی مصنوعات کی شہرت گھر گھر پہنچ جائے گی۔ اشتہاری ایجنسی انعامی سکیموں کے اجرا، بچوں کے درمیان مفت سٹکر کی تقسیم، لکی نمبر، خصوصی انعام لاٹری، گھر گھر اشتہار کی تقسیم اور دیواری اشتہاروں کے ذریعے آپ کی مصنوعات کو اس قدر مقبول بنا دے گی کہ لوگ دوسرے نام بھول جائیں گے بلکہ دوسری کمپنیاں بھول جائیں گے۔ فرض کیا آپ کو بچوں کے لیے جوتے چاہئیں۔ اخبار، ریڈیو، ٹیلی وژن، دیواروں پر لگے اشتہار، سڑکوں پر لٹکے بینر، گھروں میں موصولہ اشتہار، کھانے پینے کی اشیا، غرض ہر طرف سے صرف ایک ہی نام سننے کو ملے گا تو آپ اپنی کوشش کے باوجود کوئی اور نام یاد نہ رکھ سکیں گے اور آپ لاشعوری طور پر مذکورہ جوتا اسی کمپنی کے ٹریڈ مارک کا خریدنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ جو کمپنیاں اور ادارے یہ کام نہیں کرتے ان کو تجارت میں خسارہ ہوتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات لوگ ان کا نام تک بھول جاتے ہیں یا پھر وہ مجبور ہو جاتے ہیں کہ وہ بھی اشتہاری (ایڈورٹائزنگ) ایجنسی کی خدمات حاصل کریں اور اپنے وجود کو برقرار رکھیں۔

آج جمہوریت کا دور دورہ ہے۔ کوئی بھی حکومت سو فیصد حمایت کی حامل نہیں ہوتی۔ اپنے موقف، اپنی پالیسیوں اور اپنے نقطۂ نظر کو واضح کرنے کے لیے حکومتیں اور حکومتوں کے کارپرداز اشتہاری ایجنسیوں کے اعلیٰ دماغ کار

سازوں کی خدمات حاصل کرتے ہیں۔ یہ حضرات ڈراموں، اخبارات، تشہیری مہمات، ٹی وی خبروں، طلبہ کے درمیان مقابلوں، تعلیمی اداروں میں لیکچروں اور دیگر موثر ذریعوں سے اپنی بات لوگوں کے ذہنوں میں لاشعوری طور پر بٹھا دیتے ہیں اور جو کام صدر مملکت، وزیراعظم، سینٹ اور قومی اسمبلی کی تقاریر نہیں کر پاتیں، کبھی کبھار اشتہاری ایجنسی وہ کام ڈرامے، مذاکرے یا ٹاکرے کے ذریعے بآسانی کر دیتی ہے۔

اطلاعاتی اور اشتہاری ایجنسیوں کا منفی پہلو یہ ہے کہ وکیلوں کی طرح ان کو مدعی کے سچے یا جھوٹے ہونے کی فکر نہیں ہوتی۔ ان کی کوشش صرف یہ ہوتی ہے کہ ہم اپنے ممدوح کے لیے زیادہ سے زیادہ ووٹ کس طرح حاصل کر سکتے ہیں۔ قرآن کی راہ نمائی اس سلسلے میں یہ ہے کہ انسانوں کو سچ کا علمبردار ہونا چاہیے کیونکہ رزق تو رب فراہم کرتا ہے۔ جھوٹ کا پراپیگنڈا نہیں کرنا چاہیے۔

بلاشبہ ذرائع ابلاغ، اس دور میں بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ اداروں، کمپنیوں اور حکومتوں کو بنانے یا بگاڑنے اور اٹھانے یا گرانے میں ان کا اثر اور عمل دخل خاصا زیادہ ہو چکا ہے۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ عصر حاضر میں، ذرائع ابلاغ زیادہ تر برائی، بداخلاقی، عریانی، فحاشی، باطل اور تخریبی سرگرمیوں کے لیے استعمال ہو رہے ہیں، ان سے ذہن مسموم ہو رہے ہیں، منفی جذبات تقویت پا رہے ہیں اس کا سب سے بڑا سبب مادہ پرستی اور نفس پرستی ہے...... خیر، نیکی، بھلائی اور اصلاح کے لیے ذرائع ابلاغ کا استعمال بہت کم ہو رہا ہے اگر یہی صورت جاری رہی تو فساد فی الارض بڑھتا جائے گا۔ جو لوگ اس صورت حال کا ادراک رکھتے ہیں، انھیں آگے بڑھ کر ذرائع ابلاغ کے رخ کو صحیح سمت میں موڑنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(محمد ایوّب منیر)

❁❁

4- دورِ جدید میں کمپیوٹر کی اہمیت

کمپیوٹر دور جدید کی اہم ترین ایجاد ہے۔ اس سائنسی مشین کی بدولت زندگی کے بیشتر شعبوں میں ایک حیرت انگیز انقلاب آ رہا ہے۔ فاصلے سمٹ رہے ہیں اور دوری کا تصور خواب وخیال بن رہا ہے۔ آج کمپیوٹر تنِ تنہا ایسے ایسے کام انجام دے رہا ہے جن کے لیے ماضی میں سیکڑوں اور ہزاروں افراد کی ضرورت پڑتی تھی۔ کمپیوٹر اور اس سے ملحق ٹیکنالوجی کے ذریعے بین الاقوامی سرحدوں کی رکاوٹیں دور ہوتی جا رہی ہیں۔ کمپیوٹر کے ذریعے آئندہ برسوں میں بہت سی مفید اور عجیب وغریب ایجادات متوقع ہیں۔ کمپیوٹر نقطہ آغاز ہے، اس کی انتہا کیا ہے؟ کوئی نہیں جانتا:

محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی (اقبال)

دراصل کمپیوٹر، حساب کتاب کرنے والے بنیادی آلے کیلکولیٹر کی انتہائی جدید قسم ہے۔ اسی لیے بعض لوگوں نے کمپیوٹر کا نام ''شمارندہ'' رکھ لیا ہے۔ کمپیوٹر کی مثال ایک سٹور روم کی سی ہے جس میں فرض کیا: کھرب × کھرب اینٹیں پڑی ہوئی ہیں۔ یا اینٹیں آپ کی ایک انگلی کے اشارے کی ہدایات پر عمل درآمد کے لیے تیار رہتی ہیں۔ ان بنیادی نکات یا اینٹوں کو سائنس کی زبان میں Byte کہتے ہیں۔ ہدایات کے ایک مجموعے کا نام ''پروگرام'' ہوتا ہے۔ کمپیوٹر کے لیے ہزاروں پروگرام متعارف کرائے جا چکے ہیں اور سیکڑوں پروگرام خود بھی داخل کیے جا سکتے ہیں۔

بالعموم کمپیوٹر تین حصوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ٹائپ مشین نما جدید ترین سانچے کو، کی بورڈ (Key-board) کہتے ہیں۔ ٹیلی وژن نما سکرین جو ناظر (Viewer) کو تیار کی جانے والی پیش کش کے مختلف مراحل دکھاتی ہے، مانیٹر (Moniter) کہا جاتا ہے۔ ایک اور ڈبہ تاروں کے ذریعے قریب ہی موجود ہوتا ہے، اسے سنٹرل پروسیسنگ یونٹ (Central Procssing Unit) (CPU) کہتے ہیں۔ اس کے اندر باریک باریک پلاسٹک کی چوکور اور گول پلیٹیں ڈالی جاتی ہیں۔ اصطلاح میں اسے ڈسک (Diskitte) اور CD کہتے ہیں۔ بیرونی حصے کو فلاپی اور اندر موجود مواد کو فائل کہتے ہیں۔ کمپیوٹر کے وجود کو Hardware اور اس میں چلنے والے پروگراموں کو Software کہتے ہیں۔

یہ بات جان لینا ضروری ہے کہ کمپیوٹر کوئی زبان نہیں جانتا، اسے آپ جو زبان سکھائیں گے، وہ سیکھ جائے گا۔ انگریزی زبان میں جو پروگرام موجود ہیں، وہی پروگرام آپ حسبِ منشا پشتو، سندھی، پنجابی میں ڈھال سکتے ہیں۔ صرف تھوڑی سی محنت کی ضرورت ہے۔ کمپیوٹر کو دیکھ کر قرآن حکیم کی یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ انسانوں کے لیے کائنات کی ہر چیز مسخر کر دی گئی ہے۔

کمپیوٹر کی سب سے نمایاں خوبی اس کا اختصار ہے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ یا انسائی کلو پیڈیا برٹانیکا جیسی ضخیم اور کئی جلدوں پر مشتمل کتابیں مکمل طور پر چند ڈسکوں میں محدود کی جا سکتی ہیں۔ آپ سیکڑوں نہیں، ہزاروں کتابوں کو کمپیوٹر پر محفوظ کر سکتے ہیں۔ نہ چوری کا خطرہ ہوگا اور نہ کتابوں کے گم ہونے کا خدشہ ہوگا اور نہ اس بات کی پریشانی ہوگی کہ اتنی ضخیم کتابوں کو رکھنے کے لیے بہت سی الماریاں کہاں سے حاصل کریں۔

کمپیوٹر سے آج کل جو کام سب سے زیادہ لیا جا رہا ہے، وہ کمپوزنگ اور ٹائپ کا ہے۔ اس میں عام ٹائپ رائٹر کی طرح بار بار ربڑ استعمال کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ الیکٹرک ٹائپ رائٹر کے خصوصی بلیڈ کی، بلکہ آپ بآسانی لکھے ہوئے الفاظ کو کمپیوٹر ہی پر مٹا سکتے ہیں۔ چھوٹا بڑا کر سکتے ہیں، تحریر کا سائز تبدیل کر سکتے ہیں۔ مختلف رسم الخط استعمال کر سکتے ہیں، ڈیزائن بنا سکتے ہیں، اپنی مرضی کے صفحے کا سائز ترتیب دے سکتے ہیں، اپنی لکھی ہوئی ہر چیز کو محفوظ کر سکتے ہیں۔ موجود

مواد کو ضائع بھی کر سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو پھر کمپیوٹر کے مواد کو دوسروں کے پاس جانے سے محفوظ بھی رکھ سکتے ہیں۔ اس کا طریقۂ کار معمولی ہے۔ کمپیوٹر پر کوڈ نمبر لگا دیجیے، ان شاء اللہ کوئی آپ کی ''مقبوضہ املاک'' کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔ ٹائپسٹ حضرات، اصحابِ قلم اور اصحابِ تحریر کے لیے کمپیوٹر نعمت غیر مترقبہ ہے۔

حسابات اور بینک کے متعلقین کو اپنے کاموں کے لیے کمپیوٹر سے بیش بہا مدد ملی ہے۔ ان کے لیے کمپیوٹر بڑی سہولت کا باعث ثابت ہوا ہے۔ حساب کتاب، کھاتہ داری، آمد، خرچ، قرض اور وصولی کا ریکارڈ رکھنے کے لیے ماضی میں انتہائی قابل حساب دان رکھے جاتے تھے۔ بعض اوقات ایک معمولی سی غلطی سے لاکھوں کروڑوں روپے کا نقصان ہو جاتا تھا۔ اب کمپیوٹر کی بدولت اکاؤنٹس اور بینکنگ کے لیے ایسے پروگرام تیار ہو چکے ہیں جن کے ذریعے انتہائی دقیق، پیچیدہ اور طویل حسابات بہت تھوڑے وقت میں کسی بھی سوال کا جواب فراہم کر سکتے ہیں۔ بلا شک وشبہ اللہ دین کے چراغ والی بات ہے، مگر یہ چیز فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ اگر مناسب برقی رو کی فراہمی نہ ہو تو کمپیوٹر اپنی یادداشت (Memory) کھو بیٹھتا ہے اور تمام حساب کتاب اور ریکارڈ (Data) ضائع ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں کمپیوٹر کے اندر ایسا نظام وضع کیا جاتا ہے کہ برقی رو معطل ہو جانے کے باوجود کمپیوٹر اپنی یادداشت برقرار رکھ سکے۔

ڈیزائننگ، نقشہ سازی اور انجنیئرنگ کے کاموں میں بھی کمپیوٹر بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ آپ ایک عمارت کا ڈیزائن اور اس کے مختلف مراحل کمپیوٹر میں داخل کر دیجیے، اس کا ہر ہر مرحلہ کمپیوٹر محفوظ کر لے گا۔ بعد ازاں آپ اپنے گاہک کو کاغذ کے بجائے کمپیوٹر پر تمام مراحل دکھا دیجیے، پھر اس کی مرضی کے مطابق ڈیزائن یا نقشے میں تبدیلیاں کر دیجیے۔ اس طرح انتہائی قلیل وقت میں آپ بڑے سے بڑا منصوبہ بنا سکتے ہیں۔ حسبِ ضرورت اس میں تبدیلی بھی لا سکتے ہیں۔ پھر پرنٹر کے ذریعے دومنٹ کے اندر اندر کاغذ پر اس کا نمونہ بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

سائنس، ٹیکنالوجی، خصوصاً طب کے لیے رنگین تصاویر کی ضرورت ہوتی ہے۔ جدید ترین کمپیوٹر رنگین ہوتے ہیں۔ آپ حسبِ منشا رنگوں میں اپنی مطلوبہ چیز دیکھ سکتے ہیں۔ کمپیوٹر اس قدر باریک ہدایت پر عمل درآمد کر سکتا ہے جو قلم، کاتب، آرٹسٹ حتیٰ کہ مصور کے لیے بھی ممکن نہیں ہوتا۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے ماہرین اور طلبہ نے جتنا اس نعمت کا فائدہ اٹھایا ہے، ماضی میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ حقیقتاً سائنس کی نعمتیں اور سہولتیں کمپیوٹر کے ذریعے دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھیل رہی ہیں۔

کھیل اور تفریح کے شائقین کے لیے بھی کمپیوٹر میں بہت کچھ موجود ہے۔ آپ کمپیوٹر پر تاش کھیل سکتے ہیں، ڈرافٹ کھیل سکتے ہیں، علاوہ ازیں شطرنج، بلیرڈ، ہاکی، کرکٹ حتیٰ کہ گالف بھی کھیل سکتے ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ

دونوں کھلاڑیوں کی طرف سے آپ ہی کام کر رہے ہیں۔ کمپیوٹر کی مدد سے آپ ٹیڑھی میڑھی لکیریں کھینچ سکتے ہیں، تصاویر بنا سکتے ہیں، تصاویر بگاڑ سکتے ہیں اور اپنی مرضی سے لوگوں کی وہ درگت بنا سکتے ہیں جو ان کے حاشیۂ خیال میں بھی نہ ہو۔ غرض زندگی کے مختلف شعبوں میں کمپیوٹر کو ہزاروں طریقوں سے استعمال کر کے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

الیکٹرانک میل یا ای میل بھی ایک اہم ایجاد ہے۔ اگر دنیا کے کسی بھی حصے میں کہیں بھی دو مختلف کمپیوٹر موجود ہوں اور وہ ایک دوسرے سے ایک مربوط نظام کے ذریعے منسلک ہوں تو ایک کمپیوٹر پر لکھی اور تیار کی جانے والی چیز چند منٹ کے اندر دوسرے کمپیوٹر میں پہنچ جائے گی اور آپ کے کمپیوٹر پر رپورٹ بھی آجائے گی کہ فلاں پتے پر فلاں صاحب کو پیغام پہنچا دیا گیا ہے۔ ای میل تو کاغذ پر لکھے جانے والے خطوط کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ مختلف حکومتی ادارے، بڑے بڑے کاروباری اداروں کی شاخیں، تحقیقی مراکز اور لائبریریاں ہی نہیں، عام شہری بھی اپنی تحریریں اور دستاویزات بہ آسانی دوسرے کمپیوٹر پر منتقل کر سکتے ہیں۔ ڈاک وصول کرنے والا شخص پابند نہیں ہے کہ سو کے سو صفحات لازماً پڑھے، وہ چاہے تو چند صفحات پڑھ لے اور جواب دے، نہ چاہے تو اپنا الیکٹرانک میل کا ڈبا ہی نہ کھولے۔ اللہ اللہ خیر صلا۔

کمپیوٹر کے ساتھ ساتھ ایک اور نادر اور محیر العقول ایجاد منسلک ہے۔ اس کا نام انٹرنیٹ ہے۔ بس یہ سمجھ لیجیے کہ یہ ایک بہت بڑی مارکیٹ ہے کہ جو دنیا کے تمام انسانوں کے لیے کھلی ہوئی ہے۔ حکومتی اداروں اور افراد نے مختلف معلومات اس پر اس طرح مہیا کر دی ہیں کہ کوئی چیز اس سے اوجھل نہیں ہے۔ اخبار میں اشتہار دینے اور ٹی وی پر اشتہار چلانے پر جس قدر اخراجات ہوتے ہیں، اس سے بہت کم اخراجات انٹرنیٹ پر ہوتے ہیں۔ کمپیوٹر کے ساتھ ٹیلی فون لگائیے، انٹرنیٹ کنکشن حاصل کیجیے۔ دل چاہے تو دنیا کی مختلف لائبریریوں میں موجود کتب کی تفصیلات حاصل کر لیجیے۔ سبزیوں اور پھلوں کے بھاؤ معلوم کر لیجیے۔ اقوام متحدہ کی سرگرمیوں سے آگاہی حاصل کر لیجیے۔ جنگوں کا حال معلوم کر لیجیے۔ بنی نوع انسان کے ماضی کے متعلق جان لیجیے۔ لطیفوں والے حصے میں جا کر نئے نئے لطیفے پڑھ لیجیے۔ جنسی اور مخرب اخلاق معلومات بھی مل جائیں گی۔ ٹیلی وژن جیسے پروگرام دیکھنے کا شوق ہو تو یہ بھی انٹرنیٹ کے ذریعے ممکن ہے۔ انٹرنیٹ پر موجود ہر دکان کو اصطلاحاً ویب سائٹ (Website) کہتے ہیں۔ دینی، تفریحی اور اطلاعاتی اداروں نے اپنی اپنی ویب سائٹ حاصل کر رکھی ہیں۔ آپ بستر میں آرام کرتے کرتے کمپیوٹر کو چلائیے، اس کے بعد انٹرنیٹ کنکشن کھولیے اور اپنی مرضی کے اخبار کا مطالعہ شروع کر دیجیے۔ خبروں سے دل بھر جائے تو کوئی اور چیز دیکھ لیجیے۔

انٹرنیٹ کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ دنیا کی سب سے بڑی لائبریری بن چکا ہے۔ اس سلسلے میں یہ جان لینا بھی مفید ہوگا کہ جو شخص آپ کو اپنے بارے میں معلومات نہ دینا چاہے، آپ اس کو مجبور نہیں کر سکتے۔ اگر وہ کسی خاص فن کے

بارے میں معلومات کو فروخت کرنا چاہے، تب بھی آپ اس کی بات ماننے کے پابند ہیں۔ عالمی پیمانے پر پڑھے جانے والے رسائل و جرائد مثلاً: ٹائم، نیوز ویک، اکانومسٹ، ریڈرز ڈائجسٹ، ہیرالڈ ٹربیون کے ساتھ ساتھ پاکستان کے قومی اخبارات اور بچوں کے بعض رسائل بھی انٹرنیٹ پر بآسانی دستیاب ہیں۔

چند سالوں سے کمپیوٹر پر ایک مفید سلسلہ فیس بک (Facebook) کی صورت میں سامنے آیا ہے، جس میں ہم اپنے فیس بک اکاؤنٹ پر اپنے سے متعلق تمام افراد، عزیز و اقارب، مصروفیات، ترجیحات، دلچسپیوں اور کارناموں کو لکھ سکتے ہیں۔ فیس بک کے اس سلسلے کو 4 فروری 2004ء کو عام لوگوں کے لیے کھولا گیا۔ یہ ایک کارآمد سلسلہ ہے، جس کے ذریعے نہ صرف ہم مختلف تہذیبوں کے بارے میں جان سکتے ہیں بلکہ اپنے بھولے بسرے اور دور افتادہ دوستوں کو بھی تلاش کر سکتے ہیں۔ تاہم اس سلسلے میں ایک احتیاط بہر حال ضروری ہے کہ فیس بک پر فراہم کردہ معلومات پبلک پراپرٹی (عوامی ملکیت) بن جاتی ہیں اور بعد میں آپ ان کو حذف بھی کرنا چاہیں تو ان معلومات کو مکمل طور پر حذف کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ اس لیے اگر آپ فیس بک پر اپنے بارے میں معلومات دینا چاہتے ہیں تو اس کے نتائج پر اچھی طرح غور کر دیجیے ایسا نہ ہو کہ بعد ازاں پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔

کمپیوٹر کے ذریعے نئے نئے پروگرام بنائے جا سکتے ہیں، نئے نئے کھیل وضع کیے جا سکتے ہیں، نئے نئے نقشے تشکیل دیے جا سکتے ہیں۔ اس لیے کہ شرط صرف یہ ہے کہ آپ کے اندر کچھ کرنے کا شوق ہو، تسخیر کائنات کی روح کارفرما ہو اور آپ کے دل میں خدمتِ خلق کا جذبہ موجود ہو۔ (محمد ایوب منیر)

❁❁

5- سفر کامیابی کی کنجی ہے

ایشیا کے مغربی حصے ملک عرب کی یہ ایک مثل مشہور ہے کہ وہ کہا کرتے تھے: ''السفر وسیلة الظفر'' ان کا مقولہ گو کہ نہایت درجہ تک صحیح تھا، مگر اور کسی قوم نے سفر کے ذریعے سے ایسی کامیابی نہ حاصل کی ہوگی جیسی کہ ان لوگوں نے حاصل کی۔ ان کے سفرِ عالم اس امر کی بہت بڑی نظیر ہو گئے کہ انسان خواہ وہ کیسے ہی افلاس اور ذلت کی حالت میں ہو، مگر جب کہ وہ اولوالعزمی کے ساتھ جھیل جاتا ہے تو وہ نہایت بیش بہا کامیابی حاصل کرتا ہے۔

اہلِ عرب کے سفر جس پریشان حالی میں ہوئے، ان کے مثل دنیا میں ہرگز نہ واقع ہوں گے۔ پہلے پہل جس

وقت وہ سواحلِ عرب کو طے کرنے نکلے تھے، اس وقت ان کو دو دو روز میں ایک ایک خرما نصیب ہوتا تھا، جوان کا قُوت تھا۔ جب بلادِ شام پر وہ پہنچے تھے، ان کے پاس خیمہ، ڈیرہ وغیرہ کے قسم سے کوئی سامان نہ تھا۔ تمام مصیبتیں انھوں نے اپنے سر پر لیں۔ برف کو وہ اپنے سروں پر روکتے تھے، جن قوتوں کا مقابلہ تھا، ان کو یہ ابتدائی خیال پیدا ہو گیا تھا کہ یہ لوگ مصائبِ سفر کو اس بے سروسامانی کے ساتھ ہرگز نہ برداشت کر سکیں گے۔ خصوصاً برف کے بالکل نہ متحمل ہو سکیں گے۔ ہم کو ان سے مقابلہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آسمانی بلائیں جو ہماری مددگار بن کر ان کے سروں پر نازل ہوں گی، وہ جلد ان کے قدم اکھاڑ دیں گی۔ یہ خود بخود بھاگ جاویں گے، مگر اس جفاکش قوم نے ہرگز اس کا خیال نہیں کیا بلکہ نہایت استقلال اور محنت کے ساتھ چھے چھے مہینے تک ان لوگوں کو گھیرے رہی۔ پچھلی لڑائی جو پاک شہر بیت المقدس کے واپس لینے کے لیے تمام اہلِ یورپ اور مسلمانوں سے ارضِ فلسطین پر ہوئی تھی، گو اس میں یورپین کو کامیابی نہیں ہوئی، مگر ان کی ترقی کا پہلا زینہ وہی واقعہ تھا۔ کیوں کہ یورپین مورخین خود معترف ہیں کہ اس لڑائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اہلِ یورپ ایشیا والوں سے ملے اور ان کو سفر کی عادت پڑی اور تجارت کا سلسلہ بھی ان لوگوں میں شروع ہو گیا۔

ہمارا خیال ہے کہ سفر کی خوبیاں اس سے بڑھ کر اور کسی طریقہ پر ہرگز نہیں بیان کی جا سکتیں، کیوں کہ یہاں پر یہ بات وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گئی کہ سفر ایسی چیز ہے جس میں اگر ناکامی حاصل ہو تو بھی کوئی نہ کوئی دل چسپ فائدہ ضرور ہاتھ لگتا ہے۔

ہم اپنے ملک کو (جو ہم وطنوں کو ایسی بے جا محبت کے ساتھ پسند ہے کہ کبھی اس سے ترک کرنے کی جرات نہیں رکھتے اور کبھی ان کا جوشِ الفت سے بھرا ہوا دل اس کی مفارقت کو گوارا نہیں کرتا۔) ایک بہت بڑی دل گیر دولت فرض کرتے ہیں جو کبھی ہاتھ سے نہ دی جائے، مگر اس کے ساتھ ہی کہنا نہایت درجہ ضرور ہے کہ یہ دولت کن لوگوں کے ہاتھ میں رہی۔ یقیناً یہ بیش قیمت اور قابلِ عزت بلکہ عزت حاصل کرانے والی دولت ہمیشہ چند مسافروں کے ہاتھ میں رہی، جو کبھی فتح کر کے چلے گئے اور اکثر اس کو اقامت گاہ قرار دے کر اسی جگہ سکونت پذیر ہو گئے۔ آرین نے اس کو فتح کیا اور اس کے حاکم ہو گئے۔ حکومت کے ساتھ انھوں نے اسے وطن بھی بنا لیا۔ پھر جب دوسرا دور شروع ہوا، اسلامی فاتح قوم نے ابتداً ایک بالکل غیر مانوس ملک کی مسافرت اختیار کر کے اس دولت کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ کچھ دنوں یہ لوگ مسافر ہی بن کر حاکم رہے۔ پھر یہیں سکونت پذیر ہو کر اس ملک کے باشندے قرار پا گئے۔ اب تیسرا دور شروع ہوا اور برٹش فاتح نے سب سے بڑا عظیم الشان سفر اختیار کر کے اس کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

مسلمان اگر اپنے اس دینی مرکز کی طرف رجوع کریں جو ان کی شریعت کا مبدا ہے اور جس سے خدا کا مقدس قرآن

مجید مراد ہے تو ان کو بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ سفر کیسی نادر اور عمدہ چیز ہے۔ قرآن بتا رہا ہے کہ "سیروا فی الارض" یعنی زمین کی سیر کرو۔ اصولِ شریعت پر اگر ہم غور کریں تو شاید یہ آیت اپنے ظاہری حکم سے ہم کو سفر کرنے کی اجازت نہیں دے گی بلکہ سفر کرنے پر مجبور کر دے گی۔

ہم نے یہ پست ہمتی کو ترقی دینے والی بات ملک میں دیکھی ہے، جس کا ظہور اکثر اوقات انھیں لوگوں کی جانب سے ہوا کرتا ہے، جو سفر کر چکے ہیں اور ملک میں تجربہ کار کے لقب سے پکارے جاتے ہیں۔ وہ سب اپنی جفاکشی کی داد خواہی کے لیے نوجوانوں سے اکثر بیان کر چکے ہیں کہ سفر میں بڑی تکلیفیں ہوتی ہیں۔ انسان طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ خرابی یہ ہے کہ وہ لوگ اسی پر اکتفا نہیں کرتے ہیں بلکہ نوجوان لوگوں کی جانب اکثر خطاب کر کے یہ بھی کہا کرتے تھے کہ سفر کی تکلیف آپ لوگ ہرگز نہیں اٹھا سکتے۔ آپ کی ناتجربہ کاری سے آپ لوگوں کو بڑے بڑے صدمے پہنچیں گے۔ اس قسم کے امور عموماً نہایت درجہ زور دے کر بیان کیے جاتے ہیں اور ان باتوں سے جو ہمارے ملک کے تجربہ کاروں سے سنی جاتی ہیں، عام نوجوانوں کے ولولوں اور حوصلوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ بالکل غلط خیالات ہیں۔ انسان جب سیر کرتا ہے عام اس سے کہ وہ کسی رتبے اور درجے کا ہو، اس کو ہزار تکلیفیں پہنچیں، اور لاکھ مشقتیں اٹھانا پڑیں، مگر وہ خواہ مخواہ اس کی برداشت کرنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص فخریہ بیان کرے کہ میں سفر میں ایسی ایسی مصیبتوں کا متحمل ہوا تو اس کی بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ ہم دریافت کرتے ہیں کہ اگر وہ شخص متحمل نہ ہوتا تو کیا کرتا۔ انسان چاہے کوئی ہو، جب مسافرت اختیار کرے گا، اس وقت اس کو تمام محنتیں اور مشقتیں اٹھانے میں اپنی پوری ہمت اور جرأت صرف کرنا پڑے گی۔ فی نفسہٖ سفر کرنا البتہ انسان کے لیے ایک فخر کی چیز ہے اور سفر کی تکالیف کا متحمل ہونا اس کی کوئی عزت کی علامت نہیں ہے، کیوں کہ یہ اتفاقاً اس پر آ پڑی تھیں جن کو برداشت کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔

(مضامینِ شرر)

❀❀

6- اسلام میں گداگری کی مَذَمّتُ

بھیک مانگنے کی جس قدر مذمّت اسلام میں کی گئی ہے، شاید ہی کسی مذہب میں اس کی اس قدر بُرائی کی گئی ہوگی۔ سوال کے اِنسداد کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اس قدر مُہتم بالشّان تصور فرماتے تھے کہ جس طرح آپ ﷺ توحید اور نمازِ پنج گانہ کی تعلیم کو ضروری سمجھتے تھے۔ اسی طرح لوگوں کو سوال سے باز رکھنے میں ہمّتِ عالی مصروف رکھتے تھے۔

چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے کہ ہم نو یا آٹھ یا سات آدمی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا: ''کیا تم خدا کے رسول ﷺ سے بیعت نہیں کرتے؟'' ہم نے فوراً ہاتھ بڑھایا، مگر چوں کہ ہم چند ہی روز پہلے بیعت کر چکے تھے، ہم نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! ہم تو ابھی بیعت کر چکے ہیں، آپ ﷺ ہم سے کس بات پر بیعت لیتے ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس بات پر کہ خدا کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور احکامِ الٰہی بجالاؤ'' اور پھر آہستہ ارشاد فرمایا: '' لَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئاً (یعنی لوگوں سے کچھ نہ مانگو) اس روایت کے بعد حضرت عبدالرحمٰنؓ کہتے ہیں کہ: ''میں نے اس کے بعد ان لوگوں میں سے (جنھوں نے بیعت کی تھی) بعض کو دیکھا کہ اگر کسی کے ہاتھ سے سواری کی حالت میں کوڑا بھی گر جاتا تھا تو وہ اس خیال سے کہ کہیں یہ بھی سوال میں داخل نہ ہو، کسی راہ چلتے سے اپنا کوڑا نہ مانگتا تھا۔''

سوال نہ کرنے کی اس قدر تاکید صرف اسی واسطے کی گئی ہے کہ گداگری پیشہ نہ ہو جائے اور اُسے آج کل کی طرح ذریعۂ معاش نہ بنالیا جائے۔ کیوں کہ دوسری حدیثوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ: ''ایک دوسرے کی مدد کرو اور اپنے کاموں میں دوسرے بھائیوں سے مشورہ لو'' اور جیسے زکوٰۃ اور خیرات وغیرہ لینے کی حدیثیں ہیں، جیسے اُس وقت بعض رُقوم کو قوم سے وصول کر کے اسلام کی ضروری خدمات کے صرف کے واسطے بیت المال میں جمع رکھا جاتا تھا، اسی طرح اگر اب بھی قوم کی اہم ضروریات کے واسطے روپیا فراہم کیا جائے تو یہ گداگری نہیں ہے اور نہ یہ '' لَا تَسَاءَ لُوا النَّاسَ شَيْئاً ''میں آسکتا ہے۔ ورنہ اگر ''کچھ نہ مانگو'' کے مطلق معنی مراد لیے جائیں تو دنیا کا سارا معاملہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بیعتِ مذکور کا اصل مقصد خاص کر سوال کرنے کی بُرائی اُن کے ذہن نشین کرنی تھی۔ جن باتوں کی تصریح پہلی بیعت میں فرما چکے تھے ان کی تکرار اس موقع پر بطور یاددہانی کے تھی، نہ کہ اصل مقصود۔ نیز بیعت کرنے والوں کا، بعد بیعت کے، سوال سے اس قدر بچنا بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بیعت کا اصل مقصد صرف سوال کرنے کی ممانعت تھی اور بس۔

بے شمار روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سائل سے نہایت نفرت کرتے اور جو شخص بغیر اضطراری حالت کے سوال کے ذریعے سے کچھ وصول کرتا تھا، اس کو اس کے حق میں حرام سمجھتے تھے۔ جو شخص ایک وقت کی بھی خوراک موجود ہونے پر سوال کرے، اس کی نسبت فرماتے کہ: ''وہ اپنے لیے کثرت سے آتشِ دوزخ طلب کرتا ہے۔''

آنحضرت ﷺ نے بار بار فرمایا ہے کہ:

''ہم میں سے جو شخص اپنی رسّی لے کر پہاڑ پر جائے اور وہاں سے لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر اپنی پشت

پر لائے اور اس کو فروخت کرے تا کہ خدا تعالیٰ اس کی حاجت رفع کردے، یہ اُس کے حق میں بہت بہتر ہے، بہ نسبت اس کے کہ وہ لوگوں سے بھیک مانگے، پھر وہ اس کو کچھ دیں یا دُھتکار دیں۔''

حضرت عائذ ابن عمروؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم لوگ جانو کہ سوال کرنے کے کیا نتائج ہیں، تو کوئی شخص سوال کرنے کے لیے دوسرے شخص کی طرف رُخ نہ کرے۔''

اگر کوئی فلاسفر یا اکانومسٹ (ماہرِ اقتصادیات) اس مطلب کو بیان کرتا تو زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا تھا کہ:

''جس قدر قوم میں بھیک مانگنے والوں کی کثرت ہو جاتی ہے اسی قدر قوم کی دولت میں، محنت و جفاکشی میں، غیرت وحمیّت میں، ہمت و اُولُو العزمی میں گھاٹا ہوتا جاتا ہے۔ مفلسوں کو کاہلی اور بے غیرتی کی ترغیب ہوتی ہے اور دولت مندوں کا بہت سارو پیا ایسی جماعت کی تعداد بڑھانے اور تقویت دینے میں صرف ہوتا ہے، جن کا وجود سوسائٹی کے حق میں سمِ قاتل کا حکم رکھتا ہے۔''

مگر جو جامعیت مذکورہ بالا حدیث نبوی ﷺ میں پائی جاتی ہے، وہ اس فلاسفر یا اکانومسٹ کے اس لمبے چوڑے بیان میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔

حدیث کے الفاظ جس طرح مذکورہ بالا سوشل (معاشرتی) اور مورل (اخلاقی) خرابیوں کو شامل کرتے ہیں، اسی طرح ان تمام روحانی آفتوں اور بیماریوں پر حاوی ہیں جو سوال کی مذموم عادت سے سائل کو عارض ہوتی ہیں۔

سائل خدا کو صرف بھیک مانگنے کا ایک اوزار جانتا ہے جس کی نسبت آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ''مَلْعُوْن'' مَنْ سَأَلَ لِوَجْهِ اللّٰهِ'' (جس نے اللہ کے نام پر سوال کیا وہ ملعون ہے۔)

اس کے دل میں نبی ﷺ کی عظمت اس سے زیادہ نہیں ہوتی کہ جب خدا کے ساتھ رسول ﷺ کا بھی واسطہ دیا جاتا ہے تو ایک مسلمان آدمی کو خواہ مخواہ کچھ نہ کچھ دینا ہی پڑتا ہے۔ سائل اپنے اندوختے کو، جو بھیک کے ذریعے سے اس نے پیدا کیا ہے، چھپاتا ہے اور باوجود استطاعت کے اپنی ناداری کا اظہار کرتا ہے اور اس طرح کفرانِ نعمت، دروغ گوئی اور مکّاری کے سخت ترین گناہوں کو اپنی کامیابی کا ذریعہ گردانتا ہے۔

پس جن جامع الفاظ میں رسولِ خدا نے بھیک مانگنے کی مذمّت فرمائی ہے، اس سے زیادہ جامع الفاظ سمجھ میں نہیں آسکتے۔ یہاں ایک بات قابلِ غور ہے یعنی یہ کہ رسولِ خدا نے سوال کرنے پر تو اس قدر لے دے کی ہے کہ بے شمار حدیثیں سوال کی مذمّت کے متعلق کتبِ احادیث میں موجود ہیں، مگر غیر مستحق سائلوں کا سوال پورا کرنے والوں کی مدح یا ذم کہیں صراحت کے ساتھ نہیں فرمائی۔ اس کی وجہ ادنیٰ تامّل سے معلوم ہو سکتی ہے۔

چوں کہ غیر مستحق سائلوں کا سوال پورا کرنا زیادہ تر سوشل (معاشرتی) خرابیوں کا موجب تھا اور سوال پورا

کرنے والوں کی مدح یا ذمِ تبلیغِ رسالت سے کچھ علاقہ نہ رکھتی تھی، اس لیے رسولِ ﷺ خدا نے جس صراحت کے ساتھ سوال کی مذمّت فرمائی، ویسی صراحت کے ساتھ غیر مستحق سائلوں کا سوال پورا کرنے والوں کی مذمّت نہیں فرمائی۔

بااین ہمہ اگرچہ آپ ﷺ نے علی الاعلان غیر مستحق سائلوں کا سوال رد کرنے کی تاکید نہیں فرمائی لیکن خود سوال کرنے کی اس قدر مذمّت کرنے سے صاف پایا جاتا ہے کہ آپ ﷺ ملک میں سائلوں کی تعداد بڑھنے کو نہایت مکروہ جانتے تھے اور ظاہر ہے کہ کوئی چیز سائلوں کی تعداد بڑھانے والی ایسی نہیں ہے جیسے ہر مستحق و غیر مستحق سائل کا سوال پورا کرنا۔

اس کے سوا متعدد روایتوں کے فحوائے کلام سے پایا جاتا ہے کہ آپ ﷺ غیر مستحق سائلوں کا سوال پورا کرنے سے خوش نہ ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے خدا کی جو (غیر مستحق) سائل میرے پاس سے اپنا مطلب حاصل کر کے لے جاتا ہے وہ مطلب نہیں ہے اس کے حق میں مگر ایک آگ۔'' یہ سن کر حضرت عمرؓ نے عرض کیا: ''آپ ﷺ کیوں اُس کا مطلب پورا کرتے ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا کِیا جائے، لوگ تو مانتے نہیں اور خدا تعالیٰ ردِ سوال کو مجھ سے پسند نہیں کرتا۔''

لیکن اس باب میں سب سے عمدہ ''مشکوٰۃ'' کی وہ حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے سائل کے ساتھ برتاؤ کرنے کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے۔ یعنی انصار میں سے ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں کچھ مانگنے کے لیے حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تیرے گھر میں کچھ بھی نہیں؟'' اس نے عرض کیا: ''کیوں نہیں، ایک موٹی سی کمبلی ہے، اُسے کچھ اوڑھتا ہوں، کچھ بچھاتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتا ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''دونوں کو میرے پاس لے آ۔'' وہ دونوں چیزیں لے کر حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے ان کو ہاتھ میں لے کر لوگوں سے فرمایا: ''ان کو کوئی خریدتا ہے؟'' ایک شخص بولا: ''میں ایک درہم کو خریدتا ہوں۔'' پھر آپ ﷺ نے دو یا تین بار فرمایا: ''کوئی ایک درہم سے زیادہ دے سکتا ہے؟'' ایک شخص نے کہا: ''میں دو درہم دیتا ہوں۔'' آپؐ نے کمبلی اور پیالہ اسے دے کر دو درہم لے لیے اور اس انصاری سے فرمایا کہ: ''ایک درہم کا تو کھانا لے جا کر اپنے گھر میں پہنچا اور دوسرے درہم کی کُلہاڑی خرید کر میرے پاس لا۔'' وہ کُلہاڑی خرید لایا۔ آپؐ نے اپنے دستِ مبارک سے ایک لکڑی کا دستہ اس میں ٹھونک دیا اور فرمایا: ''جا لکڑیاں کاٹ اور بیچ۔ اب میں تجھ کو پندرہ دن تک نہ دیکھوں۔'' وہ شخص چلا گیا اور لکڑیاں کاٹ کاٹ کر بیچنے لگا۔ پندرہ دن کے بعد جب آنحضرتؐ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا تو اس کے پاس دس درہم جمع ہو گئے تھے۔ اس نے ان میں سے کچھ کا تو کپڑا خریدا اور کچھ سے کھانے کا سامان مول لیا۔ آپؐ نے فرمایا: ''یہ تیرے لیے اس سے بہتر ہے کہ جب تُو قیامت کے دن آئے تو تیرے چہرے پر بھیک مانگنے کا داغ ہو، دیکھ، سوال کرنا صرف اس

شخص کو حلال ہے جو سخت محتاج ہو یا جس کے ذِمّے بھاری تاوان ہو یا جس کی گردن پر خون بہا ہو۔''

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو، سائل کو سوال کرنے سے روکا جائے اور سوال کرنے کی برائی اور محنت و مشقّت کرنے کی خوبی اس کے ذہن نشین کی جائے، مگر اس زمانے کے سائلوں کی بے غیرتی اور ڈھٹائی اتنی حد سے گزر گئی ہے کہ کسی کی فہمائش یا ممانعت کا ان پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ نظر بہ حالاتِ موجودہ ہم کو اس کے سوا کچھ چارہ نہیں کہ غیر مستحق سائلوں کی داد و دہش سے یک قلم ہاتھ روک لیا جائے اور جہاں تک ہو سکے مستحقین کی امداد کی جائے جو باوجود استحقاق کے کسی سے سوال نہیں کرتے یا جو سخت مجبوری اور ناداری کی حالت میں سوال کرتے ہیں۔ غیر مستحق سائلوں کے ساتھ کوئی سلوک اور کوئی بھلائی اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی کہ اُن کو اس بے غیرتی اور بے شرمی کے پیشے سے باز رکھا جائے۔ ملک و قوم کے حق میں کوئی احسان اِس وقت اِس سے زیادہ نہیں ہو سکتا کہ بھیک مانگنے کا بدترین پیشہ، جو مرضِ متعدی کی طرح افرادِ قوم میں سرایت کرتا جاتا ہے اور جس سے روز بروز بھِک منگوں کی تعداد ملک میں زیادہ ہوتی جاتی ہے، رفتہ رفتہ اس کی بیخ کنی کی جائے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد مدّتِ دراز تک ممالکِ اسلامیہ میں سوال کرنا نہایت مذموم سمجھا جاتا تھا اور طرح طرح سے اس کا انسداد کیا جاتا تھا۔ روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک سائل کی آواز سُنی اور یہ سمجھ کر کہ بھوکا ہے، اس کو کھانا کھلانے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر میں اس کی آواز پھر سنائی دی۔ معلوم ہوا کہ یہ وہی سائل ہے اور کھانا کھانے کے بعد اب پھر مانگتا ہے۔ آپؓ نے اُس کو بلوایا اور دیکھا کہ اس کی جھولی روٹیوں سے بھری ہوئی ہے۔ آپؓ نے جھولی کا ایک سرا پکڑ کر اُس کو اونٹوں کے آگے جھاڑ دیا اور فرمایا: ''تو سائل نہیں ہے، تاجر ہے۔''

علامہ مقّری تاریخ اَندلُس میں لکھتے ہیں کہ: ''اَندلُس میں جس سائل کو تن درست اور کام کے لائق دیکھتے ہیں، اُس کو نہایت ذلیل کرتے اور سخت سُست کہتے ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ یہاں اپاہج اور معذور آدمی کے سوا کوئی سائل نظر نہیں آتا۔''

مگر افسوس اور نہایت ہی افسوس ہے کہ اِس زمانے میں ہر ایک جگہ جس قدر مسلمان بھیک مانگتے نظر آتے ہیں، اس قدر اور کسی قوم کے آدمی نظر نہیں آتے۔ پس سب سے پہلے مسلمانوں کا فرض ہے کہ اپنے اپنے حدود اور اختیارات میں جہاں تک ان کی دسترس ہو، اِس نالائق اور کمینہ رسم کا انسداد کریں۔

خاص کر ہمارے علما اور واعظین کو لازم ہے کہ نہایت آزادی اور بے باکی کے ساتھ وعظ کی مجلسوں میں سوال کی مذمّت، جو حدیثوں میں وارد ہوئی ہے اور جو مضر نتیجے سائلوں کی کثرت سے قوم کے حق میں پیدا ہوتے ہیں اور اسراف اور فضول خرچی کی برائی جو قرآن مجید میں جا بجا بیان ہوئی ہے، عام مسلمانوں کے ذہن نشین کریں۔ خاص کر زنانی مجلسوں

میں عورتوں کو، جو ہر فقیر کو مُستجابُ الدَّعوات اور اُس کی آواز کو غیب کی آواز سمجھتی ہیں، ان لوگوں کے مکر وفریب سے آگاہ کرنا چاہیے۔ ان کے دلوں میں بٹھا دیا جائے کہ ہٹے کٹے بھیک مانگنے والوں کو کچھ دینا بجائے نیکی اور بھلائی کرنے کے الٹا گناہ کا مرتکب ہونا ہے۔ کیوں کہ جس قدر ایسے لوگوں کو دیا جاتا ہے اسی قدر مستحق بیواؤں، یتیموں اور ہمسایوں کی حق تلفی ہوتی ہے، اسی قدر بھیک مانگنے کا ناپسندیدہ طریقہ زیادہ رواج پاتا ہے اور اسی قدر قوم میں کام کے آدمیوں کی کمی ہوتی ہے۔ (کلیاتِ نثرِ حالی، حصّہ اوّل)

7- تہذیبوں کا تصادم

''تہذیبوں کا تصادم'' (Clash of Civilization) کے عنوان سے 1993ء میں چھپنے والی کتاب کے مصنف سیموئیل پی ہنٹنگٹن (Samuel P Huntington) نے موجودہ دور کو تہذیبوں کا تصادم قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس وقت کرۂ ارض پر سب سے بڑی اور خطرناک دشمنیاں دنیا کی بڑی تہذیبوں کے درمیان موجود ہیں، جو کسی وقت بھی تیسری بڑی عالمی جنگ کا سبب بن سکتی ہیں اور یہ تیسری بڑی عالمی جنگ ایٹمی جنگ ہوگی۔

اس کتاب میں جس بنیادی تصور کو پیش کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اب جنگوں کی بنیادی وجہ سیاسی نظریاتی یا اقتصادی تنازعات نہ ہوں گے بلکہ تہذیبی تنازعات ہوں گے جو دو مختلف تہذیبوں کے مابین جنگ کا سبب بنیں گے۔ سرد جنگ کے بعد دنیا میں ثقافت اور ثقافتی شناختیں ہی دوستی، دشمنی، اتحاد اور اختلاف کے طریقہ کار کو تشکیل دے رہی ہیں۔

''کتاب'' ''تہذیبوں کا تصادم'' میں مندرجہ ذیل پہلوؤں سے اس نظریے پر بحث کی گئی ہے۔

- انسانی تاریخ میں ایسا پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ عالمی سیاست کثیر قطبی اور کثیر تہذیبی ہوگئی ہے۔ جدیدیت، مغربیت سے الگ چیز ہے جو نہ تو آفاقی تہذیب کو جنم دے رہی ہے اور نہ ہی ان معاشروں کو یا تہذیبوں کو جو غیر مغربی ہیں، مغربی بنا رہی ہے۔

تہذیبوں کے درمیان طاقت کا توازن تبدیل ہو رہا ہے۔ مغرب اپنے اثر ورسوخ سے ہاتھ دھو رہا ہے۔ ایشیائی تہذیبیں اپنی اقتصادی، عسکری اور سیاسی طاقت کو بڑھا رہی ہیں۔ اسلام کی آبادی میں تیزی سے اضافے سے مسلمان ملکوں اور ان کے ہمسایہ ملکوں کے لیے عدم استحکام پیدا کرنے والے عناصر تقویت پا رہے ہیں۔ غیر مغربی تہذیبیں اپنی ثقافتی اقدار کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے انھیں از سرِ نو اپنا رہی ہیں۔

- ایک ایسا عالمی نظام تشکیل پا رہا ہے جس کی بنیاد تہذیبوں پر ہے۔ جو معاشرے ثقافتی طور پر ایک جیسے ہوتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں۔ ایک تہذیب کے معاشروں کو دوسری تہذیب میں تبدیل کرنے کا عمل ناکامی سے دوچار ہو گیا ہے۔ تمام ملک کسی نہ کسی مرکزی ریاست کے گرد متحد ہو رہے ہیں۔
- مغرب اپنی آفاقیت کے دعوؤں کی وجہ سے دوسری تہذیبوں سے تصادم کی حالت میں ہے۔ اس حوالے سے مغرب کا سنگین تصادم، روس اور کمیونزم کے خاتمے کے بعد اسلام اور چین کے ساتھ رونما ہوا ہے۔ ایسی جنگیں ایسے خطوں میں ہوں گی جہاں دو مختلف تہذیبوں کی سرحدیں ملتی ہوں گی۔ خصوصاً مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مابین جنگوں نے اپنی تہذیب کے ملکوں پر اعتماد کے رویے کو مستحکم کر دیا ہے۔
- مغرب کی بقا کا انحصار اس بات پر ہے کہ امریکی اپنے مغربی تشخص کو دوبارہ تسلیم کریں۔ مغرب والے اپنی تہذیب کو آفاقی منوانے کی بجائے اسے منفرد تہذیب منوائیں اور غیر مغربی معاشروں کے چیلنجوں کا سامنا کرنے کے لیے آپس میں اتحاد قائم کریں۔ تہذیبوں کی عالمی جنگ سے بچاؤ کا انحصار اس بات پر ہے کہ عالمی رہنما عالمی سیاست کی کثیر تہذیبی نوعیت کو حقیقت مانیں اور اس کے درست انتظام کے لیے ایک دوسرے سے تعاون کریں۔

بیسویں صدی کی آخری دہائی میں کمیونسٹ بلاک منہدم ہو گیا اور اس طرح سرد جنگ، جو دوسری جنگ عظیم کے بعد مغرب اور روس کے درمیان تھی، بین الاقوامی تاریخ کا ایک حصہ بن گئی۔ سرد جنگ کے بعد دنیا میں لوگوں کے درمیان اختلاف کی نوعیت نظریاتی، سیاسی یا اقتصادی نہیں رہی بلکہ ان کے اختلافات ثقافتی اور تہذیبی ہو گئے ہیں۔ آج کی دنیا میں جو اہم ترین اور خطرناک جنگیں چھڑ سکتی ہیں، وہ معاشی حوالے سے امیر یا غریب طبقوں کے درمیان نہیں بلکہ مختلف ثقافتوں کے لوگوں کے درمیان ہو سکتی ہیں۔ تہذیبوں کے اندر قبائلی اور نسلی جھگڑے واقع ہوں گے۔ اس کے علاوہ مختلف تہذیبوں کی ریاستوں اور گروہوں میں جنگیں ہونے کا امکان ہے۔ ہر تہذیب اپنی اپنی تہذیبوں کی ریاستوں اور گروہوں کو مدد دیتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ صومالیہ میں قبیلوں کے جھگڑے یا روانڈا، برونڈی اور سوڈان میں قبائلی جھگڑے بڑے پیمانے پر نقصان دہ ثابت نہیں ہو سکتے۔ تاہم بوسنیا، وسط ایشیا، قفقاز یا کشمیر میں ہونے والے تہذیبوں کے تصادم بڑی جنگوں میں بدل سکتے ہیں۔ اس حوالے سے ''واکلیو ہول'' لکھتا ہے:

''ثقافتی جھگڑے بڑھ رہے ہیں اور ماضی کے ہر دور سے زیادہ آج خطرناک ہو چکے ہیں۔''

ژاک ڈیلورس کا کہنا ہے:

"مستقبل میں ہونے والے جھگڑے اقتصادی یا نظریاتی وجوہات سے نہیں بلکہ ثقافتی اسباب کی بنا پر شروع ہوں گے۔"

تہذیبوں کو تقسیم کرنے والی سرحدوں کے ساتھ واقع ملکوں کے درمیان ثقافتی جنگوں کا سب سے زیادہ خطرہ ہے۔ موجودہ دور میں ثقافت ایک اتحاد ساز طاقت بن گئی ہے۔ جن ملکوں کا تعلق ایک ہی ثقافت سے ہوتا ہے، وہ آپس میں سیاسی اور اقتصادی طور پر تعاون کر رہے ہیں۔ یورپی یونین اس لیے کامیاب بین الاقوامی تنظیم ثابت ہوئی ہے کہ اس کے رکن ممالک ثقافتی طور پر ایک ہیں یعنی ان کی تہذیب ایک ہے۔

سرد جنگ کے بعد کے زمانے میں دنیا سات یا آٹھ بڑی تہذیبوں کی دنیا میں تقسیم ہو گئی ہے۔ یہ تہذیبیں چینی تہذیب، ہندو تہذیب، اسلامی تہذیب، مغربی تہذیب، جاپانی تہذیب، افریقی تہذیب اور لاطینی امریکی تہذیبوں پر مشتمل ہیں۔ اس دنیا میں ریاستوں کے مفادات، دشمنوں اور باہمی اتحادوں کے حوالے سے ثقافتی یکسانیت اور تضاد اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ جو ملک دنیا میں سب سے زیادہ اہم ہیں ان کا تعلق مختلف تہذیبوں سے ہے۔ جن لڑائیوں کے وسعت پاکر بڑی جنگ میں بدل جانے کا خدشہ ہے، وہ ان ریاستوں یا گروہوں میں ہو رہی ہیں جن کا تعلق مختلف تہذیبوں سے ہے۔ ہر تہذیب میں سیاسی اور اقتصادی ترقی کے زاویے مختلف ہوتے ہیں۔ اس وقت بین الاقوامی ایجنڈے کا سرفہرست مسئلہ تہذیبوں کے مابین اختلاف ہے۔ اسی دور میں قوت مغربی معاشروں سے غیر مغربی معاشروں کی طرف منتقل ہو رہی ہے۔ معیشت اور آبادی سے کہیں زیادہ اہم چیز مغرب کا اخلاقی زوال، ثقافتی خودکشی اور سیاسی انتشار ہے، جبکہ مسلمان اور ایشیائی معاشرے اخلاقی حوالے سے بہت بلند ہیں۔

مغربی تہذیب یورپ میں عیسائیت کی کمزوری سے کھوکھلی ہوتی جا رہی ہے۔ اسی کی دہائی تک امریکہ میں مذہبی احیا کے ثبوت موجود نہیں تھے۔ تاہم آنے والے برسوں میں مذہبی سرگرمیوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ مغرب والوں میں عیسائیت کا زوال مغربی تہذیب کی بقا کے حوالے سے ایک طویل المدتی خطرہ ہے۔

اسلام اور عیسائیت (اسلام اور مغرب)، آرتھوڈوکس اور مغربی تہذیب کے باہمی تعلقات اکثر و بیشتر خراب رہے ہیں۔ اسلام اور عیسائیت کے مستقل اور گہرے تصادم کے مقابلے میں بیسویں صدی کا لبرل ڈیموکریسی اور مارکسی لینن ازم کا تنازعہ ایک عارضی اور سطحی معاملہ تھا۔ بقول جان ایسپوزیٹو:

"تاریخ نے اکثر و بیشتر دونوں مذاہب کو مقابلے میں ہی پایا اور اکثر اوقات ان کے درمیان اقتدار، زمین اور افراد کے لیے خونریز جنگیں ہوتی رہیں۔"

ساتویں صدی کی ابتدائی اور آٹھویں صدی کے وسط میں عرب کی اسلامی حملوں کے نتیجے میں شمالی آئبیریا،

مشرقِ وسطیٰ، ایران اور شمالی ہندوستان پر اسلامی حکومت قائم ہو گئی۔ دو صدیوں سے لمبے عرصے کے لیے اسلام اور عیسائیت کے مابین تقسیمی خطوط گہرے ہو گئے۔ پھر گیارھویں صدی کے آخر میں عیسائیوں نے مغربی بحیرہ روم اور اس کے قریبی علاقوں پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ سسلی اور تولیڈو کو فتح کر لیا گیا۔ 1095ء میں عیسائیت نے صلیبی جنگیں شروع کر دیں۔ اس دوران میں عثمانی ترک منظر پر رونما ہوئے۔ تقریباً سات سو برس تک سپین میں مسلمانوں کی آمد سے ترکوں کے ویانا کے دوسرے محاصرے تک یورپ کو اسلام سے مستقل خطرہ درپیش تھا۔ اس دور میں اسلام وہ واحد تہذیب تھی جو مغرب کی بقا کے لیے خطرہ تھی۔

تاہم پندرھویں صدی سے عیسائیت دوبارہ سنبھلنے لگی۔ یورپ کی بحری جہازرانی کے شعبے میں ہونے والی ترقی سے پرتگالی اس قابل ہو گئے کہ وہ مسلمانوں کے مرکز میں داخل ہو سکیں اور اس کے علاوہ بحرِ ہند اور اس سے آگے تک رسائی پا سکیں۔ اسی زمانے میں روسیوں نے تاتاریوں کے دو صدی پر پھیلے ہوئے اقتدار کو ختم کر دیا۔ عثمانیوں نے آخری دفعہ 1683ء میں ویانا کا محاصرہ کیا جس میں ان کی ناکامی نے ان کی طویل پسپائی کا آغاز کر دیا۔ ایک صدی تک یورپ کے لیے آفت ترکی اب یورپ کا "مردِ بیمار" بن گیا تھا۔ جنگِ عظیم اول کے بعد برطانیہ، فرانس، اور اٹلی فاتح قرار پائے اور ترکی کے علاوہ باقی ساری عثمانی سلطنت پر ان کا تسلط قائم ہو گیا۔ 1920ء تک صرف ترکی، سعودی عرب، ایران اور افغانستان ہی آزاد مسلمان ملک تھے۔

مغربی نوآبادیاتی نظام کا زوال بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں شروع ہوا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد اس عمل میں تیزی آ گئی۔ سوویت یونین کے ٹوٹنے سے کئی مسلمان معاشروں کو آزادی مل گئی۔ 1757ء سے 1919ء کے درمیانی عرصے میں بہت سے مسلمان علاقوں پر غیر مسلموں کی حکمرانی قائم تھی۔ 1991ء تک ان میں اکثر علاقے دوبارہ مسلمان حکومت کے زیر اقتدار آ گئے۔ اس کے علاوہ 45 مزید آزاد ملکوں کی کثیر آبادی مسلمان تھی۔ 1820ء سے 1929ء کے درمیانی عرصے میں مختلف مذاہب میں ہونے والی جنگوں میں 50 فیصد جنگیں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ہوئیں۔

موجودہ تصادم عارضی نوعیت کے مسائل سے نہیں ابھرا بلکہ یہ دونوں مذاہب کی ساخت اور ان مذاہب کی بنیاد پر قائم ہونے والی تہذیبوں سے ابھرا ہے۔ تنازعہ صرف دونوں مذاہب کے اختلافی عقائد سے ابھرتا ہے۔ بلکہ مشترک عقائد بھی اس کی وجہ ہیں۔ مثلاً دونوں مذاہب وحدت پرست ہیں، آفاقیت پسند ہیں اور دونوں تبلیغی مذاہب ہیں۔ جہاد اور کروسیڈ کا تصور بھی مشترک ہے۔ اسلام اور عیسائیت کے تصادموں کا دارومدار آبادی میں کمی بیشی، اقتصادی ترقی

ٹیکنالوجیکل انقلابات اور مذہبی جذبہ وجوش کی شدت پر رہا۔

تہذیبوں کا تصادم حقیقت یا افسانہ

سموئیل پی ہنٹنگٹن (Samuel P Huntington) کے نظریے کے مطابق موجودہ دور تہذیبوں کے تصادم کا دور ہے اور جنگوں کی بڑی وجہ یہی تصادم ہوگا لیکن اگر تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ نظریہ بے معنی سا لگتا ہے۔ یہ درست ہے کہ اب تک مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان بے شمار جنگیں ہو چکی ہیں جن میں صلیبی جنگوں کا طویل سلسلہ جو 1095ء سے 1275ء تک جاری رہا یا بعد میں بلقان کی جنگ جو عیسائیوں اور ترک مسلمانوں کے درمیان ہوئی لیکن دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ اس سے دوگنا زیادہ جنگیں خود عیسائیوں کے درمیان ہو چکی ہیں جن کی تہذیبیں بھی ایک جیسی ہیں اور ایک ہی مذہب کے پیروکار ہیں۔ موجودہ دور میں اس نظریے کو بہت زیادہ اچھالا جا رہا ہے، خاص طور پر مغربی ممالک میں۔ یہی وجہ ہے موجودہ دور کی دہشت گردی کے خلاف جنگ مسلمانوں کے خلاف نظر آ رہی ہے۔ سموئیل پی ہنٹنگٹن (Samuel P Huntington) نے اسلام کو مغرب کے لیے سب سے بڑا خطرہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ جس تیز رفتاری سے یہ مذہب پھیل رہا ہے۔ 2025ء کے بعد یہ دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہوگا اور اس کے ماننے والوں کی تعداد دنیا میں سب سے زیادہ ہوگی۔ یہ ایک بڑی حقیقت ہے اور اس حقیقت سے انکار کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ اسی خطرہ کے پیش نظر مغرب والے تہذیبوں کے تصادم کے نظریے کو ہوا دے رہے ہیں جس کا مقصد مغرب کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحد کرنا ہے۔ جب 11 ستمبر 2001 کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ ہوا تو امریکی صدر بش نے اسے اسلام کے خلاف صلیبی جنگوں کا آغاز قرار دیا۔ اگرچہ اس نے یہ الفاظ واپس لے لیے لیکن اسلام دشمنی آج بھی امریکی اور دیگر مغربی ممالک کی پالیسیوں سے پوری طرح عیاں ہے۔

آج مغربی اقوام کا عراق پر حملہ اور ایران، شام کو برائی کا محور قرار دینا اور دیگر اسلامی ریاستوں پر پابندیاں عائد کرنا، جس کا کوئی جواز نہیں، جب کہ دوسری طرف اسرائیل اور بھارت جیسے ملکوں کے ساتھ تعاون اور ان کے ایٹمی پروگرام کے پھیلاؤ کے لیے معاہدے کرنا مغرب کے دوہرے معیار کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مغرب کی ہر ممکن یہ کوشش ہے کہ غیر اسلامی ممالک کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحد کیا جائے۔

اسلام جنگ وجدل اور تباہی کا مذہب نہیں بلکہ امن بھائی چارے اور صلح پسندی کا مذہب ہے، لیکن افسوس صد افسوس اسلام کو آج کل دنیا خصوصاً مغربی دنیا اور امریکہ کے لوگوں کے سامنے غلط رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے جس کی سزا ہمیں یہ مل رہی ہے کہ ہم مظلوم اور دہشت گردی کا شکار ہونے کے باوجود دہشت گرد اور ظالم ٹھہرائے جا رہے ہیں۔ اگر

اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ تہذیبوں میں تصادم ہی نہیں بلکہ اشتراک بھی رہا ہے۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ جب اسلام مکہ سے مدینہ پہنچا تو وہاں یہودی بھی تھے اور ارد گرد عیسائیوں کے ممالک بھی تھے۔ جب میثاقِ مدینہ طے پایا تو یہودیوں سے معاہدہ ہوا جس کے الفاظ یہ تھے:

> ''بنی عوف کے یہود مسلمانوں کی طرح ایک ملت شمار ہوں گے۔ ہر قسم کے حملے کے خلاف ان کا دفاع مسلمانوں کے ذمے ہوگا۔ ان دونوں کے تعلقات خوش سگالی اور باہمی مشترکہ مفاد پر مبنی ہوں گے۔ یہود کے حلیف مسلمانوں کے حلیف شمار ہوں گے اور ہر مظلوم کی حمایت کی جائے گی، خواہ وہ کسی گروہ سے تعلق رکھتا ہو۔''

جب عیسائی وفد مدینے آیا تو انھوں نے حضور اکرم ﷺ سے عبادت کرنے کے لیے مسجد نبوی میں اجازت چاہی اور یہ بھی کہا کہ ہم عبادت اپنے طریقے سے کریں گے تو اس پر آپ ﷺ نے انھیں مسجد نبوی میں عیسائی طریقے سے عبادت کرنے کے لیے اجازت دے دی۔

اسلام کبھی بھی کسی مذہب کے خلاف نہیں اور نہ ہی کسی تہذیب کے خلاف، کیوں کہ یہ پوری دنیا کے لیے امن و سلامتی کا مذہب ہے اور اس میں تہذیبوں کے تصادم جیسے نظریے کی کوئی حیثیت نہیں۔ اسلام میں جتنے حقوق مسلمانوں کے لیے موجود ہیں، اتنے ہی حقوق یہ دوسری اقلیتوں کو بھی مہیا کرتا ہے۔

پوری ملتِ اسلامیہ اس وقت ایک ایسی صورت حال سے دوچار ہے جس نے ان کے اذہان کو معطل کر دیا ہے اور ایک عجیب قسم کا سکتہ سا چھایا ہوا ہے۔ اتنی بڑی دہشت گردی کا ذمہ دار انھیں ٹھہرایا جا رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عالمِ اسلام میں ایک ایسی تحریک کا احیا ہونا چاہیے جو مغرب کے خود ساختہ نظریے، تہذیبوں کے ٹکراؤ کو روکے اور آپس میں موجود غلط فہمیوں کا مداوا کر سکے، جو مغرب خصوصاً امریکہ کے مقتدرہ حلقوں اور عوام کو یہ بات اچھی طرح سمجھا سکے کہ اسلام جنگ وجدل، قتل وغارت، تباہی و بربادی کا مذہب نہیں ہے، اسلام محبت رواداری کی تلقین کرتا ہے اور امن و سلامتی کا مذہب ہے۔ (پروفیسر خورشید احمد)

8- پاکستان میں افسانہ نگاری

افسانہ سے مراد وہ مختصر کہانی ہے جس میں زندگی کے لیے کسی ایک پہلو کی عکاسی کی گئی ہو اور جسے ایک نشست میں پڑھا جا سکے۔ انگریزی ادب میں افسانہ کے لیے Short story کی اصطلاح مروّج ہے۔ کہانی، کردار، منظرنگاری مکالمہ اور وحدت تاثر افسانے کی بنیادی خصوصیات ہیں۔

کچھ ناقدین کے خیال میں پریم چند اور کچھ ایک کے مطابق سجاد حیدر یلدرم اردو کے پہلے افسانہ نگار ہیں۔

قیامِ پاکستان کے بعد فسادات، ہجرت اور چھوڑے وطن کی یادیں افسانے کے بڑے بڑے موضوعات تھے۔

قیام پاکستان کے بعد کچھ عرصہ تک تو افسانے کا غالب موضوع یقیناً فسادات ہی رہا لیکن کچھ مدت بعد جب انتشار اور افراتفری کا دور ختم ہوا، زندگی کے بدلتے معمولات کے ساتھ ساتھ کچھ نئے موضوعات بھی افسانہ نگاروں کی توجہ کا مرکز بنتے گئے۔ اس زمانے میں ایک نمایاں رجحان ماضی پرستی کا تھا۔ نئی سرزمین پر جب لوگوں کو وہ خواب پورے ہوتے نظر نہ آئے جنھیں دیکھتے ہوئے وہ اس سرزمین پر پہنچے تھے تو ان پر مایوسی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ یہی وہ ذہنی فضا تھی جس میں ہمارے شروع کے چند افسانہ نگاروں نے سرحد پار کے گلی کوچوں، بازاروں، پرانے راستوں اور ان سے منسوب واقعات کو اپنے افسانوں میں بیان کیا۔ ان افسانہ نگاروں میں احمد ندیم قاسمی، سعادت حسن منٹو، قدرت اللہ شہاب، ممتاز مفتی، مرزا ادیب، انتظار حسین اور اے حمید کے نام بہت زیادہ نمایاں ہیں۔ پاکستانی افسانے کا پیش منظر مرتب کرنے والے افسانہ نگاروں میں اشفاق احمد، شوکت صدیقی، ابراہیم جلیس، غلام الثقلین نقوی، محمد احسن فاروقی، رحمان مذنب، غلام عباس اور مسعود مفتی وغیرہ شامل ہیں۔

مندرجہ بالا سطور میں ہم نے جن افسانہ نگاروں کا تذکرہ کیا ہے آیندہ سطور میں ہم ان کے فن کا مختصر انفرادی جائزہ پیش کرتے ہوئے آگے بڑھیں گے۔

احمد ندیم قاسمی ایک حقیقت پسند افسانہ نگار ہیں ان کی نظر بالعموم زندگی کی بنیادی اقدار اور صداقتوں پر رہتی ہے اور وہ انھی صداقتوں اور لطافتوں کو تخلیقی انداز میں پیش کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنے افسانوں میں آدرش یا مقصد کو بنیادی اہمیت دیتے ہیں لیکن ایسی فنکارانہ حسن کاری کے ساتھ کہ آدرش ان کے فن کو مجروح کرنے کے بجائے زیادہ جاندار بنا دیتا ہے، ان کا ذہن اور قلم پوری طرح مشرقی تہذیب کا تربیت یافتہ ہے۔ اس لیے اپنی تہذیب، اپنے تمدن، اپنی زمین اور اپنے ماحول کی خوشبو ان کے سارے افسانوں میں رچی بسی ہے۔ دیہات کی

زندگی کو جس تواتر اور حسن کاری کے ساتھ اپنے افسانوں میں انھوں نے پیش کیا ہے، کم لوگوں نے کیا ہے۔ موضوعات کی رنگارنگی بھی ان کے افسانوں کا خاص وصف ہے اور کائنات کی بوقلمونی کو ذات کے حوالے سے دیکھنے دکھانے پر بھی انھیں غیر معمولی قدرت حاصل ہے۔ زندگی کی طرح ان کا فن بھی جامد نہیں متحرک ہے اور اس کا ارتقا ان کے افسانوں میں صاف دکھائی دیتا ہے۔ ابتدائی افسانوں میں وہ زندگی کے مصور پھر مفسر اور آخر ایک ایسے ناقد اور داعی بن کر سامنے آئے ہیں جس کے یہاں زندگی اور ادب دو الگ الگ چیزیں نہیں رہیں بلکہ اکائی بن گئی ہیں۔

سعادت حسن منٹو سے پہلے افسانہ تعقل کا افسانہ ہے۔ منٹو سے تخیل کے افسانے کا آغاز ہوتا ہے۔ وہ ایک معاشرتی حقیقت نگار ہیں۔ ان کے یہاں ہمیں Sharp Ending یا Twist کی تکنیک پہلی مرتبہ ایک قوت کے ساتھ ابھرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اس کے فن کا کمال دو چیزوں میں واضح طور پر نظر آتا ہے: ایک تو خیال مجرد کو حسیاتی تجربہ بنانا، دوسرے تضاد یا Juxtaposition کی تکنیک کا صحیح اور بھرپور استعمال۔ اس کی شخصیت میں ایک بڑا مصور اور ایک زبردست کارٹونسٹ جمع ہو گئے ہیں۔ اس کے افسانے کے پورے پلاٹ میں اتنی اہم بات نہیں ہوتی جتنی ان چھوٹے چھوٹے جملوں میں ہوتی ہے، جن میں وہ افسانے کے تاثر کی شدت کو مقید کر دیتا ہے یعنی گوریلا جنگ کی تکنیک۔

منٹو نے ہمارے افسانے میں ایک ایسے تناظر کی تشکیل کا آغاز کیا جس میں عقل کے ساتھ ساتھ غیر عقلی عناصر بھی موجود تھے اور اس کی یہ کوشش زندگی کو اس کی اصلیت میں دیکھنے کی سعی کا ایک حصہ تھی اس لیے ہمیں منٹو کے ہاں موضوعات کا جو تنوع نظر آئے گا وہ شاید اردو کے کسی اور افسانہ نگار میں نظر نہ آئے۔

جس طرح پہلے ذکر ہو چکا کہ منٹو نے فسادات پر بہت عمدگی سے لکھا ہے۔ انھوں نے فسادات پر طویل افسانے بھی لکھے ہیں اور ''سیاہ حاشیے'' بھی۔ فسادات کے پورے پس منظر کو ذہن میں رکھیے تو ''سیاہ حاشیے'' کے دو سطری اور چار سطری افسانچے اس پوری المیاتی صورت حال میں Comic Relief کی حیثیت سے نمودار ہوتے ہیں لیکن بالآخر اس پورے المیہ کے تاثر کی شدت میں مزید اضافہ کرتے ہیں۔ فسادات، منٹو کے لیے ایک بیرونی واقعہ نہیں بلکہ داخلی اور خارجی انتشار کی صورتِ حال کی منتہا ہیں۔ منٹو کے آخری دور کے افسانے اس کے فن کی جہت اور پوری اردو افسانہ نگاری کی رو کے تعین کے سلسلے میں نہایت مفید اشاریہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے اس کے آخری مجموعے ''پھندنے'' میں شامل افسانوں اور ڈراموں کے موضوعات پر ایک نظر ڈال لینا ہی کافی ہوگا۔ قیام پاکستان کے بعد کے افسانہ نگاروں میں قدرت اللہ شہاب کے افسانوں کو بھی بڑی پذیرائی ملی۔ ان کا تعلق سرزمین کشمیر سے تھا، اس لیے ان کے افسانوں کا

بڑا موضوع بھی یہی خط اور اس کی قدریں ہیں۔ڈاکٹر انور سدید کے بقول قدرت اللہ شہاب کے بیشتر افسانوں کا خمیر کشمیر کی مٹی سے اٹھا۔انھوں نے نفسیاتی الاؤ روشن کرنے کے بجائے حقیقت نگاری کو ترجیح دی۔''نفسانے'' اور ''ماں جی'' کے افسانوں میں انسان کے داخل سے بنیادی نیکی تلاش کرنے کی کاوش نمایاں ہے۔ان کا لازوال کردار ''ماں جی'' اردو افسانہ نگاری کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔

ممتاز مفتی اردو افسانے کی تاریخ میں نہایت اہم مقام رکھتے ہیں۔انھوں نے موضوع، مواد اور تکنیک ہر اعتبار سے اردو افسانے کو ایک نیا موڑ دیا ہے۔اردو افسانے میں نفسیاتی مسائل خصوصاً لاشعور اور تحت الشعور کی کیفیات کو اوّل اوّل ممتاز مفتی نے برتا ہے۔ان کے بیشتر افسانے ایک اعتبار سے علامتی افسانے بھی کہے جاسکتے ہیں کہ ان کی ظاہری سطح معنوی سطح سے یکسر مختلف ہے۔ان کے افسانوں میں نفسِ انسانی کی پیچیدگیوں اور الجھنوں کا فنکارانہ تجزیہ موجود ہے۔مفتی کے فن نے ارتقا کی بہت سی منازل طے کیں۔انھیں ایک منفرد اور بے مثال افسانہ نگار کی حیثیت سے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

عزیز احمد نے تاریخ اور اساطیر کو افسانوی وقوعہ کے طور پر پیش کرنے کا تجربہ کیا۔پاکستانی افسانے میں ان کا منفرد Contribution یہ ہے کہ انھوں نے اردو افسانے کو نئے اسالیب اور موضوعات سے متعارف کرایا۔ان کے ابتدائی افسانوں میں اخلاقی اقدار اور جذباتی روابط کی شکستگی کا رجحان نمایاں تھا اور کسی حد تک جنس کے جسمانی پہلو کو بھی اہمیت دی گئی تھی لیکن پھر وہ معاشرتی خرابیوں کے زبردست ناقد کے طور پر سامنے آئے۔''ستا بیسہ'' اور ''زر خرید'' ان کے اسی نوع کے افسانے ہیں۔

میرزا ادیب کی افسانہ نگاری خوابوں کی دنیا سے حقیقت کی جانب سفر کا نام ہے۔انھوں نے ابتدا میں سجاد حیدر یلدرم، خلیقی دہلوی اور نیاز فتح پوری کے اسلوب سے متاثر ہو کر افسانے لکھے لیکن خواب سے حقیقت کی طرف جیسے جیسے ان کا قدم آگے بڑھا ہے، ان کی نثر بھی سادہ اور پرکار ہوتی گئی ہے اور ان کے افسانے اصلاحی مقاصد سے ہم آہنگ ہوتے چلے گئے لیکن ان مقاصد نے ترقی پسند افسانہ نگاروں کی طرح آدرش کی صورت اختیار نہیں کی بلکہ اصلاحی رجحانات و میلانات تک ہی محدود رہے ہیں۔نتیجتاً ان کے افسانے ہر طبقہ کے قاری میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے گئے۔''صحرا نورد کے خطوط'' اور ''صحرا نورد کے رومان'' ان کے افسانوں کے ایسے مجموعے ہیں جنھیں ایک زمانے میں قارئین کا ایک وسیع حلقہ میسر آیا۔یہ افسانے داخلیت اور قوت متخیلہ کے سہارے لکھے گئے۔بعد ازاں ان کا قلم ''دیا''، ''دیئو'' اور ''دوران زندگی'' جیسے شہ پارے تراشنے میں کامیاب ہوا۔میرزا ادیب کے ابتدائی افسانوں میں شعریت اور رومان کا غلبہ تھا لیکن

جب ان کے فن نے بلوغت کے بہت سے مراحل طے کر لیے تو پھر روزمرہ زندگی کی بے مہریاں اور سفاکیاں ان کے افسانے کا موضوع بنتی چلی گئیں۔

انتظار حسین افسانہ نگاروں کے اس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جنھوں نے 1947ء کے لگ بھگ لکھنا شروع کیا۔آزادی کے بعد شہرت پائی اور چند برسوں کے اندر افسانہ نگاری کی تاریخ میں ایک اَن مٹ نقش بنا لیا۔عصری میلانات اور حال کے تقاضوں کا جیسا شعور انتظار حسین کو ہے شاید ہی دوسروں کو ہوگا لیکن انتظار حسین ماضی سے رشتہ جوڑے بغیر اس شعور کا اظہار نہیں کر سکتے۔اس لیے ان کے افسانوں میں ایک طرح کی اساطیری اور داستانوی فضا پیدا ہو گئی ہے۔انتظار حسین اس فضا کو جزئیات نگاری سے اتنا جاندار بنا دیتے ہیں کہ ماضی سچ مچ کا حال بن جاتا ہے اور جب حال کی تصویر کھینچنے پر آتے ہیں تو مستقبل خود بخود تانک جھانک کرنے لگتا ہے۔انتظار حسین جدید پاکستانی افسانے کے علامتی اور تمثیلی رویوں کے اولین نمائندہ افسانہ نگار اور منفرد طرزِ احساس کے مالک ہیں۔انھوں نے اپنا کنواں خود کھودا اور اپنا جزیرہ خود تلاش کیا ہے۔اردو افسانے کے نقار خانے میں ان کی آواز سب سے جدا ہے۔وہ تمام وقت کھوئے ہوؤں کی جستجو کرتے ہیں، اپنے مخصوص زاویہ نگاہ سے زندگی کو دیکھتے اور پرانی یادوں کے حوالوں سے اداس رہتے ہیں۔ ہجرت کا دکھ فرد کی شناخت کی گمشدگی، اخلاقی اور تہذیبی سطح پر مسلمانوں کا زوال، ان کے افسانوں کے مرکزی مسائل و موضوعات ہیں۔

اردو افسانوی ادب میں ایک اہم نام اے حمید کا ہے۔ڈاکٹر انور سدید کے بقول اے حمید کے افسانے رومانی محبت اور جذباتی حدت کے آنسوؤں سے نم آلود ہیں ''منزل منزل'' میں انھوں نے ایک عجیب نوع کی رومانی فضا تعمیر کی اور پھر عمر بھر اس فضا کے رومانی دھندلکوں میں ہی رہنا پسند کیا۔معاشرتی حقیقت اور سماجی آگہی ان کے افسانوں کا قیمتی عنصر ہے لیکن رومانویت اس کی زہرناکی پر غالب آجاتی ہے۔یہ رومانویت اے حمید کے فن کی قوت بھی ہے اور کمزوری بھی۔

اشفاق احمد کے افسانوں میں صبا کے ہاتھ کی نرمی اور قوس قزح کے ساتوں رنگ موجود ہیں۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ افسانے کی فضا کو رومانوی بنانے کے لیے صرف فطرتی مناظر کو پیش کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔وہ خواب ضرور دکھاتے ہیں مگر اس مشاقی سے کہ زمین اور ارد گرد کے ماحول سے رشتہ برقرار رہتا ہے۔اشفاق احمد کے افسانوں کا مرکزی موضوع محبت کا بنیادی اور جبلی جذبہ ہے جو نئی جہتوں اور نئے زاویوں کے ساتھ اس کے افسانوں میں دریافت ہوا ہے۔محبت کا تصور اشفاق کے ہاں نہ سطحی ہے نہ قنوطی۔اس کے برعکس اس میں بڑی وسعت، تنوع اور گہرائی ہے۔وہ ایک

بے بدل اور جاندار نثر نگار ہیں۔ ''گڈریا'' سے لے کے ''ہے گھوڑا'' تک اشفاق احمد کا افسانوی سفر ایک سیال ذہن کا متحرک سفر ہے۔

شوکت صدیقی کے افسانوں میں خارجی ماحول کی عکاسی اور موجودہ دور کے سماجی اقتصادی مسائل کی تصویر کشی ملتی ہے۔ وہ ترقی پسند افسانہ نگاروں میں ایک سلجھے ہوئے ذہن کے ادیب ہیں اور بالعموم وہ نعرے بازی اور سستی جذباتیت کا شکار نہیں ہوئے۔ ان کے نمائندہ افسانوں میں ''تیسرا آدمی''، ''راتوں کا شہر''، ''تانیتا''، اور ''شریف آدمی'' قابلِ ذکر ہیں جن کا دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

پاکستانی افسانوی ادب میں غلام عباس کی انفرادیت یہ ہے کہ انھوں نے کسی کی تقلید یا پیروی سے گریز کرتے ہوئے اپنی دنیا آپ تخلیق کی ہے۔ وہ ادب میں مقصدیت کے قائل رہے ہیں لیکن انھوں نے صحافتی پروپیگنڈے اور تخلیقی ادب میں ہمیشہ امتیاز برتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانوں میں زبان و بیان یا فکر و خیال کی وہ سطحیت کسی دور میں بھی پیدا نہیں ہونے پائی جو تخلیق کو اپنے منصب سے نیچے لے آتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ تعداد اور مقدار میں ان کے افسانے کم ہونے کے باوجود معیار اور مقبولیت میں بہت اونچے مقام پر فائز ہیں۔ غلام عباس کا مقبول ترین افسانہ ''آنندی'' اردو کے شاہکار افسانوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس افسانے میں ایک دو یا چند کرداروں کو نہیں بلکہ پورے شہر کو ایک مجسم کردار کی صورت میں رستا بستا اور جیتا جاگتا دکھایا گیا ہے۔

مسعود مفتی نے سماجی حقیقتوں کو ایک باریک بین فنکار کی حیثیت سے دیکھا ہے۔ ان کے افسانوی مجموعوں ''رگِ سنگ''، ''محدب شیشہ'' اور ''لمحے'' میں بیشتر ایسے کردار ابھرے ہیں جو اخلاقی ضابطوں کے باغی اور شیطانی جذبوں کے غلام ہیں۔ مشرقی پاکستان کا المیہ ان افسانوں کا خاص کینوس قرار پاتا ہے۔

1960ء کی دہائی کے بعد پاکستانی افسانے میں صرف ہیئت اور اسلوب کے لحاظ سے ہی نہیں موضوع کے لحاظ سے بھی بڑی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ ہمارے علامتی اور تجریدی افسانہ نگاروں کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے لیکن ان میں ایک افسانہ نگار یعنی احمد ہمیش خصوصی توجہ کا حقدار ہے۔ احمد ہمیش کے افسانوں کی تہ داری اسلوب کی ندرت، استعاراتی اور اشاراتی معنویت ہیئت و تکنیک قاری کے فکر و احساس کو غذا فراہم کرتی ہے۔ ان کے شاہکار افسانے ''مکھی'' سے لے کر ''کہانی مجھے لکھتی ہے'' تک ان کا فنی رفعتوں کا سفر مسلسل ہے۔ رشید امجد نے افسانے کے متعدد ابعاد کو وسیع پیمانے پر پاکستانی افسانے میں روشناس کرایا۔ احمد داؤد نے بلاشبہ اردو افسانے میں ایک نیا لحن تخلیق کیا ہے۔ ان کا افسانہ ''گمشدہ مسافروں کی گاڑی'' انتہائی معیاری افسانہ ہے۔ مظہر الاسلام نے افسانے کو ایک نئی پہچان دی ہے۔ وہ ایک

انوکھی Treatment کے افسانہ نگار ہیں۔ ان کا شمار یقیناً علامتی افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں 1965ء کی پاک بھارت جنگ ہر لحاظ سے ایک اہم اور ناقابل فراموش واقعہ ہے۔ اس واقعے نے ہمارے تخلیق کاروں کو بہت زیادہ متاثر کیا۔ انتظار حسین، مسعود مفتی، غلام الثقلین نقوی اور آثم مرزا نے بالخصوص اس جنگ کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔

1965ء کی جنگ سے زیادہ پاکستانی افسانے پر المیۂ مشرقی پاکستان اور جنرل ضیاالحق کے طویل مارشل لا نے اثر ڈالا۔ مشرقی پاکستان کا المیہ صرف پاکستان کا ہی المیہ نہیں تھا، عالمِ اسلام اور عالمِ انسانیت کا بھی المیہ تھا۔ جنگ اور نسلی فسادات کے دوران میں کس طرح حیوانیت اور درندگی عود کرتی ہے، اس کا واضح ثبوت سابق مشرقی پاکستان کی خانہ جنگی کے دوران میں سامنے آیا۔ یوں تو اس المیے کی شدت کو ہمارے تمام حساس افسانہ نگاروں نے محسوس کیا لیکن سابق مشرقی پاکستان سے تعلق رکھنے والے افسانہ نگاروں کے ہاں اس المیے کی تلخی زیادہ شدت سے محسوس کی جا سکتی ہے۔

مغربی پاکستان کے جن افسانہ نگاروں نے اس المیے کی سنگینی پر قلم اٹھایا ان میں انتظار حسین، مسعود مفتی، مسعود اشعر، رشید امجد، غلام الثقلین نقوی، یونس جاوید، انور عنایت اللہ، منیر احمد شیخ اور اے خیام قابلِ ذکر ہیں۔

افسانہ داخلی تجربے کی کلیت کی بازیافت کا عمل ہے۔ یہ ایک کثیر الجہت صنفِ نثر ہے جس کی تحسین کاری کسی کتاب کے ایک باب میں سمیٹنا ممکن نہیں، اس لیے اس باب میں پاکستانی افسانے کے چند نمایاں زاویے ہی اجاگر کیے جا سکتے ہیں۔ اس سے قبل کہ ہم آگے بڑھیں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند سطروں میں پاکستان کے منفرد اور خیال افروز افسانہ نگاروں کا ذکر بھی کیا جائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان افسانہ نگاروں میں ڈاکٹر فہیم اعظمی، ناصر بغدادی، امراؤ طارق، محمود واجد، اعجاز فاروقی، محمد الیاس، منشا یاد، اصغر علی جاوید، نیلم احمد بشیر، فرحت پروین، غافر شہزاد، جمیل احمد عدیل، ڈاکٹر سلیم اختر اور امین جالندھری کو شامل کیا جا سکتا ہے۔

افسانہ ہمارے ادب کی ایک کم عمر صنف ہے لیکن اس کم عمری کے باوجود بھی افسانے نے نہایت تیز رفتاری اور سرعت کے ساتھ قارئین ادب کے سنجیدہ حلقے میں مقبولیت حاصل کر لی ہے۔ ہمارا افسانہ جس حیرت انگیز طریقے سے اپنی صنفی حدود میں مقید رہنے کے باوجود زندگی کے بدلتے تناظرات اور پیچیدہ تجربات کی موثر صورت گری کرتا رہا ہے، اس سے اس کے اندر مضمر تخلیقی امکانات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ پاکستانی ادب میں افسانہ ایک مضبوط روایت کا درجہ حاصل کر چکا ہے۔ ہمارے افسانہ نگاروں نے اپنے گوناگوں متنوع اور حیات افروز مشاہدات کا وسیلہ بنا کر اس صنف کی موثریت اور اہمیت کی توثیق کر دی ہے۔

9- پاکستان میں توانائی کا بحران

کسی ملک کی معاشی و اقتصادی ترقی اس ملک کی خوش حالی اور قومی ترقی کا آئینہ دار ہوتی ہے جب کہ معاشی و اقتصادی ترقی کے لیے صنعتی ترقی کا کردار سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ صنعتی ترقی کے لیے خام مال کی ضرورت ہوتی ہے جسے زراعت کے شعبے کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے اور زراعت اور صنعت کی ترقی کے لیے توانائی کا وافر مقدار میں ہونا انتہائی ضروری ہے۔ اس لیے اگر موجودہ دور کو توانائی کا دور کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

توانائی کا استعمال انسانی زندگی کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا۔ شروع شروع میں آگ سے توانائی پیدا کی جاتی تھی۔ آہستہ آہستہ اس کے مختلف ذرائع دریافت ہوتے گئے اور اس کی وسعت اور اس کے استعمال میں تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ بہتری بھی آتی گئی۔ آج توانائی نہ صرف روشنی، حرارت اور حرکت کے لیے استعمال ہوتی ہے بلکہ انسانی تعلقات میں اس کا کردار بھی نمایاں ہے۔ موجودہ حالات میں بین الاقوامی سطح پر توانائی کے حصول کے لیے نہ صرف سفارتی تعلقات استعمال ہو رہے ہیں بلکہ اس کے حصول کے لیے جنگیں بھی ہو رہی ہیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ دنیا سے توانائی کے ذرائع کا آہستہ آہستہ ختم ہونا ہے اور دوسری بڑی وجہ بڑے بڑے صنعتی ملکوں کی توانائی کی ضرورتوں کا بڑھنا ہے۔ دنیا کی تین چوتھائی توانائی صرف چند صنعتی ملک استعمال کر رہے ہیں جن کی آبادی دنیا کی کل آبادی کا ایک چوتھائی ہے جب کہ باقی ترقی پذیر ممالک دنیا کی ایک چوتھائی توانائی استعمال کر رہے ہیں، جن کی آبادی دنیا کی کل آبادی کا تین چوتھائی ہے۔

دنیا میں توانائی کے دو قسم کے ذرائع ہیں: ایک وہ ہیں جو ایک دفعہ استعمال ہو جائیں تو دوبارہ استعمال نہیں ہو سکتے۔ جب کہ دوسری قسم کے ذرائع میں جن کو توانائی کے حصول کے لیے بار بار استعمال کیا جاتا ہے۔ پہلی قسم کے ذرائع کوئلہ، گیس اور تیل ہیں۔ موجودہ دور میں ان کا استعمال بہت زیادہ ہے اور زیرِ زمین ان کے ذرائع محدود ہیں جنھوں نے آخر کار ختم ہونا ہے جب کہ دوسری قسم کے ذرائع میں ہائیڈرل، ایٹمی توانائی، سورج کی توانائی، زمینی توانائی (Geo thermal energy)، سمندری لہروں سے حاصل شدہ توانائی، ہوا سے حاصل شدہ توانائی، بائیو گیس توانائی وغیرہ شامل ہیں۔ یہ نہ ختم ہونے والے ذرائع توانائی ہیں اور انھیں ایک بار استعمال کرنے کے بعد دوبارہ بھی استعمال کر کے توانائی حاصل کی جا سکتی ہے۔

عالمی سطح پر زیادہ تر کوئلہ، گیس اور تیل کو توانائی کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ آبادی کے بڑھنے اور صنعتی ترقی کی

وجہ سے یہ ذرائع کم ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے پوری دنیا میں توانائی کا بحران پیدا ہو چکا ہے۔ خاص کر ایسے ممالک جن کے پاس اپنے ذرائع نہیں ہیں بلکہ دوسرے ممالک پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔

اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام کے ادارے کی رپورٹ کے مطابق:

''اگر دنیا کی آبادی اور توانائی کی ضروریات اسی رفتار سے بڑھتی رہی تو 2050ء تک دنیا سے تیل ختم ہو جائے گا اور دنیا کو بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا اگر اس کا کوئی متبادل ذریعہ نہ اپنایا گیا۔ خاص کر امریکہ اور دوسرے بڑے ترقی یافتہ صنعتی ممالک جن کی ترقی کا انحصار مکمل طور پر تیل اور گیس پر ہے، اس شدید مسئلے سے دوچار ہو سکتے ہیں۔''

پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے جس کی کل آبادی 18 کروڑ ہو گئی ہے آبادی میں تیز رفتاری سے اضافہ اور توانائی کے کم وسائل، توانائی کے بحران کا باعث بن رہے ہیں۔ آج پاکستان اپنی توانائی کا 66 فیصد حصہ تیل، گیس اور کوئلہ سے حاصل کر رہا ہے جب کہ 33 فیصد حصہ ہائیڈرل یعنی پانی سے حاصل کیا جا رہا ہے جب کہ ایک فیصد بائیو گیس اور ایٹمی توانائی سے حاصل کیا جا رہا ہے۔ پاکستان میں تیل کے ذخائر بہت کم ہیں۔ گیس بھی ملکی ضروریات کے لیے ناکافی ہے جب کہ یہاں سے نکلنے والا کوئلہ بھی اتنی اچھی کوالٹی کا نہیں جس سے توانائی پیدا کی جا سکے۔ بہت کم مقدار کا کوئلہ ایسا نکل رہا ہے جو بطور توانائی کے استعمال ہو رہا ہے۔ موجودہ حکومت توانائی کے لیے کوئلے پر انحصار بڑھا رہی ہے۔ اس کے لیے ٹھوس اقدامات کا آغاز ہو چکا ہے جب کہ پاکستان کے پاس بے پناہ کوئلے کے ذخائر موجود ہیں۔ پاکستان میں توانائی کی بڑھتی ہوئی ضرورت اور مستقبل میں ترقی کے لیے توانائی کے ذرائع کا حصول اس وقت پاکستان کے لیے سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ پاکستان میں ہر سال 13 فیصد توانائی کی ضرورت بڑھ جاتی ہے جب کہ توانائی کے حصول کے ذرائع 7 فیصد کی رفتار سے بڑھ رہے ہیں۔ پاکستان میں توانائی کے بحران کی اہم وجوہات درج ذیل ہیں:

- 1974ء کے بعد پن بجلی کے لیے کوئی بڑا منصوبہ نہیں بنایا گیا جب کہ بجلی اور توانائی کی ضروریات روز بروز بڑھ رہی ہیں۔
- ہمارے ڈیم اپنی صلاحیت کے مطابق توانائی پیدا نہیں کر رہے جس کی بڑی وجہ پانی کی کمی اور ان کی تہ کا مٹی اور ریت سے بھر جانا ہے۔
- ہائیڈرو تھرمل ذرائع بالکل محدود ہیں جن پر مکمل انحصار نہیں کیا جا سکتا۔
- نئے تیل کی دریافت اور نئے گیس کے ذخیروں کو دریافت کرنے کے لیے مالی مشکلات اور ٹیکنالوجی کی کمی ہے۔

- پورے ملک میں بڑھتی ہوئی صنعتی ترقی کے لیے توانائی کی مزید ضرورت توانائی کے بحران کا باعث بن رہی ہے۔
- خشک سالی اور زیرِ زمین پانی کی سطح کا نیچا ہونا بھی بعض دفعہ توانائی کے حصول میں رکاوٹ کی ایک شکل ہے۔
- گاڑیوں کی تعداد میں اضافہ، مشینی زراعت کا آغاز اور گھریلو کاموں میں بجلی کے استعمال میں اضافہ بھی توانائی کے بحران کا ایک اہم سبب ہے۔
- توانائی کے کم ذرائع کی وجہ سے صنعتی ترقی کی رفتار بہت سست ہے جس سے ملکی ترقی اور خوشحالی کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہوگئی ہے۔
- تیل کی ملکی پیداوار ضروریات کے مطابق ایک چوتھائی ہے، تین چوتھائی تیل ہمیں درآمد کرنا پڑتا ہے، جب کہ تیل کی قیمتیں بہت زیادہ ہو چکی ہیں۔
- صوبوں کے درمیان اختلافات اور بڑے ڈیم بنانے میں سندھ اور سرحد کے خدشات بھی توانائی اور بجلی کے حصول میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

ملک میں توانائی کے حصول کے دو بڑے ذرائع بجلی اور گیس ہیں۔ لوگوں کی زندگی میں آنے والی تبدیلیوں اور تجارتی و صنعتی ضروریات کے لیے ان کے استعمال میں ہونے والے غیر معمولی اضافے نے متبادل ذرائع توانائی کی تلاش کو انتہائی ناگزیر بنا دیا ہے۔ خاص طور پر گیس کی بڑھتی ہوئی کھپت اور تیل کے نئے ذخائر کی دریافت کی کوششوں کی راہ میں حائل رکاوٹوں نے حکومت کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ اگر صورتِ حال میں کوئی مثبت تبدیلی نہ آئی تو پھر قوم کو مستقبل میں اس حوالے سے کسی بھی نئی آزمائش سے نبرد آزما ہونے کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا ہوگا۔

توانائی کے متعلق تقریباً ہر حکومت نے کوئی نہ کوئی پالیسی جاری کی ہے۔ ان میں سے اکثر پالیسیوں پر عملدرآمد نہیں ہوسکا۔ 1988ء سے لے کر اب تک ہر حکومت نے توانائی کے حصول اور ذرائع کو بہتر بنانے کے لیے جو بھی اقدامات کیے ہیں، ان میں سے اکثر پر اتفاق رائے نہیں ہوسکا۔ خاص کر ڈیمز کے سلسلے میں بہت زیادہ اختلافات موجود ہیں۔

اس وقت ملک میں دو ایٹمی پلانٹ کام کر رہے ہیں جب کہ تیسرے کے لیے چین سے معاہدہ ہو چکا ہے اور تعمیر کا کام جاری ہے۔ کراچی ایٹمی پاور پلانٹ سے 137 میگاواٹ بجلی پیدا ہو رہی ہے جب کہ چشمہ پاور پلانٹ (ون) سے 300 میگاواٹ بجلی پیدا ہو رہی ہے۔ تیسرا ایٹمی پاور پلانٹ چشمہ ٹو جو چین کی مدد سے لگایا جا رہا ہے تین سو میگاواٹ بجلی پیدا کرے گا جب کہ پاکستان کو 2030ء میں 9000 میگاواٹ ایٹمی بجلی کی ضرورت ہوگی جس کے لیے مزید ایٹمی

پلانٹ لگانا ہوں گے۔

نئے ڈیمز توانائی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے وقت کی اہم ضرورت ہیں۔ اس وقت تربیلا، منگلا، وارسک اور غازی بروتھا ڈیم کے علاوہ کوئی بڑا ڈیم موجود نہیں جب کہ دیامیر بھاشا 1916ء تک مکمل ہو جائے گا جس سے 4500 میگاواٹ بجلی مہیا ہوگی لیکن اس وقت تک توانائی کی ضروریات مزید بڑھ جائیں گی۔ اس لیے حکومت کو وقت سے پہلے ہی کوئی بڑا اقدام اٹھانا چاہیے تاکہ بروقت توانائی کے بحران سے نبٹا جاسکے۔

تھر میں کوئلہ کی دریافت سے ایک نئے دور کا آغاز ہوا ہے۔ اگر حکومت پاکستان یہاں کوئی بڑا پاور پلانٹ لگانے میں کامیاب ہوجاتی ہے تو توانائی کی وافر مقدار میسر آسکے گی جس سے نہ صرف ملک خوشحالی کی راہ پر چل نکلے گا بلکہ معاشی ترقی کی رفتار بھی تیز ہو جائے گی۔

پاکستان کے موجودہ سیاسی، معاشی حالات کو دیکھتے ہوئے پاکستان کو چاہیے کہ پانی سے توانائی کے زیادہ سے زیادہ حصول کو ممکن بنایا جائے کیوں کہ اس طریقے سے پاکستان 40000 میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جب کہ اس وقت صرف 6 ہزار میگاواٹ بجلی پیدا ہو رہی ہے۔

ہمارے پاس کئی ایسی معدنیات ہیں جنھیں توانائی پیدا کرنے کے لیے متبادل ذرائع کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے جن میں سرفہرست کوئلہ ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ہمارے پاس سندھ، بلوچستان اور پنجاب کے علاقوں میں کوئلے کے تقریباً 184656 ملین ٹن ذخائر موجود ہیں۔ کوئلہ سستی توانائی کے حصول کا ایک انتہائی اہم ذریعہ ہے۔ پٹرول کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے پیشِ نظر بہت سے ممالک اپنی صنعتوں کو توانائی فراہم کرنے کے لیے کوئلے کے استعمال کو فروغ دے رہے ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق سال 2020ء تک دنیا بھر میں کوئلے کا استعمال 7.6 بلین ٹن تک پہنچ جائے گا۔ چین، امریکا، برطانیہ اور بھارت سمیت دیگر کئی ممالک توانائی کے حصول کے لیے روایتی ذرائع پر انحصار کرنے کی بجائے کوئلے کے ذریعے سستی توانائی پیدا کر رہے ہیں۔ لیکن کوئلے کے ذخائر سے مالا مال ہونے کے باوجود ہمارے ملک میں بمشکل ایک فیصد برقی توانائی کوئلے کے ذریعے پیدا کی جارہی ہے جبکہ کوئلہ زیادہ تر بھٹوں میں اینٹیں پکانے کے لیے ایندھن کے طور پر اور سیمنٹ انڈسٹری میں استعمال کیا جا رہا ہے۔

بھارت اس وقت 363 ملین ٹن کوئلہ سالانہ جب کہ پاکستان صرف پانچ ملین ٹن کوئلہ سالانہ پیدا کر رہا ہے۔
چین بھی کوئلے کی ریکارڈ پیداوار حاصل کر رہا ہے جو وہ نہ صرف خود استعمال کرتا ہے بلکہ ساؤتھ کوریا اور جاپان سمیت دیگر کئی ممالک کو برآمد بھی کر رہا ہے۔ معاشی میدان میں چین اور بھارت کی تیز رفتار ترقی کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی صنعتوں کو

سہولت دینے کے لیے ہر ممکن اقدامات کر رہے ہیں اور سستی توانائی کا حصول تیل سے توانائی کے حصول کی نسبت کہیں سستا ہے کیوں کہ دو ٹن کوئلہ ایک ٹن تیل کے برابر توانائی پیدا کرتا ہے جب کہ کوئلے کی قیمت تیل کی نسبت کئی گنا کم ہے۔ آج معاشی افق پر چین چھایا ہوا ہے جس کی تیز رفتار معاشی ترقی نے امریکہ جیسے ملک کو بھی پریشان کر دیا ہے کیوں کہ دیگر ممالک کی طرح امریکا کی مارکیٹیں بھی چینی مصنوعات سے بھری پڑی ہیں۔ چین 2020ء تک کوئلے کے ذریعے بجلی پیدا کرنے والے 600 پلانٹ قائم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے جن میں سے ہر پلانٹ سے 300 میگاواٹ بجلی حاصل ہوگی۔

1970ء کی دہائی میں تیل کے بحران نے ساری دنیا میں تشویش کی لہر دوڑا دی ہے چنانچہ تیل کی بجائے توانائی حاصل کرنے کے متبادل ذرائع تلاش کرنے کے لیے سنجیدہ کوششیں کی جانے لگی ہیں جس کی وجہ سے ہوا کے ذریعے توانائی کے حصول کو فروغ حاصل ہوا ہے۔ آج امریکا اور ہالینڈ ہوا کے ذریعے بجلی پیدا کرنے والے دو بڑے ممالک ہیں۔ ہمارا ملک جغرافیائی لحاظ سے مثالی جگہ پر واقع ہے جو چاروں موسموں کی نعمت سے مالا مال ہے۔ یہاں سارا سال ہوائیں چلتی رہتی ہیں جن سے باآسانی سستی توانائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ ہوا کی توانائی کے ذریعے بجلی پیدا کرنے والی صرف ایک مشین کے ذریعے ڈیڑھ سے دو ملین کلوواٹ بجلی سالانہ پیدا ہوسکتی ہے جو 200 سے 400 گھروں کو باآسانی فراہم کی جاسکتی ہے۔ ہمارا ہزاروں میل لمبا ساحل ہوا کے ذریعے بجلی پیدا کرنے کے لیے باآسانی استعمال ہوسکتا ہے جس سے خاص کر بلوچستان اور سندھ کے پس ماندہ علاقوں کی ضروریات انتہائی قلیل اخراجات میں پوری ہوسکتی ہیں۔

شمسی توانائی بھی ایک متبادل ذریعے کے طور پر بخوبی استعمال ہوسکتی ہے۔ اس طرف موجودہ مسلم لیگ (ن) کی حکومت خصوصی توجہ دے رہی ہے اور اب شمسی توانائی سے بجلی حاصل کی جارہی ہے جو کہ ایک نیک شگون ہے۔ بجلی اور گیس چوروں کے خلاف موجودہ حکومت نے ایف آئی اے کی مدد سے بھرپور کارروائی کا آغاز کر دیا ہے جس کے مثبت نتائج آنا شروع ہوگئے ہیں۔

توانائی پالیسی فوری طور پر وضع کرنے کی کوششوں پر حکومت تعریف کی مستحق ہے لیکن اسے اپنی پالیسی پر عمل پیرا ہونے کے لیے خواہشات کے اعلامیے سے زیادہ غیر متزلزل عزم کا مظاہرہ کرنے، مضبوط سیاسی ماحول، غیر معمولی سیاسی اتفاق رائے پیدا کرنے کے ہنر اور مستقل مزاجی کی ضرورت ہے۔ افسر شاہی کے کلچر کو تبدیل کرنا، جو کہ ہمیشہ سے عمدہ کارکردگی اور اصلاحات کی راہ میں رکاوٹ بنا ہوا ہے اور سرکاری شعبے کے محکموں کو اہل خدمت گزار اداروں میں تبدیل کرنا، بڑے چیلنجز میں شامل ہے۔ (مواحد حسین سید)

10- دہشت گردی ---حقیقت یا افسانہ

دہشت گردی کی تعریف بیان کرنا، جس میں اس کے تمام تر پہلو سمٹ آئیں، ممکن نہیں ہے۔ ایک وسیع مفہوم میں ہم دہشت گردی کو شہریوں کے خلاف طاقت کے ایک ایسے استعمال یا استعمال کی دھمکی کے طور پر سمجھ سکتے ہیں جو سیاسی اور معاشرتی تبدیلی لانے کی غرض سے عام شہریوں کے خلاف کیا جائے۔ ایک طرف اگر ہم دہشت گردی کو ایک سیاسی عمل اور خلاف عقل کام خصوصاً خودکش حملے سمجھ سکتے ہیں تو دوسری جانب ہم دہشت گردی کو بطور خاص اس سے نمودار ہونے والے اثرات یعنی خوف، ابتری اور ذہنی انتشار کے حوالے سے بھی دیکھ سکتے ہیں۔

دستاویزات کے مطابق دہشت گردی ''یا دہشت گرد'' کا لفظ پہلی مرتبہ اس ''عہد دہشت'' کے لیے استعمال کیا گیا تھا جسے (مارچ 1793ء سے جولائی 1794ء تک) فرانسیسی حکومت نے برپا کیا تھا۔ حکومت مخالف سرگرمیوں کے اظہار کے لیے دہشت گرد کا لفظ 1866ء میں آئرلینڈ اور 1883ء میں روس کے حوالے سے تحریری شکل میں سامنے آیا۔ گیارہ ستمبر 2001ء کے واقعات کے بعد دہشت گردی میں شدت آگئی۔ ہماری دنیا اس واقعے کے بعد ایک نئے عہد میں داخل ہوگئی ہے۔ 19 افراد جنھوں نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے جڑواں میناروں اور امریکی وزارتِ دفاع کی عمارت کے ایک حصے کو تباہ کر دیا، درمیانی طبقے کے تعلیم یافتہ اور اعلیٰ تربیت یافتہ افراد تھے۔ انھوں نے یہ حملہ اس قدر رازداری کے ساتھ اور غیر معمولی ہتھیاروں کے ذریعے کیا کہ سپر پاور امریکہ کی ساری خفیہ ایجنسیاں بھی اس سانحے کو نہ روک سکیں۔ انھوں نے اپنے طیارے، جڑواں میناروں اور امریکی وزارتِ دفاع کے ایک حصے سے جا ٹکرائے جس سے ناقابلِ یقین تباہی آئی۔ اسی کارروائی کے ردِعمل میں امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا اور پھر پاکستان کے طول و عرض میں دہشت گردی کی کارروائیاں شروع ہوگئیں۔ جدید غزل گو ضیاء اللہ قریشی نے اس صورتِ حال کو ان دو شعروں میں نہایت عمدگی سے بیان کر دیا ہے:

تکبر میں تباہی کا سدا امکان ہوتا ہے
گرے اونچی عمارت تو بڑا نقصان ہوتا ہے
ہزاروں لوگ بے گھر ہو گئے ہیں چند لمحوں میں
ہوا میں گھر بنانے کا یہی تاوان ہوتا ہے

9/11 کے واقعے کے دو بڑے محرکات ہیں: انتقام اور بدلے کی سیاست۔ شدت پسندانہ مذہبی عقائد کے

حامل نوجوان جنھیں حیات بعدِ موت پر ایمان ہے بلکہ یہ یقین بھی ہے کہ اپنے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار کر اور انھیں تباہی سے دوچار کر کے وہ سیدھے جنت میں جائیں گے کیوں کہ انھوں نے اپنے خیال میں خدا کے دشمنوں کا صفایا کیا ہے۔ اکثر اوقات مذہبی طور پر جذباتی نوجوان اپنی دانست میں اس مقدس جنگ کے لیے اپنی خدمات رضا کارانہ طور پر پیش کر دیتے ہیں اور بعض اوقات مذہبی انتہا پسندوں کے حلقہ اثر میں آ جاتے ہیں جوان کی ایسی Brain Washing کرتے ہیں کہ وہ موت کو اپنی محبوبہ سمجھنے لگتے ہیں اور فوری طور پر اسے گلے لگانے کے لیے بے تاب ہو جاتے ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ نوجوان بالخصوص دہشت گردی کی کارروائیوں پر کیوں اُتر آتے ہیں۔ ہماری رائے یہ ہے کہ جب لوگ اپنے آپ کو کمزور، بے بس اور مجبور محسوس کرتے ہیں، خاص طور پر ایک طاقت کے سامنے جو اُن سے کہیں زیادہ طاقت ور ہوتی ہے تو وہ غصے اور انتقام کی نفسیات کے زیرِ اثر اپنی جان پر کھیل جاتے ہیں۔ ایک دہشت گرد دراصل تضاد کی علامت ہوتا ہے، بیک وقت کمزور بھی اور طاقت ور بھی۔ وہ گم نام بھی رہنا چاہتا ہے اور غیر معمولی کارنامہ بھی انجام دینا چاہتا ہے۔ وہ موت کو گلے لگانا چاہتا ہے اور حیاتِ جاودانی کا خواہش مند بھی ہوتا ہے۔ وہ اپنے حملے میں یقیناً منصوبہ بندی سے کام لیتا ہے۔ اس کے باوجود اپنے آپ کو اور دوسری کئی معصوم جانوں کو تباہ کر کے خلافِ منطق حرکت کرتا ہے۔ گویا اس کی منصوبہ بندی کے وہ نتائج بر آمد نہیں ہوتے جنھیں پیشِ نظر رکھ کر اس نے اپنے علاوہ دوسری کئی قیمتی جانیں لے لی ہوتی ہیں۔ شاہدہ حسن نے اپنی غزل کے ان شعروں میں دہشت گردی کے نتیجے میں جنم لینے والی بھیانک صورتِ حال کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

ہلاکت کی گھڑی سے ڈر رہی ہے
یہ دنیا آدمی سے ڈر رہی ہے
عجب اک سانحہ گزرا ہے کہ خلقت
ابھی تک زندگی سے ڈر رہی ہے
حقیقت اور بیاں میں ربط کم ہے
زباں شاید کسی سے ڈر رہی ہے

دہشت گردی اور مذہبی انتہا پسندی کے نتیجے میں پاکستان کے بڑے بڑے شہروں میں خود کُش دھماکے ہماری حکومت کے لیے ایک بڑا چیلنج بن چکے ہیں۔ کبھی تو دہشت گردوں سے ریاستی قوت کے ذریعے نمٹنے کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور کبھی پر امن مذاکرات کا عندیہ دے دیا جاتا ہے۔

اس ضمن میں تمام سیاسی جماعتوں کے سربراہوں (A.P.C) کی کانفرنس ماہِ ستمبر 2013ء میں منعقد ہوئی

جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ پہلی ترجیح تحریکِ طالبان سے مذاکرات ہے، دوسری صورت میں ریاستی قوت کا استعمال۔ اسی دوران میں اپر دیر میں بارودی سرنگ کے پھٹنے سے پاک فوج کے میجر جنرل اور ایک کرنل شہید ہو گئے ہیں۔ یہ مذاکرات کی کوششوں پر ایک بڑا سوالیہ نشان ہے۔

کراچی، پشاور، سوات، اسلام آباد، لاہور اور کوئٹہ کو گزشتہ برسوں میں بار ہا دہشت گردی کی کارروائیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ دہشت گردی کے یہ واقعات 9/11 کے واقعے کا بھیانک نتیجہ ہیں۔ اس واقعے کا الزام اُسامہ بن لادن پر عائد کیا گیا تھا۔

یہ الزام حقیقت ہے یا ایک افسانہ، البتہ اہلِ مغرب کی کوششوں یا پراپیگنڈے کے نتیجے میں دہشت گردی مسلمانوں سے مکمل طور پر منسوب ہو چکی ہے۔ اس حوالے سے جامعہ پنجاب کے وائس چانسلر معروف ماہر طبیعات ڈاکٹر مجاہد کامران کی کتاب 9/11 And the New World Order کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ انھوں نے ناقابلِ تردید سائنسی حقائق سے یہ بات ثابت کی ہے کہ دو طیاروں کے ٹکرانے سے اتنی بڑی تباہی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ یہ امریکہ کی اپنی سازش ہے تاکہ مسلمان ممالک کو اس واقعے کی آڑ میں بدنام کیا جائے اور انھیں تباہ و برباد کیا جائے۔ نیو ورلڈ آرڈر کا قیام اس سوچی سمجھی سازش کو بروئے کار لائے بغیر ممکن نہیں تھا۔ سو یہ سب کچھ ایک افسانہ اور ایک ڈراما ہے۔ 9/11 پر امریکہ نے جو کمیشن تشکیل دیا تھا اس کی رپورٹ بھی ذہنوں میں اٹھنے والے بہت سے سوالات کا جواب دینے سے قاصر ہے۔ انسدادِ دہشت گردی کے حوالے سے افغانستان پر حملہ یا اس نوعیت کی دوسری تمام تر کارروائیاں نہ صرف بین الاقوامی قوانین کی کھلم کھلا خلاف ورزی تھی بلکہ بذاتِ خود سفاک قسم کی دہشت گردی تھی۔ یہ مسئلہ اقوامِ متحدہ کی سیکورٹی کونسل میں اٹھایا جانا چاہیے تھا لیکن ترقی یافتہ ریاستی دہشت گردی کے ذریعے ایک پسماندہ ملک کو تاراج کر دیا گیا۔ اس ریاستی دہشت گردی نے ہر نوعیت کی دہشت گردی کے راستے کھول دیے۔ سیاسی مذہبی فرقہ وارانہ دہشت گردی اسی کے شاخسانے ہیں۔ اب افراد سے لے کر اقوام تک دہشت گردی کے وائرس کا شکار ہو چکی ہیں۔ دنیا میں امن، سکون، آسودگی اور طمانیت مفقود ہے۔ کوئی شخص کہیں بھی محفوظ نہیں ہے۔ گولی کی بولی، بین الاقوامی زبان کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ جب کوئی شخص ہمارے مؤقف سے متفق نہیں ہوتا تو ہم اسے آزادیِ رائے کا حق دینے کے بجائے اپنے نظریات اس پر مُسلّط کر دینا چاہتے ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ دہشت گردی ہماری انفرادی اور اجتماعی نفسیات کا ناگزیر حصہ بن چکی ہے۔ جدید نظم گو اسلم شاہد نے اپنی ایک نظم میں اس کیفیت کی بھرپور عکاسی کی ہے:

ہمارا اب چلن یہ ہے

اگر کوئی ہمیں اچھا نہیں لگتا
کسی کی سوچ
ہماری سوچ سے ٹکرانے لگتی ہے
اگر کوئی کہے
میرا عقیدہ تم سے ہٹ کر ہے
تو ہم کردار کے غازی
فقط باتیں نہیں کرتے
دلیل و گفتگو کے چکروں میں ہم نہیں پڑتے
سو ہم بندوق کو اپنی
لبِ اظہار دیتے ہیں
ہم اُس کو مار دیتے ہیں

ہمارے ہاں ہر شہر میں اسلحے کی فراوانی ہے۔ قانون کا احترام مفقود ہے۔ انسانی جان کی حُرمت اور قدر و قیمت کا احساس معدوم ہے۔ انتہا پسندی ہماری رگ رگ میں سما گئی ہے۔ اپنے سیاسی مقاصد، اسلحے کی قوت پر حاصل کر لینے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں دہشت گردی کا رویہ اب باقاعدہ ایک قوی رجحان میں بدل چکا ہے۔ یہ صورتِ حال برقرار رہی تو ہماری ریاست اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکے گی۔ وحشت اور دہشت کی موجودگی میں ریاستیں زیادہ دیر زندہ نہیں رہا کرتیں۔ اس مسئلے کے حل کو ہمیں اپنی پہلی قومی ترجیح بنانا ہوگا ورنہ پاکستان میں لاکھوں افراد دہشت گردی کی مختلف صورتوں کی بھینٹ چڑھتے رہیں گے۔ بقول احفاظ الرحمٰن:

کس کہانی کا ہے یہ آغاز اے شہرِ فسوں
کون سے موسم میں ٹھہرے گا ترا جوشِ جنوں
حلقۂ زنجیر میں کب دل کو آئے گا قرار
کون سی منزل پہ آئے گا پیامِ جاں فزا
کیا ترے صحرا کی قسمت میں گُلِ خنداں نہیں
کیا ترے لوگوں میں خود جوئی کا کچھ ارماں نہیں

کربلا میں کب تلک بہتا رہے گا یہ لہو
کب تلک مقتل میں سازش کا عَلَم لہرائے گا
دستِ قاتل میں ہیں جتنے تیر
سب اپنے ہی ہیں
کارواں در کارواں تصویرِ حیرت دفن ہے
گم شدہ اوراق میں
صدیوں کی عبرت دفن ہے

❀❀

11- اُردو ادب میں طنز و مزاح کا مستقبل

تاریخ شاہد ہے کہ امت مسلمہ کی طرح اردو طنز و مزاح پہ بھی کئی بار پیغمبری وقت آیا اور ہر بار اس نے:

پامال ہوا خوب تو ہموار ہوا میں

کے مصداق استقامت پکڑی۔ یہ تو آپ سب جانتے ہیں کہ اردو کی سرزمین پہ طنز و مزاح کا بیج آج سے ساڑھے تین سو سال قبل جنم لینے والے میر جعفر زٹلی نے کاشت کیا تھا، جو اپنی ساری ذہانت و فطانت کے باوجود یہ اندازہ نہ کر سکا کہ برعظیم کی آمرانہ و شاطرانہ آب و ہوا ابھی اس لطیف و لذیذ پودے کے لیے موزوں نہیں ہے۔ اورنگ زیب کی وفات کے بعد مغلوں کے ہاں تخت کشی اور نسل کُشی کا روایتی سلسلہ جاری تھا۔ ان کثیف حالات میں شاعرِ خوش گفتار کی شوخیِ گفتار کو خودسری اور سرکشی پر محمول کیا گیا اور اردو دنیا کے پہلے مزاح نگار کو راج ہٹ سے جنم لینے والی احمقانہ و سفاکانہ 'تسمہ کشی' کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔

اس طرح جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنے کی پاداش میں برعظیم میں آزاد میڈیا کے اولین علم بردار کا خونیں انجام ہندوستان کے ادبی ماحول کو کامل سوگوار بنا گیا۔ خدائے سخن میر تقی میر کا یہ استفسار کسی ایسے ہی قومی و علمی سانحے کی کوکھ سے پھوٹتا دکھائی دیتا ہے:

کوئی ہو محرمِ شوخی ترا تو میں پوچھوں
کہ بزمِ عیشِ جہاں کیا سمجھ کے برہم کی

نارنول کا جعفر جو محض نام ہی کا زٹلی (جھوٹا) ثابت ہوا، اس کے محض ایک سچ کی پاداش میں اردو طنز و مزاح کا مستقبل:

شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا میرے بعد

کی تصویر بنا نظر آتا ہے۔ اس آمرانہ دہشت گردی کے بعد اردو طنز و مزاح پر بڑی دور تک سناٹا ہے۔ اس جابرانہ ہیبت کا اندازہ اس امر سے کیجیے کہ اس واقعے کے پچاس سال بعد بھی انشا اللہ خاں انشا جیسا باکمال طناز اور لاجواب ظریف ہمیں شاہی دربار میں مسخرے کے روپ میں دکھائی دیتا ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ مزید سو سال بعد بھی اردو طنز و مزاح کے حواس بحال ہوتے نظر نہیں آتے اور ادب کا یہ باکمال شعبہ کئی زمانوں تک قلم کاروں کی نوک جھونک، شیخ و واعظ کی چھیڑ چھاڑ اور میلوں ٹھیلوں کی مضحک تصویر کشی سے ایک قدم آگے بڑھنے پہ مائل دکھائی نہیں دیتا۔

سچ تو یہ ہے کہ ابھی اس نونہال نے پاؤں پاؤں چلنا بھی نہیں سیکھا تھا کہ برعظیم کی سٹیج پہ 1857ء کا سماعت بلکہ اعصاب شکن چھنا کا سنائی دیتا ہے۔ اس کے بعد تو لگتا تھا کہ ہندوستان کی زندگی سے طنز و مزاح کا جنازہ اٹھ جائے گا، لیکن پھر اسی ادبی بانجھ پن میں اردو ادب پہ غالب کی وحی نازل ہوئی، جس نے اپنی ساری ذاتی و معاشرتی خستہ حالی کے باوجود شاہد معانی کو اس قرینے سے ظرافت کا لحاف اوڑھایا کہ برعظیم کی بے آب و گیاہ زندگی سے رنگا رنگ شگوفے پھوٹتے دکھائی دینے لگے۔ لارڈ بائرن نے کہا تھا: میں ہنستا اس لیے ہوں کہ کہیں رو نہ پڑوں، میرزا غالب نے بھی سارا ذاتی و معاشرتی کرب اپنی شوخیٔ طبع کے سپرد کر دیا۔ ایک دانش ور کا کہنا ہے کہ: ''دوسروں پر ہنسنے کے لیے صرف ایک بتیسی، جب کہ اپنے اوپر ہنسنے کے لیے بڑے ظرف اور دل گردے کی ضرورت ہوتی ہے۔''

یہ حقیقت ہے کہ ستم و الم ہمارے اوپر خارج سے وارد ہوتے ہیں لیکن ہنسی کا سرچشمہ ہمیشہ انسان کے اندر سے پھوٹتا ہے، جو اکثر اوقات خارج سے وارد و مسلط ہونے والے حزن و ملال کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جاتا ہے۔ بلکہ غالب نے تو ثابت کر دیا کہ طنز و مزاح کا غنچہ ہمیشہ بادِ ناموافق ہی میں زیادہ استقامت و طراوت کے ساتھ کھلتا ہے۔ انھی کے بقول:

رنگِ شکستہ صبحِ بہارِ نظارہ ہے
یہ وقت ہے شگفتنِ گل ہائے ناز کا

غالب کا سر اٹھانا تھا کہ پھر اسی سنگلاخ دھرتی سے مرزا ظاہردار بیگ، خوجی، حاجی بغلول، اکبر کے ظرائف اور آبِ حیات کے لطائف پھوٹ نکلے۔ اردو ادب و صحافت میں 'اودھ پنچ' کا طوفان برپا ہو گیا، بلکہ پورے ہندوستان میں

'پنچ' اخباروں کی ادا پھوٹ نکلی۔ انھی 'پنچ گانہ' قہقہوں کی گونج میں بیسویں صدی کا سورج طلوع ہوتا ہے۔

یہ وہی زمانہ ہے جب دنیا بھر میں آزادیٔ جمہور کا نقارہ باج چکا ہے، جس سے ہمارے ہاں بھی آمریت کے اوسان خطا ہوتے دکھائی دیتے ہیں، اور اردو مزاح کے چہرے پہ بھی پہلی بار رونق کے آثار نظر آنے لگتے ہیں۔ یہی آب و ہوا رشید احمد صدیقی، پطرس بخاری، فرحت اللہ بیگ، عظیم بیگ چغتائی، شوکت تھانوی، سعادت حسن منٹو، کرشن چندر، چراغ حسن حسرت، ابراہیم جلیس، ظفر علی خاں، عبدالمجید سالک اور شفیق الرحمٰن جیسے پرکیف مزاح نگاروں کی فصل اگانے میں کامران ٹھہرتی ہے، اور ان میں ایک ایک پودا تناور درخت کا روپ دھارتا دکھائی دیتا ہے۔

ایسے میں برعظیم کی سیاسی و سماجی زندگی میں ایک دھماکہ اور ہوتا ہے، جی ہاں 1947ء کا دھماکہ...... جب ایک خوش گوار لمحہ چند مفاد پرست طالع آزماؤں کی بدنیتی و بدعملی سے قیامت خیز منظر میں تبدیل ہو گیا، اور فکر تونسوی کے بقول: ''پنجاب میں پانچ دریاؤں کے متوازی خون کا چھٹا دریا بہ نکلا۔'' تقسیمِ ملک کے وقت برِعظیم کی سیاسی و سماجی زندگی کو جو خونی دھچکا لگا، اس نے طنز و مزاح کے سرسبز و شاداب پودے کے لیے بادِ سموم کا کام کیا۔ ان حالات میں اردو ادب کی یہ ہری بھری کھیتی بری طرح جھلس کے رہ گئی۔ اب ایسی آب و ہوا میں خالص مزاح کی کلیاں کہاں سے چٹکتیں؟ ظرافت کے غنچے کیوں کر نمو پاتے؟ شوخی و شرارت کی پھوار کہاں سے برستی؟

یہی وجہ ہے کہ اس دور میں لے دے کے کڑوی کسیلی طنز ہی کے کچھ نمونے ملتے ہیں۔ ایک طرف سعادت حسن منٹو نے قلم کو کمان پر چڑھا رکھا ہے تو دوسری جانب فکر تونسوی زہر میں بجھا نشتر ہاتھ میں تھامے نظر آتے ہیں۔ محمد خالد اختر کی 'بیس سو گیارہ' بھی اسی دور کی پیداوار ہے۔

تقسیم کے بعد بارہ چودہ برس تک اردو مزاح پہ اسی طرح ہو کا عالم طاری رہا۔ یہ سکوت ساٹھ کی دہائی میں ٹوٹا۔ یوں سمجھ لیں اردو مزاح کی نشاۃِ ثانیہ کا آغاز 1961ء میں منظرِ عام پہ آنے والی مشتاق احمد یوسفی کی پہلی تصنیف 'چراغ تلے' سے ہوتا ہے۔ جس نے ڈیڑھ دہائی سے روتے بسورتے اردو مزاح کی انگلی پکڑ کے اسے ایک نئی طلسماتی اور کھلکھلاتی دنیا میں داخل کر دیا۔

مشتاق احمد یوسفی کی آمد خزاں رسیدہ اردو مزاح کے لیے ابرِ بہاراں کی حیثیت رکھتی ہے۔ پھر ابن انشا، کرنل محمد خان، سید ضمیر جعفری، سید محمد جعفری، یوسف ناظم، دلیپ سنگھ، عطاء الحق قاسمی، انور مسعود اور مجتبیٰ حسین وغیرہ بھی اس ویرانے میں بادِ نسیم کے جھونکوں کی صورت نمودار ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ خزاں رسیدہ چمن گل و گلزار میں تبدیل ہو گیا اور اس ویرانے میں پوری دھوم دھام سے بہار آ گئی۔

اردو مزاح میں نئے خون کی شمولیت کے بعد اس کے موضوعات کے ساتھ ساتھ اس کے فکری اور تخیلاتی آفاق بھی پھیلتے چلے گئے۔ غالب کی شستہ و شگفتہ نثر کے بعد بھی ایک عرصے تک تمسخر، ٹھٹھول اور عملی مذاق ہی سلطنتِ مزاح پر ناجائز قبضہ جمائے رہے۔ یہ بدعت اردو ادب میں 'اودھ پنچ' نے متعارف کروائی تھی، جسے ہمارے بعض بسیار نویس مزاح نگاروں نے سہارا دیے رکھا لیکن بیسویں صدی کے زمین پر قدم رکھتے ہی پطرس بخاری، رشید احمد صدیقی، فرحت اللہ بیگ اور انجم مانپوری جیسے داناؤں نے اسے دوبارہ تہذیب و شائستگی کی پگڈنڈی پر ڈال دیا۔

ہمارے جدید مزاح نگاروں نے غالب کی طرح اس بھید کو پالیا کہ مزاح محض ٹھٹھے مذاق کا نام نہیں بلکہ قدم قدم پر ذہانت اور متانت کا متقاضی ہے۔ ان کے اسی حسنِ خیال و عمل نے تفنن کو تفکر اور شرارت کو بصیرت کے ہم رکاب کر دیا۔ انھوں نے یہ راز جان لیا کہ مزاح، ظاہری زندگی میں قہقہوں کی چنگاریاں بکھیرنے کے ساتھ ساتھ باطن کی آگ میں پگھل کر اسے نکھارنے اور کندن بنانے کا فریضہ بھی انجام دے سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اس صنف یا اسلوب میں فنی پختگی اور عملی ریاضت کے ایسے ایسے نمونے فراہم کیے اور طنز و مزاح کے اس سلسلے کو ایسا وقار اور اعتبار بخشا کہ اسے دوسرے درجے کا ادب قرار دینے والوں کی آنکھیں چندھیا گئیں۔

اس شعور و ادراک کے احساس نے طنز و مزاح کے ساتھ ساتھ ہمارے مجموعی ادب پر بھی نہایت مثبت اور دیرپا اثرات مرتب کیے۔ آج یہ بات برملا کہی جا سکتی ہے کہ ہماری اردو نثر کو جو فروغ حاصل ہوا، اس میں ایک معتد بہ حصہ ہمارے مزاح نگاروں کا ہے، جنھوں نے ایسی دلبری سے اردو زبان کے ناز اٹھائے اور گیسوئے اردو کو ایسی دلربائی اور فنکاری کے ساتھ سنوارا ہے کہ آج بلا شبہ اردو نثر کے سلسلہ ہمالیہ پر مزاح نگاری کا جھنڈا لہراتا نظر آتا ہے۔ غالب کی وفات کے ایک سو سال بعد ہی یہ ٹوٹا ہوا تارامہِ کامل بن گیا۔ اور دنیا بھر میں تخلیق ہونے والے طنز و مزاح کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کے قابل ہو گیا۔

آج یہ بات نہایت افسوس کے ساتھ تسلیم کرنا پڑتی ہے کہ گزشتہ ربع صدی سے سرحد کے دونوں جانب اردو طنز و مزاح کی صورت حال رو بہ زوال ہے۔ جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اردو ادب کے اس شعبے کو اوجِ ثریا کا راستہ دکھانے والا ادیبوں کا قافلہ منظر سے تقریباً اوجھل ہو چکا ہے۔ مشتاق احمد یوسفی، عنایت علی خاں، انور مسعود، عطاء الحق قاسمی، مجتبیٰ حسین اور بعض دیگر بزرگان کا دم ہمارے لیے غنیمت ہے لیکن اب ان میں سے بیشتر منقارِ زیرِ پر ہیں۔ بعض شگفتہ گو احباب صرف مشاعروں میں چہکتے ہیں۔ یوسفی صاحب نے بیس سال قبل 'آبِ گم' کا دھماکا کیا تھا، اس کے بعد سے آج تک وہ سوچوں اور 'جیو' میں گم ہیں۔ ان کی نئی 'پال' کھلنے کے انتظار میں ان کے محبان کی آنکھیں پتھرا چکی ہیں۔ عطاء الحق قاسمی شگفتہ کالم

کی صنف کے امام ہیں اور انھوں نے گزشتہ ایک دو سالوں میں 'غیر ملکی سیاح کا سفر نامہ لاہور' اور 'تعزیت نامے' کے ذریعے فرضِ کفایہ ادا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے، لیکن صاحبو! شبنم سے پیاس اور رم جھم سے آگ کہاں بجھتی ہے؟

جہاں تک مزاح نگاروں کی نئی کھیپ کا تعلق ہے، خدا لگتی کہوں تو ان میں بعض کی صورتِ حال تو شاعر کے اس مصرعے کی سی تھی:

اُڑنے سے پیشتر ہی میرا رنگ زرد تھا

ان میں کچھ ایسے ہیں جو گوشہ نشینی میں نسبتاً زیادہ اعتماد کے ساتھ مصروفِ عمل ہیں۔ جب کہ بعض مزاح نگار ایسے ہیں کہ جن کا آغاز چونکا دینے والا تھا، انھیں قدرت کی طرف سے ظرافت کا بے پناہ ملکہ عطا ہوا تھا، لیکن وہ کمرشلزم کی دوڑ میں اتنا تیز بھاگے کہ جلد ہی ان کا سانس پھولا دکھائی دینے لگا۔ کاش یہ لوگ طنز و مزاح کے اغراض و مقاصد جاننے کے لیے جعفر بلوچ کے اس شعر پہ نظر ڈال لیتے:

قہقہوں سے جو غم ادا نہ ہوا
کیا ادا ہوگا دیدۂ تر سے

یہ تو تھی مزاح کی ناشگفتہ بہ صورتِ حال، رہا یہ معاملہ کہ میڈیا اور مزاح کے حوالے سے موجودہ دور کے تقاضے کیا ہیں؟ اس سلسلے میں ایک بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ مزاح تحریری خاندان کا سب سے لاڈلا اور حساس فرد ہے، اس سے کام لینے کے لیے محسوس احتیاط اور مخصوص مزاج کی ضرورت ہوتی ہے۔ مزاح کا مزاج بعض لوگوں کو قدرت کی طرف سے ودیعت ہوتا ہے، اس لیے اسے ٹھیکے یا دھونس سے نہیں لکھوایا جا سکتا۔ ظرافت کی لطافت ان کے لہو میں ہوتی ہے جیب اور بٹوے میں نہیں۔ کلام میں حلاوت و طراوت پیدا کرنے کے لیے ''حیوانِ ظریف'' جناب میرزا غالب نے بھی احباب کو یہی مشورہ دیا تھا:

خنجر سے چیر سینہ، اگر دل نہ ہو دو نیم
دل میں چھری چبھو، مژہ گر خوں چکاں نہیں

سچ بات تو یہ ہے کہ اس سلسلے میں ہمیں الیکٹرانک میڈیا سے بہت سی امیدیں تھیں، کیوں کہ لمحۂ موجودہ میں قوم کی تربیت و تفریح کے ان کی طرف سے بہت دعاوی دیکھنے میں آ چکے تھے۔ آپ جانتے ہیں کہ گزشتہ چند برسوں میں ہمارے اردگرد ٹی وی چینلز برساتی کھمبیوں کی صورت اُگ آئے ہیں۔ ان میں ہر ٹی وی چینل کے ایک ہاتھ میں معلومات اور دوسرے میں تفریح کے دعوے کا پھریرا تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمارے بیشتر ٹی وی چینلز ابھی تک عوام کو موبائل فونوں

کے اشتہارات، حکمرانوں کے انٹرویوز اور بعض بھونڈے سیاست دانوں کی مزید بھونڈی نقالی سے زیادہ تفریح فراہم نہیں کر پائے۔ ان سب میں 'جیو ٹی وی' نسبتاً قابلِ مبارک باد ہے کہ جس نے 'بہ زبانِ یوسفی' اور 'توں کیہ جانیں؟' جیسے پروگرام پیش کر کے ادب اور ادیبوں کو شجرِ ممنوعہ کے لیبل سے بچالیا۔

یہ بھی ایک نا قابلِ تردید حقیقت ہے کہ زمانۂ حال میں عوام و خواص کے لیے طنز و مزاح کی ترسیل کا ایک بڑا ذریعہ موبائل میسج بن چکا ہے، جس سے زیادہ دیر آنکھیں چرانا یا اسے درخورِ اعتنا نہ سمجھنا ممکن نہیں رہا، کیوں کہ اس تحریری فتنے کی صورت تو ولی دکنی کے محبوب کی سی ہے:

وہ میرے گھر میں یوں آتا ہے جیوں سینے میں راز آوے

یہ وہ تیز دھار ہتھیار ہے، جس پر سکھوں اور پٹھانوں کا شدید قبضہ ہو چکا ہے۔ یہ قبضہ واگزار کروانے اور اس تیز رفتار دور میں لوگوں کو مزاح سے مستفید کرنے کے لیے اس کی طرف خصوصی توجہ کرنے کی بھی اشد ضرورت ہے، کیوں کہ یہ وہ فاسٹ فوڈ ہے، جس کی ہماری نوجوان نسل کو اشد و از حد ضرورت ہے۔ اس لیے اسے حالات یا تخریبی عناصر کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا کافی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

آپ یقیناً میرے ساتھ اتفاق کریں گے کہ آئندہ زمانوں میں اردو طنز و مزاح کے لیے ان سب سے بڑا خطرہ اردو زبان کا مخدوش حال اور مشکوک مستقبل ہے۔ اردو زبان کے بارے میں یہ غیر یقینی اور تشویش ناک صورتِ حال برِعظیم کے دونوں ممالک میں پائی جاتی ہے۔ ایک طرف واشگاف انداز میں اور دوسری جانب منافقانہ طریق کار کے ساتھ۔ اور ہمارا خیال ہے کہ دوسری قسم کی صورتِ حال پہلی سے بھی زیادہ خطرناک ہے کہ ایسے میں احتجاج اور انصاف طلبی کی طرف بھی دھیان کم ہی منتقل ہونے پاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو کو اس کا جائز حق دلانے کے لیے جتنا شور بھارت کے ادیبوں کی طرف سے اٹھا ہے، پاکستان میں اس کا عشرِ عشیر بھی نظر نہیں آتا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پاکستان بنانے کے اہم ترین مقاصد میں ایک بڑا مقصد اردو زبان کا تحفظ اور فروغ بھی تھا۔ تنگ نظر ہندوؤں کو اس کے عربی، فارسی رسم الخط کی وجہ سے اس میں اسلام کی جھلک دکھائی دیتی تھی۔ یہی بات ہمارے لیے باعثِ فخر و اطمینان ہونا چاہیے تھی۔ ہم اس زبان کو کم از کم اتنی اپنائیت اور اعتماد تو بخش دیتے کہ یہ ہندی اور انگریزی جیسی پرائی زبانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کے قابل ہو جاتی۔ ہمیں یقین ہے کہ اردو کی ترویج و ترقی کے لیے اٹھایا جانے والا ہر قدم ہمارے ظاہری اور چھپے دشمنوں کی چھاتی پر پڑتا۔ ہم حبِ حسینؓ میں نہ سہی بغض معاویہؓ ہی میں یہ کام کر گزرتے، لیکن افسوس ایسا نہ ہو سکا۔

زبان کی یہ غیر یقینی صورتِ حال اردو ادب اور بالخصوص اردو مزاح پر بری طرح اثر انداز ہونا شروع ہو چکی ہے اور اس پر تھکن کے آثار نمایاں ہیں، جس کا فوری تدارک از حد ضروری ہے، کیوں کہ زمین کے جس خطے میں بھی ہمیں انسانیت کا ترفع مقصود ہے، وہاں اچھے اور معیاری مزاح کی ہر لمحہ ضرورت ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اپنی تاثیر کے اعتبار سے ایک مسکراہٹ یا قہقہہ ایٹم سے بھی زیادہ طاقت ور ہوتا ہے۔ ایٹم کی اثر پذیری زمانی اور زمینی حوالے سے محدود ہے جب کہ مسکراہٹ اور قہقہے کی حدیں کائنات اور تاریخ جتنی وسیع ہیں۔ مسکراہٹ تو وہ زبان ہے، جو دنیا کے ہر کونے میں ہر رنگ و نسل اور عمر کا ہر فرد نہ صرف سمجھتا ہے، بلکہ ہر دم اس کا طلب گار بھی رہتا ہے۔ یہ مسکراہٹ اور قہقہہ ظاہر ہے مزاح کی دین ہے۔

وقت جوں جوں آگے بڑھتا جاتا ہے، زندگی مشینی ہوتی جاتی ہے۔ پھر ساتھ ساتھ یہ المیہ بھی درپیش ہے کہ دنیا کی آبادی میں جس قدر اضافہ ہوتا جاتا ہے، انسان اسی قدر تنہا ہوتا جا رہا ہے۔ ایسے میں انسان کے احساسِ مروت کو کچلے جانے سے بچانے کے لیے جہاں ادب کے مجموعی فروغ کی ضرورت بڑھتی جاتی ہے، وہاں طنز و مزاح تو آبِ حیات کی خاصیت رکھتا ہے۔ ان حالات میں اہل قلم کے ساتھ ساتھ اربابِ حل و عقد اور اصحابِ فکر و دانش کی جانب سے تدبر اور تدبیر کی بڑی اشد ضرورت ہے۔ جہاں تک اردو طنز و مزاح کے انفرادی فروغ کا تعلق ہے تو ہم اس کے مستقبل سے قطعاً مایوس نہیں ہیں۔ کیوں کہ اس وقت پاکستان بھر میں ہونہار شگفتہ نگاروں کی ایک فوجِ ظفر موج موجود ہے۔ ویسے بھی ہم اس کی تین سو سالہ تاریخ پہ نظر کریں تو اس کا ہر آج گزرے ہوئے کل سے بہتر اور مضبوط دکھائی دیتا ہے۔ اس کے لیے نہ کسی سرکاری بجٹ کی ضرورت پڑتی ہے، نہ کسی بے برکت اسمبلی کی قرارداد کی حاجت ہوتی ہے، حتیٰ کہ کوئی عدالتی فیصلہ بھی اس کے رستے کی دیوار نہیں بنتا۔ بس اچانک راجستان سے کوئی رانگھڑ، لدھیانہ سے کوئی بنجارہ، خیبر پختونخواہ سے کوئی فلسفہ زدہ سید زادہ یا امرت سر سے کوئی پیر زادہ اٹھے گا اور اس کی صدیوں کی کسر نکال کے رکھ دے گا۔

❀❀

12- ڈینگی بخار — ایک عفریت

بنی نوع انسان، حضرت آدم علیہ السلام سے تا حال، خالقِ کائنات کی عطا کردہ نعمتوں سے مستفیض ہوتی آ رہی ہے۔ چونکہ یہ دنیا دارالامتحان ہے اس لیے ان نعمتوں کے ساتھ، انسان کو ہر زمانے میں طرح طرح کی آزمائشوں اور مصائب سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ ان میں متعدد قدرتی آفات اور مختلف قسم کی بیماریاں اور امراض شامل ہیں۔ وقتاً فوقتاً زلزلے کسی نہ کسی ملک کے ایک حصے کو الٹ پلٹ دیتے ہیں۔ کبھی سیلاب اس قدر تباہی مچاتے ہیں کہ صورتِ حال کو سنبھالنے میں برسوں لگ جاتے ہیں اور بعض اوقات کسی ملک میں وبا پھوٹ پڑتی ہے تو ہزاروں لوگ لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔ یہ آفات اور وبائیں مسلم یا غیر مسلم اور ترقی یافتہ یا ترقی پذیر قوموں میں امتیاز نہیں کرتیں البتہ ترقی یافتہ ممالک کے بیشتر حکمران بیدار مغز ہیں، اس لیے وہ اپنے سابقہ تجربات، وسائل اور منصوبہ بندی سے صورتِ حال پر جلد قابو پا لیتے ہیں جب کہ پس ماندہ ممالک کے بیشتر حکمران نااہل اور بدعنوان ہیں، اس لیے ان سے صورت حالات سنبھل نہیں پاتی۔

ڈینگی بخار بھی ایک وبا ہے۔ چونکہ یہ نسبتاً نئی وبا ہے اس لیے اس نے جو خوف و ہراس پھیلایا اس پر ہم پاکستانی سخت پریشان ہوئے۔ 2011ء میں اس نے لاہور میں اور بیرون لاہور (زیادہ تر پنجاب) بلکہ پورے ملک میں سیکڑوں مریضوں کی جان کا نذرانہ لیا۔ حکومتِ پنجاب نے اس کے خلاف ایک زبردست مہم چلائی اور بڑی حد تک ڈینگی کا سدِ باب کر دیا۔

ڈینگی کے بارے میں عام خیال یہ ہے کہ شاید اس کا وائرس کوئی نئی دریافت ہے۔ ایسا نہیں ہے ایک تحقیق کے مطابق اس کا ابتدائی ذکر اٹھارہویں صدی میں ملتا ہے۔ البتہ یہ تحقیق بیسویں صدی کی ہے کہ اس وبا کے پھیلانے میں بڑا کردار ڈینگی مچھر کا ہے اور اب تک یہ وبا دنیا کے ایک سو سے زائد ممالک کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے۔ گزشتہ نصف صدی میں اس کی شدت میں تیس فیصد اضافہ ہوا ہے اور اس سے لاکھوں لوگ متاثر ہوئے ہیں۔

پاکستان میں 1994ء میں اس نے کراچی میں سر اٹھایا۔ اس کے بعد 2006ء میں لاہور میں ڈینگی پھیلا لیکن 2011ء میں اس بخار نے پنجاب کے مختلف اضلاع خصوصاً لاہور شہر میں ہزاروں لوگوں کو متاثر کیا۔ بہت سی اموات بھی ہوئیں۔ اس کی دہشت نے سراسیمگی پھیلائی اور حفظِ ماتقدم کے طور پر لاہور شہر کے تعلیمی ادارے کئی دن تک بند رکھنے پڑے۔ 2012ء میں اس کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

حفظِ ماتقدم کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ ڈینگی کیا ہے؟ اس کی علامات اور علاج کیا ہے اور کون سی احتیاطی

تدابیر اختیار کرنا ضروری ہیں اور اس سے کیوں کر نپٹا جا سکتا ہے؟

اسباب:

ڈینگی بخار ایک مچھر (Aedes) کی مادہ کے کاٹنے سے پھیلتا ہے۔ گھروں کے اندر پائے جانے والے اس مچھر کے جسم پر سیاہ اور سفید دھاریاں ہوتی ہیں۔ یہی مادہ انسانی جسم میں وائرس داخل کرتی ہے اور جب ڈینگی کے مریض کو کاٹنے کے بعد صحت مند آدمی کو کاٹے تو وائرس اس میں داخل ہو جاتا ہے اور اسے بخار آنے لگتا ہے۔ یہ مادہ مچھر دو سے دس ملی میٹر لمبی اور انسانی خون کی بڑی رسیا ہوتی ہے۔ یہ مچھر عموماً سورج طلوع ہونے سے ذرا پہلے اور سورج غروب ہونے کے ذرا بعد زیادہ فعال ہوتی ہے جیسے سورج کو بھی پیغام دیا جاتا ہے کہ:

دو ہی لمحے راس ہیں مجھ کو یہاں دن رات میں
اک تیرے آنے سے پہلے، اک تیرے جانے کے بعد

علامات:

ڈینگی بخار کی چار قسمیں اور اس کی بہت سی علامات ہیں۔ ان میں سے جب بھی کوئی علامت ظاہر ہو تو معالج سے رجوع کرنا چاہیے۔

- مچھر کے کاٹنے کے سات دن کے اندر بخار آنے لگتا ہے جو عموماً ایک سو دو درجے تک ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ بھی ہو سکتا ہے۔
- سر میں شدید درد ہوتا ہے خصوصاً آنکھوں کے پچھلے حصے اور جسم کے جوڑوں میں شدید درد ہوتا ہے۔
- بھوک کم ہو جاتی ہے اور پیاس بڑھ جاتی ہے۔
- جی متلاتا ہے اور ابکائیاں آنے لگتی ہیں۔ قے آتی ہے۔ مریض تھکن اور گھبراہٹ محسوس کرتا ہے۔
- آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور جسم پر سرخ دانے (دھپڑ) ظاہر ہوتے ہیں، خارش بھی ہوتی ہے۔
- غنودگی طاری ہوتی ہے اور مریض بے چینی محسوس کرتا اور مسلسل کراہتا ہے۔
- مریض کے پیٹ میں شدید درد ہوتا ہے۔
- ڈینگی کی شدید ترین قسم DHF (Dengue Haemorrhagic Fever) ہے جس میں مریض کے مسوڑوں اور جسم کے دیگر اعضا سے خون رسنے لگتا ہے۔ خوراک کی نالی سے خون رسنے کی صورت میں کالے پاخانے آتے ہیں۔

- انجمادی خلیوں (پلیٹ لٹس) کی کمی اور سرخ خلیوں کی زیادتی اس بخار کی اہم علامت ہے۔

علاج:

علاج کے معاملے میں ہمیشہ ڈاکٹر کی ہدایت پر عمل کرنا ضروری ہے۔ ہمارے ہاں سماجی روایات میں ایک یہ ہے کہ مریض کی مزاج پرسی کے لیے آنے والے پچاس میں سے پینتالیس افراد مریض کو علاج کے بارے میں ہدایات دیتے ہیں اور اپنے تجربات کا اطلاق مریض پر کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ مریض اور اس کے لواحقین مرض کی تشخیص اور علاج کے لیے صرف معالجین کی ہدایت پر عمل کریں۔

عالمی ادارہ صحت (WHO) نے ڈینگی کے علاج کے لیے تجاویز دی ہیں۔ اس مرض کی ویکسین ابھی تک تیار نہیں ہوسکی اس لیے خوراک اور احتیاطی تدابیر کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔

- خون ٹیسٹ کرائیں۔
- مریض کا ہر گھنٹے کے بعد معائنہ کیا جانا چاہیے اگر انجمادی خلیے کم ہو جائیں تو ڈرپ لگائی جائے اور خون بھی دیا جانا ضروری ہے۔
- ڈاکٹر عام طور پر مریضوں کو پیناڈال تجویز کرتے ہیں یہ چوبیس گھنٹوں میں تین چار بار دیں۔
- مریض کو نارمل خوراک کے ساتھ جوس، سوپ اور زیادہ مقدار میں پانی دیں۔
- اسپرین، بروفین اور سٹیرائیڈ سے پرہیز کریں۔

احتیاطی تدابیر:

بعض اوقات مرض سے زیادہ خوف انسان کے لیے خطرناک ہو جاتا ہے۔ اس مرض میں مبتلا مریضوں کی شرح اموات پانچ چھے فیصد ہے اور اسے ایک فیصد تک لایا جاسکتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ حکومت اور عوام مل کر کام کریں۔ احتیاطی تدابیر کی بھی کئی سطحیں ہیں:

- ذاتی سطح پر خود کو مچھر کے کاٹنے سے بچائیں۔ پوری آستین کی قمیص پہنیں اور ٹانگوں کو شلوار یا پتلون سے مکمل طور پر ڈھانپ کر رکھیں، جرابیں بھی پہنیں۔ سوتے وقت مچھر دانی استعمال کریں اور اس پر مچھر مار دوائی لگائیں۔
- مچھروں کی پناہ گاہوں کو ختم کریں، مثلاً گھروں کو فالتو اشیا (کاٹھ کباڑ، شاپنگ بیگ، ٹوٹے پھوٹے برتن، کھلونے، پلاسٹک اور شیشے کی چیزیں وغیرہ) سے صاف کریں۔ انھیں بیچ دیں یا پھینک دیں۔

- گھریلو سطح پر یہ احتیاط ضروری ہے کہ گملوں، بالٹیوں، بوتلوں اور کچرے کے ڈرموں، روم کولروں وغیرہ میں کہیں بھی پانی کھڑا نہ رہنے دیں۔
- استعمال ہونے والے صاف پانی کو ڈھانپ کر رکھیں۔
- گھروں میں سپرے کروائیں اور جالیوں سے کمروں کو اس طرح بند رکھیں کہ مچھر کمروں میں نہ آنے پائے۔
- اہم بات یہ ہے کہ ہر طرح کی صفائی کا خاص خیال رکھیں۔ کوڑے دانوں کو بھی ڈھانپ کر رکھیں۔
- ملکی سطح پر حکومتی کارندوں سے تعاون کریں اور عوامی آگاہی کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔ طلبہ اور اساتذہ کے خصوصی تعاون سے بات گھر گھر پہنچتی ہے۔ اس لیے ان کی ذمہ داری سب سے زیادہ بنتی ہے۔

ہمارے ہاں ہر سال پچاس ہزار سے زیادہ افراد ملیریا اور ہیپاٹائٹس سے مر جاتے ہیں مگر ڈینگی کی دہشت ان امراض سے بھی زیادہ رہی ہے۔ 2012ء میں ڈینگی کا خوف کم ہو گیا کیونکہ اس سال ڈینگی کے بہت کم مریض سامنے آئے۔

(ڈاکٹر عبداللہ شاہ ہاشمی)

13- اقبال —— ایک شاعر، ایک تحریک

حضرت علامہ اقبال فقط ایک شاعر ہی نہ تھے بلکہ اپنی ذات میں ایک تحریک تھے۔ ایسی تحریک جو ان سے شروع ہوئی اور انھی پر ختم ہو گئی۔ قدیم و جدید شعرا میں ان کا موازنہ کسی شاعر سے نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ موازنہ کے لیے اشتراک موضوع اور اشتراکِ خیال ضروری ہیں اور ایجاد و اختراع کی قوت نے اقبال کو قدیم و جدید شعرا سے الگ کر دیا ہے۔ یہ مسلّمہ امر ہے کہ ان کے افکار سے شاعری پر بڑے دُور رس اثرات مرتب ہوئے۔ اقبال فارسی اور اردو دونوں زبانوں کے قادر الکلام شاعر تھے۔ یہاں صرف ان کی اردو شاعری کا ذکر مقصود ہے۔

اردو کی فکری شاعری کی تاریخ میں اقبال کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ وہ نہ صرف اپنے عہد کے سب سے بڑے شاعر ہیں بلکہ ایک عصرِ نو کے معمار بھی ہیں۔ انھوں نے ایک طرف تو آزاد، حالی، شبلی، اکبر اور اسماعیل کے اصلاحی شاعری کے کام کو تکمیل کی حد تک پہنچایا اور دوسری طرف اپنی قومی شاعری کے ذریعے ملتِ اسلامیہ کے سامنے مستقبل کی منزل کا صحیح نقشہ پیش کیا اور اپنی رفعتِ تخیل و بلند آہنگی سے اردو شاعری کو ایک قابلِ رشک معیار تک پہنچا دیا۔ انھوں نے

اردو شعر و ادب میں وہ حقائق و معارف بیان کیے جو ایک شاعر کو تلمیذ الرحمٰن کے رتبے پر فائز کر دیتے ہیں۔ وہ ایک بلند پایہ مفکر اور فلسفی شاعر تھے۔ ان کی شاعری میں دعوتِ فکر بھی ہے اور درسِ عمل بھی اور ان کے ساتھ ساتھ زبان و بیان کا سارا حسن و لطف اور طرزِ ادا کی تمام تر دلکشی اور رعنائی بھی۔

اصنافِ شاعری کے لحاظ سے اقبال کا کلام غزل، مرثیہ، مثنوی، مناظر فطرت، رباعیات یا قطعات، ظریفانہ و طنزیہ، قومی اور وطنی نظموں پر محیط ہے اور ہمیں ان میں سے ہر صنف پر الگ الگ ریویو کرنا چاہیے لیکن یہ مضمون اس کا متحمل نہیں ہو سکتا لہٰذا ہم ذیل میں اقبال کے اردو کلام پر مجموعی حیثیت سے نظر ڈالیں گے۔

فطری طور پر انسان کے خیالات اور میلانات میں وقت اور ماحول کے ساتھ ساتھ تبدیلی رونما ہوتی ہے اور ان میں بتدریج پختگی آتی ہے۔ چنانچہ ہم اس لحاظ سے اقبال کی شاعری کو اپنی آسانی کی خاطر چار ادوار میں تقسیم کرتے ہیں۔

اقبال کی شاعری کا پہلا عمومی دور وہ ہے جو ان کے زمانۂ طالب علمی سے شروع ہو کر 1905ء تک محیط ہے۔ آپ نے اگرچہ اپنی شاعری کا آغاز اپنے وطن سیالکوٹ سے ہی کر دیا تھا لیکن حقیقی معنوں میں اس کا آغاز ان کے ورودِ لاہور سے ہی ہوا، جہاں ان دنوں پنجاب بھر میں سب سے زیادہ اردو زبان دانی اور شعر و شاعری کا چرچا تھا۔ دلی اور لکھنؤ کی بساط الٹ جانے کے بعد کچھ شعرا جن میں مرزا ارشد گورگانی اور میر ناظر حسین ناظم لکھنوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں، یہاں جمع ہو گئے تھے اور لاہور کے بازار حکیماں میں ایک بارونق مشاعرے کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ اقبال لاہور آئے تو ان کی شاعری کی نشو و نما کے لیے قدرتی طور پر اعلیٰ تر امکانات کی حامل تخلیقی فضا میسر آ گئی۔ اقبال نے ان مشاعروں میں شرکت کرنا شروع کی تو لوگوں میں ان کی شاعری کی دھوم مچ گئی لیکن آپ کی شاعری کی شہرت کا آغاز اس وقت ہوا جب آپ کی نظم ''ہمالہ'' مخزن کی پہلی جلد کے پہلے نمبر میں، جو اپریل 1901ء میں نکلا، شائع ہوئی۔ یہ سلسلہ آپ کے یورپ جانے یعنی 1905ء تک جاری رہا۔ اس دوران میں آپ مخزن کے لیے کچھ نہ کچھ لکھتے رہے اور بازارِ حکیماں کے مشاعرے میں شرکت کے ساتھ ساتھ انجمن حمایتِ اسلام کے سالانہ جلسوں میں پڑھنے کے لیے بڑی فکر اور اہتمام کے ساتھ کوئی نہ کوئی نظم ضرور کہہ لیا کرتے تھے۔ اس عرصہ میں آپ نے جو نظمیں کہیں ان میں سے ''ہمالہ'' کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ علاوہ ازیں بچوں کے لیے چند نظمیں ہیں: خفتگانِ خاک سے استفسار، عقل و دل، شمع، ایک آرزو، تصویرِ درد، چاند، سرگزشتِ آدم، جگنو، صبح کا ستارہ، نیا شوالہ، کنارِ راوی اور التجائے مسافر ان میں شامل ہیں۔ ان میں سے کچھ نظمیں مغربی شعرا جیسے ٹینی سن، ایمرسن، ولیم کوپر اور لانگ فیلو کے کلام سے ماخوذ ہیں۔

اس دور میں اقبال کے خیالات میں وطن پرستی کا جذبہ غالب ہے۔ یہ جذبہ ان کی نظم ''تصویرِ درد'' میں بخوبی نظر آتا ہے۔ جسے ہمارے خیال میں اس دور کی نمائندہ نظم کہا جا سکتا ہے:

پتھر کی مورتوں میں سمجھا ہے تو خدا ہے
خاکِ وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے

فطرت کے ساتھ والہانہ الفت اور شیفتگی کے ساتھ ان کے دل میں ایک سچا اسلامی جذبہ بھی موجزن ہے۔ انھیں عقل پر عشق کی برتری کا احساس ہے اور انھوں نے آگے چل کر بندہ مومن اور حقیقتِ انسان کا جو تصور پیش کیا، اس کی ہلکی سی جھلک بھی ہمیں اس دور کی نظموں میں نظر آ جاتی ہے۔ ان کے علاوہ خوبصورت تشبیہات، دلآویز استعارات اور حسین و جمیل تراکیب اور کسی حد تک فکر و خیال کی ندرت بھی موجود ہے۔

اس دور کی نظموں میں ہمیں یہ تاثر بھی ملتا ہے کہ اقبال کے دل میں ایک خلش اور ایک کسک ہے وہ دنیا والوں کو کچھ راہیں سجھانا چاہتے ہیں لیکن ابھی تک کوئی صحیح اور واضح راہ متعین نہیں کر پائے۔

ہر چند اقبال کی شاعری کا یہ دور بلحاظ مجموعی ان کے فکر و تخیل کی کوئی نمائندگی نہیں کرتا اور اس میں ان کی وہ انفرادیت نمایاں نہیں ہوتی جس نے اقبال کو اقبال بنایا۔

1905ء سے، جب وہ بغرضِ حصول تعلیم ولایت گئے، ان کی شاعری کا دوسرا دور شروع ہوا اور 1908ء تک، جب وہ ولایت سے واپس تشریف لائے، قائم رہا۔ اس دوران میں ان کی فطری شاعری کا رنگ اور بھی زیادہ نکھر آیا ہے۔ یورپ کے حسین مناظر نے شاعر کے دل پر بہت اثر کیا۔ اس دور کی اکثر نظمیں انھی تاثرات کا نتیجہ ہیں مثلاً حقیقتِ حسن، حسن و عشق، کلی، چاند اور تارے، انسان، ایک شام اور تنہائی وغیرہ فنی اعتبار سے لاجواب نظمیں ہیں۔ اس دور میں خودی، بے خودی اور تصوف کی ہلکی سی چھاپ بھی اقبال کی شاعری میں موجود ہے۔ وہ فطرتِ انسانی اور خارجی فطرت میں ایک عجیب ہم آہنگی اور ربط محسوس کرتے ہیں، وہ قلبِ انسانی کی کسک، غنچے کی چٹک اور مظاہرِ فطرت کو، ایک ہی اصل کے مختلف روپ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ دریا کی روانی اور سبزے کی شادابی میں ان کے مضطرب دل کو سکون میسر آتا ہے۔

اس دور میں اقبال نے بہت کم نظمیں لکھیں اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ بقول سر عبدالقادر شاعری سے ہی دل برداشتہ ہو گئے، کیونکہ وہ ایشیا کی شاعری کو یورپ کی شاعری کے مقابلے میں ہیچ سمجھتے تھے۔ اگرچہ ترکِ شاعری کے ارادے کو تو انھوں نے سر عبدالقادر اور پروفیسر آرنلڈ کے قائل کرنے پر ترک کر دیا لیکن ایک تو ان کی طبیعت میں یہ تغیر پیدا ہو گیا کہ شاعری کی زبان بدل گئی یعنی اردو کے بجائے زیادہ تر فارسی میں طبع آزمائی شروع کر دی اور دوسرے ان کا زاویۂ نگاہ بھی بدل گیا اور انھوں نے شاعر کے بجائے پیامبر کی حیثیت اختیار کر لی۔ چنانچہ علی گڑھ کالج کے طلبہ کے نام انھوں نے ولایت سے ایک پیغام بھیجا جو گویا ایک متن ہے اور ہندوستان واپس آنے کے بعد جو شاعری کی وہ اس متن کی تشریح ہے:

اوروں کا ہے پیام اور ، میرا پیام اور ہے
عشق کے دردمند کا طرزِ کلام اور ہے

طائرِ زیرِ دام کے نالے تو سن چکے ہو تم
یہ بھی سنو کہ نالۂ طائرِ بام اور ہے

آتی تھی کوہ سے صدا رازِ حیات ہے سکوں
کہتا تھا مورِ ناتواں لطفِ خرام اور ہے

جذبِ حرم سے ہے فروغ انجمنِ حجاز کا
اس کا مقام اور ہے اس کا نظام اور ہے

موت ہے عیشِ جاوداں ، ذوقِ طلب اگر نہ ہو
گردشِ آدمی ہے اور، گردشِ جام اور ہے

اسی مسلسل جدوجہد، حرکت، تگ وتاز اور عمل کا نام کوششِ ناتمام ہے، کیونکہ جس مسافر کی کوئی منزل نہیں، اس کا سفر نامکمل ہے اور اقبال کے نزدیک اسی کا نام زندگی ہے۔ وطن کی فطری اور مذہبی محبت اگرچہ اس دور کی شاعری سے بھی آشکار ہے تاہم اس دور میں انھوں نے یہ نظریہ قائم کیا کہ وطنیت پر اسلامی قومیت کی بنیاد استوار نہیں ہوسکتی:

نرالا سارے جہاں سے اس کو عرب کے معمار نے بنایا
بنا ہمارے حصارِ ملّت کی اتحادِ وطن نہیں ہے

اور اسی فلسفے پر پختہ یقین نے ان کو اسلامی خدمت پر آمادہ کیا۔

اقبال کی شاعری کا تیسرا دور 1908ء سے شروع ہوتا ہے، جب وہ ایک نئی امنگ کے ساتھ ہندوستان آئے اور اپنی شاعری کو مسلمانوں کی بیداری کے لیے وقف کردیا۔ اگرچہ اس دور میں انھوں نے غیر مسلم مذہبی پیشواؤں رام اور نانک کی مدح میں بھی نظمیں لکھیں تاہم زیادہ تر نظموں کا رخ مسلمانوں کی طرف ہے۔ اس لیے اگر ہم اس دور کی شاعری کو اسلامی شاعری کہہ لیں تو بھی بجا ہے۔

اس دور میں ان کی شاعری کا موضوع فلسفۂ خودی اور فلسفۂ بیخودی ہوگیا تھا۔ چنانچہ اب وہ علانیہ اس کی تبلیغ کرتے نظر آتے ہیں:

تو رازِ کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا راز داں ہو جا ، خدا کا ترجماں ہو جا

خودی میں ڈوب جا غافل ! یہ سرِّ زندگانی ہے
نکل کر حلقۂ شام و سحر سے جاوداں ہو جا

اس دور میں اقبال کی عقیدت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور خاکِ پاک حجاز سے بے انتہا بڑھ گئی تھی، جس کا اظہار آپ نے گاہے گاہے نہایت پُر درد اور پُر اثر طریقوں سے اپنی نظموں میں کیا ہے۔ ''میں اور تُو'' کے عنوان سے جو نظم لکھی ہے اس کے آخری شعر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے خود دارانہ شان کے ساتھ کمال حدِ ادب اور انتہائی سوز وگداز سے لطف وکرم کی درخواست کی ہے:

کرم اے شہِ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظرِ کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنھیں دماغِ سکندری

اقبال کی شاعری کا یہ اسلامی رنگ فرقہ پرستی کا نتیجہ نہیں۔ دراصل اس کے پسِ پردہ وہ محرکات ہیں جو آپ نے قیامِ یورپ کے دوران میں بچشم خود ملاحظہ کیے تھے کہ اقوامِ یورپ کس طرح شاطرانہ انداز سے وطنیت اور قومیت کے پردے میں دوسری اقوام بالخصوص ملتِ اسلامیہ کے انحطاط کے درپے ہیں۔ جنگِ طرابلس اور جنگِ بلقان کے وقوع پذیر ہونے پر یہ صورتِ حال اور کھل کر سامنے آگئی کہ وطن اور وطن پرستی کا جذبہ جس کا پرچار اقوامِ یورپ کررہی ہیں وہ ایک زبردست سراب ہے اور ان کا منتہائے مقصود اقوامِ مشرق کو بے دست و پا بنانے کے سوا اور کچھ نہیں۔ ان حالات میں بجا طور پر مسلمانانِ عالم کے جذبات مشتعل ہوئے۔ چنانچہ شکوہ، جوابِ شکوہ، خطاب بہ جوانانِ اسلام، مسلم، حضور رسالت مآب میں، نویدِ صبح، فاطمہ بنت عبداللہ، ارتقا اور شمع و شاعر میں آپ نے مسلمانوں کے انھی جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ جنگِ عظیم اول کے نتیجہ میں جب قسطنطنیہ پر اتحادیوں کا قبضہ ہوگیا، خلافت برائے نام رہ گئی، اسلامی ممالک بیروزگاری، افلاس اور فاقہ مستی کی دلدل میں پھنس گئے اور اسلامی دنیا کا مستقبل بظاہر کوئی نہ رہا تو اقبال نے ''خضرِ راہ'' کے عنوان سے نظم لکھی جس میں ان تمام واقعات کا تجزیہ کیا ہے اور جب کمال اتاترک نے ترکوں کو یورپ کے پنجۂ استبداد سے نجات دلائی تو دنیائے اسلام میں دھوم مچ گئی چنانچہ ان امید افزا حالات میں آپ نے ''طلوعِ اسلام'' کے عنوان سے ایک پرجوش نظم لکھی جس میں نہایت بلند آہنگی سے مسلمانوں کو درخشاں مستقبل کی نوید سنائی اور اس کے حصول کے لیے انھیں راغب کیا:

مکاں فانی ، مکیں آنی ، ازل تیرا ، ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تُو، جاوداں تُو ہے
حنا بندِ عروسِ لالہ ہے خونِ جگر تیرا
تری نسبت براہیمی ہے، معمارِ جہاں تُو ہے
یہ نکتہ سرگزشتِ ملتِ بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوامِ زمینِ ایشیا کا پاسباں تُو ہے
سبق پھر پڑھ صداقت کا ، عدالت کا ، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام، دنیا کی امامت کا

بانگِ درا کی طباعتِ اول 1924ء میں ہوئی۔ اس کی اشاعت کے بعد جو کچھ انھوں نے اردو میں لکھا وہ ان کی اردو شاعری کا چوتھا دور ہے۔ گزشتہ ادوار میں ان کی شاعری کے بعض خاص محرکات تھے لیکن اس دور میں کوئی پرجوش خارجی محرک ان کے پیشِ نظر نہیں تھا۔ اب ان کے پاس ایک مکمل فکری نظام تھا جس کے تحت خارجی دنیا کے مقابلے میں روحانی اور باطنی دنیا زیادہ اہم بن گئی تھی۔ لہٰذا اب خودی اور بے خودی کے تصورات ان کی شاعری کے محرک بنے۔ چنانچہ بالِ جبریل اور ضربِ کلیم میں خودی اور اس سے ملحق افکار کی گونج سنائی دیتی ہے:

خودی وہ بحر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں
تُو آبجو اسے سمجھا اگر تو چارہ نہیں
یہ پیام دے گئی ہے مجھے بادِ صبح گاہی
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقامِ پادشاہی!

اسی دور میں سیاسی موضوعات پر بھی علامہ صاحب کی کئی نظمیں ہیں جن میں سے دو نظمیں اشتراکیت کی تائید میں بڑے پرزور لہجے میں کہی گئی ہیں۔ ایک نظم کا عنوان ''لینن ۔۔۔ خدا کے حضور میں'' ہے اور دوسری نظم کا عنوان ''فرمانِ خدا ۔۔۔ فرشتوں سے'' ہے۔ اول الذکر نظم میں اقبال نے کمال بصیرت سے خود لینن کی زبان سے یورپی تہذیب و تمدن کی تمام خرابیاں بیان کی ہیں اور موخر الذکر نظم جسے ہم اول الذکر نظم کا ضمیمہ کہہ سکتے ہیں، خدا کی زبان سے فرمان کی صورت میں تہذیبِ نو کی بیخ کنی کا حکم ہے۔ اس دور کی سب سے زیادہ پرجوش نظم ''ساقی نامہ'' ہے۔ اس نظم کو اقبال کی اردو شاعری کا ماحصل کہنا بھی بجا ہوگا۔ اس نظم میں اقبال کا جوشِ بیان، اپنی فنی خوبیوں کے ساتھ انتہائے کمال کو پہنچ گیا ہے۔

حیات بعد الموت کے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے کا زمانہ اقبال کی طویل علالت کا زمانہ ہے لیکن اس دور میں

بھی وہ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے رہے۔ اردو زبان میں انھوں نے جو کچھ کہا وہ ضربِ کلیم کے نام سے 1936ء میں شائع ہوا اور ضربِ کلیم کے بعد 1938ء میں ارمغانِ حجاز شائع ہوئی۔ اس دور کی اردو نظموں میں یہ خصوصیت ہے کہ روانی، جوش اور بلند آہنگی کے ساتھ ساتھ سوز اور گداز بھی پیدا ہوگیا ہے۔

اس دور کی نظموں میں وہ نظمیں یا وہ اشعار زیادہ دلآویز ہیں جن سے کوہستانی زندگی کے لوازم و خصوصیات کی طرف اشارے کیے گئے ہیں اور اقبال نے غیرت وحمیت، آزادی اور حُریّت اور اخلاصِ عمل کا درس دیا ہے۔ جیسے ''بڈھے بلوچ کی نصیحت بیٹے کو'' میں اقبال فرماتے ہیں:

غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاجِ سرِ دارا
محروم رہا دولتِ دریا سے وہ غوّاص
کرتا نہیں جو صحبتِ ساحل سے کنارا
دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملّت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا

اس دور کی تمام تر نظمیں بلند آہنگ، پرجوش، ولولہ خیز اور شاعرانہ ہیں اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اقبال کے دورِ آخر کی شاعری کا مزاج صرف واعظانہ ہے تو کم از کم ارمغانِ حجاز کی نظموں پر تو یہ کلیہ صادق نہیں آتا۔

حضرت علامہ اقبال کے افکار میں اس قدر تنوع اور عظمت ہے کہ اس کی صراحت کے لیے ایک الگ دفتر درکار ہے۔ انھوں نے اردو شاعری کی پوری روایت کو اپنے اندر جذب کرلیا۔ نئے خیالات بھی لیے اور دونوں کی ترکیب سے ایک نئے انداز کی شاعری تخلیق کی۔ ہم نے مندرجہ بالا سطور میں حتی الوسع ان کے تفکر و تاثر کا ایک اجمالی خاکہ پیش کردیا ہے۔ جس سے واضح طور پر مترشح ہے کہ اقبال بجائے خود اقبال ہیں اور ایجاد و اختراع اور فکر و نظر کی قوت نے اقبال کو اردو شعرا میں سب سے ممتاز کردیا ہے۔

❁❁

JOIN ME FOR EASY ACCESS TO EBOOKS & NOTES
+92-310-545-450-3
Css Aspirants ebooks & Notes
https://m.facebook.com/groups/458184410965870
Css Aspirants Forum
http://t.me/CssAspirantsForum
Rules of the group.
*No irrelevant text/pic Islamic pic/videos
*No Smiley No Pm otherwise Removed + Blocked
*Personal text w/o Mutual consent Consider harassment.
Separate Group For females with verification
The CSS Group does not hold any rights on shared the Books & Notes
I,m not Responsible for Copyrights.
This book/notes downloaded from Internet.

14- اقبال کا نظریہ جمہوریت

علامہ اقبال نہ صرف ایک ذکی الحس شاعر تھے۔ بلکہ وہ ایک بلند خیال مفکر، وسیع النظر حکیم، باشعور فلسفی اور دور بیں سیاست دان بھی تھے۔ ان کا کلام خودداری، بے باکی، حکمت شعاری، فطرت نگاری اور پروازِ فکر سے ہی مزین نہیں بلکہ اس میں ایک کسک، ایک تڑپ اور ایک سوز بھی ہے اوران کی دوا بھی۔ ان کی شاعری سراپا جستجو اور آرزو ہے، ایک عزم ویقین ہے، تگ وتاز ہے، جدوجہد ہے اور ایک پیامِ عمل ہے۔ عہدِ حاضر کے اس بطلِ جلیل، ترجمانِ حقیقت اور عظیم مفکر کے قلم کی ضیاپاشی سے ملّتِ بیضا کی بے عمل زندگی اور بے حس روح میں ایک عظیم انقلاب پیدا ہوا اور انجامِ کار ہم نے یہ آزاد خطہ ارضی حاصل کرلیا۔ مملکتِ پاکستان کا وجود محض ایک تغیراتی عمل کا رہینِ منت نہیں۔ بلکہ اس کے حصول کے لیے ہمیں ان گنت قربانیوں کا نذرانہ پیش کرنا پڑا تھا۔ ان قربانیوں کی یاد ہمارے دلوں میں آج بھی تازہ ہے۔ لیکن افسوس ہم ان عظیم قربانیوں کے مقاصد کو رفتہ رفتہ فراموش کررہے ہیں۔ پاکستان کے قیام کو اگرچہ ساٹھ ستر سال بیت چکے ہیں (جو کہ دنیا میں ایک فرد کی اوسط عمر سے بھی زیادہ ہے) لیکن ہم اس طویل مدت کے بعد آج بھی اس مقدس سرزمین کو تجربات کی بھینٹ چڑھا رہے ہیں اور آج تک وثوق کے ساتھ ملک وملت کی سطح پر اپنے لیے زندگی بسر کرنے کا کوئی حتمی لائحہ عمل متعین نہیں کرسکے۔

یہ صحیح ہے کہ ماضی بعید میں اور کسی حد تک ماضی قریب میں دنیا میں زیادہ تر طرزِ حکومت بادشاہت رہی تھی یا پھر آمریت۔ لیکن جوں جوں زمانے کے فہم وادراک اور عقل وشعور میں اضافہ ہوتا گیا، توں توں بادشاہت اور آمریت کی جگہ جمہوریت نے لے لی۔ یہاں تک کہ آج دنیا بھر میں چاردانگ جمہوریت کا غلغلہ بلند ہے۔ اس ''جمہوریت'' سے مراد مغربی جمہوریت یا وہ طرزِ حکومت ہے، جس میں بندوں کی حکومت بندوں پر ہوتی ہے۔ یورپ اور امریکہ کی دیکھا دیکھی ہمارے ہاں بھی اسی کا شوروغوغا سب سے بلند ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے، جو آج کی گفتگو کا موضوع بھی ہے کہ مشرق کے عظیم مفکر اور دانائے راز، حضرت اقبال کے اس طریقِ حکومت کے متعلق کیا تصورات ہیں اور آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ کا ایک شعر ہے:

سلطانیِ جمہور کا آتا ہے زمانہ
جو نقشِ کہن تم کو نظر آئے مٹا دو

تو اس سے صاف عیاں ہے کہ آپ ماضی کی بادشاہت اور آمریت کے تو کسی صورت میں بھی حق میں نہیں بلکہ

اس کی بیخ کنی چاہتے ہیں۔ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مغربی جمہوریت ہی وہ جمہوریت یا وہ طرزِ حکومت ہے، جس کے آپ حامی رہے ہیں؟ تو اس کا جواب ڈھونڈنے کے لیے ہمیں ایک عمیق نگاہ علامہ صاحب کی سیاسی زندگی پر ڈالنا ہوگی اور وثوق کے ساتھ اس سوال کے جواب کے لیے ہمیں ان کا کلام روبرو رکھنا ہوگا۔

کسے معلوم نہیں کہ حضرت علامہ اقبال کی ایک طویل زندگی سیاست کی کشمکش میں گزری۔ تاریخ شاہد ہے کہ آپ ایک راست گو سیاست دان تھے۔ سیاست میں مصلحت بینی اور مصلحت کوشی آپ کے نزدیک جائز نہ تھی اور آپ سیاست کی عیاریوں اور شاطرانہ چالوں، جنھیں ''فن'' کہا جاتا ہے، کو قابلِ نفرین سمجھتے تھے۔ کیونکہ زمانے میں صدق ومروت ہی باشعور اور زندہ قوموں کا شیوہ ہے۔ آپ نے یورپ کو ان نظروں سے ہرگز نہ دیکھا جن نظروں سے دیگر لوگ دیکھتے چلے آئے ہیں۔ بلکہ آپ نے یورپ کا ایک لحاظ سے مطالعہ کیا۔ وہاں کی رسوم وروایات، مذہبی حالات اور اقتصادی ومعاشرتی اور سیاسی نظام کو خوب دیکھا بھالا، پرکھا، تولا اور آخر میں یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مسلمانوں کے جادۂ کارواں کو مہمیز کرنا مغربی جمہوریت کے بس کی بات نہیں۔ آپ نے تاریخ اسلام اور مذہب کا مطالعہ بڑی عمیق نظروں سے کیا تھا بلکہ سرگزشتِ ملتِ بیضا اور کتابِ ملتِ بیضا کا مطالعہ آپ کا محبوب مشغلہ رہا تھا۔ چنانچہ آپ نے زمانے کے حالات وکوائف کو پیشِ نظر رکھ کر اس کا یہ ماحصل نکالا کہ چونکہ اسلام کی روح توحید ہے اس لیے مسلمان فقط اور فقط روحِ اسلام سے ہی صحیح معنوں میں رہبری اور راہنمائی حاصل کرسکتے ہیں اور اسی میں ان کی فلاح ہے اور اسی میں ان کی تابناک زندگی کا راز مضمر ہے۔

امتِ مسلمہ کی سیاسی راہنمائی کا فلسفہ قرآنِ حکیم ہے جس میں اسلامی معاشرے کے خدوخال اور بنیادی قواعد وضوابط اکمل طور پر موجود ہیں۔ آپ بڑی دوررس نگاہیں رکھتے تھے۔ آپ کی نگاہیں مسلمانانِ برصغیر کے مستقبل کے دور افق پر لگی تھیں۔ آپ نے ایک مرتبہ اپنی تقریر میں فرمایا، جس کا مفہوم یہ ہے کہ برصغیر کی سیاست میں میری دلچسپی اس لیے ہے کہ آج کل ہندوستان میں جو سیاسی تصورات ابھر رہے ہیں، وہی آیندہ چل کر اسلام کی ابتدائی ساخت اور فطرت پر اثر انداز ہوں گے اور میں غلط سیاسی تصورات کو پنپتا نہیں دیکھ سکتا۔ آپ کا خیال تھا کہ سیاست کی جڑ انسان کی روحانی زندگی میں ہوتی ہے اور یہ کہ مذہب نہ صرف نسلِ مسلمان پر مقدم ہے:

نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدّم ہو گئی
اڑ گیا دنیا سے تو مانندِ خاکِ رہگزر

بلکہ مسلمانوں کی زندگی میں ایک جزوِ لاینفک ہے اور یہی اسلام اور فطرت کا مقصود ہے اور اگر اسے الگ کرنے کی کوشش کی گئی تو یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی پودے کی جڑیں کاٹ دینے کے بعد اس کو تناور درخت دیکھنے کی حسرت وتمنا رکھنا اور یہ کہ مذہب اور سیاست بھی آپس میں لازم وملزوم ہیں اور مذہب کے بغیر سیاست چنگیزی رہ جاتی ہے لیکن برخلاف اس کے

مغربی جمہوریت میں مذہب اور سیاست کو الگ الگ خانوں میں رکھا گیا ہے۔ جس کی بنا پر وہاں جمہوریت کی چکاچوند تو ہے اور آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی روشنی بھی ہے لیکن حقیقی سکون اور فلاح کا فقدان ہے۔ اسی لیے آپ یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ:

تُو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن ، اندروں چنگیز سے تاریک تر!

علامہ صاحب، سیاست اور مذہب میں کوئی تفریق روا نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کو سخت ناپسند فرماتے تھے جب کہ مغربی نظامِ حکومت میں وہاں کے باسیوں نے اسے سیاست سے بالکل الگ چیز قرار دیا ہے اور نہ صرف یہ بلکہ مذہب کو بناؤ سنگھار کر کے اسے شیشے کے شوکیس میں سجا کر رکھ دیا ہے اور مذہب اور سیاست کے مابین معاہدہ طے پا گیا ہے کہ نہ تم میرے کام کاج میں روڑے اٹکاؤ نہ میں تمھارے راستے میں حارج ہوتا ہوں اور نہ ہی کوئی تعرض کرتا ہوں۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ مذہبی ناخداؤں نے رعایا کی کشتی کو دریائے سیاست کے حوالے کر دیا ہے اور کشتی کو ساحلِ سلامتی تک پہنچانے سے قطعاً بری الذمہ ہیں۔ کشتی ساحل تک پہنچے نہ پہنچے، طوفانوں کے تھپیڑے کھائے، گرداب میں پھنسے یا بیچ منجدھار ڈوب جائے، ان کو کچھ غرض نہیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ ان کے لیے دعا کر سکتے ہیں۔۔۔۔

برخلاف اس کے حکیم الامت کی سیاست کی بنیاد سرتاپا مذہب پر ہے۔ ان کا مذہب دینِ فطرت اور ہر لحاظ سے جامع ہے اور وہ ملّتِ بیضا کی سرخروئی کے لیے تعصب کی ایک رمق بھی اپنے دل میں لانا گناہ کبیرہ سمجھتے ہیں۔ ان کا ذاتی مفاد، ملّت کے مفاد کے موازنے میں ہیچ ہے بلکہ اس کا تصور بھی ان کے لیے سوہانِ روح ہے۔ یہاں تک کہ اپنے مذہب میں وہ مسلمانوں کے درمیان بلحاظ مذہب فرقہ آرائی کو بھی نہایت برا سمجھتے ہیں اور تو اور وہ وطن کو بھی ملّت کے اتحاد کا ذمہ دار قرار نہیں دیتے بلکہ وہ تو افق کے اُس پار دور بہت بہت دور دیکھتے ہیں جہاں ان کی نظریں ایک سبز گنبد پر مرکوز ہو کر رہ گئی ہیں۔ یہ تو گنبد خضریٰ ہے! یہ تو روضۂ نبوی ﷺ ہے! اس رسول کا مسکن جو رحمۃ اللعالمین ہیں، جو سرورِ کون و مکاں ہیں۔ اب معلوم ہوا حضرت اقبال نے ان کے ساتھ لو لگائی ہے۔ تبھی تو آپ کے افکار رگ و پے میں سرایت کر جاتے ہیں۔ چنانچہ انھیں اثرات کے تحت آپ نے مسلمانانِ برصغیر کو راہ سجھائی کہ:

اپنی ملّت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری
دامنِ دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں

اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملّت بھی گئی

مشرق کے اس عظیم مفکر نے استبداد کی ہر صورت کی عمر بھر مخالفت کی۔ ملوکیت ہو یا آمریت، ان کی نظر میں یہ استبداد کی ہی عملی صورتیں ہیں۔ ہر چند موجودہ مغربی جمہوری نظام میں چند ایک باتیں ایسی ہیں جو اسلام سے مشابہ ہیں تاہم چونکہ زیادہ باتوں میں یہ اسلام سے مطابقت نہیں رکھتا لہٰذا حضرتِ اقبال اس نظام کے بھی کچھ زیادہ مداح معلوم نہیں ہوتے بلکہ وہ اس سے کسی حد تک نفور ہیں۔ مثلاً اس طرزِ حکومت میں انسانوں کی انسانوں پر حکومت ہوتی ہے، اس لیے اس نظام میں شرفِ انسانیت اور تکریمِ آدمیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس نظام میں بندوں کو گنتے ہیں، انھیں تولتے نہیں، اس لیے تو اقبال نے ''پیامِ مشرق'' میں اس بات کا اظہار برملا کر دیا کہ:

گریز از طرزِ جمہوری غلامِ پختہ کاری شو
کہ از مغزِ دو صد خر فکرِ انسانی نمی آید

پھر اس نظام میں انسان کے خود ساختہ اور اپنے وضع کردہ اصول ہیں جو غلطیوں اور خامیوں سے ہرگز پاک نہیں ہو سکتے۔ مغرب کا جمہوری نظام حضرت علامہ کے نزدیک ایک ایسا نظامِ وقت ہے، جس کے ظاہر اور باطن میں بہت تفاوت ہے۔ جو کچھ بظاہر نظر آتا ہے، حقیقت میں اس کا فقدان ہے۔ ایک مخصوص سرمایہ دار طبقے نے سیاسی جماعتوں اور نشر و اشاعت کے ذرائع پر قبضے کے ذریعے عوام الناس کو مبہوت کر رکھا ہے اور ''آزادی'' کے نام سے ایک ایسا سحر پھونک رکھا ہے کہ بقول مرزا غالب:

کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کس کی ہے؟
پردہ چھوڑا ہے وہ اُس نے کہ اٹھائے نہ بنے

اس نظام میں ایک ایسی چکاچوند ہے جس نے اور تو اور اقوامِ مشرق کی آنکھوں کو بھی ایک عرصہ سے خیرہ کر رکھا ہے اور یہ اپنی کوتاہ فہمی کی بنا پر ہر چمک دار شے کو سونا فرض کیے بیٹھے ہیں۔ چنانچہ حکیمِ مشرق نے جب اس چمک دار شے کو کسوٹی پر پرکھا تو بتا دیا کہ یہ کندن نہیں بلکہ یہ تو ملمّع ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے! آپ نے فرمایا:

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری

دیوِ استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

مجلسِ آئین و اصلاح و رعایات و حقوق
طبِ مغرب میں مزے میٹھے، اثر خواب آوری

گرمیٔ گفتار اعضائے مجالس، الاماں!
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگِ زرگری

اس سرابِ رنگ و بو کو گلستاں سمجھا ہے تُو
آہ اے ناداں! قفس کو آشیاں سمجھا ہے تُو

حضرت علامہ اقبال فطرتاً جمہوریت پسند تھے لیکن ان کی جمہوریت پر اس بے مثل شخصیت اور لا ثانی ہستی کا قبضہ ہے جس کا وجود مجسم رشد و ہدایت اور سراپا نور ہے۔ چنانچہ اقبال ہر بات میں استشہاد رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذاتِ اقدس سے کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کا پیغام اسلام کا پیغام ہے اور وہ جو بھی راہِ عمل تجویز کرتے ہیں۔ اس کی حدیں تعلیماتِ اسلام کی روشنی میں متعین کرتے ہیں۔ اس ضمن میں آپ کے خیالات کا ماحصل یہ ہے کہ شعلۂ حیات دوسروں سے مستعار نہیں لیا جا سکتا، وہ صرف اپنی روح کے آتش کدے ہی میں روشن کیا جا سکتا ہے۔ جب ہمارا نصب العین بالکل معین اور واضح ہے تو یہ سیہ بختی نہیں تو کیا ہے کہ ہم پھر بھی مغرب کے نظام کو اپنے دل و دماغ میں بسائے ہوئے ہیں۔ جب کہ ہم اسلام کی جمہوریت کے امین ہیں اور اسلام کی جمہوریت اس حرارت کی سرمایہ دار ہے جو کہ زندگی کا منبع ہے اور اس روشنی کی امین ہے جو حقیقت کا جلوہ دکھاتی اور صداقت کا راستہ صاف کرتی ہے۔

حضرت علامہ اقبال کے یہاں تمدن احیائے اسلام کا تصور ہے اور ان کے ذہن میں ایک اسلامی فلاحی ریاست کا واضح خاکہ موجود ہے جسے وہ مقبول دیکھنے کے متمنی تھے۔ ان کے نظریۂ جمہوریت کی وضاحت کے لیے ان کے کلام کے ساتھ ساتھ ان کے خطبات، ان کی تقاریر اور ان کے مضامین کا مطالعہ بھی ناگزیر ہے۔ آپ ایک طرف تو امتِ مسلمہ کو ان کی منزل دکھانے کے بعد اس کو راہ پر گامزن کرنے کی عمر بھر سعی کرتے رہے اور دوسری طرف اس راہ میں حائل دشواریوں اور رکاوٹوں کو خاطر میں نہ لانے کی تلقین کرتے رہے۔ آپ نے اپنی ایک تقریر کے دوران میں فرمایا تھا جس کا ملخص یہ ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ اسلامی فکر اور اسلامی طرزِ حیات کا بغور مطالعہ کر کے ہم عوام کو بتائیں کہ اسلام کا اصل مقصد کیا تھا اور اس مقصد کے حصول میں ہم کس حد تک بہرہ مند ہوئے ہیں۔ ہندوستان کے اندر موجودہ اسلام کی روح کو کیونکر مسخ کیا گیا اور پیغامِ رسالت مآب کو کیونکر تہ درتہ پردوں میں چھپا دیا گیا ہے۔ ان پردوں کو اب اٹھانا چاہیے تاکہ نئی نسل کے نوجوان اس پیغام کی حقیقی شکل و صورت سے آگاہ ہو سکیں۔ بدقسمتی سے برِصغیر کی تاریخ میں ایسے روایتی مُلّا رہے ہیں جو اپنی دکان

چمکانے کی غرض سے اسلام کے لبادے میں اس کی بیخ کنی کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے ایسے لوگوں سے متعلق فرمایا:

یہ زائرانِ حریمِ مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے نا آشنا رہے ہیں

غضب ہیں یہ ''مرشدانِ خود بیں'' خدا تری قوم کو بچائے
بگاڑ کر تیرے مسلموں کو یہ اپنی عزّت بنا رہے ہیں

مختصر یہ کہ حضرت اقبال کی یہ خواہش تھی کہ مسلمان دوش کے آئینے میں اپنے فردا کو دیکھیں۔ اپنے استقبال کی تعمیر اپنے ماضی پر کریں۔ اسلام کی روح کو سمجھیں، اس پر عمل پیرا ہوں تا آنکہ باری تعالیٰ کی تائید و نصرت بھی ان کے شامل حال ہو اور وہ دنیا میں بھی اعلیٰ مرتبت قرار پائیں اور عقبیٰ میں بھی سرخرو ہوں۔ اپنے اعمال ناموں کے سمیت انھیں ایک روز خدا کے سامنے پیش ہونا ہے۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ ان کی مملکت میں اگر کسی دور دراز علاقے میں کوئی جانور بھی بھوک اور پیاس کا شکار ہوتا ہے تو وہ اس کوتاہی کے لیے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے سامنے جواب دہ پائیں گے۔ وہ قرآنِ حکیم و سنن رسولِ مقبول کو اپنا آئین بنائیں اور ان کی مملکت کا انداز وہی ہو جو خلافتِ راشدہ کا تھا:

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

❁❁

15- اسلامی ممالک کی پس ماندگی کی وجوہات

(یہ مضمون پاکستان کے حالات کے پس منظر میں لکھا گیا ہے مگر بیشتر اسلامی ممالک میں کم و بیش یہی صورتِ حال ہے۔)

اسلامی ممالک کی پس ماندگی کی وجوہ میں بلاشبہ سب سے بڑی وجہ مسلمان ممالک کا آپس میں اتحاد نہ ہونا اور آپس کا تفرقہ ہے۔ حالانکہ اسلامی تعلیمات میں جہاں اتحادِ ملی پر بڑا زور دیا گیا ہے وہاں مسلمانوں کو تفرقہ و انتشار سے باز رہنے کی بھی صریح تعلیم دی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''بے شک تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ پس اپنے بھائیوں کے مابین مصالحت کرا دیا کرو اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔'' (الحجرات)

زمانہ قبل از تاریخ سے قوموں کا شمار کسی بزرگ کی نسل میں ہونے یا کسی ملک کا باشندہ ہونے سے ہوتا تھا۔ جیسے

عدنان کی اولاد آلِ عدنان کہلائی، اسرائیل (یہود) کی اولاد بنو اسرائیل، نضیر کی بنو نضیر، قریظہ کی بنو قریظہ۔ یمن کے باشندے یمنی کہلائے، شام کے شامی اور مصر کے مصری وغیرہ۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آکر اس تفرقۂ قومی کو، جو محض دنیاوی اعتبار سے تھا، یکسر مٹا دیا اور ایک روحانی رشتہ قائم کیا۔ یہ رشتہ اسلام کا رشتہ تھا۔ اس روحانی رشتے کے سامنے نسلی، ملکی اور قومی تفاخر کے تمام رشتے نیست و نابود ہو گئے اور ایک خدائی قومی رشتہ قائم ہو گیا جو تمام رشتوں سے افضل تھا اور جو عروۃ الوثقیٰ کلمۂ توحید سے مستحکم ہوا تھا۔

اسلام کسی سے نہیں پوچھتا کہ وہ ترک ہے یا تاجیک، ایرانی ہے تورانی ہے یا افغانی۔ وہ چین کا باشندہ ہے یا منگولیا کا، وہ افریقہ کا رہنے والا ہے یا یورپ کا، وہ پنجاب میں پیدا ہوا ہے یا سندھ میں، وہ کالے رنگ کا ہے یا گورے رنگ کا، بلکہ جس کسی نے کلمۂ توحید کو مستحکم کیا، وہی ایک قوم بن گیا۔

مسلمانوں کے درمیان یہ بھائی چارہ ایسی مضبوط بنیادوں پر استوار کیا گیا ہے کہ تاریخِ عالم میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس کی ایک مثال ''مواخاتِ مدینہ'' ہے۔ تاریخ اسلام کے اوراق ایسے واقعات سے بھرے پڑے ہیں جب ایک مسلمان نے اپنی جان پر کھیل کر دوسرے مسلمان کی جان بچائی اور ایک بھائی نے دوسرے بھائی کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ آج ہم آپس میں بظاہر تو بھائی کہلاتے ہیں مگر مثلِ برادرانِ یوسف کے ہیں۔ مسلمانوں میں پیار، الفت، یک دلی اور یک جہتی نہ ہونے کے برابر ہے جب کہ حسد وعداوت اور بغض وکینہ کا اثر ہر جگہ پایا جاتا ہے۔ شیطان، جس نے خدا سے کہا تھا کہ میں ان کو تیری صراطِ مستقیم سے ضرور ہٹا کر رہوں گا، نئے نئے حیلوں سے چپکے چپکے بھائیوں کے درمیان نفاق ڈالنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور ہم بھی، حضرت آدم کی طرح اس کے بہکاوے کو خالص دوستی سمجھ کر دھوکے میں آجاتے ہیں اور بری طرح نفاق کا شکار ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ خدائے بزرگ وبرتر نے خود فرمایا تھا کہ:

ترجمہ: ''اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور واضح ہدایت پانے کے بعد پھر اختلافات میں مبتلا ہو گئے۔'' (آلِ عمران)

کون مسلمان ہے جو اس بات کو نہیں جانتا کہ جس شخص نے ایک بار صدقِ دل سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ کہہ دیا وہ مسلمان ہے۔ جس نے خانۂ خدا (کعبہ) کو اپنا قبلہ بنایا وہ مسلمان ہے اور جو مسلمان ہے وہ ہمارا بھائی ہے۔ پھر بھائی بھائی میں نفاق کیوں ہے؟ ظاہر ہے یہ نفاق شیطان کا پیدا کردہ ہے۔ شیطان کے چیلے اس نفاق کو خوشنما ''مقدسِ خلعت'' کی صورت میں پیش کرتے ہیں اور ہم ان کے بہکاوے میں آجاتے ہیں۔ رب کریم نے مسلمانوں کو

ایسے تفرقہ باز لوگوں سے دور رہنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا:

ترجمہ: ''جن لوگوں نے دین میں تفرقہ ڈالا اور گروہ بن گئے، ان سے تمھارا کچھ واسطہ نہیں۔'' (الانعام)

چنانچہ اسلامی ممالک کی پسماندگی کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ مسلمان اسلام کی تعلیمات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اس کے برعکس وہ اسلام کے بنیادی اصولوں اور فروعی مسائل کو گڈمڈ کر دیتے ہیں اور محض فروعی مسائل پر اس قدر زور دیتے ہیں کہ اسلام کی اصل روح کو پسِ پشت ڈال دیتے ہیں اور اسلام کی مابعد الطبیعات کو، جو زندگی کے لیے رہنما اصول مرتب ومہیا کرتی ہے، فراموش کر دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ آپس کی نااتفاقی کی صورت میں نکلتا ہے۔ اسی سبب سے ہماری قوم نے اس حبل المتین کی بندش کو توڑ دیا ہے اور اس رشتۂ اخوت کو، جسے خدا نے خود قائم کیا تھا، چھوڑ دیا ہے اور خدا کے اس فرمان کو:

ترجمہ: ''اور سب مل کر خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور تفرقے میں نہ پڑنا۔'' (آلِ عمران)

نذرِ طاقِ نسیاں کر دیا ہے اور اسی پاداش میں ہماری قوم ضعیف اور پارہ پارہ ہو کر رہ گئی ہے۔ فطرت کا اصول ہے کہ جس قوم کی صفوں میں اتحاد نہیں رہتا، وہ کمزوری اور نقاہت کا شکار ہو کر ذلیل وخوار ہو جاتی ہے۔ اسی لیے مسلمانوں کو دوسرے مسلمانوں کے ساتھ تفرقہ بازی اور بگاڑ پیدا کرنے کے مہلک اثرات سے یہ کہہ کر خبردار کیا گیا ہے کہ:

ترجمہ: ''آپس میں نہ جھگڑو۔ ورنہ تمھارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی۔'' (الانفال)

اتفاق قوموں کے اقبال کی دلیل ہے۔ جس قوم میں اتفاق کا عمل دخل ہے اس کے وقار میں کبھی کمی واقع نہیں ہو سکتی۔ قوم کی عزت، فرد کی عزت ہے اور فرد کی عزت قوم کا وقار ہے۔ بقول علامہ اقبال:

فرد می گیرد ز مِلت احترام
مِلت از افراد می یابد نظام

جس قوم کی رگوں میں خونِ اتحاد جاری وساری ہے اور اس کا ایک فرد زخمی ہو جاتا ہے تو سب کے دل فگار ہو جاتے ہیں۔ ایک فرد مظلوم ہو تو اس کے ہزار حامی بن جاتے ہیں۔ ایک رسوا ہو تو سب شرمسار ہو جاتے ہیں۔ ایک کی عزت ہو تو سب نازاں ہوتے ہیں۔ لیکن یہ سب اتفاق کے شاخسانے ہیں۔ یعنی بقول کسے:

فرد و قوم آئینۂ یک دیگر اند

اس کے برعکس تفرقہ ایسی بری بلا ہے کہ بھائیوں کو غیر کر دیتا ہے۔ زید وعمر کا بظاہر ملاپ نظر آتا ہے تاہم دونوں

کے دلوں میں کھوٹ بھرا ہوتا ہے اور دل میں بار بار یہی آتا ہے کہ اس کو کسی طرح زک پہنچے۔ کسی قوم کے برے دن اس وقت آتے ہیں جب اس کے افراد میں نفاق پیدا ہو جاتا ہے۔ بزرگوں کا قول ہے: ''نفاق اور پھوٹ کوہ کو پرکاہ اور شیروں کو روباہ کر دیتی ہے۔'' اور پھر وہ قوم اپنوں ہی کے ہاتھوں ذلیل اور بے عزت ہو کر رہ جاتی ہے۔ جس قوم میں نفاق پیدا ہو جاتا ہے پھر وہاں کسی قحط اور کسی وبا کی کوئی حاجت باقی نہیں رہتی کیونکہ قحط و وبا سے تو صرف جانیں تلف ہوتی ہیں مگر نفاق سے قوم کا عزوشرف ملیامیٹ ہو جاتا ہے اور بقول خواجہ الطاف حسین حالی:

پر نہیں رابطہ جس قوم میں اور یک جہتی
اس کی دنیا سے یہ سمجھو کہ گئی عزت و جاہ
نہ ملاذ [1] ان کے لیے قلعہ نہ خندق نہ فصیل
نہ مفید ان کے لیے ، فوج نہ لشکر نہ سپاہ

❁

اسلامی ممالک کی پس ماندگی کا دوسرا بڑا سبب جہالت ہے۔ جہالت کے معنی بے علمی اور نادانی ہیں۔ آج دنیا میں چاروں طرف علم وعمل اور فن وہنر کی عملداری ہے۔ جنھیں دنیا میں باعزت طریقے سے رہنا ہے، انھیں خوب معلوم ہے کہ اس زمانے میں جہل و نادانی کے معنی ذلت وخواری کے ہیں۔ عیسائیت کی بنیاد محبت پر ہے۔ دینِ موسوی کی بنیاد قانون پر ہے۔ لیکن اسلام کی بنیاد ہی علم پر ہے۔ ہمارے اسلاف کا چار دانگِ عالم میں اسی بنا پر شہرہ تھا کہ وہ علم و دانش میں یکتائے زمانہ تھے اور اس کے حصول میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنے رسولِ برحقؐ کے ان اقوال کو:

ترجمہ: ''علم و حکمت مومن کا گمشدہ خزانہ ہے، اس کے حصول میں سعی کرو۔''
''علم کا حصول ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔''
''مہد سے لے کر لحد تک علم حاصل کرو۔''
''علم حاصل کرو، خواہ تمھیں اس کے لیے چین جانا پڑے۔''

اپنی گرہ میں باندھ لیا تھا۔ وہ صدقِ دل اور خلوصِ نیت سے اس راہ پر گامزن تھے اور علم اس لیے بھی حاصل کرتے تھے:

کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

---

[1] جائے پناہ

آج زمانہ اس سے بھی آگے بڑھ گیا ہے۔ وہ دن گئے جب علم وہنر انسان کا زیور تھا۔ اب تو خود زندگی کا انحصار علم و دانش پر ہے۔ آج وہ دور ہے کہ بنی آدم روز افزوں مائل بہ ترقی ہے۔ جو آج ایک کام اعلیٰ ہے تو کل اعلیٰ تر ہے۔ کسی کو ایک حالت میں قرار نہیں۔ جو علم و دانش سے بھاگیں گے، ان کا نام تک مٹ جائے گا۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس ضمن میں قرآن و احادیث کے واضح احکام کے باوجود ہمارے ہاں کا تعلیمی نظام سب سے گیا گزرا ہے اور اقوامِ عالم کے مقابلے میں مسلمانوں کی حالت خاصی زبوں ہے اور مسلمان غیروں کے دست نگر ہو کر رہ گئے ہیں۔

❁

اسلامی ممالک کی پس ماندگی کا تیسرا بڑا سبب تعصب ہے۔ تعصب (بے جا طرفداری) اور تعصف (بے راہ روی) میں بہت کم فرق ہے۔ دوسروں کی ہر صحیح بات کو بے سوچے سمجھے غلط قرار دینا اور اپنی ہر غلط بات کو بھی صائب سمجھنا تعصب ہے۔ یہ بھی تعصب ہے کہ:

جس کو اک بار بُرا جان لیا
عمر بھر پھر اسے اچھا نہ کہا (حالی)

حالانکہ حدیث شریف میں واضح طور پر ارشاد ہوا ہے کہ:

ترجمہ: ''وہ ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی ترغیب دیتا ہے اور وہ بھی ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی بنا پر قتال کرتا ہے اور عصبیت پر مرتا ہے۔ کسی چیز کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔''

اسی لیے تعصب کو نوعِ انسانی کا دشمن کہا گیا ہے:

تعصب کہ ہے دشمنِ نوعِ انساں
بھرے گھر کیے سیکڑوں جس نے ویراں (حالی)

مولانا حالی نے اپنی معروف طویل نظم ''مدوجزرِ اسلام'' میں اس بدبخت تعصب کو بڑے دلپذیر انداز میں بُرا بھلا کہا ہے۔ جس کا ملخص یہ ہے کہ:

ہمارے بیشتر علمائے زماں اپنی دھواں دھار تقریروں کی بنیاد بالعموم تعصب پر رکھتے ہیں۔ وہ بالالتزام ایسی تقریریں کرتے ہیں جن سے تعصب کی بو آتی ہے۔ ان کی تحریروں کا موضوع بھی دانستہ یا نادانستہ یہی کم بخت تعصب ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی، جنھیں خدا نے ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے، تکفیر کرنا ان کا شیوہ ہے۔ (میں اس میں اس قدر اضافہ کرتا ہوں کہ ایسے علمانے کافر سازی کے کارخانے کھول رکھے ہیں، جہاں وہ بے دھڑک کافر بناتے چلے جاتے

ہیں) اگر ہمارے عالموں اور ہادیوں سے کوئی شخص بھولے سے کوئی مسئلہ پوچھ لے اور بدنصیبی سے جواب پر شک کرے تو اس کے لیے بالفعل اہلِ دوزخ کا خطاب تیار ہوتا ہے۔ اور اگر وہ شخص کسی بات پر معترض ہوا تو اس کا وہاں سے سلامت لوٹ آنا ہی دشوار ہے۔ ہمارے یہ علما صرف ان لوگوں سے خوش رہتے ہیں جو ہر اک اصل وفرع میں ان کے ہم زباں، ان کے حریفوں سے بدگماں اور ان کے مریدوں اور مقلدوں کے مدح خواں ہوں اور اگر کوئی شخص ایسا نہیں کرتا تو وہ راندۂ درگاہ اور مردود ہے۔ ہمارے یہ علما اور واعظین ہمیں یہی تعلیم دیتے ہیں کہ کوئی کام خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی، اگر اس راہ پر مخالف گامزن ہے تو تم اس پر ہرگز نہ چلو۔ کیونکہ غیرت کا تقاضا یہی ہے۔ اپنے مخالف کی ہر بات کو بہرحال غلط سمجھو۔ اگر وہ دن کہے تو اسے رات فرض کرو۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ مخالف راہِ راست پر ہے تو تم پھر بھی سیدھی راہ سے کترا کے نکلو۔ چہ جائیکہ تمھیں اس میں ہزار دقتیں اٹھانا اور لاکھ ٹھوکریں کھانا پڑیں۔ لیکن حریف کی مخالفت کرنا بہرکیف ضروری ہے کیونکہ مردوں کا کام یہی ہے کہ ایک بار جس بات پر اڑ جائیں، اس سے سرِ مو پیچھے نہیں ہٹتے۔ اس معاملے میں اگرچہ تمھاری صورت مسخ ہو جائے اور تمھاری سیرت بہائم سے ملنے لگے لیکن کچھ پروانہ کرو اور اسے حق کی اک نئی شان اور جلوۂ نورِ ایمان پر محمول کرو۔ اس لیے کہ تمھیں اپنے مخالف پر ہر حال میں حاوی آنا ہے۔ یاد رکھو، تمھارا ہر علم، ہر حال میں سب سے افضل ہے۔ تم اپنی کسی بات کو بری نہ سمجھو۔ اپنے مخالفوں کا ذکر ہمیشہ بیزاری سے کرو۔ کیونکہ جب تم اپنے مخالفوں پر تبرا کرو گے تو تمھارے تمام گناہ دھل جائیں گے۔ دیکھنا، کہیں شیعہ وسنی، صوفی ووہابی اور مقلد وغیر مقلد ایک نہ ہو جائیں۔ بس یہ جنگ جاری رکھو تا کہ سارا عالم دینِ خدا پر ہنستا ہی رہے۔ اگر کوئی شخص مسلمانوں کے مابین یکتائی و یک جہتی کی بات کرتا یا اصلاح کا ارادہ ظاہر کرتا نظر آئے تو اسے شیطان سے زیادہ وقعت نہ دو۔ ایسے لوگ مفسد ہیں اور اگر ایسے مفسدوں سے بفرضِ محال کوئی استفادہ کرنے کی کوشش کرے تو یہ سمجھو کہ وہ جادۂ حق سے ہٹ گیا ہے۔ یہ اصلاح کار اصلاح کے پردے میں دراصل شریعت کو برباد کرتے ہیں۔ تم ایسے لوگوں کی پروا مت کرو۔

مولانا حالی آگے چل کر فرماتے ہیں کہ کاش یہ لوگ سمجھیں کہ دین کیا ہے اور یہ لوگ دین کے معاملے میں کیا وتیرہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ''الدین یسر'' (دین آسان ہے) کہا ہے تو انھیں کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ دین کو دشوار، گراں بار اور ناقابلِ فہم بنا کر پیش کریں۔ یہ لوگ نہ تو لوگوں کی اخلاق میں رہنمائی کرتے ہیں اور نہ ان کے باطن کی تطہیر کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ خود ان کا ظاہر و باطن مختلف ہے۔ عمر خیام کی یہ رباعی ان کے حسبِ ذیل ہے:

شیخے بہ زنِ فاحشہ گفتا مستی
کز خیر گسستی و بہ شر پیوستی
زن گفت چناں کہ می نمایم ہستم
تو نیز چناں کہ می نمائی ہستی؟

مولانا حالی کا کہنا ہے کہ اگر ان لوگوں نے احکامِ ظاہر پر اس قدر زور دیا ہے کہ اس دین کو، جو چشمۂ حیات تھا، محض غسل و وضو کا دین بنا کر رکھ دیا ہے۔ ان کی زندگی کا دارومدار صرف فتووں پر ہے اور وہ اپنی ہر رائے کو (نعوذ باللہ) قرآن کا نعم البدل سمجھتے ہیں۔ انھیں خدا اور رسول سے فقط اسی قدر سروکار ہے کہ خدا اور رسول کا نام ایک کارآمد اوزار ہے اور ان کے دلوں میں خدا اور رسول کی عظمت اس سے زیادہ نہیں ہوتی کہ جب خدا کے نام کے ساتھ رسول کا نام بھی لیا جاتا ہے تو ان کی ہر الٹی سیدھی بات حرفِ آخر بن جاتی ہے۔ ہمارے یہ علما بتوں کی پوجا کرنے والوں، خدا کا بیٹا کہنے والوں اور آگ کو سجدہ کرنے والوں کو تو برملا کافر گردانتے ہیں مگر خود انھیں روا ہے کہ جس کی چاہیں اور جب چاہیں پرستش کریں۔

مولانا حالی بڑے تاسف سے کہتے ہیں کہ وہ دین، جس سے دنیا میں توحید پھیلی اور زمین و آسمان سے حق جلوہ گر ہوا اور جس سے وہم وگمان میں شرک باقی نہ رہا، ہندوستان میں آ کر کچھ کا کچھ ہو گیا ہے۔ وہ دولتِ دیں، جس پر اسلام کو ناز تھا، بالآخر مسلمانوں کے ہاتھوں میں نہ رہی۔ اے کاش، ہم خدا اور رسول کی ہدایت کے بموجب ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھیں تا کہ ہمیں خدائے بزرگ و برتر کی اعانت حاصل رہے اور مسلمان، جو قعرِ ذلت کی طرف جا رہے ہیں، اقوامِ عالم میں اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر لیں۔ لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب ہمارے دلوں میں نئے سرے سے سوزِ صدیقؓ، مہرِ علیؓ، فقرِ بوذرؓ اور صدقِ سلمانؓ راسخ ہو جائے۔ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ ہم صاحبِ قرآن ہو کر ذوقِ طلب سے عاری ہیں:

صاحبِ قرآن و بے ذوقِ طلب
العجب، ثم العجب، ثم العجب (اقبال)

❁

مسلمانوں کی پس ماندگی کی چوتھی وجہ تحریف شدہ اسلام ہے۔ کسی بھی ملت کی حقیقی مضبوطی اس کے نصب العین کو محکم کرنے میں ہے اور امتِ محمدیہ کا نصب العین حفظ ونشرِ توحید ہے، جب کہ ملتِ اسلامیہ کی سیرت کی پختگی آئینِ الٰہیہ کے اتباع میں ہے۔

فطرت کا اصول ہے کہ صرف وہ تحریک یا مسلکِ زندگی تا ابد زندہ رہتا ہے، جس میں لوگوں کے تمام مسائل کا

حل موجود ہو۔ دنیا میں اَن گنت مذہبی، معاشی، معاشرتی اور سماجی تحریکیں پیدا ہوئیں اور فنا ہو گئیں (دنیا میں پون صدی تک تہلکہ مچانے کے بعد حال ہی میں کمیونزم کی تحریک نے بھی بالآخر دم توڑ دیا ہے۔) اور جو فنا نہ ہو سکیں ان پر نزع کا عالم طاری ہے۔ لیکن ایک مسلکِ زندگی ایسا ہے جسے ابدیت اور زندگیِ دوام کا رتبہ حاصل ہے، وہ اسلام ہے۔

ترجمہ: ''دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔'' (آل عمران)

تمام انبیا اسلام کی نشر و اشاعت کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ تاہم خاتم الانبیاؐ نے دینِ اسلام کو جس اکمل و جامع ترین اور ہمہ گیر صورت میں پیش کیا، اس کی نظیر سابقہ ادیان میں نہیں ملتی کیونکہ اسلام میں زندگی کے ہر پہلو سے متعلق ہر مسئلے کا احسن ترین حل موجود ہے اور اسلام کی پیروی ہی تمام انسانوں کے لیے شرطِ نجات ہے۔ اسلام کے پیغام کو پوری انسانیت تک پہنچانے کی ذمہ داری امتِ مسلمہ کی ہے اور مسلمان انفرادی اور اجتماعی طور پر اس امر کے ذمہ دار ہیں کہ وہ دنیا کے سامنے اس حق کی شہادت دیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا ہمارے ہاں واقعی اسلام کی کارفرمائی ہے؟ جواب نفی میں ہے۔ یہ ضرور ہے کہ ہمارے ہاں ہر جگہ اسلام کا نام لیا جاتا ہے اور ہر شعبۂ زندگی میں اسلام کی باتیں کی جاتی ہیں لیکن اس کے اصولوں پر عمل صفر سے کچھ ہی زیادہ ہوگا۔ پاکستان اب ایک نوزائیدہ ملک نہیں۔ اسے قائم ہوئے دو نسلوں کا زمانہ گزر گیا ہے۔ پاکستان اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا تھا۔ برعظیم کے مسلمانوں کا خواب تھا کہ خدا اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے اصولوں کے تحت زندگی گزاریں گے اور ایک ایسا خطۂ ارضی حاصل کریں گے، جہاں اسلام کی حکمرانی ہوگی۔ اس کے حصول کے لیے ہمارے بزرگوں نے بے حد و بے حساب قربانیاں دیں۔ لیکن دیکھنے میں یہی آیا ہے کہ باوجود دعوے کرنے کے یہاں اسلام کا عمل دخل نہیں ہے۔ ملک میں اسلام کے نام پر سیاسی، معاشی، سماجی بلکہ ہر طرح کے مفادات حاصل کیے جاتے ہیں اور اسلام کو خوب توڑ مروڑ کر پیش کیا جاتا ہے۔ یہ صریح منافقت ہے۔ یہ منافقت نہیں تو اور کیا ہے کہ ہمارے قول و فعل میں تضاد ہے۔ اسی منافقت کا شکار اسلام ہے۔ جب کوئی صداقت نعرہ بن جاتی ہے تو وہ مسخ ہو جاتی ہے۔ ہمارے ہاں اسلام نعرہ بن چکا ہے۔ پاکستان میں اسلام کا نام سکہ رائج الوقت کی طرح چلتا ہے لیکن عوام کو بنیادی ضرورتیں بھی مہیا نہیں۔ عوام کے ساتھ طرح طرح کی زیادتیاں کی جاتی ہیں۔ قائداعظمؒ کی آنکھ بند ہوتے ہی پاکستان کی سیاست جھوٹ کا پٹارہ بن کر رہ گئی ہے۔ قائداعظمؒ کے بعد سیاست بالعموم یہی ہے کہ کوئی سیاستدان عوام الناس کو جس قدر زیادہ سبز باغ دکھا کر بے وقوف بنائے گا وہ اسی قدر بڑا سیاستدان ہوگا۔ عوام کو عدل و انصاف نہیں ملتا۔ لوگوں کے ذاتی مسائل حل نہیں ہوتے۔ چور بازاری، سمگلنگ، اقربا پروری، بے روزگاری، چوری، اغوا، ڈکیتی، زنا، شراب نوشی غرض وہ کونسی برائی ہے جو یہاں موجود نہیں۔ ہوا یہ ہے کہ یہاں اسلام کو صرف ذاتی مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ جب ادنیٰ درجے کے مفادات کے حصول کے لیے اعلیٰ اقدار (اسلام) کو ذریعہ بنایا جائے گا تو ظاہر ہے اس کے

نتائج خراب ہی نکلیں گے۔ زندگی کا کوئی شعبہ لے لیجیے اسی کا یہی حال ہے۔ مثلاً تعلیمی ادارے دیکھ لیجیے۔ ہمارے ہاں تعلیمی اداروں میں اسلام کا نام بہت ہے لیکن طالبِ علم، علم سے دور بھاگتے ہیں۔ جس مقصد کے لیے تعلیمی ادارے قائم کیے جاتے ہیں، وہ مقصد پورا نہیں ہو رہا۔ ہمارے تعلیمی ادارے پاور حاصل کرنے کا ذریعہ بن کر رہ گئے ہیں۔ اور لڑکوں کو، جو ظاہر میں طالب علم کہلاتے ہیں، اوٹ پٹانگ مشاغل سے دلچسپی رہ گئی ہے۔

مولانا روم نے کیا خوب کہا ہے:

علم را بر دل زنی یارے بود
علم را بر تن زنی مارے بود

آج ہماری یہی حالت ہے۔ ہم مغرب (یورپ و امریکہ) کے شعائر اور افکار و اقدار سے متاثر ہو کر انھیں اپنی زندگی میں رائج کرتے ہیں اور ساتھ ہی خود کو مسلمان کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہماری زندگیوں میں اسی منافقت کی ہے جو رچ بس گئی ہے۔ ہم یہ بات بھول جاتے ہیں کہ اس طرح ہم اسلامی شعائر اور افکار و اقدار میں مغربی کھوٹ ملا دیتے ہیں اور اپنی زندگیوں میں تحریف شدہ اسلام رائج کر کے، اصل اسلام سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ تو اس حالت میں اگر ہم اقوامِ عالم میں پس ماندہ رہ گئے ہیں تو حیرت نہ ہونی چاہیے۔ خدا کا فرمان ہے کہ:

ترجمہ: ''بیشک اللہ تعالیٰ اس قوم کی حالت کو تبدیل نہیں کرتا جب تک کہ وہ خود اس کو تبدیل نہ کرے۔'' (الرعد)

جسے مولانا ظفر علی خاں نے سادہ مگر بلیغ انداز میں یوں نظم کیا ہے:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

یہ بات زندگی کے اجتماعی اور فردی دونوں پہلوؤں پر حاوی ہے۔ ہمیں اسی صداقت کو ہر آن مدنظر رکھنا پڑے گا۔ خاص طور پر اس وقت جب کہ مغرب اپنی مادہ پرستی سے بیزار ہو کر مشرق کے سینے سے حرارت کا متلاشی ہے۔ اسلامی ممالک میں ہر ایسی کوشش، جس کا مقصد افراد و قوم کی نگاہ کو جغرافیائی حدود سے بالاتر ہو کر ان میں ایک صحیح اور قومی اسلامی سیرت کی تجدید یا تولید ہو، قابلِ احترام ہے۔ بقول علامہ اقبال:

خیز و اندر گردش آور جامِ عشق

❀❀

16- ماحولیاتی آلودگی اوراس سے بچاؤ کی تدابیر

کرّہِ ارض پر ایسے اَن گنت قدرتی عوامل ہر آن برسرِ پیکار رہتے ہیں جن کی وجہ سے ہمارا ماحول مسلسل تبدیلیوں سے دوچار رہتا ہے۔ ماحول پر منفی اثرات کے حامل قدرتی عوامل کا حل تو خود قدرت کے پاس موجود ہے اوران عناصر کے زیرِ اثر جونہی ماحولی توازن میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے تو یہ بگاڑ خودکار نظام کے تحت متوازن حالت میں آجاتا ہے کیونکہ یہ نہ صرف قدرت کا منشا ہے بلکہ بقائے حیات اور قدرتی ماحول کے استحکام کا موجب ہے۔ البتہ ایسے قدرتی عوامل کا، جو انسانی سرگرمیوں کے باعث پیدا ہوتے ہیں اور قدرتی ماحول کو برباد ہونے کا سبب بنتے ہیں، علاج کرنا بھی قدرت نے انسان ہی کو سونپ رکھا ہے۔ اگر انسان قدرتی ماحول کو بگاڑنے ہی میں لگا رہے اور اسے متوازن حالت میں رکھنے کی تدبیریں نہ کرے، تو اس کا نقصان بھی انسان ہی کو برداشت کرنا پڑتا ہے، چہ جائیکہ وہ انسان کی ہلاکت کی صورت ہی میں کیوں نہ ہو۔

یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ اپنے آرام وسکون کے لیے خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرداں اور اپنی ذہنی صلاحیتوں کی بدولت اپنے اردگرد کے ماحول میں تغیر وتبدل کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ اس نے اپنے سائنسی علوم اور تحقیقات کو بروئے کار لاتے ہوئے نت نئی دریافتیں اور بے شمار ایجادیں کیں، جنھوں نے دنیا کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ کائنات کا اصول ہے کہ فطرت کی تباہی کبھی ترقی کی بنیاد نہیں بن سکتی۔ اسی حقیقت کے پیشِ نظر جوں جوں انسان ترقی کی منازل طے کرتا گیا، فطرت تباہی کی طرف بڑھتی گئی اور اس تلخ حقیقت کا ادراک بھی انسان کو اس وقت ہوا جب اس کے اپنے ہاتھوں دنیا تباہی کے کنارے آن کھڑی ہوئی ہے اور اس ضمن میں صنعتوں کی توسیع پسندی کے رجحان اور مال وزر کی حرص نے بعض عناصر کو اس حد تک اندھا کر دیا ہے کہ انھوں نے اپنے تمام فرائض کو فراموش کر کے قدرتی ماحول کا ستیاناس کر کے رکھ دیا ہے۔

قدرتی وسائل کی کم یابی اور ماحول کی آلودگی ہر چند بین الاقوامی سطح کا مسئلہ ہے، تاہم قدرتی وسائل کے ضیاع کو روکنا اور ماحول کو آلودگی سے پاک رکھنا بھی علیحدہ طور پر ہر ملک اور اس کے عوام کی ذمہ داری ہے۔ پاکستان میں بھی بالخصوص تمام بڑے بڑے شہروں میں یہ مسئلہ سنگین سے سنگین تر ہوتا جا رہا ہے اور ہم میں سے بیشتر لوگ خطرے کی شدت سے پوری طرح آگاہ ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ سب زرعی وصنعتی اور گھریلو آلودگی اور قدرتی وسائل کے بے دریغ استعمال کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ چنانچہ ماحول کو مزید خرابی سے بچانے کے لیے، قبل اس کے کہ بقول شیخ سعدی ندا آئے کہ ''فلاں

نماند'' ہم پر لازم آتا ہے کہ ہم اپنی اپنی دسترس میں رہ کر محتاط رویہ اپنائیں، غفلت شعاری کو یک قلم ترک کر دیں، اپنی اپنی ذمہ داریوں کو نظر انداز کر کے اس کا بوجھ دوسروں کے کندھوں پر نہ ڈالیں اور حسبِ حال اقدام کریں کہ ماضی کے نقصانات کی بھی تلافی ہو جائے اور مستقبل کے خدشات سے بھی بچیں۔

عناصرِ فطرت کی بنیاد پر ماحولیاتی آلودگی کو چند اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے جن میں فضائی آلودگی، آبی آلودگی، زمینی آلودگی اور شور کی آلودگی زیادہ اہم ہیں۔ ذیل کی سطور میں پنجاب کے شہروں اور بڑے بڑے دیہات کے پس منظر میں ان کا سرسری جائزہ لیا جاتا ہے۔

فضائی آلودگی

قدرتی طور پر کرّہِ ارض کے اردگرد گیسوں کا ایک غلاف موجود ہے، جس میں نائٹروجن، آکسیجن، کاربن ڈائی آکسائیڈ اور دیگر گیسیں بلحاظ وزن ایک خاص تناسب سے فضا کا حصہ بنتی ہیں اور بقائے حیات کے لیے ضروری ہیں۔ مگر بے تحاشا انسانی آبادی اور چاروں طرف صنعتوں کے پھیلاؤ کی وجہ سے فضا میں ان گیسوں کا تناسب بگڑ گیا ہے اور فضا میں مختلف قسم کی مضرِ صحت گیسیں جمع ہو گئی ہیں، جن کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ صنعتی چمنیوں سے نکلنے والی گیسیں، ٹریفک کی لاتعداد گاڑیوں اور خشت سازی کے بھٹوں سے نکلنے والا دھواں، کچے راستوں اور شکستہ سڑکوں پر موٹر گاڑیوں کی آمدورفت سے اٹھنے والے گرد وغبار کے بادل فضا کو آلودہ کر دیتے ہیں۔ یہ آلودگی متاثرین کی صحت پر نہایت مضر اثرات مرتب کرتی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ فضائی آلودگی سے نباتات بھی بری طرح متاثر ہوتی ہیں اور قریبی عمارات کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔

معدنی ایندھن کے بے تحاشا استعمال کی وجہ سے فضا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی کثرتِ مقدار توازن سے کہیں زیادہ بڑھ کر فضائی آلودگی کا سبب بنتی ہے۔ اس توازن کے بگڑنے سے تمام وافر کاربن ڈائی آکسائیڈ فضا کی گیسی غلاف میں ایک دبیز تہ کی صورت میں جمع ہو جاتی ہے۔ یہ تہ سورج کی روشنی سے حاصل ہونے والی حرارت کو اس گیسی غلاف سے باہر نہیں نکلنے دیتی۔ اس اثر کے تحت گزشتہ کچھ سالوں سے ہمارے یہاں کے اوسط درجہ حرارت میں اضافہ ہوا ہے۔ ماحولیاتی سائنس دانوں کے مطابق درجہ حرارت میں یہ اضافہ دوررس ماحولیاتی تبدیلیاں لانے کا بھی محرک ہو سکتا ہے۔

فضائی آلودگی سے کثافت زدہ ماحول نہایت مہلک ہوتا ہے، جس کے خوفناک نتائج سامنے آسکتے ہیں۔ جن سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ کچھ ممالک کی طرح ہم بھی اپنے معدنی ایندھن کا متبادل تلاش کریں۔ مثلاً شمسی توانائی، پانی اور ہوا کی قوت سے حاصل شدہ توانائی کا استعمال نہ صرف معاشی اعتبار سے سودمند ہوگا بلکہ اس طرح فضائی آلودگی میں بھی خاطر خواہ کمی واقع ہوگی۔ اس کے علاوہ فضائی آلودگی سے نجات کے لیے ضروری ہے کہ ان صنعتوں میں، جو فضائی آلودگی

کا زیادہ سبب بنتی ہیں، فاضل گیسوں کے کیمیائی معالجے کے لیے پلانٹ نصب کیے جائیں اور یہ کام ٹھوس بنیادوں اور حکومتی سطح پر ہو۔ اسی طرح موٹر گاڑیوں کے زہریلے دھوئیں کے اثرات سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ایک تو سیسے سے مبرا پٹرول کے استعمال کو فوقیت دی جائے، دوسرے گاڑیوں کو درست حالت میں رکھا جائے اور دھواں دینے والی گاڑیوں کو قانون کی گرفت میں لیا جائے۔ درخت قدرت کا انمول عطیہ ہیں، جو فضا میں موجود کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کر کے صحت مند آکسیجن خارج کرتے ہیں۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسی جگہوں پر، جہاں کارخانوں کی بہتات ہے یا کثرت سے گاڑیاں استعمال ہوتی ہیں، کثرت سے درخت پیدا کیے جائیں۔ علاوہ ازیں کارخانوں کی وجہ سے فضا کو آلودگی سے بچانے کا سہل طریقہ یہ ہے کہ کارخانے آبادی سے زیادہ سے زیادہ فاصلے پر لگائے جائیں اور کارخانوں کے اردگرد اور آبادی کے درمیان بہتات سے درخت لگائے جائیں۔ ہم بے احتیاطی سے فصلوں پر کیڑے مار ادویات کی صورت میں زہر چھڑک کر اپنی اور دوسروں کی زندگی اجیرن بنا دیتے ہیں، اس بارے میں ضابطوں سے ہرگز تجاوز نہ کرنا چاہیے۔

آبی آلودگی

صاف پانی قدرت کا ایک ایسا عطیہ ہے جو اگر میسر نہ ہو تو انسان چند دنوں سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ بیشتر صنعتوں خاص طور پر چمڑا سازی، شکر سازی، کپڑا سازی، کھاد، ادویات، کاغذ اور گتہ بنانے کے کارخانوں میں پانی کا بہت زیادہ استعمال ناگزیر ہے۔ استعمال کے بعد بچا کچھا آلودہ پانی یا تو کھلی زمین پر پھینک دیا جاتا ہے، جہاں سے یہ رِس رِس کر زیرِ زمین پانی سے جا ملتا ہے یا آہستہ آہستہ بخارات بن کر فضا میں شامل ہو جاتا ہے یا پھر پبلک سیورتج کے ذریعے یا براہِ راست صاف کیے بغیر اسے کسی ندی نالے یا دریا میں ٹھکانے لگا دیا جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال دریائے راوی کی ہے، جس میں تمام بڑی بڑی صنعتوں کے فالتو آلودہ پانی کے علاوہ لاہور کی آبادی کا تمام کثیف پانی بغیر صاف کیے پھینک دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے آبی جانداروں کا زندہ رہنا دشوار ہو گیا ہے۔ جب یہ آلودہ پانی بہتا ہوا زیریں علاقوں کی طرف پہنچتا ہے، جہاں اسے فصلوں کو سیراب کرنے اور پینے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، تو اس کی آلودگی انسانی صحت پر اثر انداز ہوتی ہے۔

جب دریاؤں، ندی نالوں اور جوہڑوں میں صنعتی مادے حد سے تجاوز کر جائیں تو یہ بہت سی خطرناک بیماریاں پھیلانے کا موجب بنتے ہیں، جن سے بچے اور بوڑھے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ پاکستان پلاننگ کمیشن کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں چالیس فی صد اموات آلودہ پانی کے استعمال کی وجہ سے ہوتی ہیں اور اسی بنا پر پاکستان میں پیدا ہونے والے دس فی صد بچے ایک سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں اور یہ بڑی تشویش کی بات ہے۔

آبی آلودگی سے بچاؤ کے لیے ضروری ہے کہ صنعتی آلودگی اور دیگر عوامل کی وجہ سے روز افزوں بگڑتی ہوئی

صورتِ حال کو کنٹرول کیا جائے۔ ان صنعتوں پر، جو پانی کا وافر استعمال کرتی ہیں اور آلودہ پانی کو بغیر صاف کیے ٹھکانے لگاتی ہیں، کڑی قدغن لگا دی جائے کہ وہ فوری طور پر آلودہ پانی کی صفائی کے خاطر خواہ انتظامات کریں اور معالجی پلانٹ لگائیں۔ چھوٹے بڑے شہروں میں نکاسیِ آب کا نظام عمدہ نہ ہونے کی وجہ سے گندا پانی جگہ جگہ کھڑا نظر آتا ہے۔ سیورتج سسٹم میں کوڑا کرکٹ پھینکنے سے پائپ بند ہو جاتے ہیں، جس سے ہر طرف گندگی پھیل جاتی ہے۔ چنانچہ لازم ہے کہ سیورتج کے نظام میں اصلاح کی جائے اور سیورتج کے پانی کو، اس کی آلودگی کم کیے بغیر، ندی نالوں اور دریاؤں میں نہ پھینکا جائے۔ ان اقدام سے خاصی حد تک آبی آلودگی میں کمی واقع ہو سکتی ہے۔

زمینی آلودگی

زمینی آلودگی میں فضا اور پانی کو آلودہ کرنے والے عوامل بھی کارفرما ہیں۔ علاوہ ازیں صنعتی ٹھوس فاضل مواد، گھروں اور تجارتی علاقوں کا کوڑا کرکٹ، سیورتج اور نالوں کی صفائی کے نتیجے میں گار کی شکل میں حاصل ہونے والا کوڑا کرکٹ، تعمیراتی کاموں اور عمارتوں کی توڑ پھوڑ سے حاصل ہونے والا ملبہ نیز مویشیوں اور بار برداری کے لیے استعمال ہونے والے جانوروں کا فضلہ اکٹھا کر کے گلیوں اور سڑکوں کے کنارے ڈھیر کر دیا جاتا ہے۔ ان ڈھیروں کو اگر فوری طور پر شہروں، قصبوں اور دیہات سے باہر منتقل کر کے مناسب طور پر ٹھکانے نہ لگایا جائے تو یہ ڈھیر نہ صرف علاقے کے جمالیاتی حسن کو برباد کرتے ہیں بلکہ ان سے پیدا ہونے والی بدبو اور جراثیم ماحول کو آلودہ کرتے اور انسان کے لیے خطرہ بن جاتے ہیں۔ ان سے نہ صرف یہ کہ انسانی صحت متاثر ہوتی ہے بلکہ انسان کے لطیف جذبات اور اس کی تخلیقی صلاحیتوں پر بھی منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ غلاظت اور گندگی کے ان ڈھیروں کی وجہ سے وبائی امراض پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہر آن لاحق رہتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ مکھیوں، مچھروں، چوہوں، لال بیگ اور دوسرے حشرات کی افزائش گاہ بن جاتے ہیں، جن کی موجودگی میں انسانی زندگی دردِ سر ہو جاتی ہے۔

دینِ اسلام میں، جس کے ہم سب پیرو ہیں، صفائی اور پاکیزگی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ حدیثِ مبارک ہے کہ: ''صفائی نصف ایمان ہے۔'' چنانچہ بحیثیت مسلمان ہم پر لازم آتا ہے کہ ہم اپنے جسم کے علاوہ اپنے اپنے گھروں اور گلی محلوں کو صاف ستھرا اور ماحول کو پاکیزہ رکھیں۔ اپنے گھروں کا کوڑا کرکٹ اکٹھا کر کے باہر گلی میں نہ پھینکیں۔ کیونکہ اس طرح یہ کوڑا کرکٹ نہ صرف ہمسایوں اور راہ گیروں کے لیے پریشانی کا موجب بنتا ہے بلکہ حفظانِ صحت کے اصولوں اور ہماری دینی و اخلاقی تعلیمات کے سراسر منافی ہے۔ ہم میں سے بعض ناسمجھ کوڑا کرکٹ سیورتج میں بہا دیتے ہیں، جو سیورتج کے بند ہو جانے کا سبب بنتا ہے، اور اس سے سیورتج کا گندہ پانی مین ہولوں سے باہر ابل کر تمام علاقے میں پھیل جاتا ہے۔ چنانچہ ایک ذمہ دار شہری ہونے کے ناتے ہمیں چاہیے کہ اپنے گھر کا آڑ کباڑ اکٹھا کرنے کے لیے ڈسٹ بن استعمال کریں اور بعد میں اسے مقامی انتظامیہ کی طرف سے بنائے گئے نزدیکی فلتھ ڈپو میں ڈال دیں تا کہ انتظامیہ کا مقرر

کردہ عملہ اسے وہاں سے مقررہ اوقات میں آبادی سے دور منتقل کر سکے اور اس طرح ہمارا گھر بار اور گلی محلہ غلاظت اور گندگی سے محفوظ اور ماحول کثافت اور آلودگی سے پاک رہ سکے۔

یوں تو دنیا میں کوڑے کرکٹ کو ٹھکانے لگانے کے بہت سے طریقے ہیں مگر ہمارے ہاں ان پر اٹھنے والے اخراجات کے پیش نظر زیادہ تر آبادی کے نشیبی حصوں کی بھرائی کرنا، نباتاتی کھاد بنانا اور کوڑے کرکٹ کو جلانے کے طریقے رائج ہیں۔ ان میں سے کسی بھی طریقہ کی کامیابی کا انحصار اس کے مطلوبہ نتائج، مقامی ضروریات اور مالی لحاظ سے اس کے قابل عمل ہونے پر ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ ہم اس کے لیے ٹھوس منصوبہ بندی کریں اور پنجاب کے تمام بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں کوڑے کرکٹ کے استعمال سے بائیو گیس پلانٹوں کے ذریعے سے توانائی حاصل کریں۔ اس طرح ہمیں دوہرا فائدہ حاصل ہوگا یعنی کوڑا کرکٹ بھی تلف ہو جائے گا اور گھریلو اور صنعتی استعمال کے لیے توانائی بھی میسر آ جائے گی۔

شور کی آلودگی

شور ناپسندیدہ، بلند اور بے ہنگم آوازوں کا نام ہے۔ سائنسی ایجادات مثلاً: ریڈیو، ٹیلی وژن، لاؤڈ اسپیکر اور موٹر گاڑیاں وغیرہ بے حد شور پیدا کرتی ہیں۔ صنعتی مشینوں سے پیدا ہونے والا شور نہ صرف صنعتی کارکنوں بلکہ قرب وجوار میں رہائش پذیر افراد پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ ماہرینِ نفسیات کے مطابق شور کام اور آرام کرنے اور پرسکون ماحول میں خلل کا سبب ہی نہیں بنتا بلکہ یہ انسانی نفسیات اور صحت پر بھی گہرے منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔ عام مشاہدے کی بات ہے کہ بڑے شہروں میں جہاں شور وغوغا زیادہ ہوتا ہے، لوگ نفسیاتی طور پر اونچا بولنے لگتے ہیں۔ شور زدہ ماحول میں روزانہ مسلسل کئی گھنٹے گزارنے والے افراد سرگرانی، کراہت، چڑچڑا پن، اعصابی تناؤ، ذہنی کھنچاؤ، امراضِ قلب اور عارضی یا مستقل طور پر بہرے پن کا شکار ہو سکتے ہیں۔

ہر چند شور سے مکمل بچاؤ ناممکن ہے تاہم اس میں ممکنہ حد تک کمی کی جا سکتی ہے۔ اس کے لیے لازم ہے کہ خواہ مخواہ شور پیدا کرنے کا موجب نہ بنا جائے۔ اس کے علاوہ موٹر سائیکلوں، رکشوں اور موٹر گاڑیوں کو درست حالت میں رکھا جائے اور ان کے سائیلنسر ٹھیک ہوں اور ہارن کے بیجا استعمال کی مذمت کی جائے۔ صنعتوں میں مشینری کو مناسب حالت میں رکھا جائے اور شور پیدا کرنے والے کارخانوں میں شور جذب کرنے والے آلات نصب کیے جائیں۔ عمارتوں میں ایسا میٹریل استعمال کیا جائے جس میں گونج پیدا کرنے کے بجائے آواز جذب کرنے کی صلاحیت ہو۔ ہوائی اڈوں، ریل کی پٹڑیوں، سڑکوں اور فیکٹریوں کے اردگرد بہتات سے گھنے درخت لگائے جائیں کیونکہ درخت بھی قدرتی طور پر شور جذب کرنے کی عمدہ صلاحیت رکھتے ہیں۔

ماحولیاتی آلودگی کے دیگر عوامل

متذکرہ بالا ماحول آلودکنندگان کے علاوہ کئی دیگر عوامل بھی ماحولیاتی آلودگی میں کارفرما ہیں، جن میں تابکاری مارے بھی ماحول کی آلودگی کا باعث بنتے ہیں۔ موجودہ دور میں جوہری توانائی کا استعمال فروغ پا رہا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں نیوکلیئر پلانٹ سیکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ان پلانٹوں اور ایٹمی بجلی گھروں کے فضلات کو انتہائی محفوظ طریقے سے ٹھکانے نہ لگایا جائے تو یہ بہت خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ نیوکلیائی تنصیبات میں اتفاقی یا تخریبی حادثوں، فضا میں نیوکلیائی دھماکوں یا تجربات سے شعاعی آلودگی پھیلتی ہے جس کے مضر اثرات نہ صرف کافی عرصہ تک قائم رہتے ہیں بلکہ یہ نسل در نسل منتقل ہوتے رہتے ہیں۔

آبادی میں حد سے زیادہ اضافہ بھی ماحولیاتی آلودگی کا ایک محرک ہے۔ تمام دنیا میں آبادی میں اضافے کی باعث قدرتی وسائل پر بوجھ بڑھ رہا ہے۔ خوراک کی قلت شدت اختیار کر گئی ہے اور بے گھر اور بے روزگار افراد کی تعداد میں اضافہ روز افزوں ہے۔ اسی بنا پر تیسری دنیا میں آبادی میں اضافے کو کم کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ تاہم ایک افسوناک حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ملک میں آبادی میں اضافے کی شرح ترقی یافتہ ممالک کی نسبت کہیں زیادہ ہے جب کہ یہ امر واضح ہے کہ آبادی میں ایک حد سے زیادہ اضافہ کسی بھی ملک کی ترقی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ اور اس کے ماحول کی آلودگی کا اہم ترین سبب ہے۔ آبادی میں اضافے کی شرح کو کم کرنے کے لیے دوسرے اقدام کے علاوہ ضروری ہے کہ ملک میں شرح خواندگی میں اضافہ کیا جائے جب کہ ہمارے ملک میں خواندگی کی شرح شرمناک حد تک کم ہے۔

انسان کے اردگرد کا ماحول اس کی فطرت کی عکاسی کرتا ہے۔ صحت مند انسانوں سے صحت مند معاشرے جنم لیتے ہیں۔ صحت کی قیمت پر کوئی بھی ترقی خوش آئند نہیں ہوا کرتی۔ انسان دوستی اور پائیدار معاشرے کے شفاف تصور کے لیے ہر شخص کو، جہاں تک اس کی دسترس ہے، اپنا فرض ادا کرنا ہوگا۔ چنانچہ ہم پر لازم آتا ہے کہ ہم اپنی ضرورتیں اس طرح پوری کریں جن سے وسائل پر کم سے کم بوجھ پڑے۔ یہ نہ ہو کہ ہمارے آج کے آرام وآسائش کا خمیازہ ہماری آنے والی نسلوں کو بھگتنا پڑے۔ اس کی ابتدا کا پہلا، آسان اور سب سے مناسب راستہ یہ ہے کہ ہم ماحولیات کے بنیادی اصولوں کی پیروی کرتے ہوئے پانی، توانائی اور باقی سب چیزوں کو کفایت سے استعمال کریں۔ اگر ماحول کی تبدیلی موجودہ رفتار سے جاری رہی تو زیادہ امکان یہی ہے کہ آنے والی نسلوں کے لیے تباہ و برباد شدہ ماحولیاتی نظام ہی باقی رہ جائے گا۔

17- دیہات سے شہروں کی طرف نقلِ مکانی کا رجحان، اسباب اور سدِ باب

دنیا کے ہر خطے اور ہر ملک کا معاشرہ دیہات اور شہر میں مقیم لوگوں سے وجود میں آتا ہے۔ دیہاتی زندگی کی خصوصیات شہری زندگی سے مختلف ہوتی ہیں۔ دونوں کے مثبت اور منفی، روشن اور تاریک پہلو اتنے واضح ہیں جن سے کوئی ذی شعور شخص انکار نہیں کر سکتا۔ دیہاتی اور شہری زندگی کے اپنے اپنے فوائد اور نقصانات ہیں۔ اپنے اپنے مسائل اور وسائل ہیں۔ اپنی اپنی سہولتیں اور صعوبتیں ہیں۔ ان کا ہمیشہ سے موازنہ کیا جاتا رہا ہے۔ اگر ہم دیہات کے روشن پہلوؤں کا جائزہ لیں تو ہمارے سامنے جو مظاہر آتے ہیں وہ یہ ہیں کہ دیہات میں حُسنِ فطرت کی فراوانی ہوتی ہے۔ فطرت کو اپنے اصلی رنگ روپ میں دیکھنا ہو تو گاؤں سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں۔ انگریزی زبان کا قول ہے کہ ''دیہات خدا نے بنائے اور شہر انسان نے تعمیر کیے''۔ دیہات کے صبح و شام کے مناظر قابلِ دید ہوتے ہیں۔ یہ مناظر اس قدر دلکش، دل آویز اور دل فریب ہوتے ہیں کہ انسان کا دل چاہتا ہے ان مناظر کو دیکھتا ہی چلا جائے اور انھیں اپنے قلب و نظر میں سمیٹ لے۔ لہلہاتے، گنگناتے کھیت، ہرے بھرے سایہ دار درخت، کھلی فضائیں اور مشامِ جاں کو معطر کر دینے والی ہوائیں، گاؤں والوں کے لیے عطیۂ خداوندی ہیں، بقول احسان دانش:

واہ رے دیہات کے سادہ تمدّن کی بہار
سادگی میں بھی ہے کیا کیا تیرا دامن زرنگار
دل یہ کہتا ہے فراقِ انجمن سہنے لگوں
شہر کی رنگینیاں چھوڑوں یہیں رہنے لگوں

عمومی مشاہدہ ہے کہ شہر کے لوگ شہر کی ہنگامہ پرور، مضطرب اور بے سکون زندگی سے اکتا کر سکون، اطمینان اور آسودگی کی تلاش میں دیہات کا رخ کرتے ہیں اور اقبال کے اس استفہامیہ شعر کو اپنا رہنما بنا لیتے ہیں کہ:

حُسن بے پروا کو اپنی بے نقابی کے لیے
ہوں اگر شہروں سے بَن پیارے تو شہر اچھے کہ بَن؟

دیہات کا ماحول آلودگی اور غلاظت سے پاک ہوتا ہے۔ دیہاتی کھلی فضا اور سادہ مکانات میں رہتے ہیں۔ محنت، مشقت کرتے ہیں۔ تازہ اور خالص غذا استعمال کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شہریوں کی نسبت زیادہ صحت مند اور توانا ہوتے ہیں۔ وہاں نہ تو کسی کو بلڈ پریشر ہوتا ہے اور نہ ہی شوگر۔

دیہاتیوں کی زندگی میں تصنع، تکلف، بناوٹ، ریا کاری، دکھاوا اور مکر و فریب نہیں ہوتا۔ وہ اخلاص و ایثار کا پیکر ہوتے ہیں۔ وہ طبعاً قناعت پسند ہوتے ہیں۔ وہ طمع، لالچ اور حرص و ہوس سے مبّرا ہوتے ہیں۔ وہ اپنی قسمت اور مقدر پر صابر و شاکر رہتے ہیں، اس لیے طمانیت کی نعمت سے سرفراز ہوتے ہیں۔ دیہات کے لوگ بہت مہمان نواز اور ملنسار ہوتے ہیں۔ وہ نہ صرف ایک دوسرے کی خوشیوں اور غموں میں برابر کے شریک ہوتے ہیں بلکہ پورا گاؤں ایک خاندان کے پیکر میں ڈھلا ہوتا ہے۔ ایک گھر کا مہمان تمام گھروں کا مہمان تصور کیا جاتا ہے اور اس کی فراخ دلی سے بلکہ اپنی استطاعت سے بڑھ کر خاطر تواضع کی جاتی ہے۔ دیہاتی سستی اور کاہلی سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔ چاق و چوبند کسان تمام اہلِ وطن کے لیے ہر موسم کی فصلیں اگاتے ہیں۔ دھرتی کی مانگ سجاتے ہیں۔ ریگ زار کو گل و گلزار بناتے ہیں۔ بقول الطاف حسین حالی:

وہ تھکتے ہیں اور چین پاتی ہے دنیا
کماتے ہیں وہ اور کھاتی ہے دنیا

حالی کی طرح حفیظ اور جوش ملیح آبادیؔ نے بھی اپنی منظومات میں دیہاتی ماحول کی نہایت عمدگی سے ترجمانی کی ہے۔ ان منظومات کے مطالعے سے دیہات کا حسن و جمال مزید نکھر کر ہمارے سامنے آتا ہے۔ حفیظ جالندھری کی نظم جلوۂ سحر ایک بند دیکھیے، دیہات کے مناظر، ایک متحرک فلم کی طرح نگاہوں میں گھوم جاتے ہیں:

کسان اٹھ کھڑے ہوئے مویشیوں کو لے چلے
کہیں مزے میں آ گئے
تو کوئی تان اڑا گئے
یہ سرد شبنمی ہوا یہ صحت آفریں سماں
یہ فرش سبز گھاس کا یہ دل فریب آسماں
بسے ہوئے ہیں پریت میں
ہیں محو ان کے گیت میں
کہاں ہیں شہر کے مکیں وہ بے نصیب اٹھے نہیں
کسان اٹھ کھڑے ہوئے مویشیوں کو لے چلے

جب ہم دیہات کے تاریک پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہیں تو دیہاتیوں کی سب سے بڑی محرومی جو ہمارے سامنے

آتی ہے وہ تعلیم کا فقدان ہے۔ تعلیمی سہولتوں کی کمی ہے۔ اسی طرح صحت کی جدید سہولیات سے بھی دیہات کے لوگ محروم ہیں۔ ملازمت اور کاروبار کے بھی انھیں بہت ہی کم مواقع میسر آتے ہیں۔ انھیں آمد و رفت میں بے پناہ دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دیہاتیوں کو تفریح کے وافر مواقع میسر نہیں آتے۔ اس کے برعکس جب شہر کے روشن پہلوؤں کو سامنے رکھا جائے تو حیرت کے در وا ہوتے چلے جاتے ہیں۔

شہری زندگی کا سب سے بڑا امتیاز اور افتخار تعلیمی سہولتوں کی فراوانی ہے۔ شہریوں کو اپنے بچوں کو بہتر سے بہتر تعلیم دلانے کے مواقع مُیسر ہوتے ہیں۔ ان تعلیمی سہولتوں سے استفادہ کر کے نئی نسل نہ صرف آگہی اور شعور کی روشنی سے فیضیاب ہو رہی ہے بلکہ اعلیٰ مناصب تک رسائی بھی حاصل کر رہی ہے۔ شہروں میں طبی سہولتیں عام ہیں، ہر طرح کے مرض کا مداوا موجود ہے ہر قسم کی بیماری کے Specialist ڈاکٹرز موجود ہیں۔ دیہاتیوں کو مہلک امراض کی صورت میں شہروں کا رخ کرنا پڑتا ہے۔ انھیں اپنے بچوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے بھی شہروں میں بھیجنا پڑتا ہے۔ مختلف سرکاری محکموں کے دفاتر شہروں میں واقع ہیں۔ بڑی بڑی صنعتیں بھی یقیناً شہروں میں موجود ہیں جس کی وجہ سے ملازمت اور کاروبار کے وافر مواقع بھی شہروں میں میسر ہیں۔ دیہاتوں سے شہروں کی طرف وسیع پیمانے پر منتقلی کے بڑے بڑے محرکات میں یہی تعلیم، طبی، کاروباری اور ملازمتی سہولتیں ہیں۔ دنیا کے تمام ممالک میں انھی عوامل نے (Urbanization) یعنی شہریانے کے عمل کو فروغ دیا ہے۔

بنیادی ضروریاتِ زندگی کی گھر کی دہلیز پر فراہمی شہری زندگی کا مثبت پہلو ہے جس کی اہمیت اور افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ دیہاتوں کی نسبت شہروں میں آمد و رفت کی بہترین سہولتیں میسر ہیں جس کی وجہ سے نقل و حمل میں آسانی رہتی ہے۔ شہروں میں مختلف قسم کی تفریحی سہولتیں مثلاً سینما، تھیٹر، ٹی وی، پارک اور باغات عام ہوتے ہیں۔ چنانچہ لوگ جب کام سے اکتا جاتے ہیں تو ان تفریحات سے اپنا دل بہلا سکتے ہیں۔ صبح کی سیر انسانی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے ناگزیر ہے۔ شہروں میں Walking Tracks کی موجودگی نے صبح کی سیر میں بہت بڑی سہولت پیدا کر دی ہے۔

رواداری، وسعتِ قلبی، تحمل اور قوتِ برداشت باشعور شہری زندگی کی نمایاں خصوصیت ہے جو یقیناً زن، زر، زمین کے تنازعات میں جکڑی دیہاتی زندگی میں مفقود ہے۔ شہری زندگی کی تمام تر خوبیوں اور خصوصیات کے باوجود اُس کی خامیوں سے بھی صرفِ نظر کرنا ممکن نہیں ہے۔

شہری زندگی میں فرصت اور فراغت کے لمحات موجود نہیں ہوتے۔ شہری گوناگوں مصروفیت میں جکڑے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے مہینوں انھیں اپنے آپ سے بھی ملاقات کا موقع بھی میسر نہیں آتا۔ ایک دانشور کا قول ہے:

''جتنا بڑا شہر ہوتا ہے اتنی بڑی تنہائی ہوتی ہے۔''

اس وقت ہمارے شہروں کو بڑھتی ہوئی آبادی، بے ہنگم ٹریفک، اور ماحولیاتی آلودگی جیسے سنگین اور سفاک مسائل کا سامنا ہے۔ شہری مشینی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہر طرف نفسانفسی کی کیفیت غالب ہے۔ باہمی ہمدردی اور ایک دوسرے کے دکھ کا احساس موجود نہیں رہا۔ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شراکت کے لیے کسی کو فرصت کے لمحات میسر نہیں ہیں۔

بقول شاعر:

ہے اگرچہ شہر میں اپنی شناسائی بہت
پھر بھی رہتا ہے ہمیں احساسِ تنہائی بہت

آئے دن شہر کے رہنے والوں کو صاف پانی کی عدم فراہمی اور رہائشی سہولتوں کے فقدان کا سامنا رہتا ہے۔ مندرجہ بالا سطور میں ہم نے دیہاتی اور شہری زندگی کا موازنہ پیش کیا ہے۔ اس موازنے کی روشنی میں وہ اسباب اظہر من الشمس ہیں جن کی وجہ سے دیہات سے شہروں کی جانب نقل مکانی کے رجحان کو حالیہ برسوں میں بہت فروغ ملا ہے۔ اگر ہماری حکومتیں وسائل کا رخ دیہاتوں کی جانب کر دیں۔ دیہاتوں میں صنعتیں لگانے کے عمل کو اولین ترجیح بنائیں۔ تعلیمی اور طبی مسائل اور مشکلات کا سدِ باب کریں۔ دیہات میں واقع تعلیمی اداروں کو ضرورت کے مطابق اساتذہ فراہم کریں۔ دیہاتی سکولوں میں جدید سائنسی سامان سے آراستہ لیبارٹریاں اور لائبریریوں کو تازہ کتابوں کی فراہمی یقینی بنائیں۔ دیہی مراکزِ صحت کو ڈاکٹرز اور ادویہ سے محروم نہ رہنے دیں تو یقینی طور پر شہروں کی طرف دیہات کے مکینوں کی نقل مکانی کو روکا جا سکتا ہے۔ وسیع پیمانے پر اس نقل مکانی سے پیدا ہونے والے متنوع مسائل سے نمٹا جا سکتا ہے۔ ہمیں ایک منصوبہ بندی کے ذریعے شہری اور دیہی زندگی کی سہولیات کو متوازن بنانے کی اشد ضرورت ہے۔ اس توازن کے بغیر مستقبل کا منظر نہایت بھیانک ہو سکتا ہے۔ شہری منصوبہ بندی کے ماہرین سے مشورہ کر کے ہمیں ٹھوس اور نتیجہ خیز اقدامات اٹھانے کی اشد ضرورت ہے تاکہ سُرعت انگیز اور برق رفتار Urbanization کا سدِ باب کیا جا سکے۔ اس موضوع کے اختتام پر شاید یہ شعر سب سے برمحل رہے گا:

چپکے سے اپنے گاؤں کو واپس چلا گیا
بڑھنے لگے تھے شہر سے کچھ رابطے غلط

18- قانون، انصاف اور معاشرہ

قانون عربی زبان کالفظ ہے جس کا مفہوم ہے قاعدہ، ضابطہ یا اصول۔ انگریزی میں قانون کے لیے لفظ LAW مستعمل ہے جو ایک قدیم جرمن لفظ LAG سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ایک قائم یا ہموار شے ہے۔ یہ لفظ انگریزی میں عام طور پر ایسے قاعدہ یا کلیہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو یکساں ہو یا جس پر عمل کیا جانا ہو۔ قانون (LAW) ان قواعد وضوابط کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے جو انسانی طرزِ عمل کی رہنمائی کرتے ہیں۔ قوانین انفرادی اور اجتماعی طرزِ عمل کو محیط ہوتے ہیں۔ انفرادی قوانین کا تعلق انسانی ضمیر اور نیت کے ساتھ ہے جب کہ اجتماعی طرزِ عمل سے متعلق فیصلے معاشرتی قوانین کے زمرے میں آتے ہیں۔ معاشرتی قوانین کا اظہار رسم ورواج اور روایات کے ذریعے ہوتا ہے۔ ان کا نفاذ رائے عامہ کے ذریعے کیا جاتا ہے اور ان کی خلاف ورزی کرنے والوں کو معاشرتی تضحیک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ معاشرتی قوانین ریاست میں شہریوں کے طرزِ عمل اور رویے کو کنٹرول کرتے ہیں۔ قوانین ریاست بناتی ہے اور حکومت کی طاقت سے ان کو نافذ کیا جاتا ہے۔

مختلف ماہرینِ قانون نے مختلف انداز میں قانون کی تعریف بیان کی ہے:

رچرڈ آسٹن (Richard Austin) اسے حاکم وقت کا حکم قرار دیتا ہے۔ سر ہنری مین (Heneryman) نے قوانین کی بنیاد رسم ورواج پر قائم کی ہے۔ جیمز ولسن (James Wilson) کے مطابق قانون ہمارے مُسلّم افکار وعادات کا وہ حصہ ہے جسے حکومت کی طاقت اور اختیار کی مکمل حمایت حاصل ہو۔ معاشرہ اس وقت معرضِ وجود میں آیا جب افراد نے مل جل کر رہنے کی خواہش کو عملی جامہ پہنایا۔ عقل وشعور کی بدولت انسان نے افراد کے معاملات کو سلجھانے کے لیے کچھ ضابطے وضع کیے۔ یہی اصول وضوابط قانون کہلائے۔ قانون کی اہمیت اور افادیت سے کوئی باشعور شخص انکار نہیں کرسکتا۔ قوانین معاشرے اور ریاست کے درمیان تعلق کو مستحکم اور پائیدار بناتے ہیں جب کہ لاقانونیت کی وجہ سے معاشرہ تباہ وبرباد ہو جاتا ہے۔ انسان کی اصلاح اور معاشرے کی بقا قانون کے عملی نفاذ کے بغیر ناممکن ہے۔ جدید دور میں معاملات کی نوعیت میں بڑی تبدیلیاں رونما ہو چکی ہیں۔ مختلف مکاتیب فکر کے مابین ٹکراؤ اور تصادم کو روکنے کے لیے قوانین کا موثر نفاذ ضروری ہے۔

قوانین کے نفاذ کے حوالے سے دو نظریات ہمیشہ سے معاشرے میں کارفرما رہے ہیں: ایک نظریۂ خوف اور دوسرا نظریہ تحفظ۔ انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنے اور معاشرے کے تحفظ کے لیے قانون کا حصار قائم کرتا ہے تاکہ وہ

راحت اور سکون سے زندگی بسر کرسکے جب کہ خوف انسان کو مختلف جرائم کے ارتکاب سے روکتا ہے۔ اس طرح قانون کے نفاذ سے شرفا کو تحفظ میسر آتا ہے اور خوف کی وجہ سے خلاف ورزی کرنے والوں کو سزائیں ارتکاب جرم سے روکتی ہیں۔

معاشرتی زندگی قانون کی حکمرانی کے بغیر رواں نہیں رہ سکتی۔ مختلف افراد کی زندگی کا انحصار ایک دوسرے پر ہے۔ قانون ہی وہ واحد راستہ ہے جو حقوق وفرائض متعین کرکے جیو اور جینے دو کا درس دیتا ہے۔ اگر تمام افرادِ معاشرہ اپنے فرائض ایمان داری سے بجالائیں تو کچھ شک نہیں کہ امن اور سکون قائم ہو جائے۔ انسانی تہذیب وتمدن میں قانون کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ انسان نے حالات وواقعات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے عقل وشعور کی مدد سے نئے نئے قوانین بنائے۔ جن کا بنیادی مقصد حیوانی جبلت پر کنٹرول تھا۔ حکومتی معاملات کی انجام دہی میں اہم اور بنیادی کردار ادا کرنے والے تین بڑے ادارے ہوتے ہیں۔ ان میں ایک قانون سازی کرنے والا ادارہ مقنّنہ ہے، دوسرا مجلس قانون ساز (مقنّنہ) کے مرتب کردہ قوانین کو ان کی روح کے مطابق نافذ کرنے اور انتظام مملکت چلانے والا ادارہ انتظامیہ ہے۔ حکومت کا تیسرا بڑا ادارہ عدلیہ ہے جس کا مقصد ریاست میں عدل وانصاف قائم کرنا ہے۔ حکومت کی اعلیٰ کارکردگی کا دارومدار اور انحصار نظامِ عدل پر ہوا کرتا ہے۔ ایک فرد اور دوسرے فرد کے درمیان ایک فرد اور ریاست کے درمیان حقوق وفرائض کا توازن قائم رکھنا اور ان کے درمیان عدل وانصاف کو قائم کرنا عدلیہ کی حقیقی ذمہ داری ہے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے کہ عدلیہ ہی انصاف کا سرچشمہ ہوتی ہے۔ یہ ادارہ آزادی، برابری اور سماجی انصاف کا قابلِ تقلید اور قابلِ تحسین نمونہ ہونا چاہیے۔ قانون کی حکمرانی اور بالادستی اس ادارے کی آزادی کے بغیر ممکن نہیں ہوتی۔ اس ادارے کی بہترین کارکردگی کی وجہ سے ہی اس کا وقار بلند ہوتا ہے۔ معاشرے سے ہر قسم کی بدعنوانی کا خاتمہ عدلیہ کے متحرک کردار کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس لیے اس ادارے کو ہر وقت متحرک اور فعال رہنا چاہیے۔

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ تہذیبِ انسانی ازل سے عدل وانصاف کے قیام کے لیے سرگرداں رہی ہے۔ انسانیت کے لیے انبیا ورسل کا پیغام محبت واخوت رہا ہے۔ محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں جس اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھی، سماجی انصاف اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ شرفِ عظیم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف قانونی عدل قائم کیا بلکہ سماجی انصاف کا بھی بول بالا فرمایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حقوق وفرائض، سیاسی اور معاشی امور میں واضح ہدایات متعین فرمائیں اور اس کی عملی مثالیں پیش فرمائیں۔ یہ تمام ہدایات تمام دنیا کے لیے عدل وانصاف کا سرچشمہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی نہایت احترام سے لیا جاتا ہے جس کا واضح ثبوت قانون کی عظیم درس گاہ لنکزان

(Lincolns Inn) میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی بطور قانون بخشنے والا کے ثبت ہے۔ اس تحریر کو دیکھ کر قائداعظم محمد علی جناح نے اس مؤثر درس گاہ میں داخلہ لیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سماجی انصاف کے لیے ترغیب اور تلقین کا رویہ بھی اختیار فرمایا۔ اس طرح ہمہ گیر نظامِ عدل کو انسانی ضمیر اور خارجی عوامل کی مضبوط بنیادوں پر قائم کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضمیر کی بیداری اور خارجی قوت کی مدد سے بنی نوع انسان کو غلط روی سے روکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو تعلیم دی کہ کوئی شخص کسی پر ظلم نہ ڈھائے، زور آور کمزور کو آنکھیں نہ دکھائے، مال دار مفلس کو ذلیل اور حقیر نہ سمجھے۔ انصاف کو طاقت اور مال و دولت کی میزان پر نہ تولا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''جس معاشرے میں باہمی خیر کے قیام اور شر کے مٹانے کی سعی نہیں کی جاتی ہے وہ بالآخر ہلاک ہو جاتا ہے۔'' آپؐ نے ان امور کی نشان دہی فرمائی جو سماج کے لیے مہلک ہیں۔ مثلاً: بدگمانی، تجسس، حسد، بغض، ناجائز حمایت، غلط سفارش، غیبت اور جھوٹی گواہی وغیرہ۔ قانون کی حکمرانی اور انصاف کی کارفرمائی کے لیے آپ نے ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کی تعلیم دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کی سماجی حیثیت کا تعین فرمایا اور قوانین کو بطور ماں، بیٹی، بہن اور بیوی وہ حقوق عطا فرمائے جن کا آج کے متمدن عہد میں بھی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ قانونِ وراثت کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کے حقوق کا تحفظ فرمایا۔ مدینہ میں تشریف آوری پر اہلِ مدینہ کو میثاقِ مدینہ کی شکل میں سماجی انصاف کی قانونی دستاویز عطا فرمائی۔

قرآن مجید ہمیں عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے، فرمانِ خدا ہے:

ان اللہ یامرکم بالعدل والاحسان

ایک اور مقام پر ارشادِ ربانی ہے:

''اور جب تم بات کہو تو عدل سے کہو، خواہ تمھارا قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔''

پھر ارشاد ہوتا ہے:

''کسی قوم کی دشمنی تمھیں بے انصافی پر آمادہ نہ کرے۔ عدل کرو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدل و انصاف کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ تاریخ ایسی نظائر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ جب قبیلہ مخزوم کی فاطمہ نامی ایک عورت نے چوری کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ہاتھ کاٹنے کی سزا دی اور فرمایا ''خدا کی قسم اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کو بھی ہاتھ کاٹنے کی سزا

دیتا۔'' ایک موقع پر ایک یہودی اور مسلمان کے درمیان تنازع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودی کے حق میں فیصلہ کر کے ثابت کر دیا کہ عدل و انصاف کی فراہمی ہر چیز پر فوقیت رکھتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام خلفائے راشدینؓ نے معاشرے میں عدل و انصاف کے نفاذ کو یقینی بنایا اور ہر قیمت پر ریاست کے ہر شہری کو انصاف فراہم فرمایا۔ اس حوالے سے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے فیصلے قابلِ تحسین اور قابلِ تقلید ہیں۔

یاد رکھیے کہ انصاف قائم کرنے والی اقوام ہمیشہ سرخرو اور سربلند رہتی ہیں۔ برطانوی وزیراعظم چرچل نے انصاف کے حوالے سے ایک تاریخی جملہ کہا تھا جس کا یہاں حوالہ ناگزیر ہے:

''اگر میرے ملک میں انصاف ہو رہا ہے تو ہم کبھی جنگ نہیں ہار سکتے۔''

معاشرے میں جب تک انصاف اور قانون کی حکمرانی کو یقینی نہیں بنایا جائے گا، ہمارا معاشرہ بدامنی، بدحالی اور عدم تحفظ کا شکار رہے گا۔ تمام انسانیت کی فلاح و بہبود استحکام اور سلامتی کا دارومدار عدل و انصاف کی بے روک ٹوک فراہمی پر ہے۔ دورِ قدیم سے لے کر دورِ جدید تک معاشرے عدل و انصاف اور قانون کی حکمرانی کے ذریعے پروان چڑھے ہیں اور آیندہ بھی معاشرے اسی اصول پر زندہ اور پایندہ رہیں گے۔ ہمارے نزدیک عدالتی فیصلوں میں تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔ ججز کی تعداد بڑھا کر بروقت عدالتی انصاف کو ممکن بنانا حکومت کی اولین ذمہ داری ہے۔ عدلیہ کے منصفانہ فیصلے ہی معاشرے میں امن و امان کو یقینی بنا سکتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ ایک دوسرے کے ساتھ ہر ممکن تعاون کریں۔ اس کے بغیر ہمہ گیر ملکی ترقی محض ایک خوابِ سراب بن کر رہ جائے گی۔ بقول عطاء الحق قاسمی:

ان اندھیروں میں بھی منزل تک پہنچ سکتے ہیں ہم
جگنوؤں کو راستہ تو یاد ہونا چاہیے

ظلم بچے جن رہا ہے کوچہ و بازار میں
عدل کو بھی صاحب اولاد ہونا چاہیے

19- مشترکہ خاندانی نظام......خوبیاں اور خامیاں

خاندان معاشرے کی بنیادی اکائی ہے۔اس اکائی کی مضبوطی پر معاشرتی استحکام کا دارومدار ہوتا ہے۔خاندان احساسِ اپنائیت، احساسِ یگانگت، احساسِ ملکیت اور احساسِ تحفظ کا نام ہے۔

مشرقی معاشرے میں مشترکہ خاندانی نظام کی روایت ہمیشہ سے موجود رہی ہے۔مشترکہ خاندانی نظام عموماً دادا پردادا، والدین، بچوں، پوتوں اور پوتیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔اس طرح ایک خاندان کے تمام افراد میں قلبی احساسات کے رشتے موجود ہوتے ہیں۔ان کے دل ایک ساتھ دھڑکتے ہیں۔ان کے دکھ سکھ غم اور مسرتیں مشترک ہوتی ہیں۔ان کے مابین دولت، جائیداد اور ملکیتِ زمین میں اشتراک گہرے اور مضبوط رشتے کی بنیاد بن جاتی ہے۔کچھ عرصہ قبل تک پاکستان میں مشترکہ خاندانی نظام مضبوطی سے قائم تھا مگر اب عالمگیریت اور شہری زندگی میں نئے رجحانات کی شروعات کے بعد اس نظام میں دراڑیں پڑنا شروع ہوگئی ہیں اور اس کی بجائے جدید اصطلاح میں نیوکلیئر سسٹم (Nuclear Family System) نے جگہ بنانا شروع کردی ہے۔

مشترکہ خاندانی نظام کے حوالے سے ہر فرد کے ذاتی تجربات مختلف ہیں۔جو لوگ اس کی حمایت کرتے ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ اس نظام میں خاندان کے تمام افراد ایک دوسرے کا مالی بوجھ Share کر لیتے ہیں۔اس نظام میں قدیم معاشرتی اقدار اور روایات پر سختی سے عمل کیا جاتا ہے۔مختلف رشتوں میں ادب و احترام کے جذبات مستحکم ہوتے چلے جاتے ہیں اور کوئی فرد بھی اس سے سرِ مُو انحراف کی جرأت نہیں کرسکتا۔یہ نظام معاشرتی بنیادوں کو مزید مضبوط بناتا ہے۔خاندان کے افراد کے درمیان وابستگی کو پیوستگی میں بدل دیتا ہے۔اس نوعیت کے نظام میں شادی بیاہ کے معاملات خاندان کے بزرگوں کے مابین خوش اسلوبی سے طے پا جاتے ہیں۔اس طرح طے پا جانے والے رشتوں میں میاں بیوی بہت جلد ذہنی اور فکری ہم آہنگی محسوس کرنے لگتے ہیں۔جب کہ اجنبی خاندان میں شادی بیاہ کے معاملات طے پا جانے کے بعد بہت سے معاشرتی اور نفسیاتی مسائل سر اٹھاتے ہیں جس کی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان ذہنی اور فکری ہم آہنگی کا فقدان ہوتا ہے اور بعض اوقات نوبت طلاق تک جا پہنچتی ہے۔طلاق کے نتیجے میں خاندانی اکائی بکھر بکھر جاتی ہے اور اولاد طرح طرح کے مسائل میں گھر جاتی ہے۔اس طرح کی کیفیت کے لیے عمرانیات کی اصطلاح (Broken Houses) رائج ہے۔ہر خاندان کی مخصوص وراثتی خصوصیات اور عادات ہوتی ہیں جو کسی دوسرے خاندان کے ساتھ شادی بیاہ کی صورت میں ناقابلِ یقین پریشانیوں کا باعث بن جاتی ہیں۔زندگی گزارنا ایک آرٹ ہے جب کہ مشترکہ خاندانی نظام میں زندگی

بسر کرنا فائن آرٹ ہے۔اس میں رشتوں کی نزاکت اور احساس کا احترام ناگزیر ہو جایا کرتا ہے۔بقول شاعر: ''ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو'' جیسی کیفیت کا ہر لمحے سامنا کرنا پڑتا ہے۔احساسات اور جذبات کی کم و بیش ہم آہنگی مشترکہ خاندانی نظام کی اساس ہے۔اس کی عدم موجودگی میں اس کی کامیابی کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔مشترکہ خاندانی نظام کی تحلیل پر خالد احمد کے یہ شعر کتنے برجستہ اور برمحل ہیں، ملاحظہ فرمائیے:

بچپن کے یہ اک کھیل میں تعمیر ہوا تھا
اے ریگِ رواں! تھم، یہ گھروندا نہیں، گھر ہے
وہ شہر بسا تھا، اسی چاہت کے کنارے
وہ شہرِ محبت اسی چاہت کی ڈگر ہے
وہ کھیت، وہ کھلیان، وہ آنگن، وہ منڈیریں
اک قریۂ ویراں کہ پسِ گردِ سفر ہے

مشترکہ خاندانی نظام ایک نعمت ہے یا ایک زحمت، یہ بحث ایک عرصے سے جاری ہے اور جاری رہے گی کیوں کہ اس حوالے سے ہر شخص کے اپنے اپنے مشاہدات اور تجربات ہیں۔جب ہم اس نظام کی خامیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمارے سامنے سب سے پہلی خامی یہ آتی ہے کہ معاشی بوجھ اٹھانے میں اشتراک کی وجہ سے آہستہ آہستہ ہر فرد اپنی اپنی معاشی ذمہ داریوں سے پہلو تہی کرنے لگتا ہے۔اپنے آپ کو Relax محسوس کرنا شروع کر دیتا ہے۔سچی بات تو یہ ہے کہ مشترکہ خاندانی نظام میں کوئی فرد بھی خوش دلی سے دوسرے فرد کا معاشی بوجھ نہیں اٹھا رہا ہوتا ہے۔وہ یہ فرض بڑی حد تک بادلِ نخواستہ پورا کر رہا ہوتا ہے۔مشترکہ خاندانی نظام میں آہستہ آہستہ ہر فرد معاشی جدوجہد میں دلچسپی لینا چھوڑتا چلا جاتا ہے اور بالآخر ایک عضوِ مُعطل بن کر رہ جاتا ہے۔بعدازاں یہ صورتِ حال خاندان کے افراد میں Tension اور ذہنی دوری کا سبب بن جایا کرتی ہے۔آہستہ آہستہ بُعدِ نسل (Generation Gap) کی وجہ سے نئی نسل اپنے بزرگوں سے اجنبیت بلکہ مغائرت محسوس کرنے لگتی ہے۔یہ دوری مشترکہ خاندانی نظام کو دیمک کی طرح اندر سے چاٹ جاتی ہے۔بقول احمد ندیم قاسمی:

دیمک تنے کو چاٹتی جاتی تھی اور ہم
کتنے مگن شجر کی نگہبانیوں میں تھے

مشترکہ خاندانی نظام میں اختلافِ رائے کو بہت کم برداشت کیا جاتا ہے اور اس امر کو بزرگوں کی توہین سمجھا جاتا

ہے کیونکہ اس نظام میں بزرگوں کی ہر بات کو حکم کا درجہ حاصل ہوتا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے خاندان سے وابستہ افراد میں تعلقات کی خلیج گہری ہوتی چلی جاتی ہے جو بالآخر تصادم پر منتج ہوتی ہے۔

مشترکہ خاندانی نظام میں بزرگوں کا احترام سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اس نظام کی مضبوطی کا انحصار سب سے زیادہ بزرگوں کے احکامات پر ہوتا ہے۔ افراد کو احتراماً اُن کے احکامات کی بلا چون و چرا تعمیل کرنا پڑتی ہے۔

میڈیا نے آج کی نسل کے احساسات کو بہت تیز دھار کر دیا ہے۔ وہ چھوٹی چھوٹی بات کو نہایت شدت سے محسوس کرتی اور اسے اپنی انفرادی آزادی پر قدغن خیال کرتی ہے۔ مشترکہ کاروبار کی صورت مشترکہ خاندانی نظام کے افراد میں اختلاف رائے آہستہ آہستہ ذاتی مخاصمت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ صرف ایک کنبے پر مشتمل Nuclear Family System کا نظام اس کا بہترین حل ہے۔ اس نظام میں ہر فرد کو اپنی زندگی اپنی ترجیحات کے مطابق گزارنے کی آزادی مُیسر ہوتی ہے۔ مغربی تہذیب کے زیرِ اثر اب یہ نظام اپنی جڑیں ہمارے ہاں مضبوطی سے استوار کر چکا ہے۔

ہر فرد اپنی زندگی خود جینا چاہتا ہے، وہ کسی بزرگ کا دست نگر نہیں رہنا چاہتا۔ جدید صنعتی تہذیب نے اس کے فکر و نظر میں بنیادی تبدیلیاں پیدا کر دی ہیں۔ اس کے لیے مشترکہ خاندانی نظام کی ضابطہ پسندی میں اپنی مرضی اور خواہش کی زندگی گزارنا تقریباً ناممکن ہو چکا ہے۔ عالمی اور قومی سطح پر معاشرتی رجحانات تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں۔ مشترکہ خاندانی نظام سب سے زیادہ ان بدلتے رجحانات کی زد میں ہے۔ اب وہ دن گئے جب مشترکہ خاندانی نظام کی برکات کو شاعر اس طرح ماضی پرستانہ انداز میں یاد کیا کرتے تھے۔

یہ تھا میرے گھر کا آنگن
آؤ کھیلیں بچپن بچپن
اس کونے میں تھا ماں کا چولھا
اور وہاں تھا میرا جھولا
واں بابا کا تخت تھا جس پر
سجدے ثبت تھے روشن روشن
آؤ کھیلیں بچپن بچپن

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہم پاکستانیوں نے مشترکہ خاندانی نظام قدیم ہندوستان سے وراثت میں پایا ہے۔

طبی نقطۂ نگاہ سے اس نظام کا جائزہ لیا جائے تو بھی یہ نظام مکمل طور پر ناکام ہو چکا ہے۔ اس نظام کی وجہ سے خاندان میں پائی جانے والی موروثی بیماریاں اگلی نسلوں تک منتقل ہوتی چلی جاتی ہیں۔ چنانچہ اب ماہرینِ صحت دوسرے خاندانوں میں شادی کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی مزید کئی پہلوؤں کی نشان دہی کی جاسکتی ہے۔

ہمارا نقطۂ نظر ہے کہ جدید دور میں قدیم مشترکہ خاندانی نظام زیادہ دیر تک اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتا۔ تبدیل ہوتے سماجی حقائق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے صرف ایک کنبے پر مشتمل خاندانی نظام (Nuclear Family System) ہی بہترین اور قابلِ عمل حل ہے۔ بچوں اور بچیوں کو شادی کے بعد الگ کر دینا ہی مناسب اور موزوں رہے گا۔ وہ آزادانہ اپنی فیملی لائف گزاریں اور اپنی مرضی کے معمولاتِ حیات اپنائیں، ورنہ آئے دن سماجی مسائل جنم لیتے ہی رہیں گے۔

بقول شاعر:

بالآخر تھک ہار کے یارو ہم نے یہ تسلیم کیا
اپنی ذات سے عشق ہے سچا، باقی سب افسانے ہیں

❀❀

20- دیانت داری، ہماری اولین قومی ضرورت

ستاروں کی وحدت سے کہکشاں، چراغوں کی وحدت سے چراغاں اور قطروں کی وحدت سے بحرِ بیکراں جنم لیتا ہے اسی طرح افراد سے اقوام تشکیل پذیر ہوتی ہیں۔ امانت، دیانت اور صداقت جیسی بنیادی انسانی صفات سے متصف افراد ہی مضبوط اور مستحکم قوم کے سانچے میں ڈھل جایا کرتے ہیں۔ امانت، دیانت اور صداقت سے عاری افراد مضبوط، سر بلند اور سرفراز قوم کی تشکیل میں مانع ہوتے ہیں۔ کسی قوم کے افراد کی دیانت داری وہ نمایاں خوبی ہے جس کی وجہ سے وہ قوم اقوام عالم میں اپنی منفرد شناخت وضع کر لیتی ہے۔ کسی قوم کا ایک فرد چاہے ڈاکٹر ہو یا انجینئر، معلم ہو یا متعلم، آجر ہو یا اجیر، جج ہو یا وکیل، سیاست دان ہو یا سفارت کار، اپنے شعبے اور پیشے کے ساتھ اُس کی دیانت دارانہ وابستگی متعلقہ قوم کی مضبوطی کی شرطِ اولین ہے۔

ایک دیانت دار اور اعلیٰ اخلاقی اصولوں کے علمبردار قائد محمد علی جناحؒ کی قیادت میں ہماری قوم نے وطنِ عزیز پاکستان حاصل کیا۔ اس قوم کے ہر فرد کو اپنے دیانت دار اور ایمان دار قائد کی شخصی خوبیوں کا عکاس ہونا چاہیے تھا اور ہماری

قوم کو اپنے بااصول قائد کے ارشادات کی عملی تفسیر ہونا چاہیے تھا مگر افسوس ایسا نہ ہوسکا۔ دنیا بھر میں پاکستانی قوم کی پہچان اس کی بددیانتی اور دھوکا دہی بن چکی ہے۔ ہمارے کوچہ و بازار سے لے کر سرکاری دربار تک ہر طرف بدعنوانی نے اپنے پنجے مضبوطی سے گاڑ لیے ہیں۔ بددیانتی کے مختلف مظاہر ہم قومی زندگی کے ہر شعبے میں واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ نہ تو ہمارا ڈاکٹر دیانت دار ہے اور نہ ہی انجینئر، نہ ہمارا آجر دیانت دار ہے اور نہ ہی تاجر، نہ ہمارا معلم دیانت دار ہے اور نہ ہی متعلم۔ دکان دار اشیائے ضرورت میں ملاوٹ کو نہ جرم سمجھتا ہے اور نہ ہی گناہ۔ اکیڈمیوں میں تعلیم بک رہی ہے اور عدالتوں میں انصاف، مسجدوں میں دین کی تجارت ہو رہی ہے تو مدرسوں میں تعلیم کو جنسِ تجارت بنا دیا گیا ہے۔ بقول انور مسعود:

یہی انداز دیانت ہے تو کل کا تاجر
برف کے باٹ لیے دھوپ میں بیٹھا ہوگا

سب سے پہلے ہم تجارت سے وابستہ طبقے کا ذکر کرنا چاہیں گے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جو تاجر جس جنس کی تجارت سے وابستہ ہے، وہ اپنی اپنی توفیق کے مطابق اس میں بددیانتی کا ارتکاب کیے جا رہا ہے۔ مسلمان ہونے کے ناتے وہ جس دین کا کلمہ پڑھ چکا ہے، اس نے اس کی بنیادی تعلیمات کو فراموش کر دیا ہے۔ اسلام کا ضابطۂ اخلاق تجارتی لین دین میں خداترسی اور دیانت داری کے جذبات کو فروغ دیتا ہے۔ تجارت کے حوالے سے قرآن حکیم کی واضح ہدایت یہ ہے کہ:

"اے ایمان والو! اپنے اموال کو آپس میں باطل کی راہ سے نہ کھاؤ بلکہ باہمی رضامندی سے تجارت کی راہ سے نفع حاصل کرو۔" (النساء)

اس آیتِ قرآنی کے ذریعے ربِ کائنات نے معیشت کے ان تمام ذرائع کو ممنوع کر دیا ہے جو ظلم و زیادتی اور دوسروں کی حق تلفی پر مبنی ہوں۔ تجارت اور معیشت کے دائرے میں بددیانتی ہماری قومی شناخت بن چکی ہے۔ پاکستان کی برآمدات کے معیار کو ہمیشہ شک و شبے کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے کیوں کہ ہر چیز میں آمیزش اور ملاوٹ ہمارا قومی طرزِ عمل بن چکا ہے۔ منافع خوری کے رجحان اور ہوسِ زر نے ہم سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں سلب کر لی ہیں۔ ہمارے برآمد کنندگان نے بارہا انھی عادات کی وجہ سے عالمی سطح پر قومی وقار کو خاک میں ملایا ہے۔ Honesty ہمارے لیے محض ایک پالیسی نہیں ہے بلکہ یہ ہمارے ایمان اور عقیدے کا مسئلہ ہے۔ اس کے باوجود ہم نے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی سے اسے خارج کر دیا ہے۔ عبادات کے ساتھ معاملات میں بھی اخلاص، ایثار، اور دیانتداری ناگزیر ہے ورنہ دوسری صورت میں ہماری عبادات ایک تصنع، تکلف اور دکھاوا رہیں گی۔

سرکاری واجبات کی عدم ادائیگی، بدترین قسم کی بدعنوانی اور بددیانتی بحیثیت قوم ہم نے اپنا طرزِ حیات بنا لیا

ہے۔ جو جتنا بڑا بددیانت ہے وہ اتنے بڑے منصب پر فائز ہے۔ رشوت کا لین دین، بینکوں سے لیے گئے قرضوں کی معافی، مالیاتی فراڈ، اختیارات کا ناجائز استعمال، فرائضِ منصبی کی ادائیگی میں غفلت، بددیانتی کی مختلف شکلیں ہیں جنھیں ہماری قوم نے "دین ایمان" سمجھ کر اپنا لیا ہے۔

دین سے دوری، اخلاقی زوال، دولت کے حصول کی اندھا دھند دوڑ بلند و بالا معاشرتی مراتب (Social Status) تک رسائی کی شدید خواہش ہمارے ہاں بددیانتی کی بنیادی وجوہات ہیں۔

سیاست دان ہمارے معاشرے کا سب سے بااثر طبقہ ہے۔ ہمارے ہاں اس طبقے نے بددیانتی کے نئے ریکارڈ قائم کیے ہیں۔ جعلی ڈگریوں کے بل بوتے پر ذرائع کے استعمال کو روا سمجھتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر سرزمینِ وطن کے غدار ہیں۔ احسان دانش نے یقیناً اسی مخلوق کے بارے میں کہا ہے:

محنت کا صلہ اہلِ خیانت سے نہ مانگو
مردے کبھی قبروں کی کھدائی نہیں دیتے

اقتدار کے ایوانوں میں پہنچ کر یہ لوگ ملکی خزانے کو شیرِ مادر سمجھ کر ہڑپ کر جاتے ہیں۔ ان کا مقصدِ حیات ہر قیمت پر حصولِ منصب اور حصولِ زر رہے۔ مولانا ظفر علی خاں نے سیاست دانوں کے حوالے سے کیا خوب کہا ہے:

حیرت سے تک رہی ہے شریفوں کی آبرو
ڈھالے ہیں سیم و زر نے کمینے نئے نئے

ملک میں ہونے والے ہر جرم کا کھرا انھی سیاست دانوں کے گھروں تک جا پہنچتا ہے۔ انھوں نے بددیانتی کو اداراتی حیثیت دے دی ہے۔ ہمارے بیشتر ڈاکٹرز ہسپتال میں کسی مریض کو مناسب وقت نہیں دیتے اور نہ ہی اس کی کے علاج پر توجہ دیتے ہیں۔ البتہ اپنے پرائیویٹ کلینکس میں مریضوں کی لوٹ مار کو روا رکھتے ہیں۔ میڈیکل ریپس اور میڈیسن کمپنیوں سے ملی بھگت کر کے مریضوں کی جیبیں خالی کرا لینا/ کاٹ لینا ان کے نزدیک پیشہ ورانہ بددیانتی نہیں ہے۔ رزقِ حلال سے منہ موڑ کر ان مسیحاؤں نے دیانت داری کے اپنے الگ معیارات وضع کیے ہیں۔

موت کے یہ تاجر اپنے مقدس پیشے کی بنیادی اقدار و روایات کو فراموش کر چکے ہیں۔ ہمارے انجینئر سرکاری تعمیرات میں غیر معیاری مواد (Material) استعمال کرتے ہوئے شرم محسوس نہیں کرتے۔ سرکاری تعمیرات کے انہدام سے واقع ہونے والی تمام اموات کے ذمہ دار یہی تعلیم یافتہ حضرات ہیں۔

امتحانات میں بوٹی مافیا کا راج، پریکٹیکلز میں تعلقات کے ذریعے استحقاق سے زائد نمبروں کا حصول، پیپر

مارکنگ میں ممتحن کی بددیانتی، ہمارے کھوکھلے تعلیمی نظام کے منہ پر طمانچہ ہے۔ بددیانتی کے اس سیلاب کے آگے بند باندھنے کے لیے جو حکومتی ادارے قائم کیے گئے تھے وہ اہلِ اقتدار کے مفادات کی بھینٹ چڑھ گئے ہیں۔ نیب (National Accountability Bureau) کے دیانتدار چیئرمین کی تعیناتی میں ہماری حکومت نے ہمیشہ لیت و لعل سے کام لیا ہے۔

بلاشبہ دیانت داری ہماری اولین قومی ضرورت ہے، ورنہ ہماری مکمل تباہی یقینی ہے۔ ہر سطح کے نصابات میں انقلابی تبدیلیاں لاکر نئی نسل کی ذہنی اور فکری تطہیر ناگزیر ہو چکی ہے۔ نصابی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کا اہتمام بھی ضروری ہے تاکہ آنے والے دور میں جب یہ نسل ملکی امور کی باگ ڈور سنبھالے تو امانت اور دیانت کو اپنا شعار بنائے۔

موجودہ حکومت اور ہر آنے والی حکومت کا فرضِ اولین یہ ہے کہ قومی اداروں کے سربراہ ایسے افراد کو بنائے جو مسلمہ طور پر دیانت دار ہوں اور انھیں ہر طرح کا ریاستی تحفظ فراہم کرے۔ قبضہ مافیا اور بھتہ خوروں کا پاکستان کے ہر شہر سے مکمل استیصال بہت ضروری ہے۔ ان مافیاز نے ملکی معیشت کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ اغوا برائے تاوان کی لعنت بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے، اس پر آہنی گرفت وقت کا سب سے اہم تقاضا ہے۔ ہمارا ملک بڑی تیزی سے ناکام ریاستوں (Failed States) کی صفوں میں شامل ہونے جا رہا ہے۔ اس امر کا ہمیں قومی سطح پر احساس کر لینا چاہیے۔ قومی زوال کی پاتال میں اترنے سے قبل ہمیں دیانتداری سے اپنا محاسبہ کرنا چاہیے اور اپنے آپ کو صراطِ مستقیم پر واپس لے آنا چاہیے۔

میرے نزدیک اس مضمون کا اختتامیہ ہمارے دوست اسلم شاہد کے ان شعروں پر کیا جانا موزوں رہے گا۔ کیونکہ یہ شعر ہماری قومی معاصر صورتِ حال کے بہترین آئینہ دار ہیں:

شجر جلائے ہیں ، سرو سمن کو لوٹا ہے
یہاں پہ اہلِ چمن نے ، چمن کو لوٹا ہے
بجا کہ لٹنا مقدر تھا پر ستم یہ ہے
وطن کے بیٹوں نے اپنے وطن کو لوٹا ہے
ہیں کتنے ماہر و مشاق سب لٹیرے یہ
کہ اک چمن نہیں ، کوہ و دمن کو لوٹا ہے

❀❀

21- طنز و مزاح —— آج کی معاشرتی ضرورت

اس دُنیا میں کیا فلسفی، کیا ادیب، کیا دانشور، سب اس بات پر متفق ہیں کہ یہ دُنیا دُکھوں کا گھر ہے، دارالمحن ہے، مجموعۂ آلام ہے۔ انسان روتا ہوا دنیا میں آتا ہے اور بسورتا ہوا یہاں سے رخصت ہوتا ہے۔ غالب کے بقول تو زندگی اور غم تقریباً ہم معنی الفاظ ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان ساری باتوں کو تسلیم کر لینے کے باوجود یہی آدمی موت سے بہت پہلے ہی غم سے نجات پانے کے لیے ہر دم اور ہر پل کوشاں ہے، چاہے یہ نجات عارضی اور لمحاتی ہی کیوں نہ ہو۔ اگرچہ ان غموں اور دکھوں سے نجات کی سب سے خوب صورت اور معتبر ترکیب بھی ہمارے ایک نامور شاعر مولانا حالی نے کچھ اس طرح بتائی تھی:

میں بچا تیرِ حوادث سے نشانہ بن کر
آڑے آئی مرے تسلیم، سپر کی صورت

تسلیم و رضا کو دکھوں کی ڈھال بنا لینا چونکہ ہر آدمی کے بس کی بات نہیں لہٰذا غموں کی اس شدت میں عارضی اور لمحاتی تخفیف کے ہزاروں طریقے، ایجاد کر لیے گئے۔ کسی نے ان دکھوں کو بادہ و ساغر میں بہانے کی کوشش کی۔ کوئی اپنی مصیبتیں اور مجبوریاں کم کرنے کے لیے دوسروں کی خوشیوں کے درپے ہو گیا۔ کوئی ان دکھوں کے ہاتھوں اس قدر آزردہ ہوا کہ دیوارِ حیات ہی پھلانگ گیا اور بعض لوگوں نے تو دکھوں کی اس دھوپ کی تمازت میں کمی کرنے کے لیے محبوب کے آنچل کا سہارا لیا گویا:

آلامِ روزگار کو آساں بنا لیا
جو غم ملا ، اسے غمِ جاناں بنا لیا

آلامِ روزگار کو آسان بنانے کے ان لمحاتی، عارضی اور انفرادی طریقہ ہائے کار کے ساتھ ایک مستقل، اجتماعی اور معقول طریقہ بھی ایجاد کر لیا گیا، جسے مزاح کا نام دیا گیا اور جو زمانے کے تدریجی اور ارتقائی مراحل طے کرتے کرتے آج ایک باقاعدہ آرٹ اور تہذیب کا درجہ اختیار کر چکا ہے۔

پھر بہت سے لوگوں کا تو یہ بھی خیال ہے کہ یہ مزاح بھی اصل میں غموں اور دکھوں پر پردہ ڈالنے کا ایک حربہ

ہے۔ اصل میں تو قہقہوں کے پیچھے سے آنسو جھلملا رہے ہوتے ہیں اور دنیا بھر میں کامیاب ترین مزاح پارہ بھی اسی کو خیال کیا جاتا ہے جو آنسوؤں اور مسکراہٹوں کے سنگم پر تخلیق ہوتا ہے۔ اسی کیفیت کو پروفیسر جعفر بلوچ نے اپنے ایک مختصر سے شعر میں کس خوب صورتی کے ساتھ سمو دیا ہے:

قہقہوں سے جو غم ادا نہ ہوا
کیا ادا ہو گا دیدۂ تر سے

مزاح کی یہی کیفیت اور صورتِ حال ہی اس کا نقطۂ عروج ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد تو کائنات کی اس تخلیقی رنگا رنگی کو دیکھتے ہوئے اسے پھیکے سیٹھے انداز میں گلے لگانے سے یکسر انکار کر دیتے ہیں۔ ایسے میں یقیناً مزاح ہی ایک ایسے جذبے اور حربے کے طور پر سامنے آتا ہے جو انسان کو وقتی طور پر ہی سہی، رنج و الم کی نگری سے دور لے جاتا ہے اور اسے کائنات کے خوش رنگ چوکھٹے میں سجنے کے قابل بنا دیتا ہے۔

ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید یزدانی نے تو ہمارے معاشرتی نظام میں مزاح کی ضرورت پر اس قدر زور دیا ہے کہ ان کے خیال میں مزاح کے بغیر یہ کائنات ہی نا تمام رہتی۔

''میری نظر میں مزاح کی حیثیت ایسی فضا میں جہاں سانس لینا ضروری ہے، آکسیجن کی سی ہے۔ یہ دُنیا کے لیے کیف و سرمستی کا سرمایہ ہے اور اگرچہ کیف و نشاط کے علاوہ مزاح کے اور بھی انعامات و عنایات ہیں لیکن اس کا اصلی فرض یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ بلاشبہ بہت کم لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ اگر ہنسی دنیا سے اچانک غائب ہو جاتی تو اولادِ آدم کی زندگی کیا رنگ اختیار کر جاتی۔ ایسی صورت میں یہ تصور ہمارے سامنے آتا ہے کہ تمام روئے زمین پر ترش روئی اور بد دماغی کا غلبہ ہوتا اور خودکشی اس حد تک بڑھ جاتی کہ مردہ جسموں کے لیے مناسب جگہ باقی نہ رہتی۔''

انسان وہ واحد مخلوق ہے جسے اس دنیا میں اختیار دے کر بھیجا گیا ہے۔ حضرت علیؓ کے بقول یہ اختیار محض ایک ٹانگ اٹھانے تک محدود ہے لیکن جب کبھی یہ انسان اپنی ازلی عجلت پسندی کی بنا پر بیک وقت دونوں ٹانگیں اٹھانے کی کوشش کرتا ہے یا کسی روایتی سوچ کے نتیجے میں ممکنہ کوشش سے بھی گریزاں ہو کر ''گل محمد'' بنا رہتا ہے تو وہ زندگی کی مروج شاہراہ سے دور جا پڑتا ہے۔ ایسے میں ایک مزاح نگار ہی غیر متوازن رویوں پر چوٹ کر کے یا ان کا مضحکہ اڑا کے اسے نارمل ٹریک پر واپس لاتا ہے۔

اس کائنات میں بسر کرتے ہوئے انسان اتنا بے بس تو یقیناً ہے کہ وہ نہ ماضی کے بھدے چہرے پہ غازہ لگانے کی صلاحیت رکھتا ہے، نہ مستقبل کے خیالی اور منہ زور گھوڑے کی لگام میں تھام سکتا ہے لیکن اتنا اختیار اسے ضرور حاصل ہے کہ وہ اپنی ایک عدد مسکراہٹ سے حال کا ماحول ضرور تبدیل کر سکتا ہے۔ یہ ہم سب کا عمومی مشاہدہ ہے کہ ایک خوش اخلاق

ڈاکٹر، ایک ظریف باپ، ایک ہنس مکھ تاجر، ایک کھلکھلاتا ہوا طالب علم، ایک پھبتی باز سیاستدان، ایک ہنسوڑ اداکار، ایک پُرمزاح استاد، ایک کشادہ ظرف مبلغ، اپنے حسِ مزاح سے عاری ہم پیشہ وروں سے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ آج تک گورنمنٹ کالج لاہور میں کتنے پرنسپل آئے، عدالتی شعبہ بھی رنگا رنگ ججوں سے بھرا پڑا ہے لیکن ان میں پطرس بخاری اور جسٹس ایم آر کیانی اپنی شگفتہ مزاجی کی بنا پر سب سے منفرد و ممتاز ہیں۔

اردو ادب میں مزاح ایک ایسی آڑ ہے، جس کے سہارے تلخ سے تلخ اور ناگفتہ سے ناگفتہ بات نہایت سہولت سے کہی جا سکتی ہے۔

دنیا بھر میں انسانی تہذیبوں کے عروج و زوال کا درجہ حرارت متعین کرنے والے دیدہ وران یک زبان ہیں کہ اس دنیائے فانی میں آنکھ کھولنے والا ہر بچہ صرف ایک ہنر لے کر آتا ہے اور وہ ہنر ہے۔ ''رونا''۔ اسے ہنسی کے قرینوں سے آشنا کرنا ہی انسانی تہذیب کا درجۂ کمال ہے بلکہ مبلغینِ اخلاق تو انسان کی تمدنی تھراپی کرتے ہوئے یہاں تک کہتے ہیں: ''اعلیٰ ظرفی کا تقاضا یہ ہے کہ اگر تمھارے اردگرد رونے کی ہزاروں وجوہات بھی ہوں تو دنیا کو یہی تاثر دو کہ تمھارے پاس ہنسنے کے لاکھوں اسباب موجود ہیں'' کیوں کہ ان کا خیال ہے کہ اگر اچھے برے حالات میں زندگی گزارنا Part of Life ہے تو گھمبیر سے گھمبیر صورتِ حال میں مسکراتے رہنا Art of Life ہے۔

کہا جاتا ہے کہ وقت اور مسکراہٹ دو روایتی حریف ہیں جو ایک دوسرے کو پچھاڑنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ کارزارِ زیست میں کبھی کبھار ایسا کڑا وقت پنجوں کے بل کھڑا ہو جاتا ہے کہ مسکراہٹ کہیں دُم دبا کے بھاگ جاتی ہے:

آج سوچا تو آنسو بھر آئے
مدتیں ہو گئی ہیں مسکرائے

اور کہیں خوشی اور مسکراہٹ کا جادو ایسا سر چڑھ کے بولتا ہے کہ کج رفتار وقت اپنی رفتار بھول جاتا ہے:

بکھری جو رخ پہ زلف، وقت رک گیا
شام و سحر ہے، گردشِ شام و سحر نہیں

ہندوستان کی تاریخ میں اس کڑے وقت کی مراجعت ڈھٹائی آمیز تسلسل کے ساتھ جاری رہی ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اٹھارھویں صدی کی بربادیوں کا نوحہ میر کے قلم سے پھوٹتا دکھائی دیتا ہے:

جو اس زور سے میر روتا رہے گا
تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا

سرہانے میر کے آہستہ بولو
ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

یاں کے سپید و سیاہ میں ہم کو دخل جو ہے سو اتنا ہے
رات کو رو رو صبح کیا، یا صبح کو جوں توں شام کیا

1857ء تو خاتمِ تقویم سے پھسلا ہوا وہ بدقسمت نگیں ہے کہ جس کی نحس تاثیر سے گھبرا کر غالب جیسا حیوانِ ظریف، دل کا آزادہ اور دلی کا دلدادہ بھی جھلاّ کے کہہ اٹھتا ہے:

''ہائے دِلّی، وائے دِلّی، بھاڑ میں جائے دِلّی ......''

مزید یہ کہ:

کیوں گردشِ مدام سے گھبرا نہ جائے دل
انسان ہوں، پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں

پھر پاکستان کی تاریخ کا تو آغاز ہی فسادات کی جوالامکھی سے پھوٹتا ہے، جب ناصر کاظمی اس طرح کے سوال اٹھاتا ہے:

عمارتیں تو جل کے راکھ ہو گئیں
عمارتیں بنانے والے کیا ہوئے
یہ آپ ہم تو بوجھ ہیں زمین کا
زمیں کا بوجھ اٹھانے والے کیا ہوئے

اور انجم رومانی جیسا معتدل مزاج شاعر بھی ہتھے سے اکثر اکھڑ جاتا ہے اور رنجیدگی کے عالم میں کہتا ہے:

میرے اکھڑ پن پر مجھ کو معاف رکھیں احباب
وہ لمحے، وہ منظر دیکھے، بھول گئے آداب

تاریخ گواہ ہے کہ ان سسکتی ساعتوں میں کہیں جرأت و انشا کے چونچلے کڑی دھوپ میں خیالِ یار کی چادر کا سا کردار ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح کہیں غالب کی ظرافت، کہیں اکبرالٰہ آبادی کی شرارت اور کہیں ''اودھ پنچ'' کے طوفانی قہقہے تیرِ حوادث کے سامنے ڈھال بنتے دکھائی دیتے ہیں۔ پھر قیامِ پاکستان کا تو سارا منظرنامہ (ادب سمیت) اشک وخوں سے عبارت رہتا اگر قیامِ پاکستان کے فوراً بعد سعادت حسن منٹو، محمد خالد اختر، مشتاق احمد یوسفی، ابنِ انشا،

کرنل محمد خان، سید ضمیر جعفری، دلاور فگار، یوسف ناظم، مشفق خواجہ، اطہر شاہ خان، سید محمد جعفری، راجا مہدی علی خان، نذیر شیخ، عنایت علی خان، انور مسعود اور عطاء الحق قاسمی وغیرہ اردو ادب میں عطیۂ خداوندی کی طرح نازل نہ ہوتے۔ یہ سچ ہے کہ کسی گھر میں کوئی فرد گریہ کناں ہو تو پورا خاندان اس کی ڈھارس بندھاتا ہے، پورا خاندان کسی ابتلا کا شکار ہو جائے تو مہربان معاشرہ اس کی اشک شوئی کا فریضہ انجام دیتا ہے اور اگر خدانخواستہ پورا معاشرہ کسی ہنگامی یا دائمی آشوب میں مبتلا ہو جائے تو ایسے میں شاعر و ادیب اقوام کی ہمت بندھاتے ہیں اور مزاح نگار اس کے زخموں پہ پھاہا اور ہونٹوں پہ ہاہا رکھتے ہیں۔

مزاح ایک ایسا مفید، کارگر اور کیف آور حربہ ہے، جس سے کہیں کسی کی پیٹھ تھپکی جاتی ہے، کہیں ہارے اور افتاد کے مارے ہوئے دل جیتے جاتے ہیں اور کہیں پتھر صفت رویوں کو گداخت کرنے کا کام لیا جاتا ہے۔ معاشرے میں ہنسی اور مزاح کی اہمیت و افادیت کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ خود اللّٰہ کریم اور اس کے انبیا نے مزاح کو نہ صرف پسند کیا بلکہ متعدد مقامات پر استعمال بھی فرمایا ہے۔

ہمارے آج کے مصلحین و علما آپ ﷺ کی اس خوبصورت سنت کو فراموش کیے بیٹھے ہیں کہ بھٹکے ہوئے انسانوں کا اعتماد حاصل کرنا اور دل جیتنا شگفتہ مزاجی، ظرافت، دل لگی اور خندہ پیشانی کے بغیر تقریباً ناممکن ہے۔ ہمارے واعظین و ناصحین عوام الناس کو برے انجام اور جہنم کی آگ سے ڈرانے میں اتنا آگے نکل گئے ہیں کہ خود مولانا حالی جیسے بھلا مانس اور ناصح قسم کے شاعر کو کہنا پڑا:

واعظو! آتشِ دوزخ سے جہاں کو تم نے
یہ ڈرایا ہے کہ خود بن گئے ڈر کی صورت

جب کہ کائنات کے سب سے بڑے ناصح اور انسانیت کے محسن کا تفہیمِ زیست کا راستہ زندہ دلی اور خندہ لبی سے ہو کر گزرتا ہے۔ مختصر یہ کہ مجموعی طور پر یہ زندگی انتہائی بور اور تھکا دینے والی ہے۔ انسان عمر بھر اسے دلچسپ اور رنگین بنانے کے جتن کرتا رہتا ہے۔ لیکن ایک بات طے ہے کہ زندگی میں رنگ بکھیرنے کے جتنے بھی انداز اور اسلوب رائج ہیں، ان میں مزاح ہی سب سے زیادہ معقول، مقبول اور قابلِ قبول طریقہ ہے۔ پھر یہ بھی طے ہے کہ مزاح نگار کسی بھی معاشرے میں محض انٹرٹینر (Entertainer) ہی نہیں بلکہ اس معاشرے کا مسیحا بھی ہوتا ہے، جس کی انگلیاں ہمیشہ اس معاشرے کی نبض پر ہوتی ہیں اور دل اس کے نشیب و فراز کے ساتھ دھڑکتا ہے۔

❁❁

22- پاکستان چین اقتصادی راہداری

پاکستان اور چین کے تعلقات باہمی مفادات پر مبنی ہونے کے باوجود درحقیقت دونوں ممالک کے مابین محبت بھرے گہرے جذبات کے ترجمان ہیں اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ پاکستان چین تعلقات بحرالکاہل سے زیادہ گہرے اور کوہ ہمالیہ سے زیادہ بلند ہیں، تو یہ بالکل بجا ہے۔

پاکستان چین اقتصادی راہداری 46 ارب ڈالر مالیت کا دوطرفہ منصوبہ ہے۔ گمان ہے کہ یہ منصوبہ تکمیل پذیر ہونے کے بعد خطے کے لیے کایا پلٹ (Game Changer) ثابت ہوگا۔ یہ اقتصادی منصوبہ تین ہزار کلومیٹر شاہرات کے ذریعے چین کے شہر کاشغر کو پاکستان کی جدید بندرگاہ گوادر سے منسلک کر دے گا۔ کاشغر چین کی اکثریت مسلم آبادی کے صوبے سنکیانگ (Xingiang) کا دارالحکومت ہے اور یہ وہی شہر ہے جو قدیم زمانے میں شاہراہ ریشم پر اہم ترین پڑاؤ رہا ہے اور جس کے بارے میں مفکرِ مشرق علامہ اقبالؒ نے خواب دیکھا تھا:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

پاکستان اور چین دونوں ممالک کے اقتصادی ماہرین کا بڑے وثوق کے ساتھ کہنا ہے کہ اس ربط ضبط کے بڑے دوررس اقتصادی اثرات مرتب ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ مرکزی شاہراہ کے ساتھ ساتھ بالائی ڈھانچے کے طور پر دوسرے ترقیاتی منصوبے بھی شروع کیے جا رہے ہیں۔

پاکستان چین راہداری منصوبہ جب ہر لحاظ سے 2030ء میں مکمل ہوگا تو یہ دونوں ملکوں کے تابناک مستقبل کا ابتدائیہ ہوگا۔ پاکستان چین اقتصادی راہداری کا یہ منصوبہ دراصل اُن چھ راہداری منصوبوں میں سے ایک ہے جو چین کی عظیم سلطنت ون بیلٹ، ون روڈ (One Belt, One Road) منصوبے کے تحت بنا رہی ہے۔ یہ چھ منصوبے درج ذیل ہیں:

1- چین منگولیا روس اقتصادی راہداری

China Mongolia Russia Economic Corridor (CMREC)

2- نیو ایروشین لینڈ برج

New Eurasian Land Bridge (NELB)

3- چین وسط ایشیا، مغربی ایشیا اقتصادی راہداری

China Central And West Asia Economic Corridor (CCWAEC)

4- چین انڈو چائنا پنسویلا اقتصادی راہداری

China - Indo - China Peninsula Economic Corridor (CICPEC)

5- چین پاکستان اقتصادی راہداری

China - Pakisan Economic Corridor (CPEC)

6- بنگلہ دیش، چین، انڈیا، میانمار اقتصادی راہداری

Bangladesh - China - India - Myanmar Economic Corridor (BCIMEC)

پیپلز ری پبلک آف چائنا (چین) نے قومی حمیت اور عزم و حوصلہ کی بنا پر اپنی اقتصادی طاقت کا لوہا دنیا بھر سے منوایا ہے۔ دونوں سپر پاورز یعنی امریکہ اور روس کے علاوہ یورپی یونین، ایشیا اور آسٹریلیا کے لوگ اس ملک کی طرف حیرت و استعجاب کی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ چین جب مذکورہ بالا تمام منصوبے مکمل کر لے گا تو اس کی ہمہ جہت صلاحیت میں حیرت انگیز اضافہ ہو جائے گا مگر سر دست ہمارا روئے سخن فقط چین پاکستان اقتصادی راہداری کی طرف ہے اور ہم اس امر پر اجمالی روشنی ڈالیں گے کہ اس منصوبے کی دونوں ملکوں کے لیے کس قدر اہمیت و افادیت ہے۔

ظاہر بات ہے کہ چین پاکستان اقتصادی راہداری منصوبے کی وجہ سے چین کو بحرِ ہند کے گرم پانیوں تک رسائی حاصل ہو جائے گی اور اسے مشرق وسطیٰ سے توانائی کی درآمدات میں سہولت میسر آ جائے گی لیکن اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کو بھی چند اقدامات اٹھانے سے شدید توانائی بحران سے نجات مل جائے گی۔ اس منصوبے کی وجہ سے پاکستان میں واٹر، سولر اور تھرمل پاور پلانٹس کی یکے بعد دیگرے تنصیب ہو رہی ہے جس کی وجہ سے پاکستان کو 34 ارب ڈالر کی بچت ہو گی۔ اس منصوبے میں ایران، روس اور سعودی عرب کی شمولیت کی شدید خواہش نے اس کی اہمیت دوچند کر دی ہے۔ یہ اقتصادی منصوبہ ترقی پذیر پاکستان کے لیے امکانات کی ایک وسیع کائنات ہے۔ پاکستان کی ہمہ جہت اقتصادی ترقی کے سوتے اسی منصوبے سے پھوٹیں گے۔ اس معجز نما اقتصادی کرشمے کا ایک بڑا حصہ کوہِ قراقرم کے سنگلاخ اور دشوار گزار ترین پہاڑی سلسلے کے دروں سے گزرتا ہے۔ ان راستوں سے سڑک گزارنے میں بے شائبہ و بلا مبالغہ خونِ جگر شامل ہوا

JOINMEFOREASYACCESSTOEBOOKS&NOTES
+92-310-545-450-3
Css Aspirants ebooks & Notes
https://m.facebook.com/groups/458184410965870
Css Aspirants Forum
http://t.me/CssAspirantsForum
Rules of the group.
*No irrelevant text/pic Islamic pic/videos
*No Smiley No Pm otherwise Removed + Blocked
Personal text w/o Mutual consent Considered harassment
Separate Group For Females with verification
The CSS Group does not ... are not Responsible for Copyrights.
This book/notes downloaded from the internet.

سرہانے میر کے آہستہ بولو
ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

یاں کے سپید و سیاہ میں ہم کو دخل جو ہے سو اتنا ہے
رات کو رو رو صبح کیا، یا صبح کو جوں توں شام کیا

1857ء تو خاتمِ تقویم سے پھسلا ہوا وہ بدقسمت نگیں ہے کہ جس کی نحس تاثیر سے گھبرا کر غالب جیسا حیوانِ ظریف، دل کا آزادہ اور دلی کا دلدادہ بھی جھلّا کے کہہ اٹھتا ہے:

"ہائے دِلی، وائے دِلی، بھاڑ میں جائے دِلی......"

مزید یہ کہ:

کیوں گردشِ مدام سے گھبرا نہ جائے دل
انسان ہوں، پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں

پھر پاکستان کی تاریخ کا تو اکھوا ہی فسادات کی جوالا مکھی سے پھوٹتا ہے، جب ناصر کاظمی اس طرح کے سوال اٹھاتا ہے:

عمارتیں تو جل کے راکھ ہو گئیں
عمارتیں بنانے والے کیا ہوئے
یہ آپ ہم تو بوجھ ہیں زمین کا
زمیں کا بوجھ اٹھانے والے کیا ہوئے

اور انجم رومانی جیسا معتدل مزاج شاعر بھی بیٹھے بیٹھے اکھڑا اکھڑا جاتا ہے اور رنجیدگی کے عالم میں کہتا ہے:

میرے اکھڑ پن پر مجھ کو معاف رکھیں احباب
وہ لمحے، وہ منظر دیکھے، بھول گئے آداب

تاریخ گواہ ہے کہ ان سسکتی ساعتوں میں کہیں جرأت وانشا کے چونچلے کڑی دھوپ میں خیالِ یار کی چادر کا سا کردار ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح کہیں غالب کی ظرافت، کہیں اکبرالہ آبادی کی شرارت اور کہیں "اودھ پنچ" کے طوفانی قہقہے تیرِ حوادث کے سامنے ڈھال بنتے دکھائی دیتے ہیں۔ پھر قیامِ پاکستان کا تو سارا منظر نامہ (ادب سمیت) اشک وخوں سے عبارت رہتا اگر قیامِ پاکستان کے فوراً بعد سعادت حسن منٹو، محمد خالد اختر، مشتاق احمد یوسفی، ابنِ انشا،

کرنل محمد خان، سید ضمیر جعفری، دلاور فگار، یوسف ناظم، مشفق خواجہ، اطہر شاہ خان، سید محمد جعفری، راجا مہدی علی خان، نذیر شیخ، عنایت علی خان، انور مسعود اور عطاء الحق قاسمی وغیرہ اردو ادب میں عطیۂ خداوندی کی طرح نازل نہ ہوتے۔ یہ سچ ہے کہ کسی گھر میں کوئی فرد گریہ کناں ہو تو پورا خاندان اس کی ڈھارس بندھاتا ہے، پورا خاندان کسی ابتلا کا شکار ہو جائے تو مہربان معاشرہ اس کی اشک شوئی کا فریضہ انجام دیتا ہے اور اگر خدانخواستہ پورا معاشرہ کسی ہنگامی یا دائمی آشوب میں مبتلا ہو جائے تو ایسے میں شاعر و ادیب اقوام کی ہمت بندھاتے ہیں اور مزاح نگار اس کے زخموں پہ پھاہا اور ہونٹوں پہ ہاہا رکھتے ہیں۔

مزاح ایک ایسا مفید، کارگر اور کیف آور حربہ ہے، جس سے کہیں کسی کی پیٹھ تھپکی جاتی ہے، کہیں ہارے اور افتاد کے مارے ہوئے دل جیتے جاتے ہیں اور کہیں پتھر صفت رویوں کو گداخت کرنے کا کام لیا جاتا ہے۔ معاشرے میں ہنسی اور مزاح کی اہمیت وافادیت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ خود اللہ کریم اور اس کے انبیا نے مزاح کو نہ صرف پسند کیا بلکہ متعدد مقامات پر استعمال بھی فرمایا ہے۔

ہمارے آج کے مصلحین و علما آپ ﷺ کی اس خوبصورت سنت کو فراموش کیے بیٹھے ہیں کہ بھٹکے ہوئے انسانوں کا اعتماد حاصل کرنا اور دل جیتنا شگفتہ مزاجی، ظرافت، دل لگی اور خندہ پیشانی کے بغیر تقریباً ناممکن ہے۔ ہمارے واعظین و ناصحین عوام الناس کو برے انجام اور جہنم کی آگ سے ڈرانے میں اتنا آگے نکل گئے ہیں کہ خود مولانا حالی جیسے بھلا مانس اور ناصح قسم کے شاعر کو کہنا پڑا:

واعظو! آتشِ دوزخ سے جہاں کو تم نے
یہ ڈرایا ہے کہ خود بن گئے ڈر کی صورت

جب کہ کائنات کے سب سے بڑے ناصح اور انسانیت کے محسن کا تفہیمِ زیست کا راستہ زندہ دلی اور خندہ لبی سے ہو کر گزرتا ہے۔ مختصر یہ کہ مجموعی طور پر یہ زندگی انتہائی بور اور تھکا دینے والی ہے۔ انسان عمر بھر اسے دلچسپ اور رنگین بنانے کے جتن کرتا رہتا ہے۔ لیکن ایک بات طے ہے کہ زندگی میں رنگ بکھیرنے کے جتنے بھی انداز اور اسلوب رائج ہیں، ان میں مزاح ہی سب سے زیادہ معقول، مقبول اور قابلِ قبول طریقہ ہے۔ پھر یہ بھی طے ہے کہ مزاح نگار کسی بھی معاشرے میں محض انٹرٹینر (Entertainer) ہی نہیں بلکہ اس معاشرے کا مسیحا بھی ہوتا ہے، جس کی انگلیاں ہمیشہ اس معاشرے کی نبض پر ہوتی ہیں اور دل اس کے نشیب وفراز کے ساتھ دھڑکتا ہے۔

❁❁

22- پاکستان چین اقتصادی راہداری

پاکستان اور چین کے تعلقات باہمی مفادات پر مبنی ہونے کے باوجود درحقیقت دونوں ممالک کے مابین محبت بھرے گہرے جذبات کے ترجمان ہیں اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ پاکستان چین تعلقات بحرالکاہل سے زیادہ گہرے اور کوہ ہمالیہ سے زیادہ بلند ہیں، تو یہ بالکل بجا ہے۔

پاکستان چین اقتصادی راہداری 46 ارب ڈالر مالیت کا دوطرفہ منصوبہ ہے۔ گمان ہے کہ یہ منصوبہ تکمیل پذیر ہونے کے بعد خطے کے لیے کایا پلٹ (Game Changer) ثابت ہوگا۔ یہ اقتصادی منصوبہ تین ہزار کلومیٹر شاہرات کے ذریعے چین کے شہر کاشغر کو پاکستان کی جدید بندرگاہ گوادر سے منسلک کر دے گا۔ کاشغر چین کی اکثریت مسلم آبادی کے صوبے سنکیانگ (Xingiang) کا دارالحکومت ہے اور یہ وہی شہر ہے جو قدیم زمانے میں شاہراہ ریشم پر اہم ترین پڑاؤ رہا ہے اور جس کے بارے میں مفکرِ مشرق علامہ اقبالؒ نے خواب دیکھا تھا:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

پاکستان اور چین دونوں ممالک کے اقتصادی ماہرین کا بڑے وثوق کے ساتھ کہنا ہے کہ اس ربط ضبط کے بڑے دوررس اقتصادی اثرات مرتب ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ مرکزی شاہراہ کے ساتھ ساتھ بالائی ڈھانچے کے طور پر دوسرے ترقیاتی منصوبے بھی شروع کیے جا رہے ہیں۔

پاکستان چین راہداری منصوبہ جب ہر لحاظ سے 2030ء میں مکمل ہوگا تو یہ دونوں ملکوں کے تابناک مستقبل کا ابتدائیہ ہوگا۔ پاکستان چین اقتصادی راہداری کا یہ منصوبہ دراصل اُن چھے راہداری منصوبوں میں سے ایک ہے جو چین کی عظیم سلطنت ون بیلٹ، ون روڈ (One Belt, One Road) منصوبے کے تحت بنا رہی ہے۔ یہ چھے منصوبے درج ذیل ہیں:

1- چین منگولیا روس اقتصادی راہداری
China Mongolia Russia Economic Corridor (CMREC)

2- نیو ایروشین لینڈ برج

New Eurasian Land Bridge (NELB)

3- چین وسط ایشیا، مغربی ایشیا اقتصادی راہداری
China Central And West Asia Economic Corridor (CCWAEC)

4- چین انڈوچائنا پنسویلا اقتصادی راہداری
China - Indo - China Peninsula Economic Corridor (CICPEC)

5- چین پاکستان اقتصادی راہداری
China - Pakisan Economic Corridor (CPEC)

6- بنگلہ دیش، چین، انڈیا، میانمار اقتصادی راہداری
Bangladesh - China - India - Myanmar Economic Corridor (BCIMEC)

پیپلز ری پبلک آف چائنا (چین) نے قومی حمیت اور عزم وحوصلہ کی بنا پر اپنی اقتصادی طاقت کا لوہا دنیا بھر سے منوایا ہے۔ دونوں سپر پاورز یعنی امریکہ اور روس کے علاوہ یورپی یونین، ایشیا اور آسٹریلیا کے لوگ اس ملک کی طرف حیرت واستعجاب کی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ چین جب مذکورہ بالا تمام منصوبے مکمل کرلے گا تو اس کی ہمہ جہت صلاحیت میں حیرت انگیز اضافہ ہو جائے گا مگر سرِدست ہمارا روئے سخن فقط چین پاکستان اقتصادی راہداری کی طرف ہے اور ہم اس امر پر اجمالی روشنی ڈالیں گے کہ اس منصوبے کی دونوں ملکوں کے لیے کس قدر اہمیت وافادیت ہے۔

ظاہر بات ہے کہ چین پاکستان اقتصادی راہداری منصوبے کی وجہ سے چین کو بحرِ ہند کے گرم پانیوں تک رسائی حاصل ہو جائے گی اور اسے مشرق وسطیٰ سے توانائی کی درآمدات میں سہولت میسر آ جائے گی لیکن اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کو بھی چند اقدامات اٹھانے سے شدید توانائی بحران سے نجات مل جائے گی۔ اس منصوبے کی وجہ سے پاکستان میں واٹر، سولر اور تھرمل پاور پلانٹس کی یکے بعد دیگرے تنصیب ہو رہی ہے جس کی وجہ سے پاکستان کو 34 ارب ڈالر کی بچت ہو گی۔ اس منصوبے میں ایران، روس اور سعودی عرب کی شمولیت کی شدید خواہش نے اس کی اہمیت دوچند کر دی ہے۔ یہ اقتصادی منصوبہ ترقی پذیر پاکستان کے لیے امکانات کی ایک وسیع کائنات ہے۔ پاکستان کی ہمہ جہت اقتصادی ترقی کے سوتے اسی منصوبے سے پھوٹیں گے۔ اس معجز نما اقتصادی کرشمے کا ایک بڑا حصہ کوہِ قراقرم کے سنگلاخ اور دشوار گزار ترین پہاڑی سلسلے کے دروں سے گزرتا ہے۔ ان راستوں سے سڑک گزارنے میں بے شائبہ وبلا مبالغہ خونِ جگر شامل ہوا

ہے۔ جس کسی نے ان راستوں سے سفر کیا ہے، اسے علامہ اقبال کے یہ شعر یا ان کا مفہوم، جو انھوں نے ہسپانیہ میں مسجدِ قرطبہ کی حیرت انگیز تعمیر کا مشاہدہ کرتے ہوئے کہے تھے، ضرور ذہن میں آتا ہے:

رنگ ہو یا خشت و سنگ، چنگ ہو یا حرف وصوت
معجزۂ فن کی ہے ، خونِ جگر سے نمود

قطرۂ خون جگر سِل کو بناتا ہے دل
خونِ جگر سے صدا سوز و سرور و سرود

نقش ہیں سب نا تمام ، خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام ، خونِ جگر کے بغیر

سی پیک کے منصوبے کا، جسے ہم نے معجز نما کہا ہے، ایک دوسرا پہلو، جو اب تک پوری توجہ حاصل نہیں کر سکا، یہ ہے کہ اس کی بدولت پاکستان کی بحری قوت میں بے پناہ اضافہ ہوگا۔ سی پیک کے تحت چین پاکستان کو آٹھ ایٹمی آبدوزیں دے رہا ہے، جو ہماری بحریہ کی صلاحیت کو مزید فعال اور مستحکم بنا دیں گی۔

فی زمانہ گوادر بندرگاہ کو تجارتی مقاصد کے لیے ترقی دی جا رہی ہے لیکن وہ دن دور نہیں جب اسے دفاعی مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا جائے گا۔ چین پاکستان اقتصادی راہداری منصوبے سے پاکستان کے چاروں صوبوں کو معاشی فوائد حاصل ہوں گے اور اس سے یقیناً وطنِ عزیز میں مجموعی طور پر خوشحالی کے دور کا آغاز ہوگا۔

سی پیک کے تحت گلگت بلتستان میں بجلی کے 11917 میگا واٹ کے تین منصوبے، سندھ میں 10250 میگا واٹ کے چھے منصوبے، خیبر پختونخوا میں 9410 میگا واٹ کے آٹھ منصوبے، بلوچستان میں 5160 میگا واٹ کے پانچ منصوبے، پنجاب میں 5220 میگا واٹ کے تین منصوبے اور آزاد کشمیر میں 4029 میگا واٹ کے پانچ منصوبے زیر تکمیل ہیں۔

انتہا پسندی، دہشت گردی، غربت، جہالت اور بے روزگاری کا خاتمہ، اس منصوبے کے وہ ثمرات ہیں جنھیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ سی پیک منصوبے سے پاکستان کے آئی ایم ایف، ورلڈ بینک، ایشیائی ترقیاتی بینک، امریکہ اور دوسرے ممالک پر معاشی انحصار کی ضرورت نہیں رہے گی۔ گویا یہ منصوبہ ہماری معاشی آزادی کی مضبوطی کی ضمانت ہے اور یہ بات کہنے میں کوئی خوفِ تردید نہیں ہے کہ یہ منصوبہ ہماری معاشی ترقی اور خوشحالی کا پاسپورٹ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

بھارت نے جو ہمیں اپنا بڑا دشمن گردانتا ہے اور ہمیں زک پہنچانے کا کوئی موقع نہیں چھوڑتا، سی پیک منصوبے کو سبوتاژ کرنے کے لیے تیس کروڑ ڈالر مختص کیے ہیں اور اس حوالے سے اپنی تخریب کارانہ سرگرمیوں کا آغاز بھی کر دیا ہے جس کا ایک ادنیٰ ثبوت یہ ہے کہ ایک تو اس نے مقبوضہ کشمیر میں نہتے کشمیریوں پر ظلم و بربریت کا سلسلہ بڑھا دیا ہے، دوسرے ایل او سی (لائن آف کنٹرول) پر چھیڑ خانی شروع کر دی ہے اور تیسرے اس منصوبے کے بحری راستے میں بدمعاشی پر کمر بستہ ہے۔ چند روز پہلے ایک بھارتی آبدوز ہمارے پانیوں میں گھس آئی مگر ہماری بحریہ کو چوکنا دیکھ کر اسے راہِ فرار اختیار کرتے بنی۔ چونکہ سی پیک منصوبے کی کامیاب تکمیل کی گارنٹی ہماری مسلح افواج نے بطور ادارہ دی ہے، اس لیے ابھی تک بھارت کی مذموم سرگرمیاں مسلسل ناکامیوں سے دوچار ہو رہی ہیں۔ ہم بطور پاکستانی قوم اس امر سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ پاکستان کی مجموعی ترقی و خوشحالی ہمارے ازلی دشمنوں کو ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ وہ تھوڑا سا مزید انتظار کریں، اس منصوبے کی وجہ سے پاکستان کا آنے والا کل انھیں ایسی کئی مزید حیرتوں سے دوچار کرے گا۔

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ گوادر کے بارے میں، جو سی پیک منصوبے کا محور ہے، مختصراً چند حقائق بیان کیے جائیں۔ بلوچی زبان میں ''گوا'' کے معنی ''ہوا'' اور ''در'' کے معنی ''دروازہ'' کے ہیں۔ اس طرح ''گوادر'' کے معنی ہوئے ''ہوا کا دروازہ''۔ چونکہ یہاں سارا سال تیز و تند ہواؤں کا راج رہتا ہے، اس لیے اس جگہ کا نام گوادر پڑ گیا۔ کل تک گوادر غریب مچھیروں کی بستی تھی اور یہ خطہ سلوقی سلطنت کا حصہ تھا اور اس علاقے کے لوگوں کو ''ماہی خوراں'' کہا جاتا تھا، ہوتے ہوتے یہی لفظ ''مکران'' بن گیا۔ ابتدا میں بلوچستان کا نام بھی مکران تھا اور شاید اس بنا پر ابھی تک اس ساحلی پٹی کو ساحل مکران کہا جاتا ہے۔ گوادر کراچی سے مغرب کی جانب سات سو کلومیٹر کی دوری پر اور خلیج فارس سے مشرق کی جانب ساڑھے تین سو کلومیٹر دور واقع ہے۔ ایرانی بندرگاہ چابہار سے اس کا زمینی فاصلہ تقریباً ایک سو کلومیٹر ہے جو 67 نوٹیکل بنتا ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ گوادر ایسا علاقہ شمار ہوتا تھا جہاں سیکڑوں میل تک نہ کوئی آدم نہ آدم زاد، ایک طرف تا حدِ نگاہ ریت کے ٹیلے تو دوسری جانب قدرت کا بیش بہا عطیہ یعنی آئینے کی طرح صاف و شفاف اور وسیع و عریض سمندر کی فلک شگاف شور مچاتی جھاگ اڑاتی لہریں جو چٹانوں سے سر ٹکراتی نظر آتی ہیں۔ اس علاقے کو، جو کسی زمانے میں سلوقی سلطنت کا حصہ شمار ہوتا تھا اور مغلوں کی عظیم سلطنت کا حصہ بھی رہا، نامعلوم وجوہ کی بنا پر ہمیشہ نظر انداز کیا جاتا رہا۔ کہا جاتا ہے کہ خان آف قلات نے جب اپنی بیٹی کی شادی سلطنتِ عمان کے شہزادے سے کی تو گوادر کو ایک شکارگاہ کے طور پر بیٹی کے جہیز میں دے دیا چنانچہ ایک عرصے تک گوادر سلطنت عمان ہی کا حصہ رہا۔ حکومتِ پاکستان نے اسے پچاس سال پہلے

سلطنت عمان سے خرید کر یکم جولائی 1977ء کو صوبہ بلوچستان میں ضلع گوادر کے طور پر ضم کر دیا۔

ہمیں تسلیم کرنا چاہیے کہ گوادر کی تہذیب و ترقی کا ایک منفی پہلو بھی ہے وہ یہ کہ بلوچ قوم پرست گوادر میں ترقی کے مخالف ہیں۔ شاید اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ بلوچستان ساڑھے تین لاکھ مربع کلومیٹر کے وسیع و عریض رقبے پر محیط ملک کا سب سے بڑا صوبہ ہے مگر اس کی آبادی ملکی آبادی کا صرف سات فی صد ہے۔ بلوچ قوم پرست سمجھتے ہیں کہ گوادر ترقی یافتہ بندرگاہ بن گئی اور اسے بحری، بری اور ہوائی راستوں کے ذریعے ملک اور بیرونِ ملک کے دیگر حصوں سے منسلک کر دیا گیا تو ان کی آزادی و حریت میں فرق پڑے گا جسے وہ گوارا نہیں کریں گے کیوں کہ وہ تو اس خیال کے حامی ہیں جیسے بقول علامہ اقبال ایک بڈھے بلوچ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا:

ہو تیرے بیاباں کی ہوا تجھ کو گوارا
اس دشت سے بہتر ہے نہ دلّی نہ بخارا

جس سمت میں چاہے صِفتِ سیل رواں چل
وادی یہ ہماری ہے، وہ صحرا بھی ہمارا

مگر اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ اب زمانہ بدل گیا ہے اور دنیا کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہے۔ اب انھیں اپنے اور اپنی اولاد کے تابناک مستقبل کے لیے زمانے کا ساتھ دینا ہوگا اور اگر اب بھی وہ پرانی ڈگر پر چلیں گے تو یہ ان کی ناسمجھی ہوگی۔ انھیں قدرت کے اس شاندار عطیے پر خداوند کریم کے بعد اپنے وطنِ عزیز کی حکومت اور چین کا بھی شکر گزار ہونا چاہیے کہ ان کا علاقہ جلد ہی ترقی یافتہ دنیا کے شانہ بشانہ چلے گا کیونکہ انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ:

گفت رومی ''ہر بنائے کہنہ کآباداں کنند''
می ندانی ''اوّل آں بنیاد را ویراں کنند''

سی پیک کی صورت میں جو حیرت انگیز اور خوشگوار عجوبہ رونما ہوا ہے، اسے دنیا حیرت و استعجاب میں غرق، منہ میں انگلیاں دبائے مبہوت کھڑی دیکھ رہی ہے۔ 13 نومبر 2016ء کو وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف اور ہماری شیر دل بری فوج کے شیر دل سپہ سالار جنرل راحیل شریف نے گوادر پورٹ کی آپریشنل افتتاحی تقریب کا فیتہ کاٹا اور کاشغر سے آنے والے پہلے تجارتی کارگو کو بندرگاہ پر لنگر انداز بحری جہازوں کے ذریعے خلیجی ریاستوں کو روانہ کیا۔ اس یادگار تقریب میں امریکہ، برطانیہ اور بھارت کے سفیروں کو نہیں بلایا گیا تھا جو کہ ان ممالک کے لیے ایک واضح پیغام ہے۔ اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے وزیر اعظم پاکستان نے بجا طور پر اس امر کا اظہار کیا کہ چین اور پاکستان کے اس

اقدام پر بھارت، امریکہ اور اس کے ہم نوا برطانیہ کو آخر کیا اعتراض ہے۔ پاکستان ایک آزاد اور خود مختار ملک ہے۔ ہمیں اپنے فیصلے کرنے کا مکمل اختیار حاصل ہے۔ گوادر پورٹ کے بروئے کار آنے پر پاکستان اقتصادی لحاظ سے ''ٹیک آف'' کی پوزیشن میں آ گیا ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ پاکستان اپنے جیو اسٹریٹجک مقام (Geo Strategic Location) کو جیو اکنامک حب (Geo Economic Hab) بنانے کا پختہ عزم کر چکا ہے۔ یہ تاریخی منصوبہ پاکستان کی مجموعی معاشی ضروریات کا وہ حتمی علاج ہے جسے قوم نے بالآخر اپنے آزمودہ دوست چین کی مدد سے پا لیا ہے۔ اس معجزاتی اور کرشماتی منصوبے کا مرکز و محور، جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے، ہمارا صوبہ بلوچستان ہے۔ سی پیک اور گوادر پورٹ کے معاملے میں بلوچ عوام کی سوچ کو مثبت کرنے اور انھیں درست طریقے سے فوائد پہنچانے کے لیے فوری طور پر حب سے لے کر چمن و ژوب تک ہر ضلع میں ایسے ٹیکنیکل ٹریننگ سنٹرز قائم کیے جا رہے ہیں جہاں مکینیکل، الیکٹریکل، الیکٹرونکس، ریفریجریشن اور ٹیلی کمیونیکشن سمیت تمام ممکنہ شعبوں میں میٹرک پاس طلبہ و طالبات کو تعلیم دی جائے گی۔ یہ بات طے پا گئی ہے کہ ان ٹیکنیکل سنٹرز کو ہنگامی طور پر سی پیک منصوبے کی تحت قائم کر کے ہر ضلع میں چینی زبان کی تعلیم کا فوری طور پر آغاز کیا جائے۔ بلاشبہ دبئی آج ایک بین الاقوامی شہر اور دنیا بھر کے لیے نمایاں تجارتی مرکز بن چکا ہے۔ دبئی نے اپنی بندرگاہ اور ائیر پورٹ کو ٹیکس فری قرار دے کر ایسی پالیسیاں تشکیل دی ہیں کہ یہ جگہیں دنیا بھر کی تجارتی سرگرمیوں کا محور بن گئی ہیں۔ ہمیں گوادر کو انھی خطوط پر ترقی دینا ہوگی۔ اس کے لیے ہم پر لازم آتا ہے کہ ہم گوادر میں میٹھے پانی کی فوری فراہمی کے منصوبوں کو ہنگامی بنیادوں پر مکمل کریں۔ اس کے علاوہ ایسے اقدامات اٹھانے کی بھی ضرورت ہے جس سے گوادر جدید شہری سہولتوں سے آراستہ ہو سکے۔ ہمیں مجموعی طور پر بلوچستان کے عوام کے معیارِ زندگی کو بلند کرنے کو اولین ترجیح بنانا چاہیے تا کہ وہ لوگ اس منصوبے کے شیریں ثمرات سے مستفید ہو سکیں۔ بلوچستان میں تعلیم کی طرح صحت کی سہولیات بھی ناپید ہیں چنانچہ اس طرف بھی بھرپور توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ سی پیک ضمنی منصوبوں میں سرکاری ملازمتوں کی میرٹ پر فراہمی بھی ایک ایسا ناگزیر اقدام ہے جس پر عمل درآمد کیا جانا چاہیے۔ ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگر بلوچی عوام کا معیارِ زندگی بلند ہوگا تو ہمارا دشمن انھیں ملک و ملت کے خلاف استعمال نہیں کر سکے گا۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ امریکی، بھارتی، اسرائیلی اور افغانی خفیہ ایجنسیاں اس منصوبے کو ناکام اور بے ثمر بنانے کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گی۔

بفضلِ تعالیٰ گوادر دنیا کے سب سے بڑے بحری تجارتی راستے پر واقع ہے جو اپنے قدرتی شاندار محلِ وقوع اور زیرِ تعمیر جدید ترین گہرے پانیوں کی بندرگاہ کے باعث عالمی سطح پر معروف ہے۔ آنے والے وقت میں نہ صرف پاکستان

بلکہ چین، افغانستان اور وسط ایشیا کے ممالک کی بحری تجارت کا دارومدار اسی بندرگاہ پر ہوگا اور ہمیں یہ معجزہ دکھانا ہوگا کیونکہ بقول علامہ اقبال:

بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں
جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا، وہ ہنر کیا

23- ع بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں

شاعرِ مشرق علامہ اقبال فردِ امروز ہی نہیں فردِ فردا بھی ہیں۔ اُن کا اندیشہ افلاکی اور پرواز لولاکی ہے۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اپنے کلام، پیغام، اشعار اور افکار کی صورت ہر دور اور ہر زمانے میں زندہ ہیں۔ اقبال کا یہ مصرع فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہے۔ یہ مصرع دانش آموز بھی ہے اور بصیرت افروز بھی۔ اس ایک مصرعے میں اقوامِ عالم کے عروج و زوال کی مکمل داستان سمٹ آئی ہے۔ اس مضمون کا عنوان حقائقِ حیات کا آئینہ دار، تاریخ انسانی کا نچوڑ اور دانشِ حاضر کا ترجمان ہے۔ اس کی اہمیت وافادیت کے ساتھ ساتھ اس کی معنویت سے کوئی معقول اور باشعور شخص انکار نہیں کرسکتا۔

جمود و تعطل میں گرفتار، زوال اور انحطاط کا شکار، نا اُمیدی، افسردگی، احساسِ کمتری اور شکستہ دلی کی دلدل میں دھنسی، آرام طلبی، عیش کوشی اور بے عملی کے امراض میں گرفتار کسی بھی قوم کے لیے اقبال کا یہ مصرع لمحۂ فکریہ بھی ہے اور نشانِ منزل بھی۔ میرے نزدیک یہ مصرع مرتکز اور مربوط دانش کا مرقع ہے۔ کسی بھی زندہ قوم کے لیے اقبال کا یہ پیغام منشورِ حیات کی حیثیت رکھتا ہے۔ جہانِ تازہ کو افکارِ تازہ کی روشنی فراہم کرنے والا یہ مصرع ایک ایسا لائحہ عمل ہے جو قوموں کو بامِ عروج تک پہنچا سکتا ہے۔ بقول اقبال:

خورشیدِ جہاں تاب کی ضَو تیرے شرر میں
آباد ہے اک تازہ جہاں تیرے ہُنر میں
جچتے نہیں بخشے ہوئے فردوس نظر میں
جنت تری پنہاں ہے ترے خونِ جگر میں
اے پیکرِ گِل! کوششِ پیہم کی جزا دیکھ!

قوموں کو آگے بڑھنے کے لیے مضبوط عزم اور ارادے، تحریک، تحرک، جہدِ مسلسل اور کوششِ پیہم کی ضرورت

ہوتی ہے۔ جو قومیں کاہل اور نا اہل ہوتی ہیں، جو قومیں عملِ پیہم سے گریزاں ہوتی ہیں، جو قومیں محض خوش فہمیوں کے جزیروں میں رہتی ہیں، وہ قومیں بہت جلد وقت کی دُھول میں گم ہو جاتی ہیں۔ محض نظری نہیں بلکہ عملی سوچ اور اپروچ رکھنے والی قومیں ہی اپنا عہد، اپنا زمانہ اور اپنے موسم خود تراشتی ہیں۔ وہی قومیں زندہ، تابندہ اور پائندہ کہلائے جانے کی حق دار ہوتی ہیں، جو مضبوط عزم کے ساتھ عمل کی شاہراہ پر مسلسل سرگرمِ سفر رہتی ہیں۔ وہ خود تو زمین پر ہوتی ہیں لیکن اُن کی نظریں آفاق کا طواف کرتی ہیں۔ اُن کا مزاج سکون نا آشنا اور آرام ناشناس ہوتا ہے۔ ایسی اقوام کی زندگی کا ہر لمحہ دنیا کے لیے پیغامِ انقلاب ہوتا ہے۔ عمل کے سانچے میں ڈھل کر جب کوئی قوم اپنا پیغام اور پروگرام لے کر کارزارِ حیات میں اُترتی ہے تو اس کائناتِ آب و گل کی ہر چیز اس کا استقبال کرتی ہے اور آخرِ کار وہ قوم زندگی کے بحرِ بیکراں کی موجوں کا مقابلہ کرتی ساحلِ مُراد تک جا پہنچتی ہے۔ اقبال نے ان اشعار میں بھی یہی پیغام دیا ہے۔

اپنی اصلیت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تُو
قطرہ ہے لیکن مثالِ بحر بے پایاں بھی ہے
ہفت کشور جس سے ہوں تسخیر بے تیغ و تفنگ
تُو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے
کیوں گرفتارِ طلسمِ ، ہیچ مقداری ہے تُو
دیکھ تو پوشیدہ تُجھ میں شوکتِ طوفاں بھی ہے

وہ معجزہ، وہ کرشمہ، وہ کرامت جو قوموں کو کامیابیوں سے سرفراز کرتی ہے، وہ صرف آگے بڑھنے کی سچی طلب ہے۔ آج کی دنیا بے عمل دانش وروں کی دنیا نہیں ہے۔ آج کی دنیا قیل وقال کی نہیں اعمال اور افعال کی دنیا ہے۔ افراد ہوں یا اقوام، معاشرے ہوں یا ممالک، کامرانی، عزائم کی جولانی اور عمل کی روانی ہی کا ثمرِ شیریں ہوا کرتی ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بلیغ مصرع ایک قوم کے لیے جدوجہد، دشوار طلبی، مبارزت طلبی، مبارزت پسندی، رزم آرائی اور معرکہ آرائی، خود انحصاری اور خودنگری کا پیغام ہے۔ اس میں ایک زندہ قوم کی حیاتِ ابدی کا راز مضمر ہے۔

نئے نئے علمی انکشافات نئی نئی سائنسی ایجادات اور نئی نئی اختراعات کسی بھی قوم کو اقوامِ عالم میں نئی شناخت دیتی ہیں۔ تحقیق اور ترقی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جو قوم بھی آگے بڑھنے کے لیے زندگی کے ہر شعبے میں تحقیق کرتی ہے وہی ترقی کے ثمرات سمیٹتی ہے۔ تعلیم ہو یا تجارت، سائنس ہو یا ٹیکنالوجی، بنیادی انسانی سہولیات ہوں یا وسیع و عریض شاہراہات، یہی وہ معجزات ہیں جو اقوام کو ترقی کے نئے آفاق سے رُوشناس کراتے ہیں۔

آفاق گیروژن کے بغیر، مضبوط نظامِ تعلیم، مضبوط نظام معیشت اور مضبوط سماجی ڈھانچے کی تعمیر ممکن ہی نہیں ہے۔ آج امریکہ، چین، ملائیشیا، سنگاپور، جرمنی، جاپان اور فرانس جیسے ترقی یافتہ ممالک یونہی دورِ حاضر کی دنیا کے لیے رول ماڈل نہیں بن چکے۔ اس مقام کے حصول کے لیے ان ممالک نے مسلسل جدوجہد کی ہے۔ یہ ممالک انسانی سرمائے کو ہرطرح سے بروئے کار لائے ہیں اوران کی صلاحیتوں سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

قوموں کی ترقی کے لیے تحقیق کے ساتھ ساتھ توانائی کے نئے نئے ذرائع کی دریافت بھی ناگزیر ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ:

ہر لحظہ نیا طُور ، نئی برقِ تجلّی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے

اگر کسی قوم کو ایسی بالغ نظر قیادت میسر آئے جو محکم یقین، پیہم عمل اور منصوبہ بندی کے اوصاف سے متصف ہو تو ایسی قوم ہی دنیا میں معجزے سرانجام دے سکتی ہے۔

کسی بھی قوم کو دنیا بھر میں سربلند اور سرفراز کرنے والے بہت سے عوامل میں سے ایک بڑا عامل (Factor) دُوراندیش قیادت کی موجودگی بھی ہے۔ معاصر عالمی حقائق سے آگاہ، مثالیت پسندی اور عملیت پسندی کا امتزاج، صاحبِ عزیمت واستقامت قیادت ہی قوموں کا مُقدر بدل سکتی ہے۔ اس لحاظ سے ہم قیادت کو بھی ایک معجزہ قرار دے سکتے ہیں۔ قائداعظمؒ کی معجزنما قیادت نے برعظیم جنوبی ایشیا کے مسلمانوں لیے ایک الگ مملکت حاصل کی اور انھیں علیحدہ قومی شناخت عطا کی حالانکہ اس جدوجہد میں انھیں بڑی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بانیِ پاکستان قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کی بہترین مثال ہے:

نِگہ بلند ، سُخن دل نواز ، جاں پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر ، میرِ کارواں کے لیے

دنیا کی کوئی بھی قوم خودی، خودداری، خودشناسی اور خودانحصاری کے اوصاف سے مزین ہو کر ایک دوربین قیادت کی رہنمائی میں ناممکنات کو ممکنات میں بدل سکتی ہے۔ عوام کی ترجمان، مملکت کی پاسبان اور قومی خودمختاری کی نگہبان قیادت ہی بڑے بڑے معجزے سرانجام دے سکتی ہے اور اقوامِ عالم میں اسے ممتاز اور معتبر مقام تک پہنچا سکتی ہے۔

اس مصرعے کا دوسرا پہلو بھی قابلِ التفات اور تشریح طلب ہے، وہ یہ کہ فن پارے میں اتنی تاثیر تو ہونی چاہیے کہ قوموں کے لیے مہمیز کا کام کر سکے، جو ہُنر قوم کی روح کو جھنجھوڑنے میں ناکام رہے، بےکار ہے۔ یہ مصرع اقبال کے مجموعہ

کلام ''ضربِ کلیم'' کی نظم ''فنونِ لطیفہ'' سے ماخوذ ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ جس کسی کو بھی قدرتِ خداوندی کی جانب سے کوئی ہنر ودیعت ہوا ہے، اُسے چاہیے کہ وہ اس ہنر کو انسانی فلاح وارتقا کے لیے بھرپور انداز میں استعمال کرے۔ اُن کے خیال میں شاعر، ادیب، مغنّی اور مصور معاشرے کے حساس ترین افراد ہوتے ہیں، انھیں اپنے فن پاروں میں ایسا پیرایۂ اظہار اختیار کرنا چاہیے جو دیکھنے، سننے اور پڑھنے والوں کی روح میں اُتر جائے۔ حسرت موہانی کے بقول:

شعر دراصل ہیں وہی حسرت
سنتے ہی دل میں جو اُتر جائیں

اگر فن پارے میں ایسی معجزاتی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تو اس سے قوموں کی تقدیر بدلی جا سکتی ہے۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا اردو و فارسی کلام بذاتِ خود اسی شعر کی تفسیر ہے، جس نے برعظیم بلکہ ایشیا کے کاہل وغافل مسلمانوں میں زندگی اور تحرک کی رُوح پھونک دی۔ اسی نظم کے درج ذیل شعروں پر ہی اس مضمون کا اختتام موزوں رہے گا۔

مقصودِ ہُنر سوزِ حیاتِ ابدی ہے
یہ ایک نفس یا دو نفس مثلِ شرر کیا
جس سے دلِ دریا متلاطم نہیں ہوتا
اے قطرۂ نیساں وہ صدف کیا، وہ گہر کیا
شاعر کی نوا ہو کہ مغنی کا نفس ہو
جس سے چمن افسردہ ہو وہ بادِ سحر کیا
بے معجزہ دُنیا میں ابھرتی نہیں قومیں
جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہُنر کیا

❀❀

24- توہم پرستی اور ہمارا معاشرہ

آج کے ترقی یافتہ دور میں جب انسان چاند پر قدم رکھ چکا ہے، کائنات کا کوئی ایسا سیارہ نہیں جو انسانی رسائی سے باہر ہو، دنیا ایک گلوبل ویلج بن چکی ہے۔ جدید دور کے تقاضوں نے انسان کو سہولتوں اور آسائشوں کے ایک وسیع جہان سے روشناس کرادیا ہے۔ بلکہ نت نئی ایجادات کے بل بوتے پر انسانی زندگی صحیح معنوں میں حکیم الامت کے اس

خواب کی تعبیر نظر آتی ہے:

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے، لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

جدید ٹیکنالوجی نے بے شک حضرتِ انسان کو ستاروں کی گزرگاہوں کا مسافر بنا دیا ہے لیکن اس مادی ترقی کا ایک سیدھا سادہ نقصان تو یہ ہوا کہ انسان آپس میں ایک دوسرے سے زیادہ مشینوں پر انحصار کرنے لگے۔ ہمارا معاشرہ جو کہ باوجود ایک مُسلم معاشرہ ہونے کے توہّم پرستی کے جال میں اس قدر اُلجھ چکا ہے کہ اس سے چھٹکارا پانا جوئے شیر لانے کے مترادف لگتا ہے۔

لوگ جہالت، کم علمی، دینی شعار سے غفلت اور قرآن سے دوری کے باعث اپنی مذہبی اقدار و روایات کو پسِ پُشت ڈالتے ہوئے اندھا دُھند، جعلی عاملوں، مفاد پرست مجاوروں، بے عمل پیروں، نام نہاد فقیروں، جادوٹونے اور فضول توہمات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ہماری اسی بے خبری اور بھیڑ چال کے حوالے سے علامہ اقبال کی چار مصرعی نظم ''خانقاہ'' ملاحظہ ہو:

رمز و ایما اس زمانے کے لیے موزوں نہیں
اور آتا بھی نہیں مجھ کو سخن سازی کا فن
''قُم باذنِ اللہ'' کہہ سکتے تھے جو، رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن!

زندہ لوگ تو رہے ایک طرف یہاں تو مُردہ پرستی کی روش بھی ہر حد سے گزر چکی ہے۔ انسان تو انسان وطنِ عزیز میں تو جانوروں اور پرندوں کے ناموں پر بنے مزارات پر بھی لوگ من کی مراد پانے جاتے ہیں۔ ہمارے ایک معروف مزاح گو شاعر جناب خالد مسعود کی ایک مقبولِ عام مزاحیہ غزل، جس کا عجیب و غریب مطلع ہے:

اُس کا رشتہ نہ ہونے کا باعث اُس کا ابا تھا
سب حیران تھے اُس نے ایسا ابا کہاں سے لبھا تھا

انھوں نے اپنی اس غزل کے ایک شعر میں ہمارے اسی اندھے، گونگے بہرے معاشرے اور بھیڑ چال چلنے والے عوام کی جہالت اور اندھی عقیدت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:

اوس جگہ پر کافی لوکی منّتیں مانگنے پہنچے
پچھلے ورہے جہاں پر ہم نے مویا گکڑ دبا تھا

اردو ادب کے ایک مستند و مہان مزاح نگار جناب مشتاق احمد یوسفی کہ جن کی علمیت و قابلیت کا ایک زمانہ

معترف ہے۔ پاک و ہند کے سماجی، ادبی اور عوامی رویوں کو دیکھتے ایک صدی گزاری ہے۔ انھوں نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''آبِ گم'' میں ہمارے مقامی تصوف کا بھانڈا ان الفاظ میں پھوڑا ہے:

''مزار اگر خالی از میّت ہے تو غنیمت جانیے، ورنہ اللہ جانے اندر کیا دفن ہے؟ جس کا اس دھوم سے عُرس منایا جا رہا ہے۔ کوئی دن نہیں جاتا کہ کراچی کے اخباروں میں ایسے اشتہار نہ دیکھتے ہوں کہ آج فلاں آستانۂ عالیہ پر چادر شریف چڑھائی جا رہی ہے۔ پانچ بجے گاگر شریف، جلوس کی شکل میں لے جائی جائے گی۔ پھر اس سے مزار شریف کو غسل شریف دیا جائے گا۔ بعد نمازِ مغرب لنگر شریف تقسیم ہوگا۔ ہم نے بعض نو دریافت بزرگوں کے، نوتعمیر مزاروں کے ضمن میں ''شریف'' پر تاکیداً اتنا زور دیکھا ہے کہ دل میں طرح طرح کے وسوسے اٹھنے لگتے ہیں۔ ہم نہ ضعیف الاعتقاد ہیں نہ وہابی، لیکن کراچی کے ایک مزار کے بارے میں جو ہمارے سامنے پُر ہوا ہے، ہم بالا علان یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں کہ اس سے متعلق ہر چیز شریف ہے، سوائے صاحبِ مزار کے۔'' (ص: ۵۳۔۵۴)

برِعظیم کے اس مرض کی جڑیں یقیناً کسی دین کی بجائے یہاں کے عوام کی نفسیات اور صدیوں پرانی روایات میں تلاش کرنا پڑیں گی۔ شاعرِ مشرق جناب حضرتِ اقبال نے اس مجموعی عوامی نفسیات کا تجزیہ ''ضربِ کلیم'' میں شامل اپنی ایک نظم ''خواجگی'' میں ان الفاظ میں کیا ہے:

دورِ حاضر ہے حقیقت میں وہی عہدِ قدیم
اہلِ سجّادہ ہیں یا اہلِ سیاست ہیں امام
اس میں پیری کی کرامت ہے نہ میری کا ہے زور
سیکڑوں صدیوں سے خُوگر ہیں غلامی کے عوام
خواجگی میں کوئی مشکل نہیں رہتی باقی
پختہ ہو جاتے ہیں جب خوئے غلامی میں عوام!

وہ مُسلم معاشرہ جس کی بنیاد ہی یقین اور تقویٰ پر ہے اور جن کا عقیدہ ہی یہ ہے کہ اس کائنات کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی اجازت کے بغیر یہاں پتا بھی حرکت نہیں کرسکتا۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے اور کوئی بھی انسان اُس کے منصب تک پہنچنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ وہ خالق ہے اور اپنی مخلوق کا سوال کرنا، اسی سے امید لگانا پھر اسے اپنی مرضی

سے بے حساب نوازنا اسے بہت پسند ہے۔ اس نے انسانوں کو جس لغزش، خطا یا گناہ سے بار بار متنبہ کیا ہے وہ شرک ہے، انسانی زندگی کا یہ واحد گناہ ہے جس کی معافی نہیں ہے۔

اس عقیدۂ توحید کا پیروکار ہونے کے باوجود ہم لوگ اگر توہّم پرستی کا شکار ہو رہے ہیں تو ہم انکار اور کفر کی پستیوں میں اُتر چکے ہیں۔ اس جہالت کے مرتکب ہو کے ہم نہ صرف اپنے عقائد سے رُوگردانی کر رہے ہیں بلکہ ان خرافات میں پڑ کر اپنا وقت اور پیسہ دونوں برباد کر رہے ہیں۔ اگر ہم تاریخ کے اوراق سے رجوع کریں یا صحابہ عظام کی زندگیوں پر نظر کریں تو پتہ چلتا ہے کہ ان فضول اور واہیات رسوم کا اسلام جیسے خالص اور فطری دین سے دور دور تک کوئی واسطہ نہیں۔ بلکہ یہ سب کچھ برِصغیر میں ہندو قوم کی طویل رفاقت کا اثر ہے، جنھوں نے ایک خدا کو پسِ پشت ڈال کر بیسیوں دیویاں دیوتا بنا رکھے ہیں۔ حتیٰ کہ وہاں پتھر، گائے اور بندر کی بھی پوجا کی جاتی ہے۔ ہمارے قومی شاعر نے 'بالِ جبریل' میں شامل اپنی ایک نظم 'ہندی اسلام' میں اسی المیے کی طرف اشارہ کیا ہے:

ہے زندہ فقط وحدتِ افکار سے ملّت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد
وحدت کی حفاظت نہیں بے قوتِ بازو
آتی نہیں کچھ کام یہاں عقلِ خداداد
اے مردِ خدا تجھ کو وہ قوّت نہیں حاصل
جا بیٹھ کسی غار میں اللہ کو کر یاد
مسکینی و محکومی و نومیدیِ جاوید
جس کا یہ تصوّف ہو، وہ اسلام کر ایجاد
مُلّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد!

پاکستانی معاشرے کا المیہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں نہ صرف غریب اور اَن پڑھ طبقہ دین میں ملاوٹ اور خرابی کا باعث ہے بلکہ معاشرے کا بظاہر پڑھا لکھا اور باشعور ہونے کا دعویٰ کرنے والا ایک وسیع حلقہ بھی ان خرافات کا شکار ہے۔ بقول علامہ اقبال:

حقیقت روایات میں کھو گئی
یہ اُمت خرافات میں کھو گئی

ہم لوگ اپنی مذہبی اقدار کو اس قدر کھوکھلا کر چکے ہیں کہ شرپسند عناصر ان کا فائدہ اٹھا کر ہمیں ہمارے اپنے لوگوں کے خلاف کر رہے ہیں اور ہم ان کے ہاتھوں کٹھ پُتلیاں بنے ان کے اشارۂ ابرو پر رقص کناں ہیں۔ شہروں کا حال

بھی دیہاتوں سے مختلف نہیں۔ کہیں ساس اپنی بہو کے خلاف تعویذ گنڈے کروا رہی ہے تو کہیں بہُو اپنی ساس کا ناطقہ بند کرنے کے لیے جعلی پیروں فقیروں اور عاملوں کی جیبیں گرم کر رہی ہے۔ بعض جذباتی نوجوانوں کو ایک تعویذ کے ساتھ ''سنگ دل سے سنگ دل محبوب آپ کے قدموں میں'' کا فضول ترین لالچ دے کر لوٹا جا رہا ہے۔ کچھ معصوم لوگوں کو اولادِ نرینہ کے نام پر لُوٹا جا رہا ہے اور کچھ لوگ فکرِ معاش سے تنگ آ کر ان پیروں فقیروں اور عاملوں کے جعلی آستانوں کا رُخ کر رہے ہیں۔

بعض لوگ اس حد تک اخلاقی زوال کی پاتال میں گر چکے ہیں کہ ان کالے علم کے بے فیض ''عاملوں'' کے ذریعے اپنے مذموم مقاصد کی خاطر لوگوں کی جان لینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ دیہاتوں میں لوگ سُودی قرضے لے کر اپنے مقدمات کے حسبِ منشا فیصلے کروانے اور اپنی سِفلی خواہشات کی تکمیل کے لیے جعلی پیروں کا کاروبار چمکاتے دکھائی دیتے ہیں۔

توہّم پرستی کی ایک اور قسم جس کا شکار ہمارا معاشرہ ہو رہا ہے اور جو اس دور میں زمانہ جاہلیت کی تصویر پیش کرتی ہے وہ یہ ہے کہ آج بھی بیٹی کو بوجھ تصور کیا جاتا ہے۔ بیٹی کے پیدا ہونے پر آنسو بہائے جاتے ہیں اور رشتہ دار باقاعدہ افسوس کرنے آتے ہیں۔ بیٹے کی آرزو میں شریف زادیاں اپنی عزت اور آبرو بھی لُٹوا بیٹھتی ہیں یا مرد حضرات دوسری شادی کر لیتے ہیں۔ اس کے بعد سوتنیں شوہر کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے تعویذ گنڈے کا سہارا لینے لگتی ہیں اور گھر میں ہر وقت طبلِ جنگ بجتا رہتا ہے۔ مزید برآں دیہاتوں میں اور کچھ نہیں تو مختلف توہّمات کے نتیجے میں کئی کام روک دیے جاتے ہیں۔ بعض دِنوں کو منحوس قرار دیتے ہوئے سفر سے گریز کیا جاتا ہے اور بعض دنوں کو سعد تصور کرتے ہوئے بعض ضروری کام انجام دینے کو ترجیح دی جاتی ہے۔

ایک طویل عرصے تک ضعیف الاعتقاد ہندوؤں کے ساتھ رہتے ہوئے ہمارے معاشرے میں بھی بعض توہّمات سرایت کر گئی ہیں۔ یہ شرکیہ توہمات ہمیں بے یقینی کا شکار بنا رہی ہیں۔ اگر کالی بلی راستہ کاٹ جائے تو اُس راستے پر جانا درست نہیں سمجھا جاتا، کانچ کا برتن ٹوٹ جائے تو اسے بُرا شگون سمجھا جاتا ہے۔ گھر کی مُنڈیر پر کوا کائیں کائیں کرے تو اسے مہمان کی آمد کی علامت قرار دیا جاتا ہے۔ انڈین ٹیلی ڈراموں اور فلموں نے ان توہّمات کو مزید فروغ دیا ہے جس کے ہمارے معاشرے پر بدترین اثرات مُرتب ہو رہے ہیں۔ یہ توہّم پرستی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر نعوذ باللہ اپنے عمل سے سوال اٹھاتے ہیں۔ حالانکہ حضور اکرم ﷺ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے:

''اور تم غیب کی باتیں بتانے والوں کے پاس مت جایا کرو۔''

ایک اور جگہ پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

''اپنی ساری حاجات اللہ ہی سے مانگو، چاہے جُوتے کا تسمہ ہی کیوں نہ ہو۔''

المیہ یہ ہے کہ آج کے دور کا انسان قرآن وسنت سے گزشتہ ادوار کی نسبت زیادہ آگاہ ہے لیکن اس کے باوجود آج کا انسان شرک کا راستہ اختیار کر کے شیطان کو خوش ہونے کا موقع فراہم کر رہا ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم اس کی اصلاح کریں ہم آئے دن توہّم پرستی کا شکار ہو کر اپنے مقاصد سے دُور ہوتے جا رہے ہیں جو کہ ہمارے معاشرے کی ترقی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔

سندھ ہو یا پنجاب، بلوچستان ہو یا خیبر پختون خواہ، دیہی جاگیردارانہ ذہنیت اور وراثت کے بٹوارے کے خیال سے بچیوں کی قرآن پاک سے شادی (بالخصوص سندھ میں) کی رسم بڑی تباہی لا رہی ہے۔ اسی طرح کاروکاری سندھ کی معاشرت کی ایک اور قابلِ مذمت اور قبیح رسم ہے۔ عرب کے زمانۂ جاہلیت کی طرح یہاں بھی جوان بہنوں اور بیٹیوں کو ڈولی میں بٹھانے کی بجائے ان کے جنازے اٹھانے کا رواج عام ہے۔ محبوب خزاں نے کیا خُوب کہا ہے:

وہی قیامتِ احساس ہے جدھر جاؤ
وہی حکایتِ لبریز ہے جہاں دیکھو

سچی بات تو یہ ہے کہ ہم نے توہّم پرستی کو باقاعدہ ایک دین کا درجہ دے دیا ہے۔ یہ ہمارا طرزِ احساس اور طرزِ حیات بن چکی ہے۔ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ توہّم پرستی ترقی کی شاہراہ پر آگے بڑھنے میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ جو لوگوں کو نئی ٹیکنالوجی اور نئے تغیرات کو قبول نہیں کرنے دیتی۔ لوگ فرسودہ رسوم و رواج کو سینے سے لگا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ افسوس ناک صورتِ حال نہ صرف معاشرتی طور پر بلکہ معاشی اور سیاسی طور پر بھی ہمارے معاشرے کو کمزور کر رہی ہے۔ ہم جو ایک ایٹمی قوت ہیں اور ہم جو دنیا کی چھٹی بڑی فوجی طاقت ہیں، ہمارے عوام کی اکثریت ان فرسودگیوں میں گھری ہوئی ہے جو ہماری پسماندگی اور درماندگی کی اصل وجہ ہے۔

ہمیں معاشرے کے تمام طبقات کو بیدار ہونا ہوگا اور ایسے اقدامات اٹھانا ہوں گے جو لوگوں کو توہمات سے نکال کر حقیقت کی دنیا سے رُوشناس کرائیں۔ ایک باعمل صحیح العقیدہ مسلم معاشرے کا قیام ہمارا اوّلین مقصد ہونا چاہیے۔ یہ ملک وقوم کی ترقی اور سالمیت کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ عوام ان توہمات کی دلدل سے نکل کر پاکستان کو درپیش مسائل کا مقابلہ مکمل یکسوئی اور تن دہی سے کر سکیں۔ بصورتِ دیگر:

ہم اگر سایوں کے پیچھے بھاگتے رہ جائیں گے
راستے کٹ بھی گئے تو فاصلے رہ جائیں گے

❀❀

25- کمپیوٹر کی زبان

بعض محاورے اور الفاظ غلط استعمال ہوتے ہوتے غلط العوام کا درجہ اختیار کر لیتے ہیں، کیوں کہ لسانی ماہرین، مقتدر اداروں اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے ان کی اصلاح کے لیے بروقت اور خاطر خواہ کوششیں نہیں کی جاتیں۔ بالآخر وہ غلط استعمال ہوتے ہوتے باقاعدہ زبان اور بول چال کا حصہ بن جاتے ہیں (یعنی غلط العوام سے غلط العام بن جاتے ہیں۔) اسی طرح کچھ غلط نظریات وتصورات ایسے ہیں جو بعض وجوہ کی بنیاد پر عوام الناس میں ایک نظریے اور عقیدے کی حیثیت سے پھیل جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک نظریہ اور تصور یہ ہے کہ کمپیوٹر اور سائنس کی زبان صرف انگریزی ہے، حالانکہ یہ بات کسی بھی دلیل سے ثابت نہیں کی جا سکتی۔

سائنس کا ایک مبتدی طالب علم بھی جانتا ہے کہ کمپیوٹر کی کوئی زبان نہیں۔ بہ الفاظ دیگر ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ کمپیوٹر کی زبان وہی ہے جو اس پر کام کرنے والے کی زبان ہے۔ سائنس کی زبان میں اس کا جواب مخصوص الفاظ کے ساتھ اس طرح دیا جا سکتا ہے کہ کمپیوٹر کی زبان صفر (0) اور ایک (1) ہے۔ صفر کا مطلب برقی سگنل ''نہیں'' اور ایک کا مطلب برقی سگنل ''ہاں'' ہے۔ اس بات کو عام فہم انداز میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ ''ہاں'' اور ''نہیں'' کمپیوٹر کی زبان ہے۔ یعنی کمپیوٹر کی ایسی کوئی زبان نہیں جسے انسانی زبان کے مماثل قرار دیا جا سکے۔

ہمارے ہاں یہ غلط تصور نہ جانے کیوں لوگوں کے ذہنوں میں راسخ ہو گیا ہے؟ آیئے اس سوال کا ذرا تاریخی اور تجزیاتی جواب تلاش کرتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند پر انگریز خاصا عرصہ قابض رہے ہیں۔ اس دوران میں انھوں نے ایسے ذہنی غلاموں کی بڑی مقتدر ٹیم تیار کر لی تھی جن کے افراد اب تک اقتدار پر فائز ہیں اور وہ ذہنی غلامی کے جراثیم اب بھی ہماری اجتماعی سوچ پر غالب ہیں۔

کمپیوٹر کی ایجاد کے ساتھ ہی اس ذہنیت نے اپنے ملک میں کمپیوٹر کو محض ''سامانِ صرف'' کی حیثیت سے متعارف کروایا۔ کمپیوٹر کی بنی بنائی چیزوں اور پروگراموں کو اسی طرح استعمال کرنا سیکھ لیا۔ زبان، تہذیب اور ثقافت کے اعتبار سے اس کے استعمال میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ہماری دفتری زبان چونکہ ابھی تک انگریزی ہے، خصوصاً مقتدر طبقہ اقتدار پر انگریزی ذریعۂ تعلیم اور مقابلے کے امتحانات کا ذریعہ انگریزی رکھ کر ہی اقتدار کے مزے لوٹ سکتا ہے، اس لیے حکومتی سطح پر اس تصور اور غلط نظریے کو عمل کے ذریعے غلط ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ اس کے پرچار میں ہی وہ اپنی عافیت تصور کرتے تھے اور کر رہے ہیں۔

شروع شروع میں جب ونڈوز آپریٹنگ سسٹم، جو کمپیوٹر پروگراموں کو چلاتا اور مشغول رکھتا ہے، جب انگریزی میں تیار ہوا تو دیگر ترقی یافتہ ممالک نے فوراً اسے اپنی قومی زبانوں میں منتقل کر لیا۔ فرانس، جرمنی، ہالینڈ، سپین، جاپان، چین اور دیگر ترقی یافتہ ممالک میں کمپیوٹر کا تمام تر کام ان کی اپنی زبانوں میں ہی ہوتا ہے۔ تمام سافٹ ویئر انھوں نے اپنی زبانوں میں تیار کیے ہوئے ہیں۔ انھوں نے کمپیوٹر کو فقط صارف کی حیثیت سے ہی نہیں لیا بلکہ حکومتی سطح پر اس ملک کے تحقیقی اداروں نے اپنی قومی زبان میں تحقیقی کام کر کے ایک تو اپنے علمی، ادبی اور تخلیقی ذخیرے میں اضافہ کیا اور دوسرے اپنے عوام کو اعتماد بھی دیا کہ ترقی کی زبان صرف انگریزی ہی نہیں بلکہ ان کی زبانیں بھی ہیں۔ ایسے ملکوں کے عوام ذہنی مرعوبیت، پستی اور غلامی کا شکار نہیں ہوتے۔

مقتدر طبقہ اپنی رعایا کی تحقیقی اور تخلیقی ضروریات پوری کرنے کے لیے ان کا ساتھ دیتا ہے۔ آج دنیا کے ہر ترقی یافتہ ممالک کی ونڈوز ان کی اپنی زبانوں میں زیرِ استعمال ہیں۔ دُکھ اور افسوس کی بات یہ ہے کہ ہماری زبان اُردو بھی اگرچہ ایک بین الاقوامی زبان بننے کی پوری پوری صلاحیت رکھتی ہے مگر ہر سطح پر اس کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے اور اسے صرف افسانوی ادب اور شاعری کی زبان کی حیثیت سے متعارف کروانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ قوموں کے زوال کے اسباب یہی تو ہوتے ہیں۔ اس سے مرکز گریز قوتیں یقیناً شہ پکڑتی ہیں۔ ہمارے ہاں بعض مقتدر قوتیں بھی ایسی باتیں کر جاتی ہیں، جو ان کے مناصب کے لیے قطعاً مناسب نہیں ہوتیں۔ مثلاً یہ کہ اُردو صرف شاعری کی زبان ہے اور اُردو میں سائنس نہیں پڑھی جا سکتی۔ اس طرح کی حقیقت گریز باتیں قومی وحدت کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہیں۔ قومی زبان کی بے توقیری کرنے اور اسے کمزور کرنے کے اقدامات و بیانات وحدتِ ملی کے لیے خطرے سے خالی نہیں۔

17 / اگست 2005ء کو تہران یونیورسٹی شعبہ اُردو کے چیئرمین کا انٹرویو بی بی سی پر نشر ہوا جس میں انھوں نے پاکستانیوں سے ایک گلہ کیا۔ انھوں نے کہا کہ پاکستانی اپنی قومی زبان کی عزت نہیں کرتے۔ انھوں نے پاکستانی اخبارات کی مثال دی کہ ان میں اُردو کے متبادل الفاظ ہوتے ہوئے بھی جان بوجھ کر انگریزی کے الفاظ لکھے جاتے ہیں۔ یہ تو اخبارات کے رویے سے انھیں شدید دکھ ہوا جس کا اظہار انھوں نے برملا کر دیا۔ اگر وہ پاکستان کے موجودہ سائنسی نصاب کی (جو اُردو میڈیم کے لیے تیار ہوا ہے) ایک جھلک دیکھ لیتے تو شاید اپنے دُکھ کو نفرت میں بدل لیتے۔ اس نصاب میں اُردو زبان کی عام فہم اور اپنے معانی خود دینے والی اصطلاحات کو نکال کر ان کی جگہ پر انگریزی اصطلاحات کو اُردو رسم الخط میں لکھ دیا گیا ہے۔ جس سے ایک طرف اُردو زبان کی پشت میں خنجر گھونپا گیا ہے تو دوسری جانب نونہالانِ وطن کے فہم و ابلاغ کے آگے ایک کوہِ گراں ڈال دیا گیا ہے۔

بہر حال یہ تو ایک ضمنی بات تھی۔ بات کمپیوٹر کی ہو رہی تھی۔ بھلا ہو بھارتی نژاد محترم ڈانگلے صاحب کا جنھوں نے اُردو سافٹ ویئر ''ان پیج'' تیار کر کے اُردو دان طبقے خصوصاً پاکستان پر احسان کر دیا ورنہ ہمارا پس ماندہ رہنے کا مصمم ارادہ تھا اور اب بھی ہے۔ شنید ہے کہ مائیکروسافٹ کے آیندہ آپریٹنگ سسٹم ''ونڈوز وسٹا'' میں اُردو کی مکمل معاونت (سپورٹ) موجود ہوگی۔ علاوہ ازیں آفس ایکس پی کے لیے مقتدرہ زبان کی وساطت سے مائیکروسافٹ نے ''اُردو مواجہ'' (اُردو یوزر انٹرفیس) بھی وضع کروا لیا ہے۔

یعنی اب کمپیوٹر پر ہر طرح کا انفرادی و دفتری کام اُردو میں کیا جا سکتا ہے۔ مائیکروسافٹ پاور پوائنٹ پر اُردو میں خوبصورت سلائیڈیں تیار کی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح مائیکروسافٹ پبلشر میں ہمہ قسم کے خطوط اور کارڈ اُردو میں ڈیزائن کیے جا سکتے ہیں۔ کچھ اُردو فونٹس بھی اس ونڈو میں نصب (انسٹال) کیے جا سکتے ہیں مثلاً نفیس، نستعلیق، خطِ نسخ پاکستانی، نفیس نسخ ویب اور ٹاہوما (Tahoma) وغیرہ۔ مگر ان کا استعمال اور اس سہولت کی بابت معلومات عوام الناس تک نہیں پہنچی ہیں اور اس کے استعمال کی بابت کوئی تشہیری مہم نہیں چلائی گئی۔ اس کے فوائد و ثمرات کا علم عام لوگوں تک نہیں پہنچایا گیا۔

سرِ دست ''مرکزِ تحقیق برائے اُردو'' (سینٹر فار ریسرچ ان اُردو لینگویج پروسیسنگ)، لاہور میں مائیکروسافٹ کے لیے اُردو املا (اسپیلنگ) اور قواعد (گرامر) جانچنے والے کمپیوٹر پروگراموں پر بھی کام جاری ہے، جس کے لیے تمام سرمایہ مائیکروسافٹ کارپوریشن نے مہیا کیا ہے۔ توقع ہے کہ یہ سہولت آیندہ چند سال کے دوران میں ایم ایس آفس کا حصہ بنے گی۔ دوسری جانب اسی ادارے کو حکومتِ پاکستان کی ''ای گورنمنٹ ڈائریکٹوریٹ'' کی جانب سے خودکار انگریزی اُردو مترجم سافٹ ویئر کا کام بھی سونپا گیا ہے، جو شاید اگلے مہینے تک مکمل ہو جائے گا۔

حکومتی زعما سے میری دست بستہ درخواست ہے کہ وہ اُردو کو بین الاقوامی زبان بنانے کے لیے اور اس کی عزت و توقیر میں اضافہ کرنے کے لیے اقدامات کریں۔ آخر انگریزی کو لوگوں نے ہی سائنس کی زبان بنایا ہے۔ انگریزی کوئی آسمان سے ترقی یافتہ صورت میں نہیں اتری۔ اگر آج سکہ انگریزی کا ہے تو کل کلاں اُردو بھی اس منصب پر فائز ہو سکتی ہے۔ اُردو بھی انگریزی کی طرح جدید علوم و فنون کا ذخیرہ اپنے اندر سمیٹ سکتی ہے۔ صرف ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم قومی سطح پر اپنی بھی عزت کریں، اپنے تہذیبی اور ثقافتی شعار کی اور اپنی قومی زبان کی بھی، جو ہمارے تہذیبی اور ثقافتی شعار کا بہت بڑا حصہ ہے۔

(اشتیاق احمد)

<u>ساتواں باب</u>

اُردُو شاعری کا ارتقا

پروفیسر محمود شیرانی کی تحقیق کے مطابق اُردو شاعری کا آغاز غزنوی عہد میں فارسی کے مشہور شاعر مسعود سعد سلمان سے ہوا جو لاہور کے رہنے والے تھے۔ اگرچہ ان کا نہ تو کوئی شعر ملتا ہے، نہ اس زبان کو اس زمانے میں اُردو کہا جاتا تھا، تاہم یہ بات غلط نہیں ہے کہ مسعود کے دَور کے کچھ ہی مدّت بعد امیر خسروؒ کے کلام کا کچھ حصّہ ایسا ملتا ہے جو فارسی اور ہندی سے مل کر ترتیب پاتا ہے۔ امیر خسرو کے بعد شمالی ہند میں کوئی قابلِ ذکر شاعر تاریخ میں محفوظ نہیں ہے۔ اُدھر دکن میں وہاں کے مسلمان بادشاہوں نے سیاسی مصلحتوں کی بنا پر مقامی زبان کی حوصلہ افزائی کی اور اس شاعری کی پرورش کی جسے دکنی کہا جاتا ہے اور جسے آج ہم اُردو شاعری کا نقشِ اوّل کہتے ہیں۔ دکن میں شاعروں کی ایک طویل فہرست ہمیں ملتی ہے جس میں بادشاہ بھی ہیں، صوفی بھی اور عام شہری بھی۔ ان میں سب سے اہم نام ولی دکنی کا ہے جس کی شاعری نے شمالی ہند میں شاعری کی تحریک کا آغاز کیا جس نے مختلف مرحلوں سے گزر کر اُردو شاعری کو دُنیا کی ترقی یافتہ زبانوں کے مقابلے میں لا کھڑا کیا ہے۔ محمّد حسین آزاد نے اِسی لیے ولی کو آدم الشعرا کہا ہے۔ ولی پہلے دکن کے شاعر تھے۔ مغل حکمران محمد شاہ کے زمانے میں انھوں نے دلّی کا سفر کیا۔ اس سفر کے دوران میں انھوں نے بقولِ بعض، ایک صُوفی بزرگ شاہ سعد اللّٰہ گلشن کی فرمائش پر اپنی شاعری کو شمالی ہند کی زبان کے محاورے کے مطابق تخلیق کرنا شروع کیا۔ اب تک شمالی ہند میں فارسی شاعری کا رواج تھا۔ دلّی کے لوگوں نے ولی کی شاعری سُنی تو گویا پہلی مرتبہ انھوں نے اس زبان میں اپنے جذبات کی عکاسی دیکھی جسے وہ کئی سو سال سے بول رہے تھے۔ چنانچہ نوجوان شاعروں کی ایک بڑی تعداد فارسی سے کنارہ کش ہو کر اُردو کی طرف متوجہ ہوئی جسے اس زمانے میں عام طور سے ریختہ کا نام دیا گیا ہے۔ نوجوانوں سے قطعِ نظر پرانے اور عمر رسیدہ اساتذہ نے بھی ریختہ میں طبع آزمائی کی کوشش کی جن میں خان آرزو اور میرزا مظہر جانِ جاناں کے نام خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

خان آرزو (سراج الدّین علی خاں المعروف بہ خان آرزو، میر تقی میر کے خالو تھے۔) مظہر جانِ جاناں اور ان کے دیگر ہم عصر خود تو فارسی کو خیرباد نہ کہ سکے مگر اپنے عقیدت مندوں اور شاگردوں کی نئی نسل میں ریختہ گوئی کا جوش اور ولولہ پیدا کیا۔ اس نئی نسل میں جن شاعروں نے آگے چل کر استادوں کا مرتبہ پایا، ان میں شاہ حاتم اور شاہ مبارک آبرو بہت مشہور ہوئے۔ شمالی ہند میں اُردو شاعری کا یہ پہلا دَور تھا۔ اس دَور کو ایہام گوئی کا دَور بھی کہتے ہیں ''ایہام گوئی'' شاعری کا ایک ایسا انداز ہے جس میں شاعر لفظوں کی بازی گری سے اپنے علم و فضل کا مظاہرہ کرتا ہے اور جب شاعری

لفظوں کا کھیل بن جائے تو ظاہر ہے جذبہ اور تاثیر مفقود ہو جاتا ہے۔ ایہام گوئی وبا کی طرح اُردو شاعری میں پھیل گئی مگر شاہ حاتم اور میرزا مظہر جانِ جاناں کے ایک ہونہار مگر جواں مرگ شاگرد انعام اللّٰہ خاں یقین نے بروقت اس کی روک تھام کی جرأت کی۔ شاہ حاتم نے اپنے ضخیم دیوان میں سے ایسے تمام اشعار خارج کر دیے جو ایہام کی ذیل میں آتے تھے اور ایک مختصر دیوان مرتّب کیا جس کا نام ''دیوان زادہ'' رکھا۔

اُردو شاعری کا دوسرا دَور ہر اعتبار سے سنہری دَور کہلایا جا سکتا ہے۔ اِس دَور میں فارسی کی تمام مروجہ اصناف اُردو میں منتقل ہو گئیں اور اس ہنرمندی کے ساتھ کہ یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ یہ کام اس زبان میں پہلی مرتبہ ہوا ہے۔ غزل اور مثنوی کی روایت دکن میں پہلے بھی موجود تھی۔ اس لیے ان دونوں انصاف نے بڑی تیزی کے ساتھ ترقی کی۔ یہ دَور دیگر شاعروں کے علاوہ خاص طور سے تین شاعروں کے سبب بڑا اہم تسلیم کیا گیا ہے۔ خواجہ میر درد، میرزا محمّد رفیع، سودا اور میر تقی میر۔

خواجہ میر درد ایک باعمل صوفی تھے۔ لہٰذا ان کی شاعری تصوّف کی شاعری کا بہترین نمونہ ثابت ہوئی۔ میرزا محمد رفیع سودا نے غزل کے ساتھ قصیدے (مدحیہ و ہجویہ) اور مرثیے پر خاص توجہ کی۔ میر تقی میر نے غزل اور مثنوی کو آگے بڑھایا۔ غزل تو میر صاحب کی خاص چیز ہے۔ غزل کے دامن کو انھوں نے اتنا وسیع کیا کہ آج تک غزل کہنے والے شاعر ان کی خوشہ چینی کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور میر صاحب کی پیروی پر فخر کرتے ہیں۔

ادھر دلّی کے گلی کوچے درد، سودا، میر اور ان کے دیگر معاصرین کے کلام سے گونج رہے تھے، اُدھر سیاسی اعتبار سے دلّی کی مرکزی حکومت روز بروز انتشار کا شکار ہو رہی تھی۔ پورے ملک میں مختلف طاقتوں نے زور پکڑ لیا تھا۔ احمد شاہ ابدالی اور نادر شاہ کے حملوں نے مغلیہ سلطنت کی جڑیں ہلا کر رکھ دی تھیں۔ لوگوں نے شہر سے نکلنا شروع کر دیا تھا۔ جو صوبے خود مختار ہو رہے تھے، اُن میں سے اودھ کا صوبہ اہلِ دہلی کے لیے خاص طور سے جائے پناہ ثابت ہو رہا تھا۔ فیض آباد اس نئی سلطنت کا پایۂ تخت تھا۔ دلّی کے اکثر و بیشتر شاعر فیض آباد منتقل ہونے لگے۔ کچھ مدّت کے بعد لکھنؤ دارالحکومت ہوا تو ان تمام شاعروں کے علاوہ جو پہلے دلّی سے آئے تھے مزید شاعر دلّی سے آ کر لکھنؤ میں آباد ہو گئے۔ سودا اور میر بھی لکھنؤ میں آ بسے۔ ان کا دَور ختم ہو رہا تھا اور اب شاعری نوجوان نسل کے ہاتھ میں تھی۔ ان میں میر حسن، مصحفی، انشاء اور جرأت خاص طور سے مشہور ہوئے۔ یہ فضا نئی تھی۔ یہاں زندگی پُرسکون تھی۔ زندگی میں قنوطیت ختم ہو گئی تھی اور اس کی جگہ رجائیت ہر طرف چھائی ہوئی تھی۔ شاعری بھی ان عناصر سے متاثر ہو رہی تھی۔ سیّد انشاء اور جرأت اس دَور کے خاص نمائندے ہیں۔ مصحفی کا معاملہ یہ تھا کہ ان کی تقریباً نصف زندگی دلّی میں بسر ہوئی تھی اور ان کی شاعری کی بُنیاد دلّی کی

فضا میں اٹھی تھی تاہم وہ نئے زمانوں کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش بھی کر رہے تھے۔

انشاء، جرأت اور مصحفی غزل میں اپنے ہُنر کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ میر حسن نے غزل کو اپنے لیے ناکافی خیال کیا اور مثنوی کی طرف خاص توجّہ کی۔ گیارہ مثنویاں کہیں جن میں سے ان کی ایک مثنوی، جس پر انھوں نے خاص محنت کی۔ ''سحر البیان'' ہے۔ سحر البیان اب تک اُردو کی بہترین مثنوی تسلیم کی گئی ہے، کیا قصّے کی بُنت کے اعتبار سے کیا طرزِ بیان اور معیارِ زبان کے اعتبار سے۔

انسان فطرتاً ہر وقت ہشاش بشاش رہنا بھی تو پسند نہیں کرتا۔ غزل اور مثنوی اس وقت لوگوں کی کامرانیوں اور مسرّتوں کی ترجمان بن رہی تھیں تو زندگی کی بے ثباتی اجاڑ پن کی طرف بعض ایسے شاعروں کی توجہ مبذول ہوئی جنھوں نے اہلِ بیت رسول ﷺ کے مصائب کو اپنے مصائب جانا اور مرثیے کی طرف دھیان دیا۔ اگرچہ مرثیہ اُردو شاعری کے آغاز سے ایک اہم صنف کی حیثیت رکھتا تھا اور مختلف مرحلوں سے گزر کر سودا تک پہنچا تھا۔ سودا نے مرثیے کو ایک واضح شکل دینے کی کوشش کی اور مجالسِ عزا سے باہر کے سامعین کا ایک حلقہ پیدا کرلیا۔ سودا کے بعد کچھ مدّت تک قابلِ ذکر شاعروں کی توجّہ عام طور سے غزل کی طرف رہی ہے۔ میر حسن، جرأت اور مصحفی کے بعد کی نسل نے اس رشتے کو جو ذرا کمزور ہو چلا تھا، مضبوطی کے ساتھ پکڑا اور پھر اس میں وہ تمام صلاحیتیں پیدا کرنے کی کوشش کی جو کسی بڑی شاعری میں ہوتی ہیں۔ چنانچہ میر حسن کے صاحبزادے میر مستحسن خلیق، میر ضمیر، فصیح اور میاں دلگیر نے ہر طرح سے مرثیے کی زمین ہموار کردی تھی۔

لکھنؤ کا یہ زمانہ جس کا آغاز فیض آباد سے ہوتا ہے، نہ صرف اردو شاعری کے لیے بلکہ اردو زبان کے لیے بھی نہایت مبارک زمانہ تھا۔ انشاء، مصحفی، جرأت، میر حسن بزم سے رخصت ہو رہے تھے اور نئی نسل محفل میں اپنے قدم جما رہی تھی۔ جس کی نمائندگی آتش و ناسخ اور انیس و دبیر کر رہے تھے۔

امام بخش ناسخ لاہور سے لکھنؤ گئے تھے مگر زبان پر اتنی قدرت حاصل کرلی تھی کہ ان کی زبان سے نکلا ہر لفظ مستند تھا اور ہے۔ زبان کو بنانے سنوارنے میں جتنا شعوری کام ناسخ نے کیا کسی اور سے نہ ہوسکا۔ وہ ایک شاعر سے بڑھ کر فنِ شعر کے استاد تھے۔ ان کے ایک ہم عصر، مصحفی کے قابلِ فخر شاگرد خواجہ حیدر علی آتش ہیں۔ آتش علم میں تو ناسخ کے مقابلے میں کم تھے مگر شاعری میں ان کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ لکھنؤ کے دبستان کے واحد نمائندہ شاعر ہیں تو غلط نہ ہوگا۔ زبان کی تراش خراش شعر کو نقصان پہنچا رہی تھی مگر ناسخ اور ان کے مقلدین کی پوری توجہ اصلاحِ زبان پر مرکوز تھی۔ آتش نے نہایت پامردی سے شاعری کا وقار بحال کرنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب ہوئے مگر ساتھ ہی ساتھ اصلاحِ زبان کی تحریک سے بھی غافل نہ رہے۔

دوسری طرف مرثیے کی روایت زیادہ روشن ہو رہی تھی۔ انیس و دبیر اس میدان کے شہسوار ہیں۔ ان دونوں نے مرثیے کے تمام امکانات کو جو پوری انسانی زندگی پر محیط تھے، اپنی شاعری میں سمو دیا اور مرثیے کے بارے میں اس الزام کی ہمیشہ کے لیے تردید کردی کہ مرثیہ محض کسی مذہبی عقیدے کے اظہار کا وسیلہ ہے۔ انیس و دبیر نے شاعری کی اعلیٰ ترین نزاکتوں کو بڑے اعتماد کے ساتھ برتا اور اُردو زبان کو یوں مانجھا کہ پھر کسی اصلاح کی ضرورت پیش نہیں آئی اور مرثیے کو گویا اس کے ارفع ترین مقام پر پہنچا دیا۔ مرثیے کے ساتھ سلام اور رُباعی کو بھی اس دَور میں مرثیہ نگاروں کے ہاتھوں فروغ حاصل ہوا۔

آتش و ناسخ اور انیس و دبیر نے اُردو شاعری کو اس جگہ پہنچا دیا تھا کہ لکھنؤ میں اب مزید استعداد نہ رہی تھی کہ کوئی نیا رُخ اختیار کرتا۔ ان باکمال شاعروں کے شاگردوں نے اساتذہ کی پیروی ہی پر قناعت کی۔ البتہ آتش کے ایک ہونہار اور جواں مرگ شاگرد نے قصۂ گل بکاؤلی کو ''گلزارِ نسیم'' کے نام سے یوں رقم کیا کہ مثنوی کی تاریخ میں صرف دو نام زندہ رہ گئے۔ میر حسن اور پنڈت دیا ناتھ شنکر نسیم، حالانکہ اُردو شاعری میں غزل کے بعد سب سے بڑا ذخیرہ مثنوی کا ہے۔ دکنی عہد میں دُور نہ جائیں تو بھی سراج اورنگ آبادی اور دلّی میں خواجہ میر اثر کے نام میر حسن سے پہلے اور نواب میرزا شوق لکھنوی اور حکیم مومن خاں مومن دہلوی کے نام نسیم لکھنوی کے بعد ایسے نہیں کہ آسانی سے نظر انداز کیے جاسکیں۔

1856ء میں اودھ کی سلطنت ختم ہوگئی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اس سلطنت کے آخری تاجدار واجد علی شاہ کو کلکتے میں مٹیا برج میں نظر بند کردیا اور لکھنؤ پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا۔ لکھنؤ اُجڑ گیا۔ اربابِ ہُنر اسی طرح سے پناہ تلاش کرنے کے لیے شہر شہر پھرنے لگے جس طرح کبھی دہلی کے اربابِ ہنر پھر رہے تھے۔

ادھر جب لکھنؤ میں آتش و ناسخ کے چراغ روشن تھے ادھر دِلّی میں بھی آخری محفل سجائی جا رہی تھی۔ بہادر شاہ ظفر، ذوق، غالب اور مومن کا ظہور ہو چکا تھا۔ سودا نے قصیدے کو فارسی قصیدے کے برابر لانے کی سعی کی تھی۔ ذوق نے ان کی اس کوشش کو کامیاب بنا دیا اور کلاسیکی قصیدے کے لیے تمام راستے بند کردیے۔ مومن خاں حُسن پرست اور عشق پیشہ انسان تھے۔ ان کی غزل انسانی عشق کا ایک نہایت خوبصورت اظہار ہے۔ معاملہ بندی کہ شمالی ہند میں جس کے سب سے بڑے علمبردار جرأت تھے، مومن خاں کے یہاں آ کر مہذّب ہوگئی۔ بہادر شاہ ظفر برائے نام بادشاہ تھے۔ وہ درویش مزاج انسان تھے، ان کی شاعری اُردو کی اخلاقی شاعری اور شعری ہُنر مندی کے بہترین نمونوں میں شامل ہوسکتی ہے۔ ذوق اور مومن کے اُستاد شاہ نصیر اپنے زمانے کے بڑے اُستاد تھے۔ وہ اُستاد ناسخ اور لکھنوی اندازِ شعر سے متاثر تھے۔ شاہ نصیر کے ذریعے سے لکھنؤ کا انداز دلّی میں آیا۔ دلّی میں ان کے شاگردوں نے اس انداز کو آگے بڑھایا مگر غالب نے ناسخ

کے طرز کو پسند کرنے اور گاہے گاہے اس طرز کو اختیار کرنے کے باوجود اپنی فطری صلاحیتوں کے بل بوتے پر شعری ادب میں جدّت اور ندرت کی بنیاد ڈالی:

ہیں اور بھی دنیا میں سخن ور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور (غالب)

غالب کو اردو کا آخری کلاسیکی شاعر کہنا چاہیے۔ ان پر اُردو شاعری نے قدیم انداز کو ختم کر دیا اور نئے طرز کو اختیار کر لیا۔ اُردو کی جدید شاعری کے چشمے غالب کی شاعری سے پُھوٹتے ہیں اور انسانی زندگی کے گونا گوں مسائل بلکہ خود انسانی زندگی ان کا خاص موضوع ہے۔ ان کی شاعری کا دامن بہت وسیع ہے۔

1857ء کا سال برِ صغیر کے لیے ایک ایسا حادثہ لے کر آیا جس نے یہاں کی ہزار سالہ تہذیب کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ لکھنؤ پہلے ہی ویران ہو چکا تھا۔ اب دلّی بھی اُجڑ گئی مگر قدرت نے رام پور اور حیدر آباد دکن کے علاوہ دیگر چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے دروازے ان شاعروں پر کھول دیے خصوصاً رام پور، یہاں کے نواب یوسف علی خاں ناظم شاعر بھی تھے اور شاعر نواز بھی، غالب کے شاگرد تھے۔ انھوں نے لکھنو اور دلّی سے نکلنے والے اکثر بے سروسامان شاعروں کو پناہ دی۔ ان شاعروں میں داغ، امیر مینائی اور جلال لکھنوی خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

یہ دَور دراصل داغ کا دَور ہے، داغ نے معاملہ بندی کو مومن کی ثقاہت اور دردمندی سے نکال کر شوخی اور بانکپن عطا کیا۔ داغ کی زبان خالص اردو کا بہترین نمونہ ہے۔ امیر مینائی پہلے قدیم طرز میں شعر کہ رہے تھے۔ داغ کے اثرات سے اس قدر مغلوب ہوئے کہ اپنا انداز بُھول گئے۔ جلال نے اپنا سارا زورِ زبان و قواعدِ زبان کی پابندی پر صرف کر دیا۔ ان کا کلام ممکن ہے قواعد کے اعتبار سے بے عیب ہو مگر شاعری کی رمق اس میں بہت کمزور ہے۔

یہ طرزِ غزل گوئی ابھی جاری تھا کہ لاہور میں مولانا محمد حسین آزاد نے ایک نئے طرز کے مشاعروں کی بُنیاد ڈالی۔ یہ زوال پذیر غزل کے خلاف بغاوت تھی۔ آزاد نے اس تحریک کے حق میں اور اپنے مقصد کی وضاحت کے سلسلے میں کئی لیکچر بھی دیے۔ انھوں نے اس زمانے کی شاعری کو ایک قومی سانحہ قرار دیا اور شاعروں کو خیالی اور داخلی زندگی سے نکل کر خارجی دُنیا کے مسائل سے آنکھیں چار کرنے کی تلقین کی۔ اتّفاق سے تقریباً اسی زمانے میں خواجہ الطاف حسین حالی بھی ملازمت کے سلسلے میں لاہور آ گئے۔ حالی غالب کے شاگرد، شیفتہ سے تربیت یافتہ اور کلاسیکی غزل کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ یہ اُس زمانے کے واحد قابلِ ذکر شاعر تھے جو داغ کے اثرات سے محفوظ رہ گئے تھے یقیناً اس کا باعث کچھ اُن کی سلامتیِ طبع، شیفتہ کی صحبت اور کچھ غالب کی شاگردی تھا۔ یوں بھی حالی کے مزاج میں ایک ایسی لچک تھی کہ وہ خیر کی طرف بہت جلد مائل ہو جاتے تھے۔ آزاد کی باتیں بہت جلد حالی کی سمجھ میں آ گئیں اور انھوں نے بغیر کسی

ہچکچاہٹ کے اس غزل کو یکسر ترک کر دیا جس سے کبھی درد کی خوشبو آتی تھی کبھی میر کی، جس میں کبھی مصحفی کا رنگ جھلکتا تھا اور کبھی غالب کا۔ حالی نے آزاد کے مشوروں کی روشنی میں موضوعاتی نظمیں کہنا شروع کیں جو مثنوی کے انداز میں تھیں۔ آزاد اپنے زمانے کے بڑے دانشور اور نثر نگار تھے۔ ان کی نثر میں شاعری کی شان تھی مگر ان کی شاعری شعریت سے محروم تھی حالی ان کے مقابلے میں ایک فطری شاعر تھے۔ لہٰذا نئی نسل پر جتنا اثر حالی کا ہوا، آزاد کا نہ ہو سکا۔ ان دونوں کے معاصرین میں اور کوئی قابلِ ذکر شاعر اس وقت تک ایسا نہ تھا جو اس تحریک سے متاثر ہوتا۔ حالی کچھ دیر بعد لاہور سے دلّی چلے گئے۔ یہاں سر سیّد احمد خاں کی تعلیمی و اصلاحی تحریک سے متاثر ہوئے اور ان کی فرمائش پر ایک طویل نظم لکھی یعنی ''مدو جزرِ اسلام'' جو ''مسدسِ حالی'' کے نام سے مشہور ہے اور اُردو شاعری کی تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے اور یہاں سے مقصدی اور ملّی شاعری کا آغاز ہوتا ہے۔ اس نظم کا اثر کسی نہ کسی شکل میں آج تک محسوس کیا جا سکتا ہے۔

اُردو شاعری کا دامن اگرچہ نظم سے خالی نہ تھا اور دکن کے دَور میں بھی نظموں کا بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا تھا مگر عام طور سے یہ نظمیں اپنے موضوع کے اعتبار سے غزل ہی کی ایک شکل تھیں۔ البتہ نظیر اکبر آبادی مستثنیٰ تھے۔ نظیر اکبر آبادی، حالی کے زمانے تک واحد نظم گو شاعر تھے۔ وہ طبقۂ عوام سے تعلق رکھتے تھے اور اپنے طبقے کے وفادار تھے۔ انھیں کی زندگی ان کے پیشِ نظر رہتی تھی اور انھیں کے مسائل ان کی شاعری کا موضوع تھے۔ نظیر کے موضوعات اور اُن کی زبان چونکہ عوامی تھی اور شعر کی عام روش سے ہٹی ہوئی تھی، اس لیے انھیں اس تمام مدّت میں شاعر تسلیم نہ کیا گیا۔ نظیر، میر و سودا کے ہم عصر تھے مگر ان کی شاعری کا رشتہ اب آزاد اور حالی سے جوڑا جا سکتا ہے۔ حالی نے مسدس کے علاوہ اور بھی بہت سی چھوٹی بڑی نظمیں اصلاحی اور اخلاقی نقطۂ نظر سے لکھیں۔ انھوں نے غزل کو بھی نظم سے قریب تر لانا چاہا۔

مولانا حالی کا انتقال 31 دسمبر 1914ء کو ہوا۔ اس وقت تک سر سیّد احمد خاں کی تحریک نہ صرف اپنی جڑیں مضبوط کر چکی تھی بلکہ یہ پودا درخت بن چکا تھا اور پَھل پُھول رہا تھا۔ داغ کا اندازِ شعر دم توڑ چکا تھا۔ سر سیّد کی تحریک اور آزاد و حالی کی شعری تحریک اسمٰعیل میرٹھی اور اکبر الٰہ آبادی ایسے شاعروں کو بھی منظرِ عام پر لائی۔ یہ دونوں آزاد اور حالی کے ہم عصر تھے مگر نئی شاعری کے قافلے میں بعد میں شریک ہوئے۔ اسمٰعیل میرٹھی بچوں کی شاعری کے لیے بہت مشہور ہوئے۔ ہر چند یہ انداز بھی نیا تھا تاہم اس کے علاوہ انھوں نے اور بھی بہت سی نظمیں کہیں۔ حتیٰ کہ آزاد نظمیں بھی کہیں اور یوں سمجھنا چاہیے کہ اسمٰعیل میرٹھی آزاد شاعری کے بانی ہیں اگرچہ اس سلسلے میں مولانا عبدالحلیم شرر کا نام بھی لیا جا سکتا ہے مگر ناول نگاری میں ان کے شعری کارنامے یوں دب گئے ہیں کہ اب اس طرف توجہ بھی نہیں جاتی۔ اکبر الٰہ آبادی پہلے قدیم طرز کے غزل گو تھے پھر کچھ نئی شاعری اور کچھ سر سیّد کی تحریک سے متاثر ہو کر اپنا انداز بدل لیا اور مقصدی شاعری کی طرف متوجہ ہوئے۔ اکبر نے محسوس کیا کہ سر سیّد کی تحریک کی انتہا پسندی مضر ثابت ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اس کی روک تھام کا

عزم کیا اور ایک نرالا اندازِ سخن ایجاد کیا۔ انھوں نے سمجھا کہ سنجیدہ مسائل کا توڑ بعض اوقات مزاح سے بھی مؤثر ثابت ہو سکتا ہے اور ہنسی ہنسی میں جو بات کہی جاتی ہے، وہ زیادہ کام کر جاتی ہے۔ چنانچہ ان کے کلام کا بیشتر حصّہ طنز و مزاح پر مشتمل ہے اور یہی حصّہ زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔

آزاد اور حالی کے لگائے ہوئے درخت کا سب سے اہم پھل اقبال کی شاعری تھا۔ آزادی کی تحریکیں زور پکڑ چکی تھیں۔ قوم پرستی کا چرچا تھا۔ انگریز کے خلاف سیاست زور پکڑتی جا رہی تھی۔ اقبال بھی ان تحریکوں سے متاثر ہوئے اور دیگر سیاسی رہنماؤں کی طرح انھوں نے بھی ہندو مسلم اتحاد اور ہندوستانی قومیت کے ترانے لکھے مگر زیادہ مدّت نہ گزری تھی کہ انھوں نے یورپ کا سفر اختیار کیا۔ اس دوران میں اُن پر یہ انکشاف ہوا کہ قوم پرستی کا مغربی تصوّر، انسانیت کے لیے ہلاکت آفرین ہے اور یہ کہ اسلام انسانی معاشرے کا جو ایک عالمگیر تصوّر دے چکا ہے (جس کی بنیاد مساوات پر ہے) اگر اسے دوبارہ نافذ کیا جائے، تو انسان تباہی سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ چنانچہ واپسی پر اقبال نے اپنے بدلے ہوئے نظریے کی تلقین بڑے شدّ و مد سے شروع کی۔ اقبال میں وہ تمام صلاحیتیں موجود تھیں جو کسی بھی عظیم شاعر میں ہونا ضروری ہیں۔ بڑے بڑے خشک مسائل میں اتنی شیرینی پیدا کی کہ باید و شاید۔ وہ سب سے مؤثر شاعر گزرے ہیں۔

اقبال کے نوجوان ہم عصر شاعروں میں سے جو شاعر ان سے متاثر ہو رہے تھے ان میں سے جوش ملیح آبادی، حفیظ جالندھری، برج نرائن چکبست، تلوک چند محروم، نوبت رائے نظر اسد ملتانی، امین حزیں سیالکوٹی، محمد دین فوق، اثر صہبائی اور احسان دانش خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان سب پر اقبال کی چھاپ بہت گہری ہے۔ البتہ اختر شیرانی کی آواز قدرے مختلف تھی۔ اختر شیرانی رومانی شاعر تھے اور انگریزی کی رُومانی شاعری سے متاثر تھے۔

یہ سب نظم کے شاعر تھے اور نئی نظم اقبال کے ہاتھوں اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ گئی تھی۔ غزل پر اقبال کا اثر کچھ کم نہ تھا۔ اقبال نے غزل کا پورا تصوّر ہی بدل کر رکھ دیا تھا۔

اوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے
عشق کے درد مند کا طرزِ کلام اور ہے

بالِ جبریل کی غزلیں اس کی شاہد ہیں مگر اس زمانے میں بھی بعض کی غزل میں نئے زمانے کے تقاضے بھرپور انداز میں ملتے ہیں۔ ان میں حسرت موہانی، فانی بدایونی، اصغر گونڈوی، یاس یگانہ چنگیزی، جگر مراد آبادی، عابد علی عابد، عبدالحمید عدم، فراق گورکھپوری اور حفیظ ہوشیار پوری قابلِ ذکر ہیں۔

اقبال کا انتقال 1938ء میں ہوا۔ 1935ء میں ایک نئی تحریک سامنے آئی، اسے ترقی پسند تحریک کا نام دیا گیا۔ اس تحریک کا پس منظر خالص سیاسی اور معاشی تھا۔ اقبال گُم شدہ اور ٹوٹے ہوئے رشتوں کو تلاش کرنے اور جوڑنے میں مصروف رہے، یہ تحریک اپنی تمام اقدار کو ان قدروں سے تبدیل کرنا چاہتی تھی جو انقلابِ رُوس (1917ء) نے دُنیا

کو دی تھیں۔ اگرچہ ان کے نقوش بھی اقبال کی شاعری میں مل جاتے ہیں مگر باندازِ دیگر۔ پُرانے شاعروں میں سے جنھوں نے اپنے آپ کو اس تحریک میں شامل کر لیا ان میں جوش ملیح آبادی خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

وہ نوجوان شاعر جنھوں نے اس تحریک کی روشنی میں اپنے فن کو جلا بخشی ان میں فیض احمد فیض، اسرار الحق مجاز، مخدوم محی الدین، ساحر لدھیانوی، احمد ندیم قاسمی، ظہیر کاشمیری، مصطفیٰ زیدی اور عارف عبدالمتین کے نام خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ اس تحریک نے اُردو شاعری میں نئے زاویوں کو روشناس کیا اور نئے نئے اسالیب تلاش کیے۔

ترقی پسند تحریک کے متوازی 1939ء میں ایک اور تحریک نے جنم لیا جسے حلقۂ اربابِ ذوق کی تحریک کہا جاتا ہے۔ یہ بھی نئی شاعری کی دعوے دار تھی مگر اس کا نقطہ نظر یہ تھا کہ موضوع خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو جب تک اس کے ابلاغ میں فن کی بُنیادی قدروں کا لحاظ نہ رکھا جائے، بے اثر ہو جاتا ہے۔ یہ تحریک بھی خالص نظم کی تحریک تھی اور اس میں مواد کے ساتھ ہیئت کے تجربے خاص طور سے کیے گئے۔ اس تحریک سے جو شاعر وابستہ تھے ان میں تصدّق حسین خالد، ن۔ م راشد، میرا جی، قیّوم نظر، یوسف ظفر، مختار صدیقی، باقی صدیقی، مجید امجد، اختر الایمان، تابش صدیقی، عزیز حامد مدنی اور ضیاء جالندھری خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

غزل کو ابتدا میں ترقی پسند اور حلقۂ ارباب ذوق دونوں تحریکیں ردّ کرتی رہیں مگر قیامِ پاکستان کے بعد کچھ ایسے حالات اور ایسی فضا پیدا ہو گئی کہ غزل کو پھر سے اپنی سخت جانی کا ثبوت فراہم کرنا پڑا اور رفتہ رفتہ غزل پھر شاعری کی فضا پر چھا گئی۔ سوائے ن۔ م راشد کے سبھی شاعر، خواہ کسی بھی دبستان سے تعلق رکھتے تھے، غزل کی طرف مائل ہوئے۔ میرا جی خالص نظم کے شاعر تھے مگر انھوں نے غزلیں بھی کہیں۔ وہ برِصغیر کی تقسیم کے بعد روزگار کے سلسلے میں بمبئی ہی میں رہ گئے اور وہیں ان کا انتقال 1948ء میں ہوا۔ غزل کی اس تجدید کا سہرا جن نوجوان شاعروں کے سر آتا ہے ان میں انجم رُومانی، ناصر کاظمی، ابنِ انشا، شہرت بخاری، سلیم احمد، ظفر اقبال اور سجّاد باقر رضوی قابلِ ذکر ہیں۔

ن۔ م راشد کا انتقال 14/اکتوبر 1975ء کو لندن میں ہو گیا۔ وہ نئی نظم کے سب سے بڑے بانی مانے جاتے ہیں۔

چند شعری اصطلاحات

مصرع:

لفظی معنی کواڑ (دروازے) کا ایک پٹ مراد ہے، آدھا شعر یا نصف بیت، مصرع با معنی الفاظ پر مشتمل وہ سطر ہے کہ اگر نثر میں ہو تو فقرہ کہلائے، اور نظم میں ہو تو مصرع۔ شعر کے پہلے مصرعے کو مصرعِ اوّل جب کہ دوسرے کو مصرع ثانی کہتے ہیں۔ مثلاً:

ع یارانِ تیز گام نے محمل کو جا لیا
ع ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

شعر یا بیت:

لفظی معنی سخنِ موزوں، دو مصرعے جو ایک وزن کے ہوں اور ایک خیال ظاہر کریں تو وہ شعر یا بیت ہے۔ مثلاً:

ے یارانِ تیزگام نے محمل کو جا لیا
ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے
ے زمانہ بڑے شوق سے سُن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

قافیہ:

ہر شعر کے آخر میں آنے والے ہم آواز و ہم وزن الفاظ کو قافیہ کہا جاتا ہے۔ یہ الفاظ ایک خاص ترتیب سے اصنافِ نظم میں مکرّر آتے ہیں مگر معنوں کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔ جیسے مرزا غالب کی یہ معروف غزل ملاحظہ کیجیے:

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے	آخر اس درد کی دوا کیا ہے
ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار	یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے
میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں	کاش پوچھو کہ مدّعا کیا ہے
ہم کو اُن سے وفا کی ہے امید	جو نہیں جانتے وفا کیا ہے
ہاں بھلا کر ترا بھلا ہوگا	اور درویش کی صدا کیا ہے

میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب
مفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہے

اس غزل میں ہُوا، دوا، ماجرا، مدّعا، وفا، صدا اور بُرا کے الفاظ قافیے کے طور پر آئے ہیں۔

ردیف:

لغوی معنی ہیں ''گھوڑے پر سوار کے پیچھے بیٹھنے والا آدمی'' مگر اصطلاحِ شعر میں قافیے کے بعد آنے والے وہ لفظ یا الفاظ جو جُوں کے توں بار بار دہرائے جائیں، ردیف کہلاتے ہیں۔ جیسا کہ مرزا غالب کی متذکرہ بالا غزل کی ردیف ہے ''کیا ہے''۔

مطلع:

لغوی معنی ''طلوع ہونے کی جگہ'' کے ہیں مگر شعری اصطلاح میں کسی قصیدے یا غزل کے پہلے شعر کو، جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ یا ہم قافیہ و ہم ردیف ہوں، مطلع کہتے ہیں۔ ردیف کی موجودگی ضروری شرط نہیں ہے۔ مرزا غالب کی ایک زبان زدِ خاص و عام غزل کا مطلع ہے:

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

مقطع:

لغوی معنی ہیں ''قطع ہونے کی جگہ'' مگر شعری اصطلاح میں کسی قصیدے یا غزل کے آخری شعر کو، جس میں شاعر اپنا تخلص بھی لاتا ہے، مقطع کہتے ہیں۔ مثلاً:

مال ہے نایاب اور گاہک ہیں اکثر بے خبر
شہر میں کھولی ہے حالی نے دکاں سب سے الگ

تاہم اگر آخری شعر میں تخلص استعمال نہ ہو تو وہ صرف آخری شعر کہلائے گا، مقطع نہیں ہوگا۔

بند:

کسی مسلسل نظم کا وہ حصہ جس میں کسی خیال یا واقعے کو ارادی طور پر بیان کیا گیا ہو اور جس کے آخری مصرعے یا شعر، قبل ازیں کہے گئے، اشعار اور مصرعوں سے مختلف ہوں۔ ایسے ہر بند میں، نظم کی نوعیّت کے مطابق تین سے لے کر دس مصرعوں تک ہو سکتے ہیں مثلاً مربع کا ہر بند چار مصرعوں، مخمس کا ہر بند پانچ مصرعوں اور مسدّس کا ہر بند چھے مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ سات سات، آٹھ آٹھ اور دس دس مصرعوں کے بند بھی ہوتے ہیں مگر ان کی روایت کم رہی ہے۔

چند اہم اصنافِ نظم

مفہوم اور تعارف

نظم عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے لغوی معنی ''موتیوں کو ایک لڑی میں پرونا'' کے ہیں لیکن ادب کی اصطلاح میں لفظوں کا معینہ ضابطوں کے مطابق استعمال 'نظم' کہلاتا ہے اور یہ لفظ ''نثر'' کے متضاد کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

اصنافِ نظم کو عام طور پر دو حیثیتوں سے تقسیم کیا جاتا ہے:

(الف) موضوعاتی لحاظ سے (ب) ہیئتی اعتبار سے

موضوعاتی لحاظ سے شاعری کی اہم اقسام درج ذیل ہیں:

حمد، مناجات، نعت، منقبت، قصیدہ، غزل، مرثیہ، شہرآشوب، پیروڈی اور گیت

اور ہیئتی لحاظ سے اہم اقسام درج ذیل ہیں:

مثنوی، رباعی، قطعہ، مسمّط، ترکیب بند، ترجیع بند، مستزاد، نظم معریٰ، سانیٹ، آزاد نظم، دوہا، بارہ ماسہ، ہائیکو، ماہیا وغیرہ

(الف) اصنافِ نظم بہ لحاظ موضوع

حمد

حمد ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں خدا تعالیٰ کی شان، بزرگی اور عظمت کو بیان کیا جاتا ہے۔ حمد کا لفظ باری تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے جب کہ ثنا کا لفظ انسان کے لیے ہے۔ حمد کے لیے کوئی خاص بحر یا ہیئت مقرر نہیں مگر اردو شاعری میں حمد کو ایک خاص تقدس اور مقام حاصل ہے۔ ماضی کے بیشتر اردو شعرا جب بھی اپنا دیوان تیار کرتے تھے تو اس کا آغاز حمد سے کرتے تھے۔ حوالے کے طور پر بعض حمدوں کے ابتدائی شعر ملاحظہ کیجیے:

ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تُو سما سکے (میر درد)

کامل ہے جو ازل سے، وہ ہے کمال تیرا
باقی ہے جو ابد تک، وہ ہے جلال تیرا (حالی)

دوسرا کون ہے، جہاں تُو ہے
کون جانے تجھے، کہاں تُو ہے (امیر مینائی)

یہاں بھی تُو، وہاں بھی تُو، زمیں تیری، فلک تیرا
کہیں ہم نے پتا پایا نہ ہرگز آج تک تیرا (داغ)

بنائے اپنی قدرت سے زمین و آسماں تُو نے
دکھائے اپنی قدرت سے ہمیں کیا کیا نشاں تو نے (ظفر علی خاں)

مناجات

مناجات کے لغوی معنی ''باہم راز و نیاز کہنا'' کے ہیں مگر اصطلاح میں مناجات ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں خدا کی تعریف کے ساتھ ساتھ اپنی عاجزی و فروتنی ظاہر کر کے دعا اور التجا کی جائے۔ حمد اور مناجات میں معنوی طور پر یہ فرق ہے کہ حمد میں خدا تعالیٰ کی بڑائی بیان کی جاتی ہے لیکن مناجات میں عام طور پر دعائیہ یا التجائیہ انداز ہوتا ہے یعنی مناجات میں بندہ اپنے پروردگار سے کچھ طلب کرتا ہے۔ جیسے علامہ اقبال کی مناجات کا یہ شعر زبان زدِ خاص و عام ہے:

یا رب دلِ مُسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے، جو روح کو تڑپا دے

علامہ اقبال کی نظم ''بچے کی دعا'' تمام طلبہ کو ازبر ہے۔ یہ نظم بھی مناجات ہے۔ اس مناجات کا پہلا اور آخری شعر ہے:

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

مرے اللہ! برائی سے بچانا مجھ کو
نیک جو راہ ہو، اُس راہ پہ چلانا مجھ کو

مناجات کے دوشعر اور ملاحظہ کیجیے:

الٰہی برقِ غیرت کی تڑپ مجھ کو عطا کر دے!
مجھ آتشِ زیرِ پا کو ساتھ ہی آتش نوا کر دے!

دیا ہے علم اگر تو نے تو ساتھ اس کے عمل بھی ہو
کہ شرحِ لیس للانسان الّا ما سعیٰ کر دے! (ظفر علی خاں)

نعت

نعت کے لغوی معنی وصف کے ہیں لیکن اس کا استعمال آنحضرت ﷺ کی ستائش وثنا کے لیے مخصوص ہے۔ گویا نعت وہ صنفِ نظم ہے، جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف بیان کی جاتی ہے۔ حمد کی طرح نعت کی بھی کوئی مخصوص بحر یا وزن مقرر نہیں ہوتا مگر نعت کو بھی ہماری اردو شاعری میں ایک تقدس اور بلند درجہ حاصل ہے۔ قدیم وجدید اردو شاعری نے نعت گوئی میں عظیم کارنامے انجام دیے ہیں۔ شاید ہی کوئی طالب علم ہوگا جس نے نعتِ رسول ﷺ کے یہ شعر نہ سنے ہوں:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا   مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا   وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی، غلاموں کا مولیٰ (حالی)

دل جس سے زندہ ہے، وہ تمنا تمھیں تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں، وہ دنیا تمھیں تو ہو
سب کچھ تمھارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایتِ اُولیٰ تمھیں تو ہو

گرتے ہوؤں کو تھام لیا جس کے ہاتھ نے
اے تاجدار یثرب و بطحا تمھیں تو ہو
دنیا میں رحمتِ دو جہاں اور کون ہے
جس کی نہیں نظیر وہ تنہا تمھیں تو ہو (ظفر علی خاں)

حمد کی طرح نعت بھی قدیم صنفِ شاعری ہے اور تقریباً ہر شاعر نے اپنی بساط کے مطابق نعت کہنے کا اہتمام ضرور کیا ہے، یہاں تک کہ کچھ ہندو اور عیسائی شعرا نے بھی کثرت سے نعتیں کہی ہیں مگر اس ضمن میں مولانا حالی، علامہ اقبال، امیر مینائی، محسن کاکوروی، احمد رضا خاں بریلوی، ظفر علی خاں، حفیظ جالندھری، مظفر وارثی اور حفیظ تائب کو خاص مرتبہ حاصل ہے۔

منقبت

منقبت بھی عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی تعریف وتوصیف، صفت وثنا، ذاتی خوبی اور خاندانی فضیلت و برتری وغیرہ کے ہیں مگر اصطلاحِ شعر میں منقبت سے مراد ایسی صنفِ نظم ہے جس میں صحابہ کرام، اولیائے عظام اور بزرگانِ دین کے اوصاف بیان کیے جاتے ہیں۔ محسن کاکوروی کی ایک منقبت بہ عنوان: ''آل واصحابِ خیر الانام'' سے یہ چند شعر دیکھیے:

ابوبکرؓ، لاثانیِ رُوزگار
کہ تھا ثانیِ اثنینِ یارانِ غار
عمرؓ، نام و ناموسِ آدم آوری
معمائے اسرارِ پیغمبری
سخی جلوہ عثمانؓ عالی مقام
انیسِ پیمبر علیہ السلام
علیؓ، شیرِ یزدان و عالی وقار
ید اللہ اور قبضے میں ذوالفقار

قصیدہ

قصیدہ عربی مصدر ''قصد'' سے بنا ہے جس کے لغوی معنی قصد (ارادہ) کرنے کے ہیں جس سے ثابت ہے کہ یہ وہ صنفِ نظم ہے جو ارادی طور پر وجود میں آتی ہے اور شاعر ارادتاً کسی کی مدح وستائش کرتا ہے اور اس ضمن میں وہ بعض اوقات زمین آسمان کے قلّابے ملا دیتا ہے۔

قصیدہ بہت پرانی صنفِ سخن ہے اور یہ عربی کے علاوہ فارسی میں بھی وافر ذخیرے کی صورت میں موجود ہے۔

قصیدے اور غزل کی ہیئت ایک ہی ہے۔ وہی مطلع ومقطع اور وہی آغاز سے اختتام تک ردیف اور قافیے کا اہتمام۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کسی زمانے میں غزل بھی قصیدے ہی کا حصہ ہوتی تھی جسے تشبیب یا تمہید کہا جاتا ہے۔

قصیدے کو عام طور پر چار حصّوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

1- تشبیب: یہ قصیدے کا ابتدائی حصّہ ہے جس میں شاعر جذباتِ محبت یا خوبصورت فطری مناظر کا ذکر کرتا ہے اور جس کی انتہا سے ممدوح کی مدح کا آغاز ہوتا ہے۔

2- گریز: اس حصّے میں ایک دو ایسے شعر ہوتے ہیں جو تشبیب کو مدح سے ملاتے ہیں۔

3- مدح: یہ وہ حصہ ہے جس کی خاطر شاعر قصیدہ لکھتا ہے۔ اس حصّے میں شاعر اپنے ممدوح کی خوب تعریف وتوصیف کرتا ہے اور اپنی فصاحت وبلاغت اور چرب زبانی کے دریا بہا دیتا ہے۔

4- دعا: یہ قصیدے کا آخری حصہ ہے، اس میں شاعر اپنے ممدوح کو دعائیں دیتا ہے اور بعض اوقات حسنِ گفتار کے ذریعے اپنا صلہ بھی طلب کرتا ہے مثلاً مرزا غالب کے قصیدے کے یہ دو دعائیہ شعر دیکھیے جو انھوں نے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے حضور پیش کیے تھے:

ختم کرتا ہوں اب دعا پہ کلام
شاعری سے نہیں مجھے سروکار
تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

اردو قصیدہ گوئی کے حوالے سے مرزا محمد رفیع سودا اور ابراہیم ذوق کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ مومن خان مومن، مرزا غالب اور مولانا حالی کے قصیدے بھی بہت معروف ہیں۔ مگر اب قصیدہ گوئی پر ایک قسم کا

زوال آ چکا ہے کیوں کہ نہ وہ مدح وستائش کے خواہش مند بادشاہ رہے، نہ ان کے درباری شعرا اور نہ ہی مربی ومحسن قسم کے لوگ اور نہ ہی اس نوعیت کے شاعر جو حکمرانوں کے دستِ نگر رہتے تھے۔ اس لیے اب کوئی شاعر شاذ ونادر ہی قصیدہ گوئی کی طرف مائل ہوتا ہے۔

غزل

غزل چونکہ اہم ترین صنفِ شاعری ہے اس لیے اس کا بیان قدرے تفصیل سے کیا جاتا ہے۔

مفہوم اور تعارف: اصنافِ سخن میں غزل اہم ترین صنفِ شاعری ہے۔ اردو شعری ادب میں سب سے زیادہ سرمایہ بھی غزل ہی کا ہے۔ یہ وہ صنف ہے جس میں عشق ومحبت کا ذکر ہوتا ہے اور شاعر اپنے فکر وخیال کا اظہار علائم ورموز کے ذریعے نہایت لطیف پیرائے میں کرتا ہے۔

غزل کے لغوی معنی عورتوں سے باتیں کرنا یا عورتوں کے حسن وجمال کی تعریف کرنا کے ہیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب غزال (ملک عرب کا نہایت خوبصورت آہو) کو شکاری کتے دبوچتے کو ہوں تو اس کے منہ سے اس وقت جو درد ناک چیخ نکلتی ہے، اسے غزل کہتے ہیں۔ گویا غزل میں عشق ومحبت اور سوز ودرد کا بہت نمایاں ہونا ضروری ہے مگر بقول فیض:

اور بھی دکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا
راحتیں اور بھی ہیں، وصل کی راحت کے سوا

آہستہ آہستہ غزل کا دامن وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ اب غزل میں ہر موضوع لایا جانے لگا ہے بلکہ کچھ قد آور شاعروں مثلاً علامہ اقبال، مولانا ظفر علی خاں اور فیض احمد فیض وغیرہ نے غزل کا مفہوم ہی بدل کر رکھ دیا ہے اور غزل میں ہر قسم کے افکار وخیالات اور مشاہدات وتجربات کو پیش کیا جاتا ہے۔

ہیئتِ ترکیبی: تعداد میں غزل کے اشعار کم از کم پانچ اور کثرت میں بیس پچیس بلکہ اس سے کہیں زیادہ ہو سکتے ہیں مگر اشعار کی تعداد کا طاق ہونا ضروری سمجھا جاتا رہا ہے۔ غزل کے پہلے شعر کو مطلع کہتے ہیں۔ مطلع کے دونوں مصرعے ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتے ہیں۔ (قافیے کا ہونا ضروری ہے، ردیف کا ہونا ضروری نہیں) اگر تیسرا اور چوتھا مصرع بھی ہم قافیہ وہم ردیف ہو تو اسے حسنِ مطلع کہتے ہیں۔ مطلع کے بعد غزل کا ہر دوسرا مصرع ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتا ہے۔ پوری غزل ایک ہی بحر میں کہی جاتی ہے۔ بحر چھوٹی ہو یا بڑی البتہ غزل کے لیے بالعموم مترنم بحروں کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ غزل کے آخری شعر کو مقطع کہتے ہیں اور اس میں شاعر بالعموم اپنا تخلص بھی استعمال کرتا ہے۔ کسی زمانے میں غزل قصیدے ہی کا ایک حصہ ہوتی

تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک قصیدے اور غزل کی ہیئت ایک ہے۔

غزل کا ہر شعر اپنی جگہ جداگانہ مفہوم کا حامل ہوتا ہے اور ایک علیحدہ اکائی کی حیثیت رکھتا ہے، جو قافیہ اور ردیف کے ذریعے پوری غزل سے منسلک ہوتا ہے لیکن اساتذہ کے یہاں مسلسل مضمون کی حامل غزلیں بھی مل جاتی ہیں۔ عوام و خواص میں صنفِ غزل سب سے زیادہ مقبول ہے۔

دیگر اصنافِ سخن کے مقابلے میں غزل کی زبان بالعموم سادہ، سلیس، شستہ اور رواں ہوتی ہے اور اس میں ایک بانکپن ہوتا ہے۔ تشبیہ اور استعارہ اور صنائع بدائع کا موزوں اور مناسب استعمال غزل میں حسن اور دلکشی پیدا کرتا ہے۔

آغاز و ارتقا: جیسا کہ ہم اوپر کہیں بیان کر چکے ہیں کہ کسی زمانے میں غزل قصیدے ہی کا ایک ابتدائی حصہ ہوا کرتی تھی۔ جسے تشبیب کہا جاتا تھا۔ فارسی شاعری کے ایک قدیم شاعر رودکی نے اسے قصیدے سے علیحدہ کر کے اس کو غزل کا نام دیا۔ فارسی میں بشمول حافظ شیرازی اور شیخ سعدی شیرازی کے غزل کے بڑے بڑے شاعر ہو گزرے ہیں، جن کی تفصیل بیان کرنے کا یہ موقع نہیں ہے۔ البتہ اردو غزل فارسی غزل کے تتبع میں لکھی گئی اور جلد ہی اس صنف نے ہر کہ ومہ سے خراج وصول کرنا شروع کر دیا۔ اردو غزل کا بہترین دور میر اور غالب کا دور تھا۔ اس دور میں اور بھی بہت سے ممتاز غزل گو پیدا ہوئے، جن میں ناسخ، آتش، سودا، ذوق، مومن، شیفتہ، نواب داغ، مولانا حالی، علامہ اقبال، حسرت موہانی، اصغر، جگر، فراق، فانی، فیض اور ناصر کاظمی کے نام شامل ہیں۔

مثال:

مرزا غالب کی ایک معروف غزل کے یہ چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے — آخر اس درد کی دوا کیا ہے
ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار — یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے
میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں — کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے
جان تم پر نثار کرتا ہوں — میں نہیں جانتا دعا کیا ہے
میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب — مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے

❀❀

مرثیہ

مرثیہ عربی لفظ ''رثا'' سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں مرنے والے کا ذکرِ خیر کرنا۔ اصطلاح میں مرثیہ ایسی صنفِ نظم ہے جس میں کسی شخص کی وفات یا شہادت کا حال اور اس کے مصائب و آلام کا ذکر ہو خصوصاً ایسی نظم جس میں شہدائے کربلا کی شہادت کے واقعات اور حادثات کا درد انگیز بیان کیا جائے۔

علامہ اقبال نے ''والدہ مرحومہ کی یاد میں'' کے عنوان سے اس وقت مرثیہ لکھا جب وہ حصولِ تعلیم کی غرض سے جرمنی میں مقیم تھے۔ یہ اردو کا ایک یادگار مرثیہ ہے۔ دو ایک شعر ملاحظہ کیجیے:

کس کو اب ہو گا وطن میں آہ! میرا انتظار
کون میرا خط نہ آنے سے رہے گا بے قرار

خاکِ مرقد پر تری لے کر یہ فریاد آؤں گا
اب دعائے نیم شب میں کس کو میں یاد آؤں گا

اور اسی مرثیے کا آخری شعر زبان زدِ خاص و عام ہے:

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نَو رُستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

مولانا حالی نے اپنے استاد مرزا غالب کی وفات پر جو مرثیہ لکھا وہ بھی اردو شعری ادب میں بڑا معروف ہے۔

اس کا ایک شعر ہے:

ایک روشن دماغ تھا، نہ رہا
شہر میں اک چراغ تھا، نہ رہا

ایک لحاظ سے مرثیے کی صنف شہدائے کربلا کے مناقب و مصائب بیان کرنے کے لیے وقف ہو کر رہ گئی ہے۔

اس نوعیت کے مرثیے کے مندرجہ ذیل نو حصے ہوتے ہیں:

1- تمہید 2- سراپا 3- رخصت 4- آمد 5- رجز 6- جنگ 7- شہادت 8- بین 9- دعا

آسمانِ مرثیہ کے سب سے درخشندہ ستارے میر انیس اور مرزا دبیر ہیں۔ ان دونوں شاعروں کا زمانہ بھی ایک ہے اور یہی زمانہ مرثیے کا سنہری دور تھا۔ ان دونوں شاعروں نے اپنی افتادِ طبع سے اردو مرثیے کو اس قدر بلند سطح پر پہنچا دیا

کہ اردو مرثیہ بیانیہ شاعری کا بہترین نمونہ قرار پایا۔ مرثیہ گوئی میں میر انیس کے خاندان نے، خاص طور پر میر انیس نے، جو خدمات انجام دی ہیں، انھیں اُس وقت تک فراموش نہیں کیا جا سکے گا جب تک اردو زبان زندہ ہے۔ میر انیس کے خاندان نے جس طرح پانچ پشتوں تک مرثیے کے پودے کی آبیاری کی اور اسے ایک شجر سایہ دار بنایا، یہ اسی کا کام تھا۔ میر انیس اس بات پر فخر کرتے ہوئے ایک جگہ کہتے ہیں:

عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں
پانچویں پشت ہے شبیرؑ کی مداحی میں

اور اسی حوالے سے انھوں نے ایک قطعے میں اپنے بارے میں جو تعلّی کا اظہار کیا ہے، وہ بجا ہے:

میری قدر کر اے زمینِ سخن!
کہ بات میں تجھے آسماں کر دیا
سبک ہو چلی تھی ترازوئے شعر
مگر ہم نے پلّہ گراں کر دیا

❁❁

شہر آشوب

آشوب کے لغوی معنی ہیں ''بربادی، بگاڑ یا فتنہ وفساد''۔ اصطلاحِ شاعری میں شہر آشوب ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں کسی شہر کی پریشانی، گردشِ آسمانی اور زمانے کی ناقدری کا بیان ہو۔

کسی زمانے میں اردو میں بڑی کثرت سے شہر آشوب لکھے گئے۔ مرزا محمد رفیع سودا اور میر تقی میر کے شہر آشوب، جن میں عوام کی بے روزگاری، اقتصادی بدحالی اور دلّی کی تباہی و بربادی کا ذکر ہے، اردو کے یادگار شہر آشوب ہیں۔ نظیر اکبر آبادی نے اپنے شہر آشوبوں میں آگرے کی معاشی بدحالی، فوج کی حالتِ زار اور شرفا کی ناقدری کے خوب صورت مرقعے پیش کیے ہیں۔ 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد دلّی پر جو قیامت ٹوٹی، اسے بھی دلّی کے بیشتر شعرا نے اپنا موضوع بنایا ہے، جن میں مرزا غالب، داغ دہلوی اور مولانا حالی شامل ہیں۔

مرزا محمد رفیع سودا کے ''مخمس شہر آشوب'' کا یہ پہلا بند ملاحظہ کیجیے جس میں ناقدریِ زمانہ اور دلّی میں بے روزگاری کا گلہ کیا گیا ہے:

کہا میں نے آج یہ سودا سے کیوں تُو ڈانواں ڈول
پھرے ہے جا کہیں نوکر ہو، لے کے گھوڑا مول
لگا وہ کہنے یہ اس کے جواب میں ذو بول
جو میں کہوں گا تو سمجھے گا تُو کہ ہے یہ ٹھٹھول
بتا کہ نوکری بکتی ہے ڈھیریوں یا تول

شہر آشوب کے حوالے سے علامہ اقبال کی نظم ''صِقلیہ'' بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ صِقلیہ (جزیرۂ سسلی) بحرِ روم کا سب سے بڑا جزیرہ ہے۔ اس جزیرے پر پانچ سو سال تک مسلمان حکمران رہے مگر پھر یہ جزیرہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ علامہ اقبال کا گزر یورپ جاتے ہوئے یہاں سے ہوا تو اس جزیرے کو دیکھ کر ان کا دل خون کے آنسو رویا۔

اس شہر آشوب کے چند ابتدائی شعر ملاحظہ کیجیے:

رو لے اب دل کھول کر اے دیدۂ خونابہ بار
وہ نظر آتا ہے تہذیبِ حجازی کا مزار
تھا یہاں ہنگامہ اُن صحرا نشینوں کا کبھی
بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی
غلغلوں سے جس کے لذّت گیر اب تک گوش ہے
کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کے لیے خاموش ہے؟

❁❁

تحریف (پیروڈی)

تحریف عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں ''کسی چیز کو اس کی اصل حالت سے تبدیل کرنا یا بدل کر کچھ کا کچھ کر دینا۔'' انگریزی میں اسے پیروڈی (Parody) کہتے ہیں۔ پیروڈی کا مفہوم بھی یہی ہے کہ شعر میں اس طرح کتر بیونت کرنا جس سے اصل معنی بدل جائیں اور کچھ مضحکہ خیز صورتِ حال پیدا ہو جائے۔ چنانچہ اصطلاحِ شعر میں تحریف وہ صنفِ نظم ہے جو کسی کے طرزِ نگارش کی نقل میں اس طرح لکھی گئی ہو کہ الفاظ و خیالات کا اس انداز سے دھارا بدل دیا جائے کہ مزاحیہ تاثرات پیدا ہو جائیں۔ دوسرے لفظوں میں تحریف کو مضحکہ خیز تصرف بھی کہا جا سکتا ہے۔ بلاشبہ تحریف نثر میں بھی

کی جاتی ہے مگر اس وقت ہمارا رُوئے سخن نظم کی طرف ہے۔ اردو شعرا میں اکبرالہ آبادی، سیّد محمد جعفری، مجید لاہوری، راجامہدی علی خاں، سید ضمیر جعفری وغیرہ نے کامیاب پیروڈیاں کہی ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:

اصل شعر: کہا اُس بت سے مرتا ہوں، تو مومن
کہا میں کیا کروں، مرضی خدا کی (مومن)

پیروڈی: کہا جب ان سے کہ مرتا ہے اکبر
کہا ہم کیا کریں، مرضی ہماری (اکبر)

اصل شعر: دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں (درد)

پیروڈی: لڑنے بھڑنے کے لیے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں (اکبرلاہوری)

علامہ اقبال کی نظم ''جوابِ شکوہ'' کے دو شعر اور ان کی پیروڈیاں دیکھیے:

اصل شعر: فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں (علامہ اقبال)

پیروڈی: فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
جن سے جیتیں گے الیکشن یہ وہی گھاتیں ہیں (سیّد محمد جعفری)

اصل شعر: یوں تو سیّد بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو! (علامہ اقبال)

پیروڈی: ہم میں سیّد بھی ہیں، مرزا بھی ہیں، افغان بھی ہیں
ہم سبھی کچھ ہیں، یہاں تک کہ مسلمان بھی ہیں (سیّد محمد جعفری)

❀❀

گیت

گیت ہندی کا لفظ ہے جس کے معنی ''تعریف'' کے ہیں۔ یہیں سے ''گیت گانا'' محاورہ بن گیا ہے جس کا مفہوم ہے تعریف و توصیف کرنا۔ اصطلاح میں گیت وہ صنفِ نظم ہے جس میں ایک عورت، مرد کو مخاطب کر کے جذباتِ محبت کا اظہار کرتی ہے۔ گیت میں بالعموم ہجر و فراق کی کیفیت کو والہانہ انداز میں بیان کیا جاتا ہے۔ بعض گیتوں میں محبت کا اظہار مرد کی طرف سے کیا جاتا ہے مگر گیت کا بنیادی طور پر مزاج یہ ہے کہ عورت کی جانب سے اظہارِ محبت ہوتا ہے۔

اردو میں گیت کی صنف ہندی سے آئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو گیتوں میں ہندی کے کومل الفاظ کثرت سے استعمال ہوتے ہیں۔ اردو ڈراموں اور فلموں میں عوام الناس کی پسند ناپسند کو ملحوظ رکھتے ہوئے گیت کا استعمال ضرور کیا جاتا ہے۔ گیت یا گانا ہندی فلموں کا تو جزوِ لاینفک ہے، چنانچہ لوگوں کی طلب کے پیشِ نظر شاعر اس صنف کی طرف بھی راغب ہوئے۔ اردو میں اختر شیرانی، حفیظ جالندھری، میراجی، ساحر لدھیانوی، قیوم نظر، مجروح سلطان پوری، وقار انبالوی، شکیل بدایونی، قتیل شفائی، منیر نیازی اور جمیل الدین عالی نے گیت لکھ کر بڑا نام کمایا ہے۔

''میراجی کے گیت'' کتاب سے گیتوں کے دو مختصر بند ملاحظہ کیجیے:

پھر آس بندھی ہے من کی
پھر جلی جوت جیون کی
لو! جلی جوت جیون کی
اب دور ہوا اندھیرا اب رُوپ نیا ہے سارا
اب جھلمل جھلمل تارے
پھر آس بندھی ہے من کی پھر جلی جوت جیون کی

پیا پیا رٹے جائے پپیہا، بَیری بول سنائے
کیسے کروں پیا آئے، کیسے سُونا آنگن بھائے
پیا پیا رٹے جائے پپیہا......
داتا سے جب مانگے بھکاری، جو مانگے سو پائے
مانگ مانگ کر بول تھکی میں، اب ہے اکیلی ''ہائے''
پیا پیا رٹے جائے پپیہا......

❀❀

(ب) اصنافِ نظم بہ لحاظ ہیئت

مثنوی

مثنوی عربی لفظ ہے جو ''مثنیٰ'' سے نکلا ہے جس کے معنی ''دو دو'' کے ہیں۔ اصطلاح میں مثنوی ایسی صنفِ سخن ہے جس میں کوئی مسلسل بات بیان کی جائے مگر تمام اشعار ایسے ہوتے ہیں کہ ہر شعر کا قافیہ جدا اور ہر دو مصرعے ہم قافیہ یا قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں۔ اردو غزل کے برعکس اس میں ہر شعر کے بعد قافیہ یا قافیہ اور ردیف بدل جاتی ہے اور کل مثنوی ایک ہی وزن میں ہوتی ہے۔ یہ صنف بالعموم طویل داستانیں یا قصّے کہانیاں بیان کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ اس لیے اس کے اشعار کی کوئی خاص تعداد مقرر نہیں۔

فارسی میں مثنوی کی صنف سے بڑے بڑے مقاصد حاصل کیے گئے۔ مثنویِ مولانا رومؒ فارسی میں قرآن کا درجہ رکھتی ہے:

مثنویِ مولویِ معنوی
ہست قرآں در زبانِ پہلوی

اردو میں بعض دیگر اصناف کی طرح مثنوی کا آغاز بھی دکن سے ہوا مگر اس نے جلد ہی شمالی ہندوستان میں مضبوطی سے اپنے قدم جما لیے۔ اردو مثنوی نگاروں میں میر تقی میر، خواجہ میر اثر، میر حسن، نسیم لکھنوی، مرزا شوق، مولانا حالی اور علامہ اقبال کے نام زیادہ اہم ہیں۔ اس صنفِ سخن کے سلسلے میں جو شہرت میر حسن کی مثنوی ''سحر البیان'' اور نسیم لکھنوی کی مثنوی ''گلزارِ نسیم'' کو حاصل ہے وہ دوسروں کے حصے میں کم آئی ہے۔ مولانا حالی کے خیال میں مثنوی تمام اصنافِ سخن میں سب سے کارآمد صنفِ سخن ہے۔ اس سلسلے میں ان کی مثنویاں، مناجاتِ بیوہ، برکھارُت، نشاطِ امید، حبِ وطن اور مناظرۂ رحم و انصاف اردو شعری ادب میں گراں قدر اضافہ ہے۔

مثنوی کی افادیت کے پیشِ نظر علامہ اقبال نے بھی سب سے زیادہ اسی صنف کو برتا ہے۔ علامہ اقبال کی معروف نظم ''ساقی نامہ'' بھی، جسے اُن کی شاعری کا ماحصل کہا جاتا ہے، مثنوی کی ہیئت میں ہے۔

''ساقی نامہ'' سے چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

شرابِ کُہن پھر پلا ساقیا — وہی جام گردش میں لا ساقیا!
مجھے عشق کے پر لگا کر اُڑا — مری خاک جگنو بنا کر اڑا

خرد کو غلامی سے آزاد کر — جوانوں کو پیروں کا استاد کر
تڑپنے، پھڑکنے کی توفیق دے — دلِ مرتضیٰؓ، سوزِ صدیقؓ دے
جگر سے وہی تیر پھر پار کر — تمنا کو سینوں میں بیدار کر
جوانوں کو سوزِ جگر بخش دے — مرا عشق، میری نظر بخش دے
بتا مجھ کو اسرارِ مرگ و حیات — کہ تیری نگاہوں میں ہے کائنات

❀❀

رباعی

رباعی کا لفظ ''ربع'' سے نکلا ہے، جس کے معنی ''چار چار'' کے ہیں۔ اصطلاحِ سخن میں رباعی اس مختصر نظم کو کہا جاتا ہے جو فقط چار مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ہیئت کے اعتبار سے رباعی کا پہلا، دوسرا اور چوتھا مصرع ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں۔ چوتھا مصرع حاصلِ رباعی (حاصلِ گفت گو) کہلاتا ہے اور شاعر پہلے تین مصرعوں کا تانا بانا چوتھے مصرعے کے لیے بُنتا ہے۔ رباعی میں موضوع کی کوئی قید نہیں لیکن عام طور پر اس صنفِ سخن کو صوفیانہ اور اخلاقی مضامین بیان کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

اصنافِ سخن میں رباعی ایک مختصر مگر بڑی موقّر و ممتاز اور دل آویز صنفِ سخن اور اخلاقی شاعری کا سب سے عمدہ نمونہ ہے۔ رباعی ایک مشکل صنفِ سخن ہے اور صرف ایک ہی بحر میں لکھی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو شاعری کے کلاسیکی دور سے لے کر جدید دورِ شاعری تک شاعر کے قدرتِ کلام کو پرکھنے کی کسوٹی رہی ہے۔

اردو کے رباعی گو شعرا میں میر درد، مرزا غالب، میر انیس، مولانا حالی، اکبر الہ آبادی علامہ اقبال، امجد حیدر آبادی، جوش ملیح آبادی اور عمر فیضی کے نام بلند مرتبے پر فائز ہیں۔ یہ دو رباعیاں ملاحظہ کیجیے:

گلشن میں صبا کو جستجو تیری ہے
بلبل کی زباں پہ گفت گو تیری ہے
ہر رنگ میں جلوہ ہے تیری قدرت کا
جس پھول کو سونگھتا ہوں، بُو تیری ہے — (میر انیس)

یہ نکتہ میں نے سیکھا بوالحسن سے
کہ جاں مرتی نہیں مرگِ بدن سے
چمک سورج میں کیا باقی رہے گی
اگر بیزار ہو، اپنی کرن سے!　　　(علامہ اقبال)

قطعہ

قطعہ کے لغوی معنی ''ٹکڑا یا جزو'' کے ہیں مگر اصطلاحِ سخن میں دو یا دو سے زیادہ شعروں کو، جو موضوع کے اعتبار سے ایک دوسرے سے متعلق ہوں، قطعہ کہتے ہیں۔ قطعہ دو شعر سے کم کا نہیں ہوتا اور زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں مگر قطعہ میں مطلع نہیں ہوتا بلکہ قطعہ کے پہلے مصرعے میں قافیہ لانا معیوب ہے۔ قطعہ کو قطعہ اس واسطے کہتے ہیں کہ وہ مطلع چھوڑ کر قصیدے یا غزل کا ٹکڑا ہوتا ہے۔

قطعہ کے لیے موضوع یا وزن کی کوئی قدغن نہیں ہوتی۔ قطعہ نگار ہر طرح کے واقعات اور جذبات و احساسات کو نظم کر سکتا ہے بشرطیکہ قطعے کے تمام مصرعے مل کر ایک مفہوم دیں۔

اردو کے بیشتر شاعروں نے اس صنف میں طبع آزمائی کی ہے۔ نظیر اکبر آبادی اور میر و سودا کو یہ صنف بڑی مرغوب تھی۔ علاوہ ازیں اس صنف کے حوالے سے ذوق، مومن، غالب، شیفتہ، مولانا حالی، شبلی نعمانی، اکبر الہ آبادی، مولانا ظفر علی خاں، علامہ اقبال، اکبر الہ آبادی، احمد ندیم قاسمی اور موجودہ دور کے ہر دل عزیز شاعر انور مسعود کے نام بڑے اہم ہیں۔ دو قطعے ملاحظہ کیجیے:

کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو آ گیا
یکسر وہ اُستخواں شکستوں سے چُور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر!
میں بھی کبھو کِسو کا سرِ پُر غرور تھا　　　(میر تقی میر)

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی
ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ
روشِ مغربی ہے مدِّنظر
وضعِ مشرق کو جانتے ہیں گناہ
یہ ڈراما دکھائے گا کیا سین
پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ　　　(علامہ اقبال)

مُسمّط

مُسمّط عربی لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں ''پروئی ہوئی چیز یا موتیوں کو لڑی میں پرونا'' مگر اصطلاح میں مسمّط ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں تین سے لے کر دس مصرعے تک ہوں۔ اگر نظم تین تین مصرعوں کے بندوں پر مشتمل ہے تو اسے مثلث، چار چار مصرعوں والی نظم کو مربع، پانچ پانچ مصرعوں کے بندوں پر مشتمل نظم کو مخمس اور چھے چھے مصرعوں والی نظم کو مُسدّس کہتے ہیں۔ سات سات، آٹھ آٹھ، نو نو اور دس دس مصرعوں کے بندوں پر مشتمل نظمیں بہت کم لکھی گئی ہیں۔

اردو شعری ادب میں مخمس اور مسدس لکھنے کا رواج چونکہ کلاسیکی دور ہی سے چلا آ رہا ہے اس لیے ان دو ہیئتوں کے بارے میں ہم قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

مخمس

مُخمس کا لفظ خَمس سے نکلا ہے جس کے معنی ''پانچ'' کے ہیں مگر اصطلاحِ شاعری میں مخمس ایسی نظم کو کہتے ہیں جس کا ہر بند پانچ مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کی بالعموم دو صورتیں ہوتی ہیں:

(i) پہلے بند کے پانچوں مصرعے ہم قافیہ یا ہم ردیف ہوتے ہیں اور اس کے بعد ہر بند کا پانچواں مصرع پہلے بند کے ہر مصرعے کا ہم قافیہ یا ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتا ہے۔

(ii) ہر بند کا پانچواں مصرع بار بار دہرایا جاتا ہے جس سے شاعر کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس نے پانچویں مصرعے میں

جو بات کہی ہے وہی اصل بات ہے اور وہی نظم کا مرکزی خیال ہے۔ کسی بھی طرح کی مخمس نظم میں بندوں کی تعداد پر کوئی قدغن نہیں ہوتی۔ اس صنف کو بہت سے شعرا نے برتا ہے اور نظیر اکبر آبادی نے تو اس صنف سے بہت کام لیا ہے۔ ان کی نظموں ''برسات کی بہاریں'' اور ''مفلسی'' سے یہ دو بند ملاحظہ کیجیے:

ہیں اس ہوا میں کیا کیا برسات کی بہاریں
سبزوں کی لہلہاہٹ، باغات کی بہاریں
بوندوں کی جھم جھماوٹ، قطرات کی بہاریں
ہر بات کے تماشے، ہر گھات کی بہاریں
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

جب آدمی کے حال پہ آتی ہے مفلسی
کس کس طرح سے اُس کو ستاتی ہے مفلسی
پیاسا تمام روز بٹھاتی ہے مفلسی
بھوکا تمام رات سُلاتی ہے مفلسی
یہ دکھ وہ جانے جس پہ کہ آتی ہے مفلسی

❁❁

مُسدّس

مُسدّس کا لفظ ''سُدُس'' سے نکلا ہے جس کے معنی ''چھے'' کے ہیں مگر اصطلاحِ شعر میں مُسدّس ایسی نظم کو کہتے ہیں جس کا ہر بند چھے مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے مگر اس طرح کہ پہلے چار مصرعے ہم قافیہ یا ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں جب کہ پانچواں اور چھٹا مصرع الگ ہم قافیہ یا ہم قافیہ و ہم ردیف کا حامل ہوتا ہے۔ مخمس کی طرح مسدّس نظم میں بھی بندوں کی تعداد پر کوئی پابندی نہیں۔

کلاسیکی دورِ شاعری سے لے کر جدید دورِ شاعری تک اردو کے بڑے بڑے شاعروں نے اس صنف کو بہت استعمال کیا ہے اور اس صنف میں تمام طرح کے مضامین بیان کیے ہیں۔ نظیر اکبر آبادی کی بیشتر زبان زدِ خاص و عام نظمیں ''آدمی نامہ''، ''تندرستی''، ''بڑھاپے کی سواری''، اور ''دنیا دارالمکافات ہے'' وغیرہ اسی ہیئت میں لکھی گئی ہیں [illegible] کی

معروف نظم ''مد و جزرِ اسلام'' مسدّس کی ہیئت میں ہے۔ علامہ اقبال کی شہرہ آفاق نظمیں ''شکوہ'' اور ''جوابِ شکوہ'' بھی مُسدّس کی ہیئت میں ہیں۔ میر انیس اور مرزا دبیر نے اپنے مرثیوں کے لیے بھی اسی ہیئت کو پسند کیا ہے بلکہ میر انیس کے بعد بھی تمام مرثیہ نگاروں کو مسدّس کی ہیئت ہی مرغوب رہی ہے۔ علامہ اقبال کی نظم ''شکوہ'' کا یہ بند، جو شاید سب طلبہ کو از بر ہوگا، ملاحظہ کیجیے:

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز
قبلہ رُو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

اور ''مسدّسِ حالی'' کا یہ ایک بند بھی ملاحظہ کیجیے:

ہر اک علم کے، فن کے جویا ہوئے وہ
ہر اک کام میں سب سے بالا ہوئے وہ
فلاحت میں بے مثل و یکتا ہوئے وہ
سیاحت میں مشہورِ دنیا ہوئے وہ
ہر اک ملک میں اُن کی پھیلی عمارت
ہر اک قوم نے اُن سے سیکھی تجارت

❁❁

ترکیب بند

ترکیب بند کوئی علیحدہ اور مستقل صنفِ نظم نہیں ہے بلکہ ایسی نظم جو متعدد بندوں پر مشتمل ہو، ترکیب بند کہلاتی ہے۔

اگر کوئی نظم پانچ پانچ کے مصرعوں پر مشتمل ہے تو وہ مخمس ترکیب بند اور چھے چھے مصرعوں کے بندوں پر مشتمل ہے تو مسدّس ترکیب بند نظم کہلاتی ہے۔ اسی طرح آٹھ آٹھ مصرعوں پر مشتمل نظم کو مثمن ترکیب بند اور دس دس مصرعوں پر مشتمل نظم کو معشر ترکیب بند کہیں گے لیکن مثمن اور معشر ترکیب بندوں کی روایت بہت ہی کم رہی ہے۔

بعض ترکیب بندوں کے مصرعے پانچ چھے مصرعوں سے زیادہ ہوتے ہیں۔ ایسے ترکیب بند کبھی مثنوی کی ہیئت میں لکھے جاتے ہیں اور کبھی قصیدے یا غزل کی ہیئت میں مگر ان دونوں صورتوں میں بند کے آخری شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ یا ہم قافیہ وہم ردیف ہوتے ہیں۔

بعض ترکیب بندوں کے اشعار کی تعداد ایک جیسی ہوتی ہے جیسے علامہ اقبال کی نظم ''ذوق وشوق'' کا ہر بند چھے چھے شعروں پر جب کہ ''طلوعِ اسلام'' اور ''مسجد قرطبہ'' کا ہر بند آٹھ آٹھ شعروں پر مشتمل ہے مگر بعض ترکیب بندوں کے شعروں کی تعداد کم وبیش ہوتی ہے جیسے علامہ اقبال کی معروف نظموں ''شمع اور شاعر''، ''والدہ مرحومہ کی یاد میں''، ''خضرِ راہ'' اور ''ساقی نامہ'' کے بندوں کے اشعار کی تعداد مختلف ہے۔

مثال کے لیے علامہ اقبال کی متذکرہ نظمیں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

ترجیع بند

ترجیع بند اور ترکیب بند میں محض اتنا فرق ہے کہ ترکیب بند میں ہر بند کا، چاہے وہ بند کتنے ہی شعروں پر مشتمل کیوں نہ ہو، آخری شعر مختلف ہوتا ہے جب کہ ترجیع بند میں ہر بند کا آخری شعر بار بار رجوع کرتا ہے یعنی بار بار دہرایا جاتا ہے جسے ٹیپ کا شعر کہتے ہیں۔ نظیر اکبر آبادی کی نظمیں بہ عنوان: عید گاہ اکبر آباد، بسنت، دُنیا، فنا، بنجارہ نامہ، برسات کا تماشا اور برسات کی بہاریں وغیرہ مخمس ترجیع بند اور بہ عنوان نظمیں، تندرستی، پیری کی سواری، رہے نام اللہ کا، مکافاتِ عمل، چپاتی، خوشامد اور دنیا دار المکافات ہے، مسدس ترجیع بند میں ہیں کیوں کہ ان کی مخمس ترجیع بندوں میں پانچواں مصرع اور مسدس ترجیع بندوں میں پانچواں اور چھٹا مصرع بار بار دہرایا جاتا ہے۔ نظیر کی نظم ''تندرستی'' کے آخری دو بند ملاحظہ کیجیے:

قدرت سے یہ جو تن کی بنی ہے ہر ایک کل
جب تک یہ کل بنی ہے تو ہے آدمی کو کل
گر ہو خدانخواستہ اک کل بھی چل بچل
پھر نہ خوشی، نہ عیش، نہ کچھ زندگی کا پھل
جتنے سخن ہیں، اُن میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

ادنیٰ ہو غریب، تونگر ہو یا فقیر
یا بادشاہ شہر کا، یا ملک کا وزیر
ہے سب کو تندرستی و حُرمت ہی دل پذیر
جو تُو نے اب کہا، سو یہی سچ ہے اے نظیر!
جتنے سخن ہیں، اُن میں یہی ہے سخن درست
اللہ آبرو سے رکھے اور تندرست

مستزاد

مستزاد کے لغوی معنی ہیں ''زیادہ کیا گیا یا بڑھایا گیا'' مگر اصطلاح شاعری میں مستزاد ایسی صنفِ سخن ہے جس میں ایک مصرعے پر مزید نصف مصرعے کا اس طرح اضافہ کر دیا جاتا ہے کہ اضافہ شدہ مصرع اسی مصرعے کے رکنِ اوّل یا رُکنِ آخر کے برابر ہوتا ہے۔ مثلاً: میر کی یہ رباعی مستزاد دیکھیے:

تا چند غمِ دل سے حکایت کریے   ہو ہو کر تنگ
کس کس سے شب و روز شکایت کریے   آتا ہے ننگ
سختی کوئی لے صنم کہاں تک کھینچیے   ہے جی میں کہ اب
ہو نالہ ترے دل میں سرایت کریے   پر تُو ہے سنگ

اختر شیرانی کی نظم ''او دیس سے آنے والے بتا'' بھی مستزاد کی خوب صورت مثال ہے، اس کا پہلا بند ملاحظہ کیجیے:

او دیس سے آنے والے بتا
او دیس سے آنے والے بتا   کس حال میں ہیں یارانِ وطن
آوارۂ وطن کو بھی سنا   کس رنگ میں ہے کنعانِ وطن
او دیس سے آنے والے بتا

نظمِ مُعرّیٰ

معرّیٰ یا مُعرّا کے لغوی معنی برہنہ یا خالی کے ہیں مگر شاعری کی اصطلاح میں ایسی صنفِ نظم کو نظمِ مُعرّیٰ کہتے ہیں جس کے تمام مصرعوں کے ارکان تو یکساں ہوں مگر اُن میں قافیے کا التزام نہ رکھا گیا ہو۔ انگریزی میں نظمِ معرّیٰ کو بلینک ورس (Blank Verse) کہا جاتا ہے یعنی قافیے سے عاری نظم۔ دراصل قدیم شعرا کے ہاں قافیے کی شرط ضروری تھی لیکن جدید شعرا میں کچھ ایک نے قافیے کی پابندی کو رفعتِ تخیّل کی راہ میں سدِ راہ سمجھ کو اسے غیر ضروری قرار دیا جن میں مولانا حالی جیسے بلند مرتبہ شاعر بھی شامل ہیں۔ ہر چند مولانا حالی کی تمام شاعری پابند شاعری ہے اور انھوں نے ہمیشہ قافیے اور ردیف کو ملحوظ رکھا ہے مگر اُن کا خیال ہے کہ اگرچہ قافیہ بھی شعر کے وزن کی طرح اس کا حسن بڑھا دیتا ہے مگر ''قافیے کی قید ادائے مطلب میں خلل انداز ہوتی ہے۔'' اس لیے قافیے کے بغیر بھی شعر کہا جاسکتا ہے۔ اس احساس کے تحت اردو کے کچھ شعرا کے ہاں قافیے سے چھٹکارا پانے کا رجحان پیدا ہوا چنانچہ اردو میں نظم معرّیٰ کہی جانے لگی ہے۔ اردو میں نظم معرّیٰ کا ابتدائی تجربہ مولانا عبدالحلیم شرر اور اسماعیل میرٹھی نے کیا، بعد میں جدید شعرا نے بھی اس طرف توجہ دی جن میں سے تصدق حسین خالد، مجید امجد، میراجی اور ن م راشد کے نام اہم ہیں۔ اسماعیل میرٹھی کی ایک نظمِ معرّیٰ بہ عنوان: ''تاروں بھری رات'' ملاحظہ کیجیے:

اے چھوٹے چھوٹے تارو — کہ چمک دمک رہے ہو
تمھیں دیکھ کر نہ ہووے — مجھے کس طرح تحیّر
کہ تم اونچے آسمان پر — جو ہے کل جہاں سے اعلیٰ
ہوئے روشن اس روش سے — کہ کسی نے جڑ دیے ہیں
گہر اور لعل گویا

❀❀

سانیٹ

سانیٹ (Sonnet) کی صنف انگریزی ادب سے اردو میں آئی ہے۔ ولیم شیکسپیئر، ولیم ورڈز ورتھ، کولرج، ٹینی سن اور دوسرے انگریزی شعرا نے بہتات سے سانیٹ لکھے ہیں۔ انگریزی شعرا کی دیکھا دیکھی اردو کے کچھ جدید شعرا نے

بھی سانیٹ لکھے اور بعض نے تو بہت اچھے سانیٹ کہے ہیں۔

سانیٹ ایک مقفّیٰ نظم ہے جس میں کل چودہ مصرعے ہوتے ہیں۔ انگریزی کی طرح اردو میں بھی سانیٹ کے دو حصّے ہوتے ہیں: پہلا حصّہ آٹھ مصرعوں پر اور دوسرا حصّہ چھے مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے جب کہ سانیٹ کے تمام مصرعے مل کر کسی ایک خیال یا جذبہ و احساس کو پیش کرتے ہیں۔ ہر چند سانیٹ کسی بھی بحر یا وزن میں لکھی جاسکتی ہے تاہم فنّی لحاظ سے یہ ایک مشکل صنفِ نظم ہے۔ اس میں قافیہ یا قافیہ و ردیف کی خاص ترتیب کے ساتھ تسلسلِ بیان کا خیال رکھا جاتا ہے۔

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں سانیٹ کے دو حصّے ہوتے ہیں: پہلے حصّے کا، جو آٹھ مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے، پہلا، چوتھا، پانچواں اور آٹھواں مصرع ہم قافیہ ہوتا ہے جب کہ دوسرے حصّے کا، جو چھے مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے، نواں، دسواں، گیارھواں، چودھواں اور بارھواں تیرھواں مصرع ہم قافیہ یا ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتا ہے۔ ن۔م راشد کا ایک سانیٹ بہ عنوان ''ستارے'' ملاحظہ کیجیے:

نکل کر جوئے نغمہ خُلد زارِ ماہ و انجم سے
فضا کی وسعتوں میں ہے، رواں آہستہ آہستہ
بہ سوئے نوحہ آبادِ جہاں آہستہ آہستہ
نکل کر آ رہی ہے اِک گلستانِ ترنم سے!
ستارے اپنے میٹھے مدھرے ہلکے تبسّم سے
کیے جاتے ہیں فطرت کو جواں آہستہ آہستہ
سناتے ہیں اسے اک داستاں آہستہ آہستہ
دیارِ زندگی مدہوش ہے، اُن کے تکلّم سے
یہی عادت ہے روزِ اوّلیں سے، ان ستاروں کی
چمکتے ہیں کہ دنیا میں مسرّت کی حکومت ہو
چمکتے ہیں کہ انسان فکرِ ہستی کو بُھلا ڈالے
لیے ہے تمنّا، ہر کرن ان نور پاروں کی
کبھی یہ خاک داں، گہوارۂ حسن و لطافت ہو
کبھی انسان اپنی گم شدہ جنّت کو پھر پا لے!

❀❀

آزاد نظم

جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے، آزاد نظم ہر قسم کی عروضی پابندی سے آزاد ہوتی ہے۔ اسے انگریزی میں Free Verse کہتے ہیں۔ انگریزی میں اس کا رواج ازمنۂ قدیم ہی سے ہے جب کہ انگریزی کی دیکھا دیکھی دورِ جدید میں اس نے اردو میں بھی اپنے قدم مضبوطی سے جما لیے ہیں۔

آزاد نظم میں ایک ہی بحر ہوتی ہے مگر بحر کے ارکان کی تقسیم شاعر کی مرضی پر منحصر ہے۔ بعض اوقات ایک رکن دو مصرعوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ اس طرح کوئی مصرع چھوٹا اور کوئی بڑا ہوتا ہے۔ بعض شعرا صوتی تاثرات کا خیال رکھتے ہوئے اپنی نظم کے کچھ مصرعوں میں قافیے اور ردیف کا بھی التزام کر لیتے ہیں۔

اردو میں بعض نقادن۔م راشد اور بعض تصدق حسین خالد اور بعض میرا جی کو آزاد نظم کا بانی شمار کرتے ہیں۔ بہر حال ان تینوں شاعروں کا زمانہ تقریباً ایک ہی ہے۔ ان کے بعد سردار جعفری، فیض احمد فیض، مصطفٰی زیدی، مختار صدیقی، یوسف ظفر، مجید امجد، منیر نیازی اور احمد ندیم قاسمی کے علاوہ دورِ حاضر کے شعرا امجد اسلام امجد، خورشید رضوی، کشور ناہید، فہمیدہ ریاض، تبسّم کاشمیری، عبیداللہ علیم، تحسین فراقی اور اجمل نیازی نے بھی آزاد نظمیں کہی ہیں۔

آزاد نظم کی سب سے بڑی خوبی رفعتِ تخیل ہے۔ اگر نظم میں فکر و خیال کی بلندی اور جدّت نہیں تو پھر اس صنف میں طبع آزمائی کرنا بھی بیکار اور لاحاصل ہے۔

مجید امجد کی نظم ''لوحِ دل'' ملاحظہ کیجیے۔ اس نظم میں آزاد نظم کی تمام نمایاں خوبیاں موجود ہیں:

میں اجنبی...... میں بے نشاں
میں پابہ گِل
نہ رفعتِ مقام ہے، نہ شہرتِ دوام ہے
یہ لوحِ دل، یہ لوحِ دل
نہ اس پہ کوئی نقش ہے، نہ اس پہ کوئی نام ہے

❁❁

دوہا

ہندی صنفِ نظم ہے۔ ہندی میں دوہے کا رواج صدیوں سے ہے اور اردو میں بھی کلاسیکی دورِ شاعری ہی سے دوہے کہے جاتے ہیں چنانچہ بھگت کبیر اور اکبرِ اعظم کے نورتن کے اہم رکن عبدالرحیم خانِ خاناں کے دوہے آج تک مشہور چلے آ رہے ہیں۔

دوہے میں فقط دو مصرعے ہوتے ہیں جو ہم قافیہ یا ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں مگر ان دو مصرعوں میں جہانِ معنی آباد ہوتا ہے یا تو زندگی کا نچوڑ ہوتا ہے یا پھر ایسا مشاہدہ بیان کیا جاتا ہے جو عین حقیقت یا عالم گیر سچائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اردو شاعروں میں سے جمیل الدین عالی اور عمر فیضی کے دوہے خاص و عام سے داد وصول کر چکے ہیں۔ چند دوہے ملاحظہ کیجیے:

رنگی کو نارنگی کہیں، بنے ہوئے کو کھویا
چلتی کو گاڑی کہیں، دیکھ کبیرا رویا (بھگت کبیر)

تن اجلا، من کوئلہ بگلے کا سا بھیس
توسے تو کاگا بھلا، باہر بھیتر ایک (بھگت کبیر)

کاگا سب تن کھائیو، چُن چُن کھائیو ماس
دو نیناں مت کھائیو، پیا ملن کی آس (بھگت کبیر)

تن ایندھن شمشان کا، من موتی اَن مول
تن کا موتی جہان ہے اور من کا ہے من مول (عمر فیضی)

سندرتا کی چاندنی یا برہا کی آگ
سب پریتم کے رُوپ ہیں، رنگت ہو یا راگ (عمر فیضی)

❁❁

بارہ ماسہ

ایسی صنفِ نظم ہے جس کا اردو میں تو فروغ نہیں ہو سکا مگر ہندی میں بہت مقبول ہے۔ یہ دراصل بارہ بندوں پر مشتمل ایسی نظم ہوتی ہے جس میں عورت کی زبان سے بکرمی سال کے بارہوں مہینوں کا نام لے لے کر ہجر و فراق کا حال بیان کیا جاتا ہے۔ہم

نظمِ مُعرّیٰ

معرّیٰ یا مُعرّا کے لغوی معنی برہنہ یا خالی کے ہیں مگر شاعری کی اصطلاح میں ایسی صنفِ نظم کو نظمِ مُعرّیٰ کہتے ہیں جس کے تمام مصرعوں کے ارکان تو یکساں ہوں مگر اُن میں قافیے کا التزام نہ رکھا گیا ہو۔ انگریزی میں نظمِ مُعرّیٰ کو بلینک ورس (Blank Verse) کہا جاتا ہے یعنی قافیے سے عاری نظم۔ دراصل قدیم شعرا کے ہاں قافیے کی شرط ضروری تھی لیکن جدید شعرا میں کچھ ایک نے قافیے کی پابندی کو رفعتِ تخّیل کی راہ میں سدِ راہ سمجھ کو اسے غیر ضروری قرار دیا جن میں مولانا حالی جیسے بلند مرتبہ شاعر بھی شامل ہیں۔ ہر چند مولانا حالی کی تمام شاعری پابند شاعری ہے اور انھوں نے ہمیشہ قافیے اور ردیف کو ملحوظ رکھا ہے مگر ان کا خیال ہے کہ اگرچہ قافیہ بھی شعر کے وزن کی طرح اس کا حسن بڑھا دیتا ہے مگر ''قافیے کی قید ادائے مطلب میں خلل انداز ہوتی ہے۔'' اس لیے قافیے کے بغیر بھی شعر کہا جا سکتا ہے۔ اس احساس کے تحت اردو کے کچھ شعرا کے ہاں قافیے سے چھٹکارا پانے کا رجحان پیدا ہوا چنانچہ اردو میں نظمِ معرّیٰ کہی جانے لگی ہے۔ اردو میں نظمِ معرّیٰ کا ابتدائی تجربہ مولانا عبدالحلیم شرر اور اسماعیل میرٹھی نے کیا، بعد میں جدید شعرا نے بھی اس طرف توجہ دی جن میں سے تصدق حسین خالد، مجید امجد، میراجی اور ن م راشد کے نام اہم ہیں۔ اسماعیل میرٹھی کی ایک نظمِ معرّیٰ بہ عنوان: ''تاروں بھری رات'' ملاحظہ کیجیے:

اے چھوٹے چھوٹے تارو کہ چمک دمک رہے ہو
تمھیں دیکھ کر نہ ہووے مجھے کس طرح تحیّر
کہ تم اونچے آسماں پر جو ہے کُل جہاں سے اعلیٰ
ہوئے روشن اس روش سے کہ کسی نے جڑ دیے ہیں
گہر اور لعل گویا

❀❀

سانیٹ

سانیٹ (Sonnet) کی صنف انگریزی ادب سے اردو میں آئی ہے۔ ولیم شیکسپیئر، ولیم ورڈز ورتھ، کولرج، ٹینی سن اور دوسرے انگریزی شعرا نے بہتات سے سانیٹ لکھے ہیں۔ انگریزی شعرا کی دیکھا دیکھی اردو کے کچھ جدید شعرا نے

بھی سانیٹ لکھے اور بعض نے تو بہت اچھے سانیٹ کہے ہیں۔

سانیٹ ایک مقفّیٰ نظم ہے جس میں کل چودہ مصرعے ہوتے ہیں۔ انگریزی کی طرح اردو میں بھی سانیٹ کے دو حصّے ہوتے ہیں: پہلا حصّہ آٹھ مصرعوں پر اور دوسرا حصّہ چھے مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے جب کہ سانیٹ کے تمام مصرعے مل کر کسی ایک خیال یا جذبہ و احساس کو پیش کرتے ہیں۔ ہر چند سانیٹ کسی بھی بحر یا وزن میں لکھی جا سکتی ہے تاہم فنّی لحاظ سے یہ ایک مشکل صنفِ نظم ہے۔ اس میں قافیہ یا قافیہ و ردیف کی خاص ترتیب کے ساتھ تسلسلِ بیان کا خیال رکھا جاتا ہے۔

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں سانیٹ کے دو حصّے ہوتے ہیں: پہلے حصّے کا، جو آٹھ مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے، پہلا، چوتھا، پانچواں اور آٹھواں مصرع ہم قافیہ ہوتا ہے جب کہ دوسرے حصّے کا، جو چھے مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے، نواں، دسواں، گیارھواں، چودھواں اور بارھواں تیرھواں مصرع ہم قافیہ یا ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتا ہے۔ ن۔ م راشد کا ایک سانیٹ بہ عنوان ''ستارے'' ملاحظہ کیجیے:

نکل کر جُوئے نغمہ خُلد زارِ ماہ و انجم سے
فضا کی وسعتوں میں ہے، رواں آہستہ آہستہ
بہ سوئے نوحہ آبادِ جہاں آہستہ آہستہ
نکل کر آ رہی ہے اِک گلستانِ ترنم سے!
ستارے اپنے میٹھے مدبھرے ہلکے تبسّم سے
کیے جاتے ہیں فطرت کو جواں آہستہ آہستہ
سناتے ہیں اسے اک داستاں آہستہ آہستہ
دیارِ زندگی مدہوش ہے، اُن کے تکلّم سے
یہی عادت ہے روزِ اوّلیں سے، ان ستاروں کی
چمکتے ہیں کہ دنیا میں مسرّت کی حکومت ہو
چمکتے ہیں کہ انسان فکرِ ہستی کو بُھلا ڈالے
لیے ہے تمنّا، ہر کرن ان نور پاروں کی
کبھی یہ خاک داں، گہوارۂ حسن و لطافت ہو
کبھی انسان اپنی گم شدہ جنّت کو پھر پا لے!

❀❀

آزاد نظم

جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے، آزاد نظم ہر قسم کی عروضی پابندی سے آزاد ہوتی ہے۔ اسے انگریزی میں Free Verse کہتے ہیں۔ انگریزی میں اس کا رواج ازمنۂ قدیم ہی سے ہے جب کہ انگریزی کی دیکھا دیکھی دورِ جدید میں اس نے اردو میں بھی اپنے قدم مضبوطی سے جما لیے ہیں۔

آزاد نظم میں ایک ہی بحر ہوتی ہے مگر بحر کے ارکان کی تقسیم شاعر کی مرضی پر منحصر ہے۔ بعض اوقات ایک رکن دو مصرعوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ اس طرح کوئی مصرع چھوٹا اور کوئی بڑا ہوتا ہے۔ بعض شعرا صوتی تاثرات کا خیال رکھتے ہوئے اپنی نظم کے کچھ مصرعوں میں قافیے اور ردیف کا بھی التزام کر لیتے ہیں۔

اردو میں بعض نقادن۔م راشد اور بعض تصدق حسین خالد اور بعض میرا جی کو آزاد نظم کا بانی شمار کرتے ہیں۔ بہر حال ان تینوں شاعروں کا زمانہ تقریباً ایک ہی ہے۔ ان کے بعد سردار جعفری، فیض احمد فیض، مصطفیٰ زیدی، مختار صدیقی، یوسف ظفر، مجید امجد، منیر نیازی اور احمد ندیم قاسمی کے علاوہ دورِ حاضر کے شعرا امجد اسلام امجد، خورشید رضوی، کشور ناہید، فہمیدہ ریاض، تبسّم کاشمیری، عبیداللہ علیم، تحسین فراقی اور اجمل نیازی نے بھی آزاد نظمیں کہی ہیں۔

آزاد نظم کی سب سے بڑی خوبی رفعتِ تخیّل ہے۔ اگر نظم میں فکر و خیال کی بلندی اور جدّت نہیں تو پھر اس صنف میں طبع آزمائی کرنا بھی بیکار اور لاحاصل ہے۔

مجید امجد کی نظم "لوحِ دل" ملاحظہ کیجیے۔ اس نظم میں آزاد نظم کی تمام نمایاں خوبیاں موجود ہیں:

میں اجنبی...... میں بے نشاں
میں پابہ گِل
نہ رفعتِ مقام ہے، نہ شہرتِ دوام ہے
یہ لوحِ دل، یہ لوحِ دل
نہ اس پہ کوئی نقش ہے، نہ اس پہ کوئی نام ہے

❀❀

دوہا

ہندی صنفِ نظم ہے۔ ہندی میں دوہے کا رواج صدیوں سے ہے اور اردو میں بھی کلاسیکی دورِ شاعری ہی سے دوہے کہے جاتے ہیں چنانچہ بھگت کبیر اور اکبر اعظم کے نورتن کے اہم رکن عبدالرحیم خانِ خاناں کے دوہے آج تک مشہور چلے آ رہے ہیں۔

دوہے میں فقط دو مصرعے ہوتے ہیں جو ہم قافیہ یا ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں مگر ان دو مصرعوں میں جہانِ معنی آباد ہوتا ہے یا تو زندگی کا نچوڑ ہوتا ہے یا پھر ایسا مشاہدہ بیان کیا جاتا ہے جو عین حقیقت یا عالم گیر سچائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اردو شاعروں میں سے جمیل الدین عالی اور عمر فیضی کے دوہے خاص و عام سے داد وصول کر چکے ہیں۔ چند دوہے ملاحظہ کیجیے:

رنگی کو نارنگی کہیں، بنے ہوئے کو کھویا
چلتی کو گاڑی کہیں، دیکھ کبیرا رویا (بھگت کبیر)

تن اجلا، من کوئلہ بگلے کا سا بھیس
تو سے تو کاگا بھلا، باہر بھیتر ایک (بھگت کبیر)

کاگا سب تن کھائیو، چُن چُن کھائیو ماس
دو نیناں مت کھائیو، پیا ملن کی آس (بھگت کبیر)

تن ایندھن شمشان کا، من موتی ان مول
تن کا موتی جہان ہے اور من کا ہے من مول (عمر فیضی)

سندرتا کی چاندنی یا برہا کی آگ
سب پریتم کے رُوپ ہیں، رنگت ہو یا راگ (عمر فیضی)

❀❀

بارہ ماسہ

ایسی صنفِ نظم ہے جس کا اردو میں تو فروغ نہیں ہو سکا مگر ہندی میں بہت مقبول ہے۔ یہ دراصل بارہ بندوں پر مشتمل ایسی نظم ہوتی ہے جس میں عورت کی زبان سے بکرمی سال کے بارہوں مہینوں کا نام لے لے کر ہجر و فراق کا حال بیان کیا جاتا ہے۔ ہم

اپنے طلبہ کی سہولت کے لیے بارہ کے بارہ مہینوں کے نام اوران کی خصوصیات درج کیے جاتے ہیں:

1۔ بیساکھ: یہ بکرمی سال کا پہلا مہینا ہے جو اپریل کے وسط سے شروع ہوتا ہے۔ بیساکھ کی پہلی تاریخ کو بیساکھی منائی جاتی ہے۔

2۔ جیٹھ: یہ بکرمی سال کا دوسرا مہینا ہے جو وسط مئی سے لے کر وسط جون تک ہے۔ اس مہینے میں خوب گرمی پڑتی ہے۔

3۔ اساڑھ: بکرمی سمت کے حساب سے تیسرا مہینا ہے۔ اس مہینے میں برسات کا آغاز ہو جاتا ہے اور جوار باجرے کی فصل بوئی جاتی ہے۔

4۔ ساون: اس مہینے میں کالی کالی گھٹائیں امنڈی آتی ہیں اور بارش ہونے کے قوی امکان ہوتے ہیں۔

5۔ بھادوں: بکرمی سال کے حساب سے وسط اگست سے وسط ستمبر تک رہتا ہے۔ اس مہینے میں بارشیں خوب ہوتی ہیں اور ہر طرف جل تھل ہو جاتا ہے۔

6۔ اسوج: 15 رستمبر سے 15 راکتوبر تک رہتا ہے۔ گرمی کی شدت میں کمی آ جاتی ہے۔

7۔ کاتک: کاتک کی پندرہ تاریخ کو دیوالی مناتے ہیں۔ رات کو خوب چراغاں اور لکشمی پوجا کرتے ہیں۔ یہ رام چندر جی کے بن باس سے واپس آنے کی خوشی کا دن ہے۔

8۔ منگسر (مگھر): اس ماہ سے سردیوں کا آغاز ہو جاتا ہے۔

9۔ پوس: وسط دسمبر تا وسط جنوری رہتا ہے، خوب سردی پڑتی ہے۔

10۔ ماگھ: اس ماہ میں سردی بالعموم کم ہو جاتی ہے۔ سرسوں پھولتی ہے اور لوگ بسنت مناتے ہیں۔ بہار کی آمد ہوتی ہے۔

11۔ پھاگن: اِس مہینے میں ہولی کا تہوار منایا جاتا ہے جس میں ایک دوسرے پر رنگ پھینکتے اور خوب خوشیاں مناتے ہیں۔

12۔ چیت: یہ بکرمی سال کا بارھواں مہینا ہے جو وسط مارچ سے لے کر وسط اپریل تک رہتا ہے۔

❁❁

ہائیکو

ہائیکو (Hieku) جاپانی صنفِ نظم ہے اور جاپان میں خاصی مقبول ہیئت ہے۔ یہ پنجابی میں ٹپا نوعیت کی صنف ہے۔ پنجابی ٹپا تین مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے اور پہلا اور تیسرا مصرع ہم قافیہ ہوتے ہیں جیسے پنجابی کا مشہور ٹپا ہے۔

چٹا ککڑ بنیرے تے
کاسنی دوپٹے والیے
منڈا عاشق تیرے تے

ہائیکو کے بھی فقط تین مصرعے ہوتے ہیں اور اس کا بھی پہلا اور تیسرا مصرع ہم قافیہ یا ہم قافیہ وہم ردیف ہوتے ہیں مگر جاپانی تمدن کے مزاج کے مطابق ان کی ترتیب 5،7،5 کی ہوتی ہے اور ان میں مناظر فطرت کے عکس نظر آتے ہیں۔

جاپانی ہائیکو کی تقلید میں کچھ شعرا نے اردو میں بھی ہائیکو لکھے ہیں جن میں حمایت علی شاعر، محسن بھوپالی اور عبدالعزیز خالد کے نام شامل ہیں۔ یہ دو ہائیکو ملاحظہ کیجیے:

بچھڑی پھر مل کر
آخر کب تک رہ سکتی
شبنم پتوں پر (محسن بھوپالی)

عجیب سی یہ رات ہے
گزر رہی ہے اور اس کے دوش پر
جنازۂ حیات ہے (حمایت علی شاعر)

❁❁

ماہیا

''ماہیا'' سرزمین پنجاب کی معروف پنجابی صنف ہے اور یہ صنف سیکڑوں سال سے مروّج ہے۔ لطف یہ ہے کہ یہ صنف سینہ در سینہ چلتی ہے اور آج بھی پنجاب کے چھوٹے بڑے سب دیہاتوں میں مرغوب خاص و عام ہے۔ پنجاب کا کوئی گبھرو جوان ہو یا الھڑ مٹیار، ہر کسی کو دو چار ماہیے ضرور ازبر ہیں جنھیں وہ ہر دم گنگناتے یا ایک دوسرے کو سناتے رہتے ہیں۔

پنجابی کی یہ ہر دل عزیز صنف اردو میں بھی مقبول ہوتی جا رہی ہے۔ اس صنف کے شہرت عام پانے کی ایک بڑی وجہ تو یہ ہے کہ یہ صنف پنجاب کے کلچر سے ہم آہنگ ہے اور اس میں پنجاب کے دیہات کی خوب صورت زندگی کے رنگ نظر آتے ہیں دوسرے یہ صنف فقط تین مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے لیکن ان تین مصرعوں میں ایک جہانِ معنی آ[illegible] ہوتا

ہے۔ اگرچہ ہائیکو میں بھی صرف تین مصرعے ہوتے ہیں اور کچھ اردو شاعروں نے ہائیکو کو اردو میں بھی رواج دینے کی کوشش کی ہے مگر ہائیکو جاپانی صنفِ نظم ہے اور اپنی بناوٹ کے اعتبار سے دلوں پر وہ تاثر نہیں چھوڑتی جو ''ماہیا'' چھوڑتا ہے۔ ماہیے کا پہلا اور تیسرا مصرع ہم قافیہ یا ہم قافیہ وہم ردیف ہوتا ہے اور تینوں مصرعوں کے ارکان کی تعداد یکساں ہوتی ہے اور یہ ہمیشہ ایک ہی بحر میں کہا جاتا ہے۔

پنجاب کے قدیم وجدید تمام صوفی شعرانے پنجابی میں ماہیے ضرور کہے ہیں جو پنجاب کے عوام کے مزاج سے ہم آہنگ اور سرزمینِ وطن کی رعنائیوں سے محبت کا والہانہ اظہار ہیں۔ ماہیا ایک مقامی تخلیق ہے۔ ہر چند اس کے موضوع میں بڑی وسعت ہے تاہم اس میں زیادہ تر انتظار اور ہجر وفراق کی گھڑیوں کے موضوع ہی کو نظم کیا جاتا ہے۔ اردو میں پہلے پہل اختر شیرانی اور چراغ حسن حسرت نے ماہیے کہے، پھر کچھ اردو شاعروں نے بھی اس طرف توجہ کی جن میں سے علی محمد فرشی، حیدر قریشی اور نثار ترابی کے ماہیوں کو پسند کیا گیا۔

موقع کی مناسبت سے چراغ حسن حسرت کا ایک زبان زدِ خاص وعام ماہیا ملاحظہ کیجیے۔

ساون میں پڑے جھولے
تم بھول گئے ہم کو
ہم تم کو نہیں بھولے

اور ذیل میں نثار ترابی کی کتاب ''بارات گلابوں کی'' سے بطورِ نمونہ یہ دو تین ماہیے دیکھیے:

اُلجھے ہوئے دھاگے ہیں
جس یاد میں سوئے تھے
اُس یاد میں جاگے ہیں

موسم کی دُعا لینا
بجھتے ہوئے کچھ منظر
پلکوں میں چھپا لینا

بستی ہے جزیروں میں
چُنری مری دھرتی کی
کیوں بٹ گئی لیروں میں

جب تُو ہے نگاہوں میں
آ جائے گی خود چل کر
منزل مری راہوں میں

❀❀

آٹھواں باب

علمِ بیان

ایک ہی بات کو نو بہ نو انداز سے بیان کرنے کے عمل کو اصطلاح میں علمِ بیان کہا جاتا ہے۔ علمِ بیان الفاظ ومعانی کی متنوع جہتوں کا انتہائی خوبصورتی سے احاطہ کر لیتا ہے۔ نثر ہو یا شاعری، یہ دونوں میں جمالیاتی خوبیوں کو جنم دیتا ہے۔ علمِ بیان تخلیق کار کو کلام میں موزوں الفاظ کے استعمال اور اظہارِ مطلب کے مختلف اسالیب سمجھاتا ہے اور اس کے اندازِ بیان کو موثر و دل نشیں بناتا ہے۔ یہ عام مشاہدہ ہے کہ جیسے جیسے انسان کے مشاہدے، مطالعے اور تجربے میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، وہ بات کرنے کے لیے نئے سے نئے انداز اور اظہارِ مدعا کے انوکھے اور نرالے ڈھنگ ایجاد کرتا جاتا ہے۔ میر انیس کا شعر ہے:

گلدستۂ معنی کو نئے ڈھنگ سے باندھوں
اک پھول کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں

یہی ہنر اور زبان دانی کا سلیقہ ادب میں نزاکت اور حسنِ معانی کے نئے نئے قرینے وضع کرتا ہے، جس سے ایک ہی بات یا ایک ہی مضمون، جو اپنے تسلسل اور تکرار کی بنا پر طبعِ نازک پہ گراں گزر سکتی ہے، بیان کی جدّت اور خیال کی ندرت کے باعث دلچسپ اور مرغوب ہوتی چلی جاتی ہے۔ سیف الدین سیف کے بقول:

سیف اندازِ بیاں رنگ بدل دیتا ہے
ورنہ دنیا میں کوئی بات نئی بات نہیں

اندازِ بیان کی یہی کرشمہ سازی اصل میں علمِ بیان ہے۔ سیّد عابد علی عابد کے بقول:

''علمِ بیان وہ علم ہے جو مجاز (تشبیہ، استعارہ، مجازِ مرسل اور کنایہ) سے اس طرح بحث کرتا ہے کہ اس پر عبور حاصل کر لینے کے بعد تخلیق کار، انشا پرداز یا خطیب اپنے مافی الضمیر کے کامل ابلاغ میں کامیاب ہو سکے۔'' (البیان۔ ص ۱۷)

علمِ بیان کو اہلِ زبان بالعموم ذیل کے چار درجوں میں تقسیم کرتے ہیں:

(ا) تشبیہ (ب) استعارہ (ج) مجازِ مرسل

(د) کنایہ

ذیل میں علمِ بیان کی ان چاروں مروّج صورتوں کی مثالوں اور حوالوں کے ساتھ وضاحت کی جاتی ہے:

تشبیہ

تشبیہ کا لفظ مشابہت سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں کسی ایک چیز میں دوسری کی شباہت تلاش کرنا۔ مروجہ معنوں میں اس کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے: کسی ایک شخص، چیز یا کیفیت کو مشترکہ صفات کی بنا پر کسی دوسری نسبتاً زیادہ بہتر چیز کے مانند یا مماثل قرار دینا، جس کا واضح مقصد پہلی چیز، کیفیت یا شخص کی قدر و قیمت میں اضافہ، وقعت یا رغبت پیدا کرنا ہوتا ہے۔ مندرج مثالوں سے ہمارے موقف کی بہتر تفہیم ممکن ہے:

ے
نازکی اس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے (میر)

ے
شام ہی سے بجھا سا رہتا ہے
دل ہے گویا چراغ مفلس کا (میر)

ے
پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اودے اودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے پیرہن (اقبال)

ے
وہ ستارہ تھی کہ شبنم تھی کہ پھول
ایک صورت تھی عجب یاد نہیں (ناصر کاظمی)

ے
جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے، اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے، اِدھر نکلے (اقبال)

احمد ندیم قاسمی کے ان اشعار میں دیکھیے تشبیہ کے کیسے کیسے رنگ نمایاں ہیں:

شام کو صبحِ چمن یاد آئی — کس کی خوشبوئے بدن یاد آئی
یاد آئے ترے پیکر کے خطوط — اپنی کوتاہیِ فن یاد آئی
جب خیالوں میں کوئی موڑ آیا — تیرے گیسو کی شکن یاد آئی
چاند جب دور اُفق میں ڈوبا — تیرے لہجے کی تھکن یاد آئی

تشبیہ کو عموماً پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، جنھیں مشبہ، مشبہ بہ، وجہ شبہ، حروفِ تشبیہ اور غرضِ تشبیہ کے نام دیے جاتے ہیں، علمِ بیان کی اصطلاح میں یہ ارکانِ تشبیہ کہلاتے ہیں۔ پہلے دونوں ارکان کو طرفینِ تشبیہ بھی کہا جاتا ہے۔ ارکانِ تشبیہ کی تفصیل:

مشبہ: وہ شخص یا چیز جس کو کسی چیز سے تشبیہ دی جائے، مشبہ کہلاتا ہے۔ جیسے اوپر والی مثالوں میں لب، دل، پھول، وہ، اہلِ ایماں وغیرہ

مشبہ بہ: وہ شخص یا چیز جس سے تشبیہ دی جائے، مشبہ بہ کہلاتا ہے۔ جیسے اوپر والی مثالوں میں گلاب کی پنکھڑی، مفلس کا چراغ، ستارہ، شبنم، پھول، خورشید وغیرہ۔

وجہ شبہ: وہ مشترکہ صفت، خصوصیت یا خصوصیات جن کی بنا پر تشبیہ دی جاتی ہے، وجہ شبہ کہلاتی ہے۔ جیسے اوپر والی مثالوں میں رنگینی، بجھا بجھا رہنا، لباس کی رنگا رنگی، خوبصورتی اور طلوع و غروب وغیرہ۔

حرفِ تشبیہ: وہ حروف یا الفاظ جو تشبیہ دینے کے لیے بالعموم استعمال ہوتے ہیں۔ حروفِ تشبیہ یا اداتِ تشبیہ کہلاتے ہیں۔ یہ بالعموم اس طرح کے ہوتے ہیں: سا، سے، سی، جیسا، جیسی، جیسے، مانند، مثل، مثال، کی طرح، گویا، جوں، گوں، صورت، یا اور کہ وغیرہ۔

غرضِ تشبیہ: وہ مقصد یا غرض جو تشبیہ دینے کا سبب بنے، اسے علمِ بیان کی اصطلاح میں غرضِ تشبیہ کہا جاتا ہے۔ جیسے اوپر والی مثالوں میں محبوب کے لبوں کی دلکشی اور بڑھانا، دل کی ویرانی اور بے کسی کی مناسب نقشہ کشی، صحرا کے پھولوں کی رنگینی، دل کشی اور ترتیب کی بہتر تصویر کشی، اپنے محبوب کی خوبصورتی اور رعنائی کا دلکش بیان اور اہلِ ایمان کی زندگیوں کے تحرک اور نشیب و فراز کو پُر اثر انداز میں بیان کرنا وغیرہ۔

تشبیہ کی اقسام: اہلِ زبان نے تشبیہ کی بے شمار اقسام بیان کر رکھی ہیں، جن میں تشبیہِ مرسل، تشبیہِ مفصل، تشبیہِ مؤکد، تشبیہِ جمع، تشبیہِ ملفوف، تشبیہِ قریب، تشبیہِ بعید، تشبیہِ مشروط، تشبیہِ مقبول اور تشبیہِ مردود وغیرہ شامل ہیں۔

تشبیہ کی مزید شعری مثالیں:

ے
یوں برچھیاں تھیں چار طرف اس جناب کے
جیسے کرن نکلتی ہے گرد آفتاب کے (انیس)

ے
ہر سنگ ریزہ نور سے دُرِّ خوش آب تھا
لہریں جو تھیں کرن تو بھنور آفتاب تھا (انیس)

ـ کسی نے مول نہ پوچھا دلِ شکستہ کا
کوئی خرید کے ٹوٹا پیالہ کیا کرتا (آتش)

ـ وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی (حالی)

ـ گرمی کا روزِ جنگ کی کیوں کر کروں بیاں
ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں (انیس)

ـ اس غیرتِ ناہید کی ہر تان ہے دیپک
شعلہ سا لپک جائے ہے آواز تو دیکھو (مومن)

استعارہ

استعارہ کا لفظ مستعار سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں: ادھار لینا۔ یہاں کسی چیز کی صفات، خوبیاں، وقار، جاہ و جلال، حسن و مرتبہ ادھار لیا جاتا ہے، جس سے بات میں تاثیر اور شعر میں تنویر در آتی ہے۔ رائج اسلوب میں استعارہ کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

''جب کوئی لفظ حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال ہو کہ ان دونوں معنوں میں تشبیہ کا تعلق موجود ہو تو علم بیان کی رُو سے اسے استعارہ کہا جاتا ہے۔''

تشبیہ میں کسی شخص یا چیز کو دوسرے شخص یا چیز جیسا قرار دیا جاتا ہے جب کہ استعارہ میں براہِ راست اسے وہی چیز قرار دے دیا جاتا ہے۔ ایک شعر کی مثال سے اس فرق کو یوں سمجھایا جا سکتا ہے:

ـ اسے تشبیہ کا دوں آسرا کیا
وہ خود اِک چاند ہے پھر چاند سا کیا (عدیم ہاشمی)

استعارہ کی چند اور زود فہم اور عام مثالیں:

ـ پتّا پتّا، بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گُل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے (میر)

ـ پلکوں پہ مچل رہے ہیں انجم
کس چاند سے آنکھ جا لڑی ہے (میر)

ـ کیا میرے حال پہ سچ مچ انھیں غم تھا قاصد
تو نے دیکھا تھا ستارہ سرِ مژگاں کوئی (اصغر گونڈوی)

ـ ہجر کی شب میں دیکھ تو آئے میرے چاند
میرے آنسو اور یہ تارے ایک سے ہیں (منیر نیازی)

ـ کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف چرخِ کُہن کانپ رہا ہے (مرزا دبیر)

ـ ایک روشن دماغ تھا، نہ رہا
شہر میں اِک چراغ تھا، نہ رہا (حالی)

ـ پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن
مجھ کو پھر نغموں پہ اکسانے لگا مرغِ چمن (اقبال)

ـ وہ نہ آئے شبِ وعدہ تو تعجب کیا ہے
رات کو کس نے ہے خورشیدِ درخشاں دیکھا (نامعلوم)

ـ واسطے خلعتِ نوروز کے ہر باغ کے بیچ
آبِ جُو قطع لگی کرنے روش پر مخمل (سودا)

ـ وہ نگاہیں کیوں ہوئی جاتی ہیں یا رب دل کے پار
جو مری کوتاہیِ قسمت سے مژگاں ہو گئیں (غالب)

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوئے تم دوست جس کے، دشمن اس کا آسماں کیوں ہو (غالب)

تشبیہ کی نسبت استعارہ کے کل تین ارکان ہوتے ہیں، جنھیں اہلِ زبان نے مستعارلہٗ، مستعارِ منہٗ اور وجہِ جامع کے نام دے رکھے ہیں۔

ارکانِ استعارہ:

مستعارلہٗ:

وہ شخص یا چیز جس کے لیے کوئی لفظ یا صفت مستعار یا ادھار لی جائے۔ یہ عام طور پر شعر یا جملوں میں مذکور نہیں ہوتا، قیاس اور احساس سے اندازہ ہو جاتا ہے۔ جیسے اوپر والی مثالوں میں سے میر انیس کے شعر میں حضرت عباس، مولانا حالی کے شعر میں مرزا غالب اور سودا کے شعر میں سبزہ کے لیے الفاظ مستعار لیے گئے ہیں۔

مستعار منہٗ:

وہ شخص یا چیز جس سے کوئی لفظ یا صفت ادھار لی جائے، مستعار منہٗ کہلاتا ہے، جیسے اوپر والی مثالوں میں شیر، روشن دماغ، اک چراغ اور مخمل کے الفاظ۔ ان دونوں ارکان کو ارکانِ استعارہ یا طرفینِ استعارہ بھی کہا جاتا ہے۔

وجہِ جامع:

وہ مشترکہ صفت جس کی بنا پر استعارہ کیا جائے وجہِ جامع کہلاتی ہے۔ جیسے اوپر والی مثالوں میں بہادری، روشن دماغی اور سبزہ وغیرہ۔

یعنی تشبیہ میں جو چیز مشبہ ہے، استعارہ میں وہ مستعارلہٗ ہے، مشبہ بہ یہاں مستعار منہٗ ہے اور وجہ شبہ استعارہ میں آ کر وجہِ جامع کہلاتی ہے۔

تشبیہ اور استعارہ میں فرق:

۱۔ تشبیہ ابتدائی چیز ہے جبکہ استعارہ ترقی یافتہ شکل ہے۔
۲۔ تشبیہ میں کسی چیز کو دوسری چیز کے مانند قرار دیا جاتا ہے جبکہ استعارہ میں ایک چیز کو بعینہٖ دوسری چیز قرار دے دیا جاتا ہے۔
۳۔ تشبیہ میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں کا ذکر ہوتا ہے جبکہ استعارہ میں پہلے فریق کا ذکر نہیں ہوتا۔
۴۔ تشبیہ میں حروفِ تشبیہ استعمال ہوتے ہیں جبکہ استعارہ میں نہیں۔

۵۔ تشبیہ کے ارکان پانچ ہوتے ہیں جبکہ استعارہ میں تین۔

استعارہ کی مزید شعری مثالیں:

وہ صبح اور وہ چھاؤں ستاروں کی اور وہ نور
دیکھے تو غش کرے ارنی گوئے اوجِ طور (انیس)

رنگ تیرا چمن میں، بُو تیری
خوب دیکھا تو باغباں تو ہے (درد)

ڈیوڑھی سے چل چکی ہے سواری دلیر کی
آمد ہے کربلا کے نیستاں میں شیر کی (انیس)

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف چرخِ کہن کانپ رہا ہے (مرزا دبیر)

طالع سے کسے تھی ایسی امید
نکلا ہے کدھر سے آج خورشید (میر حسن)

بوئے گل لے گئی بیرونِ چمن رازِ چمن
کیا قیامت ہے کہ خود پھول ہیں غمازِ چمن (اقبال)

مجازِ مُرسل

یہ علمِ بیان کی تیسری قسم ہے۔ استعارہ کے انداز میں اس کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے:

اگر کوئی لفظ اپنے وضعی یا حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال ہو کہ ان دونوں میں تشبیہ کے علاوہ کوئی اور تعلق ہو تو اسے مجازِ مرسل کہا جاتا ہے۔ اہلِ زبان نے اس کی چوبیس صورتیں گنوائی ہیں۔ ان میں سے چند ایک اہم صورتیں یہاں مثالوں کے ساتھ درج کی جاتی ہیں۔

۱۔جز بول کر کل مراد لینا

ے سنگ پھینکے ہے میری قبر پہ قُل کے بدلے
گالیاں دے ہے پسِ مرگ قُل کے بدلے (نامعلوم)

یہاں ''قل'' یعنی جز سے پوری قل ہو اللہ یعنی سورۃ اخلاص مراد ہے۔

ے تو جہاں ناز سے قدم رکھ دے
وہ زمیں آسماں ہے پیارے (نامعلوم)

اس مثال میں قدم بول کر پورا جسم مراد لیا گیا ہے۔

۲۔کل بول کر جز مراد لینا

ے دلی جو ایک شہر تھا عالم میں انتخاب
ہم رہنے والے ہیں اُسی اجڑے دیار کے (میر)

حالانکہ شاعر دلی کے ایک مکان میں رہتا ہے جو کہ جز ہے، دلی کُل ہے۔

ے اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
ساغرِ جم سے میرا جامِ سفال اچھا ہے (غالب)

اس شعر میں بازار کا لفظ استعمال ہوا ہے؟ حالانکہ چیز پورے بازار کی بجائے محض ایک دکان سے خریدی گئی ہے۔

۳۔سبب بول کے مسبب مراد لینا

ع اتنا ٹوٹ کے برسا بادل ڈوب چلا مے خانہ بھی

بادشاہی مسجد لاہور اورنگ زیب عالمگیر نے بنائی۔

پہلی مثال میں بادل برسنا آیا ہے حالانکہ بارش برستی ہے، بادل سبب ہے اور دوسری مثال میں اورنگ زیب سبب ہے، مسجد تو معماروں نے بنائی ہے۔

۴۔مسبّب بول کر سبب مراد لینا

۱۔میں آٹا پسوانے جا رہا ہوں۔ ۲۔آگ جل رہی ہے۔

حالانکہ آٹا مُسبّب (نتیجہ ہے)، گندم پسوائی جاتی، اور اسی طرح آگ نتیجہ ہے، جل تو لکڑی رہی ہے۔

۵۔ظرف بول کر مظروف مراد لینا

۱۔دریا بہہ رہا ہے۔ ۲۔ہنڈیا جل گئی ۳۔میں دو بوتلیں پی گیا۔

حالانکہ دریا نہیں پانی بہہ رہا ہے، ہنڈیا نہیں اس میں موجود سالن جل رہا ہے اور بوتل نہیں اس میں موجود مشروب پیا جاتا ہے۔ یہ تینوں ظرف ہیں، ان سے مراد مظروف ہے، جو سب کے لیے عام فہم ہے۔

۶۔مظروف بول کر ظرف مراد لینا

ے تری چشمِ مست سے ساقیا یہ سیہ مستِ جنوں ہوا
کہ مے دو آتشہ طاق پر جو دھری تھی یونہی دھری رہی (سراج اورنگ آبادی)

حالانکہ طاق پر مے نہیں بوتل (ظرف) دھری تھی، مے تو مظروف ہے۔

اس کے علاوہ بھی اس کی معروف صورتوں میں ماضی بول کر حال اور حال بول کر ماضی مراد لینا، مستقبل بول کر حال اور حال بول کر مستقبل مراد لینا، آلہ بول کر صاحبِ آلہ اور صاحب آلہ بول کر آلہ مراد لینا، مضاف بول کر مضاف الیہ اور مضاف الیہ بول کر مضاف مراد لینا، لازم بول کر ملزوم اور ملزوم بول کر لازم مراد لینا وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

کنایہ

لغوی طور پر کنایہ کے معنی پوشیدہ یا چھپی ہوئی بات کے ہیں۔ علمِ بیان کی رُو سے کنایہ اس کو کہتے ہیں کہ جب کوئی لفظ حقیقی معنوں کی بجائے غیر حقیقی معنوں میں اس طرح استعمال ہو کہ اگر اس کے حقیقی معنی بھی مراد لیے جائیں تو بھی مفہوم میں فرق نہ آئے۔ دوسرے معنوں میں کنایہ وہ کلمہ ہے جس کے معنی خفیہ اور پوشیدہ ہوں اور ان کا سمجھنا کسی قرینے کا محتاج ہو۔

مجازِ مرسل اور کنایہ میں فرق یہ ہوتا ہے کہ مجازِ مرسل میں اصلی معنی مراد نہیں ہوتے مگر کنایہ میں اصلی معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر مجاز میں فقط لازم ہی مراد ہوتا ہے جب کہ کنایہ میں لازم مراد ہوتا ہے لیکن اگر ملزوم بھی مراد لیں تو بھی جائز ہوگا۔ کنایہ کی اہلِ زبان نے کئی اقسام بیان کی ہیں: کنایہ قریب، کنایہ بعید، کنایہ مثبت، کنایہ منفی، تعریض، تلویح، رمز، ایما و اشارہ وغیرہ۔

کنایہ کی عام اور زود فہم مثالیں:

ے دامن میں آج میر کے داغِ شراب ہے
تھا اعتماد ہم کو بہت اس جوان پر (میر)

؎ اب کے جنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ رہے
دامن کے چاک اور گریباں کے چاک میں (میر)

؎ سخن کیا کہہ نہیں سکتے کہ جویا ہوں جواہر کے
جگر کیا ہم نہیں رکھتے کہ کھودیں جا کے معدن کو (آتش)

؎ روئے سخن کسی کی طرف ہو تو رُو سیاہ
سودا نہیں، جنوں نہیں، وحشت نہیں مجھے (غالب)

؎ آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت
اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا (میر)

؎ موسیٰ سے ضرور آج کوئی بات ہوئی ہے
جاتے میں قدم اور تھے، آتے میں قدم اور (قمر جلالوی)

۱۔اسلم شُترِ بے مہار ہے   ۲۔امجد پیٹ کا ہلکا ہے۔

پہلی مثال میں شُترِ بے مہار کے اصلی معنی ہیں وہ اونٹ جس کی نکیل نہ ہو اور وہ بلبلاتا پھرتا ہے۔ کنایہ یہ ہے کہ اسلم بے ہودہ باتیں کرتا ہے۔ دوسری مثال میں پیٹ کا ہلکا کے اصلی معنی ہیں ہلکے پیٹ والا آدمی، جس کے پیٹ میں کوئی چیز نہ ٹھہرے مگر اس میں کنایہ یہ ہے کہ امجد راز کی بات جلد اُگل دینے والا شخص ہے۔ دو شعری مثالیں مزید ملاحظہ کیجیے:

؎ ہر زخمِ جگر داورِ محشر سے ہمارا
انصاف طلب ہے تری بیداد گری کا (میر)

؎ ہوا ہے شہ کا مصاحب، پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے (غالب)

❀❀

علمِ بدیع

بدیع کے لغوی معنی نادر، انوکھا یا نئی چیز کے ہیں، تاہم اصطلاح میں علمِ بدیع سے مراد وہ علم ہے، جس سے تحسین وتزئینِ کلام کے طریقے معلوم ہوتے ہیں۔ اس کی بڑی بڑی دو قسمیں ہیں: صنائع لفظی اور صنائع معنوی۔ صنائع لفظی اور صنائع معنوی یعنی لفظوں اور معنوں کے لحاظ سے نکات اور باریکیاں بیان کرنا۔ صنائع لفظی اور صنائع معنوی کا بیان بڑا تفصیل طلب ہے اور ان کی بہت سی قسمیں ہیں مگر ہم اپنے طلبہ کے اخذ واستفادہ کے لیے اس کی محض معروف اقسام مع شعری امثلہ بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

صنعتِ تضاد، صنعتِ تکرار، صنعتِ تلمیح، صنعتِ مبالغہ، صنعتِ مراعات النظیر، صنعتِ حسنِ تعلیل، صنعتِ ایہام، صنعتِ تضمین، صنعتِ لف ونشر۔

1۔صنعتِ تضاد

علمِ بدیع کی اصطلاح میں کلام میں دو ایسے الفاظ استعمال کرنا جو ایک دوسرے کی ضد یا الٹ ہوں۔ مثال کے طور پر، ہنسا اور رونا، سیاہ وسفید، امید و نا امیدی، رنج اور خوشی، مقدم اور مؤخر وغیرہ۔ یہ اشعار ملاحظہ کیجیے:

؎ خندۂ اہلِ جہاں کی مجھے پروا کیا تھی
تم بھی ہنستے ہو میرے حال پہ، رونا ہے یہی (نامعلوم)

؎ دلِ صد چاک ہے گُلِ خنداں
شادی و غم جہاں میں توام ہے (درد)

؎ خیر و شر کو سمجھ کہ ہیں دو زہر
سانپ کی زیست ہی تجھے سم ہے (درد)

؎ ہزار مرتبہ بہتر ہے بادشاہی سے
اگر نصیب ترے کوچے کی گدائی ہو (میر)

- نہ مطلب ہے گدائی سے، نہ یہ خواہش کہ شاہی ہو
الٰہی ہو وہی جو کچھ کہ مرضیِ الٰہی ہو (درد)

- ہار ہو، جیت ہو، خوشی ہو یا غم
خوش دلی سے سبھی قبول کرو (نامعلوم)

- رندِ خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو
تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو (ذوق)

(رباعی)
دنیا بھی عجب سرائے فانی دیکھی
ہر چیز یہاں کی آنی جانی دیکھی
جو آ کے نہ جائے، وہ بڑھاپا دیکھا
جو آ کے نہ جائے، وہ جوانی دیکھی (انیس)

- چشمِ معنیِ آشنا میں ہے مقام اُن کا وہی
سہوِ کاتب سے مقدم ہوں مؤخر سیکڑوں (آتش)

- گرمیاں، سردیاں، بہار، خزاں
سب مزے اس جہاں کے دیکھے (احمد مشتاق)

- ہنستا ہوں کہ قدغن کوئی رونے پہ نہیں
زندہ ہوں کہ مرنے کی اجازت ہے ابھی تک (احمد مشتاق)

2-صنعتِ تکرار

علم بدیع کی اصطلاح میں صنعتِ تکرار اس صنعت کو کہتے ہیں جس کے تحت مصرعے یا شعر میں کسی لفظ کو تاکید یا زور دینے کے لیے مکرر (بار بار) لایا جائے۔ مثلاً:

- جہاں تیرا نقشِ قدم دیکھتے ہیں
خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں (غالب)

- کل کِیا تھا کل کا وعدہ، آج پھر وعدۂ کل
آپ کی کل آئے گی کتنے کل آنے کے بعد (نامعلوم)

- پھرتے تھے دشت دشت، دوانے کدھر گئے
وہ عاشقی کے ہائے زمانے، کدھر گئے (آبرو)

- پتا پتا، بوٹا بوٹا، حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے، گُل ہی نہ جانے، باغ تو سارا جانے ہے (میر)

- مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بت خانہ تھا
ہم سبھی مہماں تھے واں، تو ہی صاحبِ خانہ تھا (درد)

- غم دیا، رنج دیا، درد دیا، داغ دیا
ہو سکے مجھ سے عوض، کیا ترے احسانوں کا (ناسخ)

- چپکے چپکے گھر میں بیٹھے، عاشقی کرتے رہے
چھاؤں میں رہ کر عبادت، دھوپ کی کرتے رہے (احمد مشتاق)

- تمھارے دستِ نازک کو بھیجی تھی میں نے اِک پہنچی
خبر پہنچی، تو یہ پہنچی، کہ وہ پہنچی، نہیں پہنچی (نامعلوم)

- دستِ جنوں سے توڑ کے رشتے کو حبیب کے
داماں بھی تار تار کیا، ہم نے کیا کیا (شاہ نصیر)

- قدرت سے یہ جو تن کی بنی ہے ہر ایک کل
جب تک۔ کل بنی ہے تو ہے آدمی کو کل (نظیر)

3۔صنعتِ تلمیح

علم بدیع کی اصطلاح میں شاعر کا اپنے کلام میں یا نثر نگار کا اپنی نثر میں کسی مشہور تاریخی واقعے، روایت، قصے، شخص، جگہ، قرآنی آیت یا حدیث کی طرف اشارہ کرنا، صنعتِ تلمیح کہلاتا ہے۔ جیسے:

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی (غالب)

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی (اقبال)

اک کھیل ہے، اورنگِ سلیماں مرے نزدیک
اک بات ہے، اعجازِ مسیحا مرے آگے (غالب)

آ رہی ہے چاہِ یوسف سے صدا
دوست یاں تھوڑے ہیں اور بھائی بہت (حالی)

ہم نے کیا کیا نہ ترے غم میں اے محبوب کیا
صبرِ ایوب کیا، گریۂ یعقوب کیا (مضمون)

عاشق اس غیرتِ بلقیس کا ہوں میں آتش
بام تک جس کے کبھی مرغِ سلیماں نہ گیا (آتش)

غیرتِ یوسف ہے یہ وقتِ عزیز
میر اس کو رائیگاں کھوتا ہے کیا (میر)

قدح بھر کے لا ساقی با تمیز
کنویں سے نکلتا ہے یوسفِ عزیز (میر حسن)

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
ساغرِ جم سے مرا جامِ سفال اچھا ہے (غالب)

4۔صنعتِ مبالغہ

کلام میں ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جن سے کسی شخص، شے، وصف یا کیفیت کا بیان خواہ بطور تعریف ہو یا مذمت اس طرح کرنا کہ نفس الامر میں وہ وصف اس حد تک اس شے میں نہ پایا جاتا ہو۔ اس کی تین قسمیں ہیں: مبالغہ، اغراق اور غلو مگر ہم صرف سادہ سے مبالغہ کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں:

گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر
بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر (انیس)

گرمی کا روزِ جنگ کی کیوں کر کروں بیاں
ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں (انیس)

پانی تھا آگ، گرمیِ روزِ حساب تھی
ماہی جو سیخِ موج تک آئی کباب تھی (انیس)

کیا نزاکت ہے جو توڑا شاخِ گل سے کوئی پھول
آتشِ گل سے پڑے چھالے تمھارے ہاتھ میں (امیر)

جدائی کے زمانہ کی سجن کیا زیادتی کہیے
کہ اُس ظالم کی جو ہم پر گھڑی گزری سو جگ بیتا (آبرو)

ہر آن ہم کو تجھ بن ایک ایک برس ہوئی ہے
کیا آ گیا زمانہ اے یار رفتہ رفتہ (میر)

اک دن فراقِ یار میں رویا میں اس قدر
پہنچا تھا چوتھے آسماں پہ پانی کر کر (نامعلوم)

JOIN ME FOR EASY ACCESS TO EBOOKS & NOTES
+92-310-545-450-3
Css Aspirants ebooks & Notes
https://m.facebook.com/groups/458184410965870
Css Aspirants Forum
http://t.me/CssAspirantsForum
Rules of the group.
*No irrelevant text/pic Islamic pic/videos
*No Smiley No Pm otherwise Removed + Blocked
*Personal text w/o Mutual consent Consider harassment.
Separate Group For Females with verification
The CSS Group does not hold any rights on shared the Books & Notes
I,m not Responsible for Copyrights.
This book/notes downloaded from the internet.

- کیا نزاکت ہے کہ عارض اُن کے نیلے پڑ گئے
  ہم نے تو بوسہ لیا تھا خواب میں تصویر کا (نامعلوم)

- شب کو کسی کے خواب میں آیا نہ ہو کہیں
  دُکھتے ہیں آج اُس بتِ نازک بدن کے پاؤں (نامعلوم)

- دستِ نازک سے اٹھایا نہ گیا بارِ حنا
  توڑا جو ایک پھول تو کلائی اتر گئی (نامعلوم)

- الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
  لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا (مومن)

- نزاکت اُس گلِ رعنا کی دیکھیو انشا
  نسیمِ صبح جو چھو جائے رنگ ہو میلا (انشا)

5۔صنعتِ مراعات النظیر

مراعات النظیر اس صنعت کاری کا نام ہے جس کے ذریعے کلام میں کچھ ایسے الفاظ لائے جاتے ہیں جو ایک ہی رعایت یا ایک ہی قبیل کے ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:

- غبار آلودۂ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
  تو اے مرغِ حرم! اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا (اقبال)

- زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دل سے پوچھ
  جوئے شیر و تیشہ و سنگِ گراں ہے زندگی (اقبال)

- گلشنِ دہر میں اگر جوئے مئے سخن نہ ہو
  پھول نہ ہو، کلی نہ ہو، سبزہ نہ ہو، چمن نہ ہو (اقبال)

- برگ کہیں، شجر کہیں، شاخ کہیں، ثمر کہیں
  آج ورق ورق ملی، عہدِ بہار کی کتاب (احمد مشتاق)

- چلتے ہو تو چمن کو چلیے، سنتے ہیں کہ بہاراں ہے
  پات ہرے ہیں، پھول کھلے ہیں، کم کم بادو باراں ہے (میر)

- موسمِ ابر ہو اور سُبو بھی ہو
  گل ہو، گلشن ہو اور تو بھی ہو (نامعلوم)

- احسان ناخدا کا اٹھائے میری بلا
  کشتی خدا پہ چھوڑ دوں، لنگر کو پھوڑ دوں (ذوق)

- گل بھلا کچھ تو بہاریں اے صبا دکھلا گئے
  حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے (ذوق)

- ساون بیتا، بھادوں بیتا، اجڑے اجڑے من کے کھیت
  کوئل اب تو کوک اٹھانا، میگھا مینھ برسانا ہو (ابنِ انشا)

- رَو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھیے تھمے
  نے ہاتھ باگ پر ہے، نہ پا ہے رکاب میں (غالب)

- سنبل و زلف، سیہ کاکل و شب چاروں ایک
  غمزہ و ناز و ادا، جنبشِ لب چاروں ایک (سودا)

- خط بڑھا، کاکل بڑھے، زلفیں بڑھیں، گیسو بڑھے
  حسن کی سرکار میں جتنے بڑھے، ہندو بڑھے (ذوق)

6۔ صنعتِ حسنِ تعلیل

صنعتِ حسنِ تعلیل علمِ بدیع کی سب سے دل کش صنعت ہے۔ اس کا استعمال شاعر کے گہرے شعور کی دلیل ہوتا ہے۔ صنعتِ حسنِ تعلیل سے مراد کسی بات کی ایسی علت، سبب یا وجہ بیان کرنا ہے جو اس کی اصل علّت نہ ہو مگر بے ساختہ باور کرنے کو جی چاہے۔ جیسے یہ مثالیں ملاحظہ کیجیے:

ے پیاسی جو تھی سپاہِ خدا تین رات کی
ساحل سے سر پٹکتی تھیں موجیں فرات کی (انیس)

ے سب کہاں، کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں (غالب)

ے زیرِ زمیں سے آتا ہے جو گل سو زر بکف
قاروں نے راستے میں لٹایا خزانہ کیا (آتش)

ے جو نخل تھا، سوچ میں کھڑا تھا
جو برگ تھا، ہاتھ مل رہا تھا (دیاشنکر نسیم)

ے اس نقشِ پا کے سجدے نے کیا کیا کیا ذلیل
میں کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل گیا (مومن)

ے حرارت ہے بلا کی بادۂ تہذیبِ حاضر میں
بھڑک اٹھا بھبوکا بن کے مُسلم کا تنِ خاکی (اقبال)

ے اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
ساغرِ جم سے مرا جامِ سفال اچھا ہے (غالب)

ے بہ سیل کے اشکوں کی بیاباں میں نہیں نہر
پھوٹا کوئی مجنوں کے مگر پاؤں کا چھالا (نظیر)

ے بے سبب زلزلہ عالم میں نہیں آتا ہے
کوئی بے تاب تہِ خاک تڑپتا ہو گا (میر)

ے سجدۂ شکر میں ہے شاخ ثمر دار ہر ایک
دیکھ کر باغِ جہاں میں کرمِ عزّ و جلّ (سودا)

ے فراقِ خُلد سے گندم ہے سینہ چاک اب تک
الٰہی ہو نہ وطن سے کوئی غریب جدا (نامعلوم)

ے چرخ پر بیٹھ رہے جان بچا کر عیسیٰ
ہو سکا جب نہ مداوا ترے بیماروں کا (نامعلوم)

7۔ صنعتِ ایہام

ایہام کے لغوی معنی ہیں وہم میں ڈالنا یا چھپانا۔ صنعتِ ایہام یہ ہے کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں، ایک قریب کے اور دوسرے بعید کے۔ تاہم متکلم بعید کے معنی مراد لے۔ یہ چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:

ے شب جو مسجد میں جا پھنسے مومن
رات کاٹی خدا خدا کر کے (مومن)

ے کچھ گُل فقط نہ کرتے تھے ربِّ علا کی مدح
ہر خار کو بھی نوکِ زباں تھی خدا کی مدح (انیس)

ے جب تک یہ چمک مہر کے پرتو سے نہ جائے
اقلیمِ سخن میری قلمرو سے نہ جائے (نامعلوم)

ے بستے ہیں تیرے سایہ میں سب شیخ و برہمن
آباد ہے تجھ سے ہی تو گھر دیر و حرم کا (درد)

ـ کون سا دل ہے وہ کہ جس میں آہ
خانہ آباد تو نے گھر نہ کیا (نامعلوم)

ـ اُس کے رخسار دیکھ جیتا ہوں
عارضی میری زندگانی ہے (نامعلوم)

ـ محبت سے علی کی دیکھ ناجی
ہوا ہے دل مرا اب حیدرآباد (ناجی)

ـ چمن میں گل نے جو کل دعویِ جمال کیا
جمالِ یار نے منہ اس کا خوب لال کیا (میر)

ـ صبا کہیو، اگر جاوے ہے، تو اُس شوخ دلبر سُوں
کہ کر کے قول پرسوں کا گئے، برسوں ہوئے برسُوں (احسن)

8۔ صنعتِ تضمین

علمِ بدیع کی اصطلاح میں شاعر کا اپنے کلام میں کسی دوسرے شاعر کے کلام سے کوئی مصرع یا شعر اس طرح لانا کہ سرقہ کا احتمال نہ ہو۔ مستعار مصرع یا شعر واوین میں لکھا جاتا ہے۔ اس طرح کلام میں زور اور تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات مضحک صورت پیدا کرنے کے لیے بھی صنعتِ تضمین کا استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ چند زبان زدِ خاص و عام شعر ملاحظہ کیجیے جن میں اس صنعت کا بڑی خوبی سے استعمال کیا گیا ہے۔

ـ ناسخ یہ قول ہے بجا حضرتِ میر درد کا
''حسن بلائے چشم ہے، نغمہ بلائے گوش ہے'' (ناسخ)

ـ تیری الفت کی اگر ہو نہ حرارت دل میں
''آدمی کو بھی میسّر نہیں انساں ہونا'' (اقبال)

ـ ''اصلِ شہود و شاہد و مشہود ایک ہے''
غالب کا قول سچ ہے تو پھر ذکرِ غیر کیا (اقبال)

ـ غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ
''آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میر نہیں'' (غالب)

ـ کبھی لکھی نہیں درخواست ہم نے انگلش میں
''زبانِ غیر سے کیا شرحِ آرزو کرتے'' (سیّد محمد جعفری)

ـ ''یا رب زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لیے''
ہر شخص مجھ کو آنکھ دکھاتا ہے کس لیے (سیّد محمد جعفری)

ـ یہ امتحان مچھلی پھنسانے کا جال ہے
''عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے'' (سیّد محمد جعفری)

ـ کبھی وقتِ خرام آیا تو ٹائر کا سلام آیا
''تھم اے رہرو کہ شاید پھر کوئی مشکل مقام آیا'' (سیّد محمد جعفری)

ـ یہ کیا خبر تھی، میں آیا تھا جب ڈنر کھانے
''حقیقتوں کو سنبھالے ہوئے تھے افسانے'' (سیّد ضمیر جعفری)

ـ جینے سے یوں نباہ کیے جا رہا ہوں میں
''جیسے کوئی گناہ کیے جا رہا ہوں میں'' (سیّد ضمیر جعفری)

(قطعہ)
کلامِ شاعرِ مشرق سے فال اک روز لی میں نے
ہوا دشوار جب جینا کرائے کے مکانوں میں
کہاں جاؤں، کروں کیا، جب یہ پوچھا تو جواب آیا
''تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں'' (گلزار بخاری)

(قطعہ)

ہر ایک عہد میں زندہ ہے میر کا مصرع
کسی سے جس کی صداقت ڈھکی چھپی نہ رہی
نظامِ برق لیا واپڈا نے ہاتھوں میں
''پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی'' (انور مسعود)

صنعتِ لف ونشر

صنعتِ لف ونشر کلام میں حسن وخوبی کا باعث بنتا ہے۔ لغت میں لف کے معنی لپیٹنا اور نشر کے معنی پھیلانا کے ہیں۔ اصطلاح میں لف ونشر کا مفہوم یہ ہے کہ پہلے کئی چیزوں کا ذکر کریں پھر انھی چیزوں سے مناسبت رکھنے والی اور چیزوں کا بھی ذکر کر دیں۔ لف ونشر کی تین صورتیں ہیں: لف ونشر مرتب، لف ونشر غیر مرتب اور لف ونشر معکوس۔ چند زود فہم اور سادہ مثالیں ملاحظہ کیجیے:

- ایک سب آگ، ایک سب پانی
دیدہ و دل عذاب ہیں دونوں (درد)

- جو ابر گریہ کناں ہے تو برق خندہ زناں
کسی میں خو ہے ہماری، کسی میں خو تیری (نامعلوم)

- چھپتی تھیں، بھاگی جاتی تھیں، گرتے تھے خاک پر
قبضوں سے تیغیں، جسم سے روحیں، تنوں سے سر (انیس)

- وادیِ نجد کو دلّی سے نہ دینا نسبت
ہے وہ مجنوں کا بیاباں، یہ بیاباں میرا (شیفتہ)

- ترے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا، نہ وہ دنیا
یہاں مرنے کی پابندی، وہاں جینے کی پابندی (اقبال)

- نہ فلسفی سے، نہ ملّا سے ہے غرض مجھ کو
یہ دل کی موت، وہ اندیشہ و نظر کا فساد (اقبال)

- نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا، نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا
میں ہلاکِ جادوئے سامری، تو قتیلِ شیوۂ آزری (اقبال)

- ترے رخسار و قد و چشم کے ہیں عاشق زار
گُل جدا، سرو جدا، نرگسِ بیمار جدا (نامعلوم)

- ترے رخسار و گیسو سے بتا تشبیہ دوں کیوں کر
نہ ہے لالہ میں رنگ ایسا، نہ ہے سنبل میں بُو ایسی (ظفر)

- آتش و آب و باد و خاک نے لی
وضعِ سوز و نم و رم و آرام (نامعلوم)

- روئے تاباں، زلفِ مشکیں، قامتِ رعنا ترا
سرو ہے، سنبل ہے اور خورشیدِ عالم تاب ہے (نامعلوم)

- شرمندہ ہے زلف و رخ و قامت سے چمن میں
گلبرگِ تر، سروِ سہی، سنبلِ سیراب (نامعلوم)

- محفل میں ہم تھے اِس طرف، وہ شوخ چنچل اُس طرف
تھی سادہ لوحی اِس طرف، مکر و فسوں، چھل اُس طرف (نظیر)

نواں باب

اشعار کی تشریح

ولی دکنی

(1668ء۔1707ء)

-1 تجھ لب کی صفت لعلِ بدخشاں سوں کہوں گا
جادو ہیں ترے نین ، غزالاں سوں کہوں گا

مفہوم: محبوب کے لبوں کو بدخشاں کے لعل اور جادو بھری آنکھوں کو ہرن کی آنکھوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

تشریح: ولی دکنی کے زیرِ تشریح شعر میں محبوب کی خوبصورت سراپا نگاری کی گئی ہے۔ شاعر کہتے ہیں کہ اے میرے محبوب تیرے لب لعل بدخشاں یعنی یاقوت کی طرح خوبصورت اور سرخ ہیں اور تیری جادو بھری آنکھیں اتنی دلکش اور دل آویز ہیں کہ انھیں غزالی آنکھیں کہنا پسند کروں گا۔ ولی دکنی کی جمال پسندی اور حسن پرستی اس شعر کے دونوں مصرعوں سے عیاں ہے۔ انتہائی عمدگی سے انھوں نے محبوب کے حسن و جمال کا نقشہ کھینچا ہے۔ تشبیہ کا حسن دونوں مصرعوں میں موجود ہے اور یہ ولی کے مشہور و معروف شعروں میں سے ایک ہے۔ بقول احمد ندیم قاسمی:

لب ہی لب ہیں کہیں اور کہیں چشم ہی چشم
نقش تیرے تیری صورت نہیں بننے دیتے

اور محمد اظہار الحق کہتے ہیں:

یہ مانا کہ جسم مٹی کے جہانوں میں بنے ہیں
مگر رخسار و لب کن کارخانوں میں بنے ہیں؟

اور بقول فیض:

تیرے چہرے سے ہے عالم میں بہاروں کو ثبات
تیری آنکھوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے

❁❁

-2 تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جا ابھی
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں (خواجہ میر درد)

مفہوم: اے شیخ! ہماری تر دامنی پہ نہ جانا۔ ہمارا دامن اتنا پاک ہے کہ اگر ہم اپنا دامن نچوڑ دیں تو فرشتے بھی اس سے وضو کرنا باعثِ سعادت سمجھیں گے۔ دوسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ کسی شخص کی ظاہری حالت دیکھ کے اس پر کوئی فیصلہ یا فتویٰ صادر نہیں کر دینا چاہیے۔

تشریح: اردو شاعری میں شیخ ظاہر و باطن میں تضاد کی علامت ہے۔ وہ بظاہر کچھ نظر آتا ہے جب کہ بباطن کچھ اور ہوتا ہے۔ خواجہ میر درد زیرِ تشریح شعر میں شیخ کو مخاطب کر کے اس پر طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جناب شیخ! آپ لوگوں کو گناہوں پر ٹوکتے ہیں انھیں برا بھلا کہتے ہیں لیکن خدارا ہمارے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے میں جلدی نہ کیجیے گا۔ ہم جو بظاہر نیکی اور پارسائی سے دور نظر آتے ہیں، اتنے برے نہیں ہیں۔ یہ جو ہمارا دامن آپ کو گناہوں سے آلودہ نظر آتا ہے۔ یہ جو ہم آپ کو دامن تر دکھائی دیتے ہیں یہ شراب کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ ہمارے ندامت کے آنسوؤں سے تر ہوا ہے اور ندامت کے یہ آنسو اتنے قیمتی ہیں کہ فرشتے ان سے وضو کرنا اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھتے ہیں بقول شاعرِ مشرق:

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے (پسینے کے قطرے)

شعر کا مفہوم یہ ہے کہ انسان خطا کا پتلا ہے، اس سے غلطی سرزد ہو جاتی ہے مگر جب وہ اپنی خطا پر شرمندہ ہوتا ہے اور پشیمانی کے آنسو بہاتا ہے تو اس کی یہ ادا باری تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور خدائے بزرگ و برتر بندے کی خطا ضرور معاف کر دیتا ہے کیوں کہ اس کی رحمت کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ اسی مفہوم کو شیخ غلام قادر گرامی نے کیا خوب ادا کیا ہے:

عصیانِ ما و رحمتِ پروردگارِ ما
ایں را نہایتے ست نہ آں را نہایتے

❁❁

-3 باغِ جہاں کے گل ہیں یا خار ہیں تو ہم ہیں
گر یار ہیں تو ہم ہیں ، اغیار ہیں تو ہم ہیں (خواجہ میر درد)

مفہوم: اس دنیا میں پھول، کانٹے، دوست، دشمن سب ہمارے ذہن کی پیداوار ہیں، ہم خود ہی اپنے دوست اور خود ہی اپنے دشمن ہیں۔

تشریح: انسان کائناتِ صغیر ہے۔ انسانی وجود کے اندر دوست دشمن محبوب اور رقیب موجود ہوا کرتے ہیں۔ انسان ہی اپنا دوست اور اپنا دشمن پیدا کرتا ہے۔ ماہرینِ نفسیات کے مطابق انسان صرف اپنے آپ سے محبت کرتا ہے، اُس کی اپنی ذات سے محبت کا دائرہ وسیع ہو کر ماں باپ، بھائی بہن یا دوستوں تک وسعت اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔ یہ کہنا بجا ہوگا کہ ہم خود ہی اپنے محبوب، اپنے یار ہیں اور ہم خود ہی اپنے غیر یعنی رقیب ہیں۔ میر درد نے اس شعر میں تین تشبیہات استعمال کی ہیں: اس میں دنیا کو باغ سے، یار یعنی محبوب کو گل سے اور اغیار یعنی رقیبوں کو خار سے تشبیہ دی گئی ہے۔ تشریح طلب شعر سے مطابقت رکھنے والا خورشید رضوی کا ایک شعر ہے:

اپنے من کا عکس ہے اپنی صدا کی بازگشت
دوست دشمن آشنا نا آشنا کوئی نہیں

شعر کا مفہوم یہ ہے کہ یہ انسان ہی ہے جو اپنی ذات کا دوست بھی ہے اور دشمن بھی۔ دوست ان معنوں میں جب وہ صراطِ مستقیم پر گامزن ہوتا ہے اور دشمن ان معنوں میں جب وہ راہِ مغضوب پر چلتا ہے، جس پر چلنے سے اسے منع کیا گیا ہے۔

❀❀

-4 کام مردوں کے جو ہیں سو وہی کر جاتے ہیں
جان سے اپنی جو کوئی کہ گزر جاتے ہیں

مفہوم: جو لوگ دنیا میں کوئی نمایاں کام کر جاتے ہیں یعنی جو لوگ راہِ خدا میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے، صرف وہی لوگ مردانگی کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔

تشریح: اگرچہ دنیا بے ثبات ہے اور انسانی زندگی ناپائیدار لیکن بہت ہی کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس حقیقت کا مکمل ادراک رکھتے ہیں۔ بیشتر لوگ اپنی عاقبت نا اندیشی اور کوتاہ بینی کی بنا پر دنیا اور زندگی کو بہت ہی عزیز رکھتے ہیں۔ وہ ان سے جدائی کا صدمہ برداشت کرنے کو تیار نہیں ہوتے لیکن میر درد کہتے ہیں کہ جو لوگ راہِ حق میں اپنی جان قربان کر دیتے ہیں وہی لوگ دراصل مردانِ حق ہوتے ہیں اور بہادری کی توقع صرف انھی بہادر انسانوں سے وابستہ کی جاسکتی ہے۔ خواجہ میر درد ایک صوفی شاعر ہیں جو فنا اور بقا کے راز خوب جانتے ہیں۔ وہ راہِ خدا میں فنا ہو جانے کو ہی بقا سمجھتے ہیں۔ ان کو فنا ہونے کے تصور میں وہ لطف محسوس ہوتا ہے کہ اتنا لطف کسی دنیا پرست کو زندگی اور مال کے حصول میں نہ آتا ہوگا چنانچہ میر درد ایک اور مقام پر کہتے ہیں:

جو مزے ہیں مرگ میں سو ہم سے پوچھا جائے
کون جانے آہ! کیا لذّت ہے مر جانے کے بیچ

یا میر تقی میر فرماتے ہیں:

کیا سہل جی سے ہاتھ اٹھا بیٹھتے ہیں ہائے
کس درجہ سیر چشم ہیں کوئے بتاں کے لوگ

میر تقی میر کی ایک غزل کا یہ مطلع بھی گویا اس شعر کی تشریح ہے:

غافل ہیں ایسے، سوتے ہیں گویا جہاں کے لوگ
حالانکہ رفتنی ہیں سب، اس کارواں کے لوگ

❀❀

میرزا محمد رفیع سودا

(1713ء-1781ء)

-5 سجدۂ شکر میں ہے شاخِ ثمردار ہر ایک
دیکھ کر باغِ جہاں میں کرمِ عزّ و جل

مفہوم: باغِ کائنات پر اللّٰہ تعالیٰ کے کرم کے اعتراف میں ہر پھل دار شاخ جھکی ہوئی ہے اور سجدۂ شکر بجا لا رہی ہے۔

تشریح: سودا نے اس شعر میں اللّٰہ تعالیٰ کی بے پایاں نوازشات کا ذکر کرتے ہوئے بجا طور پر اس امر کی نشان دہی کی ہے کہ ربّ ذوالجلال کی عنایات کا اعتراف کائنات کی ہر چیز کرتی دکھائی دیتی ہے۔ جس شاخ پر پھل آئے، جو شاخ بارآور ہوئی، اس نے اپنا سر سجدۂ شکر ادا کرتے ہوئے جھکا دیا۔ سرنگوں شاخ اللّٰہ کے کرم کا عملی اعتراف ہے۔ جو لوگ ربِ کائنات کی نوازشات اور عنایات کے سزاوار ہوتے ہیں، وہ اس کی عظمت اور اس کے انعامات کا اثبات اپنا سر جھکا کر کرتے ہیں۔ یوں ان کو ملنے والی نعمتوں میں روز افزوں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ بقول شاعر:

توقع ہے ترے لطف و کرم کو بیشتر پایا
میں خود شرما گیا جب اپنا دامن مختصر پایا

اسی طرح جن لوگوں پر خدا تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہوتا ہے، وہ شاخِ ثمردار کی طرح جھک جایا کرتے ہیں۔ وہ غرور نہیں کرتے، اکڑتے نہیں بلکہ مجسم عجز و انکسار بن جاتے ہیں اور اپنی دانائی و حکمت، علم و فضل اور دولت و ثروت کے ذریعے سے لوگوں کے کام آتے ہیں۔

❀❀

میر تقی میر
(1723ء-1810ء)

6- جس سر کو غرور آج ہے یاں تاجوری کا
کل اس پہ یہیں شور ہے پھر نوحہ گری کا

مفہوم: اس دنیا میں اگر آج کسی شخص کے سر میں اپنی بادشاہت کا غرور سمایا ہوا ہے تو اسے جان لینا چاہیے کہ کل یہیں اس کی موت پر ماتم اور رونے پیٹنے کا شور مچا ہوگا۔

تشریح: میر تقی میر نے اس شعر میں دنیا کی بے ثباتی اور انسانی اقتدار کی ناپائیداری کا ذکر کر کے لوگوں کو عبرت دلائی ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اقتدار اور دولت عارضی اور فانی ہیں۔ یہ بے ثبات چیزیں جس کو میسر آ گئیں، وہ مغرور اور متکبر ہو گیا۔ وہ اپنی حیثیت اور عاقبت کو بھول گیا کہ اسے ایک روز مر جانا اور مرنے کے ساتھ ہی اقتدار اور دولت سے محروم ہو جانا ہے۔ بقول حبیب جالب:

تجھ سے پہلے بھی کوئی شخص یہاں تخت نشیں تھا
اس کو بھی خدا ہونے کا اتنا ہی یقیں تھا
آج سوئے ہیں تہِ خاک نہ جانے یہاں کتنے
کوئی شعلہ، کوئی شبنم، کوئی مہتاب جبیں تھا

کئی ظلِ سبحانی فانی اور آنجہانی ہو گئے، کئی معبودِ خلائق معتوبِ خلائق ہو گئے۔ اقتدار کی بدولت اگر آج کسی کی شان میں جلوس نکلتے اور شادیانے بج رہے ہوتے ہیں تو کل موت کی نیند سو جانے پر اس کی میت پر ماتم ہو رہا ہوگا۔ تخت و تاج حکومت و اقتدار پر فخر و غرور کرنا اور صاحبِ تاج و تخت کا یہ سمجھ لینا کہ حکومت کا یہ تاج ہمیشہ اس کے سر پر رہے گا، نادانی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اس لیے قوت و طاقت کے نشے میں سرشار ہو کر فرعونیت پر نہیں اتر آنا چاہیے۔ عہدہ، اقتدار، مال و دولت، قوت و طاقت سب ناپائیدار اور فنا پذیر ہے۔ یہ چیزیں کسی بھی وقت انسان سے چھن سکتی ہیں کیونکہ یہ قانونِ قدرت ہے کہ اقتدار ناپائیدار ہوا کرتا ہے۔ کوئے اقتدار سے سوئے دار جانے والوں کو اس امر کا احساس ہونا چاہیے۔ میر اپنے ایک اور شعر میں یوں تنبیہ کرتے ہیں:

اے حبِ جاہ والو، جو آج تاجور ہے
کل اس کو دیکھیو تم، نہ تاج ہے نہ سر ہے

❀❀

7- لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہِ شیشہ گری کا

مفہوم: اے انسان! یہ دنیا جس میں تو زندگی گزار رہا ہے، ایک شیشہ بنانے والے کارخانے کے مانند ہے، اس لیے تجھے یہاں بہت ہی احتیاط سے زندگی گزارنا چاہیے۔

تشریح: میر تقی میر کا زیرِ تشریح شعر بیت الغزل اور حکمت و دانائی کی بہت عمدہ مثال ہے۔ جس میں وہ انسان سے مخاطب ہیں اور اسے باور کراتے ہیں کہ یہ کائنات جس میں وہ زندگی بسر کر رہا ہے، شیشہ سازی کے کارخانے کی مانند ہے جہاں پر کام کرنے والوں کو پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا ہے کیونکہ اس کی ذرا سی بے احتیاطی سے شیشہ ٹوٹ سکتا ہے یا اس میں بال آ سکتا ہے۔ اسی طرح دنیا کے کارخانے میں رہنے والوں کو بڑی احتیاط سے زندگی گزارنے کی ضرورت ہے کیونکہ ذرا سی لغزش سے زندگی کے نظام کا توازن بگڑ سکتا ہے۔ میر نے اسی مفہوم کے ایک اور شعر میں کیا خوب کہا ہے:

ہر دم قدم کو اپنے رکھ احتیاط سے یاں
یہ کارگاہ ساری دکانِ شیشہ گر ہے

انسانی تعلقات بھی بہت نازک ہوتے ہیں کہ ذرا سی بات سے دلوں کے آئینے چور چور ہو سکتے ہیں اس لیے بات کرتے وقت بھی اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس سے کسی کے دل کو ٹھیس نہ پہنچے کیونکہ زبان کا زخم تلوار کے زخم سے بھی کہیں زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کائنات کی نزاکت، لطافت اور خوبصورتی یہاں پر انسانوں کے بے حد محتاط رہنے سے ہی قائم رہ سکتی ہے۔ بقول میر انیس:

خیالِ خاطرِ احباب چاہیے ہر دم
انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

شاعرِ مشرق نے بھی اس مفہوم کو عمدگی سے بیان فرمایا ہے۔ ان کا شعر ہے:

زندگی کی رہ میں چل، لیکن ذرا بچ بچ کے چل
یہ سمجھ لے کوئی مینا خانہ بارِ دوش ہے

❀❀

8- جب دور گیا قافلہ تب چشم ہوئی باز
کیا پوچھتے ہو، دیر خبردار ہوا میں

مفہوم: کاروانِ حیات موت کی جانب رواں دواں رہتا ہے، جب دوست احباب عزیز و رشتہ دار موت کا شکار ہو جاتے ہیں تب انسان کی آنکھیں کھلتی ہیں اور اسے احساس ہوتا ہے کہ زندگی دائمی حقیقت نہیں بلکہ موت ایک اٹل حقیقت ہے۔

تشریح: کاروانِ حیات سے بچھڑ کر موت کے منہ میں جانے والوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ بہت دیر بعد انسان کو اس امر کا ادراک ہوتا ہے کہ زندگی فنا پذیر ہے اور جہاں تک زندگی کی سرحدیں ہیں وہاں تک موت کی سرحدیں پھیلی ہوئی ہیں۔ میر تقی میر اس شعر میں ایک عالمگیر حقیقت سے پردہ کشائی کر رہے ہیں اور وہ حقیقت یہ ہے کہ موت ہر ذی روح کا مقدر ہے۔ زندگی ایک خواب، ایک سراب، ایک دھوکا، ایک فریب ہے۔ ہمارے پیارے، ہمارے دوست احباب، ہمارے قریبی رشتہ دار، ہم سے بچھڑ کر قبرستانوں کو آباد کرتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن ہم زندگی کی رنگینیوں اور رعنائیوں میں کھوئے رہتے ہیں اور اپنی حقیقی منزل موت کو فراموش کیے رکھتے ہیں اور جب ہمارے باطن کی آنکھ کھلتی ہے تو اس وقت ہمیں شدت سے احساس ہوتا ہے کہ ہم نے زندگی کو ایک مستقل حقیقت سمجھ کر موت کو بھلایا ہوا تھا۔ اب احساسِ زیاں اس وقت بیدار ہوا ہے جب موت نے دروازے پر دستک دے دی ہے۔ میر نے اسی مفہوم کو اسی غزل کے ایک دوسرے میں کیا خوب بیان کیا ہے:

کیا چیتنے کا فائدہ جو شیب میں چیتا
سونے کا سماں آیا تو بیدار ہُوا میں

❀❀

-9 برنگِ صوتِ جرس تجھ سے دور ہوں تنہا
خبر نہیں ہے تجھے آہ کارواں میری

مفہوم: قافلے کی گھنٹی کے بلاوے کے باوجود مسافر قافلے تک نہیں پہنچ سکا اور کارواں کو بھی یہ خبر نہیں ہو سکی کہ کوئی مسافر اس سے بچھڑ گیا ہے۔

تشریح: میر کا یہ شعر دو طرح کی کیفیات کا حامل ہے، ایک تو یہ کہ قافلے کی گھنٹی کے بلاوے کے باوجود کوئی مسافر قافلے تک نہیں پہنچ سکتا، عدم رسائی کی وجہ کا ذکر نہیں کیا گیا، شاید مسافر بیمار اور کمزور ہو، وہ راستہ بھٹک گیا ہو، شاید وہ قافلے والوں سے ناراض ہو، شاید وہ اس راستے پر چلنے کا ارادہ ترک کر چکا ہو یا اسے اس بات کا یقین ہو کہ یہ سفر رائیگاں ہے، اس لیے چلنا بے کار ہے، بس ایسی باتیں سوچ کر مسافر قافلے سے بچھڑ گیا ہے۔ دوسرے مصرعے میں بے بسی کا رنگ غالب ہے۔ شعر کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ زندگی کا قافلہ رواں دواں ہے لیکن ایک تنِ خا کی اس آواز کی گھن گرج سے محروم ہو چکا ہے۔ اسی لیے وہ زندہ لوگوں سے بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ بقول میر:

منزل کی میر اس کی کب راہ تجھ سے نکلی
یاں خضر سے ہزاروں مر مر گئے بھٹک کر

اسی نوعیت کا میر کا یہ شعر بھی یہاں برمحل ہے:

جرس راہ میں جملہ تن شور ہے
مگر قافلے سے کوئی دور ہے

❀❀

-10 ایسے آہوئے رم خوردہ کی وحشت کھونی مشکل تھی
سحر کیا، اعجاز کیا، جن لوگوں نے تجھ کو رام کیا

مفہوم: ایسے ہرن کو چوکڑی بھلانا مشکل تھا جس نے ہمیشہ چوکڑیاں بھری ہوں۔ جنھوں نے اسے قابو میں کیا، سمجھ لیجیے انھوں نے ایک کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

تشریح: میر نے اس شعر میں اپنے محبوب کو ایک ایسے ہرن کے مشابہ قرار دیا ہے جو بدکنے کا خوگر اور ہمیشہ چوکڑیاں بھرتا رہا ہو۔ ان کا کہنا ہے کہ ایسے ہرن کو چوکڑیاں بھلانا، کارے دارد، بلکہ کسی معجزے سے کم نہیں، بلکہ یہ تو جادو ہے۔ چنانچہ میر زیرِ تشریح شعر میں اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے تجھے وحشت بھلا کر اپنے قابو میں کیا، انھوں نے بلا مبالغہ ایک بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے کیونکہ کسی کی فطرت بدلنا قریب قریب ناممکن ہے۔ شاعرِ مشرق کا بھی اسی مفہوم کا ایک شعر ہے:

اسی اقبال کی میں جستجو کرتا رہا برسوں
بڑی مدت کے بعد آخر وہ شاہیں زیرِ دام آیا

یہی صورت حال مصطفیٰ زیدی کی غزل کے اس شعر کی بھی ہو سکتی ہے:

وہ پرندہ جسے پرواز سے فرصت ہی نہ تھی
آج تنہا ہے تو دیوار پہ آ بیٹھا ہے

❀❀

خواجہ حیدر علی آتش

(1764ء-1846ء)

-11 ہوائے دورِ مئے خوشگوار راہ میں ہے
خزاں چمن سے ہے جاتی ، بہار راہ میں ہے

مفہوم: باغ میں بہار کے موسم کی آمد آمد ہے اور خزاں کا موسم رخصت ہونے کو ہے۔ چوں کہ ہوا سے خوش ذائقہ شراب کی خوشبو آنے لگی ہے، اس لیے لگتا ہے کہ بہار کا موسم بس آنے ہی والا ہے۔

تشریح: آتش کے تشریح طلب شعر کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس شعر میں آتش ایک ایسے باغ کا منظر پیش کر رہے ہیں جس میں اگرچہ فی الوقت خزاں کا دور دورہ ہے لیکن خزاں رخصت ہونے والی ہے اور بہار کا موسم آنے ہی والا ہے کیونکہ اس موسم کو لانے والی ہوا نے باغ کا رخ کر لیا ہے اور وہ راستے میں ہے۔ اس شعر کا ایک علامتی مفہوم بھی ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ خزاں اگر دکھوں، مایوسیوں اور نا امیدی کا موسم ہے تو بہار خوشیوں، مسرتوں اور امیدوں کا پیغام لاتی ہے۔ مرجھائے ہوئے پھول ہی نہیں کھل اٹھتے بلکہ دلوں کی بنجر زمین بھی آباد ہو جاتی ہے۔ یہ بات بھی قرینِ قیاس ہے کہ آتش نے چمن کو اپنے وطن سے تشبیہ دی ہو اور اس کے نزدیک بہار سے مراد اچھا زمانہ اور خزاں سے مراد بدحالی کا زمانہ ہو۔ زندگی کے بارے میں شاعر کا نظریہ امید آفرینی پر مبنی اور رجائیت پسندانہ ہے چنانچہ اس شعر میں وہ اپنے دور کے دکھ درد کے مارے لوگوں کو امید اور مسرت کا پیغام دے رہے ہیں کہ مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، غم والم کے بادل چھٹنے والے ہیں اور دکھوں اور اذیتوں کا دور ختم ہونے والا ہے۔ یہی اصولِ فطرت اور قانونِ قدرت ہے کہ ہر غم کے بعد خوشی اور ہر خزاں کے بعد بہار ضرور آتی ہے۔ آتش کے اس نقطۂ نظر کی تائید ان کے ایک اور شعر سے بھی ہوتی ہے:

آئے بہار، جائے خزاں، ہو چمن درست
بیمار سال بھر کے نظر آئیں تندرست

اس شعر کا مطالعہ بتاتا ہے کہ شاعر نے نامساعد حالات اور آلامِ روزگار کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے بلکہ وہ کسی آنے والے خوشگوار دور کی توقع میں انھیں برداشت کیے جا رہا ہے۔

❀❀

-12 مقام تک بھی ہم اپنے پہنچ ہی جائیں گے
خدا تو دوست ہے دشمن ہزار راہ میں ہے

مفہوم: ہمارے راستے میں اگر ہزاروں دشمن بھی موجود ہوں تو ہم اپنی منزل تک ضرور پہنچ جائیں گے کیونکہ خدا ہمارا دوست اور ساتھی ہے، دشمن ہماری منزل کھوٹی نہیں کر سکتا۔

تشریح: تشریح طلب شعر میں آتش انسان کی توجہ اس نکتے کی طرف مبذول کرا رہے ہیں کہ اگر دورانِ سفر میں تمھارے راستے میں ہزاروں رکاوٹیں آئیں، ہزاروں دشمن موجود ہوں تو تمھیں ہرگز گھبرانا نہیں چاہیے اور نہ ہی سفر ترک کر دینا چاہیے بلکہ اپنے ذہن میں یہ بات رکھنی چاہیے کہ اپنے بندوں پر مہربانی کرنے والا خدا ہر جگہ اور ہر راستے میں تمھارے ساتھ موجود ہے اور تمھارا قابلِ بھروسا دوست ہے۔ بقول شاعر:

ہو بھرا شہر بھی دشمن تو مجھے کیا غم ہے
چاہیے ساتھ مرے صرف خدا کی رحمت

داغ دہلوی اس مفہوم کو اپنے ایک شعر میں یوں ادا کرتے ہیں:

خدا جب دوست ہے اے داغ دشمن سے کیا اندیشہ
ہمارا کچھ کسی کی دشمنی سے ہو نہیں سکتا

❀❀

-13 سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزارہا شجر سایہ دار راہ میں ہے

مفہوم: مسافر کے لیے ضروری ہے کہ وہ سفر اختیار کرے۔ راستے میں اسے سہولتیں فراہم کرنے والے بہت سے لوگ مل جائیں گے۔ دھوپ میں سایہ دار درخت اس کا استقبال کریں گے۔

تشریح: آتش کا یہ شعر ان کے پرامید اور رجائیت سے بھرپور نقطۂ نظر کی عکاسی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا شعر زبان زدِ عام ہے۔ اس میں انسان کو حرکت و عمل اور جدوجہد کا درس دیا گیا ہے۔ شاعر کا کہنا ہے کہ چلنے والے ہی منزل پاتے ہیں اور کوشش کرنے والے ہی اپنا مقصد حاصل کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو تن آسان ہوں یا سفر سے پہلے ہی سفر کی صعوبتوں سے گھبرا کر بیٹھ جائیں، منزلیں ان سے روٹھ جایا کرتی ہیں۔ شاعر ایک حوصلہ مند شخص ہے جسے خدا کی نصرت اور تائید پر مکمل بھروسا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ میرے مقصد کے حصول میں رکاوٹ کھڑی کرنے والی بے شمار طاقتیں موجود ہیں، جو نہیں چاہتیں کہ میں اپنی منزلِ مقصود تک پہنچوں مگر میں ان رکاوٹوں سے خائف نہیں ہوں۔ خدا کی اعانت میسر ہو تو پھر گھبرانے کی کیا بات ہے۔ اگر مسافر کے دل میں اپنی منزل تک پہنچنے کا پختہ عزم اور ارادہ موجود ہو تو دورانِ سفر میں ربِّ کائنات کی ذات ہر حال میں اس کی معاونت کرتی ہے کیونکہ صدق و خلوص کے ساتھ کی جانے والی کوششوں کو اللہ تعالیٰ کبھی رائیگاں نہیں جانے دیتے، وہ مشکلات

کو آسانی میں بدل دیتے ہیں اور یوں مسافر اپنے عزم، حوصلے اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے اپنی منزل پر پہنچنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ بقول شاعر:

جب اپنا قافلہ عزم و یقیں سے نکلے گا
جہاں سے چاہیں گے رستہ وہیں سے نکلے گا

آتش کے زیرِ تشریح شعر میں ہمارے لیے یہ امید افزا پیغام موجود ہے کہ زندگی کے سفر میں آنے والی مشکلات اور مصائب کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس ضمن میں ہمیں قرآن کا یہ فرمان یاد رکھنا چاہیے کہ انسان کو کسی قسم کے فکر اور پریشانی کی ضرورت نہیں اس لیے کہ خدا ہمارا معاون اور مددگار ہے۔ قرآن کا فرمان ہے: "الیس اللہ بکافٍ عبدہ" ۔ کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے۔

شاعر کے کہنے کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ سفر اختیار کرنے سے قبل ہی راستے کی مشکلات سے خوف زدہ ہو جائیں تو وہ سفر کا آغاز نہیں کریں گے حالانکہ یہ سارے وسوسے اور خوف قبل از وقت ہیں۔ جو لوگ اللہ کا نام لے کر اپنی منزل کی جانب نکل پڑتے ہیں تو پھر راستے کی تمام تر مشکلات خود بخود دور ہونے لگتی ہیں۔ بقول غلام محمد قاصر:

شوق برہنہ پا چلتا تھا اور رستے پتھریلے تھے
گھستے گھستے گھس گئے آخر کنکر جو نوکیلے تھے

انسان کی زندگی کوشش اور تگ و دو سے عبارت ہے۔ یہ درست ہے کہ زندگی میں ناکامی اور کامرانی آس پاس رہتی اور ساتھ ساتھ چلتی ہیں لیکن جو شخص ناامیدی کے اندھیروں میں بھی پرامید ہوتا ہے اور کوشش کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا، ایک وقت آتا ہے کہ اندھیرے چھٹ جاتے ہیں اور منزلِ مراد صبحِ روشن کی مانند اس کا استقبال کرتی ہے۔ کسی مفروضے اندیشے، وسوسے یا متوقع تکالیف کے خیال سے سفر کا ارادہ ترک نہیں کرنا چاہیے۔ مسافر عزمِ صمیم کے ساتھ گھر سے نکل کر تو دیکھے، راستے میں اس کی معاونت کرنے والے بہت سے لوگ مل جائیں گے۔ انسان کو کسی صورت بھی افسردہ اور مایوس ہو کر نہیں بیٹھ رہنا چاہیے اور اسے ہر صورت جدوجہد کے راستے پر گامزن رہنا چاہیے کیونکہ:

چلتا رہے جو آبلہ پائی کے باوجود
منزل کا مستحق وہی صحرا نورد ہے

اسی غزل کا مقطع ہے:

تھکیں جو پاؤں تو چل سر کے بل نہ ٹھہر آتش
گلِ مراد ہے منزل میں، خار راہ میں ہے

❀❀

14- نہ بدرقہ ہے نہ کوئی رفیق ساتھ اپنے
فقط عنایتِ پروردگار راہ میں ہے

مفہوم: موت کے سفر میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی کے علاوہ کوئی راہنما اور دوست ہمارے ساتھ نہیں ہوگا۔

تشریح: اس دنیا میں اگر انسان کو کسی ان دیکھی اور ان جانی منزلوں کا سفر درپیش ہو تو اس کے دل میں اس سفر کے بارے میں طرح طرح کے خوف، خدشے اور اندیشے سر اٹھاتے ہیں۔ اگر ایک طرف راستے کی طوالت اسے ڈراتی ہے تو دوسری طرف ناواقفیت کے سبب راستہ بھول کر منزل سے بھٹک جانے کا خدشہ بھی اسے لاحق ہوتا ہے۔ چوروں اور ڈاکوؤں سے لٹ جانے کا خوف بھی دامن گیر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ زادِ راہ کے ختم ہو جانے یا اچانک دکھ یا بیماری میں مبتلا ہو جانے کا ڈر بھی اسے پریشان کرتا ہے چنانچہ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے کوئی ایسا رہنما مل جائے جو پہلے سے ان راستوں سے واقف ہو۔ یا کم از کم ایسے ہمراہی کا ساتھ میسر آ جائے جو کسی تکلیف کی صورت میں اس کی مدد کر سکے لیکن موت کا سفر اس سے بالکل مختلف ہے یہ سفر ہر شخص کو اکیلے ہی طے کرنا پڑتا ہے۔ اس راہ میں کوئی اس کی راہنمائی کرنے والا نہیں ہوتا۔ موت کے اس سفر میں ہمارے جان سے پیارے عزیزوں، رشتہ داروں اور دوستوں میں سے بھی کوئی ہمارا ساتھ نہیں دے سکتا۔ زیادہ سے زیادہ اعزا و اقربا یہ کرتے ہیں کہ اپنی قرابت اور دوستی کا ثبوت دینے کے لیے قبر تک ہمارے ساتھ تو آتے ہیں اور مٹھی بھر مٹی ڈال کر چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہر انسان کو موت کا یہ کٹھن سفر بے بسی کی کیفیت میں اکیلے ہی طے کرنا پڑتا ہے۔ بقول شاعر:

راہِ فنا میں برق کس نے دیا کسی کا ساتھ
پہنچا کے دوست قبر تک سارے چلے گئے

استاد قمر جلالوی کے بقول:

دبا کے قبر میں سب چل دیے دعا نہ سلام
ذرا سی دیر میں کیا ہو گیا زمانے کو

شعر کا مفہوم یہ ہے کہ آخرت کا سفر دنیا کے سفر کی مانند نہیں۔ اس سفر پر جانے کے لیے انسان کو کوئی دوست اور رہنما ساتھ دینے کے لیے نہیں ملتا، صرف اللہ تعالیٰ کی عنایت اور مہربانی ہے جو اس سفر میں انسان کے شاملِ حال ہو کر اس سفر کو آسان بنا سکتی ہے۔ محض اپنے اعمال کے بل بوتے پر بھی یہ سفر طے نہیں کیا جا سکتا۔ صرف ربِ کائنات کی رحمت ہے جو انسان کی خطاؤں سے درگزر کر کے اسے اپنی رحمت کی آغوش میں لینے پر قادر ہے۔

❀❀

-15 کم شاعری بھی نسخۂ اکسیر سے نہیں
مستغنی ہو گیا جسے آیا یہ فن درست

مفہوم: جسے فنِ شعر پر دسترس حاصل ہو جائے، اسے کسی اور ہنر کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

تشریح: زیرِ تشریح شعر میں آتش نے شاعری کی اہمیت واضح کی ہے۔ شاعری کوئی معمولی فن نہیں یہ جملہ ذہنی اور نفسیاتی امراض کا بہترین علاج ہے۔ یہ کئی باطنی بیماریوں کے لیے امرت دھارا ہے۔ شاعری کے ذریعے قلبی جذبات کا اظہار کیا جاسکتا ہے۔ شاعری کتھارسس اور تزکیۂ جذبات کے لیے نہایت موثر ذریعہ ہے۔ یہ تحلیلِ نفسی کا بہترین ذریعہ ہے۔ اپنے جذبات کا شعر کے ذریعے اظہار کر کے شاعر وہ تسکین اور تشفی حاصل کر لیتا ہے جو شاید کسی اور ذریعے سے ممکن نہیں ہوتی۔

سچی بات تو یہ ہے کہ شاعری گونگے پن اور گویائی، بے زبانی اور زبان کے درمیان رابطے کا پل ہے۔ احمد ندیم قاسمی کے بقول:

میں کھل کے رو نہ سکا تو یہ غزل کہہ لی
بچھڑ کے مجھ سے مگر تُو نے کیا کیا ہوگا

شاعری اندھے مضامین کی بینائی اور گونگے جذبوں کی گویائی ہے۔ عباس تابش نے کیا خوب کہا ہے:

سکوتِ دہر رگوں میں اتر گیا ہوتا
میں شاعری جو نہ کرتا تو مر گیا ہوتا

❀❀

-16 ملا نہ سرو کو کچھ اپنی راستی میں پھل
کلاہ کج جو نہ کرتا تو لالہ کیا کرتا

مفہوم: تکبر اور غرور کا دامن ہمیشہ خالی رہتا ہے جب کہ عجز و انکسار میں کامیابی ہے۔

تشریح: سرو کا درخت سیدھا ہوتا ہے۔ اس کے پتے پہلوؤں کی طرف پھوٹتے اور اوپر نکل جاتے ہیں مگر اس کا کوئی پھل نہیں ہوتا۔ شاعر نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ راستی پر رہنے والوں کو اس کا پھل نہیں ملتا ہے۔ یہاں راستی سے مراد صراطِ مستقیم کی بجائے تکبر اور غرور ہے، یعنی گردن نہ جھکانا، اللہ تعالیٰ کو اس طرح کی راستی ناپسند ہے، جو عجز، انکسار اور تسلیم کی خو سے خالی ہو۔ مجید امجد کے بقول:

آہ! اُن گردن فرازانِ جہاں کی زندگی
اک جھکی ٹہنی کا منصب بھی جنھیں حاصل نہیں

پھر شاعر نے نباتات میں سے ہی ایک اور پودے لالہ کے حالات کا تجزیہ کیا ہے کہ سرو کے انجام سے عبرت پکڑ کر لالہ نے سیدھا اوپر نکلنے کے بجائے کج کلاہی اختیار کر لی۔ لالہ کا پھول ٹہنی کے سر پر ٹوپی کی مانند لگا ہوتا ہے اور یہ ٹوپی سیدھی اوپر کو نہیں جاتی بلکہ پھول کی کلیاں اِدھر اُدھر بکھر کر اس ٹوپی کو ٹیڑھا یا کج کر دیتی ہیں۔ آتش کا کہنا ہے کہ لالہ نے دانستہ یہ صورتِ کج کلاہی اختیار کی تاکہ یہ اس کا پھل لگے۔ لالہ کے پھول کی کج کلاہی کا یہ سبب حقیقی نہیں ہے یہ محض ایک شاعرانہ استدلال ہے جسے حسنِ تعلیل کہا جاتا ہے۔ جس طرح غالب نے اس شعر میں یہی صنعت استعمال کی ہے:

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

❀❀

-17 نہ کرتی عقل اگر ہفت آسمان کی سیر
کوئی یہ سات ورق کا رسالہ کیا کرتا

مفہوم: انسان اگر اپنے تدبر و فکر سے کام لے کے اس کائنات میں رنگ نہ بھرتا تو انسان کا جینا اور یہاں رہنا دوبھر ہو جاتا۔

تشریح: آتش نے اس شعر میں انسانی عقل و شعور کو داد دی ہے۔ وہ کہتے ہیں یہ انسانی عقل و شعور کا کمال ہے کہ اس نے کائنات کے گوشہ گوشہ کی خبر لا کر اس کے ایک ایک ذرہ ناچیز کو آفتاب بنا دیا ہے۔ اس فعلِ انسانی کے بغیر کائنات ایک بے معنی اور لاحاصل وجود تھی۔ اگر عقلِ انسانی سات آسمانوں کی خبر نہ لاتی کہ ان میں کیا کیا امکانات پوشیدہ ہیں تو ساتوں آسمانوں میں گھری ہوئی کائنات محض ایک جامد اور ساکت چیز ہوتی۔ یہاں شاعر نے اس بے معنویت کو واضح کرنے کے لیے اسے سات ورق کے بے معنی اور حقیر رسالے سے تشبیہ دی ہے۔ یہ انسانی دانش کا کارنامہ ہے کہ اس نے بے کار اشیائے کائنات میں جان ڈال دی اور اس کی بے معنویت کو معنویت سے روشناس کرایا۔ بقول علامہ اقبال:

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

❀❀

-18 کسی نے مول نہ پوچھا دلِ شکستہ کا
کوئی خرید کے ٹوٹا پیالہ کیا کرتا

مفہوم: میرے شکستہ دل کو لوگوں نے ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھا۔ لوگوں نے اسے ٹوٹے ہوئے برتن کی مانند جانا، جو

انسان کی نظروں میں حقیر ہو جاتا ہے۔

تشریح: آتش نے اپنے ٹوٹے دل کو ٹوٹے پیالے سے تشبیہ دی ہے۔ وجۂ شبہ دونوں کا ٹوٹا ہوا ہونا ہے۔ جس طرح ٹوٹے پیالے کا کوئی گاہک نہیں ہوتا، اسی طرح ٹوٹے دل کا بھی کوئی طالب نہیں ہے۔ دل کے ٹوٹنے کا سبب وہ ناکامی اور نامرادی ہے جو عشق کے میدان میں اتر جانے والے کا مقدر ہوا کرتی ہے۔ محبوب کے بے جا اور ستم شعارانہ رویے نے بار بار اس کے دل کو صدمات پہنچائے اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا حتیٰ کہ اب اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہی۔ کچھ قدر و قیمت ہوتی تو محبوب لے لیتا کیونکہ اس کا کام ہی دل لینا ہے مگر دل کے ٹکڑے کون خریدتا۔ مرزا رفیع سودا نے اسی مضمون کو دیکھیے کس خوبصورتی سے الفاظ کا قالب عطا کیا ہے:

دل کے ٹکڑوں کو بغل بیچ لیے پھرتا ہوں
کچھ علاج اس کا بھی اے شیشہ گراں ہے کہ نہیں

دورِ حاضر کے ایک مزاح گو شاعر جناب انور مسعود نے دل ٹوٹنے کے اسی مضمون کی ایک نئی جہت سے آشنا کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

دل جو ٹوٹا ہے تو اک طُرفہ تماشا ہوگا
کتنے آئینوں میں وہ تصویر دکھائی دے گی

اور شاعرِ مشرق کے نزدیک تو دلِ شکستہ ہی احترام و توجہ کے قابل ہوتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے، تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے، نگاہِ آئینہ ساز میں

❁❁

-19 چشمِ معنیِ آشنا میں ہے مقام اُن کا وہی
سہو کاتب سے مقدّم ہوں موخّر سیکڑوں

مفہوم: صاحبانِ نظر ان لوگوں کا بھی صحیح مقام متعین کر لیتے ہیں جنھیں کاتب اپنی غلطی سے ناموروں کی فہرست میں آخری درجے پر لکھ دیتے ہیں۔

تشریح: زمانے کی میزان ناپ تول میں کسی سے زیادتی نہیں کرتی۔ یہ تو ممکن ہے کہ کسی غلطی اور مشورہ کی وجہ سے کسی شخص کا نام نمایاں افراد کی فہرست میں آخر میں درج کر دیا جائے لیکن چشمِ بصیرت رکھنے والا منصف مزاج پارکھ جب بھی کسی کے درست

مقام و مرتبے کا تعین کرتا ہے تو یقیناً انصاف سے کام لیتا ہے۔ زیرِ تشریح شعر میں آتش نے اس امر کی نشان دہی کی ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ کاتب ممتاز اور معتبر اشخاص کے ناموں کی فہرست کے اندراجات میں غلطی کا ارتکاب کر سکتا ہے جس کی وجہ سے کسی شخص کے کارہائے نمایاں پس منظر میں چلے جائیں مگر ''چشمِ معنیِ آشنا'' یعنی بصیرت کی آنکھ اس ناانصافی کو نظر انداز نہیں کر سکتی اور موخر الذکر کو اوّل الذکر کی فہرست میں شامل کر دیتی ہے۔ اسی طرح کے غیر معمولی افراد کے بارے میں میر نے کہا تھا:

مت سہل ہمیں جانو، پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

زیرِ تشریح شعر میں آتش کے کہنے کا مفہوم یہ ہے کہ خاندانی لوگ خاندانی ہی ہوتے ہیں، چاہے کسی گردشِ زمانہ کی وجہ سے وہ مفلسی کی لپیٹ میں کیوں نہ آ جائیں کیونکہ وہ کسی حال میں بھی اعلیٰ اقدار کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اسی طرح کم ظرف لوگوں کو جب اچانک کوئی رتبہ مل جاتا ہے یا ان کے ہاتھ روپیا پیسا آ جاتا ہے تو وہ پھٹ پڑتے ہیں اور صاف پہچانے جاتے ہیں۔

❁❁

محمد ابراہیم ذوق

(1789ء-1853ء)

-20 اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

مفہوم: اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں، ہم مر جائیں تو اچھا ہے مگر مرنے کے بعد بھی چین نہ ملا تو پھر کیا کریں گے؟

تشریح: ذوق کا یہ شعر ان کی ایک غزل کا مطلع ہے جو زبان زدِ خاص و عام ہے۔ اسے ہم بجا طور پر سہلِ ممتنع قرار دے سکتے ہیں۔ شاعر دنیا کے جھمیلوں سے اس قدر عاجز آ گئے ہیں کہ وہ موت کی تمنا کرتے نظر آتے ہیں بالکل اسی طرح جیسے کوئی شخص کسی ناقابلِ علاج مرض میں مبتلا ہو جو نہایت ایذا رساں ہو تو وہ موت مانگتا ہے جیسا کہ ذوق نے ایک دوسری جگہ کیا خوب کہا ہے:

موت ہی سے اب علاجِ دردِ فرقت ہو تو ہو
غسلِ میت ہی ہمارا غسلِ صحت ہو تو ہو

لیکن ذوق کو خدشہ ہے کہ مرنے کے بعد بھی چین میسر نہ آیا تو پھر ہم کیا کریں گے چنانچہ لازم ہے کہ ان دکھوں کا علاج دنیا میں ہی تلاش کیا جائے۔

اس معاملے میں مرزا غالب بھی ذوق کے ہم نوا نظر آتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ:

قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

یعنی جب تک آدمی زندہ ہے، اسے ہر صورت میں غموں سے دوچار ہونا ہوگا اور یہ کہ موت ہی انسان کے تمام تر دکھوں کا علاج ہے۔

❁❁

21- ہفتاد و دو فریق حسد کے عدد سے ہیں
اپنا ہے یہ طریق کہ باہر حسد سے ہیں

مفہوم: مسلمانوں کے 72 فرقوں میں تقسیم ہو جانے کا ذکر اور شاعر کا ان سے لاتعلقی کا اظہار۔

تشریح: ذوق کہتے ہیں کہ میرا بہتّر فرقوں میں کسی سے بھی تعلق نہیں ہے۔ قطعِ تعلق کی وجہ علمی ہے۔ علم الاعداد کی رو سے حسد میں ح کے عدد 8، س کے 60 اور د کے 4 عدد ہیں جو مل کر 72 بنتے ہیں گویا 72 کا عدد ح س د (حسد) سے نکلا ہے۔ ان بہتّر فرقوں میں کسی ایک میں شامل ہونے کی بنیاد حسد پر ہے۔ اس لیے شاعر کہتے ہیں کہ میں ان میں سے کسی ایک سے بھی متعلق نہیں ہوں کیونکہ میں حسد سے بے تعلق رہنا چاہتا ہوں۔ ویسے بھی اسلام میں مسلمانوں کو اللّٰہ کی رسی (قرآن اور سنتِ رسول) کو مضبوطی سے تھامنے اور فرقہ واریت سے بچنے کی وعید سنائی گئی ہے۔ ہمارے معاشرے میں روز افزوں فرقہ واریت کو اس شعر کے تناظر میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔ شاعرِ مشرق نے ''جوابِ شکوہ'' میں مسلمانوں کے زوال کی سب سے بڑی وجہ یہی بیان کی ہے۔ جیسا کہ وہ کہتے ہیں:

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

❁❁

22- دستِ ہمت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ
پست ہمت یہ نہ ہووے پست قامت ہو تو ہو

مفہوم: آدمی کا مرتبہ اس کی ہمت اور حوصلے سے بلند ہوتا ہے ظاہری قد و قامت سے نہیں۔

تشریح: ذوق نے اس شعر میں پند و موعظت سے کام لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان کی بڑائی اور عظمت کا انحصار اس بات پر نہیں ہے کہ وہ بڑا قد و قامت رکھتا ہو۔ اس کی بڑائی اور عظمت اس کے حوصلے اور ہمت کی بڑائی پر منحصر ہے۔ جتنا انسان ہمت

اور حوصلے کا حامل ہوگا، اتنا ہی اس کا مرتبہ بلند تصور کیا جائے گا۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنا ظرف اور دل وسیع رکھے۔ حوصلہ بلند رکھے اور دوسروں کی مدد کے لیے ہمیشہ آمادہ رہے، اسی میں اس کی عظمت کا راز پوشیدہ ہے۔ بقول شاعر:

تو قد و قامت سے شخصیت کا اندازہ نہ کر
جتنے اونچے پیڑ تھے اتنا گھنا سایہ نہ تھا

تاریخ شاہد ہے کہ بعض پست قامت لوگوں نے اپنے کوتاہ قد کو اپنی ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہ بننے دیا اور اپنی بلند ہمتی کی بنا پر تاریخ میں اپنا نام پیدا کیا اور دوسروں کے لیے مثال چھوڑ گئے۔ اس ضمن میں آئیون، نپولین بونا پارٹ اور ریٹائرڈ چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان نسیم حسن شاہ کے نام لیے جا سکتے ہیں۔

❁❁

23- لائی حیات آئے ، قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے ، نہ اپنی خوشی چلے

مفہوم: زندگی اس دنیا میں ہمیں لے آتی ہے، موت یہاں سے لے جاتی ہے۔ چنانچہ ہمارے آنے جانے میں ہماری رضا مندی کو کوئی دخل نہیں ہے۔

تشریح: ذوق کا یہ شعر جو نظریۂ جبر کی عمدہ مثال ہے اور زبان زدِ عام ہے، اسے بجا طور پر بیت الغزل قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ ان کی ایک غزل کا مطلع ہے۔ زیرِ تشریح شعر کا موضوع فلسفۂ جبر ہے کہ انسان اس دنیا میں بے بس ہے، بے اختیار ہے، نہ اسے اپنی پیدائش پر اختیار ہے اور نہ ہی موت پر۔ انسان نہ تو اپنی مرضی سے اس دنیا میں آیا اور نہ ہی اپنی مرضی سے اس دنیا سے رخصت ہوگا۔ یہ انسان کی بے بسی اور بے اختیاری کی انتہا ہے کہ جب وہ زندگی کی رنگینیوں اور رعنائیوں میں کھو جاتا ہے تو اس وقت اسے اس کی مرضی کے خلاف واپسی کا سفر اختیار کرنا پڑتا ہے۔ یہ انسانی زندگی کا المیہ ہے کہ نہ دنیا میں وہ اپنی خواہش پر آیا اور نہ ہی اپنی خواہش پر وہ دنیا سے واپس گیا۔ بقول احمد فراز:

کھنچتے جاتے ہیں رسن بستہ غلاموں کی طرح
جس طرف قافلۂ عمرِ رواں کھنچتا ہے

اور بقول میر تقی میر:

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی
چاہتے ہیں سو آپ کریں ہیں، ہم کو عبث بدنام کیا

❁❁

مرزا اسد اللہ خاں غالب

(1797ء-1869ء)

24- پرتوِ خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

مفہوم: سورج کی روشنی شبنم کے لیے فنا کا سبق ہے۔ اسی طرح میری ہستی بھی عنایت کی صرف ایک نظر ہونے تک باقی ہے۔

تشریح: یہ خوبصورت شعر دراصل تصوف کے رنگ کا حامل ہے اور مرزا غالب نے وحدت الوجود کے مسئلے کو شبنم کے قطرے کی مثال دے کر واضح کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ شبنم کا قطرہ اپنا وجود فقط اس وقت تک برقرار رکھتا ہے جب تک سورج کی روشنی اس تک نہیں پہنچتی۔ سورج کی کرنوں کے پھیلتے ہی قطرے کا وجود فنا ہو جاتا ہے، صرف سورج کی روشنی باقی رہ جاتی ہے، یہی حال انسان کا ہے۔ انسان اس وقت تک اپنا وجود برقرار رکھ سکتا ہے جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے محروم رہتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کی نظرِ عنایت ہو جاتی ہے تو انسان کا وجود بھی اس طرح فنا ہو جاتا ہے، جس طرح شبنم کا قطرہ اور پھر انسان پر:
لَا مَوجُودَ اِلَّا اللّٰہ کی حقیقت کا انکشاف اور ادراک ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو بقا نہیں۔ جیسا کہ مرزا غالب نے ایک دوسری جگہ کہا ہے:

دہر جز جلوۂ یکتائی معشوق نہیں
ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خود بیں

❁❁

25- توفیق بہ اندازۂ ہمت ہے ازل سے
آنکھوں میں ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا

مفہوم: عالی ہمت لوگوں کو ہی تائیدِ غیبی حاصل ہوتی ہے۔

تشریح: غالب نے اس شعر میں نہایت اچھوتا اور نیا خیال پیش کیا ہے اور اسے بہت عمدگی سے ادا کیا ہے، دعویٰ یہ ہے کہ جس قدر ہمت عالی ہوتی ہے اس کے موافق اس کی تائید غیب سے ہوتی ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ قطرۂ اشک جس کو آنکھوں میں جگہ ملی ہے اگر اس کی ہمت، جب کہ وہ دریا میں تھا، موتی بننے پر قانع ہو جاتی تو اس کو یہ درجہ یعنی آنکھوں میں جگہ ملنے کا حاصل نہ ہوتا۔

گویا مرزا غالب نے زیرِ نظر شعر میں آنسو کو موتی پر ترجیح دی ہے۔ موتی بھی ابرِ نیساں کے ایک قطرے سے بنتا

ہے اور آنسو بھی محض ایک قطرۂ آب ہوتا ہے مگر حقیقت میں دیکھا جائے تو آنسو کی قدر و قیمت موتی سے کہیں زیادہ ہے۔
بعض اوقات آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں نے تاریخ انسانی کو رقم کیا ہے اور گریہ شوق سے جو آنسو بہتے ہیں وہ فلکِ حسن پر دمکتے ستارے بن جاتے ہیں۔ جیسا کہ حسرت موہانی کا کہنا ہے:

گریۂ شوق سے تر ہیں جو تمھاری آنکھیں
بن گئے ہیں فلکِ حسن کے تارے آنسو

❁❁

26- رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں

مفہوم: رنج و الم سہنے کی عادت مشکلات کو آسان کر دیتی ہے۔

تشریح: غالب نے ایک اچھوتا نفسیاتی نکتہ اس شعر میں پیش کیا ہے۔ انسان پر جب پہلی مرتبہ کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ بہت گھبراتا ہے اور اس کا سامنا کرنا اس کے لیے نہایت مشکل ہوتا ہے مگر مصائب کا نزول پے در پے ہوتا ہے تو وہ ان مصائب کا عادی ہو جاتا ہے یعنی وہ مشکلات اسے آسان معلوم ہونے لگتی ہیں۔ رنج و آلام بڑھتے ہیں تو انسانی حوصلے اور برداشت میں بھی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ بقول مولانا حالی: ''مشکلات کی کثرت کا اندازہ ان کی ضد یعنی ان کے آسان ہو جانے سے کرنا درحقیقت حسنِ مبالغہ کی معراج ہے جس کی نظیر اردو شاعری میں کم کم ملتی ہے۔'' اس مضمون کو مولانا حالی نے خود بھی اس طرح بیان کیا ہے:

میں بچا تیرِ حوادث سے نشانہ بن کر
آڑے آئی مرے تسلیم سپر کی صورت

❁❁

27- نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

مفہوم: حمد کے پردے میں غالب نے اللہ تعالیٰ سے گلہ کیا ہے کہ اے خدا جب تو نے مخلوق کو فنا کے لیے پیدا کیا ہے تو پیدائش میں اس قدر کمال کا اظہار کیوں کیا؟

تشریح: ایران میں رسم تھی کہ دادخواہ یعنی فریادی کاغذ کا لباس پہن کر حاکمِ وقت کے سامنے جایا کرتا تھا۔ چونکہ ہر تصویر کا لباس

کاغذی ہے اس لیے شاعر خیال کرتا ہے کہ یہ تصویر زبانِ حال سے فریاد کر رہی ہے کہ جب میرا وجود فنا پذیر ہے تو مجھے اتنا حسین وجمیل بنانے کا کیا جواز تھا۔جیسا کہ کسی استاد کا شعر ہے:

کاغذی جامہ بپوشید و بہ درگہ آمد
زادۂ خاطرِ من تا بہ دہی داد مرا

غالب دراصل یہ کہنا چاہتے ہیں کہ انسانی زندگی اور انسانی وجود باعثِ آزار ہے۔اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ ہر مخلوق خالق کے کمال پر گواہ ہے یعنی اس نے اپنے کمال کا اظہار کیا ہے مگر ہر مخلوق روبہ زوال ہے کسی کو ثبات نہیں ہے۔تاہم ہر مخلوق کو بقا کی آرزو ہوتی ہے۔بقول غالب:

غمِ ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

❁❁

-28 ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا
نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا

مفہوم: دنیا میں انسان کو ہوا و ہوس سے رہائی نہیں ہے اور اگر انسان کو مرنا نہ ہوتا تو اس طرح کے جینے میں کوئی مزا نہ تھا۔

تشریح: انسان کو یقین ہے کہ یہ زندگی بہت مختصر ہے اور موت اس کا خاتمہ کر دے گی اس لیے وہ چاہتا ہے کہ اس تھوڑی سی مہلت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائے۔جوں جوں یہ مہلت کم ہوتی جاتی ہے، اس کی ہوس کار زیادہ ہوتی جاتی ہے۔یہی چیز دنیا کی رونق، رعنائی اور ترقی کا موجب ہے۔اگر انسان کو یہاں ہمیشہ رہنے کا یقین ہو جائے تو اس کی سرگرمی میں کمی آ جائے۔یہ انسانی فطرت ہے کہ مہلت زیادہ ہو تو وہ سہل انگاری سے کام لیتا ہے۔جس قدر مہلت قلیل ہوتی ہے کام کی امنگ اور تکمیل کا شوق فزوں تر ہوتا جاتا ہے اور اسی میں حقیقی لطف پوشیدہ ہے۔پس اگر مرنے کا یقین نہ رہے تو زندگی کا مزا جاتا رہے۔حفیظ جالندھری نے اسی کیفیت کو اپنے انداز میں بیان کیا ہے:

زندگی میں کوئی چیز انوکھی نہ رہی
موت ہی اب تو نئی بات نظر آتی ہے

اور میرزا غالب نے اس مضمون سے تفاخر کا یہ پہلو تلاش کیا ہے:

جاں دادگانِ عشق سے پوچھو فنا کی راہ
اس میں جنابِ خضر ابھی نابلد سے ہیں

❁❁

-29 عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

مفہوم: قطرے کی خوش نصیبی یہ ہے کہ وہ دریا سے جا ملے اور درد کی انتہا ہی میں راحت پوشیدہ ہے۔

تشریح: غالب کہتے ہیں قطرہ جب دریا میں جا ملتا ہے تو بظاہر اپنا وجود ختم کر دیتا ہے لیکن حقیقت میں اس کی موت واقع نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنے حقیقی مبدا سے مل کر بے کنار وسعت پا لیتا ہے اور یہی قطرے کی تگ ودو کا اصل مقصود ہے۔گویا قطرہ کا فنا ہو جانا ہی اس کی دلی خوشی اور مقصدِ حیات ہے۔اسی طرح جب درد حد سے بڑھ جاتا ہے تو فنا کا سبب بنتا ہے اور چونکہ طالب کا منتہائے مقصود فنا ہے اس لیے درد کو دوا قرار دیا ہے۔جیسا کہ کسی استاد کا کیا خوب شعر ہے:

آخر غمِ فراق ہی راحت فزا ہوا
جب درد بڑھ گیا تو وہی اک دوا ہوا

❁❁

-30 آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

مفہوم: محبوب تک رسائی ناممکنات میں سے ہے۔

تشریح: مرزا غالب اس شعر میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ عاشق کی آہ معشوق کے دل میں اثر تو کرتی ہے مگر اس کے لیے ایک مدتِ دراز درکار ہوتی ہے۔چنانچہ شاعر کہتے ہیں کہ اے محبوب جب تک تیری زلفوں تک ہماری رسائی ہوگی ہمیں توقع نہیں ہے کہ ہم اس وقت زندہ رہیں گے۔دوسرے الفاظ میں شعر کی وضاحت یہ ہوگی کہ جب تک چاہنے والے کو وصلِ محبوب نصیب ہوگا اور اس تک رسائی ہوگی اس سے پہلے ہی چاہنے والا مدتِ حیات ختم کر چکا ہوگا۔اسی غزل کا یہ شعر اس کی مزید توضیح کرتا نظر آتا ہے۔مرزا کہتے ہیں:

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

اور بہادر شاہ ظفر کا یہ شعر بھی اسی کیفیت کی غمازی کرتا ہے:

عمرِ دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

❁❁

-31 قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

مفہوم: زندگی اور غم ایک ہی چیز کے دو رخ ہیں۔ موت سے پہلے غموں سے نجات ممکن نہیں ہے۔

تشریح: مرزا غالب نے اس شعر میں اس اہم حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ زندگی اور غم توَ اَم (جڑواں) ہیں، ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ جہاں جہاں تک زندگی کی سرحدیں ہیں، وہاں وہاں تک غم کی حکمرانی ہے۔ جب تک انسان کی حیاتِ مستعار ہے تو غم بھی موجود ہے۔ جب حیات نہ ہوگی غم بھی نہیں ہوگا۔ قید و بند کا یہ تقابل خصوصیت سے قابلِ تحسین ہے۔ اسی موضوع پر مومن خاں مومن کا شعر ہے:

چھٹ کر کہاں اسیرِ محبت کی زندگی
ناصح یہ بندِ غم نہیں ، قیدِ حیات ہے

غالب دراصل کہنا چاہتے ہیں کہ انسانی زندگی دراصل مسلسل مصائب و آلام کا نام ہے اور ان مصائب کا علاج سوائے موت کے کسی سے نہیں ہو سکتا۔ رنج والم کا یہ سلسلہ موت کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ بقول غالب:

غمِ ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

یعنی غم زندگی کی ناگزیر حقیقت ہے جس سے زندگی میں مفر ممکن نہیں۔ غمِ دنیا ہو یا غمِ جاناں شعرا کے نزدیک ان کا سلسلہ زندگی کی سرحدوں تک پھیلا ہوا ہے۔ ایک شاعر کے بقول:

الفت کا نشہ جب کوئی مر جائے تو جائے ہے
یہ دردِ سر ایسا ہے کہ سر جائے تو جائے ہے

اور شیخ ابراہیم ذوق کے بقول:

موت ہی سے اب علاجِ دردِ فرقت ہو تو ہو
غسلِ میت ہی ہمارا غسلِ صحت ہو تو ہو

❁❁

-32 بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

مفہوم: چونکہ ہر کام کا آساں ہونا مشکل ہے لہٰذا ہر آدمی کو بھی آدمی نہیں کہا جا سکتا۔

تشریح: غالب کے اس شعر میں بظاہر جو بات کہی گئی ہے، وہ معمولی معلوم ہوتی ہے مگر غور سے دیکھا جائے تو بالکل اچھوتا خیال ہے۔ دعویٰ یہ ہے کہ دنیا میں آسان سے آسان کام بھی دشوار ہے اور دلیل یہ ہے کہ آدمی جو عین انسان ہے، اس کا بھی انسان بننا مشکل ہے۔ یہ منطقی استدلال نہیں بلکہ شاعرانہ استدلال ہے جس سے بہتر ایک شاعر استدلال نہیں کر سکتا۔ شاعر کے کہنے کا مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ ہر آدمی اپنی تخلیق کے اعتبار سے انسان ہے اور اولادِ آدم ہے لیکن انسان کی حقیقی صفات ہر آدمی میں نظر نہیں آتیں۔ ہر آدمی کمالِ انسانیت کے درجے پر فائز نہیں ہوتا۔ بقول مولانا حالی:

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

انسان تو وہ ہے جس میں انسانیت کے اوصاف موجود ہوں۔ شاید اس لیے مولانا روم کہتے ہیں کہ چراغ لے کر تمام شہر میں پھرا کہ کوئی انسان نظر آئے مگر نظر نہ آیا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے جن کاموں کو بظاہر آسان سمجھ لیا جاتا ہے وہ بھی دشوار ہوتے ہیں۔

❁❁

-33 ہے آدمی بجائے خود اک محشرِ خیال
ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

مفہوم: انسان اپنی تنہائی کو اپنے خیالات سے ہمیشہ آباد کیے رکھتا ہے۔

تشریح: زیرِ تشریح شعر میں غالب کہتے ہیں کہ آدمی اپنی ذات میں ایک انجمن اور ایک بزم ہے اس کی خلوت میں بھی جلوت ہوتی ہے۔ تنہائی کی بزم آرائی میں انسان خیالات کی دنیا میں کہیں سے کہیں چلا جاتا ہے۔ اس کی پروازِ تخیل جغرافیائی حدود سے ماورا ہو جاتی ہے۔ بقول شاعر:

تو جیسے میرے پاس ہے اور محوِ سخن ہے
محفل سی جما دیتی ہیں اکثر تیری یادیں

انسانی محسوسات اور تخیلات کی دنیا بڑی وسیع ہے۔ انسان کے باطن میں خیالات کی کئی قیامتیں ہر وقت برپا

رہتی ہیں۔ مختلف قسم کے خیالات کی رعنائیوں سے وہ اندر کی دنیا سجائے رکھتا ہے۔ اس کی سوچیں اسے عالمِ تخیل کی مختلف دنیاؤں میں گھماتی رہتی ہیں۔ یہ بلیغ شعر انسانی نفسیات اور کیفیات کا بہترین عکاس ہے۔ اسی موضوع پر مومن خاں مومن کا یہ شعر حرفِ آخر ہے:

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

❁❁

-34 تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اٹھیں گے
لے آئیں گے بازار سے ، جا کر دل و جاں اور

مفہوم: محبوب جب تک شہر میں ہے، دل و جاں کا کاروبار چمکا رہے گا۔ ان کی اتنی ارزانی ہوگی کہ یہ بازار سے بہ سہولت دستیاب ہونے لگیں گے۔ اس لیے اب عشاق کو دل و جاں کی فکر چھوڑ دینی چاہیے۔

تشریح: غالب نے اس شعر میں ایک اچھوتا اور نادر خیال پیش کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ شہر میں محبوب کے ظلم و ستم کا چرچا ہے۔ اس کے مظالم کے نتیجے میں لوگوں کا جینا دوبھر ہو گیا ہے۔ یعنی دل و جاں پر مسلسل چرکے لگائے جا رہے ہیں۔ اب اس شہر کے لوگ دل و جاں سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ نہ دل و جاں ہوں گے نہ ان پر ستم روا رکھا جا سکے گا۔ سو لوگ اپنے دل و جاں بازار میں سستے داموں فروخت کر رہے ہیں۔ مجھے کیا غم کہ کہ تو میرا دل لوٹ لے۔ میں جب چاہوں گا بازار سے بہت کم قیمت پر نئے دل و جاں خرید لاؤں گا۔ ویسے بھی لوگ جب دل اور جان بیچ دیں گے تو انھیں خریدنے کون آئے گا۔ ان چیزوں کی قدر و قیمت کی ہر کسی کو کہاں خبر ہوتی ہے۔ بقول ابنِ انشا:

دل سی چیز کے گاہک ہوں گے ایک یا دو ہزار کے بیچ

اسی موضوع پر خواجہ حیدر علی آتش کا یہ شعر بھی پیشِ نظر ہونا چاہیے:

کسی نے مول نہ پوچھا دلِ شکستہ کا
کوئی خرید کے ٹوٹا پیالہ کیا کرتا

❁❁

-35 لوگوں کو ہے خورشیدِ جہاں تاب کا دھوکا
ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغِ نہاں اور

مفہوم: لوگوں کو یہ غلط فہمی لاحق ہے کہ سورج دنیا کو روشن کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے دل کے زخموں کی روشنی سے دنیا روشن ہوتی ہے۔

تشریح: غالب کہتے ہیں لوگوں کو وہم ہے، لوگ اس فریب میں مبتلا ہیں کہ روزانہ سورج مشرق سے طلوع ہو کر دنیا بھر کو روشن کرتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ میرا زخمِ دل ہوتا ہے۔ میں اپنے زخم ہائے دل میں ایک زخمِ نہاں و سوز در روزانہ دکھاتا ہوں، اس سے دنیا روشن ہو جاتی ہے۔ یعنی میرے دل کا داغِ نہاں، سوزش اور تابانی میں مثلِ خورشید ہے۔

بقول جگر مراد آبادی:

داغ ہی داغ نظر آتے ہیں
کس طرح قلب و جگر دیکھوں میں

یا پھر خواجہ میر درد کے بقول:

کیا مجھ کو داغوں نے سروِ چراغاں
کبھو تو نے آ کے تماشا نہ دیکھا

❁❁

-36 ہوا ہوں عشق کی غارت گری سے شرمندہ
سوائے حسرتِ تعمیر ، گھر میں خاک نہیں

مفہوم: اس شعر میں مرزا غالب نے اپنی خستہ حالی اور کس مپرسی کا خوب نقشہ کھینچا ہے۔

تشریح: زیرِ تشریح شعر میں مرزا غالب کہتے ہیں کہ عشق مجھے تباہ و برباد کر دینا چاہتا ہے مگر میرے پاس ایسا کچھ نہیں جسے تباہ کیا جا سکے لہٰذا میں عشق کے حضور شرمندہ ہوں کہ اپنی محرومیوں اور حسرتوں کے علاوہ اس کی خدمت میں کچھ بھی پیش نہیں کر سکتا۔ شاعر نے بالواسطہ انداز میں اپنی خستہ حالی اور کسمپرسی کی کیفیت بیان کی ہے۔ غالب کا یہ شعر ایک حد تک زیرِ تشریح شعر کا مفہوم واضح کر دیتا ہے:

نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یوں بے خبر سوتا
رہا کھٹکا نہ چوری کا ، دعا دیتا ہوں رہزن کو

درونِ شعر شاعر کی یہ حسرت بھی دکھائی دیتی ہے کہ عشق، جس کا کام ہی چیزوں کو تباہ و برباد کر دینا ہے، بقول حالی:

اے عشق تو نے اکثر قوموں کو کھا کے چھوڑا
جس گھر سے سر اٹھایا اس کو بٹھا کے چھوڑا

اور جو مجھے بھی برباد کرنے پہ تلا بیٹھا ہے، کاش میرے پاس ایسا کچھ ہوتا، جسے برباد کروا کے میں عشق کے اعلیٰ معیار پر پورا اتر سکتا لیکن وائے حسرتا! کہ عشق کی یہ خدمت نہ کر کے مجھے شرمندگی کا سامنا ہے۔ ہاں اپنا ایک بے در و دیوار سا گھر بنانے کی حسرت کب سے دل میں پال رکھی ہے اگر اسے مٹا کے جذبۂ عشق کی تسکین ہو سکتی ہو تو میرے لیے یہ امر باعثِ تسکین و افتخار ہوگا۔

❀❀

-37 لکھتے رہے جنوں کی حکایاتِ خونچکاں
ہرچند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے

مفہوم: حق کی شہادت دینا آسان کام نہیں، اس میں ہاتھ کٹوانا پڑتے ہیں۔

تشریح: زیرِ تشریح شعر میں مرزا غالب کہتے ہیں کہ ہم نے عشق و جنوں کے تمام مشکل مراحل ہمت، عزم اور استقامت سے طے کیے۔ عشق و جنوں کی داستانیں ہم نے نہایت جرأت سے رقم کیں حالانکہ اس راستے پر چلتے ہوئے بار ہا ہمارے قلم پر سخت پابندیاں عائد کی جاتی رہیں۔ ہمیں سچ لکھتے ہوئے ناقابلِ یقین مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے باوجود ہم نے کسی صورت حق گوئی اور صداقت شعاری سے انحراف نہیں کیا۔ ہمارا طرزِ عمل بقول شاعر ہمیشہ سے یہ رہا کہ:

ہم اہلِ جنوں کی یہ ریت پرانی ہے
ہاتھوں میں قلم رکھنا یا ہاتھ قلم رکھنا

اور علامہ اقبال کا یہ شعر بھی اسی صورتِ حال کی ترجمانی کرتا ہے:

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

❀❀

مومن خاں مومن

(800ء-1852ء)

38 تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

مفہوم: جب میں تنہا ہوتا ہوں تو میرے محبوب! تیرا تصور میرے پاس ہوتا ہے۔

تشریح: یہ شعر مومن کے خوبصورت شعروں میں سے ایک ہے۔ اس کی دل آویزی پر غالب اپنا پورا دیوان قربان کر دینے پر تیار تھے۔ یہ شعر سہلِ ممتنع کی خوبصورت مثال ہے۔ اس شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ جب میں تنہا ہوتا ہوں تو محبوب کا تصور میرے دل میں ہوتا ہے اور تصور ہی تصور میں مجھے اس سے ہم کلامی کا شرف نصیب ہوتا ہے۔ یوں میں اپنی تنہائیوں کو تصورِ محبوب کی رعنائیوں سے حسین بنائے رکھتا ہوں۔ مومن کہتے ہیں کہ عالمِ جدائی میں محبوب کا تصور میرے حواس پر چھا جاتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ خود محبوب میرے پاس موجود ہے۔ اسی تخیل میں میرا اپنا وجود محو ہو جاتا ہے۔ بقول شاعر:

تو جیسے میرے پاس ہے اور محوِ سخن ہے
محفل سی جما دیتی ہیں اکثر تیری یادیں

تنہائی میں بزم آرائی، خلوت میں جلوت کی کیفیت کا ترجمان یہ شعرِ بلیغ انسانی نفسیات کا خوبصورت عکاس ہے۔ ایک شاعر نے اسی کیفیت کو شعر کے سانچے میں یوں ڈھالا ہے:

میلہ سا لگا دیتی ہیں اکثر تیری یادیں
میں اکیلا کبھی ہوتا ہوں تو تنہا نہیں ہوتا

❀❀

-39 کیا گُل کھلے گا دیکھیے ہے فصلِ گُل تو دُور
اور سوئے دشت بھاگتے ہیں کچھ ابھی سے ہم

مفہوم: بہار کا موسم تو دُور ہے اور ہم میں ابھی سے جنون کے آثار نظر آنے لگے ہیں۔ جب بہار کا موسم آئے گا تو ہماری کیفیت کیا ہوگی!

تشریح: مومن کہتے ہیں اہلِ دل کے لیے بہار کا موسم بڑی آزمائشیں لے کر آتا ہے۔ ان کا جنون اور دیوانگی حد سے باہر ہو جاتی ہے۔ گریباں چاک کرنے اور نالہ و فریاد سے آسمان سر پر اٹھانے کو جی چاہتا ہے۔ سبزہ و گل اور گل و بلبل کے چہچہے محبوب کی یاد کو تازہ کر دیتے ہیں۔ اس لیے شاعر کا کہنا ہے کہ ابھی تو موسمِ بہار آیا ہی نہیں، اس کے آنے میں دیر ہے لیکن اس کی آمد کی خبر سن کر ہی ہمارے جنون کی یہ کیفیت ہے کہ بستیاں چھوڑ کر ویرانوں کی طرف چلے جانے کے لیے دل بے قرار ہے دیکھیں جب بہار آئے گی تو صورتِ حال کیا ہوگی؟ میر تقی میر کے بقول:

کچھ کرو فکر مجھ دوانے کی
دھوم ہے پھر بہار آنے کی

زیرِ تشریح شعر شاعر کی شدتِ جنوں کو ظاہر کر رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں جب عالمِ خزاں میں جنوں کی شدت عروج پر ہے تو جب بہار آئے گی تو نہ جانے کیا کیفیت ہوگی۔ جنونِ عشق میں بیاباں کا رخ کرنے کا مضمون تمام کلاسیکی شعرا نے اپنے اپنے انداز میں باندھا ہے۔ ذرا میاں داد خاں سیاح کا یہ شعر ملاحظہ ہو:

قیس جنگل میں اکیلا ہے مجھے جانے دو
خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

یا پھر ابن انشا کا معروفِ زمانہ شعر ہے:

انشا جی اٹھو اب، کوچ کرو، اس شہر میں جی کا لگانا کیا
وحشی کو سکوں سے کیا مطلب، جوگی کا نگر میں ٹھکانہ کیا

اور اس شعر میں ''گل کھلنا'' کے محاورے نے شعر کی معنویت اور سندرتا میں بے پناہ اضافہ کر دیا ہے۔

❀❀

-40 اس غیرتِ ناہید کی ہر تان ہے دیپک
شعلہ سا لپک جائے ہے آواز تو دیکھو

مفہوم: اس رشکِ ناہید کی ہر لے اور ہر راگ کے بطن سے آگ لگ جاتی ہے۔ اس کی آواز دیپک راگ کی طرح ایک شعلہ ہے۔

تشریح: مومن کے اس نمائندہ شعر میں فطری روانی، موسیقیت، برجستگی اور بے ساختگی کا جوہر اپنے عروج پر ہے۔ شاعر نے ایک حسین مغنیہ کی مسحور کن آواز کی ہر لے اور ہر سر کو رشکِ ناہید قرار دیا ہے۔ اس خوبصورت آواز میں اتنا سحر اتنا جادو اور اتنا طلسم ہے کہ اس کے زیرِ اثر ہر طرف آگ سی لگتی محسوس ہوتی ہے۔ ناہید یا زہرہ کو فلک کا مطربہ بھی کہا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے مغنیہ کی آواز کو ناہید سے تشبیہ دی گئی ہے۔ موسیقی کی خوش آہنگ کیفیات کو فردوسِ گوش بنانے والی یہ آواز بے مثال تاب و توانائی رکھتی ہے۔ اس آواز کا شعلہ گویا دیپک راگ ہے جس کو سننا ایک خوش گوار جمالیاتی تجربہ ہے۔ زیرِ تشریح شعر غنائیت اور نغمگی کا بہترین نمونہ ہے۔ بقول احمد ندیم قاسمی:

فقط اس شوق میں پوچھی ہیں ہزاروں باتیں
میں ترا حسن، ترے حسنِ بیاں تک دیکھوں

اور احمد ندیم قاسمی کا یہ شعر بھی یہاں موزوں دکھائی دیتا ہے:

یاد آئے ترے پیکر کے خطوط
اپنی کوتاہیِ فن یاد آئی

بقول سید گلزار بخاری:

ہر شخص سمجھتا ہے وہی اس کا ہدف ہے
محفل میں اُسے زمزمہ پرداز تو دیکھو
ہٹتی نہیں گاتے ہوئے پیکر سے نگاہیں
یہ نغمہ و تصویر کا اعجاز تو دیکھو

❀❀

میر انیس

(1801ء-1874ء)

-41 ہر سنگ ریزہ نور سے دُرِ خوش آب تھا
لہریں جو تھیں کرن تو بھنور آفتاب تھا

مفہوم: پتھر کا ہر ٹکڑا روشنی میں اس طرح نہایا ہوا تھا کہ شفاف پانی میں چمکنے والے موتی کا روپ دھارے ہوئے تھا، پانی سے اٹھنے والی لہریں کرنیں اور بھنور سورج سمان دکھائی دے رہا تھا۔

تشریح: میر انیس لفظی تصویر کاری اور معنوی تہ داری کے حوالے سے اردو شاعری میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، زیرِ تشریح شعر بھی ان کے اسی معجزاتی فن کی بدولت تین تشبیہات سے مزیّن ہے۔ نور، کرن، آفتاب اور آب، لہریں بھنور، مراعات النظیر کا حسن دوبالا کیے ہوئے ہیں۔ پورا شعر روشنی کا ایک ہالا سا بنتا نظر آ رہا ہے۔

شاعر کے بقول روشنی کا ایسا وفور ہے کہ جا بہ جا بکھرے ہوئے پتھر کے ٹکڑے روشنی کے طلسم سے ہیرے کی چھوٹ لیے ہوئے تھے۔ پانی میں ہلکورے لیتی لہروں کو اس نوری ڈلک نے کرنوں کا روپ عطا کر رکھا تھا اور لہروں کی مستی سے جنم لینے والے جوار بھاٹا پر سورج کا گمان ہوتا تھا۔ روشنی کے ایسے ہی وفور کو طفیل ہوشیار پوری نے کچھ اس انداز سے بھی بیان کیا ہے:

رو بہ رو جب وہ آئینے کے ہوئے
روشنی ، روشنی سے ٹکرائی

روشنی کی ایسی ہی ایک تصویر ذرا حسرت موہانی کے ہاں بھی ملاحظہ فرمائیے:

روشن جمالِ یار سے ہے انجمن تمام
دہکا ہوا ہے آتشِ گل سے چمن تمام

❀❀

-42 پیاسی جو تھی سپاہِ خدا تین رات کی
ساحل سے سر پٹکتی تھیں موجیں فرات کی

مفہوم: حضرت امام حسینؓ کی فوج تین راتوں سے پیاسی تھی جب کہ دریائے فرات کی موجیں غم کے مارے ساحل سے سرٹکرا رہی تھیں یعنی پانی کی موجودگی کے باوجود امام کی فوج کو پینے کے لیے پانی میسر نہیں تھا۔

تشریح: میر انیس نے اس شعر میں میدانِ کربلا کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک طرف تو صورتِ حال یہ تھی کہ دریائے فرات کا پانی چاروں جانب پھیلا ہوا تھا اور فرات کی لہریں ساحل سے سرٹکرا رہی تھیں مگر دوسری طرف اللہ کی فوج ''یعنی امام کی فوج''، مسلسل تین راتوں سے پانی سے محروم تھی۔ انھیں پینے کے لیے ایک قطرہ بھی پانی میسر نہیں تھا۔ شاعر نے صنعتِ تضاد سے کام لیتے ہوئے مسئلے کی سنگینی کو عمدگی سے اجاگر کیا ہے۔ اس صنعت کے استعمال سے ایک طرف تو پانی کی فراوانی اور دوسری طرف اس کی عدم فراہمی کی کیفیت کو واضح کیا گیا ہے۔ ایک شاعر نے اس صورتِ حال کو ایک اور زاویے سے یوں نمایاں کیا ہے:

زندگی ہے فرات کا دریا
تشنہ لب آؤ، تشنہ لب جاؤ

زیرِ نظر شعر کی ایک اور نمایاں خوبی یہ ہے کہ اس میں نہایت عمدگی سے صنعتِ حسنِ تعلیل کا استعمال ہوا ہے یعنی شعر میں موجوں کے ساحل سے سرٹکرانے کی جو وجہ بیان کی گئی ہے ہر چند وہ مبنی برحقیقت نہیں مگر اتنی خوبی سے بیان ہوئی ہے کہ بے ساختہ باور کرنے کو جی چاہتا ہے۔

❁❁

داغ دہلوی

(1831ء-1905ء)

-43 ہرگز نہ تھا زمانۂ سابق میں یہ فلک
جس آسماں کی دھوم تھی ، وہ آسماں ہے اب

مفہوم: ماضی میں آسمان محض بدنام تھا، اس کی غارت گری کا اصل روپ اب سامنے آیا ہے۔

تشریح: اردو غزل میں منفرد مقام رکھنے والے نواب میرزا داغ نے اپنی شاعری میں آسمان اور فلک کے مضمون کو کئی رنگ سے باندھا ہے۔ اردو غزل کی قدیمی روایت میں آسمان سے متعلق یہی تصور رائج تھا کہ انسان پر جتنے دکھ اور غم نازل ہوتے ہیں وہ

سب آسمان کی کارستانی ہے اور یہ کہ سات آسمان رات دن گردش میں رہتے ہیں اور کائنات بھر سے ڈھونڈ ڈھونڈ کے غم جمع کرتے ہیں، جو گاہے گاہے انسانوں پر نازل کرتے رہتے ہیں۔ ''مفلوک'' کا لفظ اسی حوالے سے مستعمل ہے۔ فلک زدہ، یعنی جو فلک یا آسمان کا ستایا ہوا ہے۔ قدیم اردو شعرا کا آسمان کے ساتھ مناقشہ تسلسل کے ساتھ جاری رہا ہے۔ یہ مثال دیکھیے:

رات دن گردش میں ہیں سات آسماں
ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

یا پھر یہ مثال ملاحظہ کیجیے، یہاں بھی شاعر نے آسمان کو دشمنی کے معنوں میں استعمال کیا ہے:

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تُو امتحاں ہمارا

خود داغ دہلوی کا ایک زبان زدِ عام شعر ہے:

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کردوں تو داغ نام نہیں

داغ دہلوی نے 1857ء کا ہنگامہ، بدلتی ہوئی اقدار، اجڑتی ہوئی دلّی اور محفلوں کا زوال اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اس لیے وہ اس شعر میں اسی المیّے کا بیان کر رہے ہیں کہ ماضی میں آسمان کے ظلم وستم کے جتنے قصے مشہور ہیں، وہ موجودہ صورتِ حال کے مقابلے میں کچھ بھی نہ تھے۔ وہ محض شعرا کی مبالغہ آرائی یا ذاتی ظلم وستم سے متعلق دہائی تھی۔ اس زمانے کے درد وغم کو ذہن میں رکھیں تو آسمان یا فلک کا وہ ظالمانہ رنگ ابھر کے سامنے نہیں آتا، جتنا اب کی بار دکھائی دیا ہے۔

❁❁

الطاف حسین حالی

(1837ء-1914ء)

-44 یوں تو آیا ہے تباہی میں یہ بیڑا سو بار
پر ڈراتی ہے بہت آج بھنور کی صورت

مفہوم: امت مسلمہ پر کئی آفات آئیں مگر اب صورتِ حال زیادہ سنگین دکھائی دے رہی ہے۔

تشریح: حالی کے اس شعر میں ''بیڑا'' استعارہ ہے۔ اس سے مراد ملّتِ اسلامیہ ہے خصوصاً مسلمانانِ برصغیر، 'بھنور' بھی استعارہ ہے ان مشکلات کا جن کا سامنا اس وقت برِصغیر کے مسلمان کر رہے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں پر اس سے پہلے بھی

کئی بار آزمائش کے ادوار آئے ہیں اور ربِ کائنات کی عنایت سے وہ ان آزمائشوں سے صحیح سلامت گزر گئے ہیں مگر میرے خیال میں اب جن مشکلات اور مصائب کا مسلمانانِ برصغیر کو سامنا کرنا پڑ رہا ہے، ایسی مشکلات کا سامنا انھیں پہلے کبھی نہیں کرنا پڑا۔ اس لیے ڈر لگتا ہے کہ کہیں یہ حوادث مسلمانوں کی ہستی کو نیست و نابود نہ کر دیں۔ یہ شعر حالی کے قومی احساس اور ملی شاعری کا عکاس ہے۔ اسی موضوع پر مولانا حالی کی نعت کا یہ مطلع بھی زبان زدِ خاص و عام ہے:

اے خاصۂ خاصانِ رُسلؐ وقتِ دعا ہے
اُمت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

بلکہ یہ پوری نعت ہی اسی مفہوم اور مولانا حالی کے جذبۂ ملی کی تصویر ہے۔

❁❁

-45 ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب ٹھہرتی ہے دیکھیے جا کر نظر کہاں

مفہوم: ہمیں خوب سے خوب تر کی جستجو ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہماری نظر کہاں جا کر ٹھہرتی ہے۔

تشریح: مولانا حالی نے اپنی غزل کے مطلع میں، جو زبان زدِ خاص و عام ہے۔ انسان کی اس جبلت کو اجاگر کیا ہے کہ قدرت نے انسان کی فطرت میں خوب سے خوب تر کی تلاش کا مادہ رکھا ہے، جس کی بدولت وہ اپنے لیے آسائشوں اور نعمتوں کی تلاش میں بہتر سے بہتر اور خوب سے خوب تر کے لیے کوشش کرتا رہتا ہے۔ اس مسلسل جدوجہد، حرکت، تگ و دو اور عمل کو علامہ اقبال نے کوششِ ناتمام کا نام دیا ہے۔ اقبال کے نزدیک اسی کا نام زندگی ہے۔ جیسا کہ وہ کہتے ہیں:

رازِ حیات پوچھ لے خضرِ خجستہ گام سے
زندہ ہر ایک چیز ہے، کوششِ ناتمام سے

اگر انسان کے اندر پیہم جستجو اور تخلیقِ مقاصد کا یہ جذبہ موجود نہ ہو تو انسان کا ارتقا رک جائے اور اس کی زندگی بیکار ہو کر رہ جائے۔ مولانا حالی نے اس شعر میں اس حقیقت کی نشان دہی کی ہے کہ انسان ہر معاملے میں خوب سے خوب تر اور خوب تر سے خوب ترین کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے۔ اسی بات میں انسان کی مادی اور روحانی ترقی کا راز مضمر ہے۔

❁❁

-46 اک عمر چاہیے کہ گوارا ہو نیشِ عشق
رکھی ہے آج لذّتِ زخمِ جگر کہاں

مفہوم: عشق کا ڈنک گوارا ہونے کے لیے ایک عمر درکار ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ جگر کے زخموں میں لذت جلد آنے لگے۔

تشریح: حالی زیرِ نظر شعر میں یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ عشق کی ابتدا میں انسان کو بڑے کٹھن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ لیکن ایک مرحلہ ایسا آتا ہے کہ وہ عشق کے ضمن میں پیش آنے والے رنج والم کو گوارا سمجھنے لگتا ہے۔ یوں رفتہ رفتہ ایک مرحلہ آجاتا ہے جب عشق کے مصائب و آلام صرف گوارا ہی نہیں ہوتے بلکہ ان میں اسے لذت آنے لگتی ہے، لیکن یہ مرحلہ انسان کو ایک طویل عمر اور صبر کے بعد ہی نصیب ہوتا ہے۔ جیسا کہ میر نے کہا ہے:

ابتدا ہی میں مر گئے سب یار
عشق کی کون انتہا لایا

چنانچہ شاعر عشق کا دعویٰ کرنے والوں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ تم جو ابھی سے یہ تقاضا کر رہے ہو کہ زخمِ جگر سے لذّت یاب ہو سکو تو تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ عشق کے رنج و غم میں لذّت محسوس کرنے کے لیے ایک طویل عشقیہ ریاضت درکار ہوا کرتی ہے۔ یہ کیفیت تمھیں ابتدائے عشق ہی میں کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ اس ضمن میں میر کا یہ شعر بھی اسی مفہوم کا حامل ہے:

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

❁❁

-47 گھر میں برکت ہے مگر فیض ہے جاری شب و روز
کچھ سہی، شیخ مگر ہے بخدا ایک ہی شخص

مفہوم: جنابِ شیخ بھی اپنی نوعیت کی ایک ہی جنس ہیں کہ پلے کچھ بھی نہیں مگر پھر بھی فیض کیے جا رہے ہیں۔

تشریح: مولانا حالی نے اس شعر میں روایتی طور پر شیخ یعنی حضرت واعظ پر طنز کیا ہے کہ آپ ماشاءاللہ وہ لاثانی اور یکتا شخص ہیں کہ ایک طرف تو آپ کے نامۂ اعمال میں صرف برکت ہی برکت ہے یعنی آپ کا خانۂ عمل خالی ہے اور دوسری طرف لوگوں میں آپ اپنی تلقین اور وعظ کے ذریعے نیکی کا فیض جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یہ بھی لاجواب اور لاثانی طرزِ عمل ہے کہ جس کے پاس کچھ بھی نہیں وہ بھی فیض رسانی کا دعویٰ کرے۔ اس طرزِ عمل کے لحاظ سے ظاہر ہے حضرت شیخ جو کچھ بھی ہیں ایک بے مثال طرزِ عمل کے مالک ہیں۔ بقول شاعر:

یہ جنابِ شیخ ہیں یارو یہ مے پیتے نہیں لیکن
جب آئیں گے سرِ محفل تو حصہ کم نہیں لیں گے

پھر مولانا حالی ہی کی ایک اور غزل کا یہ شعر بھی ان کے واعظانِ شہر کے منافقانہ رویے سے متعلق نظریے کی تفہیم میں مدد ہوسکتا ہے:

دیکھیے شیخ! مصوّر سے کھنچے یا نہ کھنچے
صورت! اور آپ سے بے عیب بشر کی صورت

❁❁

اکبرالہ آبادی

(1846ء-1921ء)

-48 جج بنا کر اچھے اچھوں کا لبھا لیتے ہیں دل
ہیں نہایت خوش نما دو جیم ان کے ہاتھ میں

مفہوم: جج ایک بہت بڑا عہدہ ہے، جس میں دو جیم استعمال ہوتی ہیں، ان دو جیموں میں اتنی کشش ہے کہ ان کے ذریعے بڑے بڑے لوگوں کو رام کیا جاسکتا ہے۔

تشریح: اکبرالہ آبادی انیسویں صدی کے نصف آخر میں ایک بہت بڑے طنّاز کے روپ میں سامنے آئے، انھوں نے سرسید تحریک اور انگریزی تہذیب کے خوب لتّے لیے۔ انگریزوں نے برصغیر کے مسلمانوں پہ حکمرانی کرنے کے کئی طریقے اختیار کر رکھے تھے، جن میں ایک تو بہت مشہور ہے: لڑاؤ اور حکمرانی کرو۔ دیہاتوں میں لوگوں کو جاگیریں اور ذیلداریاں دے کر اپنا وفادار بنا لیتے تھے۔ بعض لوگوں کو آنریری مجسٹریٹ، کلکٹر یا تحصیل دار کے عہدے عطا کر دیتے تھے، جن میں تنخواہ بھی نہیں ہوتی تھی، مقامی لوگ اس کرم نوازی پر بھی ان کے آگے بچھ بچھ جایا کرتے تھے بقول اکبر:

ان کے گلشن میں دیا کرتا ہے اسپیچ وفا
زاغ اک دن ہو جائے گا آنریری عندلیب

کچھ خوشامدی قسم کے لوگ تو حدِ تعظیم میں ان کے پاؤں چھونے کے لیے زمین پر لیٹ جاتے تھے اور ان کا جواب بقول علامہ اقبال یہ ہوتا تھا:

میرا یہ حال بوٹ کی ٹو چاٹتا ہوں میں
ان کا یہ حکم ، دیکھ مِرے فرش پر نہ رینگ

ان لوگوں سے ہٹ کے اشرافیہ کا وہ طبقہ جو کسی چھوٹی موٹی بات سے رام نہیں ہوتا تھا، ان کو وہ جج بنا دیتے تھے، اکبر کے بقول جج کی ان دو جیموں میں اتنی کشش (Attracion) ہے کہ بڑے بڑے مدبّر اور حب الوطن بھی ان کے

جال میں پھنس جاتے تھے۔ سر سید احمد خاں بھی چونکہ جج کے عہدے پر فائز تھے، بعض شارحین کے بقول یہ شعر اسی پس منظر میں کہا گیا ہے۔

❁❁

مولانا ظفر علی خاں

(1873ء-1956ء)

-49 نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مفہوم: حق کی روشنی ہمیشہ رہنے والی ہے، جسے کوئی بھی بدنیت اپنی گمراہ کن حرکات سے مٹانے حتیٰ کہ ماند کرنے میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

تشریح: مولانا ظفر علی خاں کا یہ شعر اصل میں قرآن پاک کی آیت کا مفہوم اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ سورہ توبہ آیت نمبر 32 ارشاد باری تعالیٰ ہے.

(ترجمہ): ''یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔ مگر اللہ اپنی روشنی مکمل کیے بغیر ماننے والا نہیں ہے، خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔''

زمانہ گواہ ہے کہ ہبوطِ آدم سے آج تک حق اور باطل، اسلام اور کفر، سچ اور جھوٹ کی آویزش جاری ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ کفر اور باطل اپنے دنیاوی و ظاہری کر و فر کی بنا پر کثیر اور قوی صورت میں دکھائی دیا ہے۔ طاغوتی قوتوں نے حق کے خلاف ہر جنگ یہی سوچ کر لڑی کہ وہ ان مٹھی بھر افراد کا خاتمہ کر دیں گے۔ حق کی آواز کو دبا دیں گے، خیر کا گلا گھونٹنے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن تاریخ کی آنکھ نے ہمیشہ باطل کی آندھیوں کو حق کی روشنی کے آگے سرنگوں ہوتے دیکھا، سرکش قوتیں خاک چاٹتی نظر آئیں اور دینِ حق کے منکر ہمیشہ رسوا ہوتے پائے گئے۔

یہ شعر مولانا نے برِصغیر میں ہنود و نصاریٰ کی ان مذموم سازشوں اور مکروہ کاوشوں کو ذہن میں رکھ کر کہا ہے، جو وہ برِعظیم کے مسلمانوں کو زک پہنچانے اور زمین سے لگانے کے ضمن میں کر رہے تھے۔ فیض نے اسی مفہوم کو اپنے انداز میں بیان کیا ہے:

دبا سکو تو صدا دبا دو ، بجھا سکو ہو تو دیا بجھا دو
صدا دبے گی تو حشر ہوگا ، دیا بجھے گا تو سحر ہوگی

ایک اور شاعر کے بقول:

باطل کی آندھیوں میں شدّت ضرور تھی
حق کا چراغ جلتا رہا تمکنت کے ساتھ

❀❀

-50 وہ شمع ، اجالا جس نے کیا ، چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی ، سب دنیا کے درباروں میں

مفہوم: جس شمع (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے چالیس برس تک غارِ حرا کو نورِ ہدایت سے روشن رکھا، اسی شمع نے بعدازاں پوری دنیا میں ہدایت کی روشنی پھیلائی۔

تشریح: یہ ظفر علی خاں کی ایک مشہور نعت کا شعر ہے۔ س میں انھوں نے حضور اکرم ﷺ کے لیے شمع کا استعارہ استعمال کیا ہے۔ آپ ﷺ نے چالیس برس تک غارِ حرا میں ربِ کائنات کی عبادت کی۔ وہیں آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ یہی پہلی وحی وہ پیغامِ ہدایت تھا، جس نے دنیا سے کفر کے اندھیروں کو دور کیا اور ہر طرف حق کی روشنی پھیلائی۔ پھر در و دیوار کوچہ و بازار اس ابدی پیغامِ ہدایت سے منور ہوتے چلے گئے۔ اسلام کی روشنی دنیا کے دور دراز خطوں تک پہنچی اور دنیا نے حق و باطل میں تمیز کرنا سیکھا۔ اس روشنی کا منبع اور سرچشمہ یقیناً فاران کی چوٹیوں میں واقع غارِ حرا ہے، جہاں سے پیغامِ ہدایت کا آغاز ہوا۔ آج پوری دنیا میں اسلام کا پیغام پھیل چکا ہے۔ اس کے نقطۂ آغاز کے طور پر غارِ حرا کے مکین پر نازل ہونے والے پیغام کی اولیت اور اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ بقول سلیم کوثر:

جس دیے کی توانائی ارض و سما کی حرارت بنی
اس دیے کا ہمیں بھی حوالہ بہت اور اجالا بہت

❀❀

-51 خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

مفہوم: جس قوم کو آپ اپنی حالت بدلنے کا احساس نہ ہو، اس قوم کی حالت ربِ کائنات بھی نہیں بدلتے۔

تشریح: مولانا ظفر علی خاں کا یہ شعر ایک قرآنی آیت کی تشریح و توضیح ہے۔ آیت کریمہ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ قوم خود اپنی حالت نہ بدلنا چاہے۔ (سورۂ الرعد)

زیرِ تشریح شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ یہ قانونِ قدرت اور اصولِ فطرت ہے کہ کوئی قوم جب تک اپنی مجموعی حالت کو بدلنے کا عزم نہ کر لے اور ذہنی طور پر اپنے آپ کو بدلنے پر تیار نہ ہو جائے، اس قوم کی حالت ربِ کائنات بھی نہیں بدلتے۔ اپنی حالت کو بدلنے کا آغاز کسی قوم کو خود ہی کرنا پڑتا ہے، اس کے علاوہ متعلقہ قوم کی تقدیر نہیں بدل سکتی۔ قوم کو نقطۂ کمال تک پہنچنے کے لیے اپنے زوال کا شعور ہونا چاہیے۔ دنیا کی تاریخ شاہد ہے کہ قوموں کو مثبت تبدیلیوں کے لیے اپنے اوپر اعتماد اور انحصار کرنا پڑتا ہے۔ جو قوم تبدیلی کے مزاج اور منہاج سے آگاہ نہیں ہوتی وہ کبھی بھی بامِ عروج کو نہیں چھو سکتی۔ بقول علامہ اقبال:

صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

❀❀

حسرت موہانی

(1875ء-1951ء)

-52 خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حُسنِ کرشمہ ساز کرے

مفہوم: محبوب کا حسنِ کرشمہ ساز ہر طرح کے کرشمے دکھا سکتا ہے۔ عقل کو عشق اور عشق کو عقل بنا سکتا ہے۔

تشریح: حسرت کا یہ شعر زبان زدِ عام ہے اور ایک ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ زندگی میں جب کبھی کسی کو انوکھی بات کا سامنا کرنا پڑے تو وہ اسے اپنی کیفیت کو بیان کرنے کے لیے پیش کر دیتا ہے۔ محبوب کے حسن کے کرشمے بھی عجیب ہیں کہ اَن ہونی اور انوکھی بات کر دکھاتے ہیں۔ ان میں سے ایک کرشمے کا ذکر شاعر نے اس شعر میں کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ محبوب کے حسن کی بدولت خرد کو جنوں اور جنوں کو خرد کہا جانے لگا ہے۔ بظاہر تو محبوب کے حسن سے متاثر ہو کر چاہنے والا ہوش و حواس گنوا بیٹھتا ہے اور بے خود ہو جاتا ہے لیکن دراصل یہی بے خودی کی کیفیت ہی اصل حقیقت ہے، اس لیے اہلِ جنوں بے شعور نہیں بلکہ باشعور ہوتے ہیں۔ جو لوگ جنوں کی کیفیات سے بے خبر ہیں وہ اس کیفیت سے باخبر نہیں ہو سکتے کیونکہ جہاں اہلِ جنوں کی نگاہ پہنچتی ہے، وہاں تک اہلِ خرد کی رسائی نہیں ہوتی۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

اک جنوں ہے کہ باشعور بھی ہے
اک جنوں ہے کہ باشعور نہیں

❀❀

-53 حسنِ بے پروا کو خود بین و خود آرا کر دیا
کیا کیا میں نے کہ اظہارِ تمنا کر دیا

مفہوم: یہ میں نے کیا کیا کہ اظہارِ تمنا کر دیا! جس سے حسنِ پروا خود بین و خود آرا ہو گیا۔

تشریح: حسرت کے تمام تر کلام میں یہ خصوصیت بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے کہ ان کا کلام نہ صرف شستہ رواں ہے اور اس میں زبان و بیان کی چاشنی ہے بلکہ اس میں فکر و خیال کی بلندی بھی موجو ہے۔ اس بنا پر ان کے اکثر شعر زبان زدِ خاص و عام ہیں۔ زیرِ نظر مطلع اس کی ایک عمدہ مثال ہے۔ اس شعر میں ان کا کہنا ہے کہ حسن پہلے بے پروا اور بے نیاز تھا۔ اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ حسین ہے۔ میں نے اپنی نا سمجھی میں اظہار کر دیا تو اسے معلوم ہو گیا کہ وہ تو حسین ہے اور پھر وہ خود بین و خود آرا اور مغرور و متکبر ہو گیا۔ اس نے اپنے آپ کو بنانا سنوارنا شروع کر دیا۔ شاعر کا کہنا ہے کہ یہ میری بہت بڑی بھول تھی۔ مجھے اظہارِ تمنا نہیں کرنا چاہیے تھا تا کہ حسن بے پرواہی رہتا کہ بے پروا حسن ہی فطرت کے قریب ہوتا ہے۔ جیسا کہ اسی مفہوم کو علامہ اقبال نے اپنے رنگ میں کیا خوب کہا ہے:

حسنِ بے پروا کو اپنی بے نقابی کے لیے
ہوں اگر شہروں سے بن پیارے تو شہر اچھے کہ بن

حسرت دراصل یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حسن درحقیقت اس وقت تک حسن ہے جب تک وہ خود بین و خود آرا نہیں ہوتا۔ جہاں اس میں اپنے حسن کا غرور و تکبر آیا اور اس نے اپنی نمائش شروع کی تو حسن، حسن نہیں رہتا بلکہ ایک طرح کا تماشا بن جاتا ہے۔ یہ سب حسنِ محبوب کے کرشمے ہیں کہ جس سے اہلِ جنوں پر واضح ہوا کہ درحقیقت وہی اہلِ خرد ہیں۔

❁❁

-54 دلوں کو فکرِ دو عالم سے کر دیا آزاد
تیرے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے

مفہوم: جنون کی کیفیت میں انسان ہر قسم کے تفکرات سے آزاد ہو جایا کرتا ہے۔

تشریح: زیرِ تشریح شعر میں حسرت کہتے ہیں کہ جنوں کی کیفیت میں انسان دنیا اور عاقبت سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ وہ ہر قسم کے انجام سے بے پروا ہو کر عشق کی منازل طے کرتا چلا جاتا ہے۔ شاعر اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ یہ تیرے دیے ہوئے جنونِ عشق کے کمالات ہیں کہ ہم دونوں جہانوں کی فکر سے آزاد ہو گئے ہیں۔ یہ منزل یعنی دو عالم سے آزادی کوئی آسان اور معمولی منزل نہیں ہے جو ہر کسی کو میسر آ جائے۔ یہ تو تیرے عشق کے دم قدم سے ہی میسر آتی ہے۔ جسے تیرے عشق کا غم لاحق ہوا وہ دنیا اور عاقبت کے غموں سے نجات پا گیا۔ بقول اصغر گونڈوی:

آلامِ روزگار کو آساں بنا دیا
جو غم ملا اسے غمِ جاناں بنا دیا

حفیظ ہوشیار پوری نے بھی اپنی معروف غزل کے اس شعر میں اسی مفہوم کو عمدگی سے ادا کیا ہے:

زمانے بھر کے غم یا اک تیرا غم
یہ غم ہوگا تو کتنے غم نہ ہوں گے

❁❁

علامہ اقبال

(1877ء-1938ء)

-55 بوئے گل لے گئی بیرونِ چمن، رازِ چمن
کیا قیامت ہے کہ خود پھول ہیں غمازِ چمن

مفہوم: پھول کی خوشبو خود باغ کا راز چمن سے باہر لے گئی۔ گویا خود پھول ہی باغ کی چغلی کھانے لگے ہیں۔

تشریح: زیرِ تشریح شعر علامہ اقبال کی معروف نظم "شکوہ" سے ماخوذ ہے۔ اس شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ ملتِ اسلامیہ میں سے ہی کچھ افراد نے غداری کی۔ دشمنوں کو اپنی اندرونی صورتِ حال اور کمزوریوں سے آگاہ کیا۔ چنانچہ دشمنوں کو ان کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے کے مواقع میسر آئے۔ آج ملتِ اسلامیہ جس زوال اور شکست خوردگی سے دوچار ہے، اس کے ذمہ دار خود اس ملت کے ہی کچھ افراد ہیں۔ مسلمانوں کا دورِ عروج اندرونی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کی وجہ سے بھی زوال پذیر ہوا۔ بقول اقبال:

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگِ دیں، ننگِ ملت، ننگِ وطن

میر جعفر نے نواب سراج الدولہ کے ساتھ، میر صادق نے ٹیپو سلطان کے ساتھ اور شیخ عبداللہ نے کشمیری مسلمانوں کے ساتھ غداری کی اور مسلمانوں کو برباد کر کے رکھ دیا۔ اگر مسلمانو میں اس نوعیت کے ار پیدا نہ ہوتے تو آج برِ عظیم کی تاریخ ہی مختلف ہوتی اور اس خطے میں مسلمانوں کا بول بالا ہوتا۔ قیامت تو یہ ہے کہ مسلمان ہی مسلمانوں کی تباہی کا باعث بنے۔

❁❁

56- ایک بلبل ہے کہ ہے محوِ ترنّم اب تک
اس کے سینے میں ہے نغموں کا تلاطم اب تک

مفہوم: بلبل (شاعرخود) گیت گانے میں مشغول ہے، شاید اس کے سینے میں نغموں کا طوفان اُمڈ آیا ہے۔ یعنی اس کے پاس کہنے کے لیے بہت کچھ ہے۔

تشریح: یہ شعر بھی اقبال کی معروف نظم ''شکوہ'' سے لیا گیا ہے۔ اس شعر میں شاعر نے اپنے لیے ''بلبل'' کا استعارہ استعمال کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ ملّتِ اسلامیہ کا باغ اجڑ گیا ہے، ہر طرف خزاں نے ڈیرے ڈال لیے ہیں، تمام گیت گانے والے پرندے پرواز کر گئے ہیں، ہاں البتہ ایک بلبل تنہا شاخ پر بیٹھی رہ گئی ہے اور وہ مسلسل گیت گائے جا رہی ہے۔ شاعر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے مخلص رہنما ایک ایک کر کے رخصت ہو چکے ہیں لیکن ابھی ایک شخص (خود شاعر) ایسا موجود ہے جس کے سینے میں قوم کا درد موجزن ہے اور وہ سب کو بیدار کرنے کی کوشش کیے چلا جا رہا ہے۔ شاید کبھی کوئی اس کے احساسِ دردمندی میں لپٹی آواز پر توجہ مبذول کرے۔ ایک اور مقام پر شاعرِ مشرق نے اپنا یہ عندیہ کچھ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

اس اندیشے سے میں ضبطِ آہ کرتا رہوں کب تک
کہ مغ زادے نہ لے جائیں تیری قسمت کی چنگاری

❁❁

57- رشی کے فاقوں سے ٹوٹا نہ برہمن کا طلسم
عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد

مفہوم: طاقت کے بغیر ہر پیغام غیر موثر ہوا کرتا ہے۔

تشریح: اقبال نے اس شعر میں رشی اور برہمن کو علامتوں کے طور پر استعمال کیا ہے۔ اشارہ گاندھی کے مرن بھرت اور نہرو کی ہٹ دھرمی کی جانب ہے۔ رشی سے مراد مہاتما گاندھی، جو اپنے مطالبات کے لیے مرن بھرت رکھتے اور فاقے کرتے تھے، جب کہ برہمن سے مراد پنڈت جواہر لال نہرو یا وہ لوگ ہیں جو جائز یا ناجائز طور پر اقتدار پر قابض ہیں۔ اقبال کا کہنا ہے کہ محض عبادت، ریاضت اور کمزور قسم کے احتجاج سے اپنے حقوق حاصل نہیں کیے جا سکتے، اپنے پاس کچھ طاقت بھی ہونی چاہیے۔ جیسے حضرت موسیٰؑ کو اللّٰہ تعالیٰ نے عصائے کلیمی عطا کیا تھا گویا یہ طاقت کا اظہار تھا۔ اس عصا کے بغیر وہ فرعون کی طاغوتی طاقت کو محض زہد اور پرہیزگاری سے ختم نہیں کر سکتے تھے۔ ہر زمانے میں باطل کو شکست دینے کے لیے یہی طاقت کا کلیہ ہی کامیاب رہا ہے۔ اقبال نے اپنی ایک تحریر میں اس نقطۂ نظر کو یوں بیان کیا ہے:

''مذہب بغیر قوت کے محض ایک فلسفہ ہے۔''

بقول ثاقب لکھنوی:

زورِ بازو آزما، شکوہ نہ کر صیاد سے
آج تک کوئی قفس ٹوٹا نہیں فریاد سے

❁❁

58- دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے، دل یا شکم!

مفہوم: دل اور ضمیر کی آزادی کو پیٹ کی بھوک مٹانے پر ترجیح حاصل ہے۔

تشریح: زیرِ تشریح شعر میں علامہ اقبال کہتے ہیں کہ اگر آپ اپنے فیصلے اپنے دل اور اپنے ضمیر کی آواز پر کرتے ہیں تو یہی آزاد افراد اور آزاد قوم کا وتیرہ ہوا کرتا ہے۔ اگر آپ محض روزی روٹی کے لیے ضمیر کا گلہ گھونٹ دیتے ہیں تو یہی دراصل آپ کی موت ہے۔ آزاد منش افراد ہمیشہ اپنی رائے کی آزادی کو ترجیح دیتے ہیں اور غیروں کے سامنے مدد کے لیے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ خود انحصاری سے کام لینے والی اقوام ہی ہمیشہ سربلند اور سرفراز ہوا کرتی ہیں۔ امداد کے لے دریوزہ گری کرنے والی اقوام کی نہ تو عزت سلامت رہتی ہے اور نہ ہی وقار۔ جو قوم یہ فیصلہ کر لیتی ہے کہ اسے صرف اپنے وسائل اور ذرائع پر ہی انحصار کرنا ہے اور کسی صورت کسی سے کچھ طلب نہیں کرنا، وہی کامیاب اور کامران رہتی ہے۔ اقبال نے اپنے اس شعر میں بھی اسی موقف کا اظہار کیا ہے:

اے طائرِ لاہُوتی! اُس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

اسی طرح آج کے دور کے شاعر فیصل عجمی کا احساس بھی ملاحظہ ہو:

پھر یوں ہوا کہ ہاتھ سے کشکول گر پڑا
خیرات لے کے مجھ سے چلا تک نہیں گیا

❁❁

59- نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر، میرِ کارواں کے لیے

مفہوم: میرِ کارواں کے لیے رختِ سفر یہی ہے کہ اس کی نگاہ بلند، سخن دلنواز اور جاں پُرسوز ہو۔

تشریح: علامہ اقبال زیرِ تشریح شعر میں ایک بالغ نظر قیادت کی تین خوبیوں کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اعلیٰ قیادت کا نصب العین بلند ہوتا ہے، گفتگو میں دلکشی اور جاذبیت ہوتی ہے اور یہ ہمدردی کے جذبات سے سرشار ہوتی ہے۔ کسی قوم کے قائد کا زادِ سفر یہی تین خوبیاں ہوتی ہیں، ان خوبیوں سے متصف شخصیت قوم کو بامِ عروج تک پہنچا دیتی ہے۔ اگر کسی قوم کا قائد اور لیڈر ان بنیادی اوصاف سے محروم ہو تو وہ قوم کبھی بھی ترقی کی منازل طے نہیں کر سکتی۔ قیادت کی بصیرت اور بصارت عقل اور فراست اس کا اصل اثاثہ اور سرمایہ ہوا کرتا ہے۔ قوموں کی برادری میں امتیاز اور وقار صرف اسی قوم کو حاصل ہوا کرتا ہے جسے دور اندیش اور دانش مند قیادت کی نعمت میسر ہو۔ میرِ کارواں وہی ہے جو افرادِ کارواں میں یک جہتی اور یک نظری کی کیفیت پیدا کر دے اور اس کے سامنے ترقی کے اعلیٰ معیارات پیش کرے۔ علامہ اقبال کے بقول:

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

❁❁

-60 اہلِ زمیں کو نسخۂ زندگی دوام ہے
خونِ جگر سے تربیت پاتی ہے جو سخن وری

مفہوم: جو شاعری خونِ جگر سے کشید ہوتی ہے وہ اہلِ زمین کے لیے دائمی زندگی کا نسخہ ہوا کرتی ہے۔

تشریح: زیرِ نظر شعر میں علامہ اقبال نے ایسی شاعری کی تعریف کی ہے جو شاعر کا خونِ جگر پی کر پروان چڑھتی ہے۔ جب کوئی شاعر اپنا مکمل تخلیقی وجود اپنی شاعری میں تحلیل کر دیتا ہے تو اس سے ایسی شاعری نمو پاتی ہے، جو کرۂ ارض پر رہنے والوں کے لیے نسخۂ کیمیا ہوا کرتی ہے۔ بقول علامہ اقبال:

گلشنِ دہر میں اگر جوئے مئے سخن نہ ہو
پھول نہ ہو، کلی نہ ہو، سبزہ نہ ہو، چمن نہ ہو

اعلیٰ شاعری محض چند اوزان و بحور کی پابندی کا نام نہیں، یہ کئی دوسرے محرکات کا نتیجہ ہوا کرتی ہے۔ شعر وہی زندہ رہتا ہے جس میں کوئی عالمگیر حقیقت بیان کی گئی ہو۔ اچھی شاعری زندگی کے لیے ایک دائمی پیغام ہوا کرتی ہے۔ جس کی روشنی میں قافلۂ حیات منزلِ مقصود کو پا لیتا ہے۔ ''از دل خیزد و بر دل ریزد'' زیرِ تشریح شعر کا مرکزی خیال ہے۔ یعنی دل کی گہرائی سے نکلنے والی شاعری گونگے جذبوں کو گویائی اور اندھے مضامین کو بینائی عطا کر دیتی ہے۔ علامہ اقبال ہی کے الفاظ ہیں:

صد نالۂ شب گیرے ، صد صبح بلا خیزے
صد آہِ شرر ریزے ، یک شعرِ دلآویزے

خواجہ حیدر علی آتش کا اسی موضوع پر معروف شعر ہے:

کم شاعری بھی نسخۂ اکسیر سے نہیں
مستغنی ہو گیا، جسے آیا یہ فن درست

❁❁

-61 آہ یہ قومِ نجیب و چرب دست و تر دماغ
ہے کہاں روزِ مکافات اے خدائے دیر گیر

مفہوم: یا باری تعالیٰ! یہ قوم شریف اور دلیر ہے، ہنرمند اور کاریگر ہے، اس کا دماغ تیز ہے۔ اس کے باوجود غلام ہے۔ اے میرے خدا روزِ جزا و سزا کہاں ہے؟ انھیں غلام بنانے والوں کی سزا میں تاخیر کیوں؟

تشریح: زیرِ نظر شعر علامہ اقبال کی نظم ''ملا زادہ ضیغم لولابی کشمیری کا بیاض'' سے ماخوذ ہے۔ شاعر اس شعر میں کشمیریوں کے اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ اعلیٰ نسل بہت سے کمالات سے متصف ہے۔ یہ قوم اعلیٰ ہنر کی حامل ہے، اس کا دماغ چوکس ہے جو ہر قسم کی صورتِ حال سے نبرد آزما ہونے کے لیے ہمہ وقت تیار ہوتا ہے۔ اے میرے رب! تیرے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ غیر معمولی انسانی خوبیوں سے آراستہ یہ قوم کب تک ظلم و ستم سہتی رہے گی۔ کب روزِ مکافات آئے گا کہ اس قوم کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے والے اپنے کیے کی سزا پائیں اور یہ قوم آزادی کی نعمتوں سے متمتع ہو۔ اسی شاہکار نظم کا یہ شعر تشریح طلب شعر کو مزید واضح کر رہا ہے:

آج وہ کشمیر ہے محکوم و مجبور و فقیر
کل جسے اہلِ نظر کہتے تھے ایرانِ صغیر

❁❁

-62 بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں
جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

مفہوم: فن پارے میں اتنی تاثیر تو ہونی چاہیے کہ قوموں کے لیے مہمیز کا کام کر سکے، جو ہنر قوم کی روح کو جھنجھوڑنے میں ناکام رہے، بے کار ہے۔

تشریح: سرسید احمد خاں اور مولانا الطاف حسین حالی نے ادب برائے زندگی کا جو نعرہ لگایا تھا، اقبال اس کے سب سے بڑے موید ہیں۔ شاعرِ مشرق کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور کلام کا ایک ایک نقطہ Art for Life کی تفسیر ہے۔ زیرِ تشریح شعر ''ضربِ کلیم'' کی نظم ''فنونِ لطیفہ'' سے لیا گیا ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو بھی قدرتِ خداوندی کی جانب سے کوئی ہنر دیعت ہوا ہے، اسے چاہیے کہ وہ اس ہنر کو انسانی فلاح وارتقا کے لیے بھرپور انداز میں استعمال کرے۔ ان کے خیال میں شاعر، ادیب اور مغنی ومصور معاشرے کے حساس ترین افراد ہوتے ہیں، انھیں اپنے فن پاروں میں ایسا پیرایۂ اظہار اختیار کرنا چاہیے جو دیکھنے، سننے اور پڑھنے والوں کی روح میں اتر جائیں، حسرت موہانی کے بقول:

شعر دراصل ہیں وہی حسرت
سنتے ہی دل میں جو اتر جائیں

اگر فن پارے میں ایسی معجزاتی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تو اس سے قوموں کی تقدیر بدلی جا سکتی ہے۔ انھیں ستاروں کے سفر پہ روانہ کیا جا سکتا ہے۔ اقبال کا اردو و فارسی کلام بذاتِ خود اسی شعر کی تفسیر ہے، جس نے برِ عظیم بلکہ ایشیا کے کاہل وغافل مسلمانوں میں زندگی اور تحرک کی روح پھونک دی، وہ اسی نظم میں مزید فرماتے ہیں:

مقصودِ ہنر سوزِ حیاتِ ابدی ہے
یہ ایک نفس یا دو نفس مثلِ شرر کیا
شاعر کی نوا ہو کہ مغنی کا نفس ہو
جس سے چمن افسردہ ہو وہ بادِ سحر کیا

❀❀

-63 وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
شباب جس کا ہے بے داغ، ضرب ہے کاری

مفہوم: جو شخص عہدِ شباب میں بھی مثالی کردار اور حسنِ عمل کا حامل ہو، اس پر کوئی بھی خاندان اور قبیلہ فخر کر سکتا ہے۔

تشریح: شباب، انسانی زندگی میں در آنے والا ایسا دورانیہ ہے، جب جذبے جوان، امنگیں طوفان اور توانائی بھرپور ہوتی ہے۔ کچھ کر گزرنے کا جذبہ اسے کہیں نچلا نہیں بیٹھنے دیتا۔ دوسروں سے آگے نکلنے یا جائز خواہشات کی تکمیل کے لیے اس سے کسی بھی عمل یا حرکت کی توقع کی جا سکتی ہے۔ ایسے میں راست روی اور سخت کوشی سے جہاں جلد از جلد منزل کا حصول ممکن ہو سکتا ہے، وہیں ذرا سی بے احتیاطی سے اس کے بھٹکنے اور منزل سے دور جا پڑنے کے امکانات بھی بہت زیادہ ہوتے ہیں۔

سیانے کہتے ہیں کہ زندگی کے کارزار میں جوانی ایک ایسا بے لگام اور منہ زور گھوڑا ہے، جسے قابو کرنے کے لیے بے حد سوجھ بوجھ، اچھی تربیت، بے پناہ ریاضت اور مثبت کردار کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو انسان اپنے آپ کو اس عہدِ فتنہ گر سے بسلامت نکال کر لے جاتا ہے، وہی مجاہد ہے، وہی بہادر ہے، وہی سکندر ہے، وہی سلیمان ہے۔ کسی فارسی شاعر نے بالکل بجا فرمایا ہے کہ:

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری
وقتِ پیری گرگِ ظالم می شود پرہیز گار

علامہ اقبال کا پورا کلام اس بات کا عکاس ہے کہ وہ مسلم نوجوان سے بہت سی توقعات وابستہ کیے ہوئے تھے۔ اسے وہ پوری دنیا کے ساتھ ایک مثالی اور قابلِ تقلید مسلمان کے طور پر پیش کرنا چاہتے تھے، اور اس کے لیے بہت ضروری ہے کہ ہمارا نوجوان، اپنے آپ کو لہو ولعب میں مبتلا کر کے سگِ زمانہ بننے کے بجائے صراطِ مستقیم پہ چلتے ہوئے قبیلے کی آنکھ کا تارا بن جائے۔ یہاں قبیلے سے مراد محض خاندان نہیں بلکہ ملت، امت، قوم اور نوجوان طبقہ کچھ بھی مراد لیا جا سکتا ہے۔

شاعرِ مشرق کا کہنا ہے کہ اگر کوئی نوجوان اس امتحان میں کامران ٹھہرتا ہے تو اس کی بات پُر وقار، اس کا عمل بابرکت اور اس کا مستقبل تابناک ہوتا چلا جاتا ہے، ایسے میں وہ زندگی کے کسی بھی میدان میں جا نکلے، ہمیشہ کامیاب و کامران ٹھہرے گا۔ اقبال ہی کے بقول:

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

❀❀

-64 ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

مفہوم: مومن میں دو صفات بہت نمایاں ہوتی ہیں۔ جب وہ حلقۂ احباب میں ہوتا ہے تو خوش گفتاری اور عجز کا پیکر ہوتا ہے اور اگر مقابلے میں کفر ہو تو وہ ان کے لیے سیسہ پلائی دیوار بن جاتا ہے۔

تشریح: حکیم الامت علامہ اقبال محض کلمہ گو مسلمان ہونے کے قائل نہیں تھے۔ انھوں نے قرآن حکیم کا بالاستعیاب مطالعہ کیا تھا اور اسلامی فلسفے کو اس کی روح کے ساتھ سمجھا تھا۔ ان کے نزدیک محض زبان سے اقرار کرنے سے مسلمان نہیں ہو جاتا بلکہ اسلامی تعلیمات کو دل میں اتار لینے اور ان پر دل وجان سے عمل پیرا ہو جانے کا نام مسلمانی ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

علامہ اقبال اپنی شاعری میں باعمل مسلمان کے لیے ''مردِ مومن'' کی ترکیب استعمال کرتے ہیں اور گاہے گاہے اس کی صفات اور دائرہ کار سے متعلق بھی آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ فرماتے ہیں:

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

ایک جگہ مومن کی مندرجہ ذیل صفات سے مطلع کرتے ہیں:

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے ، اُدھر نکلے ، اُدھر ڈوبے ، اِدھر نکلے

زیرِ تشریح شعر میں وہ مردِ مومن کی کچھ مزید صفات کا اظہار کر رہے ہیں، ان کے نزدیک مردِ مومن نطشے کے سپر مین کی طرح نہیں جو سامنے آنے والی ہر چیز کو روندتا چلا جاتا ہے بلکہ وہ تو ایک حساس اور دردِ دل رکھنے والا انسان ہے، جو اگر اپنے اعزہ و اقربا کے درمیان ہوتا ہے تو اس کے احساسات ریشم اوڑھ لیتے ہیں اور وہ خوش اخلاقی کا پیکر بن جاتا ہے اور اگر اس کا مقابلہ باطل قوتوں سے قرار پا جائے تو وہ قوتِ ایمانی کے ساتھ ان سے ٹکرا کر ان کو پاش پاش کر دینے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔

❁❁

-65 جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

مفہوم: کسی بھی ریاست میں آمریت کا دور دورہ ہو یا جمہوریت کے نام کا ڈراما چل رہا ہو، اگر اس میں سے دین کی رہنمائی کا دامن چھوڑ دیا جائے تو وہ لوٹ مار، بدمعاشی، بربریت، کچھ بھی ہو سکتی ہے، فلاحی حکومت نہیں ہو سکتی۔

تشریح: شاعرِ مشرق علامہ اقبال رموزِ حکمرانی سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دنیا کے کسی بھی خطے میں چاہے فردِ واحد کی حکمرانی ہو، یا مغربی قوموں کے پھیلائے ہوئے نام نہاد جمہوریت کے خرخشے ہوں، اگر اس نظام کو نظامِ خداوندی کے تابع نہ کیا جائے تو وہ کبھی خیر کا علم بردار نہیں ہو سکتا اور اس سے دور رس انسانی بھلائی کی توقع نہیں رکھی جا سکتی۔

اسلام ہمیشہ رہنے والا دینِ اکمل ہے، جس میں زندگی کے جملہ مسائل کے حل سمیت امتِ مسلمہ کے رہبر و رہنما

کی صفات کا بھی تعین کر دیا گیا ہے۔ اقبال نے متعدد اشعار میں امتِ مسلمہ کے حکمران کی صفات کو آئینہ کیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

نگہ بلند ، سخن دل نواز ، جاں پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

ہماری بدقسمتی یہ رہی کہ یہاں کبھی تو گمراہ کن آمریت مسلط رہی ہے، جس میں پوری قوم فردِ واحد کے اشارۂ ابرو کے رحم و کرم پر ہوتی ہے اور کبھی مغربی قسم کی جمہوریت، جسے اقبال ویسے ہی اپنی دھرتی، اپنے عوام اور اسلامی روایات کے منافی سمجھتے ہیں۔ ان کے بقول:

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گِنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

گریز از طرزِ جمہوری ، غلامِ پختہ کاری شو
کہ از مغزِ دو صد خر، فکرِ انسانی نمی آید

❁❁

-66 کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت
وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو

مفہوم: جو لوگ (مسلمان) اپنی اعلیٰ اخلاقی و دینی روایات پر عمل پیرا رہ کر دنیا بھر کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے سکتے تھے، وہ فرسودگی اور جہالت کا شکار ہو کر دوسری قوموں کے خوشہ چیں اور کاسہ لیس بنے بیٹھے ہیں۔

تشریح: اس شعر میں دانائے راز حضرت علامہ اقبال امتِ مسلمہ سے شکوہ کناں ہیں کہ اس قوم کو خدائے بزرگ و برتر نے بہترین کتاب اور ہادیٔ دو جہاں کی ہدایت اور رہنمائی سے مستفید و مستفیض کیا تھا۔ اگر یہ ان تعلیمات کو حرزِ جاں بنائے رکھتے تو آج پوری دنیا پہ ان کی حکمرانی ہوتی۔ روئے ارضی کا ہر فعل ان کے اشارۂ ابرو کا محتاج ہوتا، لیکن بدقسمتی سے مسلمانوں نے اپنی سنہری روایات اور بے پایاں تعلیمات کو پسِ پشت ڈال دیا، اور زمانۂ جہالت کی خرافات اور دیگر اقوام کی عاداتِ قبیحہ کو اپنا لیا، جس کے نتیجے میں غلامی و نکبت ان کا مقدر ٹھہری۔

''جوابِ شکوہ'' میں موجودہ مسلمانوں کا ان کے آبا و اجداد سے موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

''جوابِ شکوہ'' ہی کا ایک دوسرا شعر ہے:

تھے تو آبا وہ تمھارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

شاعرِ مشرق اپنے کلام میں اکثر مقامات پر مسلمانوں کی زبوں حالی اور دریوزہ گری پر کڑھتے نظر آتے ہیں، بعض جگہ ان کا موازنہ ان کے پیش رووں سے کر کے انھیں عظمتِ رفتہ کا احساس دلاتے ہیں اور کہیں کہیں انھیں مستقبل کے لیے تیار کرنے کے لیے اس طرح کے مشوروں سے بھی نوازتے ہیں:

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام ، دنیا کی امامت کا

❀❀

-67 ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزر گاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

مفہوم: وہ انسان جو آسمانوں کی بلندیوں کو چھونے کی فکر میں ہے، خود آگہی اور عرفانِ ذات کے طلسمات سے ناآشنا ہے۔

تشریح: شاعرِ مشرق اس شعر میں انسان کی مادی اور روحانی ترقی کا موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ انسان جو آسمانوں کی بلندیوں کو چھونے کی فکر میں ہے، اور ستاروں اور سیاروں کی تلاش میں سرگرداں ہے، اپنی روحانی وقلبی صلاحیتوں سے بے خبر ہے۔

یہ شعر ''ضربِ کلیم'' کی نظم ''زمانۂ حاضر کا انسان'' سے لیا گیا ہے۔ اقبال نے موجودہ دور کے انسان سے یہی شکوہ کیا ہے کہ وہ سائنسی ترقی کے پیچھے تو ہاتھ دھو کر پڑا ہوا ہے، لیکن روحانی طور پر بنجر ہوتا جا رہا ہے، وہ اپنی تخلیق کے مقصد کو فراموش کیے ہوئے ہے۔ کلامِ اقبال میں یہ تصور عام پایا جاتا ہے کہ مادی ترقی ہمیشہ روحانی ابتری پر منتج ہوتی ہے۔ ان کے بقول:

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروّت کو کچل دیتے ہیں آلات

اس نظم کے ایک شعر میں وہ اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کر رہے ہیں:

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا!

اس کا سیدھا سادا حل ان کے نزدیک یہی ہے کہ:

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن ، اپنا تو بن

❀❀

-68 آئینِ جواں مرداں، حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

مفہوم: بہادر اور باکردار افراد کی ازل سے یہی ریت رہی ہے کہ وہ جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنے کی ہمت رکھتے ہیں، وہ اللہ کے شیروں کی مانند ہوتے ہیں، لومڑی جیسی بزدلی اور مکاری انھیں نہیں آتی۔

تشریح: علامہ اقبال کا یہ شعر ''بالِ جبریل'' کی غزلیات سے لیا گیا ہے، جس میں بہادر اور عظیم لوگوں کی سب سے بڑی نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ وہ راست روہی نہیں راست گو بھی ہوتے ہیں۔ وہ باطل قوتوں کے مقابل سینہ تان کے کھڑے ہوتے ہیں اور جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کرتے۔ شیرِ میسور فتح علی ٹیپو سلطان کا مشہور زمانہ قول ہے کہ:

''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بدرجہا بہتر ہے۔''

اس مقولے کو انھوں نے اپنی زندگی میں بھی لاگو کر کے دکھا دیا۔ یعنی جامِ شہادت نوش کرنا پسند کر لیا۔ دشمنوں کے سامنے گردن سرنگوں نہیں کی۔ ٹیپو سلطان اقبال کے پسندیدہ ہیروز میں سے ہیں۔ وہ انھی کے قول کو بہادر اور جری لوگوں کا آئین قرار دے رہے ہیں۔ ان کے نزدیک اصل دلیری یہ ہے کہ مشکل سے مشکل حالات میں دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے کلمۂ حق ادا کیا جائے، ان کے نزدیک مکاری اور بزدلی کی زندگی سے موت بہتر ہے۔ انھی کے بقول:

تری زندگی اسی سے ، تری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی ، نہ رہی تو روسیاہی

❀❀

JOIN ME FOR EASY ACCESS EBOOKS & NOTES
+92-310-545-450-3
Css Aspirants Forum

69- یقیں محکم ، عمل پیہم ، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

مفہوم: پختہ یقین، جہدِ مسلسل اور دنیا کا دل جیت لینے والی محبت۔ زندگی کے کارزار میں بہادر لوگ انھی ہتھیاروں کے بل بوتے پر لوگوں کے دلوں پر راج کرتے ہیں۔

تشریح: دنیا میں بہادر آدمی کے لیے کئی طرح کے معیارات قائم کیے جاتے ہیں لیکن علامہ اقبال کے نزدیک بہادر آدمی کی سب سے بڑی اور پہلی نشانی یہ ہے کہ ان کا خدا کی نصرت اور اپنی کامیابی پر پختہ یقین ہوتا ہے، بقول شاعر:

ارادے جن کے پختہ ہوں ، نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے ، وہ گھبرایا نہیں کرتے

دوسری بڑی نشانی یہ ہے کہ وہ عمل اور جہدِ مسلسل پہ کامل یقین رکھتے ہیں، یہ تسلسل اور تحرک بھی اقبال کے کلام کی نس نس سے پھوٹا پڑتا ہے:

چلنے والے نکل گئے ہیں
جو ٹھہرے ذرا کچل گئے ہیں

ان کے نزدیک بہادر اور عظیم لوگوں کی تیسری اور سب سے بڑی نشانی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے خلوص کے بل بوتے پر دلوں کو جیتنے کا ہنر بہ خوبی جانتے ہیں۔ بقول شاعر:

جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتحِ زمانہ

علامہ اقبال کے نزدیک اس دنیا میں جو شخص ان تین قسم کے ہتھیاروں سے لیس ہوتا ہے، وہ زندگی کے معرکے میں ہمیشہ سرخرو ٹھہرتا ہے۔

❀❀

70- نقش ہیں سب ناتمام، خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام، خونِ جگر کے بغیر

مفہوم: دنیا میں کوئی نقشِ تعمیر ثبت کرنا ہو یا کوئی دل ربا گیت تیار کرنا ہو، خونِ جگر کی آمیزش کے بغیر پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتے۔

تشریح: شاعرِ مشرق کسی بھی کاوش کی کامیابی کے لیے دل و جان کے ساتھ کی جانے والی محنتِ شاقہ کو انتہائی ضروری سمجھتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ تو خدا کی یاد میں آنسو بہانے کے لیے بھی دل و جگر کی خوں فشانی کو ضروری خیال کرتے ہیں:

تر آنکھیں تو ہو جاتی ہیں پر کیا لذت اس رونے میں
جب خونِ جگر کی آمیزش سے اشک پیازی بن نہ سکا

اقبال کے نزدیک کوئی بھی فن پارہ چاہے اس کا تعلق ادب سے ہو، مصوری اور موسیقی سے ہو یا تعمیرات سے، جب تک اس میں خونِ جگر استعمال نہ ہو، وہ فن پارہ شہکار کا درجہ اختیار نہیں کر پاتا۔ ایک اقبال ہی پر موقوف نہیں، اردو کے تمام بڑے ادیبوں اور فنکاروں نے خونِ جگر کی اہمیت سے پردہ اٹھایا ہے۔ میرزا غالب فرماتے ہیں:

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

اور میر تقی میر نے کیا خوب ارشاد کیا ہے:

مصرع کوئی کوئی جو کبھو موزوں کروں ہوں میں
کس خوش سلیقگی سے جگر خوں کروں ہوں میں

یہ شعر علامہ اقبال کی شہرہ آفاق نظم ''مسجد قرطبہ'' سے ماخوذ ہے، جو مسلمانوں کے فنِ تعمیرات کا دلکش نمونہ ہے اور جس کی شان و شوکت صدیوں کے سفر میں بھی ماند نہیں پڑ سکی۔

❀❀

71- آئے عشاق ، گئے وعدۂ فردا لے کر
اب انھیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

مفہوم: دنیا میں گاہے گاہے آپ کے طلب گار اور قدر دان موجود ہیں۔ اگر آپ نے انھیں اہمیت نہ دی تو پھر ایک وقت ایسا آئے گا کہ ہاتھ ملنے کے علاوہ کچھ چارہ نہ ہوگا۔

تشریح: یہ شعر علامہ اقبال کی دھوم مچا دینے والی نظم ''شکوہ'' سے لیا گیا ہے، جو ان کے اولین اردو مجموعۂ کلام ''بانگِ درا'' میں شامل ہے۔ نظم کا انداز یہ ہے کہ بارگاہِ لم یزل میں مسلمانوں کا مقدمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ امتِ مسلمہ کا وکیل عدالتِ ربی میں ایشیا بلکہ دنیا بھر میں مسلمانوں کی حالتِ زار پہ کہیں شکوہ کناں ہے اور کہیں گریہ کناں۔ خدا کی محبت اکثر مقامات پر بے تکلفی کی حدود میں داخل ہو گئی ہے، جسے بعض کوتاہ بینوں نے گستاخی سے بھی تعبیر کیا۔

شکوے کا انداز یہی ہے کہ مسلمان خدا تعالیٰ سے شکوہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے باری تعالیٰ! اس وقت تمھاری ساری رحمتیں اغیار کے کاشانوں پر نازل ہو رہی ہیں اور مسلمانوں کو محض جزائے روزِ قیامت پہ ٹالا جا رہا ہے:

قہر تو یہ ہے کہ کافر کو ملیں حور و قصور
اور بے چارے مسلماں کو فقط وعدۂ حور

جس کا نتیجہ یہ ہے کہ تمھارے نام لیوا مایوس اور بدظن ہو کر اسلام اور جذبۂ ایمانی سے بے زار ہوتے جا رہے ہیں۔ حتیٰ کہ خالص اہلِ ایمان کا نام ونشان مٹتا جا رہا ہے، اب شاید انھیں چراغ لے کر بھی ڈھونڈیں تو شاید ان کا ملنا دشوار ہے۔ ''اب انھیں ڈھونڈ'' میں ایک التجا ہے، مایوسی ہے، غصہ ہے، امید ہے، حسرت ہے اور شعر کا سارا حسن پوشیدہ ہے، دوسرا مصرع ہمیں اقبال کے استاد داغ دہلوی کے اس شعر کی یاد دلاتا ہے:

ہم سا جاں باز زمانے میں نہ پاؤ گے کہیں
لاکھ ڈھونڈو گے چراغِ رخِ زیبا لے کر

اقبال کا شعر معنویت کی وسعت اور مقصدیت کی عظمت کی بنا پر استاد سے کہیں آگے ہے۔

❁❁

-72 ربط و ضبطِ ملّتِ بیضا ہے مشرق کی نجات
ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر

مفہوم: ایشیا کے عوام اس بات سے بے خبر ہیں کہ ملّت کی شیرازہ بندی ہی میں ان کی فلاح اور بقا ممکن ہے۔

تشریح: یہ شعر اقبال کی نظم ''خضرِ راہ'' سے ماخوذ ہے، جو ان کے اولین اردو شعری مجموعے ''بانگِ درا'' کی زینت ہے۔ شعر میں شاعر نے نہایت خوب صورتی سے ایشیا کے مسلمانوں کو ان کے زوال کا سبب اور مسئلے کا خاطر خواہ حل بتا دیا ہے۔ اقبال کو اپنی قوم سے ہمیشہ یہی شکوہ رہا کہ یہ قرآن اور اسلامی تعلیمات سے دور ہو کر فرقہ فرقہ ہو گئے ہیں۔ دنیا کے سب سے عظیم دین کی پیروکاری کا دعویٰ کرنے کے باوجود ذات پات پہ فخر کرتے ہیں:

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

اسی نظم (جوابِ شکوہ) میں آگے چل کر فرماتے ہیں:

یوں تو سیّد بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

زیرِ تشریح شعر میں بھی وہ امتِ مسلمہ کو یہی وعید سنا رہے ہیں کہ اگر مسلمان دوبارہ ایک قوم بن کر ابھرنا چاہتے ہیں، دنیا میں خود کو منوانا چاہتے ہیں تو ان کا باہمی اختلافات اور ذاتی دکان داریوں کو پسِ پشت ڈال کر خالص دینِ محمدی

پر باہم ہو جانا از حد ضروری ہے۔ جب تک یہ فروعات اور ذاتی مفادات پر جھگڑتے رہیں گے، دیگر قومیں نہ صرف انھیں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتی رہیں گی بلکہ ان کو دنیا سے نیست و نابود کرنے کی بھی ہر ممکن کوشش کریں گی، لیکن اگر یہ آج بھی اللّٰہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کا عہد کر لیں تو مشرقی اقوام آج بھی مغربی اقوام سے آگے نکل سکتی ہیں۔ مسلمان آج بھی بحرِ ظلمات میں گھوڑے دوڑانے کے قابل ہو سکتے ہیں۔

❁❁

-73 یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

مفہوم: یہ بزرگوں کی نظرِ کرم تھی یا خاندانی تربیت کی تاثیر کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے بچپنے ہی میں برگزیدہ اور آنے والی نسلوں کے لیے مثالی قرار پائے۔

تشریح: ''بالِ جبریل'' کی غزل میں شامل علامہ اقبال کا یہ شعر ایک خوبصورت تلمیحاتی پس منظر لیے ہوئے ہے۔ معمارِ کعبہ اور موحدِ اعظم حضرت ابراہیم خلیل اللّٰہ کو حکم ہوا کہ اللّٰہ کی راہ میں قربانی دو۔ انھوں نے مال و اناج اور جانوروں کی قربانی سے اس فریضے کو ادا کرنے کی کوشش کی لیکن پھر حکم ہوا، اپنی سب سے پیاری چیز کی قربانی دو۔ اس حکمِ ربانی کے بعد اپنے آس پاس کی ہر چیز پر نظر ڈالی تو نگاہ لختِ جگر پہ آ کے رُک گئی۔

ایک باپ کے لیے یہ کتنا کڑا امتحان تھا کہ وہ اپنے نورِ نظر کی گردن پہ چھری چلانے کا فیصلہ کر لے، یہ مرحلہ کتنا دشوار ہو جاتا اگر بیٹا اس فیصلے پہ انکار یا ناراضی کا اظہار کر دیتا، لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ باپ نے جیسے ہی بیٹے کو اللّٰہ کے حکم اور اپنے فیصلے سے آگاہ کیا، وہ اللّٰہ کی رضا اور باپ کی فرماں برداری کی خاطر جھٹ اس قربانی کے لیے تیار ہو گیا۔ اگر ہم اس واقعے اور عظیم قربانی کی مثال کے ہوتے ہوئے بھی آج اپنے معاشرتی حالات کے تناظر میں جائزہ لیں تو آج بھی یہ دنیا کی مشکل ترین سنت ہے، جسے پورا کرنے کے لیے ابراہیمؑ جیسا ایمان اور اسماعیلؑ جیسی تسلیم و رضا درکار ہے۔

شاعر تاریخ کے اس انوکھے واقعے پر انگشت بدنداں ہے کہ یہ جذبہ ایک ننھے منے بچے میں کیسے پیدا ہو گیا۔ یہ عطیۂ خداوندی تھا یا خانوادہ ابراہیم کی تربیت کا شاہکار کہ ایک صغیر سن بیٹے میں ادب و آداب کا یہ کمال پیدا ہو گیا کہ جس کی دوسری مثال پیش کرنا تاریخ کے لیے ممکن نہ رہا۔ موت کو ہنس کے گلے لگا لینے والوں کے لیے ایک شاعر نے کہا تھا:

یہ تو کوئی منصور بتائے تو بتائے ہے
سولی پہ تڑپنے میں مزا ہے کہ نہیں ہے

یا پھر منظور حسین منظور نے اسی مفہوم کو کتنے دلآویز انداز میں بیان کیا ہے:

یہ فیضانِ نظر بخشا گیا ہے اہلِ مکتب کو
خزف ریزوں سے کر لیتے ہیں جو لعل و گہر پیدا

❁❁

-74 مقامِ پرورشِ آہ و نالہ ہے یہ چمن
نہ سیرِ گُل کے لیے ہے نہ آشیاں کے لیے

مفہوم: یہ دنیا انسان کے لیے ایک آزمائش ہے، عیش و عشرت یا مستقل قیام کے لیے نہیں۔

تشریح: علامہ کا یہ شعر بھی ''بالِ جبریل'' کی غزلیات سے لیا گیا ہے، جس میں دنیا کی اصل حقیقت انسان پہ واضح کی گئی ہے۔ ہمارے ہاں بے شمار انسان اس عارضی دنیا کے حصول میں ساری توانائیاں صرف کیے ہوئے ہیں۔ وہ ذرا ذرا سی تکلیفوں پہ رونے لگتے ہیں جب کہ علامہ سمیت ہمارے تمام فلسفی، صوفیہ اور دانشور اس بات پر متفق ہیں کہ یہ دنیا دکھوں کا گھر ہے، دارالمحن ہے اور آزمائش ہے، بقول علامہ اقبال:

آیا ہے تو جہاں میں مثالِ شرار دیکھ
دم دے نہ جائے ہستیِ ناپائیدار دیکھ

اور بقول ڈاکٹر تیمور حسن تیمور:

تم کوئی اس سے توقع نہ لگانا مرے دوست
یہ زمانہ ہے ، زمانہ ہے ، زمانہ مرے دوست

اقبال فرماتے ہیں کہ یہ دنیا، جس کی چکا چوند بے شمار لوگوں کی نظروں کو خیرہ کیے ہوئے ہے، اس کا مقصدِ تخلیق بالکل مختلف ہے، یہ حقیقی اور دائمی دنیا کو جوائن کرنے کے لیے ایک ٹیسٹ یا ٹیسٹ کیس کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ نہ تو بلبل کی طرح باغ میں چہچہے کرنے، گل چھرّے اڑانے اور بے فکری دکھانے کے لیے ہے اور نہ ہی مستقل ٹھکانہ بنانے کے لیے، بقول خواجہ میر درد:

دیدوادید جو ہو جائے غنیمت سمجھو
جوں شرر ، ورنہ ہم ، اے اہلِ نظر ، جاتے ہیں

شعر میں چمن، گل، آشیاں کے الفاظ صنعتِ مراعات النظیر کے لیے معاونت کر رہے ہیں

❁❁

-75 اندھیری شب ہے جدا اپنے قافلے سے ہے تُو
ترے لیے ہے مرا شعلۂ نوا قندیل

مفہوم: اے مسلم نوجوان! تیرے چاروں جانب بے یقینی کی سیاہ رات ہے، دوسرا المیّہ یہ ہے کہ تُو اپنے مرکز و محور سے بچھڑ چکا ہے، ایسے میں اگر تُو چاہے تو میرے اشعار و افکار تیرے لیے روشنی کی کرن ثابت ہو سکتے ہیں۔

تشریح: علامہ کا یہ شعر بھی ''بالِ جبریل'' کی غزلیات سے ماخوذ ہے، جس میں اُمتِ مسلمہ کی اسلامی تعلیمات سے دوری اور عالمی منظر نامے میں نکبت و خواری کا غم نمایاں ہے۔ بالخصوص برصغیر کا مسلمان جو ایک طرف افرنگی تہذیب کو للچاتی نظروں سے دیکھ رہا ہے اور دوسری جانب بھائی چارے کے نام پر زُنّاری خرافات کو حرزِ جاں بنائے ہوئے ہے۔ ایسے میں ایک سچا اسلامی عالم دین ہی ایمانی اور قرآنی روشنی کی مدد سے ان کے لیے درست سمت کا تعین کر سکتا تھا لیکن افسوس صد افسوس کہ برعظیم میں وہ بھی ناپید ہے، اسے فروعات، مکروہات اور فسادات ہی سے فرصت نہیں، بقول حکیم الامت:

نہ فلسفی سے نہ مُلّا سے ہے غرض مجھ کو
یہ دل کی موت ، وہ اندیشہ و نظر کا فساد

ایسے میں اقبال نوجواں مسلم کو یہ نوید سنا رہے ہیں کہ تو اگر اس تاریکی اور بے راہ روی سے نجات کا خواہاں ہے تو میرا کلام تیرے لیے روشنی کا مینار بن سکتا ہے۔ علامہ اقبال کی اس بات میں رتی بھر مبالغہ نہیں کہ ان کا کلام مسلم نوجوان کے لیے سچی اسلامی روح اور دردِ دل سے لبریز ہے۔ ''بالِ جبریل'' کی انھی غزلیات میں ان کا ارشاد ہے:

مری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ
کہ میں ہوں محرمِ رازِ درونِ مے خانہ

❁❁

-76 کیا گیا ہے غلامی میں مبتلا تجھ کو
کہ تجھ سے ہو نہ سکی فقر کی نگہبانی

مفہوم: اے مسلمان تو آج اس لیے غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے کہ تجھ سے اپنے فقر اور استغنا کی حفاظت نہیں ہو سکی۔

تشریح: یہ شعر علامہ اقبال کی ''ضربِ کلیم'' میں شامل نظم ''سلطانی'' سے لیا گیا ہے، جس میں مسلمانوں کو باور کرایا گیا ہے کہ اصل سلطانی زر و جواہر یا دنیاوی عہدے سے ہاتھ نہیں آتی بلکہ اس کے لیے فقر کی روح سے واقف ہونا ضروری ہے، اس شعر کی تفہیم کے لیے اسی نظم کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے
وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روحِ قرآنی
یہی مقام ہے مومن کی قوتوں کا عیار
اسی مقام سے آدم ہے ظلِّ سُبحانی

شاعرِ مشرق نے لندن گول میز کانفرنس کے دوران میں نوجوان جاوید اقبال کے گراموفون کی فرمائش کرنے پر جاوید اقبال بلکہ پوری نوجوان نسل کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا تھا:

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

اقبال نے اپنے کلام میں مسلمانوں کو قرونِ اولیٰ اور زمانے بھر سے مثالیں دے دے کر سمجھایا کہ اصل دوست روپیا پیسا نہیں بلکہ بے نیازی اور غیرتِ ایمانی ہے۔ اگر آپ دنیاوی دولت کو جوتے کی نوک پہ رکھتے ہوئے دل بیدار اور مثالی کردار کے مالک بن جائیں گے تو شہنشاہی خود تمھارے سامنے سرنگوں ہونے کو تیار ہو جائے گی۔ اقبال ہی کے بقول:

کہاں سے تُو نے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی
کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

ہماری قوم کی بدقسمتی یہ ہے کہ انھوں نے بھک منگوں، بے عملوں، مسکینوں اور بہروپیوں کو فقیر اور درویش کا درجہ عطا کر دیا اور خود گمراہی، بے عملی کی دلدل میں دھنستی چلی گئی۔ اقبال نے ''بالِ جبریل'' میں ''فقر'' کے نام سے شامل اپنی نظم میں اس فقر کے دو طرح کے فرق کو یوں واضح کیا ہے:

اک فقر سے قوموں میں مسکینی و دل گیری
اک فقر سے مٹی میں خاصیّتِ اکسیری

❁❁

مولانا محمد علی جوہر

(1878ء-1931ء)

-77 قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

مفہوم: میدانِ کربلا میں حضرت حسینؓ کی شہادت بظاہر حق کی شکست دکھائی دیتی ہے لیکن اصل میں یہ معرکہ باطل کی نکبت و ندامت پہ منتج ہوا تھا، اسلام ایسی ہی عظیم قربانیوں کے بل بوتے پر پھلتا پھولتا ہے۔

تشریح: مولانا محمد علی جوہر ایک شاعر کی حیثیت سے معروف نہیں۔ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ وہ ایک خوبصورت شاعر بھی تھے۔ اب تو ان کا کلیات بھی منظر عام پر آ چکا ہے، جسے معروف محقق اور استاد ڈاکٹر علی محمد خاں نے مرتب کیا ہے۔ مولانا جوہر کے اس زبان زدِ عام شعر میں اس کائناتی سچائی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ حق تمام تر ابتلائیں سہنے کے بعد بھی پائندہ رہتا ہے اور باطل اپنے سارے کرّ و فر اور اقتدار و اختیار کے باوجود رسوا ہوتا ہے۔

یہ شعر تلمیح کی عمدہ مثال ہے۔ مرگ اور زندہ کے الفاظ میں صنعتِ تضاد بھی موجود ہے۔

اس شعر میں اسلام کے ازلی دشمنوں کو یہ وعید بھی سنائی گئی ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اپنی دھونس، دھاندلی یا بربریت کے ذریعے دنیا سے اسلام کا خاتمہ کر دو گے، تو یہ تمھاری خام خیالی ہے، کیونکہ بقول علامہ اقبال:

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تُو امتحاں ہمارا

بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ اس دینِ برحق پر جب بھی کڑا وقت آیا ہے، یہ کمزور اور موہوم ہونے کے بجائے زیادہ نکھر اور سنور کے سامنے آیا ہے، وہ واقعہ کربلا ہو، سپین سے مسلمانوں کا اخراج ہو یا بغداد میں تعمیر ہونے والے کھوپڑیوں کے مینار، کفار کا کوئی حیلہ بھی اسلام کی مقبولیت کو کم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا بلکہ وقت کی آنکھ نے ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ:

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

❁❁

صادق حسین کاظمی

(1898ء-1989ء)

-78 تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

مفہوم: اے عقاب تیز چلنے والی مخالف ہوا سے ہرگز نہ گھبرا بلکہ یہ تیری بلند پروازی میں معاون ہے۔

تشریح: زیرِ تشریح شعر صادق حسین کاظمی کا ہے جس پر رنگِ اقبال اس قدر غالب ہے کہ بیشتر لوگوں نے یہ شعر اقبال سے منسوب کر دیا ہے۔ صادق حسین کاظمی کا یہ شعر زبانِ زدِ خاص و عام ہے بلکہ ایک ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اس شعر میں شاعر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ شاہین کی طرح بلند پرواز اور اعلیٰ عزائم رکھنے والے لوگوں کو مصائب اور مشکلات سے نہیں

گھبرانا چاہیے۔ راستے کی رکاوٹیں منزل کے حصول میں مزاحم نہیں ہونی چاہییں۔ دراصل راستے کی مشکلات بلند مقاصد کے حامل مسافر کے لیے مہمیز کا کام دیتی ہیں۔ جتنی مشکلات بڑھتی جاتی ہیں، اتنا ہی ایسے مسافر کا حوصلہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس شعر میں عقاب سے مراد بلند مقاصد کا حامل انسان ہے اور ''تندیٔ بادِ مخالف'' زندگی کی مشکلات کی علامت ہے۔ اسی نظم کے یہ دو شعر بھی زیرِ نظر شعر کی توضیح کے لیے موزوں ترین ہیں:

آتشِ غرور گر بھڑکی ہے کچھ پروا نہیں
وقت ہے شانِ براہیمی دکھانے کے لیے
دست و پا رکھتے ہیں تو بیکار کیوں بیٹھے ہیں
ہم اٹھیں گے اپنی قسمت کو بنانے کے لیے

❀❀

فیض احمد فیض

(1910ء-1984ء)

-79 دنیا نے تیری یاد سے بیگانہ کر دیا
تجھ سے بھی دل فریب ہیں غمِ روزگار کے

مفہوم: محبوب! زمانے نے ہمیں اتنے دکھ دیے ہیں کہ ہمارے دل میں تمھاری یادیں تک باقی نہیں ہیں۔

تشریح: غمِ روزگار اور فکرِ معاش انسان کو اتنا مصروف کر دیتی ہے کہ انسان کو اس کے علاوہ ہر چیز بھول جاتی ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے جس کی نشان دہی فیض نے اپنے اس شعر میں کی ہے۔ فیض بڑے حسرت بھرے لہجے میں اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ میرے محبوب! دنیا نے مجھے اتنے دکھ دیے ہیں اور اتنے مسائل میں الجھا دیا ہے کہ میرے دل سے تیری محبت کا خیال بھی محو ہو کر رہ گیا ہے۔ شیخ سعدی نے کیا خوب کہا تھا:

چناں قحط سالے شد اندر دمشق
کہ یاراں فراموش کردند عشق

وہی کیفیت کچھ ہماری ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم بڑے دلکش اور دل فریب تھے اور تمھارے دیدار سے دل باغ باغ ہو جاتا تھا لیکن کیا کیا جائے کہ دنیا نے اتنے غم دیے ہیں جن کا کوئی انت ہے نہ شمار۔ اب تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ غمِ دوراں غمِ جاناں سے زیادہ اہمیت اختیار کر چکا ہے۔

اور بھی دکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا
راحتیں اور بھی ہیں، وصل کی راحت کے سوا

❀❀

-80 ہے اہلِ دل کے لیے اب یہ نظمِ بست و کشاد
کہ سنگ و خشت مقید ہیں اور سگ آزاد

مفہوم: اربابِ اختیار نے کیا خوب انتظام کیا ہوا ہے کہ کتوں کو تو ہر طرح سے آزادی دے رکھی ہے اور اینٹ پتھروں کو باندھ رکھا ہے، جن سے کتوں کی خبر لی جاتی ہے۔

تشریح: فیض کی معروف نظم ''نثار میں تیری گلیوں کے'' سے ماخوذ اس شعر میں موجودہ انسانی معاشرے کا خوب نقشہ کھینچا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں اربابِ اختیار نے کتوں کو ہر طرح کی آزادی دے رکھی ہے کہ جہاں چاہیں دندناتے پھریں، جس کو چاہیں کاٹیں، جس پر چاہیں بھونکیں اور اینٹ پتھروں کو باندھ رکھا ہے جن سے ان کی خبر لی جا سکتی تھی۔ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ وطن کے بدخواہوں پر تو کسی طرح کی کوئی قدغن نہیں، کوئی روک ٹوک نہیں، جو چاہیں کرتے پھریں مگر وطن کے خیر خواہوں پر ہر قسم کی پابندیاں عائد ہیں۔ کیا یہ ملک ہزاروں قربانیوں کے بعد ہم نے اس لیے حاصل کیا تھا کہ چند مفاد پرست تو کھل کھیلیں اور عوام الناس سسک سسک کر زندگی گزاریں۔

نثار میں تیری گلیوں کے اے وطن کہ جہاں
چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے

دراصل فیض کا یہ کہنا ہے کہ یہ کیسی آزادی ہے کہ یہاں کُھل کر کوئی بات بھی نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی کچھ کہنے کی جسارت کرتا ہے تو اسے پابندِ سلاسل کر دیا جاتا ہے۔

❀❀

-81 چمن پہ غارتِ گل چیں سے جانے کیا گزری
قفس سے آج صبا بے قرار گزری ہے

مفہوم: قفس کو چھو کے گزرنے والی صبا کی بے چینی بتا رہی ہے کہ غارت گر (پھول نوچنے والی) قوتوں نے چمن کی خوبصورتی کو مزید داغ دار کر دیا ہے۔

تشریح: چمن، گل چیں اور صبا کے الفاظ کی مناسبت سے فیض احمد فیض کا یہ شعر صنعت مراعات النظیر سے متصف ہے۔

تشریح طلب شعر میں چمن کی علامت وطنِ عزیز، گل چیں کی علامت ملک دشمن اور مفاد پرست عناصر اور صبا کی علامت ہم وطنوں اور ملکی صورتِ حال کے لیے استعمال کی گئی ہے فیض احمد فیض نے ان علامات کو اپنی شاعری میں تواتر کے ساتھ استعمال کیا ہے بلکہ وطنِ عزیز کی سیاسی و معاشرتی صورتِ حال کے لیے مزید نہایت اچھوتی اور منفرد علامات وضع کی ہیں۔ تقسیم ملک کے حوالے سے ہونے والی خون ریزی اور بدنظمی کے تناظر میں انھوں نے کہا تھا:

یہ داغ داغ اجالا ، یہ شبِ گزیدہ سَحَر
ہمیں انتظار تھا جس کا ، یہ وہ سَحَر تو نہیں

تشریح طلب شعر میں بھی شاعر نے وطن عزیز کے لوگوں کی بے چینی اور مسائل کی طرف بلیغ اشارہ کرتے ہوئے اپنی تشویش کا اظہار کیا ہے۔ ''جانے کیا گزری'' میں بظاہر بے نیازی اور بے خبری کا انداز پایا جاتا ہے لیکن اصل میں یہ مفاد پرست، موقع پرست اور ملی وسائل پر ناجائز طریقے سے قابض قوتوں کی بداعمالیوں کے مسلسل اور کبھی ختم نہ ہونے والے ظلم وستم اور ان کے دیر تک رہنے والے اثرات کی طرف اشارہ ہے۔ انھی علامات کے ساتھ فیض کا یہ شعر بھی قابل توجہ ہے:

قفس اداس ہے یارو صبا سے کچھ تو کہو
کہیں تو بہرِ خدا آج ذکرِ یار چلے

❁❁

مجید امجد

(1914ء-1974ء)

82- آہ اُن گردن فرازانِ جہاں کی زندگی
اک جھکی ٹہنی کا منصب بھی جنھیں حاصل نہیں

مفہوم: ان متکبر اور مغرور لوگوں کی زندگی پر افسوس ہے جو تمام تر وسائل ہونے کے باوجود کسی کا سہارا نہیں بنتے۔

تشریح: یہ شعر اردو نظم کے منفرد شاعر مجید امجد کی نظم ''ایک کوہستانی سفر کے دوران میں'' سے لیا گیا ہے۔ جس میں پہاڑ کے مشکل اور دشوار گزار رستے کی تصویر کشی کی گئی ہے، جہاں ایک خطرناک موڑ کہ جہاں آدمی کے گرنے کا احتمال ہوسکتا ہے، وہاں قدرتی طور پر ایک درخت اس انداز سے جھکا ہوا ہے کہ لوگ گزرتے ہوئے اس کی ٹہنی کا سہارا لے کر سہولت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔

شاعر نے ایک جھکے ہوئے درخت کو مثال بنا کر ایسے بے شمار لوگوں کو جھنجھوڑا ہے، جنھیں قدرت نے ہر طرح کے

وسائل سے مالا مال کیا ہے، وہ اپنی عیش و عشرت میں لگن سے مگن ہیں۔ انھیں اتنی توفیق بھی نہیں ہے کہ وہ کس مپرسی میں کسی کا ہاتھ تھام لیں۔ کسی بیوہ کا سہارا بن جائیں، جہیز کی وجہ سے باپ کی دہلیز پہ بوڑھی ہو جانے والی لڑکیوں کی مالی مدد کر دیں، فیس اور کتابیں نہ ہونے کی بنا پر تعلیم سے محروم ہو جانے والی معصوم نسل کو علم کی روشنی عطا کر دیں۔ یا لوگوں کی زندگیوں میں آسانیاں پیدا کرنے کے لیے اپنے وسائل کا کوئی حصہ وقف کر دیں۔ ایسے لوگوں سے اُس جھکے ہوئے درخت کی شاخ کہیں مفید اور کارآمد ہے، جو راہ گیروں کی دست گیری میں مصروف ہے۔ پنجابی زبان کے ایک منفرد شاعر ماسٹر الطاف کا حسبِ حال شعر ہے:

ہر اک شے دے ہندیاں سندیاں
کُج بندیاں کول کش نئیں ہندا

(ترجمہ: تمام تر وسائل کے ہوتے ہوئے بھی بعض لوگ اپنی کم ظرفی اور کنجوسی کی بنا پر کسی کے کام نہیں آتے۔)

❁❁

احسان دانش

(1914ء-1982ء)

83- ہے نوشتے کا یقیں ، ناسازئ ذوقِ عمل
حوصلے مرے توکل تک مجھے لائے نہیں

مفہوم: صرف لکھے لکھائے یعنی تقدیر کے آسرے پہ بیٹھ رہنا انسان کو عمل سے دور کر دیتا ہے۔ میرا ولولہ مجھے تقدیر کے بجائے تدبیر پہ آمادہ رکھتا ہے۔

تشریح: ادب، فلسفہ، تصوف، اس میں جبر و قدر، تقدیر اور تدبیر کا مسئلہ عرصہ دراز سے زیر بحث رہا ہے۔ ایک طبقے کے نزدیک انسان مجبورِ محض ہے، وہ اپنی مرضی سے کچھ بھی کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا بلکہ جو اس کی قسمت میں لکھ دیا گیا ہے، وہی ہو کر رہے گا۔ اردو شاعری میں اس طبقے کے امام میر تقی میر ہیں، جن کا فرمان ہے:

ناحق ہم مجبوروں پہ یہ تہمت ہے مختاری کی
چاہتے ہیں سو آپ کریں ہیں ہم کو عبث بدنام کیا
یاں کے سپید و سیہ میں ہم کو دخل جو ہے سو اتنا ہے
رات کو رو رو صبح کیا یا دن کو جوں توں شام کیا

نظریہ قدر کے ماننے والوں کا عقیدہ ہے کہ انسانی کوشش و کاوش تقدیر کو بدل دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس

نظریے کا سب سے بڑا نمایندہ اقبال ہے، جن کا ارشاد ہے:

عبث ہے شکوۂ تقدیرِ یزداں
تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں ہے؟

ایک جگہ فرماتے ہیں:

ہو اگر خود نگر و خودگر و خودگیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

تشریح طلب شعر کے خالق احسان دانش بھی اقبالی نظریے کے پرچارک ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ انسان اگر نوشتے یعنی پہلے سے لکھی ہوئی تقدیر کا پابند ہو کے ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھ رہے تو ناکامی اس کا مقدر ٹھہرے گی، وہ ذوقِ عمل کی لذت سے محروم ہوتا چلا جائے گا۔ شاعر کا کہنا ہے کہ اس کا حوصلہ اور عزم بلند ہے، وہ کہتا ہے کہ میں اپنی تقدیر کو تدبیر سے بدل دینے کا یقین رکھتا ہوں، اس لیے خالی توکل، میرے راستے کی دیوار نہیں بن سکتا، قرآن پاک میں بھی ارشاد ہے کہ: ''انسان کے لیے وہی کچھ ہے، جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔'' احسانِ دانش کی اپنی ذاتی زندگی بھی جہدِ مسلسل اور طویل ریاضت سے عبارت ہے۔

❁❁

-84 دل یہ کہتا ہے فراقِ انجمن سہنے لگوں
شہر کی رنگینیاں چھوڑوں ، یہیں رہنے لگوں

مفہوم: جی یہ چاہتا ہے کہ دوستوں کی محافل سے اب کنارہ کشی اختیار کر لوں اور شہر کی رنگا رنگ اور تھکا دینے والی زندگی ترک کر کے دیہات میں مستقل سکونت اختیار کر لوں۔

تشریح: یہ شعر شاعرِ مزدور جناب احسان دانش کی خوبصورت نظم ''دیہات کی شام'' سے لیا گیا ہے، جس میں انھوں نے دیہات کے چرواہوں، چوپالوں اور ریلوے سٹیشن کے پرسکون ماحول کا موازنہ شہر کی مصروف زندگی کے ساتھ کیا ہے۔ شاعر کی ابتدائی زندگی دیہات میں گزری اور بعد میں وہ اپنی معاشی ضرورتوں کے تحت شہر منتقل ہو گئے۔ انھوں نے دونوں معاشروں کا نہایت دقتِ نظر سے مشاہدہ کیا، انھیں جو شہرت، کامیابی اور مرتبہ ملا، وہ بھی شہر کا عطا کردہ ہے۔ اس کے باوجود جب شہر میں ان کا ایک حلقۂ احباب وجود میں آ چکا ہے، انھیں بڑی بڑی محافل اور مشاعروں میں عزت و احترام کے ساتھ بلایا جاتا ہے، اس کی رومانویت اور فطرت پسندی، مادیت پر غالب آ رہی ہے اور اس کا دل شہر کی چکا چوند اور گہما گہمی کو چھوڑ کر دیہات کے سادہ تمدن میں جا بسنے کے لیے مچل رہا ہے۔

دیگر زبانوں کی طرح ہمارے اردو شعرا نے بھی دیہات کی سادہ، مخلص اور فطری زندگی کو شہر کی مصروف اور

مصنوعی زندگی پر ترجیح دی ہے۔ شاعرِ مشرق نے کہا تھا:

حسنِ بے پروا کو اپنی بے نقابی کے لیے
ہوں اگر شہروں سے بن پیارے تو شہر اچھے کہ بن

اور معروف شاعر ناصر کاظمی نے خود کو اور اپنے پرخلوص دوستوں کو یہ دعا دی تھی:

نہایت ہی سادہ ہے تُو اور زمانہ عیّار
خدا کرے تجھے شہر کی ہوا نہ لگے

شاعرِ مشرق ہی کا ارشاد ہے:

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کہستانی

❁❁

سید ضمیر جعفری

(1918ء۔1999ء)

-85 پہلے کشتی ڈوب جاتی تھی نظر کے سامنے
اب گرے گا بحرِ اوقیانوس کے پار آدمی

مفہوم: سائنس کی ترقی سے پہلے والی موت نسبتاً آسان تھی۔ سائنسی ایجادات نے اسے تکلیف دہ بنا دیا ہے۔

تشریح: سید ضمیر جعفری کا شمار اردو کے نہایت باکمال مزاح گو شعرا میں ہوتا ہے۔ زیرِ نظر شعر ان کی خوبصورت نظم ''آدمی'' سے لیا گیا ہے۔ انھوں نے اپنی اس نظم میں موجودہ دور کے آدمی کی زندگی کے مختلف گوشوں کو نہایت لطیف اور شگفتہ انداز میں موضوع بنایا ہے۔ ان کا کہنا ہے سائنس اگرچہ انسان کی معاون و مدد ہے، اس نے انسان کو بے شمار سہولتیں اور آسانیاں عطا کی ہیں لیکن ان تمام تر کمالات کے باوجود اس کے کچھ تاریک اور تکلیف دہ پہلو بھی ہیں، جن کی طرف ہمارے متعدد شعرا نے اشارہ کیا ہے۔ کسی زمانے میں شاعرِ مشرق نے فرمایا تھا:

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروّت کو کچل دیتے ہیں آلات

ضمیر جعفری فرماتے ہیں کہ سائنس کی سفری سہولتیں اپنی جگہ لیکن یہ المیہ بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ پہلے اگر انسان کو کوئی سفری حادثہ پیش آتا تھا تو زیادہ سے زیادہ کشتی کسی بھنور میں پھنس کے ڈوب جاتی تھی، کوئی مرجاتا، کوئی بچ بھی

نکلتا تھا، مرنے والوں کی لاشیں لواحقین اپنے ہاتھوں سے دفن کر لیتے تھے، جس سے ان کے دل کو کچھ سکون مل جاتا تھا لیکن اب ہر شخص کے دل و دماغ کو امریکہ اور گرین کارڈ نے مفلوج کر دیا ہے۔ اب ہر شخص امریکہ جانے کا خواب دیکھ رہا ہے جہاں کوئی کسی کا پرسانِ حال نہیں ہوتا۔ اس لیے شاعر نئی تہذیب کو سر آنکھوں پر بٹھانے کے لیے کسی طرح تیار نہیں بلکہ اس سے گریزاں ہے۔ مولانا ظفر علی خاں نے اسی بنا پر نئی تہذیب کو اپنانے سے نفرت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

تہذیبِ نو کے منہ پہ وہ تھپڑ رسید کر
جو اس حرام زادی کا حلیہ بگاڑ دے

❁❁

ناصر کاظمی

(1925ء۔1972ء)

86- بس اک موتی سی چھب دکھا کر، بس اک میٹھی سی دھن سنا کر
ستارۂ شام بن کے آیا، برنگِ خوابِ سحر گیا وہ

مفہوم: کیسا عزیز دوست تھا، جس کی روشن تصویر آج بھی آنکھوں میں ہے، کانوں میں اس کے الفاظ رس گھولتے ہیں، وہ ہماری زندگی میں شام کو طلوع ہونے والے ستارے کی طرح نمودار ہوا اور صبح کے خواب کی طرح غائب ہو گیا۔

تشریح: یہ شعر ناصر کاظمی کی شہرۂ آفاق غزل سے لیا گیا ہے، یہ غزل طویل اور مترنم بحر میں ہے اور پڑھنے والے پر خاص کیفیت طاری کر دیتی ہے۔ یہ اردو شاعری کا خاص موضوع ہے جس میں بچھڑنے والے دوست کو یاد کرتے ہوئے اس کی کمی کو محسوس کیا جاتا ہے۔ ناصر کاظمی نے ہندی الفاظ کے خوبصورت استعمال کے ذریعے شعر کا حسن دوبالا کر دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہ میری زندگی میں اس طرح آیا جیسے کسی کو کوئی موتی، گوہر یا خزانہ حاصل ہو جائے اور خزانہ بھی ایسا جس کی چمک نظروں کو خیرہ کر دیتی ہے۔ اس کی آواز ایسی مدھر اور مترنم تھی، جو کانوں میں رس گھولتی تھی، وہ میری زندگی میں شام کو آسمان پہ طلوع ہونے والے خوبصورت ستارے کی مانند آیا اور پھر ایک دن زندگی سے ایسے نکل گیا جیسے صبح ہو جانے پر کوئی سہانا سپنا ٹوٹ جائے، خوبصورت تشبیہات نے شعر کو چار چاند لگا دیے ہیں اور عمدہ تراکیب شعر میں نگینے کی طرح جڑی ہوئی ہیں۔ اسی مفہوم کو ہمارے دیگر شعرا نے بھی اپنے اپنے انداز میں بیان کیا ہے۔ احمد فراز فرماتے ہیں:

وہ گیا تو ساتھ ہی لے گیا، سبھی رنگ اتار کے شہر کا
میرے شہر میں اک شخص تھا کسی دور پار کے شہر کا

خالد شریف کا زبان زدِ عام شعر ہے:

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

اور پروین شاکر کی حیرانی اور جدائی کی کیفیت ان الفاظ میں شعر کا روپ بھرتی ہے:

نہیں نہیں یہ خبر دشمنوں نے دی ہو گی
وہ آئے، آ کے چلے بھی گئے، ملے بھی نہیں

❁❁

احمد ندیم قاسمی

(1914ء۔2006ء)

87- کون کہتا ہے کہ موت آئی تو مر جاؤں گا
میں تو دریا ہوں سمندر میں اتر جاؤں گا

مفہوم: مجھے موت نہیں آ سکتی۔ میری زندگی کا دریا سمندر سے ہم کنار ہو جائے گا لہٰذا موت میری زندگی کی توسیع ہو گی۔

تشریح: احمد ندیم قاسمی کا یہ شعر شاعرانہ تعلّی ہونے کے باوجود حقیقت کے بالکل قریب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک تخلیق کار ہوں، میں ایک شاعر ہوں، میں ایک فنکار ہوں، میری جسمانی موت مجھے مار نہیں سکتی کیونکہ میں اپنے چاہنے والوں کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہوں گا۔ میری زندگی کا دریا موت کے سمندر سے ہم آغوش ہو کر اسے وسعت آشنا کر دے گا۔ ہنر، فن اور تخلیق ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ تخلیقی لفظ میں بڑی توانائی ہوتی ہے۔ لفظ پر موت واقع نہیں ہوتی۔ لفظ لکھنے والا بھی زندہ رہتا ہے۔ یہی اس شعر کا مرکزی نکتہ ہے۔ بقول پروین شاکر:

مر بھی جاؤں تو کہاں، لوگ بھلا ہی دیں گے
لفظ میرے، میرے ہونے کی گواہی دیں گے

کسی بڑے مقصد کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دینے والے لوگ طبعی موت مر جانے کے باوجود بھی زندہ رہتے ہیں۔ ان کا مشن جاری رہتا ہے اس لیے ان کی یاد زندہ رہتی ہے۔ اسی طرح شہدائے وطن جو ارضِ وطن کے لیے جان قربان کر دیتے ہیں، وہ بھی ہمیشہ کے لیے امر ہو جاتے ہیں۔ ایسے تمام لوگوں پر اس شعر کا اطلاق ہوتا ہے:

❁❁

88- عمر بھر سنگ زنی کرتے رہے اہلِ وطن
یہ الگ بات کہ دفنائیں گے اعزاز کے ساتھ

مفہوم: عمر بھر اہلِ وطن صاحبانِ فن پر پتھر برساتے رہتے ہیں مگر جب وہ فوت ہو جاتے ہیں تو انھیں نہایت اعزاز سے دفناتے ہیں اور انھیں ان کے تخلیقی کام پر خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

تشریح: احمد ندیم قاسمی کا یہ شعر ایک مسلمہ سماجی حقیقت کی نقاب کشائی کر رہا ہے۔ ہمارے ہاں یہ رسم اور یہ روایت نہایت مضبوط اور مستحکم ہو چکی ہے کہ ہم کسی بھی صاحبِ فن کی اس کی زندگی میں قدر نہیں کرتے۔ کسی بھی تخلیق کار کو ہم زندگی میں کسی اعزاز کے قابل نہیں سمجھتے۔ اسے کسی ایوارڈ سے نہیں نوازتے۔ حالانکہ اس کی قدر شناسی اور اعترافِ فن اس کی زندگی میں ہی ہونا چاہیے۔ یہ ہمارا سماجی طرزِ عمل بن چکا ہے۔ جس کی نشان دہی شاعر نے اس شعر میں بجا طور پر کی ہے۔ دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد ہم تخلیق کار کی تخلیقی صلاحیتوں کا کھل کر اعتراف کرتے ہیں، اس کے مرقد پر پھولوں کی چادریں چڑھاتے ہیں۔ اس کے دن مناتے ہیں اور اس کی یاد میں بڑی بڑی تقریبات منعقد کر کے اسے خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ یہ رویہ کسی لحاظ سے بھی صحت مندانہ نہیں ہے۔ یہ وتیرہ ہماری بیمار ذہنیت کا عکاس ہے۔ شاعر نے اس شعر میں بڑی عمدگی سے ہماری قومی نفسیات کی ایک مذموم عادت کی نشان دہی کی ہے۔ جس کی حقیقت سے کوئی بھی صاحبِ نظر انکار نہیں کر سکتا۔ بقول شاعر:

ہمارے ہی لہو نے رنگ و بو کو زندگی دی ہے
ہجومِ موسمِ گل میں ہمیں بھی یاد کر لینا

❁❁

مصطفیٰ زیدی

(1930ء-1970ء)

-89 میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں
تمام شہر نے پہنے ہوئے ہیں دستانے

مفہوم: عجیب و غریب المیہ ہے کہ قتل و غارت گری کا کھیل جاری ہے اور قاتل کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔

تشریح: یہ مصطفیٰ زیدی کا مشہورِ زمانہ شعر ہے، جس میں ایک انوکھے المیے کی نشان دہی کی گئی ہے۔ وہ المیہ جو وطنِ عزیز کو طویل عرصے سے درپیش ہے کہ چاروں جانب انسانی خون بہنے کی صدائیں سنائی دیتی ہیں، کہیں حادثے ہیں، کہیں سانحے ہیں، کہیں انسانوں کا خون ہے، کہیں ارمانوں کا، کہیں مالی استحصال ہے، کہیں اخلاقی، لیکن چاروں جانب مکاری و عیاری کا ایسا پردہ تنا ہے کہ مجرم کی نشان دہی مشکل ہو گئی ہے۔ انسانیت کے ساتھ یہ گھناؤنا کھیل کوئی آج شروع نہیں ہوا بلکہ اس کی تاریخ بھی نہایت قدیم اور گھمبیر ہے۔ ماضی کے ایک شاعر نے بھی اس معاشرتی المیے کو ذاتی و جذباتی پردے میں یوں بیان کیا ہے:

خنجر پہ کوئی چھینٹ، نہ دامن پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو

ملک کے موجودہ حالات میں تو اس شعر کی معنویت اور بھی بڑھ گئی ہے، جب وطنِ عزیز میں ہر طرف جانوں کا ضیاع ہے، کہیں ٹارگٹ کلنگ ہے، کہیں ڈرون حملے ہیں، کہیں نسلی و مذہبی فسادات ہیں، کہیں مسنگ پرسنز (Missing Persons) ہیں، کہیں ڈاکے ہیں، کہیں دھماکے ہیں، کہیں خودکش حملے ہیں، کہیں لوٹ مار ہے، کہیں قوم کے ساتھ بیوپار ہے۔ دکھ کی بات یہ ہے کہ اس سب کچھ کے ہوتے ہوئے، نہ کہیں مجرم کا پتہ ہے اور نہ مجرم کی نشان دہی کرنے والے کا۔ اندھی پیس رہی ہے، کتے چاٹ رہے ہیں بلکہ بقول شیخ سعدی: ''سنگ ہا را بستند و سگاں را گشادند'' یعنی پتھروں کو باندھ رکھا ہے اور کتوں کو کھلا چھوڑا ہوا ہے۔ شاعر کو بھی لگتا ہے ایسے ہی حالات درپیش ہوں گے، جیسا کہ نظام حیدرآباد (دکن) میر محبوب علی خان آصف نے بھی اسی رنگ میں کیا خوب کہا ہے:

لاؤ تو قتل نامہ، ذرا میں بھی دیکھ لوں
کس کس کی مہر ہے سرِ محضر لگی ہوئی

❁❁

-90 انھی پتھروں پہ چل کے اگر آ سکو تو آؤ
میرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

مفہوم: میرے گھر آنا چاہو تو انھی پتھروں پر چل کر آنا ہوگا۔ تمھارے لیے میں کہکشاں کا اہتمام نہیں کر سکتا۔

تشریح: زیرِ تشریح شعر مصطفیٰ زیدی کا ہے اور ان کے مشہور و معروف شعروں میں سے ایک ہے۔ اس شعر میں شاعر نے ایک تلخ اور سنگین سماجی حقیقت بیان کی ہے۔ شاعر اپنی سماجی اور معاشی حیثیت کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے محبوب سے کہہ رہے ہیں کہ وہ اگر کٹے پھٹے ناہموار اور پتھریلے راستوں پر چل کر میرے گھر تک آ سکتا ہے تو آئے، میں اس کے قدموں میں کہکشاں بچھانے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ میرے لیے Red Carpet کے استعمال کا اہتمام ممکن نہیں ہے۔ شاعر نے بالواسطہ انداز میں اپنی کمزور معاشی حیثیت کا اظہار کیا ہے اور محبوب کو باور کرایا ہے کہ اس کے شایانِ شان خیر مقدم کرنا کسی طور بھی ممکن نہیں ہوگا۔ غالب کے درج ذیل دو شعر زیرِ نظر شعر کی وضاحت کے لیے نہایت موزوں ہیں۔

وہ آئیں گھر میں ہمارے، خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو، کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

ہوا ہوں عشق کی غارت گری سے شرمندہ
سوائے حسرتِ تعمیر گھر میں خاک نہیں

کسی بھی معزز اور محترم مہمان کی آمد پر یہ شعر ان کی خدمت عالیہ میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

❀❀

احمد فراز

(1931ء-2008ء)

91- شکوۂ ظلمتِ شب سے تو کہیں بہتر تھا
اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاتے

مفہوم: اندھیری رات کا شکوہ کرنے سے بہتر ہے کہ ہر شخص اپنے حصے کی شمع جلائے اور اندھیرا دور کرنے میں اپنا کردار ادا کرے۔

تشریح: احمد فراز نے اپنے اس شعر میں ہر شخص کو ایک مثبت پیغام دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ بجائے اس کے کہ ہر شخص اندھیری رات کا شکوہ کرے، زیادہ بہتر بات یہ ہے کہ اندھیری رات کو منور کرنے کے لیے وہ اپنا کردار ادا کرے۔ اگر ہر شخص اپنے حصے کا کردار ادا کرے گا تو یقیناً دنیا میں اندھیرے چھٹ جائیں گے۔ ناانصافی کے اندھیرے ہوں یا ظلم کے اندھیرے، غربت کے اندھیرے ہوں یا افلاس کے اندھیرے، ان تمام اندھیروں کو اجالوں میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ اس صورتِ حال پر کڑھنے کے بجائے اس کے سدِّباب کے لیے ٹھوس مساعی بروئے کار لائی جائیں۔ احتجاجی جدوجہد سے اور کوششوں سے یقیناً بڑے سے بڑے مسئلے کا حل نکالا جاسکتا ہے۔ افراد اور اقوام ملک اور معاشرے اپنی سماجی اور معاشی صورتِ حال اس شعر میں دیے گئے پیغام کی روشنی میں بخوبی بدل سکتے ہیں۔ بقول احمد ندیم قاسمی:

عمر بھر جلنے کا اتنا تو صلہ پائیں گے ہم
بجھتے بجھتے چند شمعیں تو جلا جائیں گے ہم

❀❀

92- میں تیرا نام نہ لوں پھر بھی لوگ پہچانیں
کہ آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے

مفہوم: بعض لوگوں کا کام اور کارکردگی ہی ان کا تعارف ہوا کرتی ہے۔ وہ نام نہیں اپنے کام سے پہچانے جاتے ہیں۔

تشریح: زیرِتشریح شعر احمد فراز کے زبان زدِ خاص و عام شعروں میں سے ایک ہے۔ اس شعر میں وہ کہتے ہیں کہ جو لوگ کار

ہائے نمایاں انجام دیتے ہیں۔ جن لوگوں کی کارکردگی اور خدمات غیر معمولی ہوا کرتی ہیں۔ کام ہی ان کی شناخت، پہچان، تعریف اور تعارف ہوا کرتا ہے۔ ان کے کاموں کا حوالہ دے دیا جائے تو لوگوں کو معلوم ہو جاتا ہے کہ کس شخص کا ذکر کیا جارہا ہے۔ جس طرح بادِ بہاری بہار کی آمد کی خبر دیتی ہے، بالکل اسی طرح غیر معمولی لوگ جہاں کہیں بھی موجود ہوتے ہیں، ان کی موجودگی کی سب کو بلا تاخیر خبر ہو جاتی ہے۔ محبوب کے حسن و جمال کے حوالے سے بات کی جائے تو بھی اس شعر کا مفہوم واضح ہو جائے گا کیوں کہ جس محفل میں محبوب کی آمد ہوتی ہے، وہاں یہ بتانے کی ہرگز ضرورت پیش نہیں آتی کہ محبوب آرہا ہے۔ اس کی شخصی زیبائی اور رعنائی سب اہلِ محفل کو اس کی آمد سے آگاہ کر دیتی ہے۔ بقول شاعر:

کانپ اٹھتا ہوں میں یہ سوچ کے تنہائی میں
میرے چہرے پہ ترا نام نہ پڑھ لے کوئی

❀❀

ظفر اقبال

(ولادت: 1932ء)

93- یہاں کسی کو بھی کچھ حسبِ آرزو نہ ملا
کسی کو ہم نہ ملے اور ہم کو تُو نہ ملا

مفہوم: یہ دنیا ہماری خواہشات کے تابع نہیں بلکہ یہاں عجیب معاملہ ہے کہ کسی چیز سے ہم محروم ہیں تو کوئی ہم سے محروم ہے۔

تشریح: حضرت علیؓ کا ایک معروفِ زمانہ قول ہے:

''میں نے اپنے رب کو اپنی خواہشات کے ٹوٹنے سے پہچانا۔''

ظفر اقبال کا یہ شعر خواص و عوام میں طویل عرصے سے مقبول ہے، جس میں انسانی خواہشات کی تکمیل و عدم تکمیل کی کہانی نہایت موثر انداز میں بیان ہوئی ہے۔ حضرت انسان کے ساتھ یہ سلسلہ ازل سے تا ابد جاری رہے گا کہ وہ دل کی کھیتی میں خواہشات کے بیج بوتا رہے گا، ان میں کچھ تو نمو پا کر تناور درخت بن جاتے ہیں اور کچھ زندگی کا ذائقہ چکھے بغیر ہی خاک کے ساتھ خاک ہو جاتے ہیں، بقول شاعر:

پھول کچھ تو حسرتِ جاں فزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

انھی کیفیات کا سب سے بہتر اظہار ہمیں مرزا غالب کے اس شعر میں دکھائی دیتا ہے:

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارماں ، لیکن پھر بھی کم نکلے

ظفر اقبال نے اس شعر میں اضافی نکتہ یہ اٹھایا ہے کہ ''کسی کو ہم نہ ملے'' یعنی یہ عجیب دھوپ چھاؤں کا کھیل ہے کہ ہم ستاروں کے حصول میں بھاگے جا رہے ہیں، یہ بھی نہیں سوچتے کہ شاید اسی دنیا میں ہم بھی کسی کے لیے ستارے ہی کا درجہ رکھتے ہوں اور ہم دوسروں کے جذبات کو روندنے کا سبب بن رہے ہوں۔

❀❀

شکیب جلالی

(1934ء۔1966ء)

-94 آکے گرا تھا کوئی پرندہ لہو میں تر
تصویر اپنی چھوڑ گیا ہے چٹان پر

مفہوم: ایک زخمی پرندہ چٹان پر آکے گرا اور اس پر اپنے لہو سے اپنی تصویر بنا گیا ہے۔

تشریح: شکیب جلالی کی پیکر تراشی (امیجری) ندرتِ زبان و بیان اور تکنیک آرائی کا اندازہ زیرِ تشریح شعر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ یہ شعر شاعر کی تمثال کاری پر فنی دسترس کو ظاہر کر رہا ہے۔ شعر پڑھتے ہی نظروں کے سامنے ایک تصویر کھنچ جاتی ہے، یوں محسوس ہوتا ہے ہمارے سامنے ابھی ابھی ایک زخمی پرندہ آکے گرا ہے، جس کے لہو کے چھینٹوں سے پتھر کی چٹان پر ایک تصویر بن گئی ہے۔ شکیب نے اس قسم کی لفظیات کے استعمال سے اردو غزل کو پہلی مرتبہ روشناس کرایا ہے۔ یہ ایک نیا رجحان تھا جس نے بعد میں آنے والے شعرا کی غزل پر بھی اپنے اثرات مرتب کیے۔ شاعر کا اسی نوعیت کا یہ شعر دیکھیے:

آج بھی شاید کوئی پھولوں کا تحفہ بھیج دے
تتلیاں منڈلا رہی ہیں کانچ کے گلدان پر

اور اسی مفہوم کا شعر بھی ملاحظہ کیجیے۔

کیا کروں دیدۂ تر ، یہ تو مرا چہرہ ہے
سنگ کٹ جاتے ہیں بارش کی جہاں دھار گرے

غزل علائم و رموز کی زبان ہے۔ شکیب جلالی نے اس پردے میں زیرِ تشریح شعر میں دراصل انسان کے دنیاوی رویّوں کا ذکر کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس دنیا میں بعض لوگ ایسے ضرور ہوتے ہیں جو اعلیٰ قدروں کی نہ صرف پاسداری کرتے ہیں بلکہ وہ اپنی دسترس میں رہ کر اس کی ترویج بھی ضرور کرتے ہیں۔ ہر چند اس ضمن میں ان کی آرزوئیں خون ہو

جاتی ہیں مگر وہ اعلیٰ اقدار کو اپنائے رکھتے ہیں اور اس حال میں دنیا سے رخصت ہوتے ہیں کہ لوگوں کے کرخت ذہنوں میں اپنی تصویر اور دنیا کی چٹان پر اپنا نام کندہ کر جاتے ہیں۔

❀❀

-95 فصیلِ جسم پہ تازہ لہو کے چھینٹے ہیں
حدودِ وقت سے آگے نکل گیا ہے کوئی

مفہوم: جسم کی دیوار پر تازہ خون کے دھبے یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ کوئی شخص وقت کی حد بندیاں عبور کر گیا ہے (یعنی اس نے خود کشی کر لی ہے۔)

تشریح: شکیب جلالی کا زیرِ تشریح شعر سوانحی نوعیت کا ہے۔ شروع سے ہی وہ جبلتِ مرگ کے نفسیاتی مرض میں مبتلا تھے۔ اس مرض کا مریض موت کو زندگی پر ترجیح دیتا ہے اور کسی وقت بھی خودکشی کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ سو شکیب جلالی کے ساتھ بھی یہ واقعہ پیش آیا کہ اس نے ریل کی پٹڑی پر سر رکھ دیا اور اس طرح موت کو گلے لگا لیا۔ اس شعر میں پیش بینی کی کیفیت موجود ہے۔ شاعر نے اپنی زندگی میں بھی اس امر کی پیش گوئی کر دی تھی کہ اس کے ساتھ یہ المناک واقعہ پیش آنے والا ہے۔ شاعر کی خودکشی کے بعد جسم کی دیوار پر لپٹے تازہ خون کے دھبے واضح طور پر دیکھے جا سکتے تھے۔ وقت کی حد بندیوں کو توڑ کر اب وہ موت کو گلے لگا چکا تھا۔ بقول مصطفیٰ زیدی:

بگڑ چلا ہے بہت رسم خود کشی کا چلن
ڈرانے والو ، کسی روز کر دکھاؤ بھی

اسی مفہوم کے تابع مصطفیٰ زیدی یہ شعر ملاحظہ کیجیے، جس کی تشریح ہم پہلے کر چکے ہیں:

میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں
تمام شہر نے پہنے ہوئے ہیں دستانے

❀❀

سبطِ علی صبا

(1935ء۔1980ء)

-96 دیوار کیا گری میرے خستہ مکان کی
لوگوں نے میرے صحن میں رستے بنا لیے

مفہوم: میرے کچے مکان کی دیوار گرتے ہی میرا صحن لوگوں کے لیے ایک گزرگاہ بن کے رہ گیا ہے۔

تشریح: سبطِ علی صبا کا یہ شعر ضرب المثل کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ یہ شعر سیاسی طور پر بھی معنویت کا حامل ہے جس میں سقوطِ ڈھاکا کا المیہ نہایت نفاست اور عمدگی سے بیان کر دیا گیا ہے۔ 16 دسمبر 1971ء کو پاکستان اپنوں اور غیروں کی سازشوں سے دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ یہ شعر اسی المناک واقعے کی بازگشت ہے۔ شاعر نے ارضِ وطن کو ایک کچے مکان سے تشبیہ دی ہے جس کی دیوار گرتے ہی اس کا صحن لوگوں کے لیے راستہ بن گیا۔ اس کی عزت اور آبرو برقرار نہ رہی۔ صحنِ وطن کی پامالی کے لیے شاعر نے لفظ رستے کا نہایت موزوں استعمال کیا ہے۔ رستے ہمیشہ پاؤں کے نیچے روندے جاتے ہیں، جب کہ گھر کے صحن کی ایک توقیر ہوتی ہے۔ جب تک صحن کے چاروں طرف دیواریں برقرار رہتی ہیں، صحن کا تقدس اور ناموس بھی برقرار رہتے ہیں۔ جب ہمارے دشمن نے ہمارے گھر کی حفاظتی دیوار گرا دی تو اب اسے صحن میں آنے سے کون روک سکتا تھا؟ چنانچہ ہمارے ساتھ بھی یہی ہوا کہ ہمارا گھر، ہمارا وطن، ہمارے دشمن نے دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

بقول شاعر:

نہیں کرتا جو کوئی بھی سو ہم بدبخت کر بیٹھے
خود اپنے ہاتھ سے اپنا بدن دو لخت کر بیٹھے

پاکستان کے دولخت ہونے کا واقعہ کسی سانحے سے کم نہ تھا۔ ناصر کاظمی کی یہ غزل، جس کا مطلع ہے:

وہ ساحلوں پہ گانے والے کیا ہوئے؟
وہ کشتیاں چلانے والے کیا ہوئے؟

اسی پس منظر میں ہے۔ اسی غزل کا یہ شعر بھی ملاحظہ کیجیے:

عمارتیں تو جل کے راکھ ہو گئیں
عمارتیں بنانے والے کیا ہوئے؟

❀❀

عطاء الحق قاسمی

(ولادت: یکم فروری 1943ء)

-97 ظلم بچے جن رہا ہے کوچہ و بازار میں
عدل کو بھی صاحبِ اولاد ہونا چاہیے

مفہوم: جس معاشرے میں ظلم کو کھلی چھوٹ ملی ہوئی ہو، وہاں عدل کو بے دست و پا ہو کر بیٹھنے کے بجائے حرکت میں آنا چاہیے۔

تشریح: اردو کے معروف طنز و مزاح نگار جناب عطاء الحق قاسمی کے اس شعر میں ہمارے معاشرتی رویوں پہ گہری اور لطیف طنز موجود ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جس بے حس اور کم ظرف معاشرے میں ظالم دندناتے پھرتے ہوں، ناانصافی اور بربریت کا

بازار گرم ہو، جھوٹ اور فریب کا سِکہ چلتا ہو، دھاندلی اور دست درازی عام ہو، دھونس اور لوٹ مار کا دور دورہ ہو، وہاں عدل و انصاف کی ضرورت و اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ شاعر چونکہ معاشرے کا سب سے حساس فرد ہوتا ہے، اس لیے اس کی شاعری اپنے معاشرے کی عکاس ہوتی ہے، اس شعر میں بھی کسی فرضی ماحول یا خیالی ریاست کا نقشہ نہیں کھینچا گیا بلکہ وطنِ عزیز کی تکلیف دہ صورتِ حال کی عکاسی کی گئی ہے۔

شاعر کو احساس ہے کہ ہمارے اس نام نہاد اسلامی و فلاحی معاشرے میں ظلم و ستم کا تناسب روز افزوں ہے، غریب کا حق سرِ عام چھینا جا رہا ہے، شرفا اور حق کی بات کرنے والوں کو چن چن کر قتل کیا جا رہا ہے۔ انھوں نے اربابِ بست و کشاد کو جھنجھوڑا ہے کہ ایسی ناگفتہ بہ صورتِ حال میں عدل، قانون اور انصاف کو بھی حرکت میں آ جانا چاہیے، کیونکہ رسولِ کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس معاشرے سے عدل کا خاتمہ ہو جائے، وہ معاشرے تباہ ہو جاتے ہیں۔ یہاں تو انسانیت سسک رہی ہے، قانون خاموش تماشائی ہے اور عقل و دانش انگشت بدنداں ہے بقول شاعر:

انسان کے ہوتے ہوئے انسان کا یہ حشر
دیکھا نہیں جاتا ہے مگر دیکھ رہا ہوں

❀❀

پروین شاکر

(1952ء-1994ء)

-98 اس نے جلتی ہوئی پیشانی پہ جب ہاتھ رکھا
رُوح تک آ گئی تاثیر مسیحائی کی

مفہوم: مسیحا کے دستِ شفقت میں بلا کی تاثیر تھی کہ اس کے ایک لمس نے پورے بدن میں زندگی و سرخوشی کی لہر دوڑا دی۔

تشریح: زیرِ تشریح شعر پروین شاکر کی ''خوشبو'' میں شامل معروف غزل سے لیا گیا ہے۔ شعر انوکھی نفسیاتی کیفیت کا حامل ہے، یہ وہی کیفیت ہے جسے مرزا غالب نے اپنے انداز میں یوں بیان کیا ہے:

ان کے دیکھے سے جو آ جاتی ہے مُنہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

ہجر و فراق یا عشق کی بیماری میں مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ یہاں دوا سے زیادہ مسیحا اہم ہے۔ امراض کے بجائے افراد کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ مستقبل کے بجائے ماضی پہ نظر رکھنا پڑتی ہے اور چار و ناچار انھی رویوں اور افراد کی جانب رجوع کرنا پڑتا ہے، جو وجہِ مرض ہوتے ہیں۔ میر نے ہنسی کے انداز میں کیا پتے کی بات کہہ دی ہے:

میر کیا سادہ ہیں، بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطّار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

پھر یہ شعر نفسیات کے ساتھ ساتھ لمسیات سے بھی علاقہ رکھتا ہے۔ لمسیات کی دنیا میں یہ تصور حقیقت کی حد تک راسخ ہو چکا ہے کہ بعض چیزوں کے بعض چیزوں کو چھو لینے سے، ان کی کیفیت، نوعیت اور حقیقت یکسر تبدیل ہو جاتی ہے۔ ہمارے یہاں تو پارس پتھر کی مثال پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ دی جاتی ہے۔ اس کے مقابلے میں انسانی لمس تو ایسا جاندار اور پرکیف عمل ہے، جس کے اثرات کو سائنس بھی تسلیم کرتی ہے، پروین کے ہاں لمسیات کی شاعری کئی رنگ میں سامنے آتی ہے۔ ایک اور مثال ملاحظہ کیجیے:

وہ میرے پاؤں کو چھونے جھکا تھا جس لمحے
جو مانگتا، دیتی، امیر ایسی تھی

اسی موضوع پر بھارت کے ایک شاعر کا عمدہ شعر ہے، جسے اس موضوع کا مردانہ Version کہا جا سکتا ہے:

طلسمی بدن میں نے کیا "چھو لیا
لکیریں بدلنے لگیں ہاتھ کی

❀❀

-99 ہم تو سمجھے تھے کہ اک زخم ہے بھر جائے گا
کیا خبر تھی کہ رگِ جاں میں اتر جائے گا

مفہوم: کچھ زخم وقت کے ساتھ ساتھ مندمل ہو جایا کرتے ہیں لیکن کچھ زخم ایسے بھی ہوتے ہیں جو ہمیشہ کے لیے روح کا آزار بن جاتے ہیں۔

تشریح: پروین شاکر کے زیرِ تشریح شعر میں ایک مسلمہ حقیقت بیان کی گئی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ محبوب سے محرومی اور محبوب کی جدائی اور بے التفاتی کا زخم وقت کے ساتھ ساتھ مندمل ہو جایا کرتا ہے۔ زخمِ جدائی کے لیے وقت بہترین مرہم ہوا کرتا ہے۔ مگر محبت کا یہ زخم اتنا گہرا اور اتنا کاری ہے کہ روح کا مستقل آزار اور ناسور بن کر رہ گیا ہے۔ وقت کا مرہم اسے مندمل کرنے میں ناکام رہا ہے۔ درد کی شدت اور حدت آئے دن بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ اس زخم نے روح کی پہنائیوں میں مضبوط جڑیں پکڑ لی ہیں۔ اس کی وجہ سے نہ دن کو سکون میسر ہے اور نہ ہی رات کو آرام۔ بقول شاعر:

انگڑائی پہ انگڑائی لیتی ہے رات جدائی کی
تم کیا جانو، تم کیا سمجھو، بات میری تنہائی کی

مصحفی کا یہ شعر بھی زیرِ تشریح شعر کے ضمن میں نہایت برمحل ہے:

مصحفی ہم تو یہ سمجھے تھے کہ ہوگا کوئی زخم
تیرے دل میں تو بہت کام رفو کا نکلا

❀❀

ڈاکٹر خورشید رضوی

(ولادت: 8 دسمبر 1940ء)

-100 کبھی اپنی آنکھ سے زندگی پہ نظر نہ کی
وہی زاویے کہ جو عام تھے، مجھے کھا گئے

مفہوم: ہم زندگی کے حقائق و مسائل کو اپنی نظر سے دیکھنے کے بجائے لکیر کے فقیر اور کولھو کے بیل بنے زندگی کے دن پورے کیے جا رہے ہیں، یہ رویہ شاعر کے لیے تشویش ناک ہے۔

تشریح: لمحہ موجودہ کے خوبصورت شاعر ڈاکٹر خورشید رضوی نے اس شعر میں ہمارے ایک اہم قومی المیے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے گہرے تاسف کا اظہار کیا ہے کہ امت مسلمہ، بالخصوص پاکستانی قوم بے عملی، جہالت اور دور نا اندیشی میں مبتلا ہو کر روایت پرستی کے راستے پر گامزن ہے۔ شاعر کے خیال میں اس کائنات کی بوقلمونی، رنگا رنگی اور ہر دم بدلتے مناظر اس بات کے متقاضی ہیں کہ انسان بھی ان مظاہر پر غور و خوض کرتے ہوئے اپنے اندر تبدیلی لائے۔ قرآن حکیم میں بھی جا بجا ارشاد ہوتا ہے کہ اس زمین کی سیر کرو اس کے اندر خزانے چھپے ہوئے ہیں لیکن ہم نے چونکہ قرآنی تعلیمات اور اپنے قرونِ اولیٰ کے بزرگوں کی سنہری روایات کو پس پشت ڈال دیا ہے، اس لیے راندہ، درگاہ ہو گئے ہیں۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

تھے تو آبا وہ تمہارے ہی، مگر تم کیا ہو
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

ناصر کاظمی نے بھی ہماری قومی روایت پرستی پر اس لطیف انداز میں طنز کی ہے:

بنے بنائے ہوئے راستوں پہ جا نکلے
ہم سفر میرے کتنے گریز پا نکلے

اس سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم اس روایت پرستی، کاسہ لیسی اور دریوزہ گری کے اس قدر عادی ہو چکے ہیں کہ زندگی میں نئے زاویے تلاشنے اور تراشنے والوں کو بھی طنز و تضحیک کا نشانہ بناتے ہیں، بقول عارف عبدالمتین:

خفا ہیں مجھ سے میرے زمانے کے دیدہ ور اس بنا پہ عارف
میں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں، میں ذہن سے اپنے سوچتا ہوں

❀❀

JOIN ME FOR EASY ACCESS TO EBOOKS & NOTES
+92-310-545-450-3
Css Aspirants ebooks & Notes
https://facebook.com/groups/458184410965870
Css Aspirants Forum
https://t.me/CssAspirantsForum
Rules of the group
*No irrelevant text/pic Islamic pic/videos
No Smiley No Pm otherwise Removed + Blocked
Personal text w/o Mutual consent Consider harassment.
Separate Group For Females with Verification
The CSS Group does not hold any rights on shared the Books & Notes
I,m not Responsible for Copyrights.
This book/notes downloaded from the internet.

معروضی حصّہ

(انشائی اور معروضی طرز)

1- گزشتہ سالوں کے پرچے (انشائی طرز)

2- گزشتہ سالوں کے پرچے (معروضی طرز مع درست جوابات)

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION, LAHORE

COMBINED COMPETITIVE EXAMINATION FOR THE POSTS OF EAC/SO etc., 2000.

PAPER ON: URDU (I)

TIME ALLOWED: 2 HOURS **MAXIMUM MARKS: 75**

1۔ درج ذیل عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر مضمون لکھیے: 40

ا۔ انصاف کے تقاضے

ب۔ مسلمان ممالک کی پس ماندگی کے اسباب

ج۔ ؎ تم ہر حال میں ہو یوں تو عزیز
تھے وطن میں مگر کچھ اور ہی چیز

2۔ مندرجہ ذیل اقتباس کی تلخیص کیجیے جو اصل عبارت کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔ تلخیص کا عنوان بھی دیجیے۔ 2,8

انسان کے اردگرد کا ماحول اس کی فطرت کی عکاسی کرتا ہے۔ صحت مند انسانوں سے صحت مند معاشرے جنم لیتے ہیں۔ صحت کی قیمت پر کوئی بھی ترقی خوش آیند نہیں ہوا کرتی۔ انسان دوستی اور پائیدار معاشرے کے شفاف تصور کے لیے ہر شخص کو، جہاں تک اس کی دسترس ہے، اپنا فرض ادا کرنا ہوگا۔ چنانچہ ہم پر لازم آتا ہے کہ ہم اپنی ضرورتیں اس طرح پوری کریں جن سے وسائل پر کم سے کم بوجھ پڑے۔ اس کی ابتدا کا پہلا، آسان اور سب سے مناسب راستہ یہ ہے کہ ہم ماحولیات کے بنیادی اصولوں کی پیروی کرتے ہوئے، پانی، توانائی اور باقی سب چیزوں کو کفایت سے استعمال کریں۔ اگر ماحول کی تبدیلی موجودہ رفتار سے جاری رہی تو زیادہ امکان یہی ہے کہ آنے والی نسلوں کے لیے تباہ و برباد شدہ ماحولیاتی نظام ہی باقی رہ جائے گا۔

3۔ درج ذیل عبارت کو بغور پڑھیے اور عبارت کے آخر میں دیے گئے سوالوں کے جواب لکھیے: 2x5

مصر کی پراسرار سرزمین پر، جو عصرِ حاضر کی پیہم تجسس اور تحقیق کے باوجود ابھی تک نیم دریافت شدہ بھید ہے، تاریخِ انسانی کے اولین تہذیب و تمدن کے بانی فرماں رواؤں نے ایسی ایسی پرشکوہ عمارات، رفیع الشان مندر، عظمت مآب معبد اور تحیر آفرین مجسمے تعمیر کیے تھے، جن کا کوئی برجستہ جواب آج کی مہذب دنیا اپنے تمام فنی کمالات کے باوجود پیش نہیں کر سکتی اور جن کا شاہانہ وقار ان کی موجودہ بربادی کے عالم میں بھی ان سے جدا نہیں ہو سکا۔ ان تمام عمارات میں سب سے عظیم تعمیر ''مینارِ کبیر''

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION, LAHORE
COMPETITIVE EXAMINATION FOR THE POSTS OF CIVIL JUDGES-CUM-JUDICIAL MAGISTRATES, 2001
PAPER: URDU (I)

TIME ALLOWED: 2 HOURS — MAXIMUM MARKS: 75

1۔ درج ذیل عنوانات میں سے کسی ایک پر مضمون لکھیے: 40

ا۔ عدل اور تقویٰ

ب۔ قومی اتحاد ——— آج کی اشد ضرورت

ج۔ نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لیے

2۔ مندرجہ ذیل اقتباس کی تلخیص کیجیے، جو اصل عبارت کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔ تلخیص کا فقط ایک عنوان بھی دیجیے۔ 2, 8

"ایک دن شیخ محمد اقبال نے مجھ سے کہا کہ اُن کا ارادہ مصمم ہو گیا ہے کہ وہ شاعری کو ترک کر دیں اور قسم کھالیں کہ شعر نہیں کہیں گے اور جو وقت شاعری میں صرف ہوتا ہے، اسے کسی اور مفید کام میں صرف کریں گے۔ میں نے اُن سے کہا کہ اُن کی شاعری ایسی شاعری نہیں ہے جسے ترک کرنا چاہیے بلکہ اُن کے کلام میں وہ تاثیر ہے جس سے ممکن ہے کہ ہماری درماندہ قوم اور ہمارے کم نصیب ملک کے امراض کا علاج ہو سکے، اس لیے ایسی مفید خداداد طاقت کو بیکار کرنا درست نہ ہوگا۔ شیخ صاحب کچھ قائل ہوئے، کچھ نہ ہوئے اور یہ قرار پایا کہ آرنلڈ صاحب کی رائے پر آخری فیصلہ چھوڑا جائے۔ اگر وہ مجھ سے اتفاق کریں تو شیخ صاحب اپنے ارادۂ ترکِ شعر کو بدل دیں اور اگر وہ شیخ صاحب سے اتفاق کریں تو ترکِ شعر اختیار کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ علمی دنیا کی خوش قسمتی تھی کہ آرنلڈ صاحب نے مجھ سے اتفاق رائے کیا اور فیصلہ یہی ہوا کہ اقبال کے لیے شاعری کو چھوڑنا جائز نہیں اور جو وقت وہ اس شغل کی نذر کرتے ہیں، وہ اُن کے لیے بھی مفید ہے اور ان کے ملک و قوم کے لیے بھی مفید ہے۔ ایک تغیر جو ہمارے شاعر کی طبیعت میں آیا تھا، اس کا یوں خاتمہ ہوا۔" (سر عبدالقادر)

3۔ درج ذیل عبارت کو بغور پڑھیے اور عبارت کے آخر میں دیے گئے سوالوں کے جواب لکھیے: 2x5

مسجد اس "عروس البلاد" کا دل تھی۔ اندر قدم دھرتے ہی اس کی عظمت کا نقش دل پہ ثبت ہو جاتا ہے۔ لاتعداد ستون اور محراب حجم اور پائیداری کا تاثر دیتے ہیں۔ ان کے حسنِ ترتیب سے مسجد کی دلکشی دوبالا ہو جاتی ہے۔ وسعت کا تقاضا

ہے، جو پتھر اور مسالے کی صورت میں عہدِ قدیم کے بے مثال علم و فضل، فنی استعداد اور کسبِ کمال کا ایسا زندہ جاوید ثبوت ہے، جسے دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ عہدِ جدید اپنی سائنسی، فنی اور ٹیکنیکل ترقی کے باوجود عہدِ پارینہ کی معلوماتِ علم ہندسہ، حساب، نجوم اور فنِ تعمیر اور اس کے کمال نقاشی، صناعی اور سنگ تراشی کو پہنچ نہیں سکا۔ چھے ہزار برس سے یہ عمارت سینۂ زمین پر پنجہ گاڑے، پیشانی فلک سے سر بھڑائے محکم و قائم کھڑی ہے اور انسان کے اپنے تباہ کن ہاتھوں کی غارت گری کے ماسوا وقت اور عناصرِ قدرت کی کوئی تخریبی کوشش اسے فنا کرنے اور اس کی عظمت کو مٹانے میں کامیاب و بامراد نہیں ہو سکی۔

ا۔ مصر کی سرزمین ابھی تک نیم دریافت شدہ بھید کیوں ہے؟

ب۔ "کسبِ کمال" کا مفہوم دو سطروں میں واضح کیجیے۔

ج۔ علم ہندسہ کونسا علم ہے؟ مہندس کسے کہتے ہیں؟

د۔ "مینارِ کبیر" کو دیکھ کر کیا احساس ہوتا ہے؟

ہ۔ اس عبارت کا کوئی مناسب عنوان تحریر کیجیے۔ (فقط ایک)

4۔ درج ذیل انگریزی عبارت کا رواں اردو ترجمہ کیجیے: 15

Few individuals significantly alter the course of history. Fewer still modify the map of the world. Hardly anyone can be credited with creating a nation-state. Mohammad Ali Jinnah did all three. Hailed as "Great Leader" (Quaid-i-Azam) of Pakistan and its first governor-general, Jinnah virtually conjured that country into statehood by the force of his indomitable will. His place of primacy in Pakistan's history looms like a lofty minaret over the achievements of all his contemporaries in the Muslims League. Yet Jinnah began his political career as a leader of India's National Congress and until after World War I remained India's best "Ambassador of Hindu Muslim Unity." As enigmatic a figure as Mahatma Gandhi, more powerful than Pandit Nehru, Quaid-i-Azam Jinnah was one of recent history's most charismatic leaders and least known personalities.

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION LAHORE
COMBINED COMPETITIVE EXAMINATION FOR THE POSTS OF CIVIL JUDGES-CUM-JUDICIAL MAGISTRATES, 2002.
PAPER ON: URDU (I)

TIME ALLOWED: 2 HOURS **MAXIMUM MARKS: 75**

1- درج ذیل عنوانات میں سے کسی ایک پر مضمون لکھیے: 40

ا- ایک اچھے منصف کے اوصاف

ب- قانون کی حکمرانی

ج- جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

2- مندرجہ ذیل اقتباس کی تلخیص کیجیے، جو اصل عبارت کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔ تلخیص کا (فقط ایک) عنوان بھی دیجیے: 10

مرحوم ہماری تہذیب کا بے مثال نمونہ تھے۔ شرافت اور نیک نفسی ان پر ختم تھی۔ چہرے پر شرافت، ہمدردی اور شفقت ٹپکتی تھی اور دل کو ان کی طرف کشش ہوتی تھی۔ ان کے پاس بیٹھنے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی چیز ہم پر اثر کر رہی ہے۔ درگزر کا یہ عالم تھا کہ کوئی ان سے کیسی ہی بدمعاملگی اور بدسلوکی کیوں نہ کرے، ان کے تعلقات میں کبھی فرق نہ آتا تھا۔ جب ملتے تو اسی شفقت و عنایت سے پیش آتے اور کیا مجال کہ اس بدسلوکی اور بدمعاملگی کا ذکر زبان پر آنے پائے۔ اسی پر نہیں، کسی دوسرے سے بھی کبھی ذکر نہ آتا۔ اس سے بڑھ کر کیا تعلیم ہوگی کہ ایسے لوگ جن سے ہر شخص حذر کرتا، جب ان سے ملتے تو ان کے حسنِ سلوک اور محبت کا کلمہ پڑھتے ہوئے جاتے تھے۔ وہ پرلے درجے کے نکتہ چیں جو دوسروں کی عیب گیری کیے بغیر مانتے ہی نہیں، ان کے ڈنک یہاں آکر گر جاتے تھے۔ اخلاق اگر سیکھنے کی چیز ہے تو وہ ایسے ہی پاک نفس بزرگوں کی صحبت میں آسکتے ہیں، ورنہ یوں دنیا میں پند و نصائح کی کمی نہیں، دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔ کیسا ہی برا زمانہ کیوں نہ ہو، دنیا کبھی اچھوں سے خالی نہیں ہوتی۔ اب بھی بہت سے صاحبِ علم و فضل، باکمال، ذی وجاہت، نیک سیرت اور نیک دل موجود ہیں مگر افسوس کہ کوئی حالی نہیں!!

3- درج ذیل عبارت کو بغور پڑھیے اور عبارت کے آخر میں دیے گئے سوالوں کے جواب لکھیے: 10

''دوسرے دن ایک عزیز کے ساتھ مرحوم کے مزار پر حاضر ہوا۔ شاہی مسجد کی پائیں، بائیں سمت اس مردِ قلندر کو

تھا کہ مسجد بلند بام ہو۔ اونچی چھت اور ستونوں کی کثرت سے بے پایاں کشادگی کا احساس ہوتا ہے۔ مسجد کی خوبصورتی، اس کی سادگی اور پہنائی میں پنہاں ہے۔ اطراف میں نظر بے مُحابا دوڑتی ہے۔ سنگِ یشب، سنگِ موسیٰ، سنگِ سرخ کے ستونوں کی طویل روشیں، ملگجے سایوں میں کھو جاتی ہیں۔ چار سو ایک حسیں جھٹپٹا ہے۔ ان جانے گوشوں سے چھنتی ہوئی روشنی منظر کو لطیف نورانی چادر اوڑھا دیتی ہے۔ ستونوں سے ابھرتی ہوئی دوہری محرابیں چھت کو سہارا دیے ہیں۔ محرابوں پر قرمزی اور پیلی دھاریوں کی وہ فراوانی ہے کہ نظر اچٹتی چلی جاتی ہے اور ایک نقطے پر ٹھہرنے نہیں پاتی۔ اس سے عمق کا دلکش تاثر ملتا ہے۔ چاروں طرف ستون گرا کر شمالاً جنوباً کلیسا بنا دیے گئے ہیں۔ لیکن کلیساؤں کی بے جا مداخلت بھی اس طلسم کو نہیں توڑ سکی جو بے کراں فراخی سے پیدا ہوتا ہے۔

سوالات

ا- ''عروس البلاد'' کے معنی کیا ہیں؟ (جواب دو سطروں سے زیادہ نہ ہو)

ب- بے محابا کا مفہوم کیا ہے؟

ج- اقتباس کے حوالے سے بتایئے کہ عمق کا تاثر کن وجوہ کی بنا پر ملتا ہے؟

د- بے کراں فراخی کا مفہوم واضح کیجیے۔

ہ- اس عبارت کا کوئی مناسب عنوان تجویز کیجیے۔ (صرف ایک)

4- درج ذیل انگریزی اقتباس کا رواں اردو ترجمہ کیجیے: 15

Mohammad had shown men what he was; the nobility of his character, his strong friendship, his endurance and courage, above all, his earnestness and fiery enthusiasm for the truth he came to preach - these things had revealed the here; the master whom it was alike impossible to disobey and impossible not to love. Henceforward it is only a question of time. As the men of Medina come to know Mohammad, they too will devote themselves to him body and soul; and the enthusiasm will catch fire and spread among the tribes, till all Arabia is at the feet of the Prophet of the one God. "No emperor with his tiaras was obeyed as this man in a cloak of his own clouting." He had the gift of influencing men, and he had the nobility only to influence them for good.

❀❀

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION, LAHORE
COMBINED COMPETITIVE EXAMINATION 2003
PAPER ON: URDU (I)

TIME ALLOWED: 2 HOURS **MAXIMUM MARKS: 75**

1۔ درج ذیل عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر مضمون لکھیے: 40

ا۔ تہذیبوں کا تصادم

ب۔ عالمی دہشت گردی —— حقیقت یا افسانہ

ج۔ سماجی زندگی میں رواداری کی اہمیت

د۔ نیا عالمی نظام (New world order) —— توقعات اور خدشات

2۔ مندرجہ ذیل اقتباس کی تلخیص کیجیے جو اصل عبارت کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔ تلخیص کا عنوان بھی دیجیے: 10

"بعض قابلِ ادب بزرگوں کا قول ہے کہ جس طرح اصلی دوستی دنیا میں ناپید ہے اسی طرح آپس کا اتفاق بھی ناممکن ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ تمام انسانوں کی طبائع اور ان کے اغراض مختلف ہیں تو ضرور ہے کہ وہ ایک دوسرے کے مخالف ہوں۔ کوئی قوم مہذب یا نا مہذب ایسی نہیں پائی جائے گی جس میں باہمی حسد و نفاق، عداوت اور باہمی حقارت نہ پائی جاتی ہو۔ ہاں! یہ بات سچ ہے، مگر جس اتفاق پر ہم بحث کرتے ہیں وہ شخصی اتفاق نہیں ہے، بلکہ قومی اتفاق ہے۔ ہمارے آپس میں بہ مقتضائے بشریت گو کیسا ہی نفاق ہو، جو خدا کے نزدیک ایک سخت گناہ ہے، مگر وہ قومی اتحاد اور قومی اتفاق کا مانع نہیں ہے۔ قومی بھلائی یا قومی برائی کا اثر قوم کے تمام لوگوں پر پہنچتا ہے، اس لیے جلبِ منفعت یا دفعِ مضرت میں سب لوگ متفق ہو جاتے ہیں اور شخصی تنازعات کا اس وقت کچھ اثر باقی نہیں رہتا ہے۔" (سر سید احمد خاں)

3۔ درج ذیل عبارت کو بغور پڑھیے اور عبارت کے آخر میں دیے گئے سوالوں کے جواب جہاں تک ممکن ہو، اپنے الفاظ میں لکھیے: 10

"جس طرح مسائل کی توضیح میں تدبر کی ضرورت ہوتی ہے اور یہی تدبر حکیم یا فلسفی کی بڑائی اور کامیابی کی دلیل ہے، ٹھیک اسی طور پر جذبات کا احتساب کرنا اور ان کو مناسب و موزوں اسالیب میں ڈھالنا شاعر کی بڑائی کی دلیل ہے۔ اقبال کی شاعری خود شاعری کی معراج ہے۔ انھوں نے جذبات کو فکر کا درجہ دے دیا ہے اور فکر کو جذبات کا آب و رنگ بخشا ہے۔ دونوں صورتوں میں اقبال کا آرٹ اور ایقان دوش بدوش کارفرما ملتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی ان کا کلام پڑھ کر ہم کو یہ محسوس نہیں

آسودۂ خاک پایا۔ مجھے یقین نہ آیا کہ یہ اُس اقبال کی آرام گاہ ہے:

سکھلائی فرشتوں کو آدم کی تڑپ اُس نے
آدم کو سکھاتا ہے آدابِ خداوندی!

میں نے محسوس کیا کہ بادشاہی مسجد کی پُر اسرار و پروقار ضخامت و قدامت اور اُس کی مخصوص فضا اور روایات ذہن و دماغ پر اس درجہ اور اتنا جلد مستولی ہو جاتی ہیں کہ ذہن کسی دوسری طرف منتقل ہونے کے قابل ہی نہیں رہ جاتا۔ چنانچہ میرے دل میں بے اختیار اور بار بار یہی خیال آیا کہ اقبال کا مزار مستقل حیثیت سے کہیں اور ہونا چاہیے تھا، جہاں اقبال کے تصور میں مزاحم ہونے والی کوئی چیز نہ ہوتی۔" (پروفیسر رشید احمد صدیقی)

سوالات

ا۔ مصنف کے خیال میں اقبال کا درجہ کیا ہے؟

ب۔ مسجد کی ضخامت و قدامت سے کیا مراد ہے؟

ج۔ مستولی ہو جانا کے کیا معنی ہیں؟

د۔ مصنف کے ذہن میں بار بار یہ خیال کیوں آیا کہ اقبال کا مزار مستقل حیثیت سے کہیں اور ہونا چاہیے تھا؟

ہ۔ اس عبارت کا کوئی مناسب عنوان تجویز کیجیے۔

4۔ درج ذیل انگریزی عبارت کا رواں اردو ترجمہ کیجیے: 15

Jinnah was not the first to call the Muslims of India a nation. Before him Sayyid Ahmad Khan had addressed them as a qaum, an Urdu word which can be paraphrased as "Nation". The Aga Khan, Ameer Ali and others often referred to their community as a "Nation" or a "Nationality". But it was Jinnah who, for the first time, proclaimed that India was inhabited by two distinct nations --- Hindus and Muslims - which could not live in one State. He expounded this two-nation theory in such detail and with such effect that most Muslims and even some Hindus came to believe in its truth. The Muslim League demand for Pakistan was based on this theory and, though generally neither the Hindus nor the British accepted it, India was partitioned on the premiss that Muslims constituted a separate nation and should therefore be given a separate state.

ہوتا کہ اقبال کہاں اور کب تک حکیم اور کہاں اور کس حد تک شاعر ہیں، بلکہ حکیم اور شاعر (البتہ کہیں حکیم پہلے اور شاعر بعد میں اور کبھی اس کے خلاف لیکن بالآخر دونوں) ایک دوسرے میں ممزوج یا ایک دوسرے سے مربوط نظر آتے ہیں۔ اس کا سبب میرے نزدیک یہ ہے کہ اقبال نے فطری ملکات کو بشری ریاضتوں اور ماورائی بصیرتوں سے ایک نئی حسین اور لازوال صورت یا نوعیت بخشی۔ شاعر کا طبعاً شاعر یا مفکر ہونا میرے نزدیک کوئی بہت بڑی نعمت نہیں ہے۔ نعمت تو وہ توفیق ہے جو فطری استعداد کو بشری نعمت بناتی ہے اور غالباً یہی توفیق وہ توفیقِ الٰہی ہے جو انسانیت کو نہ صرف انسانوں کے ہاتھ ہلاک ہونے سے بچاتی رہتی ہے بلکہ انسانوں ہی کے ہاتھ انسانیت کو فوزِ عظیم پر فائز کرتی ہے۔'' (پروفیسر رشید احمد صدیقی)

سوالات

ا۔ شاعر کی بڑائی کی دلیل کیا ہے؟

ب۔ ''اقبال کا آرٹ اور ایقان دوش بدوش کارفرما ملتے ہیں۔'' اس جملے کا مفہوم کیا ہے؟

ج۔ شاعر اور حکیم میں کیا فرق ہے؟ مصنف کی رائے میں علامہ اقبال شاعر ہیں یا حکیم؟

د۔ بشری ریاضت اور ماورائی بصیرت سے مصنف کی کیا مراد ہے؟

ہ۔ وہ کیا چیز ہے جو انسانیت کو فوزِ عظیم پر فائز و متمکن کرتی ہے؟

4۔ درج ذیل انگریزی عبارت کا رواں اردو ترجمہ کیجیے: 15

CONCLUSION

"Thus Hindu- Muslim conflict was not merely religious. It was the clash of two civilizations, of two peoples who had different languages, different literary roots, different ideas of education, different philosophical sources, and different concepts of art. Such as yawning cultural gulf was enough to destroy any affinity which the two peoples might have had and to bring to nought all efforts at unity. When this cultural variance was combined with diversity in social customs and modes of livelihood the emergence of a united Indian nationalism was doomed without redemption."

(K.K.Aziz)

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION, LAHORE
COMBINED COMPETITIVE EXAMINATION-2005.
PAPER ON: URDU -I (SUBJECTIVE)

TIME ALLOWED: 2 HOURS **MAXIMUM MARKS: 75**

1۔ درج ذیل عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر مضمون لکھیے: 45

ا۔ مشترکہ خاندانی نظام۔ خوبیاں اور خامیاں
ب۔ پاکستان کی ترقی میں تارکین وطن کا کردار
ج۔ ذرائع ابلاغ کی آزادی کی اہمیت
د۔ سائنسی ترقی قدرتی نظام سے تصادم کر رہی ہے

2۔ مندرجہ ذیل اقتباس کی تلخیص کیجیے جو اصل عبارت کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔ تلخیص کا فقط ایک عنوان بھی دیجیے۔ 3, 12

''روما کے مشہور شاعر ورجل کے حال میں لکھا ہے کہ صبح کو اپنے اشعار لکھواتا تھا اور دن بھر ان پر غور کرتا تھا اور اُن کو چھانٹتا تھا اور یہ بات کہا کرتا تھا کہ: ریچھنی بھی اسی طرح اپنے بدصورت بچوں کو چاٹ چاٹ کر خوبصورت بناتی ہے۔

ارسٹو (ارسطو) شاعر، جس کے کلام میں مشہور ہے کہ بے ساختگی اور آمد معلوم ہوتی ہے، اس کے مسودے اب تک فریرا علاقہ اٹلی میں محفوظ ہیں، ان مسودوں کو دیکھنے والے کہتے ہیں کہ جو اشعار اس کے نہایت صاف اور نہایت سادے معلوم ہوتے ہیں، وہ آٹھ آٹھ دفعہ کاٹ چھانٹ کرنے کے بعد لکھے گئے ہیں۔

ملٹن بھی اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ نہایت سخت محنت اور جاں فشانی سے نظم لکھی جاتی ہے اور نظم کی ایک ایک بیت میں، اس کے سڈول ہونے سے پہلے، کتنی ہی تبدیلیاں پے در پے کرنی پڑتی ہیں۔

سچ یہ ہے کہ کوئی نظم، جس نے استقلال کے ساتھ جمہور کے دل پر اثر کیا ہو، خواہ طویل ہو، خواہ مختصر، ایسی نہیں ہے جو بے تکلف لکھ کر پھینک دی گئی ہو۔ جس قدر نظم میں بے ساختگی اور آمد معلوم ہو، اسی قدر جاننا چاہیے کہ اس پر زیادہ محنت، زیادہ غور اور زیادہ حک و اصلاح کی گئی ہوگی۔'' (مولانا حالی)

3۔ درج ذیل انگریزی عبارت کا رواں اردو ترجمہ کیجیے۔ 15

CONCLUSION

"Thus Hindu- Muslim conflict was not merely religious. It was the clash of two civilizations, of two peoples who had different languages, different literary roots, different ideas of education, different philosophical sources, and different concepts of art. Such as yawning cultural gulf was enough to destroy any affinity which the two peoples might have had and to bring to nought all efforts at unity. When this ,cultural variance was combined with diversity in social customs and modes of livelihood the emergence of a united Indian nationalism was doomed without redemption." (K.K.Aziz)

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION LAHORE

COMBINED COMPETITIVE EXAMINATION FOR THE POSTS OF CIVIL JUDGES-CUM-JUDICIAL MAGISTRATES, 2005

PAPER ON: URDU (I)

TIME ALLOWED: 2 HOURS **MAXIMUM MARKS: 75**

1۔ درج ذیل عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر مضمون لکھیے: (40)

ا۔ بنیاد پرستی —— حقیقت یا افسانہ

ب۔ دیہات سے شہروں کی طرف نقل مکانی کا رجحان —— اسباب اور سدباب

ج۔ دیانت داری —— ہماری اولین قومی ضرورت

2۔ درج ذیل اقتباس کی تلخیص کیجیے جو اصل عبارت کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔ تلخیص کا عنوان (فقط ایک) بھی دیجیے۔ (2, 8)

"قدرت نے نواب محسن الملک کو بہت سی خوبیاں عطا کی تھیں۔ وجاہت، ذہانت، خوش بیانی اور فیاضی ان کی ایسی عام اور ممتاز صفات تھیں کہ ایک راہ چلتا بھی چند منٹ کی بات چیت میں معلوم کر لیتا تھا۔ خطاب یا نام اٹکل سے رکھ دیے جاتے ہیں۔ مسمیٰ کی خصوصیات کا ان میں مطلق لحاظ نہیں ہوتا۔ نام رکھتے وقت تو ممکن ہی نہیں، عطائے خطاب کے وقت بھی اس کا خیال نہیں کیا جاتا لیکن محسن الملک کا خطاب ان کے لیے بہت ہی موزوں نکلا۔ ان میں پارس پتھر کی خاصیت تھی۔ کوئی ہو، کہیں کا ہو، ان سے چھوا نہیں اور کندن کا ہوا نہیں۔ اگر کسی نے سلام بھی کر لیا تو ان پر اس کا بار رہتا تھا اور جب تک اس کا معاوضہ نہ کر لیتے انھیں چین نہ آتا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے دشمن کو بھی نہ بھولتے تھے اور یہ میں ذاتی علم سے کہتا ہوں کہ وہ بھی ان کے زیر بارِ منت تھے۔ سیاسی مصلحتیں بعض اوقات اہلِ حکومت کو مجبور کرتی ہیں کہ وہ ان افراد کو، جو ان کی یا حکومت کی راہ میں حائل ہیں، دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیں۔ مرحوم کو بھی کبھی کبھی ایسا کرنا پڑتا لیکن انھوں نے اس ناگوار اور دل شکن کام کو اس خوبی اور سلیقے سے کیا کہ مخالف ہونے پر بھی محسن الملک کو دعائیں دیتے گئے اور جب تک زندہ رہے، ان کے شکر گزار رہے۔" (مولوی عبدالحق)

3۔ درج ذیل عبارت کو بغور پڑھیے اور عبارت کے آخر میں دیے گئے سوالوں کے جواب، جہاں تک ممکن ہو، اپنے الفاظ میں لکھیے۔ (10)

اہلِ بینش کو شکایت ہے کہ روبہ زوال قوم تاریخ کی اہمیت نہیں سمجھتی، قوتِ فہم سلب ہو جاتی ہے۔ نوشتۂ دیوار پڑھنے کے باوجود لوگ افتراق و انتشار اور جنگ و قتال سے باز نہیں آتے۔ وقت کا دھارا بہتا رہا۔ اس تند و سبک سیل میں ایک پر شکوہ

تمدن اور جگمگاتے ہوئے شہر خاشاک کی طرح بہ گئے۔

دیدۂ خونابہ رو! اس قوم کی ہلاکت لابدی تھی۔ اغیار کی عیاری، حکمرانوں کی بدعہدی، مسلسل خانہ جنگی اور خوں ریزی، بدظن رعایا، مضمحل معاشرہ، ایمان و ایقان کی روشنی بے نور ہوئی، آفاقی نظریے نسلی اور قبائلی تنگناؤں میں گھٹ کر رہ گئے۔ بحرِ ظلمات میں گھوڑے دوڑانے والے یاسیت کی پستیوں میں اتر گئے۔

جنرل فرینکو نے اعتراف کیا تھا: "ہماری جدوجہد کی تاریخ شاہد ہے کہ ہسپانوی زندگی کی اساس مذہب پر ہے۔ یہ جذبہ کارفرمانہ ہوتا تو موروں کے خلاف ہماری کوششیں بارآور نہیں ہو سکتی تھیں۔" اپنے تحفظ کی خاطر اقوامِ عالم نے مذہب کو اپنایا لیکن ملتِ اسلامیہ نے متعدد بار اس سے انحراف کیا۔ اللہ نے حکومت کو اپنا انعام قرار دیا۔ ہسپانیہ کے مسلمانوں نے اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر نہ کی اور لوحِ جہاں سے مٹا دیے گئے، صداقت، عدالت اور شجاعت کا سبق بھلا دینے والے امامت کے سزاوار کیوں کر ٹھہرتے؟

ا۔ اہلِ بینش کون ہیں؟

ب۔ کوئی قوم کب روبہ زوال ہوتی ہے؟

ج۔ جنرل فرینکو نے کس بات کا اعتراف کیا تھا؟

د۔ ملت اسلامیہ ہسپانیہ میں امامت کی سزاوار کیوں نہ ٹھہری؟

ہ۔ اس اقتباس کا کوئی مناسب عنوان (فقط ایک) دیجیے۔

4۔ درج ذیل عبارت کا رواں اردو میں ترجمہ کیجیے۔ (15)

It was in December 1930 that Sir Muhammad Iqbal, the poet, delivered his presidential address to the Muslim League annual session at Allahbad. In this speech he said that the principle of European democracy could not be applied to India. Communalism was indispensable to the formation of a harmonious whole in a country like India. The Muslims of India were the only Indian people who could fitly be described as a nation in the modern sense of the word. And then he came to the famous sentence which has earned him the title of the father of Pakistan idea: "I would like to see the Punjab, North-West Frontier Province, Sindh and Baluchistan amalgamated into a single state. Self-government within the British Empire, or without the British Empire, the formation of a consolidated North-West Indian Muslim state appears to me to be the final destiny of the Muslims at least of North-West India.

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION, LAHORE

COMBINED COMPETITIVE EXAMINATION FOR THE POSTS OF

CIVIL JUDGES-CUM-JUDICIAL MAGISTRATES, 2005

PAPER ON: URDU (I)

TIME ALLOWED: 2 HOURS **MAXIMUM MARKS: 75**

1۔ درج ذیل عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر مضمون لکھیے: (40)

ا۔ قائداعظم کا وژن ——— اعتدال پسند پاکستان

ب۔ کیا پنچایت، جرگہ اور قبائلی نظام ——— انصاف سے متصادم ہیں؟

ج۔ عورتوں کے انصاف کے حصول میں مسائل

2۔ مندرجہ ذیل اقتباس کی تلخیص کیجیے، جو اصل عبارت کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔ تلخیص کا صرف ایک عنوان بھی دیں۔ (10)

''آج سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کی وجہ سے دنیا سمٹ کر ایک اکائی کی صورت اختیار کر رہی ہے اور آٹومیشن کے عہد نے انسان کو صنعتی معاشرے میں ایک معمولی، غیر اہم اور انتہائی حقیر پرزہ بنا دیا ہے۔ جس کی معاشرے سے الگ اپنی کوئی حیثیت اور اہمیت نہیں۔ آج کا صنعتی انسان اپنی انفرادیت کھو چکا ہے وہ بھری پری دنیا میں قطعی تنہا اور اکیلا ہے۔ ہجوم اور جمِ غفیر میں بھی وہ تنہائی اور بیگانگی کا شکار ہے۔ آج ہر شخص معاشرے کا تنہا انسان ہے۔ یہ صنعتی دور کی لعنت ہے کہ ایک ہی عمارت اور ایک ہی فلیٹ میں رہنے والا شخص اپنے پڑوسی سے واقف نہیں اور اس لیے وہ اُس کے دکھ سکھ اور خوشی اور غم میں شریک نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کے اجتماعیت پرست معاشرے میں انسان اپنی انفرادیت کی تلاش میں مصروف ہے۔ اس لیے وہ فرد کی آزادی، انفرادیت کی تکمیل اور نشو و نما اور حریتِ فکر کا رونا رو رہا ہے۔ لیکن آج کے صنعتی انسان کو انفرادیت کہاں نصیب ہوگی۔'' (ڈاکٹر جمیل جالبی)

3۔ درج ذیل عبارت کو توجہ سے پڑھیے اور عبارت کے آخر میں دیے گئے سوالات کا جواب دیجیے۔ (10)

''آئین نافذ رہتا ہے تو عدلیہ کی آزادی، ضمیر اور قانون کی بالادستی کے اصول قائم رہ سکتے ہیں۔ نیز انتظامیہ سے آزاد اور مکمل طور پر غیر جانبدار عدلیہ پر اگر اعتماد کو فروغ حاصل ہو تو جمہوری نظام میں مرکز اور صوبوں کے درمیان تمام نزاعی مسائل حل کیے جا سکتے ہیں۔ مختلف جمہوری ملکوں کی ابتدائی تاریخ اسی بات کی شاہد ہے کہ ان کی آئینی جمہوریت کو مستحکم کرنے

اور قومی یک جہتی کو برقرار رکھنے میں اعلیٰ عدالتوں نے کتنی بیش بہا خدمات انجام دیں لیکن دوسری طرف آپ کو یہ بھی یاد ہوگا کہ جب پاکستان ٹوٹا تو اُس وقت ہمارے ملک میں کوئی آئین نافذ نہیں تھا۔ مارشل لا کی لاقانونیت البتہ موجود تھی۔ مگر اندھیرے کا اپنا کوئی مثبت وجود نہیں ہوتا۔ صرف روشنی کے نہ ہونے کو اندھیرا کہتے ہیں۔'' (ڈاکٹر جاوید اقبال)

ا۔ مرکز اور صوبوں کے آپس کے مسائل کیسے حل کیے جا سکتے ہیں؟

ب۔ قومی یک جہتی کے لیے اعلیٰ عدالتوں کی کیا خدمات ہیں؟

یا

ا۔ پاکستان ٹوٹنے کی وجہ؟

ب۔ آئین کے نفاذ کے فوائد؟

4۔ درج ذیل انگریزی عبارت کا سادہ اور رواں اردو ترجمہ کیجیے۔ (15)

Africa has experienced many shortages over the years - food, water and skills - but it has never been short of nostrums from the World's richest countries on how it should improve itself. In the 1960's the problem was said to be lack of capital. In the 1970's it was exports. In the 1980's "Structural adjustment" was the prescription. By the 1990's privatization and good governance was buzz words. Sub-Saharan Africa is the only big region of the World where living standards and life expectancy have deteriorated: by 2000 there were 75 million more Africans in poverty than a decade before. Africa - as Tony Blair remarked remains a scar on the conscience of the World.

❀❀

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION, LAHORE

COMBINED COMPETITIVE EXAMINATION (PMS) 2006.

PAPER: URDU INCLUDING ESSAY

TIME ALLOWED: 2 HOURS **MAXIMUM MARKS: 150**

1۔ مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک موضوع پر مضمون لکھیے۔ (50)

ا۔ اقبال کا نظریۂ جمہوریت

ب۔ ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

ج۔ اسلامی دنیا میں جمودِ احساس

د۔ ذرائع ابلاغ کا عوام کی زندگیوں پر اثر

ہ۔ ہماری تفریحات اور اخلاقی تقاضے

2۔ درج ذیل عبارت کو بغور پڑھیے اور عبارت کے آخر میں دیے گئے سوالوں کے جواب تحریر کیجیے۔

بایں ہمہ فروعی مسائل میں اختلاف ہونے کے سبب کس طرح ہماری قوم نے اس حبل المتین کی بندش کو توڑا ہے اور اس رشتۂ اخوت کو، جسے خود خدا نے قائم کیا تھا، چھوڑا ہے۔ جس قصبے اور شہر میں جاؤ، جس مسجد اور امام باڑے میں گزرو، باہم مسلمانوں کے شیعہ وسنی، وہابی و بدعتی، لامذہب ومقلد ہونے کی بنا پر آپس میں نفاق وعداوت پاؤ گے۔ میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ سب لوگ اپنے اپنے عقائد کو چھوڑ کر ایک عقیدے پر قائم ہو جائیں۔ یہ امر تو قانونِ قدرت کے برخلاف ہے جو ہو نہیں سکتا۔ نہ تو پہلے کبھی ہوا اور نہ آیندہ کبھی ہوگا۔

اتفاق کے قائم رکھنے کی، جس کی ہم کو ضرورت ہے، ایک اور عقلی ونقلی راہ ہے، جس کی پیروی قومی اتحاد کا ذریعہ ہو سکتی ہے۔ انسان جب اپنی ہستی پر نظر ڈالے گا تو اپنے میں دو حصے پائے گا: ایک حصہ خدا کا اور ایک حصہ اپنے ابنائے جنس کا۔ انسان کا دل یا اس کے اعتقاد کی جو کچھ بھلائی یا برائی ہو، اس کا معاملہ اس کے خدا کے ساتھ ہے۔ نہ بھائی اس میں شریک ہے۔ نہ بیٹا، نہ دوست نہ آشنا اور نہ قوم۔ پس ہم کو اس بات سے، جس کا اثر ہر ایک کی صرف ذات تک محدود ہے اور ہم سے کچھ تعلق نہیں ہے، کچھ بھی تعلق رکھنا نہیں چاہیے۔ ہم کو کسی شخص سے اس خیال پر کہ وہ شیعہ ہے یا سنی، وہابی ہے یا بدعتی، لامذہب ہے یا مقلد یا نیچری یا اس سے بھی کسی بدتر لقب کے ساتھ ملقب ہے جب کہ وہ خدا و خدا کے رسول کو برحق جانتا ہے، کسی قسم کی عداوت ومخالفت رکھنی نہیں چاہیے بلکہ اس کو بھی بھائی اور کلمے کا شریک سمجھنا اور اس اخوت کو، جس کو خدا نے قائم کیا ہے، قائم رکھنا چاہیے۔

سوالات

ا۔ عبارت کی ایک تہائی تلخیص کیجیے اور اس کا (فقط ایک) عنوان تجویز کیجیے۔ (30)

ب۔ درج ذیل الفاظ وتراکیب کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔ (10)

فروعی مسائل، حبل المتین، نقلی راہ، ابنائے جنس، ملقب

3۔ مندرجہ ذیل میں سے صرف پانچ اشعار کی تشریح کیجیے۔ (30)

ا۔ جب دور گیا قافلہ تب چشم ہوئی باز
کیا پوچھتے ہو، دیر خبردار ہوا میں

ب۔ سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزارہا شجرِ سایہ دار راہ میں ہے

ج۔ توفیق بہ اندازۂ ہمت ہے ازل سے
آنکھوں میں ہے، وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا

د۔ آہ! یہ قومِ نجیب و چرب دست و تر دماغ
ہے کہاں روزِ مکافات اے خدائے دیر گیر؟

ہ۔ کیا گل کھلے گا دیکھیے ہے فصلِ گل تو دُور
اور سوئے دشت بھاگتے ہیں کچھ ابھی سے ہم

و۔ ہے اہلِ دل کے لیے اب یہ نظمِ بست وکشاد
کہ سنگ وخشت مقید ہیں اور سگ آزاد

ز۔ دامِ ہر موج میں ہے حلقۂ صد کامِ نہنگ
دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک

ح۔ پہلے کشتی ڈوب جاتی تھی نظر کے سامنے
اب گرے گا بحرِ اوقیانوس کے پار آدمی

4۔ رواں اردو ترجمہ کیجیے۔ (30)

In India there was no Christian culture or Sikh culture or Parsee culture. But there was definitely a Hindu culture - ancient and well established - with which the invading Muslims had clashed. As the background, content and contours of the two cultures were so different, their adherents never evolved a common society. The cultural differences were, in fact, at th root of separatism. The gulf was too deep to be bridged and too wide to be crossed. The two cultures stood side by side, adamant, exigent and inexorable. They met only on the field of battle. In the event, cultural separatism divided the country so that each of the two cultures, which could not live together in harmony, may flourish in its own dwelling-place. This is ony way, the cultural way, of interpreting the genesis of Muslim nationalism.

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION, LAHORE

COMBINED COMPETITIVE EXAMINATION FOR THE POSTS OF CIVIL JUDGES CUM JUDICIAL MAGISTRATES, 2006

PAPER ON: URDU INCLUDING ESSAY

TIME ALLOWED: 3 HOURS **MAXIMUM MARKS: 150**

1۔ مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک موضوع پر مضمون تحریر کیجیے۔ (50)

ا۔ 8/اکتوبر 2005ء کا زلزلہ —— المیہ یا آزمائش

ب۔ دنیا ایک گلوبل ولیج

ج۔ آئینِ نو سے ڈرنا، طرزِ کہن پہ اڑنا منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

د۔ پاک و ہند تعلقات: اہمیت اور قومی تقاضے

ہ۔ روشن خیالی —— عقیدے اور رواداری کا مفہوم اور عملی صورت

2۔ درج ذیل عبارت کو بغور پڑھیے اور عبارت کے آخر میں دیے گئے سوالوں کے جواب تحریر کیجیے۔ (30)

بخاری کی علمی شہرت، بے اختیار متوجہ کرنے والی شخصیت، حسین و ذہین خدوخال، سجل اور ستھرا الباس، بے تصنع خرام و قیام، ہر شخص سے اس کے مناسب حال گفتگو، مزے کی بھی، پتے کی بھی، ہر شخص کی نگاہیں پڑتی تھیں لیکن ان کا اپنا انداز یہ تھا کہ مشاہیر کے حلقوں میں یونہی کبھی گھومتے پھرتے نظر آ جاتے، جیسے ان پر کرم کرنے نکل آئے ہوں، ورنہ بیشتر عام لوگوں اور اپنے ساتھیوں کے حلقے میں مگن رہتے تھے۔ بخاری ایسے یوسف تھے جو کبھی بے کارواں نہیں رہے۔ مقالہ پڑھا تو دھوم مچ گئی۔ اُردو اور ہندوستان کی دیگر زبانوں کے ادیبوں کے ایک بنیادی مسئلہ کو پہلی بار نہایت وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا تھا، بحث تفصیل سے یاد نہیں۔ انھوں نے کہا: ''ہندوستانی ادیب مادری زبان اور انگریزی کے درمیان معلق ہو کر رہ گئے ہیں۔ یہ دولسانی کشمکش ان کے فکر و نظر کو فطری رنگ میں جلوہ گر ہونے نہیں دیتی۔ وہ اپنی زبان کی پرداخت اور اس کے حسن کے صحیح احساس سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ دوسری طرف انگریزی ادب کے اصلی خدوخال اور مزاج کو اپنانے کے لیے، جس ریاضت و بصیرت کی ضرورت ہے۔ اس کے نہ خوگر ہیں نہ اس سے پورے طور پر آشنا۔ نتیجہ ظاہر ہے، وہ کلاسیکی ادب کی اساسی قدروں کا صحیح عرفان نہیں رکھتے۔ اس لیے جدید ادب کے افکار کو پرکھنے کی صلاحیت سے بیگانہ ہیں۔ ان کا پورا زور ماضی کو سمجھے بغیر اس سے رشتہ توڑنے اور بغیر پرکھے جدید سے رشتہ جوڑنے پر صرف ہو رہا ہے۔'' بخاری کے ان خیالات کو کانفرنس میں بڑی اہمیت دی گئی اور سب کو اس کا احساس ہوا کہ کتنے اہم موضوع پر کتنی فکرانگیز بات کس وضاحت سے کتنے بڑے مبصر نے کہی۔

سوالات

ا۔ عبارت کی ایک تہائی تلخیص کیجیے اور اس کا (فقط ایک) عنوان تجویز کیجیے۔

ب۔ درج ذیل الفاظ و تراکیب کو اپنے جملوں میں یوں استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔ (10)

مشاہیر، یوسفِ بے کارواں، لسانی کشمکش، خوگر، فکرانگیز

3۔ مندرجہ ذیل میں سے صرف پانچ اشعار کی تشریح کیجیے۔ (30)

یہ غم نہیں ہے کہ ہم دونوں ایک ہو نہ سکے
یہ رنج ہے کہ کوئی درمیان میں بھی نہ تھا

تابِ نظارہ نہیں آئینہ کیا دیکھنے دوں
اور بن جائیں گے تصویر، جو حیراں ہوں گے

ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا
نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا

اک عمر چاہیے کہ گوارا ہو نیشِ عشق
رکھی ہے آج لذتِ زخمِ جگر کہاں

دل سے تو ہر معاملہ کر کے چلے تھے صاف ہم
کہنے میں اُن کے سامنے بات بدل بدل گئی

تاریخِ امم کا یہ پیامِ ازلی ہے
صاحبِ نظراں! نشۂ قوت ہے خطرناک!

ہم خاک میں ملے تو ملے لیکن اے سپہر
اس شوخ کو بھی راہ پہ لانا ضرور تھا

باوجودے کہ پر و بال نہ تھے آدم کے
وہاں پہنچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا

4۔ رواں اردو میں ترجمہ کیجیے۔ (30)

What was required was a group of reformers creating in the Indian Muslims the urge of social change and urge to enter business and industry instead of almost total dependence on government services, a drastic change indeed. Instead the leaders caused in them a persecution complex as if the whole world was conspiring against them. Above all, the Muslim intelligensia blamed all the problems they faced upon the British rule and refused to recognize any weakness in their own society. Did not Muslims societies produce famous philosophers, scientists, historians and other scholars, they said. Right, but it was long time ago - six or seven centuries ago. The society is sick now, it was healthy centuries ago.

❁❁

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION, LAHORE

COMBINED COMPETITIVE EXAMINATION FOR THE POSTS OF CIVIL JUDGES CUM JUDICIAL MAGISTRATES, 2008

PAPER: URDU INCLUDING ESSAY

TIME ALLOWED: 3 HOURS **MAXIMUM MARKS: 100**

1- درج ذیل موضوعات میں سے کسی ایک پر مضمون تحریر کیجیے۔ (25)

ا- عدلیہ اور انتظامیہ

ب- تہذیبوں کا تصادم

ج- ایٹم برائے امن

د- اسلامی تہذیب و تمدن

ہ- ترقی پسندی و رجعت پسندی

2- درج ذیل اشعار کا مفہوم بیان کیجیے۔ (15)

الف- ربط و ضبطِ ملتِ بیضا ہے مشرق کی نجات
ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر

ب- یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

ج- کیا گیا ہے غلامی میں مبتلا تجھ کو
کہ تجھ سے ہو نہ سکی فقر کی نگہبانی

3- درج ذیل قانونی اصطلاحات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔ (10)

استغاثہ، مدعا علیہ، شہادت، حد، تعزیر

4- درج ذیل محاورات یا ضرب الامثال کو جملوں میں استعمال کیجیے۔ (10)

نیم حکیم خطرۂ جان، اپنے منہ میاں مٹھو، آپ کاج مہا کاج، جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے، نقار خانے میں طوطی کی آواز

5- درج ذیل عبارت کو بغور پڑھیے، اس کا ایک مناسب عنوان تجویز کیجیے اور اس کا ایک تہائی الفاظ میں خلاصہ لکھیے۔ (20)

اقبال کی شاعری درحقیقت مشرقی ادبیات کی تمام شاعرانہ روایات کا نقطۂ عروج ہے۔ فارسی، سنسکرت اور عربی میں شاعری کے جتنے تجربات اقبال سے قبل ہو چکے تھے، ان سب کے بہترین احساسات و نقوش کو اپنے اندر سمو کر اقبال کے فن نے ارتقا کا ایک نیا مرحلہ طے کیا، جو اس وقت مشرقی شاعری کی منزل آخریں نظر آ رہا ہے۔ اردو زبان مشرق کی تینوں کلاسیکی زبانوں کی بہترین لسانی روایات کی اہم ترین نمائندہ ہے اور اقبال کی اردو شاعری نے بھی ان زبانوں کے تمام شعری وسائل کا ارتکاز اپنے اندر کر لیا ہے۔ اقبال کا فن مشرق میں اپنے پیشروؤں کے کارناموں کی توسیع و تجدید کرتا ہے۔ اس کی شاعری ہی مشرقی ذہن کی بہترین نمائندہ ہے اور عالمی سطح پر اس کی آفاقی اہمیت کا پس منظر یہی ہے۔ ٹیگور کی شاعری اقبال کے مقابلے میں ٹھوس قدریں بہت کم رکھتی ہے۔ ٹیگور کا نغمہ صرف تھکے ہوئے ذہن کے لیے وقتی فرحت کا سامان مہیا کرتا ہے جب کہ اقبال کا نغمہ انسانی روح کے اندر وہ عرفان و انبساط پیدا کرتا ہے جس سے حیات کی تزئین و تنظیم کے ساتھ کائنات کی تسخیر کا حوصلہ بیدار ہوتا ہے۔

6- درج ذیل انگریزی عبارت کا سلیس و رواں اردو میں ترجمہ کیجیے۔ (20)

Mathnavi is the most comprehensive document on Rumi's thought. Rumi's education covered the whole curriculum, the Quranic commentary, Hadith jurisprudence, and Arabic Language and Literature. His Mathnawi bears ample evidence of this vast learning. The very fact that it is the Quraan in Pahlavi, as said before, speaks of its vast scope, it is perhaps the greatest mystical poem of any age. In the words of Davis "The Mathnawi is full of profound mysteries and a most important book in the study of Sufism". Also, Mathnawi is especially remarkable for its insight into the laws of Physics and Psychology and it is an exposition which is inspired by intense moral feeling and illuminated by many beautiful and profound thought.

❀❀

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION

COMBINED COMPETITIVE EXAMINATION (PMS)- 2009

PAPER ON: URDU (GENERAL/INCLUDING ESSAY)

TIME ALLOWED: 3 HOURS **MAXIMUM MARKS: 100**

1۔ مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک موضوع پر مضمون لکھیے۔ (25)

ا۔ میرا پسندیدہ افسانہ نگار

ب۔ اقبال کا مقام اردو شعرا میں

ج۔ اسلامی دنیا کا حال اور مستقبل

د۔ پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

ہ۔ میر تقی میر اور ان کی شاعری کی خصوصیات

2۔ مندرجہ ذیل میں سے صرف چار اشعار کی تشریح کیجیے۔ (25)

ا۔ ایسے آہوئے رم خوردہ کی وحشت کھونی مشکل تھی — سحر کیا، اعجاز کیا، جن لوگوں نے تجھ کو رام کیا

ب۔ باوجودیکہ پر و بال نہ تھے آدم کے — وہاں پہنچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا

ج۔ آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک — کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

د۔ تم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے — ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا

ہ۔ تم کو دیکھا تو سیر چشم ہوئے — تم کو چاہا تو اور چاہ نہ کی

3۔ مندرجہ ذیل عبارت کی ایک تہائی تک تلخیص اور اس کا کوئی مناسب عنوان بھی تجویز کیجیے۔ (25)

عالمگیر جسے علامہ اقبال نے ''ہمارے ترکش کا آخری تیر'' قرار دیا ہے، ایسا بادشاہ تھا کہ جب تک زندہ رہا یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے مغلیہ سلطنت کی بنیادوں کو سیسہ پلا دیا ہے۔ اس کی وفات کے بعد مغلیہ حکومت کی مرکزیت ختم ہوگئی۔ اکثر صوبے بے خودمختار ہوگئے۔ اس کے جانشین کمزور ہوگئے۔ ان ہی دنوں ایسٹ انڈیا کمپنی میدانِ عمل میں اتری۔ 1857ء میں اس کے دہلی پر قابض ہونے سے پہلے اس کے راستہ کے کانٹے دو ہی تھے۔ بنگال کا نواب سراج الدولہ اور میسور کا ٹیپو سلطان۔ 1757ء میں پلاسی کی جنگ میں سراج الدولہ کی شہادت کے بعد ان کی پورے برصغیر پاک و ہند پر قابض ہونے کی خواہش کی راہ میں صرف ایک مردِ مجاہد حائل ہے اور وہ ہے سلطان ٹیپو۔ وہ جنگِ پلاسی سے صرف چھے سال پہلے پیدا ہوئے۔

تیس سال کی عمر میں حیدر علی کی وفات پر 1782ء میں جنوبی ہند کی ریاست میسور کے تخت پر بیٹھے۔ کئی بار انگریزوں کو شکست دی لیکن آخر کار 1799ء میں جب وہ میر صادق کی غداری کے باعث قلعہ سرنگا پٹم میں داخل ہوگئے تو وہ ہتھیار ڈالنے کی بجائے آخری دم تک لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ سلطان ٹیپو ہی کا مشہور قول ہے ''شیر کی ایک روزہ زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے'' علامہ اقبال نے ٹیپو شہید کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

4۔ مندرجہ ذیل انگریزی محاورات کا بامحاورہ اردو ترجمہ کریں اور ان کو جملوں میں بھی استعمال کریں۔ (10)

(a) A burnt child, dreads fire (b) All that glitteres, is not gold (c) As you sow, so shall you reap (d) Birds of the same feather, flock together (e) Out of the frying pan, into the fire.

5۔ مندرجہ ذیل انگریزی اقتباس کا بامحاورہ اردو ترجمہ کیجیے۔ (15)

The Nishat Bagh is decidedly the favourite garden in Kashmir. Its situation on the rising ground sloping up from the Dal Lak, backed by a range of mountains, gives it an advantage over every other garden, and its beauty in spring time when the fruit trees are in blossom, when the chenars are in the freshest green. The garden was constructed by the Moghal Emperor Jahangir. It can be reached either by water or by road along the shores of the lack.

❀❀

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION
COMBINED COMPETITIVE EXAMINATION FOR RECRUITMENT TO THE POSTS OF PROVINCIAL MANAGEMENT SERVICE, ETC-2011
SUBJECT: URDU (GENERAL/INCLUDING ESSAY)

TIME ALLOWED: 3 HOURS **MAXIMUM MARKS: 100**

1۔ مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک موضوع پر مضمون لکھیے۔ (25)

ا۔ انصاف اور معاشرہ
ب۔ فی زمانہ ذرائع ابلاغ کے معاشرے پر اثرات
ج۔ آبی آلودگی اور ہماری ذمہ داریاں
د۔ ع بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں

2۔ مندرجہ ذیل میں سے صرف چار شعروں کی تشریح کیجیے۔ (20)

الف۔ قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے — اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد
ب۔ آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر — اب انھیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر
ج۔ لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام — آفاق کی اس کارگہ شیشہ گری کا
د۔ نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن — پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
ہ۔ ہے آدمی بجائے خود اک محشر خیال — ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

3۔ درج ذیل اقتباس کی تلخیص کیجیے جو اصل عبارت کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔ تلخیص کا عنوان بھی دیجیے۔
(ایک سے زیادہ یا متبادل عنوانات مت دیجیے) (20)

"اب مجھے اُس سے دل چسپی ہونے لگی۔ یہاں تک کہ بعض وقت اپنا کام چھوڑ کر اُسے دیکھا کرتا، مگر اسے کچھ خبر نہ ہوتی کہ کوئی دیکھ رہا ہے اس کے آس پاس کیا ہو رہا ہے۔ وہ اپنے کام میں مگن رہتا۔ اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ اپنے پودوں اور پیڑوں ہی کو اپنی اولاد سمجھتا تھا اور اولاد کی طرح ان کی پرورش اور نگہداشت کرتا۔ ان کو سرسبز اور شاداب دیکھ کر ایسا ہی خوش ہوتا جیسے ماں اپنے بچوں کو دیکھ کر خوش ہوتی ہے۔ وہ ایک ایک پودے کے پاس بیٹھتا، ان کو پیار کرتا، جھک جھک کے دیکھتا اور ایسا معلوم ہوتا گویا اُن سے چپکے چپکے باتیں کر رہا ہے۔ جیسے جیسے وہ بڑھتے اور پھولتے پھلتے، اُس کا دل بھی بڑھتا اور پھولتا تھا۔ اُن کو توانا اور ٹاٹا دیکھ کر اس کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ جاتی۔ کبھی کسی پودے میں اتفاق سے کیڑا لگ جاتا یا کوئی اور روگ پیدا ہو جاتا تو اُسے بڑا فکر ہوتا۔ بازار سے دوائیں لاتا، باغ کے داروغہ یا مجھ سے کہہ کر منگاتا۔ دن بھر اُسی میں لگا رہتا

اور اُس پودے کی ایسی سیوا کرتا جیسے کوئی ہمدرد اور نیک دل ڈاکٹر اپنے عزیز بیمار کی کرتا ہے۔ ہزار جتن کرتا اور اُسے بچا لیتا اور جب تک وہ تندرست نہ ہو جاتا، اسے چین نہ آتا۔ اُس کے لگائے ہوئے پودے ہمیشہ پروان چڑھے اور کبھی کوئی پیڑ ضائع نہ ہوا۔" (مولوی عبدالحق)

4۔ درج ذیل محاورں میں سے صرف پانچ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔ (ایک محاورے کا ایک سے زیادہ جملہ مت بنایے اور نہ ہی پانچ سے زیادہ محاورے استعمال کیجیے) (15)

آنکھیں سفید ہونا، بیڑا اٹھانا، پانی بھرنا، دھان پان ہونا، سبز قدم ہونا، سمندر بلونا، شیطان کی آنت ہونا، کچا چٹھا کہنا

5۔ درج ذیل انگریزی عبارت کا رواں اردو ترجمہ کیجیے۔ (25)

"My choice of Muhammad to lead the list of the world's most influential persons may surprise some readers and may be questioned by others, but he was the only man in history who was supremely successful on both the religious and secular levels. Of humble origins, Muhammad founded and promulgated one of the world's great religions, and became an immensely effective political leader. Today, thirteen centuries after his death, his influence is still powerful and pervasive. It may initially seem strange that Muhammad has been ranked higher than jesus. There are two principal reasons for that decision. First, Muhammad played a far more important role in the development of Islam than Jeasus did in the development of Christianity. Furthermore, Muhammad (unlike Jesus) was a secular as well as a religious leader. In fact, as the driving force behind the Arab conquests, he may well rank as the most influential political leader of all time. It is this unparalleled combination of secular and religious influence which I feel entitles Muhammad to be considered the most influential single figure in human history.". (Michael Hart)

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION
WRITTEN EXAMINATION FOR RECRUITMENT TO THE POSTS OF LADY ASSISTANT REGISTRAR COOPERATIVE SOCIETIES (BS-16) IN COOPERATIVE DEPARTMENT OF PUNJAB-2012
PAPER ON: URDU (I)

TIME ALLOWED: 3 HOURS **MAXIMUM MARKS: 100**

1۔ درج ذیل میں سے کسی ایک پر مضمون لکھیے۔ (50)

ا۔ نئی نسل اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہے ب۔ ہمارے معاشی مسائل اوران کا حل

ج۔ انفرادی وقومی زندگی میں نظم وضبط کی اہمیت د۔ شور کی آلودگی اور ہماری ذمہ داریاں

2۔ درج ذیل اقتباس کی تلخیص کیجیے جو اصل عبارت کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو، تلخیص کا عنوان بھی دیجیے۔
(ایک سے زیادہ یا متبادل عنوانات مت دیجیے) (15)

یہ آج سے پچیس تیس سال پہلے کی بات ہے۔ ٹاؤن شپ نیا نیا آباد ہونا شروع ہوا تھا اور آبادی بھی اس زمانے میں آج سے کہیں کم تھی۔ ہمارا گھر بس سٹاپ سے بالکل متصل تھا۔ بس سٹاپ پر مشکل سے آدھ آدھ گھنٹے کے بعد بس آتی تھی، جہاں سے سواریاں اترتی اور چڑھتی تھیں۔ ماں جی نے گھر سے باہر اپنے ہاتھوں سے نیم کا ایک پودا لگا دیا، جس کو وہ ہر روز سینچتی تھیں۔ یہ پودا دو تین سالوں میں درخت بن گیا۔ مسافر اس کے سائے میں بیٹھنے لگے۔ اس نیم کے علاوہ دور ونزدیک نیم کا کوئی اور درخت نہ تھا۔ لوگ نیم کی ٹہنی کی مسواک کرتے، پتے توڑ کر اپنے گھروں میں لے جاتے، جنھیں ابال کر اس پانی سے اپنے سر کے بال دھوتے اور نہاتے تاکہ زخم ٹھیک ہو جائیں۔ سکھا کر کپڑوں میں رکھتے تاکہ کپڑوں کو کیڑا نہ لگے۔ لوگ کچی پکی نبولیاں بھی توڑ لیتے جن کا نا معلوم ان کے نزدیک کیا مصرف تھا۔ بہر کیف لوگ جس قدر اس کے پتے اور ٹہنیاں توڑتے یہ اور پھولتا پھلتا اور بلند و بالا ہوتا گیا۔ ماں جی درخت کو دیکھ کر نہال ہوتی تھیں۔ نیم کا یہ درخت قدرت کی طرف سے لوگوں کی دستگیری کا امین تھا۔ اس درخت کے ذکر سے معاً مجھے مجید امجد کا وہ شعر یاد آ رہا ہے جو انھوں نے مغرور لوگوں کی اکڑی ہوئی گردنوں اور درخت کی جھکی ہوئی ٹہنیوں کا موازنہ کرتے ہوئے کہا تھا:

آہ ! ان گردن فرازانِ جہاں کی زندگی
اک جھکی ٹہنی کا منصب بھی جنھیں حاصل نہیں

ماں جی کے اس درخت نے پچیس سال تک لوگوں کو دن رات فیض پہنچایا۔ پھر جب ایک بد بخت ٹرک نے اسے

خمیدہ کر دیا اور آہستہ آہستہ سوکھنے لگا تو ٹریفک میں رکاوٹ سمجھ کر اسے ایک ہزار روپے کا بیچ دیا گیا اور یہ رقم ماں جی کے نام سے قریبی مسجد میں دے دی گئی۔

3۔ درج ذیل محاورات میں سے صرف پانچ کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے۔
ایک محاورے کا ایک سے زیادہ جملہ مت بنائیے اور نہ ہی پانچ سے زیادہ محاورے استعمال کیجیے۔ (15)
اللّے تللّے کرنا، بے نقط سنانا، شیطان کی آنت ہونا، غتر بود کرنا، قدم لینا، کتر بیونت کرنا، نو تیرہ بائیس بتانا، ہفت خوان سر کرنا

4۔ درج ذیل عبارت کا اردو ترجمہ کیجیے۔ (20)

In India there was no Christian culture or Sikh culture or Parsee culture. But there was definitely a Hindu culture - ancient and well established - with which the invading Muslims had clashed. As the background, content and contours of the two cultures were so different, their adherents never evolved a common society. The cultural differences were, in fact, at the root of separatism. The gulf was too deep to be bridged and too wide to be crossed. The two cultures stood side by side, adamant, exigent and inexorable. They met only on the field of battle. In the event, cultural separatism divided the country so that each of the two cultures, which could not live together in harmony, may flourish in its own dwelling-place. This is one way, the cultural way, of interpreting the genesis of Muslim nationalism.

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION

WRITTEN EXAMINATION FOR RECRUITMENT TO THE POSTS OF TEHSILDARS (BS-16) IN BOARD OF REVENUE, PUNJAB-2012

SUBJECT: URDU ESSAY & COMPOSITION

TIME ALLOWED: 3 HOURS **MAXIMUM MARKS: 100**

1۔ مندرجہ ذیل میں سے ایک موضوع پر مضمون قلم بند کیجیے۔ (50)

ا۔ اردو غزل کا ارتقا

ب۔ ترقی پسند تحریک

ج۔ میرا پسندیدہ افسانہ نگار

د۔ آزاد نظم

ہ۔ اقبال کا پیغام

2۔ مندرجہ ذیل محاورات میں سے دس کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔ (10)

اٹکھیلیاں کرنا، عرضی پرزہ کرنا، بھاویں ہی نہ آنا، ہوا پر گرہ لگانا، ناک پر ٹکا رکھنا، کافور ہونا،
سیاست پانا، اللّے تللّے کرنا، آسمان میں تھگلی لگانا، بھیگی بلی بتانا، پانی بھرنا
پیٹ میں انگارے بھرنا، جوتیوں میں دال بٹنا، حرف آنا، ہوا اکھڑ جانا

3۔ مرکبِ عطفی کی تعریف کیجیے اور پانچ مثالوں سے اس کی وضاحت کیجیے۔ (10)

4۔ امدادی فعل کی تعریف کیجیے اور مندرجہ ذیل مصادر میں سے پانچ کے امدادی افعال کو جملوں میں استعمال کیجیے۔ (15)

دینا، لینا، ڈالنا، پڑنا، رہنا، پانا، اٹھنا۔

5۔ مندرجہ ذیل عبارت کی ایک تہائی تلخیص اور اس کا کوئی مناسب عنوان بھی تجویز کریں۔ (15)

آج قائداعظم ہم میں موجود نہیں ہیں لیکن آپ کا لافانی کارنامہ پاکستان آپ کی ہستی کے دوام کا باعث ہے۔ جب تک پاکستان قائم ہے، قائداعظم کی شخصیت کی خوشبو اس کی فضاؤں کو عطر بیز کرتی رہے گی۔ ہر سچے پاکستانی کا فرض ہے کہ وہ قائداعظم کے احسانِ عظیم کی قدر و قیمت پہچانے، اس کی بقا، استحکام اور ترقی کے لیے ان اصولوں کو حرزِ جاں بنائے جن کا عملی نمونہ حیاتِ قائداعظم میں نظر آتا ہے۔ صرف اسی صورت میں ہم ان کوتاہیوں کی تلافی کر سکتے اور ناکامیوں کو کامیابیوں میں تبدیل کر سکتے ہیں جن سے آزادی کے بعد ہم اپنی حیاتِ اجتماعی کے مختلف مرحلوں میں دوچار ہو چکے ہیں۔

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION, LAHORE

WRITTEN EXAMINATION FOR THE POSTS OF DEPUTY DISTRICT ATTORNEY (BS-18) 2012 IN THE PUNJAB LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS DEPARTMENT

PAPER ON: URDU INCLUDING ESSAY

TIME ALLOWED: 3 HOURS **MAXIMUM MARKS: 100**

1۔ مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک موضوع پر مضمون تحریر کیجیے۔ (25)

ا۔ احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

ب۔ نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا

ج۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس

د۔ عصری صورتِ حال اور میڈیا

ہ۔ انصاف بنیادی حق، مگر۔۔۔۔

2۔ مندرجہ ذیل قانونی اصطلاحات کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔ (10)

حبسِ بے جا، مدعی، ازالۂ حیثیتِ عرفی، صارفِ عدالت، غبن

3۔ مندرجہ ذیل محاورات اور روزمرہ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔ (10)

چھاتی پر سانپ لوٹنا، جوتیوں میں دال بٹنا، زبان زدِ عام ہونا، قلعی کھل جانا، کلیجہ ٹھنڈا ہونا

4۔ مالک مکان کے نام خط لکھ کر انھیں مکان کے خستہ اور خراب حصوں کی مرمت کروانے کی یاددہانی کرائیے۔ (15)

5۔ مندرجہ ذیل عبارت کی تلخیص کریں جو ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو اور اس کو ایک عنوان دیں۔ (20)

ہمارے معاشرے میں انتشار، بے چینی، بے صبری اور بے راہ روی بڑھتی جا رہی ہے۔ اخبارات جرائم کا مجموعہ معلوم ہوتے ہیں۔ معمولی سی بات پر لڑائی، مارکٹائی اور قتل جیسے انتہائی اقدامات سے گریز نہیں کیا جاتا۔ وہ ملک جو لا الٰہ الا اللہ کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ آج اس ملک میں اسلام کے سنہری اصولوں کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں۔ ذہنی اور اخلاقی پستی عام ہے۔ لوگ عدمِ تحفظ کا شکار ہیں۔ رواداری اور برداشت جیسی صفات مفقود ہو گئی ہیں۔ کرپشن اور رشوت کا زہر معاشرے کی رگ و پے میں سرایت کر چکا ہے۔ اس اخلاقی پستی کے اسباب پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہم نہ صرف خوفِ خدا جیسے

جذبے سے عاری ہو چکے ہیں بلکہ حضور اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو فراموش کر کے زمانۂ جہالت کے اطوار اختیار کر چکے ہیں۔ اگر ہم اسلامی تعلیمات کو اپنا شعار بنائیں تو ہماری زندگیوں میں مثبت تبدیلیاں رونما ہوں گی۔ عدل و انصاف کا بول بالا ہوگا اور ہمارا ملک ترقی کی اس معراج کو چھو لے گا جس کا خواب ہمارے اسلاف نے دیکھا تھا۔"

6۔ مندرجہ ذیل اقتباس کا رواں اردو ترجمہ کیجیے۔ (20)

"Ts'ai Lun, the inventor of paper, was an official at the Chinese Imperial Court, who is the year 105 AD, presented Emperor Ho Ti with samples of paper. The use of paper became widespread in China during the second century and within a few centuries the Chinese were exporting paper to other parts of Asia. For a long time, they kept the technique of paper making a secret. In 751 AD, however some Chinese paper makers were captured by the Arabs, and soon afterwards paper was being manufactured in both Samarqand and Baghdad. The art of paper making gradually spread throughout the Arab world, and in the twelfth century, the Europeans learned from the Arab."

❀❀

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION, LAHORE
WRITTEN TEST OF LECTURERS MALE/FEMALE, 2001
PAPER ON: URDU

TIME ALLOWED: 3 HOURS **MAXIMUM MARKS: 100**

نوٹ: حصہ اوّل اور حصۂ دوم ضروری ہیں۔ حصۂ سوم میں صرف تین سوالوں کے جواب لکھیے۔ اس طرح کل پانچ سوال حل کیجیے اور کوئی سوال یا اس کا جز و زائد حل نہ کیجیے۔

حصہ اوّل

1۔ درج ذیل عنوانات میں سے کسی ایک پر سیر حاصل مضمون لکھیے۔ (30)

ا۔ ایک اچھے لیکچرار کے اوصاف

ب۔ اردو ناول۔ نذیر احمد سے پریم چند تک

ج۔ سفر وسیلۂ ظفر

د۔ اردو کی ظریفانہ شاعری اور اس کے نمائندے

ہ۔ ؎ ذات کا فخر اور نسب کا غرور
اُٹھ گئے اب جہاں سے یہ دستور

حصۂ دوم

2۔ درج ذیل اشعار میں سے صرف پانچ کی تشریح کیجیے۔ تشریح سے پہلے شاعر کا نام بھی لکھیے۔ (5+4x5)

ا۔ ؎ برنگِ صوتِ جرس تجھ سے دور ہوں تنہا
خبر نہیں ہے تجھے آہ ! کارواں میری

ب۔ ؎ ہوا جب کفر ثابت ، ہے وہ تمغۂ مسلمانی
نہ ٹوٹی شیخ سے زنارِ تسبیحِ سلیمانی

ج۔ ؎ ملا نہ سرو کو کچھ اپنی راستی میں پھل
کلاہ کج جو نہ کرتا تو لالہ کیا کرتا

د۔ ؎ رنجِ رہ کیوں کھینچے ، واماندگی کو عشق ہے !
اٹھ نہیں سکتا ہمارا جو قدم ، منزل میں ہے !

ہ۔ ؎ گھر میں برکت ہے مگر فیض ہے جاری شب و روز
کچھ سہی ، شیخ مگر ہے بخدا ایک ہی شخص

و۔ ؎ ہرگز نہ تھا زمانۂ سابق میں یہ فلک
جس آسماں کی دھوم تھی ، وہ آسماں ہے اب

ز۔ ؎ بوئے گل لے گئی بیرونِ چمن ، رازِ چمن
کیا قیامت ہے کہ خود پھول ہیں غمازِ چمن !

حصۂ سوم

مندرجہ ذیل سوالوں میں سے فقط تین کے جواب لکھیے۔ (15x3)

3۔ سرسید احمد خاں کی بطور مضمون نگار خدمات کا احاطہ کیجیے۔

4۔ پطرس بخاری کی بطور مزاح نگار ادبی خدمات کا جائزہ لیجیے۔

5۔ اردو میں خاکہ نگاری کی روایت کے تین اہم خاکہ نگاروں اور ان کی معروف تصانیف کے بارے میں اپنے خیالات کو کم وبیش دو صفحات میں ورطۂ تحریر میں لائیے۔

6۔ درج ذیل کتابوں میں صرف ایک کا تعارف کرائیے، جو دو صفحات سے زیادہ پر مشتمل نہ ہو۔

ا۔ سیپارۂ دل — خواجہ حسن نظامی
ب۔ مقدمہ شعر وشاعری — مولانا الطاف حسین حالی
ج۔ آثار الصنادید — سرسید احمد خاں

7۔ درج ذیل کتابوں میں سے کوئی سی پندرہ کتابوں کے سامنے اس کے مصنف کا نام لکھیے۔ کاٹ کر یا مٹا کر لکھا گیا جواب غلط تصور ہوگا۔

i۔ مہرِ نیمروز — ii۔ نغمۂ فردوس — iii۔ مردمِ دیدہ — iv۔ شوخیِ تحریر
v۔ لاہور کا دبستانِ شاعری — vi۔ سات سمندر پار — vi۔ گزشتہ لکھنؤ — viii۔ بیگمات کے آنسو
ix۔ آبِ گم — x۔ لا=انسان — xi۔ خمخانۂ جاوید — xii۔ تحقیقاتِ چشتی
xiii۔ مٹی کا دیا — xiv۔ گنجہائے گرانمایہ — xv۔ تیشۂ لفظ — xvi۔ گلشنِ بے خار
xvii۔ عودِ ہندی — xviii۔ آنگن — xix۔ روشنائی — xx۔ تہذیب وتخلیق

❀❀

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION
WRITTEN TEST OF LECTURERS MALE/FEMALE, 2004
PAPER ON: URDU

TIME ALLOWED: 3 HOURS **MAXIMUM MARKS: 100**

نوٹ: حصۂ اول اور حصۂ دوم ضروری ہیں۔ حصۂ سوم میں سے صرف تین سوالوں کے جواب لکھیے۔ اس طرح کل پانچ سوال حل کیجیے اور کوئی سوال یا اُس کا جزو، زائد حل نہ کیجیے۔

حصۂ اوّل

1۔ درج ذیل عنوانات میں سے کسی ایک پر سیر حاصل مضمون لکھیے۔ (30)

ا۔ اردو غزل کا ارتقا
ب۔ ترقی پسند ادبی تحریک
ج۔ اردو نثر میں طنز ومزاح کی روایت
د۔ قیامِ پاکستان کے بعد اردو افسانہ نگاری
ہ۔ مثنوی ''سحر البیان'' اور مثنوی ''گلزارِ نسیم'' کا تقابلی جائزہ

حصۂ دوم

2۔ درج ذیل اشعار میں سے صرف پانچ کی تشریح کیجیے۔ تشریح سے پہلے شاعر کا نام بھی لکھیے۔ (5+4x5)

ا۔ لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہِ شیشہ گری کا

ب۔ تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جا ابھی
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

ج۔ کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیرِ نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

د۔ حسنِ بے پروا کو خود بین و خود آرا کر دیا
کیا کیا میں نے کہ اظہارِ تمنا کر دیا

ہ۔ دل کی آزادی شہنشاہی ، شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے ، دل یا شکم ؟

و۔ چمن پہ غارتِ گل چیں سے جانے کیا گزری ؟
قفس سے آج صبا بے قرار گزری ہے

ز۔ بس ایک موتی سی چھب دکھا کر، بس ایک میٹھی سی دھن سنا کر
ستارۂ شام بن کے آیا ، برنگِ خوابِ سحر گیا وہ

حصۂ سوم

مندرجہ ذیل سوالوں میں سے فقط تین سوالوں کے جواب لکھیے۔ (15x3)

3۔ حالی کی سوانح نگاری کا تنقیدی جائزہ لیجیے۔

4۔ غالب اور اقبال میں سے آپ کے نزدیک بڑا شاعر کون ہے اور کیوں؟۔۔۔ دلائل اور مثالیں دے کر اپنے موقف کی وضاحت کیجیے۔

5۔ اردو ڈراما نگاروں میں سے اپنے پسندیدہ کسی ایک ڈراما نگار کے فن کے بارے میں اظہار خیال کیجیے۔

6۔ فورٹ ولیم کالج کی نثری خدمات پر مضمون لکھیے۔

7۔ درج ذیل کتابوں میں سے کوئی سی پندرہ کتابوں کے سامنے اس کے مصنف کا نام لکھیے۔ کاٹ کر یا مٹا کر لکھا گیا جواب غلط تصور ہوگا۔

i۔ اردوئے معلّٰی	ii۔ سیرِ کہسار	iii۔ دریائے لطافت	iv۔ فسانۂ مبتلا
v۔ شکست	vi۔ ماہِ تمام	vii۔ گئودان	viii۔ علم الاقتصاد
ix۔ علی پور کا ایلی	x۔ دستِ صبا	xi۔ اپنا گریباں چاک	xii۔ نظمِ جدید کی کروٹیں
xiii۔ کارِ جہاں دراز ہے	xiv۔ شعر شور انگیز	xv۔ شریف زادہ	xvi۔ ایران میں اجنبی
xvii۔ زرگزشت	xviii۔ اداس نسلیں	xix۔ شاہنامۂ اسلام	xx۔ مشرق و مغرب کے نغمے

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION
WRITTEN EXAMINATION FOR RECRUITMENT TO THE POSTS OF DEPUTY DISTRICT ATTORNEY (BS-18) 2013 IN THE LAW & PARLIAMENTARY AFFAIRS DEPARTMENT OF PUNJAB
SUBJECT: URDU INCLUDING ESSAY

TIME ALLOWED: 3 HOURS **MAXIMUM MARKS: 100**

1۔ درج ذیل میں سے کسی ایک موضوع پر مضمون لکھیے۔ (25)

ا۔ کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا

ب۔ زلزلہ۔۔ ارضیاتی تبدیلی یا انتقام قدرت

ج۔ جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے

د۔ کیا آج کا نوجوان اقبال کا شاہین ہے؟

ہ۔ نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا

2۔ درج ذیل قانونی اصطلاحات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ اُن کا مفہوم واضح ہو جائے۔ (10)
بادی النظر، سرقہ بالجبر، فک الرہن، عبارت ظہری، بنائے دعویٰ

3۔ درج ذیل محاورات میں سے صرف پانچ کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم بخوبی واضح ہو جائے۔ نہ تو پانچ سے زیادہ محاورات استعمال کیجیے اور نہ ہی کسی محاورے کے ایک سے زیادہ جملے بنایئے۔ (15)
خفیف ہونا، زمین کا گز ہونا، شین قاف درست ہونا، کافور ہونا، گاؤ خورد ہونا، گولر کا پھول کھلنا، نو تیرہ بائیس بتانا

4۔ لیپ ٹاپ کا تحفہ وصول ہونے پر چچا جان کے نام خط لکھ کر اُن کا شکریہ ادا کیجیے۔ (15)

5۔ درج ذیل عبارت کی تلخیص کیجیے جو اصل عبارت کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔ تلخیص سے پہلے اس کا عنوان بھی لکھیے اور فقط ایک عنوان دیجیے۔ (15)

تاریخ شاہد ہے کہ برصغیر پاک و ہند کی سرزمین اقوام عالم کی نظروں میں ہمیشہ پرکشش رہی ہے۔ اسے جغرافیائی حالات کی ستم ظریفی کہہ لیجیے یا کچھ اور لیکن تاریخی حقیقت یہی ہے کہ جتنے بھی حملہ آوروں نے برصغیر کا رخ کیا، سوائے محمد بن قاسم کے، سب کے سب شمال مغرب کی سمت سے آئے اور ان کا پہلا پڑاؤ پنجاب رہا یا وہ سرزمینِ پنجاب سے ہو کر گزرے۔ جغرافیائی لحاظ سے پنجاب ایک مخصوص اور متعین ملک کبھی نہ تھا اور مختلف زمانوں میں اس کے حدود کم و بیش ہوتے رہے اور نہ

ہی یہ خطہ کبھی ایک مخصوص قوم کے وطن کی حیثیت سے معروف رہا بلکہ جغرافیائی حالات نے اسے ایک وسیع و عریض زرخیز خطۂ ارضی بنا دیا ہے، جس میں پانچ بڑے دریا (جہلم، چناب، راوی، ستلج اور بیاس) اور ان کے بے شمار معاون بہتے اور سیراب کرتے ہیں۔ برصغیر میں یہی وہ واحد خطہ ہے جو مختلف اقوام اور حملہ آوروں کا ابتدائی مسکن بنا۔ آریہ، سکندر اعظم، محمود غزنوی، منگول، ظہیرالدین بابر، نادر شاہ درانی اور احمد شاہ ابدالی برصغیر میں سب سے پہلے خطہ پنجاب ہی میں پہنچے یا لاہور یا اس کے گرد ونواح ہی سے ان کا گزر رہوا۔ مسلمانوں کی آمد کا، جس کے اثرات برصغیر کی تاریخ پر گہرے مرتب ہوئے، اصل راستہ یہی تھا۔ اس لیے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ پنجاب ہی وہ واحد خطہ ہے جو ہمیشہ سے برصغیر کی خوش قسمتی اور بد قسمتی کی کنجی بنا رہا ہے اور یہی وہ علاقہ ہے جہاں مختلف تہذیبیں اور مختلف تمدن سب سے پہلے آپس میں گلے ملے اور جن کے اثرات پورے برصغیر پاک و ہند میں پھیلتے رہے، جو آج بھی دکھائی دیتے ہیں۔

6۔ کاٹ چھانٹ سے گریز کرتے ہوئے درج ذیل عبارت کا رواں اردو ترجمہ کیجیے۔ (20)

It is not luck but labour that makes men. Luck, says an American writer, is ever waiting for something to turn up: labour with keen eye and strong will always turns up something. Luck lies in bed and wishes the postman would bring him news of a legacy: labour turns out at six and with busy pen and ringing hammer lays the foundation of a competence. Luck whines; labour watches. Luck relies on chance; labour on character. Luck slips downwards to self-indulgence; labour strides upwards and aspires to independence. The conviction, therefore, is extending that diligence is the mother of good luck; in other words, that a man's success in life will be proportionate his efforts, to his industry, to his attention to small things.

❀❀

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION

WRITTEN EXAMINATION FOR RECRUITMENT TO THE POSTS OF ASSISTANT REGISTRAR COOPERATIVE SOCIETIES (BS-16) IN THE COOPERATIVE DEPARTMENT, PUNJAB 2013

SUBJECT: URDU ESSAY / COMPOSITION

TIME ALLOWED: 3 HOURS **MAXIMUM MARKS: 100**

(i) مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک پر مضمون لکھیے: (50)

(ا) فرض شناسی (ب) ع ہیں جذبِ باہمی سے قائم نظارے سارے

(ج) روزگار اور بے روزگاری (د) قوموں کی تعمیر و تخریب میں صحافت کا کردار

(ii) درج ذیل اقتباس کی تلخیص کیجیے جو اصل عبارت کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔ تلخیص کا عنوان بھی دیجیے۔

(ایک سے زیادہ یا متبادل عنوانات مت دیجیے) (15)

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب میں چھٹی ساتویں جماعت کا طالب علم تھا۔ ہمارے گاؤں میں اس وقت تک بجلی نہیں آئی تھی۔ گرمیوں کے دن تھے۔ ہم سب بھائی بہن باپو اور ماں جی کے ساتھ پولیس لائن کی طرح کوٹھے پر چارپائیاں بچھا کر سویا کرتے تھے۔ میری کوشش ہوتی تھی کہ مجھے ماں جی کے قریب والی چارپائی ملے تاکہ میں ان سے یا تو خوب باتیں کروں یا پھر چڑیا چڑے کی وہ کہانی سنوں جو وہ مجھے پہلے بھی بیسیوں بار سنا چکی تھیں مگر ہر بار ایک نیا لطف آتا تھا۔ اس دن چودھویں کی رات تھی۔ چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ ماں جی چاند کی طرف اشارہ کر کے مجھ سے پوچھنے لگیں: ''بیٹا! کیا یہ وہی چاند ہے جو پانی پت میں تھا؟'' میں نے بڑے وثوق سے جواب دیا: ''ہاں ماں جی! بالکل، ساری دنیا کا ایک ہی چاند ہے۔'' ماں جی کو شاید میری بات کا یقین نہ آیا۔ کہنے لگیں: ''بیٹا! میں تو ان پڑھ ہوں، مگر تم تو پڑھتے ہو۔ تم یوں کرنا، کل اپنے ماسٹر جی سے پوچھ کر آنا، کیوں کہ اِس چاند میں وہ خنکی، وہ روشنی نہیں ہے جو اُس چاند میں تھی جو پانی پت میں نکلتا تھا۔'' بات آئی گئی ہو گئی۔ آج یہ واقعہ یاد آتا ہے تو میں سوچتا ہوں کہ ماں جی نے واقعی صحیح کہا تھا۔ جب رام چندر جی کو بن باس ملا تھا وہ بھی اپنے وطن سے اداس رہا کرتے تھے۔ ماں جی نے پانی پت کی فضا میں آنکھ کھولی تھی۔ وہاں ایک عمر گزاری تھی۔ انھیں وہاں کی ہر چیز اچھی لگتی تھی۔ مولانا حالی بھی پانی پت کے تھے۔ جب وہ تلاشِ معاش میں لاہور آئے تو انھوں نے بھی یہی فرق محسوس کر کے لاہور کی تاروں بھری شبِ ماہتاب، یہاں کے گل و گلزار اور نسیمِ بہار کے جھونکوں کو مخاطب کر کے کہا تھا:

تم ہر ایک حال میں ہو یوں تو عزیز — تھے وطن میں مگر کچھ اور ہی چیز
جب وطن میں ہمارا تھا رہنا — تم سے دل باغ باغ تھا اپنا
کیا ہوئے وہ دن اور وہ راتیں — تم میں اگلی سی اب نہیں باتیں

(iii) درج ذیل محاروں میں سے صرف پانچ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔ ایک محاورے کا ایک سے زیادہ جملہ مت بنایے اور نہ ہی پانچ سے زیادہ محاورے استعمال کیجیے۔ (15)

خفیف ہونا، دست نگر ہونا، رات بھیگنا، زمین کا گز ہونا، سانپ سونگھ جانا، غتر بود کرنا، کافور ہونا، ہاتھ ملنا

(iv) درج ذیل عبارت کا رواں اردو ترجمہ کیجیے:- (20)

The point of the argument is that culture is a concept which belongs to the sphere of the mind. When a man thinks that he belongs to a culture-group, one cannot argue with him, as one can when religion or language or race is in question. When many people begin to feel that they have a common culture, they are already on their way to becoming a nation. Generally there is nothing which serves as a nation-nexus more effectively than culture. In India, however, religion had precedence over culture. But here, too, the culture itself was based on religion. The Indian Muslims claimed that their culture was different because it was a Muslim culture. This is no place to distinguish between Muslim culture and Islamic culture or to argue whether there ever has existed, or exists today, a thing called 'Islamic culture'. What is asserted here is that Indian Muslims had, broadly speaking, one culture and they chose to call it 'Muslim culture', because its distinctive character was based on Islam. One strong argument in favour of this is the fact that when an Indian changed his religion and was converted to Islam he immediately changed his cultural allegiance. Hindu or Christian converts to Islam then belonged to a distinct cultural group which they found to be as different from other cultures as was Islam from other religions.

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION
COMBINED COMPETITIVE EXAMINATION
FOR RECRUITMENT TO THE POSTS OF
PROVINCIAL MANAGMENT SERVICES ETC.–2015

TIME ALLOWED: THREE HOURS — **MAXIMUM MARKS: 100**

(i) درج ذیل میں سے کسی ایک موضوع پر مضمون لکھیے: (30)

(الف) پاکستان میں اردو افسانہ نگاری — (ب) غالب کا ہے اندازِ بیاں اور
(ج) اردو اور ہمارے سیاست دان — (د) ''امن کی آشا'' —— چند تحفظات

(ii) مندرجہ ذیل میں سے صرف چار اشعار کی تشریح کیجیے: (20)

(الف) ہفتاد و دو فریق حسد کے عدد سے ہیں — اپنا ہے یہ طریق کہ باہر حسد سے ہیں
(ب) نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا — کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا
(ج) گھر میں برکت ہے مگر فیض ہے جاری شب و روز — کچھ سہی، شیخ مگر ہے بخدا ایک ہی شخص
(د) نقش ہیں سب ناتمام، خونِ جگر کے بغیر — نغمہ ہے سودائے خام، خونِ جگر کے بغیر
(ہ) کبھی اپنی آنکھ سے زندگی پہ نظر نہ کی — وہی زاویے کہ جو عام تھے، مجھے کھا گئے

(iii) درج ذیل عبارت کی تلخیص کیجیے جو اصل عبارت کی ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔ تلخیص کا عنوان بھی دیجیے۔ (ایک سے زیادہ یا متبادل عنوانات مت دیجیے۔) (15)

آزاد اور حالی کے لگائے ہوئے درخت کا سب سے اہم پھل اقبال کی شاعری ہے۔ آزادی کی تحریکیں زور و شور سے چلنا شروع ہو گئی تھیں۔ قوم پرستی کا چرچا تھا۔ انگریزی کے خلاف سیاست زور پکڑتی جا رہی تھی۔ اقبال بھی ان تحریکوں سے متاثر ہوئے اور دیگر سیاسی رہنماؤں کی طرح انھوں نے بھی ہندو مسلم اتحاد اور ہندوستانی قومیت کے ترانے لکھے مگر زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ انھوں نے یورپ کا سفر اختیار کیا۔ اس دوران میں اُن پر یہ انکشاف ہوا کہ قوم پرستی کا مغربی تصور، انسانیت کے لیے ہلاکت آفرین ہے اور یہ کہ اسلام انسانی معاشرے کا جو ایک عالمگیر تصور دے چکا ہے، (جس کی بنیاد مساوات پر ہے) اگر اسے دوبارہ نافذ کیا جائے، تو انسان تباہی سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ چنانچہ واپسی پر اقبال نے اپنے بدلے ہوئے نظریے کی تلقین بڑے شد و مد سے شروع کی۔ اقبال میں وہ تمام صلاحیتیں موجود تھیں جو کسی بھی عظیم شاعر میں ہونا ضروری ہیں۔ بڑے بڑے خشک مسائل میں اتنی شیرینی پیدا کی کہ باید و شاید۔ اردو ادب

کی اب تک کی تاریخ میں وہ سب سے موثر شاعر ہو گزرے ہیں۔

(iv) درج ذیل محاورات میں سے صرف پانچ کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ اُن کا مفہوم واضح ہو جائے:
(ایک محاورے کا ایک سے زیادہ جملہ مت بنائیے اور نہ ہی پانچ سے زیادہ محاورات استعمال کیجیے۔) (15)

آئینہ کردینا، اُلٹی آنتیں گلے پڑنا، بال بیکا کرنا، پو بارہ ہونا، پیٹ کاٹنا، جُل دینا، عہدہ برآ ہونا، ہوا دینا

(v) کاٹ چھانٹ سے گریز کرتے ہوئے درج ذیل عبارت کا رواں اردو ترجمہ کیجیے: (20)

"These are different aspects of nationalism, not its definitions. As a description each of them is narrow, inadequate and misleading. As an aspect each represents one facet and concentrates attention on it. Every nationalism is Sui generis and takes on its character and shape from its context and environment. Each is a mixture of all these ingredients - but never in equal proportions. It is a compound of all these in varying combinations. One nationalism will emphasize the element of dogma, another that of sentiment, still another that of policy. The same nationalism may appear sometimes to underline its doctrinal foundation and sometimes to over-accentuate its mythical content. However, it is unwise to underestimate or ignore the role of myths in nationalism. They are liable to obsess the minds of their creators and thus to become not true but real. And a real myth is sword which few know how to sheath." (K.K. Aziz)

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION
COMBINED COMPETITIVE EXAMINATION
FOR RECRUITMENT TO THE POSTS OF
PROVINCIAL MANAGMENT SERVICES ETC.-2015

TIME ALLOWED: THREE HOURS **MAXIMUM MARKS: 100**

(i) درج ذیل میں سے کسی ایک موضوع پر مضمون لکھیے: (30)

(الف) قومی زندگی میں زبان کا کردار (ب) سفر وسیلۂ ظفر

(ج) دورِ حاضر میں الیکٹرانک میڈیا کی اہمیت (د) اُردو میں خاکہ نگاری

(ii) درج ذیل محاورات میں سے صرف پانچ کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ اُن کا مفہوم واضح ہو جائے
(یہ آپ کے مفاد میں ہے کہ ایک محاورے کا ایک سے زیادہ جملہ مت بنائیے اور نہ ہی پانچ سے زیادہ محاورات استعمال کیجیے۔) (15)

گولر کا پھول کھلنا، گاؤ خورد ہونا، کاغذ کھولنا، نو تیرہ بائیس بتانا، شیطان کی آنت ہونا،
سانپ سونگھ جانا، دھان پان ہونا، ڈول ڈالنا

(iii) درج ذیل اقتباس کی تلخیص کیجیے، جو اصل عبارت کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔ تلخیص کا عنوان بھی دیجیے اور فقط ایک عنوان دیجیے۔ (15)

تنقیدی عمل وسیع النظری، بالغ نظری، گہرے شعور، تدبّر، بصیرت اور اعلیٰ فہم و فراست سے متصف فرد کا کام ہے۔ کسی ادب پارے کے عیوب و محاسن تلاش کرنا اور اس کا باریک بینی سے جائزہ لینا جوئے شیر لانے کے مترادف ہوتا ہے۔ ایک ناقد درحقیقت ایک معمار کا کردار ادا کرتا ہے۔ اس کی تنقیدی آرا فنکار کے لیے مشعلِ راہ کی سی ہوتی ہیں، جن کو مدِنظر رکھتے ہوئے وہ اعلیٰ ادب کی تخلیق کا کام کرسکتا ہے۔ تنقید یا انتقاد کسی ادبی تخلیق کی پوری جانچ پڑتال یا پرکھ کا نام ہے۔ ایک ناقد دراصل ''نقدِ جرح'' کے عمل کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے کئی الجھنوں اور پیچیدگیوں سے گزرتا ہے۔ اس کی مثال اس غوطہ زن کی سی ہے جو گہرے پانیوں میں اتر کر لعل و صدف بھی ڈھونڈ لاتا ہے اور خس و خاشاک اور سنگ ریزوں کا بھی پتہ چلا لیتا ہے۔

مزید برآں ایک اچھے نقاد میں غیر جانبداری بے تعصبی اور اعلیٰ ظرفی کے اوصاف کا ہونا ازبس ضروری ہے جبکہ اچھی تنقید کا تحقیق اور تخلیق کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔

(iv) درج ذیل اشعار میں سے صرف چار اشعار کی تشریح کیجیے۔ تشریح سے پہلے شاعر کا نام بھی لکھیے۔ چار سے زیادہ اشعار کی تشریح مت کیجیے۔ (20)

(الف) برنگِ صوتِ جرس تجھ سے دور ہوں تنہا — خبر نہیں ہے تجھے آہ! کارواں میری

(ب) چشمِ معنیِ آشنا میں ہے مقام اُن کا وہی — سہوِ کاتب سے مقدم ہوں مؤخر سیکڑوں

(ج) لکھتے رہے جنوں کی حکایاتِ خونچکاں — ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے

(د) خِرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خِرد — جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

(ہ) رشی کے فاقوں سے ٹوٹا نہ برہمن کا طلسم — عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد

(و) شکوۂ ظلمتِ شب سے تو کہیں بہتر تھا — اپنے حصّے کی کوئی شمع جلاتے جاتے

(v) کاٹ چھانٹ سے گریز کرتے ہوئے درج ذیل عبارت کا رواں اردو ترجمہ کیجیے۔ (20)

Nationalism can be a sentiment, or a policy, or a myth, or a dogma, or a doctrine. It is a sentiment when it is the love of a common soil, race, language culture. It is a policy when it is a desire for independence, security or prestige. It is a myth when it is a mystical devotion to a vague social whole, the nation, which is more than the sum of its parts. It is a dogma when it is a belief that the nation is an end in itself and that the indiuidual lives exclusively for the nation. It is a doctrine when a national considers itself dominant among other nations or aggressively strives to be supreme among them.

❀❀

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION
COMBINED COMPETITIVE EXAMINATION
RECRUITMENT TO THE POSTS OF
PROVINCIAL MANAGMENT SERVICES ETC.–2016

SUBJECT: URDU (COMPULSORY)

TIME ALLOWED: THREE HOURS — **MAXIMUM MARKS: 100**

1- درج ذیل میں سے کسی ایک موضوع پر مضمون لکھیے: (کم از کم ایک ہزار الفاظ) (20)

(الف) ملکی ترقی میں دہشت گردی۔ ایک بڑی رکاوٹ (ب) ماحولیاتی آلودگی: نقصانات، سدباب

(ج) پاکستان چین، اقتصادی راہداری کی اہمیت (د) قومی ارتقا میں نظم و نسق کی افادیت

2- درج ذیل اقتباس کی تلخیص کیجیے جو اصل عبارت کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو، تلخیص کا عنوان بھی دیجیے اور فقط ایک عنوان دیجیے (15)

''غزل کی اصلاح تمام اصنافِ سخن میں سب سے زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ قوم کے لکھے پڑھے اور اَن پڑھ سب غزل سے مانوس ہیں۔ بچے جوان اور بوڑھے سب تھوڑا بہت اس کا چٹخارہ رکھتے ہیں۔ وہ شادی بیاہ کی محفلوں میں، وجد و سماع کی مجلسوں میں، لہو و لعب کی صحبتوں میں، تکیوں اور رمنوں میں برابر گائی جاتی ہے۔ اس کے اشعار ہر موقع اور ہر محل پر بطور سند یا تائیدِ کلام کے پڑھے جاتے ہیں۔ جو لوگ کتاب کے مطالعہ سے گھبراتے ہیں اور نثر یا نظم میں لمبے چوڑے مضمون پڑھنے کا دماغ نہیں رکھتے، وہ بھی غزل کے دیوان شوق سے پڑھتے ہیں۔ جس آسانی سے غزل کے اشعار ہر شخص کو یاد ہو سکتے ہیں، کوئی کلام یاد نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں ہر مضمون دو مصرعوں پر ختم اور سلسلۂ بیان منقطع ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو صنف قوم میں اس قدر دائر و سائر اور مرغوبِ خاص و عام ہو، اس کا اثر قومی مذاق اور قومی اخلاق پر جس قدر ہو تھوڑا ہے۔ اس لیے ہمارے نزدیک شعرا کو سب سے پہلے غزل کی اصلاح کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔'' (مولانا حالی)

3- درج ذیل جملوں کو اس طرح درست کیجیے کہ جملے کی بنیادی ساخت مسخ نہ ہو۔ (15)

(الف) برائے مہربانی اس خط کا جواب ضرور دیجیے (ب) آپ بمع اہل و عیال تشریف لائیں۔

(ج) محنت سے پڑھو مبادا فیل نہ ہو جاؤ۔ (د) جہاں تک ممکن ہو بزرگوں کی صحبت سے استفادہ حاصل کریں۔

(ہ) کس سوچ و بچار میں پڑے ہو؟ (و) وہ تاہنوز سفر سے واپس نہیں آیا۔

(ز) خدا ہمیں آگِ جہنم سے بچائے! (ح) میں آپ کا بہت مشکور ہوں۔

(ل) خدا کے غیض و غضب سے ڈرو! (م) مسلسل بارش برس رہی ہے۔

4- درج ذیل محاورات میں سے صرف پانچ کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم بخوبی واضح ہو جائے۔ (15)

(الف) آئینے میں بال آجانا (ب) آٹا آٹا ہو جانا (ج) ایک چنے کی دو دالیں ہونا

(د) دروازے پر ہاتھی جھومنا (ہ) کچے گھڑے پانی بھرنا (و) کاغذ کے گھوڑے دوڑانا

(ز) ہوا مٹھی میں بند کرنا (ح) اونٹ کے منہ میں زیرہ

5- درج ذیل اشعار میں سے صرف تین اشعار کی تشریح کیجیے۔تشریح سے پہلے شاعر کا نام بھی لکھیے۔تین اشعار سے زیادہ اشعار کی تشریح مت کیجیے۔ (15)

(الف) ہیں زوال آمادہ اجزا آفرینش کے تمام
مہرِ گردوں ہے چراغ رہگزارِ بادیاں

(ب) اک عمر چاہیے کہ گوارا ہو نیشِ عشق
رکھی ہے آج لذّت زخم جگر کہاں

(ج) صورت شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

(د) میں اس کی دسترس میں ہوں مگر وہ
مجھے میری رضا سے مانگتا ہے

(ہ) مرے خدا مجھے اتنا تو معتبر کر دے
میں جس مکان میں رہتا ہوں اس کو گھر کر دے

6- کاٹ چھانٹ سے گریز کرتے ہوئے درج ذیل عبارت کا رواں اردو ترجمہ کیجیے: (15)

The Bedouin tribesmen of Arabia had a reputation as fierce warriors. But their number was small; and plagued by disunity and internecine warfare, they had been no match for the larger armies of the kingdoms in the settled agricultural areas to the north. However, unified by Hazrat Mohammad (PBUH) for the first time in history, and inspired by their fervent belief in the one true God, these small Arab armies now embarked upon one of the most astonishing series of conquests in human history. To the northeast of Arabia lay the large Neo-Persian Empire of the Sassanids; to the northwest lay the Byzantine, or Eastern Roman Empire, centered in Constantinople. Numerically, the Arabs were no match for their opponents. On the field of battle, though, the inspired Arabs rapidly conquered all of Mesopotamia, Syria, and Palestine. By 642, Egypt had been wrested from the Byzantine Empire, while the Persian armies had been crushed at the key battles of Qadisiya in 637, and Nehavend in 642.

❀❀

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION
COMBINED COMPETITIVE EXAMINATION
FOR RECRUITMENT TO THE POSTS OF
PROVINCIAL MANAGMENT SERVICES ETC.–2015
SUBJECT: URDU (OPTIONAL), PAPER. I

TIME ALLOWED: THREE HOURS **MAXIMUM MARKS: 100**

صرف پانچ حصوں کے جواب مطلوب ہیں۔ ہر حصے میں سے کم از کم ایک سوال کا جواب لازمی ہے۔تمام سوالوں کے نمبر برابر ہیں۔

حصہ اوّل

1- ادب تخلیقی تجربے کا ایسا اظہار ہے، جو زبان کے ذریعے اور تخیل کے راستے انجام پاتا ہے۔بحث کیجیے۔ (20)

2- اردو زبان کے آغاز و ارتقا کے سلسلے میں حافظ محمود شیرانی کے نظریے کی وضاحت کریں۔ (20)

3- میر کی شاعری میں اپنے عہد کی عکاسی ملتی ہے۔شعری مثالوں سے وضاحت کریں۔ (20)

حصہ دوم

4- ڈاکٹر محمد صادق کا خیال ہے کہ اردو ادب میں سرسید احمد خاں اور علی گڑھ تحریک کا سرمایہ بہت محدود ہے۔کیا آپ اس سے متفق ہیں۔ (20)

5- جدید اردو نثر اسلوب میں شبلی کے اسلوب سے متاثر ہے۔وضاحت کریں۔ (20)

6- اردو افسانے کے ارتقائی سفر کا جائزہ لیں۔ (20)

حصہ سوم

7- رومانوی تحریک نے اردو ادب کو بیسویں صدی سے روشناس کرایا۔رومانوی تحریک کی نمایاں خصوصیات اور خدمات کا جائزہ لیجیے۔ (20)

8- قیامِ پاکستان کے بعد اردو ناول کے موضوعات سے بحث کیجیے۔ (20)

9- جدیدیت سے کیا مراد ہے؟ جدیدیت کی تحریک کی نمایاں خصوصیات بیان کیجیے۔ (20)

10- جدید اردو شاعری خارج سے داخل کی طرف سفر کرتی نظر آتی ہے۔قیامِ پاکستان کے بعد اردو شاعری کے رجحانات کی وضاحت کریں۔ (20)

❀❀

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION
COMBINED COMPETITIVE EXAMINATION
FOR RECRUITMENT TO THE POSTS OF
PROVINCIAL MANAGMENT SERVICES ETC.–2015
SUBJECT: URDU (OPTIONAL), PAPER: II

TIME ALLOWED: THREE HOURS **MAXIMUM MARKS: 100**

1- مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک موضوع پر جامع مضمون لکھیں۔ (20)

(الف) دہشت گردی اور عالمی ردِعمل (ب) آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

(ج) اردو کا حالیہ نفاذ اور اس کے نتائج و عواقب (د) نئی نسل پر سوشل میڈیا کے اثرات

(ہ) اردو ادب میں ایہام گوئی کی تحریک

2- سیلابی علاقے میں تعینات اپنے ماتحت کو اس کی ذمہ داریوں سے آگاہی کے حوالے سے خط لکھیے۔ (10)

3- 1947ء کے بعد کے ادب پر ہجرت اور فسادات کے گہرے نقوش ہیں، دلائل کے ساتھ تائید یا تردید کیجیے۔ (15)

یا

مولانا الطاف حسین حالی کو سرسید تحریک کا سب سے مؤثر ادیب مانا جاتا ہے، اس موضوع پر اپنے تاثرات بیان کیجیے۔

4- غالب، آج بھی اردو غزل کا سب سے بڑا علم بردار ہے، بحث کیجیے۔ (15)

یا

بیسویں صدی میں آزاد نظم پر ایک جامع نوٹ قلم بند کیجیے۔

5- مندرجہ ذیل اشعار کی مناسب تشریح کیجیے، شاعر کا نام بھی لکھیے۔ (15)

ہیں آج کیوں ذلیل، کہ کل تک نہ تھی پسند　　گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں
رَو میں ہے رخشِ عمر، کہاں دیکھیے تھمے　　نَے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں
آرائشِ جمال سے فارغ نہیں ہنوز　　پیشِ نظر ہے آئینہ دائم نقاب میں

یا

قدر رکھتی نہ تھی متاعِ دل　　سارے عالم میں مَیں دکھا لایا
دل کہ اِک قطرۂ خوں نہیں ہے بیش　　ایک عالم کے سر بَلا لایا
سب پہ جس بار نے گرانی کی　　اس کو یہ ناتواں اٹھا لایا

6- مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح نظم کے حوالے سے کیجیے، نظم کا عنوان اور شاعر کا نام بھی تحریر کیجیے۔ (15)

یہ سعادت، حُورِ صحرائی! تری قسمت میں تھی　　غازیانِ دیں کی سقائی تری قسمت میں تھی
یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی　　ایسی چنگاری بھی یا رب، اپنی خاکستر میں تھی!
اپنے صحرا میں بہت آہُو ابھی پوشیدہ ہیں　　بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں

7- درجِ ذیل اقتباس کی تلخیص کیجیے جو اصل عبارت کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔ اس کا مناسب عنوان بھی تجویز کیجیے۔ (10)

قیامِ پاکستان کے فوراً بعد کا زمانہ قایدِ اعظم کے لیے بڑی آزمائش کا زمانہ تھا۔ ہر طرف سازشوں کے جال بچھے ہوئے تھے لیکن قایدِ اعظم نے اپنی بصیرت اور محنت سے ان سازشوں کو خاک میں ملا دیا اور ایک ملک، ایک قوم، ایک معاشرے اور ایک تہذیب کی ایسی تعمیر کی اور عوام میں ایک ایسا جوش اور جذبہ پیدا کیا جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ میں اس زمانے میں اکثر یہ سوچتا تھا کہ قایدِ اعظم کی بصیرت، آہنی عزم و ارادہ اور جذب و جنون نے تعمیرِ مِلّت کے لیے جو کچھ کیا، وہ کسی اور کے بس کی بات نہیں تھی۔ انھوں نے حد درجہ ناسازگار حالات میں ایک ملک بنایا، ایک قوم کی تعمیر کی، ایک نئے معاشرے اور ایک نئی تہذیب کا سنگِ بنیاد رکھا اور اس کی بدولت نہ صرف برِعظیم پاکستان و ہند اور عالمِ اسلام کا نقشہ بدلا بلکہ ساری دنیا میں سیاسی، معاشی، تہذیبی اور فکری اعتبار سے ایک ایسی تبدیلی رونما ہوئی جس کو ایک معجزہ کہا جائے تو بے جا نہیں۔

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION
COMBINED COMPETITIVE EXAMINATION FOR RECRUITMENT TO THE POSTS OF PROVINCIAL MANAGMENT SERVICES ETC.–2016

SUBJECT: URDU (PAPER-I)

TIME ALLOWED: THREE HOURS MAXIMUM MARKS: 100

نوٹ: صرف پانچ سوالوں کے جواب مطلوب ہیں۔ ہر حصّے میں سے کم از کم ایک سوال کا جواب لازمی ہے۔

حصّہ اوّل

1- اردو کی ابتدا کے نظریات مختلف اور متضاد ہیں لیکن حافظ محمود شیرانی کا نظریہ سب سے معتبر ہے۔ بحث کریں۔ (20)

2- ادب انسان کے تخلیقی جوہر کا اظہار ہے اور خود اپنا مقصود ہے۔ کیا ادب برائے ادب اور ادب برائے زندگی کے مباحث میں اس کا عکس ہے؟ (20)

3- اردو ہندوستان میں اسلامی کلچر کا اظہار ہے۔ اردو کے آغاز و ارتقا میں صوفیا اور اسلامی تہذیب کا بنیادی کردار ہے۔ بحث کریں۔ (20)

حصّہ دوم

4- سر سید احمد خان اور اُن کے رفقا نے اردو نثر کو ایک نیا رخ دیا۔ علی گڑھ تحریک کے حوالے سے بحث کیجیے۔ (20)

5- ترقی پسند تحریک جنگل کی آگ کی طرح پھیلی اور چنگاری کی طرح بجھ گئی۔ کیا آپ اس سے متفق ہیں۔ اس پس منظر میں ترقی پسند تحریک کے آغاز و ارتقا کا جائزہ لیں۔ (20)

6- ''اردو میں ناول نے اتنی ترقی نہیں کی جتنی افسانے نے کی۔'' تبصرہ کیجیے۔ (20)

حصّہ سوم

7- حلقہ اربابِ ذوق خالص ادب کی تحریک تھی۔ اردو میں خالص ادب کی روایت کے پیشِ نظر اس امر کا جائزہ لیجیے۔ (20)

8- رومانوی تحریک نے بیسویں صدی کے اردو ادب کو اس شدت سے متاثر کیا کہ اس کا مزاج ہی رومانوی ہو گیا ہے۔ بحث کیجیے۔ (20)

9- اردو آزاد نظم کی تعریف بیان کیجیے۔ قیامِ پاکستان کے بعد اردو میں آزاد نظم کی مقبولیت کے کیا اسباب ہیں؟ (20)

10- جدید سفرنامے کے فروغ و مقبولیت کے سلسلے میں ابنِ انشا کے کردار پر جامع نوٹ لکھیے۔ (20)

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION
COMBINED COMPETITIVE EXAMINATION FOR RECRUITMENT TO THE POSTS OF PROVINCIAL MANAGMENT SERVICES ETC.–2016

SUBJECT: URDU (PAPER-II)

TIME ALLOWED: THREE HOURS MAXIMUM MARKS: 100

1- مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک موضوع پر جامع مضمون لکھیں۔ (20)

(الف) پاک چین-اقتصادی راہداری
(ب) قومی زبان: ترقی اور یک جہتی کی علامت
(ج) محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی
(د) توہم پرستی اور ہمارا معاشرہ
(و) ماحولیاتی آلودگی اور اس سے بچاؤ کی تدابیر

2- ڈسٹرکٹ پولیس افسر کی جانب سے انسداد دہشت گردی کے لیے ماتحت افسران کے نام خط لکھیے۔ (15)

3- 9/11 کے اردو کے افسانوی ادب پر اثرات کا جائزہ لیجیے۔ (15)

یا

میر امّن کی ''باغ و بہار'' جدید اردو نثر کا سنگِ میل ہے۔ دلائل کے ساتھ تائید یا تردید کیجیے۔

4- بیسویں صدی کی ادبی تحریکوں سے متعلق اپنا نقطۂ نظر بیان کیجیے۔ (15)

یا

''اقبال ایک شاعر سے زیادہ ایک تحریک کا درجہ رکھتے ہیں۔'' اپنے مؤقف سے آگاہ کیجیے۔

5- مندرجہ ذیل اشعار کی مناسب تشریح کریں۔ شاعر کا نام بھی لکھیں۔ (15)

پہنچا جو آپ کو تو میں پہنچا خدا کے تئیں معلوم اب ہوا کہ بہت میں بھی دور تھا
آتش بلند دل کی نہ تھی ورنہ اے کلیم یک شعلہ برق خرمنِ صد کوہِ طور تھا
منعم کے پاس قاقم و سنجاب تھا تو کیا اُس رند کی بھی رات گزر گئی جو عُور تھا

یا

تم سے بے جا ہے مجھے اپنی تباہی کا گِلہ اس میں کچھ شائبہ خوبیِ تقدیر بھی تھا
تو مجھے بھول گیا ہو تو پتہ بتلا دوں کبھی فتراک میں تیرے کوئی نخچیر بھی تھا
پیشے میں عیب نہیں رکھیے نہ فرہاد کو نام ہم ہی آشفتہ سروں میں وہ جواں میرؔ بھی تھا

6- مندرجہ ذیل اشعار کی تشریح نظم کے حوالے سے کریں۔ نظم کا عنوان اور شاعر کا نام تحریر کیجیے۔ (15)

آیا ہمارے دیس میں اک خوش نوا فقیر　　آیا اور اپنی دُھن میں غزل خواں گزر گیا
سُنسان راہیں خلق سے آباد ہو گئیں　　ویران میکدوں کا نصیبہ سنور گیا
تھیں چند ہی نگاہیں جو اُس تک پہنچ سکیں　　پر اُس کا گیت سب کے دلوں تک اُتر گیا

7- درج ذیل اقتباس کی تلخیص کیجیے جو اصل عبارت کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔ اس کا موزوں عنوان بھی تجویز کیجیے۔ (10)

اردو بلاشبہ ایک مُرکب زبان ہے لیکن ہندی نژاد ہے جس پر عربی، ترکی، فارسی اور انگریزی کے اثرات سب سے زیادہ ہیں۔ مختلف زبانوں کے الفاظ بنیادی عناصر کی صورت میں اس کثرت سے اور اس طرح اردو میں داخل ہو گئے ہیں کہ اب انھیں اس مرکب سے علیحدہ کرنا محال ہے اور شاید اسی وجہ سے اردو کا یہ مزاج بن گیا ہے کہ یہ دوسری زبانوں کے الفاظ اپنے اندر آسانی سے جذب کر لیتی ہے کہ اس میں ہر شخص کے لیے ایک انجانی سی کشش ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اردو جن جن زبانوں سے مل کر بنی ہے، ان تمام زبانوں کی بیشتر خوبیاں اس میں آ گئی ہیں۔ مثلاً: ہندی میں یہ خوبی ہے کہ اس کے الفاظ نرم و شیریں اور کومل ہیں اور ان میں ایک دل آویزی موجود ہے۔ عربی میں جو فصاحت و بلاغت ہے وہ کسی دوسری زبان میں نہیں۔ فارسی میں شیرینی کے ساتھ ساتھ ایک شان ہے۔ چنانچہ یہ تمام خوبیاں اردو میں موجود ہیں۔

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION, LAHORE

COMPETITIVE EXAMINATION FOR THE POSTS OF CIVIL JUDGES CUM-JUDICIAL MAGISTRATES IN PUNJAB, 1999.

PAPER ON: URDU GENERAL (M.C.Q.)

TIME ALLOWED: 1.30 HOURS　　**MAXIMUM MARKS: 100**

درج ذیل اقتباس کو بغور پڑھیے اور سوال نمبر 1 تا 7 کے جواب دیجیے:

’’گھر کے گھر بے چراغ پڑے ہیں۔ مجرم سیاست پاتے جاتے ہیں۔ جرنیلی بندوبست یازدہم مئی سے آج تک ’’یعنی شنبہ پنجم دسمبر سنہ 1857ء تک بدستور ہے۔ کچھ نیک و بد کا حال مجھ کو نہیں معلوم، بلکہ ایسے امور کی طرف ہنوز حکام کو توجہ بھی نہیں۔ دیکھیے انجامِ کار کیا ہوتا ہے۔ یہاں باہر سے اندر کوئی بغیر ٹکٹ کے آنے جانے نہیں پاتا۔ تم زنہار یہاں کا ارادہ نہ کرنا۔ ابھی دیکھا چاہیے، مسلمان کی آبادی کا حکم ہوتا ہے یا نہیں۔‘‘

1- یہ ایک خط سے اقتباس ہے۔ یہ تحریر کس کی ہو سکتی ہے؟

A- علامہ اقبال　B- مولوی عبدالحق　C- عبدالماجد دریابادی　D- میرزا غالب

2- اس تحریر کا مناسب عنوان کیا ہونا چاہیے؟

A- شہر کی حالتِ زار　B- قہرِ خداوندی　C- حالتِ جنگ　D- حالتِ امن

3- ’’گھر کے گھر بے چراغ پڑے ہیں‘‘ اس جملے کا مفہوم کیا ہے؟

A- گھروں میں بوجہ چراغ نہیں جلتے　B- تمام گھر بغیر دروازوں کے ہیں

C- گھر کے گھر ہنستے مسکراتے ہیں　D- گھر کے گھر اجڑے ہوئے ہیں

4- اقتباس کی پہلی سطر میں سیاست کا لفظ آیا ہے۔ سیاست کے کیا معنی ہیں؟

A- سزا　B- حوصلہ　C- انعام　D- وعدہ

5- اقتباس کے حوالے سے بتائیے کہ ’’جرنیلی بندوبست‘‘ کیا مراد ہے؟

A- عوامی بندوبست　B- مقامی بندوبست　C- مارشل لا　D- باغیوں کا بندوبست

6- اقتباس میں ’’یازدہم‘‘ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ’’یازدہم‘‘ کے معنی بتایئے؟

A- بارھویں　B- گیارھویں　C- بائیسویں　D- اکیسویں

7- اقتباس کے حوالے سے بتائیے کہ ’’شنبہ‘‘ کون سا دن ہے؟

A- منگل　B- پیر　C- اتوار　D- ہفتہ

8- کسی عبارت کی تلخیص کرنے کا مسلمہ اصول یہ ہے کہ تلخیص اصل عبارت کے:

A- ایک تہائی کے قریب ہونی چاہیے　B- ایک چوتھائی کے قریب ہونی چاہیے

C- نصف کے قریب ہونی چاہیے　D- برابر ہونی چاہیے

9۔ ''گرگ آشنائی'' کی ترکیب اردو میں مستعمل ہے، جس کا مفہوم ہے:

A۔ بھیڑیوں کا امن چین سے رہنا　B۔ بظاہر دوستی، بباطن دشمنی

C۔ جنگل کا قانون　D۔ بھیڑیوں کی درندگی

10۔ ''زاہد سالوس'' ایسے زاہد کو کہا جاتا ہے جو:

A۔ حقیقی معنوں میں زاہد ہو　B۔ اپنی ظاہری وضع سے دھوکا دے

C۔ مردم آزاد ہو　D۔ لوگوں سے میل جول نہ رکھے

11۔ ''شاعرانہ تعلّی'' کا مفہوم ہے:

A۔ شاعر کا شعر میں عجز و انکسار کا اظہار کرنا　B۔ شاعر کا شعر میں ممدوح کی توصیف کرنا

C۔ شاعر کی اپنی بے بضاعتی کا اظہار کرنا　D۔ شاعر کا شعر میں اپنی تعریف آپ کرنا

12۔ ''استہزائیہ انداز'' سے کیا مراد ہے؟

A۔ داد و دہش کا انداز　B۔ ہنسی یا تمسخر اڑانے کا انداز　C۔ لیاقت بگھارنے کا انداز　D۔ حقارت سے دیکھنے کا انداز

13۔ ''کھیت رہنا'' محاورہ ہے، اس کے معنی کیا ہیں:

A۔ ستانے کے لیے کھیت میں بیٹھ رہنا　B۔ کھیت کو اجاڑ دینا

C۔ کھیت کا سرسبز و شاداب ہونا　D۔ لڑائی میں مارے جانا

14۔ ''شیطان کی آنت ہونا'' محاورہ ہے، اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ بھوکا رہنا　B۔ شرارتی ہونا　C۔ طویل ہونا　D۔ ہر وقت سر پر مسلط رہنا

15۔ ''قدم لینا'' محاورہ ہے، اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ خوب خبر لینا　B۔ لمبے لمبے ڈگ بھرنا　C۔ قدم اٹھانے کا آغاز کرنا　D۔ تعظیم کرنا یا تعظیم کرنے کو جھکنا

16۔ ''ڈول ڈالنا'' کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ بنیاد رکھنا　B۔ پانی بہانا　C۔ جھگڑا کرنا　D۔ کنویں میں سے پانی نکالنا

17۔ ''للّے تلّے کرنا'' کے معنی بتایئے؟

A۔ بچے کو رجھانا　B۔ فضول خرچی کرنا　C۔ گالی گلوچ کرنا　D۔ چاپلوسی کرنا

18۔ ''سبز قدم ہونا'' محاورہ ہے۔ اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ مبارک ہونا　B۔ چاروں طرف سبزہ ہونا　C۔ سنسان ہونا　D۔ منحوس ہونا

19۔ اصطلاح میں غزل کے پہلے شعر کو، جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں، کیا کہتے ہیں؟

A۔ پہلا شعر　B۔ حاصلِ غزل　C۔ مطلع　D۔ پہلی بیت

20۔ ''میں نے وہ اندازِ تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے۔'' مراسلے کو مکالمے کا انداز کس نے دیا؟

A۔ سرسید احمد خان　B۔ ڈپٹی نذیر احمد　C۔ مرزا غالب　D۔ مولانا شبلی نعمانی

21۔ اردو میں فی البدیہہ گوئی کے لحاظ سے کس شاعر کا نام زیادہ معروف ہے؟

A۔ مولانا ظفر علی خاں　B۔ مولانا حامد علی خاں　C۔ خوشی محمد ناظر　D۔ غلام بھیک نیرنگ

22۔ مولانا حالی کے خیال میں سب سے مقدم اور ضروری چیز جو شاعر کو متشاعر سے ممیز و مشرف کرتی ہے، کیا ہے؟

A۔ تخیل　B۔ ردیف　C۔ الفاظ کی روانی　D۔ قافیہ

23۔ فکاہیہ کالم کیا ہوتا ہے؟

A۔ ایسا کالم جس میں سیاسی تجزیہ ہو　B۔ طنزیہ و مزاحیہ کالم

C۔ تعزیتی کالم　D۔ حالاتِ حاضرہ پر سنجیدہ کالم

24۔ ''خوجی'' کس کا وضع کردہ کردار ہے؟

A۔ پنڈت رتن ناتھ سرشار　B۔ مولانا عبدالحلیم شرر　C۔ منشی سجاد حسین　D۔ شوکت تھانوی

25۔ ''چچا چھکن'' جیسے لافانی کردار کے خالق کون تھے؟

A۔ قرۃ العین حیدر　B۔ امتیاز علی تاج　C۔ الطاف فاطمہ　D۔ حجاب امتیاز علی

26۔ علامہ اقبال ''مفکرِ مشرق'' کے لقب سے ملقب ہیں۔ بتایئے ''مصورِ مشرق'' کن کو کہا جاتا ہے؟

A۔ صادقین　B۔ استاد اللہ بخش　C۔ عبدالرحمٰن چغتائی　D۔ بشیر موجد

27۔ ''اردو'' کس زبان کا لفظ ہے؟

A۔ سنسکرت　B۔ عربی　C۔ فارسی　D۔ ترکی

28۔ یوں برچھیاں تھیں چار طرف اس جناب کے　جیسے کرن نکلتی ہے گردِ آفتاب کے

اس شعر میں علمِ بیان کی کون سی قسم استعمال ہوئی ہے؟

A۔ تشبیہ　B۔ استعارہ　C۔ کنایہ　D۔ مجازِ مرسل

29۔ ہر سنگ ریزہ نور سے درِ خوش آب تھا　لہریں جو تھیں کرن تو بھنور آفتاب تھا

اس شعر میں کتنی تشبیہیں آئی ہیں؟

A۔ ایک　B۔ دو　C۔ تین　D۔ کوئی تشبیہ نہیں آئی

30۔ وہ صبح اور وہ چھاؤں ستاروں کی اور وہ نور　دیکھے تو غش کرے ارنی گوئے اوجِ طور

اس شعر میں علمِ بیان کی کون سی صورت استعمال ہوئی ہے؟

A۔ تشبیہ　B۔ استعارہ　C۔ کنایہ　D۔ مجازِ مرسل

31۔ کسی نے مول نہ پوچھا دلِ شکستہ کا　کوئی خریدار کے ٹوٹا پیالہ کیا کرتا

اس شعر میں علمِ بیان کی کون سی قسم آئی ہے؟

A۔ استعارہ　B۔ تشبیہ　C۔ مجازِ مرسل　D۔ کنایہ

32- رنگ تیرا چمن میں ، بو تیری — خوب دیکھا تو باغباں تو ہے

اس شعر میں علم بیان کی کون سی قسم استعمال ہوئی ہے؟

A- تشبیہ B- استعارہ C- کنایہ D- مجاز مرسل

33- آمد ہے کربلا کے نیستاں میں شیر کی

اس مصرع میں علم بیان کا کون سا قاعدہ استعمال ہوا ہے؟

A- استعارہ B- تشبیہ C- کنایہ D- مجاز مرسل

34- اک کھیل ہے اورنگ سلیماں مرے نزدیک — اس مصرعے میں کون سی صنعت آئی ہے؟

A- ایہام B- حسنِ تعلیل C- تلمیح D- کوئی صنعت نہیں آئی

35- پیاسی جو تھی سپاہِ خدا تین رات کی — ساحل سے سر پٹکتی تھیں موجیں فرات کی

اس شعر میں کون سی صنعت استعمال ہوئی ہے؟

A- مراعات النظیر B- لف ونشر C- کوئی صنعت استعمال نہیں ہوئی D- حسنِ تعلیل

36- سبزے کو جب کہیں جگہ نہ ملی — بن گیا روئے آب پر کائی

شعر میں کون سی صنعت آئی ہے؟

A- مبالغہ B- مراعات النظیر C- تضاد D- ایہام

37- چشم معنی آشنا میں ہے مقام ان کا وہی — سہو کاتب سے مقدم ہوں موخر سیکڑوں

اس شعر میں کون سی صنعت استعمال ہوئی ہے؟

A- مراعات النظیر B- لف ونشر C- تضاد D- حسنِ تعلیل

38- کلام میں کچھ باتوں کا ذکر کرکے ان کی مناسبت سے متعلقات کا ذکر کسی خاص تعین یا بغیر تعین کرنا، علم بدیع کی اصطلاح میں کون سی صنعت کہلاتی ہے؟

A- مراعات النظیر B- لف ونشر C- ایہام D- حسنِ تعلیل

39- کلام میں کسی لفظ کے دو معنی نکلتے ہوں اور آدمی مخمصے میں پڑ جائے کہ کون سے معنی مراد ہیں تو ایسی صنعت کو اصطلاح میں کیا کہتے ہیں؟

A- صنعتِ تضاد B- صنعتِ مبالغہ C- صنعتِ تفریق D- صنعتِ ایہام

40- شب جو مسجد میں جا پھنسے مومن — رات کاٹی خدا خدا کرکے

اس شعر میں کون سی صنعت آئی ہے؟

A- ایہام B- مراعات النظیر C- حسنِ تعلیل D- لف ونشر

41- گلشن دہر میں اگر جوئے مئے سخن نہ ہو — پھول نہ ہو، کلی نہ ہو، سبزہ نہ ہو، چمن نہ ہو

اس شعر میں کون سی صنعت استعمال ہوئی ہے؟

A- مراعات النظیر B- تجنیس C- لف ونشر D- حسنِ تعلیل

42- غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ — "آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میر نہیں"

اس شعر میں کون سی صنعت آئی ہے؟

A- تضمین B- لف ونشر C- حسنِ تعلیل D- مراعات النظیر

43- ابن مریم ہوا کرے کوئی — میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

اس شعر میں کون سی صنعت استعمال ہوئی ہے؟

A- مقابلہ B- جمع C- تلمیح D- لف ونشر

44- کچھ تو جاڑے میں چاہیے آخر — تا نہ دے بادِ زمہریر آزار

اس شعر میں کون سی صنعت آئی ہے؟

A- مراعات النظیر B- حسنِ طلب C- ایہام D- لف ونشر

45- "ذکرِ میر" کس کی خودنوشت ہے؟

A- میر انیس B- میر درد C- میر مہدی حسین مجروح D- میر تقی میر

46- "آگ کا دریا" اردو کا ایک معروف ناول ہے۔ مصنف کا نام بتائیے؟

A- عزیز احمد B- شوکت صدیقی C- خدیجہ مستور D- قرۃ العین حیدر

47- "جہانِ دانش"، "یادوں کی برات" اور "شہاب نامہ" کا تعلق کس صنفِ نثر سے ہے؟

A- سفرنامہ B- آپ بیتی C- سوانح نگاری D- خاکہ نگاری

48- چراغ تلے، زرگزشت، خاکم بدہن اور آبِ گم سے کس مزاح نگار کا نام ذہن میں آتا ہے؟

A- ابن انشا B- مشتاق احمد یوسفی C- شفیق الرحمٰن D- کرنل محمد خاں

49- خواجہ حسن نظامی کی تصنیف "سی پارۂ دل" کے مضامین کی بنیادی خاصیت کیا ہے؟

A- ہر مضمون میں کسی نہ کسی قدر تصوف کارفرما ہے B- تمام تر مضامین 1857ء کی جنگ آزادی کے بارے میں ہیں

C- تمام مضامین ترجمہ ہوئے ہیں D- تمام مضامین بزرگانِ دین سے متعلق ہیں

50- زمرد، حسین، شیخ علی وجودی، طور معنی، کاظم جنوبی وغیرہ کس تاریخی ناول کے معروف کردار ہیں؟

A- زوالِ بغداد B- فلورا فلورینڈا C- فردوسِ بریں D- ملک العزیز ورجنا

51- "آثار الصنادید" سرسید کی معروف تصنیف ہے۔ بتائیے اس کا موضوع کیا ہے؟

A- دلی کی قدیم تاریخ C- 1857ء کی جنگ آزادی کے اسباب وعلل بیان ہوئے ہیں

B- اردو شعرا کا تذکرہ ہے D- دلی کے آثار قدیمہ، معروف مقامات اور کاملینِ فن کا ذکر ہے۔

52- طوائف کے موضوع پر اردو میں پہلا معروف ناول کون سا ہے؟

A- بازارِ حسن B- شاہدِ رعنا C- شریف زادہ D- امراؤ جان ادا

53- علامہ اقبال کی معروف نظموں "شکوہ" اور "جوابِ شکوہ" کی ہیئت کیا ہے؟

A- مخمس B- مسدس C- مربع D- مثمن

54۔ ٹیپ کا شعر کسے کہتے ہیں؟

A۔ نظم کا پہلا شعر B۔ نظم کا آخری شعر

C۔ نظم کا ہر بند میں بار بار دہرایا جانے والا شعر D۔ نظم کا سب سے دلآویز شعر

55۔ سانیٹ (Sonnet) ایک انگریزی صنفِ نظم ہے جو اردو میں بھی رائج ہے۔ بتایئے اس میں کل کتنے مصرعے ہوتے ہیں؟

A۔ دس مصرعے B۔ بارہ مصرعے C۔ چودہ مصرعے D۔ سولہ مصرعے

56۔ ''منقبت'' کون سی صنفِ نظم ہے؟

A۔ جس میں خدا تعالیٰ کی تعریف ہو B۔ جس میں رسول کریمؐ کی شان بیان کی گئی ہو

C۔ جس میں بندے خدا سے اپنی حاجات بیان کریں D۔ جس میں اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی تعریف و توصیف ہو

57۔ کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو آ گیا یکسر وہ استخواں شکستوں سے چُور تھا

کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہِ بے خبر میں بھی کبھو کسو کا سرِ پُر غرور تھا

بتایئے صنفِ نظم میں ان اشعار کو کیا نام دیں گے؟

A۔ رباعی B۔ قطعہ C۔ دوبیتی D۔ ترانہ

58۔ ''ہجو'' ایسی صنفِ نظم ہے جس میں:

A۔ کسی کو برا بھلا کہا گیا ہو B۔ کسی کی خوب تعریف کی گئی ہو

C۔ کسی واقعہ کا بیان ہو D۔ کہیں مذمت، کہیں مدح کی گئی ہو

59۔ ''غزل'' کی زبان کیسی ہوتی ہے؟

A۔ علائم و رموز کی زبان B۔ غم و الم کی زبان C۔ ہجر و فراق کی زبان D۔ تزک و احتشام کی زبان

60۔ وہ شمع ، اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں

اک روز جھلکنے والی تھی ، سب دنیا کے درباروں میں

اس شعر کا تعلق کس صنفِ نظم سے ہے؟

A۔ حمد B۔ نعت C۔ قصیدہ D۔ غزل

61۔ کون سی شخصیت ''بابائے اردو'' کے لقب سے ملقب ہے؟

A۔ سرسید احمد خاں B۔ ڈاکٹر سید عبداللہ C۔ مولوی عبدالحق D۔ حافظ محمود شیرانی

62۔ ''بابائے صحافت'' کن کو کہا جاتا ہے؟

A۔ مولانا محمد علی جوہر B۔ مولانا ظفر علی خاں C۔ چراغ حسن حسرت D۔ منشی محبوب عالم (پیسہ اخبار)

63۔ مولانا عبدالحلیم شرر کے شہرہ آفاق ناول ''فردوسِ بریں'' کی داستان کا موضوع کیا ہے؟

A۔ فرقۂ باطنیہ کی تحریک B۔ ہلاکو خاں کی بربادی C۔ داستانِ باغِ ارم D۔ عالمِ اسلام کا عروج

64۔ ڈراما نگاری کے حوالے سے بتایئے کہ ''اردو کا شیکسپیئر'' کسے کہا جاتا ہے؟

A۔ آغا حشر کاشمیری B۔ طالب بنارسی C۔ امتیاز علی تاج D۔ امانت لکھنوی

65۔ من کہ ایک دھوبی کا غذی گھاٹ پر، جھینگر کا جنازہ، گلاب تمھارا کیکر ہمارا، چھکڑ کاؤ کی گاڑی، دیا سلائی۔ انشائیوں سے کون سے نثر نگار کی شخصیت ذہن میں آتی ہے؟

A۔ مولانا محمد حسین آزاد B۔ خواجہ حسن نظامی C۔ سرسید احمد خاں D۔ مولانا عبدالحلیم شرر

66۔ محمود نظامی، ابن انشا اور مستنصر حسین تارڑ میں قدرِ مشترک کیا ہے؟

A۔ کالم نگاری B۔ شاعری C۔ مزاح نگاری D۔ سفرنامہ

67۔ ع خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

اکبرالہٰ آبادی نے کس مقتدر ہستی کے انتقال پر ان کی خوبیوں کا اعتراف کیا ہے؟

A۔ نواب وقارالملک B۔ نواب محسن الملک C۔ سرسید احمد خاں D۔ مولوی سمیع اللہ

68۔ اردو شاعری میں خواجہ میر درد تصوف میں سرِ فہرست شمار ہوتے ہیں۔ اردو نثر میں یہ رنگ کس کے ہاں سب سے زیادہ نمایاں ہیں؟

A۔ عبدالماجد دریابادی B۔ مولوی عبدالسلام ندوی C۔ ملا واحدی D۔ خواجہ حسن نظامی

69۔ مرزا غالب کے کلام کی مانگ ان کی زندگی ہی میں دلی اور لکھنؤ سے زیادہ پنجاب میں ہوئی۔ کیونکہ:

A۔ کلام میں ترنم ہے B۔ فارسی تراکیب زیادہ ہیں

C۔ کلام میں خاص چاشنی ہے D۔ فکر و خیال میں جدت ہے

70۔ اردو میں ''شاعرِ مزدور'' کسے کہا جاتا ہے؟

A۔ جوش ملیح آبادی B۔ احسان دانش C۔ فیض احمد فیض D۔ ساغر صدیقی

71۔ لاہور کے دبستانِ شاعری کے حوالے سے بتایئے کہ جدید شعری ادب میں مجید امجد کی شہرت کی بڑی وجہ کیا ہے؟

A۔ ہیئت کے سب سے زیادہ تجربے کیے B۔ حبِ وطن کے موضوع پر سب سے زیادہ نظمیں لکھیں

C۔ نئی نئی علامتوں کا اختراع کیا D۔ کثرت سے لوک داستانوں کو منظوم کیا

72۔ مولانا حالی کی طویل نظم ''مسدسِ حالی'' کا موضوع کیا ہے؟

A۔ مسلمانوں کا تابناک ماضی B۔ مد و جزر اسلام C۔ حیاتِ طیبہؐ D۔ خلفائے راشدین کا زمانہ

73۔ جوش ملیح آبادی کی تصنیف ''یادوں کی برات'' حقیقت میں:

A۔ ہم عصر شعرا کا تذکرہ ہے B۔ بھولی بسری یادداشتوں کا مرقع ہے

C۔ ان کی خودنوشت ہے D۔ باغیانہ لہجے کی حامل نظموں کا مجموعہ ہے

74۔ سرسید اور اکبرالہٰ آبادی میں کیا اختلاف تھا؟

A۔ کوئی اختلاف نہیں تھا B۔ سیاسی اختلاف تھا C۔ نظریاتی اختلاف تھا D۔ درجاتی اختلاف تھا

75۔ ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

کاشغر کس ملک کا شہر ہے؟

A۔ چین B۔ تاجکستان C۔ ازبکستان D۔ افغانستان

76۔ اب خرابا ہوا جہان آباد — ورنہ ہر اک قدم پہ یاں گھر تھا

جہان آباد سے کیا مراد ہے؟

A۔ لکھنؤ B۔ آگرہ C۔ دلی D۔ لاہور

77۔ ایک بلبل ہے کہ ہے محوِ ترنم اب تک — اس کے سینے میں ہے نغموں کا تلاطم اب تک

''بلبل'' سے کون سی ذات مراد ہے؟

A۔ اقبال (شاعر کی اپنی ذات) B۔ مولانا ظفر علی خاں C۔ قائداعظم D۔ مولانا محمد علی جوہر

78۔ غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی — دوانہ مر گیا آخر کو ویرانے پہ کیا گزری

''مجنوں'' کس ہستی کو کہا گیا ہے؟

A۔ بہادر شاہ ظفر B۔ سلطان ٹیپو شہید C۔ اورنگ زیب عالمگیر D۔ نواب سراج الدولہ

79۔ سارے عالم پر ہوں میں چھایا ہوا — مستند ہے میرا فرمایا ہوا

''میرا فرمایا ہوا'' یہ تعلی کس کے کلام میں ہے؟

A۔ میر تقی میر B۔ داغ دہلوی C۔ استاد ابراہیم ذوق D۔ مرزا غالب

80۔ غربت کی بھی ہوتی ہے عجب صبح عجب شام — کرتا ہے سفر قافلۂ راحت و آرام

اس شعر میں ''غربت'' کے معنی کیا ہیں؟

A۔ مفلسی B۔ مسافرت C۔ عشق D۔ عداوت

81۔ Little drops make an ocean.

اس ضرب المثل کے مترادف اردو میں کیا ضرب المثل ہے؟

A۔ ایک ایک دو گیارہ B۔ خرچ کرنے سے کنویں خالی ہو جاتے ہیں

C۔ بوند بوند نکلنے سے تالاب خالی ہو جاتے ہیں۔ D۔ بوند بوند سے تالاب بھرتے ہیں

82۔ Man proposes, God disposes.

انگریزی مثل کا کون سا با محاورہ ترجمہ درست ہے؟

A۔ تقدیر کے آگے تدبیر کے پر جلتے ہیں B۔ آدمی تدبیر کرتا ہے، تقدیر مسکراتی ہے

C۔ تدبیر کنندہ بندہ، تقدیر زند خندہ D۔ تقدیر بنانے کے لیے تدبیر ضروری ہے

83۔ East or West, home is the best.

کے مترادف اردو میں کون سی ضرب المثل مستعمل ہے؟

A۔ میرا گھر، میری جنت B۔ جو مزا چھجو کے چوبارے، نہ بلخ نہ بخارے

C۔ جو سکھ گھر میں ہے وہ کہیں نہیں D۔ ارض، وطن از ملکِ سلیماں خوشتر

84۔ Disputing about the skin before catching the bear.

کا اردو ضرب المثل میں کون سا ترجمہ درست ہے؟

A۔ سوت نہ کپاس، جولاہے سے لٹھم لٹھا B۔ پیش از مرگ واویلا

C۔ ریچھ کا شکار کیا نہیں، کھال پر جھگڑا D۔ تعجیل، کارِ شیاطین بود

85۔ Coming events cast their shadows before.

انگریزی ضرب المثل کا اردو مثل میں کون سا ترجمہ قریب ترین ہے؟

A۔ آدمی قرائن سے پہچانا جاتا ہے B۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

C۔ بیٹا باپ پر جاتا ہے D۔ تیل دیکھو، تیل کی دھار دیکھو

86۔ Give an inch and he will take an ell.

انگریزی مثل کا کون سا با محاورہ ترجمہ درست ہے؟

A۔ بلی اور دودھ کی رکھوالی! B۔ ایک قطرہ خون بہا کر شہید کہلانا

C۔ انڈے سیوے کوئی، بچے لیوے کوئی D۔ انگلی پکڑتے پونہچا پکڑتا ہے

87۔ By the mouth expressed, by the world possessed.

انگریزی ضرب المثل کا اردو ضرب المثل میں کون سا ترجمہ روا ہے؟

A۔ پہلے بات کو تولو، پھر منہ سے بولو B۔ بات کہی، پرائی ہوئی

C۔ بات کرنے سے پہلے سوچ لینا چاہیے D۔ منہ سے نکلی ہوئی بات واپس نہیں آتی

88۔ Better alone than in a bad company.

کا با محاورہ اردو ترجمہ کون سا درست ہے؟

A۔ بری صحبت سے اکیلا بھلا B۔ آدمی اپنی صحبت سے پہچانا جاتا ہے

C۔ کند ہم جنس با ہم جنس پرواز D۔ اکیلا چنا کیا بھاڑ پھوڑے گا؟

89۔ To carry coal to new castle.

کا کون سا با محاورہ ترجمہ اس ضرب المثل کے قریب ترین ہے؟

A۔ نیو کاسل میں کوئلہ لے جانا B۔ اس ہاتھ دے، اس ہاتھ لے

C۔ الٹے بانس بریلی کو D۔ سب کچھ اپنے گھر میں بسا لینا

90۔ A scalded child fears cold water.

کا کون سا ترجمہ موزوں ترین ہے؟

A۔ آگ کا جلا دودھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے B۔ گرم پانی کا جلا ٹھنڈے پانی میں سسکیاں لیتا ہے

C۔ دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے D۔ گرم پانی کا جلا ٹھنڈے پانی سے ڈرتا ہے

91- No one cries stinking fish.

انگریزی ضرب المثل کے ہم معنی کون سی ضرب المثل درست ہے؟

A- اپنی چھاچھ کو کون کھٹا کہتا ہے؟ B- اپنی عقل کو کون ہیچ سمجھتا ہے؟

C- اپنی آنکھ کا شہتیر کون دیکھتا ہے؟ D- اپنے گناہ کس کو نظر آتے ہیں؟

92- Better go to bed supperless than to rise in debt.

انگریزی مثل کا کون سا ترجمہ درست ہے؟

A- نو نقد نہ تیرہ ادھار B- ادھار کھانے سے بھوکا پڑا رہنا اچھا

C- ادھار لو نہ ادھار دو D- ادھار محبت کی قینچی ہے

93- Brevity is the soul of wit.

کا با محاورہ ترجمہ کون سا موزوں ترین ہے؟

A- گفتگو کا انحصار اختصار B- کم گویائی کمال گویائی

C- الخاموشی نیم رضا D- اختصار ظرافت کا مدار

94- Let by-gone be by-gone.

کا با محاورہ اردو ترجمہ کون سا درست ہے؟

A- ماضی کو ہمیشہ یاد رکھنا B- گزشتہ را صلوٰۃ C- ماضی کی طرح دھو کا دینا D- آئندہ را احتیاط

95- Birds of a feather flock together.

انگریزی ضرب المثل کے مترادف اردو میں کون سی ضرب المثل مستعمل ہے؟

A- کوا چلا ہنس کی چال اپنی چال بھی بھول گیا B- بری صحبت سے بچو

C- کند ہم جنس با ہم جنس پرواز D- صحبت نا جنس سے آدمی خوار ہوتا ہے

96- Blue Blood محاورے کا اردو میں موزوں ترین ترجمہ کون سا ہے؟

A- گہرا دوست B- جھگڑالو C- نجیب الطرفین D- ضدی

97- Dutch Courage کا قریب ترین ترجمہ کیجیے۔

A- اتفاقیہ بہادری B- نشے کی حالت میں بہادری C- ڈرتے ڈرتے بہادری D- عدم جرأت

98- French Leave کا اردو میں درست ترجمہ کیا ہے؟

A- بغیر اطلاع کے رخصت B- پیشگی اطلاع کے ساتھ رخصت

C- بغیر تنخواہ کے رخصت D- مسلسل رخصت

99- Rainy Day کا با محاورہ ترجمہ کون سا درست ہے؟

A- خوشی کا زمانہ B- برسات کا دن C- کبھی کبھی D- مصیبت کا دور

100- Royal Road کا با محاورہ ترجمہ کون سا درست ہے؟

A- آسان راستہ B- محدود راستہ C- عام شاہراہ D- دشوار راستہ

COMPETITIVE EXAMINATION FOR THE POSTS OF CIVIL JUDGES CUM-JUDICIAL MAGISTRATES IN PUNJAB, 1999.

KEY

Q.No	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.
1	D	21	A	41	A	61	C	81	A
2	A	22	A	42	A	62	B	82	C
3	D	23	B	43	C	63	A	83	B
4	A	24	C	44	B	64	A	84	A
5	C	25	B	45	D	65	B	85	B
6	B	26	C	46	D	66	D	86	D
7	D	27	D	47	B	67	C	87	A
8	A	28	A	48	B	68	D	88	A
9	B	29	C	49	A	69	D	89	C
10	B	30	B	50	C	70	B	90	C
11	D	31	B	51	D	71	A	91	A
12	B	32	B	52	D	72	B	92	A
13	D	33	A	53	B	73	C	93	C
14	C	34	C	54	C	74	C	94	B
15	D	35	D	55	C	75	A	95	C
16	A	36	A	56	D	76	C	96	C
17	B	37	C	57	B	77	A	97	B
18	D	38	A	58	A	78	D	98	A
19	C	39	D	59	A	79	A	99	D
20	C	40	A	60	B	80	B	100	A

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION

COMBINED COMPETITIVE EXAMINATION FOR THE POSTS OF EXTRA ASSISTANT COMMISSIONERS ETC, 1999.

PAPER ON: URDU GENERAL (M.C.Q. TYPE)

TIME ALLOWED: 2 HOURS **MAXIMUM MARKS: 100**

درج ذیل اقتباس کو بغور پڑھیے اور سوال نمبر 1 تا 5 کے جواب دیجیے:

''مشاغلِ دنیوی میں انہماک کے سبب جو قوتیں سو جاتی ہیں، شعر ان کو جگاتا ہے اور ہمارے بچپن کے ان خالص اور پاک جذبات کو، جو لوثِ غرض کے داغ سے منزہ اور مبرا تھے، پھر تر و تازہ کرتا ہے۔ دنیوی کاموں کی مشق اور ممارست سے بیشک ذہن میں تیزی آ جاتی ہے مگر دل بالکل مرجاتا ہے۔ جب کہ افلاس میں قوت لا یموت کے لیے یا توانگری میں جاہ و منصب کے لیے کوشش کی جاتی ہے اور دنیا میں چاروں طرف خود غرضی دیکھی جاتی ہے۔ اس وقت انسان کو سخت مشکلیں پیش آتیں، اگر اس کے پاس کوئی ایسا علاج نہ ہوتا جو دل کے بہلانے اور تر و تازہ کرنے میں چپکے ہی چپکے مگر نہایت قوت کے ساتھ افلاس کی صورت میں مرہم اور توانگری کی صورت میں تریاق کا کام دے سکے۔ یہ خاصیت خدا نے شعر میں ودیعت کی ہے۔''

1۔ شعر و شاعری کے حوالے سے یہ تحریر کس کی ہو سکتی ہے؟

A۔ مولوی عبدالحق B۔ مولانا محمد حسین آزاد C۔ مولانا حالی D۔ مسعود حسن رضوی ادیب

2۔ اس تحریر کا مناسب عنوان کیا ہونا چاہیے؟

A۔ شعر و شاعری کی طاقت B۔ شعر کی قوت C۔ خاصیتِ شعر D۔ شعر کا اثر

3۔ ''ممارست'' سے کیا مراد ہے؟

A۔ مہارت B۔ استقامت C۔ کوشش D۔ تیزی

4۔ ''قوتِ لا یموت'' کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ اتنی طاقت جو موت کا مقابلہ کر سکے B۔ اتنی قوت جو کسی دوسرے کے پاس نہ ہو

C۔ قوت کا بھرپور اظہار D۔ اس قدر خوراک جو زندگی قائم رکھنے کے لیے کافی ہو

5۔ ''توانگری'' کے کیا معنی ہیں؟

A۔ مالداری B۔ عہدہ داری C۔ حکومت D۔ شان و شوکت

6۔ کسی عبارت کی تلخیص کرنے کا عمل دراصل:

A۔ اس عبارت کی تشریح کرنے کا عمل ہے B۔ تشریح کا متضاد عمل ہے

C۔ ایک مفہوم کو دو طرح سے بیان کرنا ہے D۔ عبارت میں پوشیدہ بعض نکات کی وضاحت کرنا ہے

7۔ ''رسم مشایعت'' سے کیا مراد ہے؟

A۔ احترام سے کچھ دور ساتھ جانا B۔ مصافحہ کرنا C۔ گلے ملنا D۔ علیک سلیک کہنا

8۔ ''دخترِ رز'' کی ترکیب اردو میں مستعمل ہے، جس کا مفہوم ہے:

A۔ کسان کی بیٹی B۔ مے فروش کی بیٹی C۔ انگور کی بیٹی (شراب) D۔ سودخور کی بیٹی

9۔ ''شیخ و شاب'' کی ترکیب کا مفہوم ہے:

A۔ آقا اور غلام B۔ متقی اور پرہیزگار C۔ رند اور پارسا D۔ بوڑھے اور جوان

10۔ ''ریشہ خطمی'' سے کیا مراد ہے؟

A۔ ریشہ دار چیز B۔ نفرت کی آگ C۔ بہت ہنسنے والا D۔ ریشہ دوانیاں کرنے والا

11۔ کون سی ضرب المثل درست ہے؟

A۔ صبح بنارس شام اودھ B۔ صبحِ بنارس شامِ پنجاب C۔ صبحِ بنارس شامِ کشمیر D۔ صبحِ بنارس شامِ آگرہ

12۔ ''ولندیزی گفتگو'' سے کیا مراد ہے؟

A۔ مخربِ اخلاق گفتگو B۔ عجز و انکسار کی گفتگو C۔ لیت و لعل کی گفتگو D۔ ڈینگ کی گفتگو

13۔ ''رجائیت'' ادبی اصطلاح ہے۔ اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ مایوسی اور ناامیدی B۔ بے جا طرف داری و تعصب C۔ امید اور مثبت رویہ D۔ مستقبل کی تابناکی

14۔ ''فاختہ اڑانا'' کا مفہوم ہے؟

A۔ ہانک لگانا B۔ مزے اڑانا C۔ شور مچانا D۔ تہس نہس کرنا

15۔ ''دامن تر ہونا'' محاورہ ہے۔ اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ پیاس بجھ جانا B۔ غم میں شریک ہونا C۔ آنسوؤں سے دامن تر کر لینا D۔ گنہگار ہونا

16۔ ''دھان پان ہونا'' محاورہ ہے۔ اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ کمربستہ ہونا B۔ فربہ اندام ہونا C۔ دبلا پتلا ہونا D۔ تیز طرار ہونا

17۔ ''آنکھیں سفید ہونا'' محاورہ ہے۔ اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ سنگدل ہونا B۔ بینائی جاتے رہنا C۔ بے حیا ہونا D۔ ضعیف العمر ہونا

18۔ وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

مومن کی ایک غزل کے اس شعر کو اصطلاح میں کیا کہیں گے؟

A۔ مقطع B۔ حسنِ مطلع C۔ مطلع D۔ مطلعِ ثانی

19۔ سوال نمبر 18 کے شعر میں قافیہ کیا ہے؟

A۔ تھا تمھیں، کا تمھیں B۔ تھا، کا C۔ قرار تھا، نباہ کا D۔ شعر میں قافیہ نہیں ہے

20۔ سوال نمبر 18 کے شعر میں ردیف کیا ہے؟

A۔ یاد ہو B۔ کہ نہ یاد ہو C۔ تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو D۔ شعر میں ردیف نہیں ہے

21۔ ''بے نقط شاعری'' سے کیا مراد ہے؟

A۔ جس میں نقطہ نہ آئے B۔ بے ہنگم شاعری C۔ جس میں برا بھلا کہا گیا ہو D۔ مسلسل مفہوم کی حامل شاعری

22۔ ''شاعرانہ تعلّی'' سے کیا مراد ہے؟

A۔ شعر میں کسی دوسرے شاعر پر چوٹ کرنا B۔ شعر میں کسی دوسرے شاعر کی تعریف کرنا

C۔ شعر میں اپنی تعریف آپ کرنا D۔ شعر میں شاعر کا اپنا تخلص استعمال کرنا

23۔ جدید اردو نظم کا آغاز کہاں سے ہوا؟

A۔ اودھ پنچ (لکھنؤ) B۔ تہذیب الاخلاق (علی گڑھ) C۔ انجمن حمایت اسلام (لاہور) D۔ انجمن پنجاب (لاہور)

24۔ پطرس بخاری کے نزدیک لاہور کی مشہور پیداوار کیا ہے؟

A۔ طلبہ B۔ کالج اور سکول C۔ انجمنیں D۔ رسائل و جرائد

25۔ بقول سر عبدالقادر ایک مرتبہ علامہ اقبال نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ وہ شعر نہیں کہیں گے اور جو وقت شاعری میں صرف ہوتا ہے، اسے کسی اور مفید کام میں صرف کریں گے۔ مگر انھوں نے اپنا ارادہ ترکِ شاعری ترک کر دیا۔ کس کے سمجھانے پر؟

A۔ اکبر الٰہ آبادی B۔ پروفیسر آرنلڈ C۔ خواجہ حسن نظامی D۔ سید میر حسن

26۔ خواجہ میر درد شاعر ہیں جبکہ خواجہ حسن نظامی نثر نگار۔ پھر دونوں میں قدرِ مشترک کیا ہے؟

A۔ نظام الدین اولیا سے نسبت B۔ دہلویت C۔ خواجگی D۔ تصوف

27۔ کون سا جملہ درست ہے؟

A۔ وہ مجھ سے نظریں چراتا ہے B۔ وہ مجھ سے آنکھیں چراتا ہے

C۔ وہ مجھ سے نظر چراتا ہے D۔ وہ مجھ سے نگاہیں چراتا ہے؟

28۔ کون سا جملہ درست ہے؟

A۔ ناعاقبت اندیش غریبوں کو ستاتے ہیں B۔ بدعاقبت اندیش غریبوں کو ستاتے ہیں

C۔ عاقبت نااندیش غریبوں کو ستاتے ہیں D۔ عاقبت بداندیش غریبوں کو ستاتے ہیں

29۔ کون سا جملہ درست ہے؟

A۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں B۔ میں آپ کا مشکور ہوں

C۔ میں آپ کا شکر ادا کرتا ہوں D۔ میں آپ کا شاکر ہوں

30۔ ''نظم معرّیٰ'' (Blank Verse) کون سی صنفِ نظم ہے؟

A۔ جس میں کوئی بحر نہ ہو B۔ جس میں مصرعے چھوٹے بڑے ہوں

C۔ ارکان تو یکساں ہوں مگر ردیف قافیے کا التزام ضروری نہ سمجھا گیا ہو D۔ جو ہر طرح کی عروضی پابندیوں سے آزاد ہو

31۔ اصنافِ نظم میں ''قطعہ'' کتنے اشعار پر مشتمل ہوتا ہے؟

A۔ دو اشعار B۔ چار اشعار C۔ تعداد پر پابندی نہیں D۔ چھ اشعار

32۔ حفیظ جالندھری کی تصنیف ''شاہنامۂ اسلام'' کون سی صنفِ شعر میں لکھی گئی ہے؟

A۔ مسدس B۔ مخمس C۔ مثنوی D۔ قصیدہ

33۔ مثنوی سحر البیان، مثنوی گلزار نسیم، مثنوی خواب و خیال کی سب سے نمایاں خوبی کیا ہے؟

A۔ زبان و بیان کی سادگی اور بے ساختگی B۔ شوکتِ الفاظ

C۔ داستان کا ربط D۔ مافوق الفطرت عناصر کے بجائے معمولاتِ زندگی کا بیان

34۔ یا رب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے! جو قلب کو گرما دے، جو روح کو تڑپا دے!

یہ شعر کس صنف کا ہے؟

A۔ حمد B۔ نعت C۔ مناجات D۔ منقبت

35۔ ادب کی اصطلاح میں تاریخ گوئی کسے کہتے ہیں؟

A۔ ملک کے اہم حالات قلم بند کرنا B۔ تاریخی واقعات کا تذکرہ کرنا

C۔ حروف کے عدد سے سال برآمد کرنا D۔ تاریخی واقعات کو زمانی اعتبار سے ترتیب دینا

36۔ انگبیں کے، بہ حکم ربّ النّاس بھر کے بھیجے ہیں، سر بہ مہر گلاس

یا لگا کر خضر نے شاخِ نبات مدتوں تک دیا ہے آبِ حیات

مرزا غالب کے ان اشعار کا تعلق کس صنفِ شاعری سے ہے؟

A۔ غزل B۔ مثنوی C۔ قصیدہ D۔ قطعہ

37۔ ''مشرقی تمدن کا آخری نمونہ (گزشتہ لکھنؤ)'' کے مصنف کون ہیں؟

A۔ مولانا عبدالحلیم شرر B۔ مرزا ہادی رسوا C۔ رجب علی بیگ سرور D۔ مسعود حسن رضوی ادیب

38۔ ''بیگمات کے آنسو'' کس کی تصنیف ہے؟

A۔ علامہ راشد الخیری B۔ شاہد احمد دہلوی C۔ مولانا عبدالحلیم شرر D۔ خواجہ حسن نظامی

39۔ ''مجالس النسا'' اردو کا ایک مقصدی ناول ہے۔ اس کے مصنف کون ہیں؟

A۔ ڈپٹی نذیر احمد B۔ خواجہ الطاف حسین حالی C۔ مولانا عبدالحلیم شرر D۔ علامہ راشد الخیری

40۔ ''مٹی کا دیا'' میں مصنف نے اپنی زندگی کی روداد بیان کی ہے۔ بتائیے یہ کس کی خود نوشت ہے؟

A۔ جوش ملیح آبادی B۔ احسان دانش C۔ میرزا ادیب D۔ دیوان سنگھ مفتوں

41۔ اکبر الٰہ آبادی کے بعد ظریفانہ شاعری میں سید محمد جعفری کا نام بہت نمایاں ہے۔ ان کے مجموعہ کلام کا نام لکھیے:

A۔ نمکدان B۔ شوخیِ تحریر C۔ چاندنگر D۔ مافی الضمیر

42۔ ''مہر نیمروز'' میرزا غالب کی تصنیف ہے۔ اس کا موضوع کیا ہے؟

A۔ خاندانِ مغلیہ کی نا تمام تاریخ B۔ 1857ء کی جنگِ آزادی کے خونیں واقعات

C۔ فارسی خطوط کا مجموعہ D۔ اردو خطوط کا مجموعہ

43۔ رشید احمد صدیقی، ابنِ انشا اور مشتاق احمد یوسفی میں قدرِ مشترک کیا ہے؟

A۔ خاکہ نگاری B۔ مزاح نگاری C۔ فکاہیہ کالم نگاری D۔ سفرنامہ نگاری

44۔ ''گڈریا'' اردو افسانوی ادب کا ایک شاہکار افسانہ ہے۔ افسانہ نگار کا نام بتایئے؟

A۔ بانو قدسیہ B۔ غلام عباس C۔ انتظار حسین D۔ اشفاق احمد

45۔ خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

اکبرالہٰ آبادی نے کس مقتدر ہستی کے انتقال پر ان کی خوبیوں کا اعتراف کیا ہے؟

A۔ نواب وقار الملک B۔ نواب محسن الملک C۔ مولوی سمیع اللہ D۔ سر سید احمد خاں

46۔ ''نذیر احمد کی کہانی کچھ میری کچھ ان کی زبانی'' کے عنوان سے مرزا فرحت اللہ بیگ نے ڈپٹی نذیر احمد کا خاکہ لکھ کر انھیں زندہ جاوید کر دیا۔ بتایئے ''ایک وصیت کی تعمیل'' کے عنوان سے انھوں نے کس کا خاکہ لکھا ہے؟

A۔ غلام یزدانی بیگ B۔ خواجہ حسن نظامی C۔ مولوی وحید الدین سلیم D۔ مولوی عبدالحق

47۔ اورنگ آباد کالج میں مرزا فرحت اللہ بیگ کے ایک شاہکار مضمون پر دل آویز ڈراما کھیلا گیا تھا جس کی ہدایت کاری کے فرائض فرحت اللہ بیگ نے خود سر انجام دیے تھے۔ مضمون کا نام بتایئے؟

A۔ دہلی کا ایک یادگار مشاعرہ B۔ نئی اور پرانی تہذیب کی ٹکر C۔ صاحب بہادر D۔ کم سنی کی شادی

48۔ کبھی ''سند باد جہازی'' اور کبھی ''کولمبس'' کے قلمی نام سے فکاہیہ کالم کون لکھتے تھے؟

A۔ وقار انبالوی B۔ عبدالمجید سالک C۔ چراغ حسن حسرت D۔ حاجی لق لق

49۔ اردو ادب میں ترقی پسند تحریک کے روحِ رواں کون تھے؟

A۔ منشی پریم چند B۔ فیض احمد فیض C۔ ظہیر کاشمیری D۔ سید سجاد ظہیر

50۔ Platts, John Shakespeare اور Dr. Fallon میں قدرِ مشترک کیا ہے؟

A۔ اردو ناول نگاری B۔ انگریزی اردو لغات کے خالق

C۔ اردو قواعد کے خالق D۔ انگریزی ناولوں کے اردو مترجم

51۔ اکبرالہٰ آبادی کے کلام میں سب سے نمایاں رنگ کون سا ہے؟

A۔ تغزل B۔ ہجو نگاری C۔ مغربی معاشرت کی تقلید کی مخالفت D۔ مغربی معاشرت کی حمایت

52۔ ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح ملت ہے جسم، جاں ہے محمد علی جناح

23۔ مارچ 1940ء کو قراردادِ پاکستان پیش ہونے سے پہلے لوگوں نے یہ نظم بزبانِ شاعر سنی تو ان کا جوش دیدنی تھا۔ یہ شاعر کون تھے؟

A۔ مولانا ظفر علی خاں B۔ چراغ حسن حسرت C۔ اکبر لاہوری D۔ میاں بشیر احمد زار

53۔ فکرِ انساں پر تری ہستی سے یہ روشن ہوا ہے پرِ مرغِ تخیل کی رسائی تا کجا!

علامہ اقبال نے یہ خراجِ عقیدت کس کو پیش کیا ہے؟

A۔ مرزا غالب B۔ سید میر حسن C۔ پروفیسر آرنلڈ D۔ نواب میرزا داغ دہلوی

54۔ نہر پر چل رہی ہے پن چکی دُھن کی پوری ہے، کام کی پکی
کوے ہیں سب دیکھے بھالے چونچ بھی کالی، پر بھی کالے
رب کا شکر ادا کر بھائی جس نے ہماری گائے بنائی

ان اشعار سے قرطاسِ ذہن پر کس شاعر کا نام ابھرتا ہے؟

A۔ صوفی تبسم B۔ اسماعیل میرٹھی C۔ امیر مینائی D۔ حامد اللہ افسر

55۔ کلکتے کا جو ذکر کیا تو نے ہم نشیں اک تیر میرے سینے میں مارا کہ ہائے ہائے

کلکتے کی تعریف میں رطب اللسان کون ہیں؟

A۔ جگر مراد آبادی B۔ اصغر گونڈوی C۔ مرزا غالب D۔ وحشت کلکتوی

56۔ ہر سنگ ریزۂ نور سے درِ خوش آب تھا لہریں جو تھیں کرن تو بھنور آفتاب تھا

اس شعر میں کتنی تشبیہیں آئی ہیں؟

A۔ ایک B۔ دو C۔ تین D۔ چار

57۔ طالع سے کسے تھی ایسی امید نکلا ہے کدھر سے آج خورشید

اس شعر میں علمِ بیان کی کون سی صورت بیان ہوئی ہے؟

A۔ تشبیہ B۔ استعارہ C۔ مجازِ مرسل D۔ کنایہ

58۔ ہر زخمِ جگر داورِ محشر سے ہمارا انصاف طلب ہے تری بیداد گری کا

اس شعر میں علم بیان کی کون سی صورت آئی ہے؟

A۔ کنایہ B۔ مجازِ مرسل C۔ استعارہ D۔ تشبیہ

59۔ سجدۂ شکر میں ہے شاخِ ثمردار ہر ایک دیکھ کر باغِ جہاں میں کرمِ عزوجل

اس شعر میں کون سی صنعت استعمال ہوئی ہے؟

A۔ لف ونشر B۔ تضاد C۔ مراعات النظیر D۔ حسنِ تعلیل

60۔ رند خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

اس شعر میں کون سی صنعت آئی ہے؟

A۔ تضاد B۔ لف ونشر C۔ مراعات النظیر D۔ ایہام

61۔ جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا جو آ کے نہ جائے، وہ جوانی دیکھی

اس شعر میں صنعتِ تضاد کا استعمال کتنی بار ہوا ہے؟

A۔ ایک بار B۔ دوبار C۔ تین بار D۔ چار بار

62۔ کبھی لکھی نہیں درخواست ہم نے انگلش میں ''زبانِ غیر سے کیا شرحِ آرزو کرتے''

اس شعر میں کون سی صنف آئی ہے؟

A۔ حسنِ تعلیل B۔ تضمین C۔ مراعات النظیر D۔ تضاد

63- فلاحت میں بے مثل و یکتا ہوئے وہ — سیاحت میں مشہور دنیا ہوئے وہ

"فلاحت" کا مفہوم کیا ہے؟

A- کھیتی باڑی B- معاشریات C- فلاح و بہبود D- تجارت

64- اہلِ زمین کو نسخۂ زندگی دوام ہے — خونِ جگر سے تربیت پاتی ہے جو سخنوری

"سخنوری" کے معنی کیا ہیں؟

A- بات چیت B- شاعری C- پند و نصائح D- مضبوط عمارت

65- نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن — پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

یہ شعر قیامِ پاکستان سے پہلے اور بعد میں عرصہ دراز تک کس اردو اخبار کی پیشانی پر لکھا جاتا رہا؟

A- دکن ریویو B- پنجاب ریویو C- ستارۂ صبح D- زمیندار

66- سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری — شاعری کچھ ذریعۂ عزت نہیں مجھے

پیشۂ آبا سپہ گری ہونے پر فخر کا اظہار کس نے کیا ہے؟

A- حیدر علی آتش B- آغا جان عیش C- ابراہیم ذوق D- مرزا غالب

67- تاریخِ وفات اس کی جو پوچھے کوئی حالی — کہہ دو کہ "ہوا خاتمہ اردو کے ادب کا"

"ہوا خاتمہ اردو کے ادب کا" سے 1327ھ برآمد ہوتے ہیں۔ بتایئے مولانا حالی نے یہ کس کی تاریخِ وفات کہی ہے؟

A- سرسید احمد خاں B- مولانا محمد حسین آزاد C- مرزا دبیر D- میر انیس

68- وہ میرا یوسفِ ثانی، وہ شمعِ محفلِ عشق — ہوئی ہے جس کی اخوت قرارِ جاں مجھ کو

علامہ اقبال کے لیے "یوسفِ ثانی" کون ہیں؟

A- مولانا عبدالمجید سالک B- شیخ عطا محمد C- ڈاکٹر عبداللہ چغتائی D- چودھری خوشی محمد ناظر

69- دن کو بھی یہاں شب کی سیاہی کا سماں ہے — کہتے ہیں یہ آرام گہِ نور جہاں ہے

ملکہ نور جہاں کے مزار کی کس مپرسی کی تصویر کے خالق کون ہیں؟

A- تلوک چند محروم B- اختر شیرانی C- حفیظ جالندھری D- صوفی تبسم

70- دل یہ کہتا ہے فراقِ انجمن سہنے لگوں — شہر کی رنگینیاں چھوڑوں یہیں رہنے لگوں

شہر کی رنگینیاں چھوڑ کر دیہات میں بسنے کی شدید تمنا کس کی ہے؟

A- حفیظ جالندھری B- جوش ملیح آبادی C- احسان دانش D- فیض احمد فیض

71- سرِ کوہِ آدم سے تا کوہِ بیضا — جہاں جاؤ گے کھوج پاؤ گے اُن کا

"کوہِ آدم" کہاں واقع ہے؟

A- افغانستان میں B- سری لنکا میں C- ایران کے شمال میں D- عدن (یمن) کے نواح میں

72- سوال نمبر 71 سے پیوست رہ کر بتایئے کہ "کوہِ بیضا" (Mount Solorius) کس ملک کا پہاڑ ہے؟

A- اندلس (سپین) B- ترکی C- لبنان D- ایران

73- رتبہ جسے دنیا میں خدا دیتا ہے — وہ دل فروتنی کو جا دیتا ہے
کرتے ہیں تہی مغز ثنا آپ اپنی — جو ظرف کہ خالی ہو صدا دیتا ہے

یہ رباعی کس کی ہے؟

A- ابراہیم ذوق B- مولانا حالی C- اکبر الٰہ آبادی D- میر انیس

74- بحوالہ سوال نمبر 73 رباعی کے دوسرے مصرعے میں "فروتنی" کا لفظ آیا ہے۔ اس کے معنی کیا ہیں؟

A- خود رائی B- خود پرستی C- خودداری D- عاجزی

75- آہ! تو اجڑی ہوئی دلی میں آرامیدہ ہے — گلشنِ ویمر میں تیرا ہم نوا خوابیدہ ہے

علامہ اقبال نے غالب کا ہم نوا کسے قرار دیا ہے؟

A- ٹینی سن B- گوئٹے C- شیکسپیئر D- میتھیو آرنلڈ

76- ہرگز نہ تھا زمانۂ سابق میں یہ فلک — جس آسماں کی دھوم تھی وہ آسماں ہے اب

"آسمان" کس بات کی علامت ہے؟

A- دوستی B- دشمنی C- حسن و زیبائی D- شہرت اور ناموری

77- ایک ہی قانونِ عالم گیر کے ہیں سب اثر — بوئے گل کا باغ سے، گلچیں کا دنیا سے سفر

علامہ اقبال کے اس مرثیے کا عنوان، جس سے یہ شعر مستعار ہے، کیا ہے؟

A- والدہ مرحومہ کی یاد میں B- داغ C- غالب D- صقلیہ

78- لازم تھا کہ دیکھو مرا رستا کوئی دن اور — تنہا گئے کیوں اب رہو تنہا کوئی دن اور

مرزا غالب نے یہ مرثیہ کس کی وفات پر کہا ہے؟

A- بہادر شاہ ظفر B- نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ C- نواب عارف D- مفتی صدر الدین آزردہ

79- سودا تو اس غزل کو غزل در غزل ہی کہہ — ہونا ہے تجھ کو میر سے استاد کی طرف

"غزل در غزل" سے کیا مراد ہے؟

A- بغیر مقطع کے غزل B- طویل بحر کی غزل C- سنگلاخ زمین میں غزل D- اسی ردیف قافیہ میں مزید غزل

80- خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی — نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

یہ شعر کس معروف شاعر کا ہے؟

A- مولانا ظفر علی خاں B- علامہ اقبال C- مولانا حالی D- مولانا محمد علی جوہر

81- "You stout and I stout, who will carry the dirt out?" اس ضرب المثل کے مترادف اردو میں کون سی ضرب المثل ہے؟

A- تو بھی رانی، میں بھی رانی، کون بھرے گا پانی؟ B- بالک ہٹ، تریا ہٹ، راج ہٹ۔ ہٹ سے پیچھے کون ہٹے؟

C- سب شہ زور نام کے D- تم بھی سورما، میں بھی سورما، پھر کام کون کرے؟

82- "When there is peace at rome, there is no need of a judge." انگریزی مثل کا کون سا بامحاورہ ترجمہ درست ہے؟

A- پردیس میں کسی قاضی کی حاجت نہیں B- امن سکھ چین میں قاضی کا کیا کام؟
C- میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی؟ D- جہاں چین کی بنسی بجتی ہو وہاں کسی پنچ کی ضرورت نہیں

83- "Time once lost can never be recalled" کے مترادف اردو میں کون سی ضرب المثل مستعمل ہے؟

A- وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا B- وقت ایک جیسا نہیں رہتا
C- وقت کسی کا ساتھ نہیں دیتا D- گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

84- "Like father, Like son" کا بامحاورہ اردو ترجمہ کون سا قریب ترین ہے؟

A- بنی آدم اعضائے یک دیگر اند B- باپ پر پوت، پتا پر گھوڑا
C- باپ کا علم بیٹے کو ازبر ہونا چاہیے D- بیٹا باپ سے دو ہاتھ آگے

85- "Adversity flatters no man" کا بامحاورہ اردو ترجمہ کون سا صحیح ہے؟

A- بدبختی میں سایہ بھی تن سے جدا ہوتا ہے B- بادِ مخالف سے گھبرانا نہیں چاہیے
C- بداندیش سے بچنا چاہیے D- بپتا کا کوئی ساتھی نہیں

86- "To carry the day" کا بامحاورہ ترجمہ کون سا درست ہے؟

A- شام پکڑنا B- رو پیٹ کر دن گزارنا C- فتح مند ہونا D- دن بھر زیرِ عتاب رہنا

87- "A blue stocking" کا کون سا ترجمہ صحیح ہے؟

A- وفادار عورت B- عالم عورت C- جاہل عورت D- بے وفا عورت

88- "Once in a blue moon" کا قریب ترین ترجمہ کیجیے۔

A- زندگی میں ایک بار B- شاذونادر C- مہینے میں ایک بار D- چاند کی چودھویں رات کو

89- "Sail under false colours" کا موزوں ترین ترجمہ کون سا ہے؟

A- لشتم پشتم سفر کرنا B- چکا چوند کی زندگی بسر کرنا C- دھوکا دینے کی کوشش کرنا D- رنگین زندگی گزارنا

90- "Yeoman's service" کا درست ترجمہ کیجیے۔

A- ادنیٰ درجے کی خدمات B- مفت خدمات C- بیگار D- گراں قدر خدمات

91- "On the spur of the moment" کا بامحاورہ ترجمہ کون سا درست ہے؟

A- فوری طور پر B- حادثاتی طور پر C- مقررہ وقت پر D- کسی بھی لمحے

92- "On the horns of a dilemma" کا قریب ترین ترجمہ کیجیے۔

A- اعلیٰ علوم وفنون کا شائق B- سخت الجھن میں C- سب سے زیادہ ضدی D- مستعدِ کار

93- "Maiden speech" کا مناسب ترین اردو ترجمہ کیجیے۔

A- حاصلِ تقریر B- لایعنی گفتگو C- سیدھی سادی گفتگو D- پہلی تقریر

94- "Kith and kin" کا درست اردو ترجمہ کیا ہے؟

A- اعزہ واقربا B- دوست دشمن C- دورِ مصیبت D- ہنگامی حالت

95- "A bone of contention" کا اردو میں درست ترجمہ کیا ہے؟

A- باعثِ نفرت B- باعثِ تنازع C- باعثِ عار D- باعثِ ملامت

96- "Animal spirts" کا اردو میں مناسب ترجمہ کیجیے۔

A- حیوانی جبلت B- اندھی تقلید C- انتہائی وفاداری D- جسمانی جوش وخروش

97- "Beard the lion" کا اردو ترجمہ کون سا درست ہے؟

A- منہ پر مخالفت کرنا B- بلی کے گلے میں گھنٹی باندھنا C- بے سروپا بات کرنا D- مضحکہ اڑانا

98- "Hope against hope" کا اردو میں موزوں ترجمہ کون سا ہے؟

A- خلافِ امید B- غیر موزوں C- انتہائی کم امید D- ناامیدی

99- "Play truant" کا قریب ترین اردو ترجمہ کیجیے۔

A- بھگوڑا B- متعصب C- عادی مجرم D- راسخ العقیدہ

100- "Small talk" کا مناسب اردو ترجمہ کیجیے۔

A- مختصر گفتگو B- گپ شپ C- خود کلامی D- بحث وتکرار

COMBINED COMPETITIVE EXAMINATION FOR THE POSTS OF EXTRA ASSISTANT COMMISSIONERS ETC, 1999.

KEY

Q.No	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.
1	C	21	A	41	B	61	C	81	A
2	C	22	C	42	A	62	B	82	C
3	A	23	D	43	B	63	A	83	D
4	D	24	A	44	D	64	B	84	B
5	A	25	B	45	D	65	D	85	A
6	B	26	D	46	C	66	D	86	C
7	A	27	B	47	A	67	B	87	B
8	C	28	C	48	C	68	B	88	B
9	D	29	A	49	D	69	A	89	B
10	C	30	C	50	B	70	C	90	A
11	A	31	C	51	C	71	B	91	B
12	D	32	C	52	D	72	A	92	B
13	C	33	A	53	A	73	B	93	D
14	B	34	C	54	B	74	D	94	A
15	D	35	C	55	C	75	B	95	B
16	C	36	B	56	C	76	B	96	A
17	B	37	A	57	B	77	C	97	B
18	C	38	D	58	A	78	C	98	C
19	B	39	B	59	D	79	D	99	A
20	C	40	C	60	A	80	A	100	A

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION, LAHORE
COMPETITIVE EXAMINATION FOR THE POSTS OF CIVIL JUDGES-CUM-JUDICIAL MAGISTRATES, 2000
PAPER ON: URDU GENERAL

TIME ALLOWED: 2 HOURS **MAXIMUM MARKS. 100**

NOTES:

درج ذیل اقتباس کو بغور پڑھیے اور سوال نمبر 1 تا 6 کے جواب دیجیے:

''غزل کی اصلاح تمام اصنافِ سخن میں سب سے زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ قوم کے لکھے پڑھے اور اَن پڑھ سب غزل سے مانوس ہیں۔ بچے، جوان اور بوڑھے سب تھوڑا بہت اس کا چٹخارا رکھتے ہیں۔ وہ بیاہ شادی کی محفلوں میں، وجد و سماع کی مجلسوں میں، لہو و لعب کی صحبتوں میں، تکیوں میں اور رمنوں میں برابر گائی جاتی ہے۔ اس کے اشعار ہر موقع اور ہر محل پر بطور سند یا تائید کلام کے پڑھے جاتے ہیں۔ جو لوگ کتاب کے مطالعہ سے گھبراتے ہیں اور نثر یا نظم میں لمبے چوڑے مضمون پڑھنے کا دماغ نہیں رکھتے، وہ بھی غزلوں کے دیوان شوق سے پڑھتے ہیں۔ جس آسانی سے غزل کے اشعار ہر شخص کو یاد ہو سکتے ہیں، کوئی کلام یاد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس میں ہر مضمون دو مصرعوں پر ختم اور سلسلۂ بیان منقطع ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے جو صنف قوم میں اس قدر دائر و سائر ہو اور مرغوب خاص و عام ہو، اس کا اثر قومی مذاق اور قومی اخلاق پر جس قدر ہو، تھوڑا ہے۔ اسی لیے ہمارے نزدیک شعرا کو سب سے پہلے غزل کی اصلاح کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔''

1۔ شعروشاعری کے حوالے سے یہ تحریر کس کی ہوسکتی ہے؟

A۔ مولوی عبدالحق B۔ مولانا محمد حسین آزاد C۔ مسعود حسن رضوی ادیب D۔ مولانا حالی

2۔ اس اقتباس میں ''لہو ولعب'' کے قریب ترین معنی کیا ہیں؟

A۔ کھیل کود B۔ عیش ونشاط C۔ راگ رنگ D۔ گانا بجانا

3۔ زیرِ نظر اقتباس کے حوالے سے ''تکیہ'' کے معنی کیا ہیں؟

A۔ فقیر کے رہنے کی جگہ B۔ سہارا C۔ سرہانہ D۔ درختوں کا سایہ

4۔ ''رمنا'' کے کیا معنی ہیں؟

A۔ شکارگاہ B۔ چراگاہ C۔ عبادت گاہ D۔ آمدورفت کی جگہ

5۔ ''دائر و سائر'' کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ سلسلۂ دراز B۔ گردوپیش C۔ اثرورسوخ D۔ بحث وتمحیص

6۔ اس تحریر کا مناسب عنوان کیا ہونا چاہیے؟

A۔ مقبول ترین صنفِ شاعری B۔ غزل کا اثرورسوخ C۔ اصلاحِ غزل D۔ غزل کی پسند کے اسباب

7۔ اساتذہ کے یہاں غزل کے اشعار کی تعداد بالعموم کتنی رہی ہے؟

A۔ لامحدود B۔ چھے تا دس C۔ بیس سے زیادہ D۔ پانچ یا گیارہ

8۔ کسی عبارت کی تلخیص کرنے کا عمل دراصل:

A۔ اس عبارت کی تشریح کا عمل ہے B۔ تشریح کا متضاد عمل ہے

C۔ ایک مفہوم کو باالفاظ دیگر بیان کرنا ہے D۔ عبارت میں پوشیدہ بعض نکات کی وضاحت کرنا ہے

9۔ ''شین قاف درست ہونا'' سے کیا مراد ہے؟

A۔ ادب سے گفتگو کرنا B۔ دھیمے لہجے میں بات کرنا C۔ زبان کا تلفظ صحیح ہونا D۔ خوش لباس ہونا

10۔ ''جامِ سفال'' کی ترکیب کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ مٹی کا پیالہ B۔ تانبے کا پیالہ C۔ ٹوٹا ہوا پیالہ D۔ کوزہ گر کا اپنا پیالہ

11۔ ''آشفتہ حال'' سے کیا مراد ہے؟

A۔ خوشحال B۔ حالتِ ماتم C۔ ہنستا مسکراتا D۔ پریشان حال

12۔ ''مرورِ ایام'' کی ترکیب کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ آنے والے دن B۔ گزرے ہوئے دن C۔ زمانہ حال D۔ ناامیدی کے دن

13۔ ''اتمامِ حجت'' کی ترکیب اردو میں عام مستعمل ہے۔ اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ دلیل پر دلیل دینا B۔ باتوں باتوں میں لڑائی کرنا C۔ کسی امر میں آخری مرتبہ سمجھانا D۔ کسی امر میں بحث تمام نہ کرنا

14۔ ''نانِ شعیر'' کے کیا معنی ہیں؟

A۔ جو کی روٹی B۔ خمیری روٹی C۔ بیوی بچوں کا خرچ D۔ لذیذ روٹی

15۔ ''گرگِ باراں دیدہ'' کی ترکیب کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ تیز طرار شاگرد B۔ آزمودہ کار C۔ چھپا ہوا دشمن D۔ بارہ آنکھوں والا بھیڑیا

16۔ ''فیل مچانا'' محاورہ ہے۔ اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ شور مچانا B۔ دہائی دینا C۔ زور زور سے رونا D۔ جھوٹ موٹ کا رونا

17۔ ''سبک سر ہونا'' محاورہ ہے۔ اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ سر سے بوجھ کا اتر جانا B۔ تیز رفتار ہونا C۔ بے نشان ہونا D۔ کمینہ ہونا

18۔ ''ٹامک ٹوئیاں مارنا'' محاورہ ہے۔ اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ تو تکار کرنا B۔ قیاس آرائی کرنا C۔ مار کٹائی کرنا D۔ ٹانگ اڑانا

19۔ ''گنگا نہانا'' محاورہ ہے۔ اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ کسی مشکل کام کو انجام دینا B۔ قسم کھانا C۔ ہنسی مذاق کرنا D۔ پھاگ کھیلنا

20۔ ''شش و پنج میں پڑنا'' قواعد کی رو سے کیا ہے؟ صحیح ترین جواب دیجیے:

A۔ محاورہ ہے B۔ روزمرہ ہے C۔ محاورہ بھی اور روزمرہ بھی ہے D۔ نہ محاورہ ہے اور نہ روزمرہ

21۔ کون سا جملہ جو درست ہے؟

A۔ آپ بمع اہل وعیال تشریف لائیں B۔ آپ مع اہل وعیال تشریف لائیں

C۔ آپ بمع اہلِ عیال تشریف لائیں D۔ آپ مع اہلِ عیال تشریف لائیں

22۔ کون سا جملہ بالکل درست ہے؟

A۔ خدا کے غیض اور غضب سے ڈرو B۔ خدا کے غیظ اور غضب سے ڈرو

C۔ خدا کے غیض سے غضب سے ڈرو D۔ خدا کے غیظ و غضب سے ڈرو

23۔ کون سا جملہ صحیح ہے؟

A۔ وہ یہ خبر سن کر گم سم ہو گیا B۔ وہ یہ خبر سن کر سم گم ہو گیا C۔ وہ یہ خبر سن کر گم صم ہو گیا D۔ وہ یہ خبر سن کر صم گم ہو گیا

24۔ کون سا جملہ درست ہے؟

A۔ قلب ونظر کی چاہت کا یہی تقاضا ہے B۔ چاہتِ قلب ونظر کا یہی تقاضا ہے

C۔ قلب ونظر کے چاہت کا یہی تقاضا ہے D۔ چاہتِ قلب اور نظر کا یہی تقاضا ہے

25۔ کون سا مصرع درست ہے؟

A۔ یہ نکتہ میں نے سیکھا ابوالحسن سے B۔ یہ نکتہ میں نے سیکھا ابوالحسن سے

C۔ یہ نقطہ میں نے سیکھا ابوالحسن سے D۔ یہ نقطہ میں نے سیکھا ابوالحسن سے

26۔ محاورہ کے لیے لازمی ہے کہ وہ:

A۔ اپنے مجازی معنی دے B۔ اپنے حقیقی معنی دے C۔ فقط ایک لفظ پر مشتمل ہو D۔ فقط دو لفظوں پر مشتمل ہو

27۔ روزمرہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ:

A۔ محاورہ بھی ہو B۔ قواعد کے اصول وضوابط کے مطابق ہو

C۔ اپنے حقیقی معنی دے D۔ اپنے مجازی معنی دے

28۔ فعل لازم اور فعل متعدی میں کیا فرق ہے؟

A۔ کوئی فرق نہیں B۔ فعل لازم صرف فاعل کو چاہتا ہے جب کہ فعل متعدی فاعل کے ساتھ ساتھ مفعول کو بھی چاہتا ہے

C۔ جملے میں ایک فعل ہو تو فعل لازم، دو ہوں تو افعالِ متعدی D۔ فعل لازم مصدر سے بنتا ہے، فعل متعدی مصدر سے نہیں بنتا

29۔ فعلِ معاون کی تعریف یہ ہے کہ:

A۔ صرف لازم افعال کے ساتھ آتا ہے B۔ صرف متعدی افعال کے ساتھ آتا ہے

C۔ تمام افعال، افعالِ معاون ہوتے ہیں D۔ جملے میں کم از کم دو فعل ایک دوسرے کے متصل ہوں تو ایک فعل، فعلِ معاون ہوتا ہے

30۔ علامہ اقبال کی ایک غزل کے اس شعر کو اصطلاح میں کیا کہیں گے؟

پھر چراغ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن　　مجھ کو پھر نغموں پہ اکسانے لگا مرغ چمن

A۔ مطلع　B۔ مطلعِ ثانی　C۔ حسنِ مطلع　D۔ مقطع

31۔ سوال نمبر 30 کے شعر میں قافیہ کیا ہے؟

A۔ دمن، چمن　B۔ کوہ و دمن، مرغ چمن

C۔ شعر میں قافیہ نہیں ہے　D۔ روشن ہوئے کوہ و دمن، اکسانے لگا مرغ چمن

32۔ سوال نمبر 30 کے شعر میں ردیف کیا ہے؟

A۔ من　B۔ دمن، چمن　C۔ شعر میں ردیف نہیں ہے　D۔ کوہ و دمن، مرغ چمن

33۔ "ریختی" کیا ہے؟

A۔ ایسی صنفِ نظم جس میں عورت کی طرف سے اظہارِ عشق ہو　B۔ عورتوں کی روزمرہ کی زبان

C۔ ریختہ کی مونث　D۔ گنواروں کی بولی

34۔ اردو شعری ادب میں غزل کے بعد سب سے بڑا ذخیرہ کس صنفِ شعر کا ہے؟

A۔ قصیدہ　B۔ مثنوی　C۔ مرثیہ　D۔ ہجو

35۔ ہیئت کے اعتبار سے رباعی:

A۔ بہت آسان صنفِ سخن ہے　B۔ مشکل صنفِ سخن ہے

C۔ صرف ایک خاص بحر میں کہی جاتی ہے　D۔ کسی بھی بحر میں کہی جاسکتی ہے

36۔ "دوہا" کون سی صنفِ سخن ہے؟

A۔ رباعی کا دوسرا نام دوہا ہے　B۔ دوبیتی کا دوسرا نام دوہا ہے

C۔ بغیر ردیف قافیے کے دو شعروں پر مشتمل نظم　D۔ محض دو مصرعوں پر مشتمل ہندی صنفِ نظم

37۔ نظم آزاد (Free Verse) کسے کہتے ہیں؟

A۔ ایسی نظم جو ہر ہیئت سے آزاد ہو　B۔ ایسی نظم جس میں کسی طرح کی عروضی پابندی نہ ہو

C۔ ایسی نظم جس میں کوئی ردیف نہ ہو　D۔ ایسی نظم جس میں مصرعے برابر ہوں

38۔ پھوٹا جو سینۂ شبِ تارِ الست سے　　اُس نورِ اولیں کا اجالا تمھیں تو ہو

بتائیے اس شعر کا تعلق کس صنفِ سخن سے ہے؟

A۔ حمد　B۔ نعت　C۔ مناجات　D۔ منقبت

39۔ ہجو گوئی میں بڑا نام کون سا شمار ہوتا ہے؟

A۔ امام بخش ناسخ　B۔ حیدر علی آتش　C۔ محمد رفیع سودا　D۔ غلام ہمدانی مصحفی

40۔ غنچہ، گل بن کے مسکرانے کے لیے　　گل، دستِ خزاں کے ناز اٹھانے کے لیے

گل باغ میں صرف خار باقی ہوگا　　افسانہ، بہار کا سنانے کے لیے

ان اشعار کا تعلق کس صنفِ سخن سے ہے؟

A۔ قطعہ　B۔ رباعی　C۔ غزل کے قطعہ بند اشعار　D۔ مربع

41۔ سامانِ خور و خواب کہاں سے لاؤں؟　　آرام کے اسباب کہاں سے لاؤں؟

روزہ مرا ایماں ہے غالب! لیکن　　خس خانہ و برفاب کہاں سے لاؤں؟

ان اشعار سے کون سی صنفِ شاعری ذہن میں آتی ہے؟

A۔ رباعی　B۔ قطعہ　C۔ غزل　D۔ قصیدہ

42۔ سرسید کے پیشِ نظر "تہذیب الاخلاق" کو جاری کرنے کا اولین مقصد کیا تھا؟

A۔ اردو زبان کی ترویج و اشاعت　B۔ تعلیمی کفالت

C۔ مسلمانوں کو سیاست میں حصہ لینے سے باز رکھنا　D۔ مسلمانوں کے مذہبی و معاشرتی معاملات میں اصلاح

43۔ ایک مدت تک "اودھ پنچ" میں ایک سلسلۂ مضامین سرسید اور ان کے رفقا کے خلاف شائع ہوتا رہا۔ "اودھ پنچ" کون نکالتا تھا؟

A۔ مولانا محمد علی جوہر　B۔ شاہد احمد دہلوی　C۔ منشی سجاد حسین　D۔ مولانا عبدالحلیم شرر

44۔ کسی زمانے میں اردو اخبار "ہمدرد" کا بڑا چرچا تھا۔ یہ اخبار کون نکالتے تھے؟

A۔ مولانا عبدالحلیم شرر　B۔ مولانا محمد علی جوہر　C۔ شاہد احمد دہلوی　D۔ علامہ راشد الخیری

45۔ ابوریحان البیرونی کی تصنیف "کتاب الہند" میں دراصل:

A۔ ہندوستان کا قدیم جغرافیہ بیان ہوا ہے　B۔ ہندو معاشرے کے خدوخال بیان ہ[illegible]

C۔ ہندومت کے بنیادی ماخذ بیان ہوئے ہیں　D۔ ہندوستان میں اسلام کی ابتدائی اشاعت کا حال بیان ہوا ہے

46۔ "بانگ درا" علامہ اقبال کا پہلا اردو مجموعہ کلام ہے جو 1924ء میں پہلی بار زیورِ طبع سے آراستہ ہوا۔ بتائیے اس کا دیباچہ کس نے لکھا؟

A۔ جسٹس شاہ دین ہمایوں　B۔ مولانا عبدالماجد دریابادی　C۔ سر عبدالقادر　D۔ سید سلیمان ندوی

47۔ میر امن کی تصنیف "باغ و بہار" تاریخی نام ہے۔ کیونکہ:

A۔ اس کا شمار اولین داستانوں میں ہوتا ہے　B۔ ادب کی تاریخ میں بڑا نام ہے

C۔ عنوان سے سنِ تصنیف برآمد ہوتا ہے　D۔ اس تصنیف میں تاریخی واقعات مذکور ہوئے ہیں

48۔ "دلی کی آخری شمع" مرزا فرحت اللہ بیگ کا ایک طویل مضمون ہے۔ اس کا موضوع کیا ہے؟

A۔ آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر　B۔ 1857 کی جنگِ آزادی کے زمانے میں دلی کی معاشرت

C۔ مرزا داغ دہلوی کے احوال و آثار　D۔ دلی کے دورِ انحطاط کے ایک مفروضہ مشاعرے کی داستان

49۔ "حیات جاوید" کس کی سوانح عمری ہے؟

A۔ ڈاکٹر جاوید اقبال　B۔ مرزا غالب　C۔ سرسید احمد خاں　D۔ شیخ سعدی

50۔ ''The development of metaphysics in persia'' کس کی تصنیف ہے؟

A۔ علامہ اقبال B۔ ڈاکٹر محمد صادق C۔ سید امیر علی D۔ مولانا محمد علی جوہر

51۔ ع ''صدق و اخلاص و صفا باقی نماند''

اس مصرعے سے 1357ھ برآمد ہوتے ہیں۔ بتایئے یہ کس عظیم شاعر کی تاریخِ وفات ہے، جو ان ہی کے مصرعے سے نکالی گئی ہے۔

A۔ مولانا محمد حسین آزاد B۔ خواجہ الطاف حسین حالی C۔ علامہ اقبال D۔ مولانا ظفر علی خاں

52۔ اردو شعری ادب کے مطلع پر ''دبستانِ لاہور'' کا حقیقی معنوں میں آغاز کب سے ہوا؟

A۔ انیسویں صدی کے آغاز سے B۔ انجمن پنجاب کے قیام (1874ء) سے

C۔ پنجاب یونیورسٹی میں اورینٹل کالج کے قیام سے D۔ ''مخزن'' کے اجرا سے

53۔ علامہ اقبال کی اردو شاعری کا ماحاصل کس نظم کو کہا جاتا ہے؟

A۔ تصویرِ درد B۔ طلوعِ اسلام C۔ شمع اور شاعر D۔ ساقی نامہ

54۔ ''افسوس کہ آج خانخاناں نہ ہوئے کہ ان کو معلوم ہوتا کہ خاکِ پنجاب شیراز و نیشاپور سے کسی طرح کم نہیں۔'' سرزمین پنجاب کی مردم خیزی کے بارے میں یہ جملہ کس نے کہا تھا؟

A۔ حضرت مجدد الف ثانی B۔ سر عبدالقادر C۔ علامہ اقبال D۔ حافظ محمود شیرانی

55۔ ''ایسا شاگرد استاد کو محقق اور محقق کو محقق تر بنا دیتا ہے۔'' یہ قول کس استاد کا اپنے کس شاگرد کے بارے میں ہے؟

A۔ پروفیسر آرنلڈ کا علامہ اقبال کے بارے میں B۔ مولانا شبلی نعمانی کا سید سلیمان ندوی کے بارے میں

C۔ ڈپٹی نذیر احمد کا مرزا فرحت اللّٰہ بیگ کے بارے میں D۔ مرزا غالب کا مولانا حالی کے بارے میں

56۔ ''شکر کریں آپ انگریزی عملداری میں رہتے ہیں۔ مغلوں کے دور میں ہوتے تو آپ کے ہاتھ قلم کر دیے جاتے۔'' اس دھمکی کے بعد انھوں نے اپنے قلم کی کاٹ دھیمی کر لی۔ یہ بات کس مصنف کے بارے میں ہے؟

A۔ پریم چند B۔ حسرت موہانی C۔ مولانا ظفر علی خاں D۔ مولوی محمد [illegible]

57۔ تاریخی ناول لکھنے کے اعتبار سے اردو کا ''والٹر اسکاٹ'' کسے کہا جاتا ہے؟

A۔ ایم اسلم B۔ نسیم حجازی C۔ قمر اجنالوی D۔ عبدالحلیم شرر

58۔ ''ایک وصیت کی تعمیل'' کے عنوان سے مرزا فرحت اللّٰہ بیگ کے قلم سے نکلا ہوا اردو کا ایک معروف خاکہ ہے۔ یہ خاکہ کن کا ہے؟

A۔ ڈپٹی نذیر احمد B۔ مولوی وحید الدین سلیم C۔ خواجہ حسن نظامی D۔ مولوی عبدالحق

59۔ ''مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ'' اردو ادب کا ایک شاہکار مضمون ہے۔ اس کے مصنف کون ہیں؟

A۔ سید سجاد حیدر یلدرم B۔ مولوی عبدالحق C۔ رشید احمد صدیقی D۔ مرزا فرحت اللّٰہ بیگ

60۔ ڈپٹی نذیر احمد کی ناول نگاری اور قرآن مجید کا اردو ترجمہ کے علاوہ بڑی خدمت کیا ہے؟

A۔ مال گذاری کے قوانین کا اردو ترجمہ B۔ قوانینِ شہادت کا اردو ترجمہ

C۔ تعزیراتِ ہند کا اردو ترجمہ D۔ انکم ٹیکس کے قوانین کا اردو ترجمہ

61۔ علامہ اقبال نے تضیعِ اوقات سمجھتے ہوئے ایک بار ترکِ شاعری کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ کن کے کہنے سے انھوں نے اپنا یہ ارادہ تبدیل کیا؟

A۔ جسٹس شاہ دین ہمایوں B۔ سر عبدالقادر C۔ پروفیسر آرنلڈ D۔ اکبر الٰہ آبادی

62۔ ''شاعرِ کشمیر'' کے لقب سے کون ملقب ہیں؟

A۔ چودھری خوشی محمد ناظر B۔ محمد دین فوق C۔ حفیظ جالندھری D۔ علامہ اقبال

63۔ خطیبانہ لہجہ، شکوہِ الفاظ، جذبۂ حریت، ہندو سے نفرت، ہنگامی شاعری، سنگلاخ زمین، عشقِ رسولؐ، طنز اور صفائی زبان و بیان جیسے اوصاف یکجا ہوں تو کس شاعر کا نام ذہن میں آتا ہے؟

A۔ مولانا ظفر علی خاں B۔ مولانا محمد علی جوہر C۔ خواجہ الطاف حسین حالی D۔ علامہ اقبال

64۔ جج بنا کر اچھے اچھوں کا لبھا لیتے ہیں دل ہیں نہایت خوشنما دو جیم ان کے ہاتھ میں

شعر میں اس نوعیت کی کاٹ کس کے کلام میں ہوسکتی ہے؟

A۔ جسٹس شاہ دین ہمایوں B۔ حسرت موہانی C۔ مولانا ظفر علی خاں D۔ اکبر الٰہ آبادی

65۔ ع ''ہے مشقِ سخن جاری چکی کی مشقت بھی''

اس مصرعے سے کس شاعر کا نام ذہن میں آتا ہے؟

A۔ جگر مراد آبادی B۔ حسرت موہانی C۔ فیض احمد فیض D۔ فانی بدایونی

66۔ مرے ہم صفیر اسے بھی اثرِ بہار سمجھے ! انھیں کیا خبر کہ کیا ہے یہ نوائے عاشقانہ ! (اقبال)

''ہم صفیر'' سے کیا مراد ہے؟

A۔ ہم سفر B۔ ہم آواز C۔ ہم عصر D۔ ہم چشم

67۔ ع ''عجب نادان ہیں، جن کو ہے عُجبِ تاجِ سلطانی''

''عُجب'' کے کیا معنی ہیں؟

A۔ عاجزی B۔ وجہِ اطمینان C۔ گھمنڈ D۔ شکوہ

68۔ اگر اپنا کہا تم آپ ہی سمجھے تو کیا سمجھے مزا کہنے کا جب ہے اک کہے اور دوسرا سمجھے
کلامِ میر سمجھے اور زبانِ میرزا سمجھے مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے

یہ قطعہ کس شاعر کے بارے میں ہے؟

A۔ خواجہ حیدر علی آتش B۔ میرزا غالب C۔ محمد ابراہیم ذوق D۔ مومن خان مومن

69۔ ایک شاعر کی حیثیت سے اردو شاعری کو سب سے زیادہ الفاظ کس نے دیے؟

A۔ امام بخش ناسخ B۔ غلام ہمدانی مصحفی C۔ نظیر اکبر آبادی D۔ میر انیس

70۔ مری قدر کر اے زمینِ سخن تجھے بات میں آسماں کر دیا

یہ تعلّی کسے زیب دیتی ہے؟

A۔ میر انیس B۔ مرزا دبیر C۔ میر تقی میر D۔ مرزا غالب

71- سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہیں مجھے
پیشۂ آبا سپہ گری ہونے پر فخر کا اظہار کس نے کیا ہے؟
A- خواجہ حیدر علی آتش B- مرزا غالب C- محمد ابراہیم ذوق D- آغا جان عیش

72- عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں پانچویں پشت ہے شبیرؑ کی مداحی میں
شبیرؑ (امام حسینؓ) کی مداحی میں پانچ پشتیں بسر کرنے کا دعویٰ کس شاعر نے کیا ہے؟
A- جوش ملیح آبادی B- نسیم امروہوی C- مرزا دبیر D- میر انیس

73- شام غم ہے ، کنارِ راوی ہے میں ہوں اور میری سینہ کاوی ہے
یہ ایک معروف نظم "کنارِ راوی" کا ٹیپ کا شعر ہے۔ بتایئے یہ نظم کس کی تخلیق ہے؟
A- تاجور نجیب آبادی B- اختر شیرانی C- تلوک چند محروم D- جگن ناتھ آزاد

74- تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب ! یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے
یہ شعر کس کا ہے؟
A- مولانا ظفر علی خاں B- صادق حسین کاظمی C- اسد ملتانی D- امین حزیں سیالکوٹی

75- غربت کی بھی ہوتی ہے عجب صبح عجب شام کرتا ہے سفر قافلۂ راحت و آرام
اس شعر میں "غربت" کے کیا معنی ہیں؟
A- مفلسی B- مسافرت C- عشق D- عداوت

76- "میری اردو تانگے والے کی اردو ہے" یہ جملہ کس مقتدر ہستی کا ہے؟
A- قائد اعظم B- عبدالرب نشتر C- آغا خان سوم D- لارڈ ماؤنٹ بیٹن

77- نالہ کش شیراز کا بلبل ہوا بغداد پر داغ رویا خون کے آنسو جہان آباد پر
"شیراز کا بلبل" سے کون سی ذات مراد ہے؟
A- حافظ شیرازی B- ابن بدروں C- شیخ سعدی شیرازی D- فردوسی

78- سوال نمبر 77 میں "جہان آباد" سے کیا مراد ہے؟
A- دنیا جہان B- دلی C- بغداد D- وطن مالوف

79- یہ امتحاں مچھلی پھنسانے کا جال ہے "عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے"
سید محمد جعفری نے اس شعر میں کون سی صنعت استعمال کی ہے؟
A- صنعتِ ایہام B- صنعتِ مراعات النظیر C- صنعتِ تضمین D- صنعتِ لف ونشر

80- بوئے گل لے گئی بیرونِ چمن ، رازِ چمن کیا قیامت ہے کہ خود پھول ہیں غمازِ چمن
اس شعر میں علم بیان کی کون سی صورت بیان ہوئی ہے؟
A- تشبیہ B- استعارہ C- مجاز مرسل D- کنایہ

81- "To cut the gordian knot" کا اردو ترجمہ کون سا درست ہے؟
A- کسی کو مشکل صورتِ حال سے دوچار کرنا B- کسی مسئلے کو جواں مردی اور جلدی سے حل کرنا
C- کسی معاملے سے پہلو تہی کرنا D- کسی کو قید سے آزاد کرنا

82- "To write in french" انگریزی محاورہ ہے۔ اس کا مناسب ترین اردو ترجمہ کیا ہے؟
A- رازدارانہ انداز میں لکھنا B- فرانسیسی زبان میں لکھنا C- بیگانی زبان میں لکھنا D- مشکل زبان میں لکھنا

83- "Red letter day" کا کون سا اردو ترجمہ قرین قیاس ہے؟
A- یوم ابتلا B- یوم وفات C- یوم وعید D- یوم مسرت

84- "Talk at random" کا صحیح ترین ترجمہ کون سا ہے؟
A- بیہودہ باتیں کرنا B- کسی بات پر ڈٹ جانا C- بے مقصد باتیں کرنا D- بامقصد باتیں کرنا

85- "White lie" انگریزی محاورہ ہے۔ اس کا اردو میں مناسب ترین ترجمہ کیا ہے؟
A- دروغ مبالغہ آمیز B- دروغ مصلحت آمیز C- دروغ بے شائبہ D- دروغ حاسدانہ

86- "Cupboard love" انگریزی محاورہ ہے۔ اس کا صحیح ترین ترجمہ کون سا ہے؟
A- بچپن کی دوستی B- بے غرض دوستی C- مطلب کی یاری D- کچی دوستی

87- "The eternal city" سے مراد کون سا شہر ہے؟
A- ایتھنز B- روم C- قسطنطنیہ D- یروشلم

88- "Fourth estate" کا اردو میں مفہوم کیا ہے؟
A- پریس (Press) B- چوتھا صوبہ C- چوتھی جاگیر D- اہم ترین علاقہ

89- "A left handed compliment" انگریزی محاورہ ہے اس کا اردو میں کون سا ترجمہ صحیح ترین ہے؟
A- پرتکلف سلام B- خوب خاطر تواضع C- بے دلی کا سلام D- خوب تعریف و توصیف

90- "Dead duck" انگریزی محاورہ ہے۔ اس کا موزوں ترین اردو ترجمہ کون سا ہے؟
A- مرا ہوا پرندہ B- کاروبار کا مندا C- مرحوم و مغفور D- از کار رفتہ

91- "Self-done is well-done" انگریزی ضرب المثل ہے۔ اس کے مترادف اردو میں کون سی ضرب المثل رائج ہے؟
A- خودکردہ آسان شود B- آپ کاج، مہا کاج
C- اپنے ہاتھ سے کیے کی بات ہی کچھ اور ہے D- اپنے ہاتھ سے کیا گیا کام ہی قابلِ تحسین ہے

92- "Even death can not be had for asking" کا صحیح ترین اردو ترجمہ کیا ہے؟
A- موت کا ایک دن معین ہے B- موت کی کچھ دوا نہیں C- موت آتی ہے، پر نہیں آتی D- بن مانگے موت بھی نہیں ملتی

93۔ ''Everything looks yellow to a jaundiced eye'' انگریزی ضرب المثل ہے۔اس کے مترادف اردو میں کون سی ضرب المثل رائج ہے؟

A۔ یرقان زدہ کو ہر شے زرد دکھائی دیتی ہے
B۔ جیسے آپ، ویسے دوسرے
C۔ ساون کے اندھے کو ہرا ہی ہرا سوجھتا ہے
D۔ آئینے میں اپنا ہی چہرہ نظر آتا ہے

94۔ ''Brevity is the soul of wit'' کے مترادف کون سی اردو ضرب المثل درست ہے؟

A۔ پہلے بات کو تولو، پھر منہ سے بولو
B۔ بول کہ لب آزاد ہیں تیرے
C۔ اختصار، ظرافت کا مدار
D۔ الفاظ تھوڑے، معانی بہت

95۔ ''Time devours all things'' کا مناسب ترین ترجمہ کون سا درست ہے؟

A۔ کال سب کو کھا جاتا ہے B۔ وقت زخموں کا مرہم ہے C۔ وقت کسی کو معاف نہیں کرتا D۔ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا

96۔ ''First weigh then say'' کا موزوں ترین اردو ترجمہ کون سا ہے؟

A۔ کام کرنے سے پہلے خوب سوچ سمجھ لو
B۔ پہلے بات کو تولو، پھر منھ سے بولو
C۔ تیل دیکھو، تیل کی دھار دیکھو
D۔ پہلے وقت کی نبض پہچانو

97۔ ''Little strokes fell mighty oaks'' انگریزی ضرب المثل ہے اس کا مناسب ترین اردو ترجمہ کون سا ہے؟

A۔ مستقل تقاطر پتھر میں بھی سوراخ کر دیتا ہے
B۔ قطرہ قطرہ بہم شود دریا
C۔ ایک ایک دو گیارہ
D۔ محنت کا پھل ضرور ملتا ہے

98۔ ''To lock the stable-door after the horse is stolen'' انگریزی ضرب المثل ہے۔اس کے مترادف اردو میں کون سی ضرب المثل رائج ہے؟

A۔ گزشتہ را صلوٰۃ، آئندہ را احتیاط
B۔ بعد از مرگ واویلا
C۔ عید گزرنے کے بعد سوٹ سلوانے کا کیا فائدہ
D۔ اب پچھتائے کیا ہووت، جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

99۔ ''Law-makers should not be law-breakers'' انگریزی ضرب المثل کا قریب ترین اردو ترجمہ کون سا ہے؟

A۔ گھر کے سربراہ کو جھوٹ نہیں بولنا چاہیے
B۔ وکیل کو قانون نہیں توڑنا چاہیے
C۔ قانون دان کو خلافِ ضابطہ کام زیب نہیں دیتا
D۔ چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

100۔ ''Contentment is a great wealth'' کا کون سا ترجمہ صحیح ترین ہے؟

A۔ چشمِ حریص کبھی پُر نہیں ہوتی
B۔ قناعت بڑی دولت ہے
C۔ قناعت کا پھل میٹھا ہوتا ہے
D۔ ہاں! صبر و رضا میں اک مزا ہے

COMPETITIVE EXAMINATION FOR THE POSTS OF CIVIL JUDGES-CUM-JUDICIAL MAGISTRATES, 2000

KEY

Q.No	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.
1	D	21	B	41	A	61	C	81	B
2	A	22	D	42	D	62	B	82	D
3	A	23	C	43	C	63	A	83	D
4	B	24	A	44	B	64	D	84	C
5	C	25	B	45	B	65	B	85	B
6	C	26	A	46	C	66	B	86	C
7	D	27	C	47	C	67	C	87	D
8	B	28	B	48	D	68	B	88	A
9	C	29	D	49	C	69	C	89	C
10	A	30	A	50	A	70	A	90	D
11	D	31	A	51	B	71	B	91	B
12	B	32	C	52	B	72	D	92	A
13	C	33	A	53	D	73	C	93	C
14	A	34	B	54	C	74	B	94	A
15	B	35	B	55	A	75	B	95	D
16	D	36	D	56	A	76	A	96	B
17	D	37	B	57	D	77	C	97	B
18	B	38	B	58	B	78	B	98	D
19	A	39	C	59	A	79	C	99	A
20	C	40	B	60	C	80	B	100	B

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION, LAHORE

COMBINED COMPETITIVE EXAMINATION FOR THE POSTS OF EAC/SO etc., 2000

PAPER ON: URDU (ii)

TIME ALLOWED: 1.30 HOURS **MAXIMUM MARKS: 75**

1۔ ''خدا خدا کر کے'' قواعد کی رُو سے کیا ہے؟

A۔ محاورہ ہے B۔ روزمرہ ہے C۔ نہ محاورہ ہے اور نہ روزمرہ D۔ محاورہ بھی ہے اور روزمرہ بھی ہے

2۔ ''بلبل کا بچہ پالنا'' محاورہ ہے۔ اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ کسی چیز کو عزیز رکھنا B۔ کسی روگ کا لگا لینا C۔ ہمہ وقت گنگنانے کی طرف مائل رہنا D۔ خوش گلو ہونا

3۔ ''کاغذ کھولنا'' کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ مقدمہ دائر کرنا B۔ عیب فاش کرنا C۔ نازک اندام ہونا D۔ مشترکہ کاروبار شروع کرنا

4۔ ''شیش محل کا کتا'' ضرب المثل ہے۔ اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ سفید رنگ کا اجلا کتا B۔ بہت قیمتی کتا C۔ بوکھلایا ہوا کتا D۔ بادشاہ کا پالتو کتا

5۔ ''بسم اللہ کے گنبد میں رہنا'' کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ دنیا و مافیہا سے بے خبر رہنا B۔ ماں باپ کا لاڈلا ہونا C۔ ہر وقت سویا پڑا رہنا D۔ ہر آن تلاوت میں منہمک رہنا

6۔ ''طرح ڈالنا'' محاورہ ہے۔ اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ طرح طرح کے ناز و انداز دکھانا B۔ طرح طرح کے بہانے C۔ کوئی نئی طرز قائم کرنا D۔ بنیاد رکھنا

7۔ ''فحوائے عبارت'' کے معنی کیا ہیں؟

A۔ عبارت کے بعض نکات B۔ عبارت کا حسن C۔ عبارت کی روانی D۔ عبارت کا مفہوم

8۔ ''کندۂ ناتراش'' کا مطلب کیا ہے؟

A۔ معصوم، بھولا بھالا B۔ بے سلیقہ، اجڈ، گنوار C۔ تجربہ کار، تربیت یافتہ D۔ منقش، مرصع کار

9۔ ''خلط مبحث ہونا'' کے معنی کیا ہیں؟

A۔ کارآمد بحث B۔ بے فائدہ الجھاؤ C۔ نتیجہ خیز الجھاؤ D۔ وقت گزاری کے لیے بحث

10۔ ''آگے ناتھ نہ پیچھے پگھا'' عام ضرب المثل ہے۔ اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ لاوارث B۔ بے دین C۔ بے خوف و خطر D۔ بے باک

11۔ ''مستجاب الدعوات'' کی ترکیب اردو میں کثرت سے مستعمل ہے۔ اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ دعوت قبول کرنے والا B۔ کثرت سے دعوت دینے والا

C۔ جس کی دعا بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہو D۔ جس کی دعا کو شرفِ قبولیت حاصل نہ ہو

12۔ ''چاہِ زنخداں'' کی ترکیب کن معنوں میں مستعمل ہے؟

A۔ وہ کنواں جس میں ہاروت ماروت (فرشتے) محبوس ہیں B۔ اندھا کنواں

C۔ وہ کنواں جس سے پانی میسر نہ ہو D۔ ٹھوڑی کا گڑھا

13۔ ''بیڑا اٹھانا'' محاورہ ہے۔ اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ شور مچانا B۔ ناک بھوں چڑھانا C۔ مشکل کام کے انجام دینے کا ذمہ لینا D۔ چوری کرنا

14۔ ''میل کا بیل بنانا'' ضرب المثل ہے۔ اس کا مفہوم بتایئے؟

A۔ سنگی ساتھی بنانا B۔ بات کا بتنگڑ بنانا C۔ کولھو کے بیل کو سدھانا D۔ بیل کو رہٹ میں جوتنا

15۔ ''معاملہ بندی'' ادبی اصطلاح ہے۔ اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ جذبات عشق کو نظم کرنا B۔ تجارتی معاملات کو منظوم صورت میں لکھنا

C۔ تمام معاملات زندگی کو نظم کرنا D۔ جھگڑے کے بعد تصفیے کی شرائط کو نظم کرنا

16۔ کون سا جملہ درست ہے؟

A۔ حادثہ آفت کی پرکالا ہے B۔ حادثہ آفت کی پرکالی ہے C۔ حادثہ آفت کا پرکالا ہے D۔ حادثہ آفت کا پرکالی ہے

17۔ صحیح جملہ کون سا ہے؟

A۔ کس سوچ اور بچار میں پڑے ہو؟ B۔ کس سوچنے اور بچارنے میں پڑے ہو؟

C۔ کس سوچ و بچار میں پڑے ہو؟ D۔ کس سوچ بچار میں پڑے ہو؟

18۔ کون سا جملہ درست ہے؟

A۔ اسلام علیکم کے بعد عرض ہے B۔ السلام علیکم کے بعد عرض ہے C۔ السلامُ علیکم کے بعد عرض ہے D۔ اسلام و علیکم کے بعد عرض ہے

19۔ درست جملے کی نشاندہی کیجیے؟

A۔ اے خدایا! اپنا کرم کر! B۔ اے خدایا! تو اپنا کرم کر! C۔ خدایا! اپنا کرم فرما! D۔ اے خدایا! اپنا کرم فرما!

20۔ کون سا جملہ درست ہے؟

A۔ کیا آپ نے اس کتاب سے استفادہ حاصل کیا؟ B۔ کیا آپ نے اس کتاب سے استفادہ حاصل کر لیا؟

C۔ کیا آپ نے اس کتاب سے استفادہ کیا؟ D۔ کیا آپ نے اس کتاب سے مکمل استفادہ حاصل کیا؟

21۔ رموزِ اوقاف کے اعتبار سے کون سا جملہ درست ہے؟

A۔ باپ نے بیٹے کو سمجھاتے ہوئے کہا، ''بیٹا! محنت کرو، محنت کا پھل ضرور ملے گا۔''

B۔ باپ نے بیٹے کو سمجھاتے ہوئے کہا، ''بیٹا، محنت کرو، محنت کا پھل ضرور ملے گا۔''

C۔ باپ نے بیٹے کو سمجھاتے ہوئے کہا: بیٹا! محنت کرو، محنت کا پھل ضرور ملے گا۔''

D۔ باپ نے بیٹے کو سمجھاتے ہوئے کہا: ''بیٹا! محنت کرو، محنت کا پھل ضرور ملے گا۔''

22۔ رموزِ اوقاف کے اعتبار سے درست جملہ کون سا ہے؟

A۔ قائداعظم کا فرمان: ''کام، کام اور کام، ہمارے لیے آج بھی مشعلِ راہ ہے۔''

B۔ قائداعظم کا فرمان: ''کام، کام اور کام۔'' ہمارے لیے آج بھی مشعلِ راہ ہے۔

C۔ ''قائداعظم کا فرمان: کام، کام اور کام'' ہمارے لیے آج بھی مشعلِ راہ ہے

D۔ قائداعظم کا فرمان: ''کام، کام اور کام۔ ہمارے لیے آج بھی مشعلِ راہ ہے۔''

23۔ کسی قائل کا قول من وعن اسی کے الفاظ میں درج کرنے کے لیے رموزِ اوقاف کی کون سی علامت آتی ہے؟

A۔ تفصیلیہ B۔ فجائیہ C۔ قوسین D۔ واوین

24۔ خواب، خوار، خوامخواہ، خود، خواندگی، خوش، درخواست وغیرہ میں مستعمل ''واؤ'' کو کیا نام دیا جاتا ہے؟

A۔ واؤمعدولہ B۔ واؤمعروف C۔ واؤمجہول D۔ کوئی خاص نام نہیں دیا جاتا

25۔
گھر جانے کا حوصلہ، تمھیں ہے نہ مجھے — مر جانے کا حوصلہ، تمھیں ہے نہ مجھے
کہتے ہو کہ آؤ کوئے قاتل میں چلیں — پر جانے کا حوصلہ، تمھیں ہے نہ مجھے

ان اشعار میں ردیف کیا ہے؟

A۔ تمھیں ہے نہ مجھے B۔ ہے نہ مجھے C۔ جانے کا حوصلہ، تمھیں ہے نہ مجھے D۔ مجھے

26۔ سوال نمبر 25 کے اشعار میں قافیہ کیا ہے؟

A۔ گھر، پر، مر B۔ جانے کا حوصلہ C۔ تمھیں D۔ تمھیں ہے نہ مجھے

27۔ سوال نمبر 25 کے اشعار کو اصطلاحِ سخن میں کیا نام دیں گے؟

A۔ قطعہ B۔ رباعی C۔ مربع D۔ غزل

28۔
گو ایک بادشاہ کے سب خانہ زاد ہیں — دربار دار لوگ بہم آشنا نہیں
کانوں پہ ہاتھ دھرتے ہیں کرتے ہوئے سلام — اس سے ہے یہ مراد کہ ہم آشنا نہیں !

ان اشعار کا تعلق کس صنفِ نظم سے ہے؟

A۔ قصیدہ B۔ قطعہ C۔ رباعی D۔ مربع

29۔ اردو شاعری میں کس صنفِ سخن کا ذخیرہ سب سے زیادہ ہے؟

A۔ قصیدہ B۔ غزل C۔ مثنوی D۔ مرثیہ

30۔ آسمان مرثیہ کے دو ستارے سب سے درخشندہ ہیں۔ وہ کون سے ہیں؟

A۔ میر خلیق، میر ضمیر B۔ میر نفیس، میر جلیس C۔ مرزا دبیر، میر انیس D۔ جوش ملیح آبادی، نسیم امروہوی

31۔ کسی زمانے میں صنفِ مرثیہ کی کوئی ادبی حیثیت نہ تھی بلکہ مشہور تھا: بگڑا شاعر مرثیہ گو، بگڑا گویا مرثیہ خواں ''مرثیے کو ادبی وقار کس نے بخشا؟

A۔ محمد رفیع سودا B۔ میر تقی میر C۔ میر حسن D۔ ،م بخش ناسخ

32۔ علامہ اقبال کی معروف نظم ''ساقی نامہ'' (جو ان کی پوری شاعری کا ماحصل ہے) کس ہیئت میں لکھی گئی ہے؟

A۔ مسدس B۔ مثنوی C۔ ترکیب بند D۔ ترجیع بند

33۔ اگر قصیدے یا غزل کا تیسرا اور چوتھا مصرع بھی ہم قافیہ و ہم ردیف ہوں تو اسے اصطلاح میں کیا کہیں گے؟

A۔ مطلع ثالث B۔ مطلع دیگر C۔ حسنِ مطلع D۔ مطلعِ دوبارہ

34۔ جاپانی صنفِ نظم ''ہائیکو'' کی تقلید میں کچھ لوگ اردو میں بھی طبع آزمائی کرتے ہیں۔ بتایئے ''ہائیکو'' میں کل کتنے مصرع ہوتے ہیں؟

A۔ تین B۔ چار C۔ پانچ D۔ چودہ

35۔ محمد الدین فوق کو ''شاعر کشمیر'' اور ''مجدد کشامرہ'' کے القاب کس نے عنایت کیے تھے؟

A۔ چودھری خوشی محمد ناظر B۔ مولانا ظفر علی خاں C۔ عوام الناس D۔ علامہ اقبال

36۔ تصدق حسین خالد، ن۔ م راشد اور میرا جی میں قدرِ مشترک کیا ہے؟

A۔ غزل B۔ مثنوی C۔ نظم معریٰ D۔ آزاد نظم

37۔ جانے کا نہیں شور سخن کا مرے ہرگز — تا حشر جہاں میں مرا دیوان رہے گا

اپنے دیوان کے بارے میں یہ پیش گوئی کس نے کی تھی؟

A۔ خواجہ میر درد B۔ میر تقی میر C۔ خواجہ حیدر علی آتش D۔ امام بخش ناسخ

38۔ آج مجھ سا نہیں زمانے میں — شاعرِ نغز گوئے خوش گفتار

شاعر نغز گو اور خوش گفتار کی تعلّی کسے زیب دیتی ہے؟

A۔ مرزا غالب B۔ مومن خاں مومن C۔ محمد ابراہیم ذوق D۔ مرزا داغ دہلوی

39۔ ''ارے غنچہ! لا تو قلمدان، ذرا میں اس کی خبر تو لوں، یہ مجھ کو سمجھا کیا ہے۔'' یہ معروف جملہ کس ہجو نگار کا ہے؟

A۔ امانت لکھنوی B۔ مومن خاں مومن C۔ محمد رفیع سودا D۔ میر تقی میر

40۔ ہندوستان میں ایک خاندان کی زبان دانی کا سب سے زیادہ چرچا تھا۔ اسی لیے یہ قول مشہور ہوا: ''اگر زبان سیکھنا ہو تو میر خلیق کے خانوادے میں جاؤ۔'' بتایئے یہ قول کس کا ہے؟

A۔ امام بخش ناسخ B۔ میر تقی میر C۔ نظیر اکبر آبادی D۔ غلام ہمدانی مصحفی

41۔
ہے داد کا مستحق کلامِ محروم — لفظوں کا جمال اور معانی کا ہجوم
ہے ان کا سخن مفید و دانش آموز — ان کی نظموں کی ہے بجا ملک میں دھوم

حضرت اکبر الٰہ آبادی نے اس رباعی میں کس شاعر کی طباعی کی تعریف کی ہے؟

A۔ مولانا ظفر علی خاں B۔ علامہ اقبال C۔ تلوک چند محروم D۔ آغا حشر کاشمیری

42۔ ''تمھاری نسبت میرا یہ خیال ہے کہ اگر تم شعر نہ کہو گے تو اپنی طبیعت پر سخت ظلم کرو گے۔'' مرزا غالب نے یہ جملہ اپنے کس شاگرد کو کہا تھا؟

A۔ میر مہدی حسین مجروح B۔ خواجہ الطاف حسین حالی C۔ ہر گوپال تفتہ D۔ علاء الدین علائی

43۔ اردو قصیدہ نگاری کے حوالے سے بتایئے کہ اردو کے کون سے شاعر ''خاقانی ہند'' کے لقب سے ملقب ہوئے؟

A۔ محمد رفیع سودا　B۔ مومن خاں مومن　C۔ محمد ابراہیم ذوق　D۔ مرزا غالب

44۔ قصیدے اور غزل کی ہیئت ایک ہے، اس لیے کہ:

A۔ غزل کسی زمانے میں قصیدے ہی کا ایک حصہ تھی　B۔ غزل گوؤں کو قصیدے کی ہیئت زیادہ پسند آئی

C۔ اس ہیئت میں شعر کہنا آسان ہے　D۔ کسی خاص بحر کی پابندی نہیں ہوتی

45۔ غزل علائم و رموز کی زبان ہے۔ بتایئے ''شیخ'' اردو غزل میں کس بات کی علامت ہے؟

A۔ بزرگی اور دانائی کی　B۔ شیطنت اور فتنہ فساد برپا کرنے کی

C۔ ظاہر و باطن میں تضاد کی　D۔ نیکی اور پارسائی کی

46۔ ہرگز نہ تھا زمانۂ سابق میں یہ فلک　جس آسماں کی دھوم تھی، وہ آسماں ہے اب

''آسمان'' کس بات کی علامت ہے؟

A۔ دوستی　B۔ دشمنی　C۔ عدل وانصاف　D۔ جرأت وہمت

47۔ ''موجِ زم زم'' اور ''شکریہ یورپ'' دو معروف نظمیں ہیں، جو انجمن حمایتِ اسلام کے پلیٹ فارم پر پڑھی گئیں۔ بعد ازاں عرصہ دراز تک لوگ یہ نظمیں شاعر کے انداز میں مٹھیاں بھینچ بھینچ کر پڑھتے رہے۔ یہ نظمیں کس کی تخلیق ہیں؟

A۔ علامہ اقبال　B۔ آغا حشر کاشمیری　C۔ چودھری خوشی محمد ناظر　D۔ سید غلام بھیک نیرنگ

48۔ ''(ہرچند) اردو میں سب سے کم سرمایہ چھوڑا ہے مگر کتنا اونچا مقام پایا۔'' رشید احمد صدیقی کا یہ جملہ کس ظرافت نگار کی ذات پر صادق آتا ہے؟

A۔ پطرس بخاری　B۔ فرحت اللہ بیگ　C۔ شوکت تھانوی　D۔ ابنِ انشا

49۔ سید مظفر حسین برنی نے کس ادبی و سیاسی شخصیت کے خطوں کو چار ضخیم جلدوں میں مدون کیا ہے؟

A۔ مولانا ظفر علی خاں　B۔ سید سلیمان ندوی　C۔ علامہ اقبال　D۔ خواجہ حسن نظامی

50۔ کس ڈراما نویس نے فلسطین اور کشمیر کی تحریک آزادی کے حوالے سے بہت سے ڈرامے لکھے جو مشہور ہوئے۔

A۔ آغا حشر　B۔ حکیم احمد شجاع　C۔ امتیاز علی تاج　D۔ میرزا ادیب

51۔ مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم!　تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے؟

''گنجہائے گرانمایہ'' خاکوں پر مبنی معروف تصنیف کس کی ہے؟

A۔ مولوی عبدالحق　B۔ مولانا عبدالمجید سالک　C۔ مولانا چراغ حسن حسرت　D۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی

52۔ ''پیر و مرشد! یہ خط لکھنا نہیں ہے، باتیں کرنی ہیں اور یہی سبب ہے کہ میں القاب و آداب نہیں لکھتا۔'' القاب و آداب سے گریز کرتے ہوئے خط لکھنے میں باتیں کرنے کا انداز کس کا وضع کردہ ہے؟

A۔ عبدالماجد دریابادی　B۔ مرزا غالب　C۔ سید سلیمان ندوی　D۔ مولانا ابوالکلام آزاد

53۔ مولانا محمد جعفر تھانیسری کی کتاب ''کالا پانی''، حکیم احمد شجاع کی ''خون بہا'' اور میرزا ادیب کی ''مٹی کا دیا'' کا تعلق کس صنفِ نثر سے ہے؟

A۔ انشائیہ　B۔ سفرنامہ　C۔ خودنوشت　D۔ سوانح عمری

54۔ ''مہر نیمروز'' مرزا غالب کی تصنیف ہے۔ اس کا موضوع کیا ہے؟

A۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے خونیں واقعات　B۔ خاندانِ مغلیہ کی نا تمام تاریخ

C۔ مرزا غالب کے فارسی خطوط کا مجموعہ　D۔ مرزا غالب کے اردو خطوط کا مجموعہ جو ان کی وفات کے بعد شائع ہوا

55۔ آنندی، جاڑے کی چاندنی، کن رس اور جزیرۂ سخنوران، سے کس معروف افسانہ نگار کا نام ذہن میں آتا ہے؟

A۔ اشفاق احمد　B۔ انتظار حسین　C۔ ہاجرہ مسرور　D۔ غلام عباس

56۔ دھنک پر قدم اور سات سمندر پار، اردو کے معروف سفرنامے ہیں۔ مصنف کا نام بتایئے؟

A۔ بیگم اختر ریاض الدین　B۔ محمود نظامی　C۔ ماہر القادری　D۔ شیخ منظور الٰہی

57۔ اردو کی آخری کتاب، خمارِ گندم، آوارہ گرد کی ڈائری، دنیا گول ہے، ابنِ بطوطہ کے تعاقب میں، جیسی شگفتہ تصانیف کے مصنف کون ہیں؟

A۔ ابنِ انشا　B۔ اشفاق احمد　C۔ مشتاق احمد یوسفی　D۔ شفیق الرحمٰن

58۔ اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی　دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

یہ شعر کس علمی و ادبی اور نیم سیاسی ماہوار جریدے کی پیشانی پر عرصہ دراز تک لکھا جاتا رہا؟

A۔ مخزن　B۔ ہمایوں　C۔ شاہکار　D۔ ادبی دنیا

59۔ ''گدڑی کا لال۔ نور خاں'' اور ''نام دیو۔ مالی'' اردو کے سدا بہار خاکے کس کے قلم سے نکلے ہیں؟

A۔ محمد طفیل　B۔ رشید احمد صدیقی　C۔ مولوی عبدالحق　D۔ مولانا غلام رسول مہر

60۔ مشتاق احمد یوسفی، کرنل محمد خاں اور ابنِ انشا میں قدرِ مشترک کیا ہے؟

A۔ خاکہ نگاری　B۔ سفرنامہ نگاری　C۔ فکاہیہ کالم نگاری　D۔ مزاح نگاری

61۔ خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی　نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اس زبانِ زدِ خاص و عام شعر کے خالق کون ہیں؟

A۔ مولانا ظفر علی خاں　B۔ مولانا محمد علی جوہر　C۔ فیض احمد فیض　D۔ خواجہ الطاف حسین حالی

62۔ مجھے اقبال اس سید کے گھر سے فیض پہنچا ہے　پلے جو اُن کے دامن میں، وہی کچھ بن کے نکلے ہیں

علامہ اقبال نے کس سید کے گھر سے فیض حاصل کیا؟

A۔ سر سید احمد خاں　B۔ مولوی سید میر حسن　C۔ سید غلام بھیک نیرنگ　D۔ سید ذکی شاہ

63۔ اگر ہوتا وہ مجذوب فرنگی اس زمانے میں　تو اقبال اس کو سمجھاتا، مقامِ کبریا کیا ہے

یہ مجذوب فرنگی کون تھے؟

A۔ پروفیسر آرنلڈ　B۔ ولیم شیکسپیئر　C۔ گوئٹے　D۔ جرمنی کا مجذوب فلسفی شاعر نطشے

64۔ دفترِ ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات　تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات

علامہ اقبال نے اس شعر میں کس ہستی کی عظمتوں کا اعتراف کیا ہے؟

A۔ والد ماجد شیخ نور محمد　B۔ والدہ ماجدہ امام بی بی　C۔ استادِ گرامی سید میر حسن　D۔ برادرِ بزرگ شیخ عطا محمد

65۔ لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ
روش مغربی ہے مدِنظر وضع مشرق کو جانتے ہیں گناہ
یہ ڈراما دکھائے گا کیا سین پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

یہ اشعار زبان زدِ خاص وعام ہیں۔ان کے خالق کا نام بتایئے؟

A۔ علامہ اقبال B۔ اکبرالہٰ آبادی C۔ مولانا ظفر علی خاں D۔ سید محمد جعفری

66۔ سوال نمبر 65 کے اشعار کو اصنافِ نظم کے حوالے سے کیا نام دیں گے؟

A۔ مسدس B۔ قطعہ C۔ ترکیب بند D۔ مثنوی

67۔ قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

یہ شعر کس کی تخلیق ہے؟

A۔ مولانا الطاف حسین حالی B۔ فیض احمد فیض C۔ مولانا ظفر علی خاں D۔ مولانا محمد علی جوہر

68۔ بسکہ فعالِ ما یرید ہے آج ہر سلحشور انگلستاں کا
گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے زہرہ ہوتا ہے آب انساں کا

''فعال ما یرید'' کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ مددگار ثابت ہوتا ہے B۔ جو ارادہ کرتا ہے، کرلیتا ہے C۔ ظلم وستم روا رکھتا ہے D۔ اکڑ اکڑ کر چلتا ہے

69۔ سوال نمبر 68 کے حوالے سے ''سلحشور'' کے معنی بتایئے؟

A۔ اسلحہ خانہ B۔ ہتھیار بند (سپاہی) C۔ ہتھیار بنانے والا D۔ آلاتِ حرب

70۔ سوال نمبر 68 ہی کے حوالے سے ''زہرہ آب ہونا'' کا مفہوم بتایئے؟

A۔ حوصلہ پست ہونا B۔ حوصلہ بلند ہونا C۔ ثابت قدم رہنا D۔ متزلزل ہونا

71۔ اردو شعری ادب میں تصوف کا سرخیل کسے قرار دیا جاتا ہے؟

A۔ مرزا مظہر جان جاناں B۔ قلندر بخش جرأت C۔ سراج اورنگ آبادی D۔ خواجہ میر درد

72۔ میر انیس اور مرزا دبیر نے مرثیہ لکھنے کے لیے کون سی ہیئت نظم کو استعمال کیا ہے؟

A۔ مثنوی B۔ مربع C۔ مخمس D۔ مسدس

73۔ آسماں نے دولتِ غرناطہ جب برباد کی ابنِ بدروں کے دلِ ناشاد نے فریاد کی

اس شعر سے کون سی صنفِ نظم مترشح ہے؟

A۔ شہر آشوب B۔ قطعہ C۔ مرثیہ D۔ ہجو

74۔ جب الفاظ کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق ہو تو اسے اصطلاح میں کیا کہیں گے؟

A۔ تشبیہ B۔ استعارہ C۔ مجاز مرسل D۔ کنایہ

75۔ ہر سنگ ریزہ نور سے دُرِ خوش آب تھا لہریں جو تھیں کرن تو بھنور آفتاب تھا

اس شعر میں کتنی تشبیہیں آئی ہیں؟

A۔ کوئی تشبیہ نہیں آئی B۔ ایک C۔ دو D۔ تین

COMBINED COMPETITIVE EXAMINATION FOR THE POSTS OF EAC/SO etc., 2000

KEY

Q.No	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.
1	D	16	C	31	A	46	B	61	A
2	B	17	D	32	B	47	B	62	B
3	B	18	A	33	C	48	A	63	D
4	C	19	C	34	A	49	C	64	B
5	B	20	B	35	D	50	D	65	A
6	D	21	D	36	D	51	D	66	B
7	D	22	B	37	B	52	B	67	D
8	B	23	D	38	A	53	C	68	B
9	B	24	A	39	C	54	B	69	B
10	A	25	C	40	A	55	D	70	A
11	C	26	A	41	C	56	A	71	D
12	D	27	B	42	B	57	A	72	D
13	C	28	B	43	C	58	B	73	A
14	B	29	B	44	A	59	C	74	B
15	A	30	C	45	C	60	D	75	D

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION, LAHORE
COMPETITIVE EXAMINATION FOR THE POSTS OF
CIVIL JUDGES-CUM-JUDICIAL MAGISTRATES, 2000
PAPER ON: URDU GENERAL

TIME ALLOWED: 1.30 HOURS **MAXIMUM MARKS: 75**

1۔ ''دامن تر ہونا'' محاورہ ہے۔اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ ثواب کمانا B۔ گناہ گار ہونا C۔ بدنام ہونا D۔ ملوث ہونا

2۔ ''رات بھیگنا'' محاورہ ہے۔اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ ابتدائی حصۂ شب کا گزرنا B۔ رات کو بارش کا ہونا C۔ رات کا بسر ہونا D۔ آدھی رات کے بعد کا عمل ہونا

3۔ ہفت خواں سر کرنا'' کا مطلب کیا ہے؟

A۔ کسی مشکل کام کو انجام دینا B۔ سات پڑھے لکھوں کو مات دینا C۔ سات شہروں کی سیر کرنا D۔ ملکوں ملکوں گھومنا پھرنا

4۔ ''پیر کنعاں'' ترکیب ہے جو اردو میں بکثرت مستعمل ہے۔اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ پیر حرم B۔ پیر مغاں C۔ حضرت یوسفؑ D۔ حضرت یعقوبؑ

5۔ ''سینت سینت کر رکھنا'' محاورہ ہے۔اس کا مفہوم بتایئے؟

A۔ لاپروائی سے رکھنا B۔ حفاظت سے رکھنا

C۔ بدنام کر کے رکھ دینا D۔ کسی وقت بھی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دینا

6۔ ''نقش بر آب ہونا'' محاورہ ہے۔اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ پانی پر جادو کرنا B۔ رعب جمانا C۔ بے ثبات ہونا D۔ مشکل سے امید کا بر آنا

7۔ ''پانی بھرنا'' محاورہ ہے۔اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ غلامی کرنا B۔ کنویں سے پانی نکالنا C۔ پانی پلانے کی اجرت پر کام کرنا D۔ مستقبل کی فکر کرنا

8۔ ''سبز قدم ہونا'' محاورہ ہے۔اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ مبارک ہونا B۔ چاروں طرف سبزہ ہونا C۔ سنسان ہونا D۔ منحوس ہونا

9۔ ''کندی کرنا'' قواعد کی رو سے کیا ہے؟

A۔ محاورہ ہے B۔ روزمرہ ہے C۔ نہ محاورہ ہے، نہ روزمرہ D۔ محاورہ بھی ہے، روزمرہ بھی ہے

10۔ ''گئی بوٹی نپا شوربا'' ضرب المثل ہے۔اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ کفایت سے خرچ کرنا B۔ گل چھرّے اڑانا C۔ فضول خرچی کرنا D۔ بوٹیاں کھانا اور خوب شوربا پینا

11۔ ''نقصان مایہ، شماتتِ ہمسایہ'' ضرب المثل ہے۔اس کا مفہوم بتایئے؟

A۔ کسی بگاڑ پر ہمسایوں کا خوش ہونا B۔ جان بوجھ کر اپنا نقصان کر لینا تا کہ ہمسائے خوش ہوں

C۔ خرچ کر کے ہمسایوں کا نقصان کرنا D۔ ہمسایوں سے ہر قیمت پر بھلائی کرنا

12۔ ''عصمت بی بی از بے چادری'' ضرب المثل ہے جو اردو میں مستعمل ہے۔اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ چادر ہوتے ہوئے سر کا نہ ڈھانپنا B۔ بے باکی سے سر کھلا رکھنا

C۔ مجبوری کے تحت نیکی کا کام کرنا D۔ عصمت وعفت کا ڈھنڈورا پیٹنا

13۔ ''اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ'' کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ بہانے بہانے سے نیند پوری کرنا B۔ کسی کام کرنے کو خود جی نہ چاہنا اور دوسرے کے منع کرنے سے باز رہنا

C۔ ہر وقت اونگھتے رہنا D۔ کسی دوسرے کی نیکی اپنے سر منڈھ لینا

14۔ ''سودے کے ساتھ رونگھن'' کا مفہوم بتایئے؟

A۔ ادھار سودا خریدنا B۔ کسی چیز کی وہ مقدار جو اس کے خریدنے کے بعد اوپر سے بلا قیمت لے لینا

C۔ ٹھونک بجا کر سودا کرنا D۔ سودے میں کسی وجہ سے بگاڑ واقع ہونا

15۔ ''سر گاڑی پاؤں پہیا کرنا'' ضرب المثل ہے۔اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ خوب تگ ودو کرنا B۔ بلا ضرورت آسرا ڈھونڈنا

C۔ اپنے پاؤں پر چل کر جانا D۔ گاڑی کی نسبت راستہ پیدل تیز طے کرنا

16۔ ''پھٹ پڑے سونا جس سے ٹوٹیں کان'' ضرب المثل ہے۔اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ نمود ونمائش کے لیے جان چھڑکنا B۔ کسی چیز کے حصول کے لیے جان ہلکان کر ڈالنا

C۔ سراب کو حقیقت سمجھنا D۔ وہ چیز کس کام کی جس سے اذیت پہنچے

17۔ کون سا جملہ درست ہے؟

A۔ آپ نے اس رقم کا بلکل صحیح استمال کیا ہے B۔ آپ نے اس رقم کا بالکل صیح استعمال کیا ہے

C۔ آپ نے اُس رقم کا بالکل صحیح استمعال کیا ہے D۔ آپ نے اس رقم کا بالکل صحیح استعمال کیا ہے

18۔ کون سا جملہ درست ہے؟

A۔ محنت کرو ورنہ فاقے مرو گے B۔ محنت کرو ورنہ فاقوں مرو گے

C۔ محنت کرو ورنہ فاقے سے مرو گے D۔ محنت کرو ورنہ فاقے کے ساتھ مرو گے

19۔ کون سا جملہ درست ہے؟

A۔ دنیا کے ہر ممالک میں یہی دستور ہے B۔ دنیا کے ہر ایک ممالک میں یہی دستور ہے

C۔ دنیا کے ہر ملک میں میں یہی دستور ہے D۔ دنیا کے ایک ایک ممالک میں یہی دستور ہے

20۔ کون سا جملہ درست ہے؟

A۔ وہ یہ خبر سن کر گم صم ہو گیا B۔ وہ یہ خبر سن کر گم سم ہو گیا C۔ وہ یہ خبر سن کر صم گم ہو گیا D۔ وہ یہ خبر سن کر سم گم ہو گیا

21۔ درست جملے کی نشاندہی کیجیے۔

A۔ میں یہاں بخیریت سے ہوں B۔ میں یہاں بعافیت سے ہوں

C۔ میں یہاں بخیریت وعافیت سے ہوں D۔ میں یہاں بخیریت وعافیت ہوں

22۔ اردو زبان میں مستعمل حروفِ ابجد کی تعداد کتنی ہے؟

A۔ 36 B۔ 37 C۔ 38 D۔ 39

23۔ ''حسن یوسف''، ''دمِ عیسیٰ''، ''یدِ بیضا'' کو اردو زبان کی اصطلاح میں کیا کہیں گے؟

A۔ تشبیہ B۔ تلمیح C۔ کنایہ D۔ مجازِ مرسل

24۔ کسی میڈیکل کالج کے طالب علم کو ''ڈاکٹر صاحب'' کہنا اصطلاح میں کیا کہلاتا ہے؟

A۔ کنایہ B۔ تشبیہ C۔ مجازِ مرسل D۔ استعارہ

25۔ وہ ساحلوں پہ گانے والے ، کیا ہوئے ! وہ کشتیاں چلانے والے ، کیا ہوئے !

اس شعر میں ردیف کیا ہے؟

A۔ ہوئے B۔ کیا ہوئے C۔ والے کیا ہوئے D۔ ردیف نہیں ہے

26۔ سوال نمبر 25 کے شعر میں قافیہ کیا ہے؟

A۔ شعر میں قافیہ نہیں ہے B۔ گانے، چلانے C۔ گانے والے، چلانے والے D۔ کیا ہوئے

27۔ سوال نمبر 25 کے حوالے سے بتائیے کہ غزل کے اس شعر کو ادبی اصطلاح میں کیا نام دیں گے؟

A۔ مطلع B۔ مقطع C۔ پہلا شعر D۔ آخری شعر

28۔ دکھ جی کے پسند ہو گیا ہے غالب دل رُک رُک کر بند ہو گیا غالب
واللہ کہ شب کو نیند آتی ہی نہیں سونا سوگند ہو گیا ہے غالب

ان اشعار کا تعلق کس صنفِ نظم سے ہے؟

A۔ قطعہ B۔ رباعی C۔ غزل D۔ مربع

29۔ اصنافِ نظم میں ''قطعہ'' کتنے اشعار پر مشتمل ہوتا ہے؟

A۔ دو شعر B۔ چار شعر C۔ چھے شعر D۔ تعداد پر پابندی نہیں

30۔ ٹیپ کا مصرع کسے کہتے ہیں؟

A۔ نظم کا پہلا مصرع B۔ نظم کے ہر بند میں بار بار دہرایا جانے والا مصرع

C۔ نظم کا آخری مصرع D۔ نظم کا سب سے دل آویز مصرع

31۔ صنفِ نظم سانیٹ (Sonnet) میں کل کتنے مصرعے ہوتے ہیں؟

A۔ دس مصرعے B۔ بارہ مصرعے C۔ چودہ مصرعے D۔ سولہ مصرعے

32۔ ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکر و عمر، عثمان و علی ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبیؐ، کچھ فرق نہیں ان چاروں میں (ظفر علی خاں)

اس شعر کا تعلق کس صنفِ نظم سے ہے؟

A۔ حمد B۔ نعت C۔ مناجات D۔ منقبت

33۔ ''شہر آشوب'' کون سی صنفِ نظم ہے؟

A۔ جس میں کسی ایک شہر کے شاعروں کا تذکرہ ہو B۔ جس میں کسی شہر کی تاریخ کا بیان ہو

C۔ جس میں کسی شہر پر مسلط جنگوں کا بیان ہو D۔ جس میں کسی شہر کی پریشانی، گردشِ آسمانی اور زمانے کی ناقدری کا ذکر ہو

34۔ پابند نظم کے لیے لازمی ہے:

A۔ ردیف B۔ قافیہ C۔ ردیف قافیہ دونوں D۔ چھوٹی بحر

35۔ اردو طنزیہ و مزاحیہ شاعری کا سب سے بڑا نام کون سا ہے؟

A۔ ظریف لکھنوی B۔ ظریف جبلپوری C۔ اکبر الٰہ آبادی D۔ سید محمد جعفری

36۔ اکبر الٰہ آبادی کے کلام میں سب سے نمایاں رنگ کون سا ہے؟

A۔ تغزل B۔ مغربی معاشرت کی حمایت C۔ ہجویہ D۔ مغربی تہذیب کی تقلید کی مخالفت

37۔ علامہ اقبال کی منظوم تصانیف میں سے کون سی تصنیف سب سے پہلے شائع ہوئی؟

A۔ اسرارِ خودی B۔ بانگِ درا C۔ بالِ جبریل D۔ پیامِ مشرق

38۔ اردو قصیدہ گوئی میں سب سے بڑا نام کون سا شمار ہوتا ہے؟

A۔ مومن B۔ ذوق C۔ غالب D۔ سودا

39۔ مرزا غالب کے کلام کی مانگ ان کی زندگی ہی میں دلی اور لکھنؤ سے زیادہ پنجاب میں ہوئی۔ کیونکہ:

A۔ کلام میں ترنم ہے B۔ فارسی تراکیب زیادہ ہیں

C۔ ان کی زبان میں خاص چاشنی ہے D۔ فکر و خیال میں ندرت ہے

40۔ ملک الشعرا مولانا غلام قادر گرامی، جو علامہ اقبال کے دوست بھی تھے، کس زبان کے شاعر تھے؟

A۔ اردو، فارسی دونوں B۔ عربی C۔ فارسی D۔ اردو

41۔ ''لاہور کا دبستانِ شاعری'' کے حوالے سے بتائیے کہ مجید امجد کی شہرت کی سب سے بڑی وجہ کیا ہے؟

A۔ ہیئت کے سب سے زیادہ تجربے کیے B۔ حبِ وطن کے موضوع پر سب سے زیادہ نظمیں لکھیں

C۔ نئی نئی علامتیں اختراع کیں D۔ کثرت سے لوک داستانوں کو منظوم کیا

42۔ مرثیہ گوئی اور مرثیہ خوانی میں کیا فرق ہے؟

A۔ کچھ فرق نہیں B۔ جو مرثیہ کہتا ہے، وہ پڑھتا بھی ہے

C۔ مرثیہ کہنا اور ہے، مرثیہ پڑھنا اور ہے D۔ مرثیہ پڑھنے کے لیے خود مرثیہ کہنا لازمی ہے

43۔ تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

بہادر شاہ ظفر کی شان میں قصیدے کا یہ دعائیہ شعر کس کی تخلیق ہے؟

A۔ محمد ابراہیم ذوق B۔ مرزا غالب C۔ شاہ نصیر D۔ مومن خاں مومن

44۔ دم واپسیں برسر راہ ہے عزیزو ! اب اللہ ہی اللہ ہے

اپنا یہ شعر انتقال سے پہلے کس کے وردِ زبان تھا؟

A۔ مرزا دبیر B۔ شاد عظیم آبادی C۔ مرزا غالب D۔ علامہ اقبال

45۔ وہ معروف استاد کون تھے، جنھوں نے پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج میں سولہ سال تک پڑھایا اور جو خود بھی عربی، فارسی اور اردو کے قادر الکلام شاعر تھے؟ مولانا شبلی نعمانی، مولانا حالی، مولوی وحید الدین سلیم، مولوی عبداللہ ٹونکی اور مولوی اسماعیل میرٹھی مختلف اوقات میں ان کے شاگرد رہے۔

A۔ حافظ محمود شیرانی　B۔ مولانا فیض الحسن سہارنپوری　C۔ مولانا محمد حسین آزاد　D۔ مولانا احمد بخش یکدل

46۔ اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے　مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

مرزا غالب کو یہ شعر بہت پسند تھا اور وہ اس کی بے تحاشا داد دیا کرتے تھے۔ بتایئے اس شعر کے خالق کون ہیں؟

A۔ مرزا غالب (خود)　B۔ شیخ ابراہیم ذوق　C۔ مومن خاں مومن　D۔ مرزا محمد رفیع سودا

47۔ ''ایسے معجز بیان، فصیح اللسان، قدر دان کے اٹھ جانے سے اب زندگی کا کچھ لطف باقی نہیں رہا۔ اب ایسا ذی کمال پیدا نہ ہوگا'' میر انیس کی وفات پر یہ جملہ کس نے کہا تھا؟

A۔ مرزا غالب　B۔ قربان علی بیگ سالک　C۔ مرزا دبیر　D۔ مرزا تعشق (مرثیہ خواں)

48۔ سنایا رات کو قصہ جو ہیر رانجھے کا　تو اہل درد کو پنجابیوں نے لوٹ لیا

انشا کا یہ شعر پنجابی زبان کے بارے میں کس بات کی غمازی کرتا ہے؟

A۔ پنجابی کی لوک داستانیں بڑی دلآویز ہیں　B۔ پنجابی میں تصوف بہت کارفرما ہے

C۔ اہلِ پنجاب میں پیری مریدی زیادہ ہے　D۔ پنجابی ایک قدیم زبان ہے

49۔ بیس برس سے کھڑے تھے جو اس گاتی نہر کے دوار　جھومتے کھیتوں کی سرحد پر، بانکے پہرے دار

گھنے، سہانے، چھاؤں چھڑکتے، بور لدے چھتنار　بیس ہزار میں بک گئے سارے ہرے بھرے اشجار

ان شعروں سے دبستانِ لاہور کے کس شاعر کا نام ذہن میں آتا ہے، جن کے ہاں ''شجر'' کی علامت بہت استعمال ہوئی ہے؟

A۔ فیض احمد فیض　B۔ حفیظ جالندھری　C۔ مجید امجد　D۔ اختر شیرانی

50۔ گاندھی از گجرات و بھاوے از دکن　ننگے پاؤں، ننگے سر، ننگے بدن

اس معروف پیروڈی کے خالق کون ہیں؟

A۔ چراغ حسن حسرت　B۔ ظفر علی خاں　C۔ سید محمد جعفری　D۔ مجید لاہوری

51۔ کل صبح کے مطلع تاباں سے جب عالم بقعۂ نور ہوا　سب چاند ستارے ماند ہوئے، خورشید کا نور ظہور ہوا

اس معروف نظم کا عنوان کیا ہے؟

A۔ نمودِ صبح　B۔ جوگی　C۔ چاند اور ستارے　D۔ سنسار

52۔ سوال نمبر 51 کے حوالے سے بتایئے کہ یہ نظم کن کی تخلیق ہے؟

A۔ اختر شیرانی　B۔ محمد دین فوق　C۔ علامہ اقبال　D۔ چودھری خوشی محمد ناظر

53۔ ہماری باتیں ہی باتیں ہیں سید کام کرتا تھا　نہ بھولو فرق جو ہے کہنے والے، کرنے والے میں

کہے جو چاہے کوئی میں تو یہ کہتا ہوں اے اکبر　خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

''سید'' سے کون سی ہستی مراد ہے؟

A۔ سید میر حسن　B۔ سید سلیمان ندوی　C۔ سید احمد بریلوی　D۔ سر سید احمد خاں

54۔ ''میری اردو تانگے والے کی اردو ہے''۔ یہ جملہ قائداعظم نے کس کو کہا تھا، جس سے آگے روایت بنا؟

A۔ خواجہ حسن نظامی　B۔ مولوی عبدالحق　C۔ میاں بشیر احمد　D۔ علامہ اقبال

55۔ خواجہ میر درد شاعر ہیں جب کہ خواجہ حسن نظامی نثر نگار۔ دونوں کا زمانہ بھی مختلف ہے۔ پھر ان دونوں میں قدرِ مشترک کیا ہے؟

A۔ خواجگی　B۔ دہلویت　C۔ تصوف　D۔ نظام الدین اولیا سے نسبت

56۔ ''آندھی، بروزنِ گاندھی'' کن کو کہا جاتا تھا؟

A۔ محمد علی جوہر　B۔ حسرت موہانی　C۔ ظفر علی خاں　D۔ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری

57۔ جدید اردو نظم کا آغاز کہاں سے ہوا؟

A۔ انجمن پنجاب، 1874ء (لاہور)　B۔ انجمن حمایت اسلام (لاہور)

C۔ تہذیب الاخلاق (علی گڑھ)　D۔ اودھ پنچ (لکھنؤ)

58۔ تم خیر خواہِ دولتِ برطانیہ رہو　سمجھیں جناب قیصرِ ہند اپنا جانثار

یہ شعر ابتدا میں کس معروف روزنامے کی پیشانی پر لکھا جاتا رہا؟ یہی روزنامہ بعد میں انگریزوں کا معتوب ٹھہرا۔

A۔ پیسہ اخبار　B۔ زمیندار　C۔ پنجاب ریویو　D۔ ہمدرد

59۔ وے صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں　اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

اس زبان زدِ خاص و عام شعر میں، عاکوں پر مبنی کتنی معروف تصانیف کے نام مستور ہیں؟

A۔ ایک　B۔ دو　C۔ تین　D۔ چار

60۔ علامہ اقبال اپنے آپ کو کس ہستی کا معنوی شاگرد کہنے میں فخر محسوس کرتے تھے؟

A۔ شمس تبریزی　B۔ شیخ سعدی　C۔ حافظ شیرانی　D۔ مولانا روم

61۔ ''ری کنسٹرکشن آف ریلجس تھاٹ ان اسلام'' بڑی موقر کتاب ہے جس کا سید نذیر نیازی نے اردو میں ترجمہ کیا۔ بتایئے یہ کس کی تصنیف ہے؟

A۔ محمد علی جوہر　B۔ سید امیر علی　C۔ سید سلیمان ندوی　D۔ علامہ اقبال

62۔ ''تحقیقات چشتی'' آثارِ لاہور کے بارے میں بڑی موقر و معتبر کتاب ہے۔ یہ کس کی تصنیف ہے؟

حافظ محمود شیرانی　B۔ مولوی احمد بخش یکدل　C۔ مولوی نور احمد　D۔ مولانا محمد ابراہیم خوشدل

''سلامت روی'' اور ''بزم آرائیاں'' جیسی مقبول تصانیف سے کس مصنف کا نام ذہن میں آتا ہے؟

R۔ کرنل محمد خاں　C۔ شفیق الرحمٰن　D۔ اشفاق احمد

نے دیا تھا؟

C۔ علامہ اقبال　D۔ سر سید احمد خاں

65۔ مولانا شبلی نعمانی، مولوی ذکاء اللہ، مولوی چراغ علی، مولانا حالی، محسن الملک اور مولوی سمیع اللہ وغیرہ سر سید سے کس بارے میں صریحاً اختلاف رکھتے تھے؟

A۔ معاشرت B۔ مذہب C۔ سیاست D۔ جدید تعلیم کی ترویج

66۔ مولانا عبدالحلیم شرر نے کچھ اور متوازی رسالوں کے ساتھ ساتھ ایک جریدہ عرصہ دراز تک جاری رکھا، جس کا بڑا چرچا تھا۔ اس جریدے کا نام کیا تھا؟

A۔ دلگداز B۔ اودھ پنچ C۔ مہذب D۔ سویرا

67۔ علامہ اقبال نے پرندوں میں ''شاہین'' کو جن صفات کی بنا پر پسند کیا ہے، ان میں سے ایک اہم صفت یہ ہے کہ شاہین:

A۔ پرندوں کا بادشاہ ہے B۔ صرف فضا میں شکار کرتا ہے C۔ بلند پرواز ہے D۔ کئی کئی دن بھوکا رہ سکتا ہے

68۔ ''آثار الصنادید'' سر سید کی معروف تصنیف ہے۔ اس کا موضوع کیا ہے؟

A۔ دلی کی قدیم تاریخ ہے B۔ قدیم اردو شعرا کا تذکرہ ہے

C۔ جنگِ آزادی کے اسباب و علل بیان ہوئے ہیں D۔ دلی کے آثارِ قدیمہ، معروف مقامات اور کاملین فن کا تذکرہ ہے

69۔ غزل کی زبان کیسی ہوتی ہے؟

A۔ علائم و رموز کی زبان B۔ غم و آلام کی زبان

C۔ ہجر و فراق کی زبان D۔ شان و شکوہ اور تزک و احتشام کی زبان

70۔ اردو ناولوں کا ''گرنتھ صاحب'' کس ناول کو کہا جاتا ہے؟

A۔ راجہ گدھ از بانو قدسیہ B۔ خدا کی بستی از شوکت صدیقی

C۔ آنگن از خدیجہ مستور D۔ علی پور کا ایلی از ممتاز مفتی

71۔ ''دہلی کا ایک یادگار مشاعرہ'' مرزا فرحت اللہ کا ایک ناقابل فراموش طویل مضمون ہے۔ یہی مضمون ایک دوسرے عنوان سے بھی کتابی صورت میں زیورِ طبع سے کئی بار آراستہ ہوا۔ کتاب کا دوسرا نام کیا ہے؟

A۔ دلی کی آخری شمع B۔ پھول والوں کی سیر

C۔ ایک وصیت کی تعمیل D۔ بہادر شاہ ظفر کے زمانے کی دہلی

72۔ سید سجاد ظہیر کی، جو اردو ادب میں ترقی پسند تحریک کے روحِ رواں تھے، معروف ترین تصنیف کا نام کیا ہے؟

A۔ ادب اور فن B۔ روشنائی C۔ ادب اور زندگی D۔ اردو ادب میں ترقی پسند تحریک

73۔ رات کو آگ اور دن کو دھوپ بھاڑ میں جائیں ایسے لیل و نہار (غالب)

اس شعر میں متضاد الفاظ کتنی بار آئے ہیں؟

A۔ متضاد الفاظ نہیں آئے B۔ تین بار C۔ دو بار D۔ فقط ایک بار

74۔ یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے گلیم بوذر و دلق اویس و چادر زہرا (اقبال)

اس شعر میں ''مرکبِ اضافی'' کا استعمال کتنی بار ہوا ہے؟

A۔ چار بار B۔ تین بار C۔ دو بار D۔ ایک بار بھی نہیں ہوا

75۔ ع ہے مشقِ سخن جاری، چکی کی مشقت بھی

اس مصرعے سے کس شاعر کا نام ذہن میں آتا ہے جس نے قید و بند کی بڑی صعوبتیں برداشت کیں؟

A۔ فیض احمد فیض B۔ حسرت موہانی C۔ مولانا ظفر علی خاں D۔ مولانا محمد علی جوہر

❀❀

COMPETITIVE EXAMINATION FOR THE POSTS OF CIVIL JUDGES-CUM-JUDICIAL MAGISTRATES, 2000

KEY

Q.No	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.
1	B	16	D	31	C	46	B	61	D
2	D	17	D	32	B	47	C	62	C
3	A	18	B	33	D	48	A	63	B
4	D	19	C	34	B	49	C	64	D
5	B	20	A	35	C	50	B	65	B
6	C	21	D	36	D	51	B	66	A
7	A	22	B	37	A	52	D	67	C
8	D	23	B	38	D	53	D	68	D
9	D	24	C	39	D	54	B	69	A
10	A	25	C	40	C	55	C	70	D
11	A	26	B	41	A	56	C	71	A
12	C	27	A	42	C	57	A	72	B
13	B	28	B	43	B	58	B	73	C
14	B	29	D	44	C	59	B	74	A
15	A	30	B	45	B	60	D	75	B

❀❀

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION, LAHORE
COMPETITIVE EXAMINATION FOR THE POSTS OF CIVIL JUDGES-CUM-JUDICIAL MAGISTRATES, 2002
PAPER ON: URDU (II)

TIME ALLOWED: 1.30 HOURS **MAXIMUM MARKS: 75**

1۔ ''باز دعویٰ'' عام قانونی اصطلاح ہے۔اس سے کیا مراد ہے؟

A۔ جس دعوے میں ضمانت نہ ہوسکے B۔ دعویٰ سے دست بردار ہونا

C۔ تحقیق کرنے کے بعد مستحکم دعویٰ کرنا D۔ مدعی کا دوبارہ وہی دعویٰ کرنا

2۔ ''قبالہ لکھوانا'' کے کیا معنی ہیں؟

A۔ کفالت نامہ لکھوانا B۔ سندیسا (پیغام) لکھوانا

C۔ کسی بزرگ کے نام احترام کا خط لکھوانا D۔ مکان یا جاگیر وغیرہ کا اپنے نام لکھوانا

3۔ ''جونپور کا قاضی'' ضرب المثل ہے۔اس سے کیا مراد لیا جاتا ہے؟

A۔ انتہائی سمجھدار B۔ ترت فیصلہ کرنے والا C۔ بیوقوف، احمق D۔ فیصلے کو لٹکانے والا

4۔ ''بسااوقات'' کی ترکیب اردو میں روزمرہ بول چال کا حصہ ہے۔اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ اکثر اوقات B۔ مستثنٰی حالتوں میں C۔ بعض اوقات D۔ ایک دن چھوڑ کر

5۔ ''نالش کرنا'' محاورہ ہے،اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ آہ وزاری کرنا B۔ صلح صفائی کا ڈول ڈالنا C۔ ڈانٹ ڈپٹ کرنا D۔ دعویٰ دائر کرنا

6۔ ''بزِ اخفش'' کی ترکیب اردو میں کن معنوں میں مستعمل ہے؟

A۔ تیز و طرار شخص B۔ بے سوچے سمجھے ہاں میں ہاں ملانے والا

C۔ ہر وقت بے چین رہنے والا D۔ ہر وقت پیچھے پیچھے پھرنے والا

7۔ ''بھان متی کا کنبہ'' ضرب المثل ہے۔اس سے کیا مراد ہے؟

A۔ ادنٰی ذات کے ہندوؤں (شودروں) کا کنبہ B۔ محض شور مچانے والوں کا گروہ

C۔ واہی تباہی لوگوں کا مجمع D۔ وہ خاندان جس میں ہر عمر کے افراد ہوں

8۔ ''غتر بود کرنا'' محاورہ ہے۔اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ بلیغ انداز اختیار کرنا B۔ جھگڑے کی بنیاد رکھنا C۔ شیر وشکر کرنا D۔ خلط ملط کر دینا

9۔ ''صاحبِ فراش'' کی ترکیب روزمرہ بول چال میں کثرت سے مستعمل ہے۔اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ وہ بیمار جو بستر سے نہ اٹھ سکے B۔ صاحب اختیار

C۔ صاحب کمال D۔ فراش (فرش صاف کرنے والا ملازم)

10۔ ''دامِ تزویر'' کی ترکیب بھی اردو میں بکثرت مستعمل ہے۔اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ پنچھی پکھیرو پکڑنے کے لیے صیاد کا جال B۔ سادہ لوح لوگوں کو پھانسنے کا پھندا

C۔ مچھلیاں پکڑنے کا جال D۔ مکروفریب کا جال

11۔ ''ادھ جل گگری چھلکت جائے'' ضرب المثل ہے۔اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ وہ چیز جو جلنے کے قریب ہو، زیادہ مزیدار ہوتی ہے B۔ زور کی بھوک میں نیم پخت کھانے بھی غنیمت ہوتے ہیں

C۔ آدھ سیر وزن کے برتن میں آدھ سیر ہی سماتا ہے D۔ کم ظرف آدمی تھوڑا سا مقدور ہونے پر اترانے لگتا ہے

12۔ ''گونگے کا خواب'' محاورہ ہے۔اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ وہ خواب جس کی تعبیر فوراً نظر آجائے B۔ وہ خواب جسے دیکھ کر آدمی خوشی سے پھولے نہ سمائے

C۔ وہ بات جسے آدمی دیکھے مگر زبان سے نہ کہہ سکے D۔ خوفناک اور ڈراونا خواب

13۔ ''مسجد ٹھنڈی کرنا'' محاورہ ہے۔اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ مسجد کو منہدم کرنا B۔ مسجد میں نماز پنجگانہ باجماعت ادا ہونا

C۔ مسجد میں بیشتر نماز کا باجماعت ادا نہ ہونا D۔ مسجد کی خوب دیکھ بھال کرنا

14۔ ''نمازی کا ٹکا'' ضرب المثل ہے۔اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ نمازی کا انعام واکرام B۔ فعل بد کی سزا ضرور ملتی ہے

C۔ پرہیز گار نمازی کی طرف سے نذرانہ D۔ نمازی کا ٹکہ جیب میں رکھنے سے دولت آتی ہے

15۔ ''نخاس چڑھنا'' محاورہ ہے۔اس کا مفہوم بتائیے؟

A۔ رسوائے عام ہونا B۔ بازار کا مندا ہونا C۔ بازار کا تیز ہونا (بھاؤ چڑھنا) D۔ گھڑ سواری کرنا

16۔ ''نو تیرہ بائیس بتانا'' محاورہ ہے۔اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ صاف جواب دے دینا B۔ ٹال دینا C۔ ناچ تماشا کر کے دکھانا D۔ لڑائی کا ڈول ڈالنا

17۔ ''جزرسی کرنا'' محاورہ ہے۔اس سے کیا مراد ہے؟

A۔ سخاوت کرنا B۔ مکمل انصاف کرنا

C۔ کنجوسی کرنا D۔ حقدار کو اس کا حق پہنچانے کی کوشش کرنا

18۔ ''دیدوادید'' ترکیب ہے جو اردو میں بکثرت مستعمل ہے۔اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ تاک جھانک کرنا B۔ دیکھتے ہی آنکھیں جھکا لینا

C۔ ایک کا دوسرے کی ملاقات کو جانا D۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا

19۔ ''ٹائیں ٹائیں فش'' محاورہ ہے۔اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ زبانی جمع خرچ بہت مگر نتیجہ کچھ نہیں B۔ ہمسایوں کی لڑائی

C۔ بے جوڑ لوگوں کا ساتھ D۔ محض کاغذی کارروائی

20۔ ''جلے پاؤں کی بلی'' ضرب المثل ہے۔اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ جلے پھپھولے پھوڑنا اور ستائے ہوؤں کو مزید ستانا

B۔ وہ عورت جسے ایک جگہ ٹھہرنا مشکل اور پھرنے کے سوا کوئی دوسرا کام نہ ہو

C۔ وہ عورت جو ہر بات کا ترت جواب دے　　D۔ وہ عورت جو دکھیاروں کے دُکھ میں برابر کی شریک ہو

21۔ ''دعوتِ سمرقندی'' کی ترکیب اردو میں کن معنوں میں مستعمل ہے؟

A۔ پرتکلف ضیافت　　B۔ ناقبول دعوت

C۔ بے تکلفی کی دعوت (دعوتِ شیراز)　　D۔ وہ دعوت جو تہ دل اور حبِ باطن سے نہ ہو

22۔ ''مشتری ہوشیار باش!'' قانونی اصطلاح ہے۔یہ کن معنوں میں آتی ہے؟

A۔ جائیداد کے خریدار کو متوجہ کرنے کے لیے　　B۔ دشمن کو للکارنے کے معنوں میں

C۔ دولھا سے مذاق کرتے وقت اسے متنبہ کرنے کے لیے　　D۔ جائیداد کا نیلام بولتے وقت

23۔ ضرب المثل میں خالی جگہ پر کیجیے: ''روزے رکھے غریبوں نے تو دن ۔۔۔ ہو گئے۔''

A۔ آسان　　B۔ بھاری　　C۔ بڑے　　D۔ چھوٹے

24۔ ہجوں کے اعتبار سے کون سا لفظ درست ہے؟

A۔ چوھدری　　B۔ چودھری　　C۔ چوہدری　　D۔ چودہری

25۔ ''قائداعظم'' کا لفظ قواعد کی رُو سے کیا ہے؟

A۔ لقب　　B۔ خطاب　　C۔ تخلص　　D۔ عرف

26۔ لفظ ''پہناوا'' کو قواعد کی رُو سے کیا کہیں گے؟

A۔ اسم جامد　　B۔ اسمِ مصدر　　C۔ فعل متعدی　　D۔ اسمِ حاصل مصدر

27۔ کون سا جملہ درست ہے؟

A۔ آپ کی ناراضگی کی وجہ کیا ہے؟　　B۔ آپ کی ناراضگی کا سبب کیا ہے؟

C۔ آپ کی ناراضی کا سبب کیا ہے؟　　D۔ آپ کی ناراضگی کا باعث کیا ہے؟

28۔ کون سا جملہ درست ہے؟

A۔ اکبر دانستہ طور پر غیر حاضر ہے　　B۔ اکبر دانستہ غیر حاضر ہے

C۔ اکبر نادانستہ طور پر غیر حاضر ہے　　D۔ اکبر دانستہ طور پر حاضر ہے

29۔ رموزِ اوقاف کے اعتبار سے کون سا جملہ درست ہے؟

A۔ ماں نے بیٹے سے کہا: ''بیٹا! محنت نہیں کرو گے تو فاقوں مرو گے۔''

B۔ ماں نے بیٹے سے کہا، ''بیٹا، محنت نہیں کرو گے تو فاقون مروں گے۔''

C۔ ماں نے بیٹے سے کہا، ''بیٹا! محنت نہیں کرو گے تو فاقوں مرو گے۔''

D۔ ''ماں نے بیٹے سے کہا: بیٹا! محنت نہیں کرو گے تو فاقوں مرو گے۔''

30۔ رموزِ اوقاف کے اعتبار سے کون سا جملہ درست ہے؟

A۔ میں اور مجلسِ اقبال سے یوں تشنہ کام آؤں؟　　B۔ ''میں اور مجلسِ اقبال سے یوں تشنہ کام آؤں''

C۔ میں اور مجلس اقبال سے یوں تشنہ کام آؤں''　　D۔ میں اور مجلس اقبال سے یوں تشنہ کام آؤں!

31۔ اردو زبان میں مستعمل غیر منقوط حروفِ ابجد بشمول ہمزہ (ء) کی تعداد کتنی ہے؟

A۔ بیس　　B۔ بائیس　　C۔ سولہ　　D۔ اٹھارہ

32۔ بتایئے پاکستان کا قومی ترانہ کل کتنے مصرعوں پر مشتمل ہے؟

A۔ دس　　B۔ پندرہ　　C۔ بیس　　D۔ پچیس

33۔ ''آثار الصنادید'' سر سید احمد خاں کی معروف تصنیف ہے۔بتایئے آثار الصنادید کے معنی کیا ہیں؟

A۔ شعرائے قدیم کے اذکار　　B۔ ہنرمندوں کے احوال　　C۔ بزرگوں کی نشانیاں　　D۔ پرانے کھنڈرات

34۔ ''ان کے خطوط کی تعداد کا اندازہ کم و بیش ایک لاکھ سے اوپر ہے'' یہ بات وثوق کے ساتھ کس ہستی کے بارے میں کہی جا سکتی ہے؟

A۔ مرزا غالب　　B۔ علامہ اقبال　　C۔ سر سید احمد خاں　　D۔ مولوی عبدالحق

35۔ ''مار ڈالا یار تیری جواب طلبی نے! اس چرخِ کج رفتار کا برا ہو، ہم نے اس کا کیا بگاڑا تھا؟ ملک و مال و جاہ و جلال کچھ نہیں رکھتے تھے۔ایک گوشہ توشہ تھا، چند مفلس و بے نوا ایک جگہ فراہم ہو کر کچھ ہنس بول لیتے تھے۔۔۔۔''

مکتوب نگاری کے اس اندازِ تحریر سے کس مکتوب نگار کا نام ذہن میں آتا ہے؟

A۔ مولوی عبدالحق　　B۔ میرزا غالب　　C۔ مولانا عبدالماجد دریابادی　　D۔ سید سلیمان ندوی

36۔ ''گزشتہ لکھنؤ'' مولانا عبدالحلیم شرر کی معروف تصنیف ہے۔اس کا موضوع کیا ہے؟

A۔ لکھنؤ کا تمدن اور معاشرہ　　B۔ لکھنؤ کی قدیم تاریخ

C۔ شاہانِ اودھ کی تاریخ　　D۔ واجد علی شاہ کے زمانے کے لکھنؤ کے احوال

37۔ مولانا محمد علی جوہر ''ہمدرد'' کے متوازی وہ کون سا انگریزی اخبار نکالتے تھے، جس کی زبان دانی کے انگریز بھی معترف تھے؟

A۔ پائنیر (Pioneer)　　B۔ کامریڈ (Comrade)

C۔ اسپیکٹیٹر (Spectator)　　D۔ ٹیٹلر (Tattler)

38۔ مذہبی، ادبی اور سیاسی مضامین کا حامل ایک جریدہ ''اردوئے معلیٰ'' اس قدر وقیع تھا کہ شبلی نعمانی جیسے ثقہ لوگ نہ صرف اسے پڑھتے تھے بلکہ اس کے مضامین کی داد دیتے تھے۔یہ جریدہ کون نکالتا تھا؟

A۔ سر عبدالقادر　　B۔ مولوی عبدالحق　　C۔ مولانا حسرت موہانی　　D۔ میاں بشیر احمد

39۔ اندھیری شب ہے جدا اپنے قافلے سے ہے تو　　ترے لیے ہے میرا شعلۂ نوا قندیل　　(اقبال)

یہ شعر قیامِ پاکستان کے بعد ایک عرصہ تک ایک ہر دلعزیز ادبی اور نیم سیاسی ہفت روزہ جریدے کی پیشانی پر لکھا جاتا تھا۔اس جریدے کا نام بتایئے۔

A۔ لیل و نہار　　B۔ ادبِ لطیف　　C۔ چٹان　　D۔ قندیل

40۔ کرنل ہالرائیڈ (ڈائریکٹر آف پبلک انسٹرکشن پنجاب) کا اردو زبان پر سب سے بڑا احسان کیا ہے؟

A۔ اردو کو سرکاری زبان قرار دیا B۔ انجمن پنجاب (1874ء) کی تشکیل ان کی سرپرستی میں ہوئی

C۔ لاہور سے اردو اخبار ''پیسہ اخبار'' جاری کیا D۔ اردو کلاسیکی ادب کی ان گنت کتابیں شائع کرائیں

41۔ John T. Platts, Dr. Fallon اور Jhon Shakespeare کے اردو زبان پر کیا احسانات ہیں؟

A۔ انگریزی داستانوں کے اردو تراجم کیے B۔ انگریزی صنفِ ناول کو اردو میں متعارف کرایا

C۔ انگریزی طرز پر اردو قواعد کے اصول مرتب کیے D۔ انگریزی اردو لغات مدون کیں

42۔ علامہ اقبال کی اس تصنیف کا نام کیا ہے، جو اقتصادیات میں اردو کی پہلی تصنیف ہے؟

A۔ اسلام اور معاشیات B۔ علم الاقتصاد C۔ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ D۔ ہم اور ہماری اقتصادی حالت

43۔ رجب علی بیگ سرور کی تصنیف ''فسانۂ عجائب'' کی مقبولیت کی بڑی وجہ کیا ہے؟

A۔ مسجع مقفیٰ اسلوبِ بیان B۔ مافوق الفطرت معاشرت کا بیان

سا ،اور آسان عبارت D۔ لکھنوی مجلسی زندگی کی رنگارنگی کا ذکر

... غ و بہار'' میں کون سی تہذیب جھلکتی دکھائی دیتی ہے؟

... باں د...

B۔ باغ و بہار کے زمانہ تصنیف کے کلکتہ کی معاشرت

D۔ شاہانِ اودھ کے زمانے کی لکھنؤ کی تہذیب

کے یہاں مروجہ غلط رسوم و روایات کی اصلاح

کہ تعلیم و تربیت کی ضرورت کو پورا کرنا

'' آرزو'' سے بہتر شاید ہی کوئی

50۔ علامہ اقبال کی ایک نظم ایسی ولولہ خیز اور ہیجان انگیز ہے، جس کا ترجمہ، بقول خلیفہ عبدالحکیم، نظم کے جذبے کو برقرار رکھتے ہوئے روسی زبان میں لینن کے سامنے پیش ہو جاتا تو وہ اسے اشتراکیت کا ترانہ بنا دیتا۔ اس نظم کا عنوان کیا ہے؟

A۔ الارض للہ B۔ لینن۔۔۔خدا کے حضور میں C۔ فرشتوں کا گیت D۔ فرمانِ خدا۔۔فرشتوں سے

51۔ نادان ہیں ، کس طرف سے باہر نکلیں انسان ہیں ، کس طرف سے باہر نکلیں

زندان وفا کا کوئی دروازہ نہیں حیران ہیں ، کس طرف سے باہر نکلیں

بتایئے ان اشعار میں ردیف کیا ہے؟

A۔ اشعار میں ردیف نہیں ہے B۔ نکلیں C۔ کس طرف سے باہر نکلیں D۔ ہیں، کس طرف سے باہر نکلیں

52۔ سوال نمبر 51 کے اشعار میں قافیہ کیا ہے؟

A۔ نادان، انسان، حیران B۔ ہیں C۔ باہر نکلیں D۔ کس طرف سے باہر نکلیں

53۔ سوال نمبر 51 ہی کے حوالے سے بتایئے کہ ان اشعار کا تعلق کس صنفِ نظم سے ہے؟

A۔ قطعہ B۔ غزل C۔ رباعی D۔ مربع

54۔ ''بارہ ماسہ'' کون سی صنفِ نظم ہے؟

A۔ وہ ہندی صنفِ نظم جس میں عورت کی زبان سے بارہ مہینوں کی کیفیت فراق بیان کی جاتی ہے۔

B۔ بارہ مصرعوں پر مشتمل نظم، جس میں کسی موضوع پر مربوط اظہار خیال کیا جاتا ہے۔

C۔ بارہ اشعار کی حامل نظم، جس میں کسی تاریخی واقعہ یا لوک داستان کا مذکور ہوتا ہے۔ D۔ مثنوی کا دوسرا نام ہے۔

55۔ زمانے کے انداز بدلے گئے نیا راگ ہے ، ساز بدلے گئے

ہوا اس طرح فاش رازِ فرنگ کہ حیرت میں ہے شیشہ بازِ فرنگ

پرانی سیاست گری خوار ہے زمیں میر و سلطاں سے بیزار ہے

علامہ اقبال کے ان اشعار کا تعلق کس صنفِ شاعری سے ہے؟

A۔ قطعہ B۔ مثنوی C۔ شہر آشوب D۔ مرثیہ

56۔ ریختے کے تمھیں استاد نہیں ہو غالب کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

گویا اردو کا قدیم نام ''ریختہ'' ہے۔ بتایئے ''ریختی'' کون سی صنفِ نظم ہے؟

A۔ ایسی صنف جس میں قدیم اردو کے الفاظ کثرت سے ہوں

B۔ ایسی صنف جس میں شکایت زمانہ کے موضوع پر اظہار خیال کیا گیا ہو

C۔ کوئی صنفِ نظم نہیں، یہ لفظ ''ریختہ'' کا مونث ہے

D۔ ایسی صنف جس میں عورت کی طرف سے اظہار محبت کیا گیا ہو

57۔ اے دعا! ہاں! عرض کر، عرشِ الٰہی تھام کے اے خدا! پھیر دے رخ گردشِ ایام کے (آغا حشر)

اس شعر سے کون سی صنفِ نظم کا تصور ذہن میں آتا ہے؟

A۔ مناجات B۔ منقبت C۔ نعت D۔ حمد

58۔ ''سحر البیان'' اور ''گلزار نسیم'' اردو کی معروف مثنویاں ہیں۔ بتایئے ان کا سب سے بڑا وصف کیا ہے؟

A۔ مافوق الفطرت عناصر کا بیان　B۔ شکوہ زبان

C۔ زبان و بیان کی سادگی اور بے ساختگی　D۔ واقعات کا تسلسل اور ربط

59۔ ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے　آتے ہیں جو کام دوسروں کے

علامہ اقبال کا یہ زبان زدِ خاص و عام شعر حاصل نظم ہے۔ ان کی اس نظم کا عنوان کیا ہے؟

A۔ ہمدردی　B۔ ماں کا خواب　C۔ پرندے کی فریاد　D۔ بچے کی دُعا

60۔ میر انیس کے کلام کی مبالغہ آرائی:

A۔ ان کی شاعری کی بڑی خامی ہے　B۔ ان کی شاعری کی نمایاں خوبی ہے

C۔ قطعاً نہیں ہے　D۔ محض معمولی سی ہے، جو گراں نہیں گزرتی

61۔ علامہ اقبال نے اپنی شاعری میں کس صنفِ نظم کو سب سے زیادہ برتا ہے؟

A۔ غزل　B۔ ترجیع بند　C۔ مثنوی　D۔ ترکیب بند

62۔ ''شاہ بیت'' شعری اصطلاح ہے۔ اس سے کیا مراد لیا جاتا ہے؟

A۔ غزل کا عین وسطی شعر　B۔ غزل کا سب سے عمدہ اور دلآویز شعر

C۔ غزل میں مطلع کے بعد آنے والا شعر　D۔ غزل میں مقطع سے پہلے آنے والا شعر

63۔ شاعری میں سوقیانہ، فرسودہ، پست اور پامال الفاظ کا استعمال شعری اصطلاح میں کیا کہلاتا ہے؟

A۔ غرابت　B۔ ابہام　C۔ ترفع　D۔ ابتذال

64۔ ''مستثنیٰ حالتوں کے سوا ہمیشہ وہی شعر زیادہ مقبول، زیادہ لطیف، زیادہ بامزہ، زیادہ سنجیدہ اور زیادہ موثر ہوتا ہے۔ جو کمال غور و فکر کے بعد مرتب کیا گیا ہے۔''

مولانا حالی نے اس متذکرہ کیفیت کو اصطلاح میں کیا نام دیا ہے؟

A۔ آمد　B۔ آورد　C۔ تخیل　D۔ اصلیت

65۔ پامال راستوں کو ترک کر کے ایک تخلیقی جذبہ کے تحت نئی قدروں کی تلاش میں منہمک ہونے کے عمل کو ادب کی اصطلاح میں کیا نام دیا جاتا ہے؟

A۔ کلاسیکیت　B۔ ارفعیت　C۔ رومانویت　D۔ ایمائیت

66۔ اردو کلاسیکی اور جدید شاعری کا سنگم کس شاعر کی ذات کو گردانا جاتا ہے؟

A۔ مولانا حالی　B۔ مولانا محمد حسین آزاد　C۔ حسرت موہانی　D۔ علامہ اقبال

67۔ آخری مغل فرماں روا بہادر شاہ ظفر کے استاد، جو ملک الشعرائی کے رتبے پر بھی فائز تھے، کون تھے؟

A۔ مرزا غالب　B۔ مولوی امام بخش صہبائی　C۔ شیخ محمد ابراہیم ذوق　D۔ حکیم مومن خاں مومن

68۔ مولانا ظفر علی خاں اور مولانا اسماعیل میرٹھی اپنی منظومات میں کیا تخلص استعمال کرتے تھے؟

A۔ بالترتیب ظفر اور اسماعیل　B۔ بالترتیب علی اور میرٹھی

C۔ بالترتیب سراج اور صفا　D۔ ان دونوں شاعروں نے اپنی منظومات میں کبھی کوئی تخلص استعمال نہیں کیا

69۔ کیا خوب امیر فیصل کو سنوسی نے پیغام دیا!　تو نام و نسب کا حجازی ہے، پر دل کا حجازی بن نہ سکا (اقبال)

یہ ''سنوسی'' کون تھے؟

A۔ فلسطین کی تحریک آزادی کے رہنما، یاسر عرفات انھی کے جانشین ہیں　B۔ کمال اتاترک

C۔ خدیوِ مصر　D۔ افریقی مسلمانوں کی تحریک آزادی کے ایک بزرگ کا نام

70۔ سوال نمبر 69 سے منسلک رہ کر بتایئے کہ ''امیر فیصل'' کون تھے؟

A۔ شاہ فیصل (سعودی عرب کے سابق مرحوم فرماں روا)　B۔ شریف مکہ

C۔ ایک فلسطینی رہنما، جو انگریزوں کے حمایت یافتہ تھے　D۔ سابق امیر کویت کا نام ہے

71۔ رشی کے فاقوں سے نہ ٹوٹا برہمن کا طلسم　عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد

علامہ اقبال نے ''رشی'' سے کیا مراد لیا ہے؟

A۔ مہاتما گاندھی　B۔ پنڈت جواہر لال نہرو　C۔ بھاوے (دکن)　D۔ نچلی ذات کے ہندو

72۔ سوال نمبر 71 کے حوالے سے بتایئے کہ علامہ اقبال نے ''برہمن'' سے کیا مراد لیا ہے؟

A۔ مہاتما گاندھی　B۔ پنڈت جواہر لال نہرو　C۔ اعلیٰ ذات کا ہندو　D۔ انگریز

73۔ آہ! یہ قوم نجیب و چرب دست و تر دماغ　ہے کہاں روزِ مکافات اے خدائے دیر گیر؟

علامہ اقبال نے کس قوم کو ''قوم نجیب و چرب دست و تر دماغ'' جیسی صفات کا حامل قرار دیا ہے؟

A۔ اہلِ فارس (اہلِ ایران)　B۔ اہلِ اندلس　C۔ اہلِ کشمیر　D۔ اہلِ عرب

74۔ بوئے گل لے گئی بیرونِ چمن، رازِ چمن　کیا قیامت ہے کہ خود پھول ہیں، غمازِ چمن (اقبال)

اس شعر میں کتنے استعارے آئے ہیں؟

A۔ دو　B۔ چار　C۔ تین　D۔ ایک

75۔ اعدا کو حرام کا مال ملا　حُر کو اسد اللہ کا لال ملا

واللہ کلاہِ سر سرور ہوئے حُر　حلہ ملا، معصومہ کا رومال ملا

بتایئے میر انیس کے ان اشعار سے کون سی صنعت شعر مترشح ہے؟

A۔ صنعتِ حسن تعلیل　B۔ صنعتِ غیر منقوط　C۔ صنعتِ مراعات النظیر　D۔ صنعتِ تضاد

❁❁

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION, LAHORE
COMPETITIVE EXAMINATION FOR THE POSTS OF CIVIL JUDGES-CUM-JUDICIAL MAGISTRATES, 2003
PAPER ON: URDU (II)

TIME ALLOWED: 1.30 HOURS **MAXIMUM MARKS. 75**

1۔ ''حکمِ حاکم مرگِ مفاجات'' زبان زدِ خاص و عام مقولہ ہے۔اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ حاکم موت کا حکم کسی وجہ سے دیتا ہے
B۔ حاکم کا حکم چار و نا چار ماننا پڑتا ہے
C۔ موت کی سزا فقط حاکم مجاز ہی دے سکتا ہے
D۔ حاکم کا حکم موت تک موخر کیا جا سکتا ہے

2۔ ''عینی گواہ'' سے کیا مراد ہے؟

A۔ جھوٹا گواہ
B۔ وہ گواہ جس نے دستاویز پر اپنی گواہی ثبت کی ہو
C۔ سنی سنائی بات کی گواہی دینے والا
D۔ وہ گواہ جس نے اپنی آنکھوں سے کوئی معاملہ دیکھا ہو

3۔ ''گولر کا پھول کھلنا'' محاورہ ہے۔اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ اشیا کا ارزاں ملنا B۔ امرِ عجیب واقع ہونا C۔ راز منکشف ہونا D۔ خوشی کا اظہار ہونا

4۔ ''ریوڑی کے پھیر میں آنا'' محاورہ ہے۔اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ کسی طمع کے سبب مصیبت میں گرفتار ہونا
B۔ بڑھاپے کے سبب ہر شے سے بے نیاز ہو جانا
C۔ دوستوں کا کھانے پر یکجا ہونا
D۔ میٹھا کھانے کو دل مچلنا

5۔ ''روباہ خصال'' کی ترکیب اردو میں کن معنوں میں مستعمل ہے؟

A۔ نیک سرشت B۔ منصف مزاج C۔ مکر و فریب سے کام لینے والا D۔ ہاں میں ہاں ملانے والا

6۔ ''تازی مارا، ترکی کانپا'' کی مثل کا مفہوم واضح کیجیے۔

A۔ طبائع مختلف ہوتے ہیں
B۔ ایک کی سزا سے دوسرے کو عبرت ہوتی ہے
C۔ عربوں کا دکھ ترکوں کا دکھ اور ترکوں کا دکھ عربوں کا دکھ ہے
D۔ زبردست ہو یا عاجز سب کو ایک نظر دیکھنا چاہیے

7۔ ''اشکِ بلبل'' محاوراتی ترکیب ہے۔اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ ندامت کے آنسو B۔ عاشق کی گریہ وزاری C۔ وہ آنسو جو جوشِ مسرت میں نکلیں D۔ کسی شے کی خفیف مقدار

8۔ ''خدائی فوجدار'' ایک کثیر الاستعمال ترکیب ہے۔اس سے کیا معنی مراد لیے جاتے ہیں؟

A۔ خستہ و خراب حال
B۔ خدا کی عظمت کے گن گانے والا
C۔ ہر بات میں ٹانگ اڑانے والا
D۔ خدمتِ خلق کے جذبے سے سرشار

9۔ ''ننانوے کے پھیر میں پڑنا'' محاورہ ہے۔اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ احباب کی خاطر تواضع کی ترکیب سوچنا
B۔ روپیہ بڑھانے کی فکر میں پڑنا
C۔ دشمن کو نیچا دکھانے کی تدبیر کرنا
D۔ سو سال کی عمر کو پہنچنے کے قریب ہونا

COMPETITIVE EXAMINATION FOR THE POSTS OF CIVIL JUDGES-CUM-JUDICIAL MAGISTRATES, 2002

KEY

Q.No	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.
1	B	16	B	31	A	46	D	61	C
2	D	17	C	32	B	47	B	62	B
3	C	18	C	33	C	48	C	63	D
4	A	19	A	34	D	49	C	64	B
5	D	20	B	35	B	50	C	65	C
6	B	21	A	36	A	51	D	66	A
7	C	22	A	37	B	52	A	67	C
8	D	23	C	38	C	53	C	68	D
9	A	24	B	39	D	54	A	69	D
10	D	25	A	40	B	55	B	70	B
11	D	26	B	41	D	56	D	71	A
12	C	27	C	42	B	57	A	72	B
13	A	28	B	43	A	58	C	73	C
14	B	29	A	44	C	59	A	74	A
15	A	30	D	45	D	60	B	75	B

❀❀

10۔ ''وہی ڈھاک کے تین پات'' عام فہم مثل ہے۔ اسے کن معنوں میں لیا جاتا ہے؟

A۔ معاملہ جوں کا توں ہے　　B۔ معاملہ الٹ ہوگیا ہے

C۔ دلوں کا حال خدا بہتر جانتا ہے　　D۔ معاملے میں فیض پہنچنے کی توقع عبث ہے

11۔ ''ہاتھ کنگن کو آرسی کیا'' عام ضرب المثل ہے۔ اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ زیور نقدی ہی کا دوسرا نام ہے　　B۔ نازک مزاج کو بھاری بوجھ اٹھانے کی کیا ضرورت ہے

C۔ جو کچھ ظاہر و عیاں ہے، اس کا بیان کرنا فضول ہے　　D۔ صلح صفائی سے بات بنتی ہے تو جھگڑے کی کیا پڑی ہے

12۔ ''جز بز ہونا'' محاورہ ہے۔ اس کے کیا معنی ہیں؟

A۔ مارے خوشی کے باچھیں کھل جانا　　B۔ خوش ہونا مگر خوشی کا اظہار نہ کرنا

C۔ جزوی خوش ہونا　　D۔ آرزدہ ہونا

13۔ ''الل ٹپ'' کی ترکیب زبان زدِ خاص و عام ہے۔ اس سے کیا معنی مراد لیے جاتے ہیں؟

A۔ بے سوچے سمجھے　　B۔ راز کی بات

C۔ خوب سوچ بچار کے بعد　　D۔ عوام کی زبان پر چڑھی ہوئی بات

14۔ ''طرح دینا'' محاورہ ہے۔ اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ دھوکا دینا　　B۔ چشم پوشی کرنا　　C۔ غیظ و غضب کا نشانہ بنانا　　D۔ دوستی نبھانا

15۔ ''یوسفِ بے کارواں'' کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ مظلوم و معتوب　　B۔ اکیلا　　C۔ لاثانی　　D۔ رہبر و رہنما

16۔ ''پانی میں آگ لگانا'' محاورہ ہے۔ اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ کسی شے کا مہنگا ہونا　　B۔ چرب زبانی سے اپنی بات منوالینا

C۔ متحمل مزاج کو بھڑکا دینا　　D۔ مخالفین کا سخت شرمندہ ہونا

17۔ ''ٹسوے بہانا'' محاورہ ہے۔ اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ ہچکیاں لے لے کر رونا　　B۔ روتے کو دیکھ کر رونے لگ جانا

C۔ جھوٹ موٹ کا رونا　　D۔ رو رو کر ہلکان ہو جانا

18۔ ''لاٹھی مارے پانی جدا نہیں ہوتا'' زبان زدِ خاص و عام ضرب المثل ہے۔ اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ زبردستی رعب ڈالنے سے رعب نہیں پڑتا　　B۔ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے

C۔ پانی اپنی پنسال میں جاتا ہے، رک نہیں سکتا　　D۔ بھائی بندوں میں بہکانے یا فرق ڈلوانے سے فرق نہیں پڑتا

19۔ ''مینڈکی کو بھی زکام ہوا'' عام فہم ضرب المثل ہے۔ اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ وہ شخص جس کا غصہ ناک پر دھرا رہتا ہے　　B۔ منعم کا ادنیٰ سی خیرات کرنا

C۔ چرب زبان کا خاموشی سادھ لینا　　D۔ اپنی حد سے بڑھ کر شیخی مارنا یا ادنیٰ شخص کا اپنے آپ کو عالی دماغ سمجھنا

20۔ ''چوکڑی بھول جانا'' محاورہ ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

A۔ الٹی چال چلنا　　B۔ فرائض سے غفلت برتنا　　C۔ گھبرا جانا　　D۔ وعدہ کر کے فراموش کر دینا

21۔ ''سمندر بلونا'' محاورہ ہے۔ اسے کن معنوں میں لیا جاتا ہے؟

A۔ سمندر جھاگ حاصل کرنا　　B۔ نہایت تلاش و جستجو کرنا　　C۔ سمندر کا تیراک ہونا　　D۔ سمندر میں مچھلیاں پکڑنا

22۔ ''شاخِ زعفران'' کی ترکیب اردو میں کن معنوں میں مستعمل ہے؟

A۔ عجیب و غریب　　B۔ ہنستا مسکراتا　　C۔ سرخ رو　　D۔ مانوس و مرغوب

23۔ ''کچا چٹھا کہنا'' محاورہ ہے۔ اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ بچپن کا حال سنانا　　B۔ صحیح صحیح حال بیان کرنا　　C۔ چٹھی پڑھ کر سنانا　　D۔ ماحاصل بیان کرنا

24۔ مناسب الفاظ کے انتخاب سے ضرب المثل مکمل کیجیے۔

''اصل سے ۔۔۔ نہیں، کم اصل سے ۔۔۔ نہیں''

A۔ شفا، دوا　　B۔ جفا، خطا　　C۔ خطا، وفا　　D۔ صدا، دعا

25۔ مناسب لفظ کے انتخاب سے ضرب المثل مکمل کیجیے۔

''حیرت ۔۔۔ کی بیٹی ہے''

A۔ نفرت　　B۔ محبت　　C۔ کدورت　　D۔ جہالت

26۔ قواعد کی رو سے ''لکھنا'' کون سا مصدر ہے؟

A۔ مصدر لازم　　B۔ مصدر متعدی

C۔ نہ مصدر لازم ہے نہ متعدی　　D۔ مصدر لازم بھی ہے اور مصدر متعدی بھی

27۔ ''مادرِ ملت'' کا لفظ قواعد کی رو سے کیا ہے؟

A۔ لقب　　B۔ خطاب　　C۔ تخلص　　D۔ عرف

28۔ نظم و نثر میں نامانوس اور اجنبی الفاظ و تراکیب کا استعمال اصطلاح میں کیا کہلاتا ہے؟

A۔ ابتذال　　B۔ تنافر　　C۔ غرابت　　D۔ تعقیدِ لفظی

29۔ ''میں نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے، ہزار کوس سے بزبانِ قلم باتیں کیا کرو، ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو۔''

اردو مکتوب نگاری میں مراسلے کو مکالمے کا انداز کس نے دیا:

A۔ علامہ اقبال　　B۔ مولوی عبدالحق　　C۔ سر سید احمد خاں　　D۔ مرزا غالب

30۔ افسانوی ادب (Fiction) میں کون کون سی اصناف نثر شامل ہیں؟

A۔ داستان، ناول، خاکہ، سفرنامہ　　B۔ داستان، ناول، افسانہ، ڈراما

C۔ ناول، افسانہ، آپ بیتی، رپورتاژ　　D۔ ناول، افسانہ، ڈراما، سوانح عمری

31۔ جوش ملیح آبادی کی تصنیف ''یادوں کی برات''، مولانا جعفر تھانیسری کی ''کالا پانی'' اور حکیم احمد شجاع کی ''خون بہا'' کا تعلق کس صنفِ نثر سے ہے؟

A۔ سفرنامہ B۔ خاکہ نگاری C۔ آپ بیتی D۔ سوانح عمری

32۔ ''حیاتِ جاوید'' اردو کی معروف سوانح عمری ہے۔ بتائیے یہ کس شخص کے سوانحی حالات اور کارہائے نمایاں پر مشتمل ہے؟

A۔ ڈاکٹر جاوید اقبال B۔ سرسید احمد خاں C۔ احسان دانش D۔ جوش ملیح آبادی

33۔ ''تحقیقاتِ چشتی'' جسے بجا طور پر لاہور کی مستند ترین تاریخ کہا جاسکتا ہے، کس کی تصنیف ہے؟

A۔ فقیر سید وحید الدین B۔ منشی محمد الدین فوق C۔ مولوی احمد بخش یکدل D۔ مولوی نور احمد

34۔ ''The reconstruction of religious thought in Islam'' علامہ اقبال کی انگریزی لیکچروں پر مشتمل تصنیف ہے۔ اس کا ''تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ'' کے عنوان سے پہلا اردو ترجمہ کس نے کیا؟

A۔ سید نذیر نیازی B۔ ڈاکٹر یوسف حسین خاں C۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم D۔ مولانا عبدالسلام ندوی

35۔ گنجہائے گرانمایہ، ہم نفسانِ رفتہ اور خنداں، جیسی شگفتہ اور گراں قدر تصانیف سے کون سے مصنف کا نام ذہن میں آتا ہے؟

A۔ محمد طفیل B۔ مولوی عبدالحق C۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی D۔ مولانا چراغ حسن حسرت

36۔ ''طبقۂ نسواں کا محسن'' کس مصنف کو قرار دیا جاتا ہے؟

A۔ سرسید احمد خاں B۔ علامہ راشد الخیری C۔ مولانا حالی D۔ شاہد احمد دہلوی

37۔ ڈپٹی نذیر احمد کے ناولوں کے کرداروں کی ایک خاص بات یہ ہے کہ بالعموم تمام کردار:

A۔ نیک ہیں B۔ بد ہیں C۔ مظلوم اور بے بس ہیں D۔ اسم با مسمّٰی ہیں

38۔ پطرس بخاری نے ''لاہور کا جغرافیہ'' میں لاہور کی سب سے بڑی اور مشہور پیداوار کسے قرار دیا ہے؟

A۔ طلبہ B۔ اخبارات C۔ انجمنیں D۔ رسائل و جرائد

39۔ منکہ ایک دھوبی، جھینگر کا جنازہ، گلاب تمھارا کیکر ہمارا، چھڑکاؤ کی گاڑی، پسینہ، دیا سلائی، فٹ بال خواجہ حسن نظامی کے اس قبیل کے مضامین کی بنیادی خاصیت کیا ہے؟

A۔ تمام مضامین ترجمہ ہوئے ہیں B۔ تمام مضامین 57ء کی جنگ آزادی سے متعلق ہیں

C۔ تمام مضامین کا تعلق بزرگانِ دین سے ہے D۔ ہر مضمون میں کسی نہ کسی قدر تصوف ضرور کارفرما ہے

40۔ کسی نظم میں اشعار کی کل تعداد کتنی ہونی چاہیے؟

A۔ کوئی قدغن نہیں B۔ نو اشعار سے کم

C۔ دس تا بیس اشعار D۔ نظم پچاس اشعار سے تجاوز نہ کرے

41۔ مولانا حالی کے خیال میں سب سے کارآمد صنفِ سخن کون سی ہے؟

A۔ غزل B۔ رباعی C۔ مثنوی D۔ مسدس

42۔ مرزا دبیر اور میر انیس نے صنفِ مرثیہ کے لیے کس ہیئت کا انتخاب کیا ہے؟

A۔ مخمس B۔ مسدس C۔ رباعی D۔ مثمن

43۔ جملہ مکمل کیجیے:

''اردو شاعری کے کلاسیکی دور سے لے کر جدید دورِ شاعری تک ______ کی صنف شاعر کے قدرتِ کلام کو پرکھنے کی کسوٹی رہی ہے۔''

A۔ قصیدہ B۔ غزل C۔ رباعی D۔ قطعہ

44۔ یا رب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے ! جو قلب کو گرما دے، جو روح کو تڑپا دے !

اس شعر سے کون سی صنفِ شعر ظاہر ہے؟

A۔ حمد B۔ نعت C۔ منقبت D۔ مناجات

45۔ حاصل رباعی (حاصل گفتگو) کون سا مصرع ہوتا ہے؟

A۔ چوتھا مصرع B۔ تیسرا مصرع C۔ دوسرا مصرع D۔ پہلا مصرع

46۔ ''ہائیکو'' تین مصرعی جاپانی صنفِ نظم ہے جو اردو میں بھی مروج ہے۔ بتائیے ہیئت کے اعتبار سے کس پنجابی صنفِ نظم کے قریب تر ہے جسے اردو میں بھی پسند کیا جاتا ہے؟

A۔ ڈھولا B۔ ٹپا C۔ ماہیا D۔ کافی

47۔ مری قدر کر اے زمینِ سخن ! تجھے بات میں آسماں کر دیا
سبک ہو چلی تھی ترازوئے شعر مگر ہم نے پلہ گراں کر دیا

بتائیے ان اشعار کا تعلق کس صنفِ شاعری سے ہے؟

A۔ قطعہ B۔ رباعی C۔ دوبیتی D۔ قصیدہ

48۔ سوال نمبر 47 کے حوالے سے بتائیے کہ ان اشعار میں قافیہ کیا ہے؟

A۔ کردیا B۔ آسماں کردیا C۔ آسماں، گراں D۔ زمین، آسماں

49۔ سوال نمبر 47 ہی کے حوالے سے بتائیے کہ ان اشعار میں ردیف کیا ہے؟

A۔ دیا B۔ کردیا C۔ آسماں کردیا، گراں کردیا D۔ ردیف نہیں ہے

50۔ سوال نمبر 47 ہی کے حوالے سے بتائیے کہ یہ اشعار کس کے ہیں؟

A۔ میر تقی میر B۔ داغ دہلوی C۔ محمد ابراہیم ذوق D۔ میر انیس

51۔ علامہ اقبال کی تعلیمات کا نچوڑ ان کی کس نظم کو قرار دیا جاتا ہے؟

A۔ شمع و شاعر B۔ ساقی نامہ (بالِ جبریل) C۔ طلوعِ اسلام D۔ خضرِ راہ

52۔ برسات کی بہاریں، دنیا، مفلسی، تندرستی اور رہے نام اللہ کا جیسی زبان زدِ خاص و عام نظمیں کس کی تخلیق ہیں؟

A۔ مولانا ظفر علی خاں B۔ اسماعیل میرٹھی C۔ احسان دانش D۔ نظیر اکبر آبادی

53۔ کس صنفِ نثر کی زبان غزل کی زبان سے قریب تر ہوتی ہے؟

A۔ مقالہ B۔ مضمون C۔ انشائیہ D۔ خاکہ

54- میں اجنبی ______ میں بے نشاں
میں پابہ گِل
نہ رفعتِ مقام ہے، نہ شہرتِ دوام ہے
یہ لوحِ دل، یہ لوحِ دل
نہ اس پہ کوئی نقش ہے، نہ اس پہ کوئی نام ہے
ان اشعار کے حوالے سے بتائیے کہ ''لوحِ دل'' کس معروف شاعر کے مجموعۂ کلام (کلیات) کا نام ہے؟
A- مجید امجد B- میراجی C- تصدق حسین خالد D- ن۔م راشد

55- سوال نمبر 54 ہی کے حوالے سے بتائیے کہ ان اشعار سے ذہن میں کس صنفِ نظم کا نام آتا ہے؟
A- نظم معریٰ B- آزاد نظم C- مستزاد D- مخمس

56- بلبلِ ہند مر گیا ہیہات   جس کی تھی بات بات میں اک بات
مولانا حالی نے ''بلبلِ ہند'' کون سی ذات کو قرار دیا ہے؟
A- محمد ابراہیم ذوق B- مرزا غالب C- مومن خاں مومن D- شاعر کی اپنی ذات (حالی)

57- کسی زمانے میں مثل مشہور تھی: ''بگڑا شاعر مرثیہ گو، بگڑا گویا مرثیہ خواں'' اس ضرب المثل کو کس نے غلط ثابت کیا تا آنکہ اردو مرثیہ بیانیہ شاعری کی اہم ترین صنف قرار پایا؟
A- آتش و ناسخ B- میر و سودا C- انیس و دبیر D- جرأت و انشا

58- اردو شاعری میں ''خدائے سخن'' کن کا لقب ہے؟
A- ولی دکنی B- میر تقی میر C- میرزا غالب D- مرزا داغ دہلوی

59- ''جوگی'' اردو شعری ادب کی ایک معروف نظم کا عنوان ہے۔ یہ نظم کس کی تخلیق ہے؟
A- محمد الدین فوق B- تلوک چند محروم C- چودھری خوشی محمد ناظر D- علامہ اقبال

60- ''دیوانِ غالب'' میں ایک مرثیہ بھی شامل ہے جو غزل کی ہیئت میں لکھا گیا ہے اور جس کا ایک شعر ہے:
جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے   کیا خوب، قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور
مرزا غالب نے یہ مرثیہ کس کی وفات پر کہا تھا؟
A- نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ B- حکیم مومن خاں مومن
C- نواب زین العابدین خاں عارف D- مرزا نصر اللہ بیگ (مرزا غالب کے چچا)

61- خبرِ تحیرِ عشق سن، نہ جنوں رہا نہ پری رہی   نہ تو تو رہا، نہ تو میں رہا، جو رہی سو بے خبری رہی
غزل کا یہ معروف مطلع کس کا ہے؟
A- ولی اورنگ آبادی B- سراج اورنگ آبادی C- مرزا مظہر جانِ جاناں D- سراج الدین علی خاں آرزو

62- آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے!   سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے!
اس شعر میں علامہ اقبال نے کس ذاتِ گرامی کا ذکر خیر کیا ہے؟
A- والدہ محترمہ (امام بی بی) B- مرزا غالب C- حضرت داغ دہلوی D- جسٹس شاہ دین ہمایوں

63- سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید؟   نسیمے از حجاز آید کہ ناید؟
سر آمد روزگارِ ایں فقیرے   دگر دانائے راز آید کہ ناید؟
یہ معروف رباعی کس شاعر نے لکھی ہے؟
A- مرزا غالب B- شیخ غلام قادر گرامی C- علامہ اقبال D- مولانا ظفر علی خاں

64- اردو کے تین عظیم شاعر آگرہ (اکبر آباد) میں پیدا ہوئے۔ ایک تو نظیر اکبر آبادی ہیں۔ باقی دو کون ہیں؟
A- میر و سودا B- میر و غالب C- آتش و ناسخ D- انشا و جرأت

65- اردو میں تنقید کی اولین کتاب کسے قرار دیا جاتا ہے؟
A- آبِ حیات (مولانا آزاد) B- مقدمہ شعر و شاعری (مولانا حالی)
C- نکاتِ سخن (مولانا حسرت موہانی) D- خمخانہ جاوید (سری رام لالہ)

66- سر سید احمد خاں نے سائنٹیفک سوسائٹی (Scientific Socity) کا سنگِ بنیاد کس غرض سے رکھا تھا؟
A- جا بجا تعلیمی ادارے قائم کرنے کے لیے B- انگریزی زبان کی معروف اور مستند کتابوں کا اردو ترجمہ کرنے کے لیے
C- سائنسی مضامین کی ترویج کے لیے D- سائنسی موضوعات پر ریسرچ کرنے کے لیے

67- پنجاب یونیورسٹی (اولڈ کیمپس) میں ''شیرانی ہال'' اردو کی کس قابلِ صد تکریم ہستی کے نام سے معنون ہے؟
A- ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی B- اختر شیرانی C- داؤد خاں شیرانی D- حافظ محمود شیرانی

68- توڑ ڈالا اپنے ہی ہاتھوں سے او ظالم! اسے   تیرا نقشہ، تیرا ہی چہرہ، جس آئینے میں تھا!
اس شعر سے آغا حشر کا کون سا ڈراما ذہن میں آتا ہے؟
A- اسیرِ حرص B- صیدِ ہوس C- رستم و سہراب D- سفید خون

69- پاکستانی، پنجابی، لاہوری، دہلوی، بخاری، مدنی، عثمانی وغیرہ الفاظ میں مستعمل ''ی'' کو اصطلاح میں کیا نام دیا جاتا ہے؟
A- یائے معروف B- یائے مجہول C- یائے نسبتی D- یائے متکلم

70- ''انجمن حمایتِ اسلام'' (لاہور) نے پنجاب کو تعلیمی لحاظ سے بلند مرتبے پر فائز کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ بتائیے یہ انجمن کس کی تحریک پر قائم ہوئی تھی جنھوں نے اس کا منشور (Manifesto) بھی خود تیار کر کے دیا تھا؟
A- سر سید احمد خاں B- میاں امیر الدین C- علامہ اقبال D- جسٹس شاہ دین ہمایوں

71- اقبال کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے   رومی فنا ہوا، حبشی کو دوام ہے
بتائیے حبشی سے کون سی ذاتِ گرامی مراد ہے؟
A- نجاشی (حبشہ کا حکمران) B- حبشہ (افریقہ) کا باشندہ C- بلال حبشی D- حضرت لقمان

72- اخلاصِ عمل مانگ نیا گانِ کہن سے   ''شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را''
''نیاگانِ کہن'' کے کیا معنی ہیں؟
A- شعرائے قدیم B- قدیم زمانے کے بزرگ C- پرانے زمانے کے بادشاہ D- سلاطین و امرائے اسلام

73- ہر سنگ ریزہ نور سے دُرِ خوش آب تھا   لہریں جو تھیں کرن تو بھنور آفتاب تھا
اس شعر میں تشبیہ کا استعمال کتنی بار ہوا ہے؟
A- ایک بار بھی نہیں B- فقط ایک بار C- دو بار D- تین بار

74۔ غالب گر اس سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں	حج کا ثواب نذر کروں گا حضور کی

بتایئے اس شعر میں کون سی صنعت آئی ہے؟

A۔ صنعتِ حسن طلب	B۔ صنعتِ مراعات النظیر	C۔ صنعتِ جمع	D۔ صنعتِ مبالغہ

75۔ وہ طاہر و اطہر ہو اگر معرکہ آرا	معلوم ہو حملہ اسداللّٰہ کا سارا

اس شعر میں کون سی صنعت استعمال ہوئی ہے؟

A۔ صنعتِ حسنِ تعلیل	B۔ صنعتِ غیر منقوط	C۔ صنعتِ لف ونشر	D۔ صنعتِ مراعات النظیر

❀❀

COMPETITIVE EXAMINATION FOR THE POSTS OF CIVIL JUDGES-CUM-JUDICIAL MAGISTRATES, 2003

KEY

Q.No	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.
1	B	16	C	31	C	46	B	61	B
2	D	17	C	32	B	47	A	62	A
3	B	18	D	33	D	48	C	63	C
4	A	19	D	34	A	49	B	64	B
5	C	20	C	35	C	50	D	65	B
6	D	21	B	36	B	51	B	66	B
7	D	22	B	37	D	52	D	67	D
8	C	23	B	38	A	53	C	68	C
9	B	24	C	39	D	54	A	69	C
10	A	25	D	40	A	55	B	70	A
11	C	26	A	41	C	56	B	71	C
12	D	27	A	42	B	57	B	72	D
13	A	28	C	43	C	58	B	73	D
14	B	29	D	44	D	59	C	74	A
15	B	30	B	45	A	60	C	75	B

❀❀

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION, LAHORE
WRITTEN TEST FOR RECRUITMENT TO THE POST OF LECTURER URDU (BS-17) MALE/FEMALE) IN THE PUNJAB EDUCATIN DEPARTMENT-2011

TIME ALLOWED: 2 HOURS	**MAXIMUM MARKS: 100**

1۔ ''بُزِ اخفش'' کی ترکیب اردو میں کن معنوں میں مستعمل ہے؟

A۔ تیز وطرار شخص	B۔ بے سوچے سمجھے ہاں میں ہاں ملانے والا

C۔ ہر وقت بے چین	D۔ ہر وقت تعاقب میں پھرنے والا

2۔ ''گرگ آشتی'' کی ترکیب اردو میں مستعمل ہے جس کا مفہوم ہے:

A۔ جنگل کا قانون	B۔ بھیڑیوں کی سی درندگی	C۔ امن چین سے رہنا	D۔ بظاہر دوستی، بباطن دشمنی

3۔ ''زاہد سالوس'' ایسے زاہد کو کہا جاتا ہے جو:

A۔ اپنی ظاہری وضع سے دھوکا دے	B۔ حقیقی معنوں میں زاہد ہو

C۔ مردم آزار ہو	D۔ لوگوں سے میل جول نہ رکھے

4۔ ''نو تیرہ بائیس بتانا'' محاورہ ہے۔اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ صاف جواب دے دینا	B۔ ناچ تماشا کر کے دکھانا	C۔ لڑائی کا ڈول ڈالنا	D۔ ٹال دینا

5۔ ''نالش کرنا'' محاورہ ہے۔اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ آہ وزاری کرنا	B۔ صلح صفائی کا آغاز کرنا	C۔ ڈانٹ ڈپٹ کرنا	D۔ دعویٰ دائر کرنا

6۔ ''غتر بود کرنا'' محاورہ ہے۔اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ بلیغ انداز اختیار کرنا	B۔ جھگڑے کی بنیاد رکھنا	C۔ شیر وشکر ہونا	D۔ خلط ملط کر دینا

7۔ ''نخاس چڑھنا'' محاورہ ہے۔اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ رسوائے عام ہونا	B۔ بازار کا مندا ہونا	C۔ بازار کا تیز ہونا	D۔ گھڑ سواری کرنا

8۔ ''پانی میں آگ لگانا'' محاورہ ہے۔اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ کسی شے کا مہنگا ہونا	B۔ چرب زبان ہونا	C۔ متحمل مزاج کو بھڑکانا	D۔ مخالف کا سخت شرمندہ ہونا

9۔ ''کچا چٹھا کہنا'' محاورہ ہے۔اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ بچپن کا حال سنانا	B۔ صحیح صحیح حال بیان کرنا	C۔ چٹھی پڑھ کر سنانا	D۔ ماحاصل بیان کرنا

10۔ ''فاختہ اڑانا'' محاورہ ہے۔اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ ہانک لگانا	B۔ شور مچانا	C۔ مزے اڑانا	D۔ تہس نہس کرنا

11۔ ''دامن تر ہونا'' محاورہ ہے۔اس کا مطلب ہے:

A۔ پیاس بجھ جانا	B۔ غم میں شریک ہونا	C۔ آنسو بہانا	D۔ گناہ گار ہونا

12۔ ''پانی بھرنا'' محاورہ ہے۔اس کا مفہوم ہے:

A۔ غلامی کرنا B۔ کنویں میں سے پانی نکالنا C۔ پانی پلانا D۔ مستقبل کی فکر کرنا

13۔ ''سبز قدم ہونا'' محاورہ ہے۔اس کا مفہوم ہے:

A۔ مبارک ہونا B۔ چاروں طرف سبزہ ہونا C۔ منحوس ہونا D۔ سنسان ہونا

14۔ ''آنکھیں سفید ہونا'' محاورہ ہے۔اس کا مطلب ہے:

A۔ سنگ دل ہونا B۔ بینائی جاتے رہنا C۔ بے حیا ہونا D۔ ضعیف العمر ہونا

15۔ ''شین کاف درست ہونا'' سے مراد ہے:

A۔ ادب سے گفتگو کرنا B۔ دھیمے لہجے میں بات کرنا C۔ خوش لباس ہونا D۔ زبان کا تلفظ صحیح ہونا

16۔ ''فیل مچانا'' محاورہ ہے۔اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ شور مچانا B۔ دہائی دینا C۔ زور زور سے رونا D۔ جھوٹ موٹ کا رونا

17۔ محاورہ کے لیے لازمی ہے کہ وہ:

A۔ اپنے مجازی معنی دے B۔ اپنے حقیقی معنی دے C۔ فقط ایک لفظ پر مشتمل ہو D۔ فقط دو لفظوں پر مشتمل ہو

18۔ روزمرہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ:

A۔ محاورہ بھی ہو B۔ اپنے حقیقی معنی دے C۔ اپنے مجازی معنی دے D۔ قواعد کے مطابق ہو

19۔ ''جونپور کا قاضی'' ضرب المثل ہے۔اس سے کیا مراد لیا جاتا ہے؟

A۔ انتہائی سمجھدار B۔ ترت فیصلہ دینے والا C۔ بے وقوف، احمق D۔ فیصلے کو لٹکانے والا

20۔ ''بھان متی کا کنبہ'' ضرب المثل ہے۔اس سے کیا مراد ہے؟

A۔ واہی تباہی لوگوں کا مجمع B۔ شور مچانے والوں کا گروہ

C۔ ادنیٰ ذات کے ہندوؤں کا کنبہ D۔ ہر عمر کے لوگوں کا اژدھام

21۔ اصطلاح نظم میں ''ریختی'' کیا ہے؟

A۔ عورت کی طرف سے اظہارِ عشق کا نام ہے B۔ گنواروں کی بولی ہے

C۔ ریختہ کی مؤنث ہے D۔ عورتوں کی روزمرہ زبان کا نام ہے

22۔ اصناف نظم میں ''رباعی'' کتنے شعروں پر مشتمل ہوتی ہے؟

A۔ فقط ایک شعر پر B۔ دو شعروں پر C۔ چار شعروں پر D۔ چھے شعروں پر

23۔ اصناف نظم میں ''قطعہ'' کتنے شعروں پر مشتمل ہوتا ہے؟

A۔ فقط دو شعروں پر B۔ چار شعروں پر C۔ چھے شعروں پر D۔ تعداد پر پابندی نہیں

24۔ ''غزل'' کی زبان کیسی ہوتی ہے؟

A۔ علائم و رموز کی زبان B۔ غم و الم کی زبان C۔ ہجر و فراق کی زبان D۔ تزک و احتشام کی زبان

25۔ ادب کی اصطلاح میں ''تاریخ گوئی'' کسے کہتے ہیں؟

A۔ ملک کے حالات قلم بند کرنا B۔ اہم تاریخی واقعات کا لکھنا

C۔ حروف کے عدد سے سال برآمد کرنا D۔ تاریخی واقعات کو زمانی ترتیب دینا

26۔ ''بے نقط شاعری'' سے کیا مراد ہے؟

A۔ جس میں نقطہ نہ آئے B۔ بے ہنگم شاعری C۔ جس میں برا بھلا کہا گیا ہو D۔ مسلسل مفہوم کی حامل شاعری

27۔ سانیٹ (Sonnet) انگریزی صنفِ نظم ہے جو اردو میں بھی رائج ہے۔اس میں کل کتنے مصرعے ہوتے ہیں؟

A۔ دس مصرعے B۔ بارہ مصرعے C۔ چودہ مصرعے D۔ ان میں سے کوئی بیان درست نہیں

28۔ ''ہجو'' ایسی صنفِ نظم ہے جس میں:

A۔ کسی کو برا بھلا کہا گیا ہو B۔ کسی کی خوب تعریف ہو C۔ کسی واقعہ کا بیان ہو D۔ کہیں مذمت کہیں مدح ہو

29۔ ''غزل در غزل'' سے کیا مراد ہے؟

A۔ بغیر مقطع کے غزل B۔ طویل بحر کی غزل

C۔ سنگلاخ زمین میں غزل D۔ اسی بحر، ردیف قافیے میں ایک اور غزل

30۔ پابند نظم کے لیے لازمی ہے:

A۔ ردیف B۔ قافیہ C۔ ردیف قافیہ دونوں D۔ چھوٹی بحر

31۔ مولانا حالی کے خیال میں سب سے کارآمد صنفِ سخن کون سی ہے؟

A۔ غزل B۔ رباعی C۔ مثنوی D۔ مسدس

32۔ ''ہائیکو'' جاپانی صنفِ نظم ہے اور اردو میں بھی مروج ہے۔بتائیے ہائیکو میں کل کتنے مصرعے ہوتے ہیں؟

A۔ دو B۔ چار C۔ چھے D۔ ان میں سے کوئی بیان درست نہیں

33۔ کس صنفِ نثر کی زبان غزل سے قریب تر ہوتی ہیں؟

A۔ مقالہ B۔ مضمون C۔ انشائیہ D۔ خاکہ

34۔ ''جوگی'' اردو شعری ادب کی ایک معروف نظم کا عنوان ہے۔یہ نظم کس کی تخلیق ہے؟

A۔ محمد دین فوق B۔ تلوک چند محروم C۔ خوشی محمد ناظر D۔ علامہ اقبال

35۔ جملہ مکمل کیجیے: اردو شاعری کے کلاسیکی دور سے لے کر جدید دور شاعری تک ۔۔۔۔ کی صنف شاعر کے قدرتِ کلام کو پرکھنے کی کسوٹی رہی ہے۔

A۔ قصیدہ B۔ غزل C۔ رباعی D۔ قطعہ

36۔ میر انیس اور مرزا دبیر نے مرثیہ بالعموم کس شعری ہیئت میں لکھا؟

A۔ مثلث B۔ مربع C۔ مخمس D۔ مسدس

37۔ اردو میں ''رئیس الاحرار'' کس شاعر کو کہا جاتا ہے؟

A۔ مولانا حسرت موہانی B۔ مولانا محمد علی جوہر C۔ جوش ملیح آبادی D۔ مجید امجد

38۔ اردو میں ''شاعرِ مزدور'' کسے کہا جاتا ہے؟

A۔ جوش ملیح آبادی B۔ فیض احمد فیض C۔ احسان دانش D۔ ساغر صدیقی

39۔ ''شاعرِ کشمیر'' کے لقب سے کون ملقب ہیں؟

A۔ خوشی محمد ناظر B۔ محمد دین فوق C۔ علامہ اقبال D۔ حفیظ جالندھری

40۔ ملک الشعرا مولانا غلام قادر گرامی جو علامہ اقبال کے دوست بھی تھے، کس زبان کے شاعر تھے؟

A۔ فارسی B۔ اردو C۔ فارسی اردو دونوں D۔ عربی

41۔ علامہ اقبال ''مفکرِ مشرق'' کے لقب سے ملقب ہیں، بتایئے ''مصورِ مشرق'' کن کو کہا جاتا ہے؟

A۔ صادقین B۔ استاد اللہ بخش C۔ عبدالرحمٰن چغتائی D۔ بشیر موجد

42۔ غلام عباس کے افسانے ''اوورکوٹ'' کے پس منظر میں کس شہر کی سڑکوں کا ذکر ملتا ہے؟

A۔ دہلی B۔ لکھنؤ C۔ کراچی D۔ لاہور

43۔ ''طبقۂ نسواں کا محسن'' کس مصنف کو قرار دیا جاتا ہے؟

A۔ سرسید احمد خاں B۔ مولانا حالی C۔ علامہ راشد الخیری D۔ شاہد احمد دہلوی

44۔ اردو شاعری میں ''خدائے سخن'' کن کو کہا جاتا ہے؟

A۔ ولی دکنی B۔ میر تقی میر C۔ مرزا غالب D۔ میرزا داغ دہلوی

45۔ اردو کے کس شاعر کو ''عوامی شاعر'' کہا جاتا ہے؟

A۔ نظیر اکبرآبادی B۔ جوش ملیح آبادی C۔ علامہ اقبال D۔ احسان دانش

46۔ کس ڈراما نگار کو ''انڈین شیکسپیئر'' کہا جاتا ہے؟

A۔ طالب بنارسی B۔ آغا حشر C۔ امتیاز علی تاج D۔ میرزا ادیب

47۔ میر تقی میر نے اپنی زندگی کے آخری تیس اکتیس سال کہاں بسر کیے؟

A۔ دہلی B۔ لکھنؤ C۔ آگرہ D۔ حیدرآباد (دکن)

48۔ ''نکات الشعرا'' کس کی تصنیف ہے؟

A۔ خواجہ میر درد B۔ میر تقی میر C۔ میر انیس D۔ میرزا غالب

49۔ ''سوزِ وطن'' کس کے افسانوں کا مجموعہ ہے؟

A۔ کرشن چندر B۔ سعادت حسن منٹو C۔ پریم چند D۔ سجاد حیدر یلدرم

50۔ ''غبارِ خاطر'' کا تعلق کس صنفِ ادب سے ہے؟

A۔ انشائیہ B۔ تمثیل C۔ مکتوب D۔ مضمون

51۔ ''بانگِ درا'' کا دیباچہ کس نے لکھا؟

A۔ سید سلیمان ندوی B۔ سرعبدالقادر C۔ مولانا عبدالماجد دریابادی D۔ جسٹس شاہ دین ہمایوں

52۔ ''پنج آہنگ'' کس کے مکاتیب کا مجموعہ ہے؟

A۔ مشفق خواجہ B۔ مولوی عبدالحق C۔ میرزا غالب D۔ ڈپٹی نذیر احمد

53۔ ''ذکرِ میر'' کس کی خودنوشت ہے؟

A۔ میر انیس B۔ میر درد C۔ میر مہدی حسین مجروح D۔ میر تقی میر

54۔ خواجہ حسن نظامی کی تصنیف ''سی پارۂ دل'' کے مضامین کی بنیادی خاصیت کیا ہے؟

A۔ ہر مضمون میں تصوف ضرور ہے B۔ تمام مضامین ترجمہ ہیں

C۔ بزرگانِ دین کا ذکر ہے D۔ جنگ آزادی کے بارے میں ہیں

55۔ مولانا عبدالحلیم شرر کے ناول ''فردوسِ بریں'' کی داستان کا موضوع کیا ہے؟

A۔ ہلاکو خاں کی بربادی B۔ داستانِ باغِ ارم C۔ عالمِ اسلام کا عروج D۔ فرقہ باطنیہ کی تحریک

56۔ حفیظ جالندھری کی تصنیف ''شاہنامہ اسلام'' کون سی صنف شعر میں لکھی گئی ہے؟

A۔ مسدس B۔ مخمس C۔ مثنوی D۔ قصیدہ

57۔ اردو میں تنقید کی اولین کتاب کسے قرار دیا جاتا ہے؟

A۔ آبِ حیات B۔ مقدمہ شعر و شاعری C۔ نکاتِ سخن D۔ خم خانۂ جاوید

58۔ ''فرہنگ آصفیہ'' کے مصنف کا نام بتایئے؟

A۔ سید احمد دہلوی B۔ عبداللہ خاں خویشگی C۔ مولوی نورالحسن نیر D۔ وارث سرہندی

59۔ ''دکن میں اردو'' کے مصنف کون ہیں؟

A۔ محی الدین قادری زور B۔ نصیر الدین ہاشمی C۔ مولوی عبدالحق D۔ ابواللیث صدیقی

60۔ علامہ اقبال کے کس شعری مجموعے میں ان کا فارسی اور اردو کلام شامل ہے؟

A۔ اسرارِ خودی B۔ بالِ جبریل C۔ زبورِ عجم D۔ ارمغانِ حجاز

61۔ درج ذیل داستانوں میں سے کون سی داستان لکھنؤ میں لکھی گئی؟

A۔ باغ و بہار B۔ فسانۂ عجائب C۔ قصص العجائب D۔ توتا کہانی

62۔ مرزا غالب کے اردو مکاتیب پرمبنی کتاب کون سی ہے؟

A۔ دستنبو B۔ عودِ ہندی C۔ یادگارِ غالب D۔ برہانِ قاطع

63۔ مشرقی تمدن کا آخری نمونہ (گزشتہ لکھنؤ) اردو میں عمرانیات کی پہلی کتاب ہے۔اس کے مصنف کون ہیں؟

A۔ مرزا ہادی علی رسوا B۔ رجب علی بیگ سرور C۔ مسعود حسن رضوی ادیب D۔ مولانا عبدالحلیم شرر

64۔ ''بیگمات کے آنسو'' کس کی تصنیف ہے؟

A۔ خواجہ حسن نظامی B۔ شاہد احمد دہلوی C۔ مولانا عبدالحلیم شرر D۔ علامہ راشد الخیری

65۔ ''مجالس النسا'' اردو کا ایک مقصدی ناول ہے۔اس کے مصنف کون ہیں؟

A۔ ڈپٹی نذیر احمد B۔ خواجہ الطاف حسین حالی C۔ مولانا عبدالحلیم شرر D۔ علامہ راشد الخیری

66- "مہر نیمروز" مرزا غالب کی تصنیف ہے، اس کا موضوع کیا ہے؟

A۔ جنگ آزادی کے خونیں واقعات B۔ خاندان مغلیہ کی ناتمام تاریخ
C۔ میرزا کے فارسی خطوط کا مجموعہ D۔ اردو خطوط کا مجموعہ

67- "مٹی کا دیا" کس کی خودنوشت ہے؟

A۔ جوش ملیح آبادی B۔ احسان دانش C۔ میرزا ادیب D۔ دیوان سنگھ مفتوں

68- "شوخیٔ تحریر" کس کا مجموعۂ کلام ہے؟

A۔ سید محمد جعفری B۔ سید ضمیر جعفری C۔ ظریف لکھنوی D۔ ظریف جبل پوری

69- "مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ" اردو کا ایک شاہکار مضمون ہے۔ اس کے مصنف کون ہیں؟

A۔ سجاد حیدر یلدرم B۔ مولوی عبدالحق C۔ رشید احمد صدیقی D۔ مرزا فرحت اللہ بیگ

70- "روشنائی" کس کی تصنیف ہے؟

A۔ سر سید احمد خان B۔ سید سجاد ظہیر C۔ جوش ملیح آبادی D۔ رشید احمد صدیقی

71- "اعلان جنگ، دورِ حاضر کے خلاف......" یہ الفاظ علامہ اقبال کے کس مجموعہ کلام کے سرورق پر درج ہیں؟

A۔ بانگِ درا B۔ بالِ جبریل C۔ ضربِ کلیم D۔ ارمغانِ حجاز

72- علامہ اقبال کا سب سے پہلا شعری مجموعہ کون سا ہے؟

A۔ بانگِ درا B۔ بالِ جبریل C۔ اسرارِ خودی D۔ رموزِ بے خودی

73- پامال راستوں کو ترک کر کے ایک تخلیقی جذبے کے تحت نئی قدروں کی تلاش میں منہمک ہونے کے عمل کو ادب کی اصطلاح میں کیا نام دیا جاتا ہے؟

A۔ کلاسیکیت B۔ رومانویت C۔ ارفعیت D۔ ایمائیت

74- اردو کلاسیکی اور جدید شاعری کا سنگم کس شاعر کی ذات کو گردانا جاتا ہے؟

A۔ مولانا محمد حسین آزاد B۔ مولانا الطاف حسین حالی C۔ مولانا حسرت موہانی D۔ علامہ اقبال

75- آخری مغل فرماں روا بہادر شاہ ظفر کے استاد جو ملک الشعرائی کے رتبے پر بھی فائز تھے، وہ کون تھے؟

A۔ شیخ ابراہیم ذوق B۔ مرزا غالب C۔ مولوی امام بخش صہبائی D۔ حکیم مومن خاں مومن

76- مولانا حالی کے خیال میں سب سے مقدم اور ضروری چیز جو شاعر کو متشاعر سے ممیز و مشرف کرتی ہے، کیا ہے؟

A۔ تخیل B۔ ردیف C۔ قافیہ D۔ الفاظ کی روانی

77- جدید اردو نظم کا آغاز کہاں سے ہوا؟

A۔ اودھ پنچ (لکھنؤ) B۔ تہذیب الاخلاق (علی گڑھ)
C۔ انجمن حمایت اسلام (لاہور) D۔ انجمن پنجاب (لاہور)

78- اردو ادب میں ترقی پسند تحریک کے روحِ رواں کون تھے؟

A۔ منشی پریم چند B۔ فیض احمد فیض C۔ سید سجاد ظہیر D۔ ظہیر کاشمیری

79- علامہ اقبال کی اردو شاعری کا ماحاصل ان کی کس نظم کو کہا جاتا ہے؟

A۔ تصویرِ درد B۔ ساقی نامہ C۔ طلوعِ اسلام D۔ شمع اور شاعر

80- علامہ اقبال نے اپنی شاعری میں کس صنفِ نظم کو سب سے زیادہ برتا ہے؟

A۔ غزل B۔ ترجیع بند C۔ ترکیب بند D۔ مثنوی

81- کسی میڈیکل کالج کے طالب علم کو "ڈاکٹر صاحب" کہنا، اصطلاح میں کیا کہلاتا ہے؟

A۔ کنایہ B۔ تشبیہ C۔ مجاز مرسل D۔ استعارہ

82- "قائداعظم" یا "مادرِ ملت" کے الفاظ قواعد کی رو سے کیا ہیں؟

A۔ لقب B۔ خطاب C۔ تخلص D۔ عرف

83- لفظ "پہناوا" کو قواعد کی رو سے کیا کہیں گے؟

A۔ اسمِ جامد B۔ اسمِ مصدر C۔ فعلِ متعدی D۔ اسمِ حاصل مصدر

84- پاکستانی، پنجابی، سندھی، بلوچی، دہلوی، بخاری، مدنی، عثمانی وغیرہ الفاظ میں مستعمل "ی" کو اصطلاح میں کیا نام دیا جاتا ہے؟

A۔ یائے معروف B۔ یائے مجہول C۔ یائے نسبتی D۔ یائے متکلم

85- "حسن یوسف"، "دمِ عیسیٰ"، "ید بیضا" کو اردو زبان کی اصطلاح میں کیا کہیں گے؟

A۔ تشبیہ B۔ استعارہ C۔ تلمیح D۔ کنایہ

86- ٹیپ کا مصرع کسے کہتے ہیں؟

A۔ نظم کا پہلا مصرع B۔ نظم کا آخری مصرع C۔ نظم کا سب سے دلآویز مصرع D۔ ہر بند میں بار بار آنے والا مصرع

87- خواجہ میر درد شاعر ہیں جب کہ خواجہ حسن نظامی نثر نگار: پھر ان دونوں میں قدرِ مشترک کیا ہے

A۔ خواجگی B۔ دہلویت C۔ تصوف D۔ حضرت نظام الدین اولیا سے نسبت

88- اہل لاہور کو "زندہ دلانِ لاہور" کا لقب کس نے دیا؟

A۔ پطرس بخاری B۔ خواجہ حسن نظامی C۔ علامہ اقبال D۔ سر سید احمد خاں

89- علامہ اقبال نے پرندوں میں "شاہین" کو جن صفات کی بنا پر پسند کیا ہے ان میں سے اہم ترین صفت یہ ہے کہ شاہین:

A۔ پرندوں کا بادشاہ ہے B۔ فضا میں شکار کرتا ہے C۔ بلند پرواز ہے D۔ کئی کئی دن بھوکا رہ سکتا ہے

90- علامہ اقبال اپنے آپ کو کسی ہستی کے معنوی شاگرد کہنے پر فخر محسوس کرتے تھے؟

A۔ شمس تبریزی B۔ شیخ سعدی C۔ حافظ شیرازی D۔ مولانا روم

91- تصدق حسین خالد، ن۔ م راشد اور میراجی میں قدرِ مشترک کیا ہے؟

A۔ غزل B۔ مثنوی C۔ آزاد نظم D۔ نظم معریٰ

92- "(ہر چند) اردو میں سب سے کم سرمایہ چھوڑا ہے مگر کتنا اونچا مقام پایا۔" رشید احمد صدیقی کا یہ جملہ کس مزاح نگار کی ذات پر صادق آتا ہے؟

A۔ پطرس بخاری B۔ فرحت اللہ بیگ C۔ شوکت تھانوی D۔ ابنِ انشا

JOIN ME FOR EASY ACCESS TO EBOOKS & NOTES
+92-310-545-450-3
Css Aspirants ebooks & Notes
https://m.facebook.com/groups/458184410965870
Css Aspirants Forum
http://t.me/cssAspirantsForum
Rules of the group
*No irrelevant text/pics
*No Smiley No Pm otherwise Removed + Blocked
Personal text w/o Mutual consent Consider harassment
Separate Group For Females with verification
The CSS Group does not hold any rights on shared the Books & Notes
I, not Responsible for Copyrights.
This book/notes downloaded from the internet.

93۔ ابن انشا، کرنل محمد خاں اور مشتاق احمد یوسفی میں قدر مشترک کیا ہے؟

A۔ خاکہ نگاری B۔ سفرنامہ نگاری C۔ نکاہیہ کالم نگاری D۔ مزاح نگاری

94۔ جب الفاظ کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق ہو تو اسے اصطلاح میں کیا کہیں گے؟

A۔ تشبیہ B۔ استعارہ C۔ مجاز مرسل D۔ کنایہ

95۔ ”گڈریا“ اردو افسانوی ادب کا ایک شاہکار افسانہ ہے۔ افسانہ نگار کا نام بتایئے؟

A۔ اشفاق احمد B۔ بانو قدسیہ C۔ انتظار حسین D۔ غلام عباس

96۔ بتایئے John Shakespeare، Platts اور Dr. Fallon میں قدرِ مشترک کیا ہے؟

A۔ اردو ناول نگاری B۔ اردو قواعد کے خالق C۔ انگریزی اردو لغات کے مرتبین D۔ انگریزی ناولوں کے اردو مترجم

97۔ مری قدر کر اے زمینِ سخن ! تجھے بات میں آسماں کر دیا
سبک ہو چلی تھی ترازوئے شعر مگر ہم نے پلہ گراں کر دیا

بتایئے ان اشعار کا تعلق کس صنفِ شاعری سے ہے؟

A۔ قطعہ B۔ رباعی C۔ مثنوی D۔ قصیدہ

98۔ سوال نمبر 97 کے حوالے سے بتایئے کہ ان اشعار میں قافیہ کیا ہے؟

A۔ کردیا B۔ آسماں کردیا C۔ آسماں، گراں D۔ زمیں، آسماں

99۔ سوال نمبر 97 کے حوالے سے بتایئے کہ ان اشعار میں ردیف کیا ہے؟

A۔ دیا B۔ کردیا C۔ آسماں کردیا، گراں کردیا D۔ ردیف نہیں ہے

100۔ سوال نمبر 97 کے حوالے سے بتایئے کہ یہ اشعار کس کے ہیں؟

A۔ میر تقی میر B۔ میر انیس C۔ محمد ابراہیم ذوق D۔ میرزا داغ دہلوی

❀❀

WRITTEN TEST FOR RECRUITMENT TO THE POST OF LECTURER URDU (BS-17) MALE/FEMALE)

KEY

Q.No	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.
1	B	21	A	41	C	61	B	81	C
2	D	22	B	42	D	62	B	82	A
3	A	23	D	43	C	63	D	83	B
4	D	24	A	44	B	64	A	84	C
5	D	25	C	45	A	65	B	85	C
6	D	26	A	46	B	66	B	86	D
7	A	27	C	47	B	67	C	87	C
8	C	28	A	48	B	68	A	88	D
9	B	29	D	49	C	69	A	89	C
10	C	30	B	50	C	70	B	90	D
11	D	31	C	51	B	71	C	91	C
12	A	32	D	52	C	72	C	92	A
13	C	33	C	53	D	73	B	93	D
14	B	34	C	54	A	74	B	94	B
15	D	35	C	55	D	75	A	95	A
16	D	36	D	56	C	76	A	96	C
17	A	37	B	57	B	77	D	97	A
18	B	38	C	58	A	78	C	98	C
19	C	39	B	59	B	79	B	99	B
20	A	40	A	60	D	80	D	100	B

❀❀

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION
WRITTEN TEST FOR RECRUITMENT TO THE POST OF SUBJECT SPECIALISTS (MALE & FEMALE) IN THE EDUCATIN DEPARTMENT-2013

TIME ALLOWED: 2 HOURS **MAXIMUM MARKS: 100**

1۔ ''پیرِ فرتوت'' کی ترکیب کن معنوں میں مستعمل ہے؟

A۔ واجب التعظیم B۔ شراب خانے کا مالک C۔ بہت بوڑھا D۔ پیچھا نہ چھوڑنے والا

2۔ ''دخترِ رز'' کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ کسان کی بیٹی B۔ انگور کی بیٹی (شراب) C۔ مے فروش کی بیٹی D۔ مہاجن (سُود خور) کی بیٹی

3۔ ''شیخ وشاب'' کے معنی کیا ہیں؟

A۔ بوڑھے اور جوان B۔ رِندا اور پارسا C۔ متقی اور پرہیز گار D۔ آقا اور غلام

4۔ ''دیدوادید'' ترکیب ہے۔ اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ تاک جھانک کرنا B۔ دیکھتے ہی آنکھیں جھکالینا C۔ ایک کا دوسرے کی ملاقات کو جانا D۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا

5۔ ''صاحبِ فراش'' کی ترکیب کن معنوں میں مستعمل ہے؟

A۔ صاحبِ اختیار B۔ وہ بیمار جو بستر سے نہ اُٹھ سکے C۔ صاحبِ کمال D۔ فرش صاف کرنے والا

6۔ ''حُجتِ اتمام'' کی ترکیب کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ کسی امر میں آخری مرتبہ سمجھانا B۔ دلیل پر دلیل دینا C۔ باتوں باتوں میں لڑائی D۔ بحثِ ناتمام

7۔ ''مرورِ ایام'' کے کیا معنی ہیں؟

A۔ سختی کے دن B۔ وقت کا گزرنا C۔ روایت D۔ نحوست کے دن

8۔ ''گُھل کھیلنا'' محاورہ ہے۔ اس کے معنی ہیں:

A۔ محنت کرنا B۔ مذاق کرنا C۔ دھوکا دینا D۔ بالکل آزاد ہو جانا

9۔ ''دانتوں پسینہ آنا'' محاورہ ہے۔ اس کا مفہوم ہے:

A۔ نہایت تھک جانا B۔ بہت زیادہ محنت کرنا C۔ کِھل کِھلا کر ہنسنا D۔ متعجب ہونا

10۔ ''ٹامک ٹوئیاں مارنا'' محاورہ ہے۔ اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ تو تکار کرنا B۔ قیاس آرائی کرنا C۔ کارکشائی کرنا D۔ ٹانگ اڑانا

11۔ ''گنگا نہانا'' محاورہ ہے۔ اس کے معنی ہیں:

A۔ کسی مشکل کام کو انجام دینا B۔ گنگا کی قسم کھانا C۔ ہنسی مذاق کرنا D۔ ہولی منانا

12۔ ''سُبک سر ہونا'' محاورہ ہے۔ اس کا مفہوم ہے:

A۔ باوقار ہونا B۔ بے عزت ہونا C۔ حوصلہ مند ہونا D۔ سر سے بوجھ اتارنا

13۔ ''گرہ سے باندھنا'' محاورہ ہے۔ اس کا مطلب ہے:

A۔ سُنی اَن سُنی کر دینا B۔ رقم کا پلّو میں باندھنا C۔ بے وفائی کرنا D۔ خوب یاد رکھنا

14۔ ''ہفت خواں سر کرنا'' محاورہ ہے، اس کا مفہوم ہے:

A۔ سات پھیرے لگانا B۔ سات قسمیں کھانا C۔ نہایت مشکل کام انجام دینا D۔ سات پردوں میں رکھنا

15۔ ''غتربُود کرنا'' محاورہ ہے۔ اس کے معنی ہیں:

A۔ بلیغ انداز اختیار کرنا B۔ خلط ملط کرنا C۔ جھگڑے کی بنیاد رکھنا D۔ کنارہ کشی کرنا

16۔ ''کھیت رہنا'' محاورہ ہے۔ اس کا مفہوم ہے:

A۔ کھیت میں گھس جانا B۔ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنا C۔ لڑائی میں مارے جانا D۔ محروم رہنا

17۔ ''ٹائیں ٹائیں فِش'' محاورہ ہے۔ اس کے معنی ہیں:

A۔ زبانی جمع خرچ بہت مگر نتیجہ کچھ نہیں B۔ ہمسایوں کی لڑائی C۔ بے جوڑ لوگوں کا ساتھ D۔ محض کاغذی کارروائی

18۔ ''دھان پان ہونا'' محاورہ ہے۔ اس کا مفہوم ہے:

A۔ کمربستہ ہونا B۔ فربہ اندام ہونا C۔ دبلا پتلا ہونا D۔ تیز طرار ہونا

19۔ محاورہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ:

A۔ اپنے حقیقی معنی دے B۔ اپنے مجازی معنی دے C۔ فقط ایک لفظ پر مشتمل ہو D۔ دو لفظوں پر مشتمل ہو

20۔ روزمرّہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ:

A۔ محاورہ بھی ہو B۔ قواعد کے اصولوں کے مطابق ہو C۔ اپنے حقیقی معنی دے D۔ اپنے مجازی معنی دے

21۔ ''نمازی کا ٹکا'' ضرب المثل ہے۔ اس کا مفہوم ہے:

A۔ نمازیوں کے لیے نذرانے کی رقم B۔ متبرک دولت
C۔ کسی نمازی کی طرف سے انعام واکرام D۔ فعلِ بد کی سزا ضرور ملتی ہے

22۔ لفظ ''پہناوا'' قواعد کی رُو سے کیا ہے؟

A۔ اسم جامد B۔ اسمِ مصدر C۔ اسمِ حاصل مصدر D۔ فعل متعدی

23۔ ہجوں کے اعتبار سے کونسا لفظ درست ہے؟

A۔ چودھری B۔ چوہدری C۔ چودہری D۔ چوھدری

24۔ کسی میڈیکل کالج کے طالب علم کو ''ڈاکٹر صاحب'' کہنا علمِ بیان کی رُو سے کیا ہے؟

A۔ تشبیہ B۔ استعارہ C۔ مجازِ مرسل D۔ کنایہ

25۔ ''میرا چاند آ گیا'' اس جملے میں علمِ بیان کی کونسی قسم استعمال ہوئی ہے؟

A۔ تشبیہ B۔ کنایہ C۔ مجازِ مرسل D۔ استعارہ

26۔ ''آمد ہے کربلا کے نیستاں میں شیر کی'' اس مصرعے میں علمِ بیان کا کونسا قاعدہ استعمال ہوا ہے؟

A۔ مجازِ مرسل B۔ استعارہ C۔ تشبیہ D۔ کنایہ

27۔ ''حسنِ یوسف''، ''دمِ عیسیٰ''، ''یدِ بیضا'' کو اصطلاح میں کیا کہیں گے؟

A۔ تشبیہ B۔ استعارہ C۔ کنایہ D۔ تلمیح

28۔ ''قطعہ'' کتنے اشعار پر مشتمل ہوتا ہے؟

A۔ فقط ایک شعر پر B۔ دو شعروں پر C۔ چار شعروں پر D۔ تعداد پر قدغن نہیں

29- ''نسخہ ہائے وفا'' کس کا مجموعۂ کلام ہے؟

A- فیض احمد فیض B- مجید امجد C- ساحر لدھیانوی D- میراجی

30- ''حیاتِ جاوید'' کس کی سوانح عمری ہے؟

A- علامہ اقبال B- ڈاکٹر جاوید اقبال C- سر سیّد احمد خاں D- شیخ سعدی

31- ''آتش پارے'' کس افسانہ نگار کا اوّلین افسانوی مجموعہ ہے؟

A- اشفاق احمد B- سعادت حسن منٹو C- احمد علی D- انتظار حسین

32- ''پنجاب میں اردو'' کے مصنف کون ہیں؟

A- حافظ محمود شیرانی B- ڈاکٹر وحید قریشی C- ڈاکٹر سیّد عبداللہ D- رام لعل

33- ''سوزِ وطن'' کس کے افسانوں کا مجموعہ ہے؟

A- کرشن چندر B- عصمت چغتائی C- پریم چند D- سعادت حسن منٹو

34- ''دستِ تہِ سنگ'' کس کا مجموعۂ کلام ہے؟

A- اختر شیرانی B- مجید امجد C- ن م راشد D- فیض احمد فیض

35- ''اردو کی آخری کتاب'' کے مصنف کون ہیں؟

A- ابنِ انشا B- اشفاق احمد C- مولانا محمد حسین آزاد D- شفیق الرحمٰن

36- ''کلیاتِ یگانہ'' کو کس نے ترتیب دیا ہے؟

A- مشفق خواجہ B- ڈاکٹر جمیل جالبی C- خواجہ محمد زکریا D- ڈاکٹر وحید قریشی

37- ''جہانِ دانش'' کا تعلق کس صنفِ نثر سے ہے؟

A- آپ بیتی B- سفرنامہ C- تمثیل (ڈراما) D- سوانح عمری

38- غلام عباس کا ناولٹ کونسا ہے؟

A- آنندی B- جاڑے کی چاندنی C- کن رس D- گوندنی والا تکیہ

39- ''ہمایوں'' کے مدیر کون تھے؟

A- شاہ دین ہمایوں B- میاں بشیر احمد C- نیاز فتح پوری D- شاہد احمد دہلوی

40- جدید اردو نظم کا آغاز کہاں سے ہوا؟

A- انجمن حمایتِ اسلام (لاہور) B- انجمن پنجاب (لاہور) C- تہذیب الاخلاق (علی گڑھ) D- اودھ پنچ (لکھنؤ)

41- میر تقی میر کے کتنے دیوان ہیں؟

A- فقط ایک B- چار C- چھے D- بارہ

42- ''مسجدِ قرطبہ'' علامہ اقبال کی شاہکار نظم ہے۔ یہ اُن کے کس مجموعے میں شامل ہے؟

A- بانگِ درا B- بالِ جبریل C- ضربِ کلیم D- ارمغانِ حجاز

43- ''مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ'' اردو کا ایک شاہکار مضمون ہے، اس کے مصنف کون ہیں؟

A- سجاد حیدر یلدرم B- مولوی عبدالحق C- رشید احمد صدیقی D- مرزا فرحت اللہ بیگ

44- علامہ اقبال کی شاہکار نظمیں ''شکوہ'' اور ''جوابِ شکوہ'' کس ہیئت میں ہیں؟

A- مخمس B- مسدّس C- مثنوی D- ترکیب بند

45- علامہ اقبال کے اوّلین مجموعۂ کلام ''بانگِ درا'' کا دیباچہ کس نے لکھا؟

A- شاہ دین ہمایوں B- سیّد سلیمان ندوی C- عبدالماجد دریابادی D- سر عبدالقادر

46- ''خدائے سخن'' کس شاعر کو کہا جاتا ہے؟

A- آتش B- مصحفی C- میر تقی میر D- خواجہ میر درد

47- طنزیہ و مزاحیہ شاعری کا سب سے بڑا نام کونسا ہے؟

A- ظریف لکھنوی B- سیّد ضمیر جعفری C- سیّد محمد جعفری D- ان میں سے کوئی نام درست نہیں

48- ''مجلس ترقی ادب'' کا دفتر کس شہر میں واقع ہے؟

A- کراچی B- لاہور C- اسلام آباد D- پشاور

49- میر انیس اور مرزا دبیر نے مرثیے لکھنے کے لیے کونسی صنفِ نظم کو استعمال کیا ہے؟

A- مثنوی B- مربع C- مخمس D- مسدّس

50- غزل کے سب سے دل آویز شعر کو کیا کہتے ہیں؟

A- بیت الغزل B- مطلع C- حسنِ مطلع D- مطلعِ ثانی

51- مولانا حالی کے خیال میں سب سے کارآمد صنفِ نظم کونسی ہے؟

A- غزل B- مثنوی C- قطعہ D- رباعی

52- علامہ اقبال کے کس شعری مجموعے میں ان کا اردو اور فارسی کلام بحصہ برابر شامل ہے؟

A- ضربِ کلیم B- پیامِ مشرق C- زبورِ عجم D- ارمغانِ حجاز

53- ''دھنک پر قدم'' اور ''سات سمندر پار'' کا تعلق کس صنفِ نثر سے ہے؟

A- سفرنامہ B- آپ بیتی C- سوانح عمری D- افسانہ

54- ''شنبہ'' ہفتے کا کون سا دن ہے؟

A- منگل B- جمعرات C- اتوار D- ہفتہ

55- مرزا غالب کی تصنیف ''مہرِ نیمروز'' کا موضوع کیا ہے؟

A- شاعری B- تنقید C- تاریخ D- خودنوشت

56- غلام عباس کے افسانے ''اوورکوٹ'' کے پس منظر میں کس شہر کی سڑکوں کا ذکر ملتا ہے؟

A- دہلی B- لاہور C- کراچی D- لکھنؤ

57- مہدی افادی نے پانچ ادیبوں کو اردو کے عناصرِ خمسہ کہا ہے، اس میں سرسیّد، حالی، آزاد اور نذیر احمد شامل ہیں، پانچویں رکن کا نام کیا ہے؟

A- مولوی ذکاء اللہ B- مولوی چراغ علی C- مولانا شبلی نعمانی D- رتن ناتھ سرشار

58- ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر کاشغر کس ملک کا شہر ہے؟

A- چین B- تاجکستان C- ازبکستان D- افغانستان

59۔ پاکستان کا قومی ترانہ کتنے مصرعوں پر مشتمل ہے؟

A۔ دس　B۔ پندرہ　C۔ بیس　D۔ پچیس

60۔ ''مصوّرِ مشرق'' کن کو کہا جاتا ہے؟

A۔ صادقین　B۔ استاد اللہ بخش　C۔ بشیر موجد　D۔ عبدالرحمٰن چغتائی

61۔ صنفِ سخن ''ہائیکو'' میں کل کتنے مصرعے ہوتے ہیں؟

A۔ تین　B۔ چار　C۔ چھے　D۔ چودہ

62۔ جب الفاظ کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق ہو، تو اسے اصطلاح میں کیا کہیں گے؟

A۔ تشبیہ　B۔ استعارہ　C۔ مجازِ مرسل　D۔ کنایہ

63۔ محمد الدین فوق کو ''شاعرِ کشمیر'' اور ''مجدّدِ کشامرہ'' کے القاب کس نے دیے تھے؟

A۔ خوشی محمد ناظر　B۔ مولانا ظفر علی خاں　C۔ عوام الناس　D۔ علامہ اقبال

64۔ کبھی ''سند باد جہازی'' اور کبھی ''کولمبس'' کے قلمی نام سے فکاہیہ کالم کون لکھتے تھے؟

A۔ وقار انبالوی　B۔ عبدالمجید سالک　C۔ چراغ حسن حسرت　D۔ حاجی لق لق

65۔ تاریخی ناول لکھنے کے اعتبار سے اردو کا ''والٹر اسکاٹ'' کسے کہا جاتا ہے؟

A۔ ایم اسلم　B۔ نسیم حجازی　C۔ قمر اجنالوی　D۔ عبدالحلیم شرر

66۔ پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج کے شعبۂ اردو سے شائع ہونے والے تحقیقی مجلّے کا نام کیا ہے؟

A۔ دریافت　B۔ بازیافت　C۔ ادبیات　D۔ جمالیات

67۔ قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے　اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد　یہ شعر کس کی تخلیق ہے؟

A۔ مولانا محمد علی جوہر　B۔ مولانا حالی　C۔ فیض احمد فیض　D۔ مولانا ظفر علی خاں

68۔ اردو کلاسیکی اور جدید شاعری کا سنگم کس شاعر کو قرار دیا جاتا ہے؟

A۔ مولانا آزاد　B۔ مولانا حالی　C۔ حسرت موہانی　D۔ علامہ اقبال

69۔ ''ایسا شاگرد استاد کو محقق اور محقق کو محقق تر بنا دیتا ہے'' علامہ اقبال کے بارے میں یہ قول کس کا ہے؟

A۔ پروفیسر تھامس آرنلڈ　B۔ میر حسن　C۔ عبدالماجد دریابادی　D۔ سیّد سلیمان ندوی

70۔ آغا حشر کاشمیری کہاں مدفون ہیں؟

A۔ دہلی　B۔ بنارس　C۔ لاہور　D۔ ممبئی

71۔ سرسیّد احمد خاں کس معروف شاعر سے اپنی کتاب کا دیباچہ لکھوانا چاہتے تھے؟

A۔ مصحفی　B۔ ابراہیم ذوق　C۔ مومن خاں مومن　D۔ مرزا غالب

72۔ ''ان کے خطوط کی تعداد کا اندازہ کم و بیش ایک لاکھ سے اوپر ہے۔'' یہ بات وثوق سے کس ہستی کے بارے میں کہی جا سکتی ہے؟

A۔ مرزا غالب　B۔ مولوی عبدالحق　C۔ خواجہ حسن نظامی　D۔ علامہ اقبال

73۔ علامہ اقبال کی اس تصنیف کا نام کیا ہے، جو اقتصادیات میں اردو کی پہلی تصنیف ہے؟

A۔ اسلام اور اقتصادیات　B۔ علم الاقتصاد　C۔ تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ　D۔ ہم اور ہماری اقتصادی حالت

74۔ علامہ اقبال نے اپنی شاعری میں کس صنفِ نظم کو سب سے زیادہ برتا ہے؟

A۔ مثنوی　B۔ غزل　C۔ ترجیع بند　D۔ ترکیب بند

75۔ شاعری میں سوقیانہ، فرسودہ اور پامال الفاظ کا استعمال شعری اصطلاح میں کیا کہلاتا ہے؟

A۔ غرابت　B۔ ابتذال　C۔ ترفع　D۔ ابہام

76۔ آج مجھ سا نہیں زمانے میں　شاعرِ نغز گوئے خوش گفتار　شاعرِ نغز گو اور خوش گفتار کی تعلّی کسے زیب دیتی ہے؟

A۔ مرزا داغ دہلوی　B۔ مومن خاں مومن　C۔ مرزا غالب　D۔ استاد ابراہیم ذوق

77۔ ''لسان العصر'' کسے کہا جاتا ہے؟

A۔ علامہ اقبال　B۔ حسرت موہانی　C۔ اکبر الٰہ آبادی　D۔ استاد ابراہیم ذوق

78۔ ''چلتے ہو تو چین کو چلیے''، ''آوارہ گرد کی ڈائری''، اور ''ابنِ بطوطہ کے تعاقب میں'' کس کی تصانیف ہیں؟

A۔ ابنِ انشا　B۔ مشفق خواجہ　C۔ ڈاکٹر جمیل جالبی　D۔ مستنصر حسین تارڑ

79۔ ''جلال و جمال''، ''رم جھم'' اور ''شعلۂ گل'' کس کے شعری مجموعے ہیں؟

A۔ اختر شیرانی　B۔ حفیظ جالندھری　C۔ حفیظ ہوشیار پوری　D۔ احمد ندیم قاسمی

80۔ ''آشفتہ بیانی میری'' کے مصنف کون ہیں؟

A۔ ابنِ انشا　B۔ رشید احمد صدیقی　C۔ پطرس بخاری　D۔ شفیق الرحمٰن

81۔ اردو میں بشمول ہمزہ حروفِ ابجد کی تعداد کتنی ہے؟

A۔ 35　B۔ 36　C۔ 37　D۔ 38

82۔ اردو کے حروفِ ابجد میں منقوط حروف کتنے ہیں؟

A۔ 15　B۔ 16　C۔ 17　D۔ 18

83۔ اردو غزل کا باوا آدم کسے کہتے ہیں؟

A۔ امیر خسروؒ　B۔ ولی دکنی　C۔ امام بخش ناسخ　D۔ میر تقی میر

84۔ بہادر شاہ ظفر نے اپنے کس درباری شاعر کو ''خاقانیِ ہند'' کا لقب دیا تھا؟

A۔ آغا جان عیش　B۔ صدر الدین آزردہ　C۔ استاد ابراہیم ذوق　D۔ مرزا غالب

85۔ نہ آتے ہمیں اس میں تکرار کیا تھی　مگر وعدہ کرتے ہوئے عار کیا تھی؟　علامہ اقبال کی غزل کے اس شعر کو اصطلاح میں کیا کہیں گے؟

A۔ مطلع　B۔ حسنِ مطلع　C۔ مطلع ثانی　D۔ مقطع

86۔ سوال نمبر 85 کے شعر میں قافیہ کیا ہے؟

A۔ تکرار، عار　B۔ کیا تھی، کیا تھی　C۔ تکرار کیا تھی، عار کیا تھی　D۔ شعر میں قافیہ نہیں ہے

87۔ سوال نمبر 85 کے شعر میں ردیف کیا ہے؟

A۔ کیا تھی　B۔ عار کیا تھی　C۔ تکرار کیا تھی، عار کیا تھی　D۔ شعر میں ردیف نہیں ہے

88۔ ریختہ اردو کا قدیم نام ہے لیکن ریختی سے کیا مراد ہے؟

A۔ گنواروں کی بولی ہے　B۔ ریختہ کی مؤنث ہے　C۔ عورتوں کا روزمرّہ ہے　D۔ عورت کی جانب سے اظہارِ عشق ہے

89۔ ادب کی اصطلاح میں تاریخ گوئی کسے کہتے ہیں؟

A۔ ملک کے حالات قلم بند کرنا B۔ اہم تاریخی دستاویزات لکھنا

C۔ حروف کے عدد سے سال برآمد کرنا D۔ تاریخی واقعات کو زمانی ترتیب دینا

90۔ ''فرہنگِ عامرہ'' کے مصنف کون ہیں؟

A۔ عبداللہ خویشگی B۔ سیّد احمد دہلوی C۔ وارث سرہندی D۔ مولوی نور الحسن نیّر

91۔ درج ذیل داستانوں میں سے کون سی داستان فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے پلیٹ فارم سے لکھی گئی؟

A۔ فسانۂ عجائب B۔ باغ و بہار C۔ قصص الہند D۔ ان میں سے کوئی بھی نہیں

92۔ ''بیگمات کے آنسو'' کس کی تصنیف ہے؟

A۔ شاہد احمد دہلوی B۔ علامہ راشد الخیری C۔ خواجہ حسن نظامی D۔ عبدالحلیم شرر

93۔ حفیظ جالندھری کی شہرہ آفاق تصنیف ''شاہنامہ اسلام'' میں کس صنفِ نظم کو برتا گیا ہے؟

A۔ مثنوی B۔ قصیدہ C۔ مسدّس D۔ مخمس

94۔ کونسا جملہ درست ہے؟

A۔ میں آپ کا مشکور ہوں B۔ میں آپ کا شاکر ہوں C۔ میں آپ کا شکرادا کرتا ہوں D۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں

95۔ مثنوی سحر البیان اور مثنوی گلزارِ نسیم کی سب سے نمایاں خوبی کیا ہے؟

A۔ شوکتِ الفاظ B۔ داستان کا ربط

C۔ زبان و بیان کی سادگی اور بے ساختگی D۔ مافوق الفطرت عناصر سے اجتناب

96۔ اکبر الہ آبادی کے کلام میں سب سے زیادہ نمایاں بات کیا ہے؟

A۔ تغزل B۔ ہجو نگاری C۔ مغربی معاشرت کی حمایت D۔ مغربی معاشرت کی تقلید کی مخالفت

97۔ سجدۂ شکر میں ہے شاخِ ثمر دار ہر ایک دیکھ کر باغِ جہاں میں کرمِ عزّ و جل اس شعر میں کونسی صنعت استعمال ہوئی ہے؟

A۔ لف و نشر B۔ تضاد C۔ مراعاۃ النظیر D۔ حسن تعلیل

98۔ رِند خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تُو تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تُو اس شعر میں کونسی صنعت آئی ہے؟

A۔ تضاد B۔ ایہام C۔ مراعاۃ النظیر D۔ لف و نشر

99۔ فلاحت میں بے مثل و یکتا ہوئے وہ سیاحت میں مشہورِ دنیا ہوئے وہ ''فلاحت'' کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ معاشرت B۔ فلاح و بہبود C۔ کھیتی باڑی D۔ تجارت

100۔ اہلِ زمیں کو نسخۂ زندگیِ دوام ہے خونِ جگر سے تربیت پاتی ہے جو سخنوری ''سخنوری'' کے کیا معنی ہیں؟

A۔ بات چیت B۔ شاعری C۔ پند و نصائح D۔ مضبوط عمارت

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION, LAAHORE

WRITTEN TEST FOR RECRUITMENT TO THE POST OF SUBJECT SPECIALISTS (MALE & FEMALE) IN THE EDUCATIN DEPARTMENT-2013

KEY

Q.No	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.
1	C	21	D	41	C	61	A	81	C
2	B	22	C	42	B	62	B	82	C
3	A	23	A	43	A	63	D	83	B
4	C	24	C	44	B	64	C	84	C
5	B	25	D	45	D	65	D	85	A
6	A	26	B	46	C	66	B	86	A
7	B	27	D	47	D	67	A	87	A
8	D	28	D	48	B	68	B	88	D
9	B	29	A	49	D	69	A	89	C
10	B	30	C	50	A	70	C	90	A
11	A	31	B	51	B	71	D	91	B
12	B	32	A	52	D	72	B	92	C
13	D	33	C	53	A	73	B	93	A
14	C	34	D	54	D	74	A	94	D
15	B	35	A	55	C	75	B	95	C
16	C	36	B	56	B	76	C	96	D
17	A	37	A	57	C	77	C	97	D
18	C	38	D	58	A	78	A	98	A
19	B	39	B	59	B	79	D	99	C
20	C	40	B	60	D	80	B	100	B

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION
WRITTEN TEST FOR RECRUITMENT TO THE POST OF SENIOR SUBJECT SPECIALISTS (MALE & FEMALE) BS-18 IN THE EDUCATIN DEPARTMENT-2013

TIME ALLOWED: 2 HOURS **MAXIMUM MARKS: 100**

1- سکول کیلنڈر سے کیا مراد ہے؟

A- سکول کے جملہ قواعد وضوابط B- سکول میں سپورٹس کا ٹائم ٹیبل

C- سال بھر کے تدریسی وغیر تدریسی مشاغل D- سکول میں امتحانات کا ٹائم ٹیبل

2- تعلیمی پالیسی کا مفہوم کیا ہے؟

A- مجوزہ تعلیمی نصاب B- تعلیمی امور چلانے کا کتابچہ

C- حکومت کے تعلیمی اخراجات کا گوشوارہ D- سال بھر تکمیل کے لیے مجوزہ پروگرام

3- کونسا تصور سکول کے نظم ونسق سے تعلق نہیں رکھتا؟

A- جمہوری نظام B- آمرانہ نظام C- عدمِ مداخلت کا نظام D- تدریس اور تحقیق کا نظام

4- تعلیمی نگرانی کا مقصد کیا ہوتا ہے؟

A- کلاس روم کا جائزہ B- تعلیمی نصاب کی تکمیل پر نظر

C- استاد کی پیشہ ورانہ تدریس میں مدد D- سکول کی غیر نصابی سرگرمیوں کا جائزہ

5- Staff Development کا مطلب ہے:

A- سٹاف کی بھرتی B- سٹاف کی تربیت C- سٹاف میں اضافہ D- سٹاف کا جائزہ

6- ہمارے ملک میں تعلیم کے جملہ امور کی ذمہ داری کس کی ہے؟

A- مقامی انتظامیہ B- ضلعی حکومت C- صوبائی حکومت D- مرکزی حکومت

7- سکول میں کس فنڈ کا آڈٹ کرانا ضروری نہیں ہے؟

A- لائبریری فنڈ B- جرمانہ فنڈ C- ریڈکریسنٹ فنڈ D- سائنس فنڈ

8- Efficiency & Disciplinary Rules کے مطابق ملازم کی کونسی سزا کم ترین ہے؟

A- وارننگ جاری کرنا B- کم ترعہدے پر تنزلی C- سالانہ ترقی کی روک D- ملازمت سے فارغ کرنا

9- چھٹی کے حوالے سے کونسا ملازم Vacation شعبے سے منسلک سمجھا جائے گا؟

A- ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر B- سکول ہیڈ ماسٹر C- سکول ٹیچر D- سکول کلرک

10- یونین فنڈ سے سائنس فنڈ کے لیے کتنے فی صد رقم حاصل کی جاتی ہے؟

A- 10فی صد B- 20 فی صد C- 25 فی صد D- 40 فی صد

11- طلبہ کی شخصیت سازی میں کس امر کو ترجیح دی جاتی ہے؟

A- مارننگ اسمبلی B- کلاس میں تدریس C- ہم نصابی سرگرمیاں D- اچھے نتائج

12- سکول انسپکشن کا تصور پہلے پہل کہاں سے شروع ہوا؟

A- برطانیہ B- چین C- انڈیا D- پاکستان

13- سکول مینجمنٹ کمیٹی کا نام 2000ء میں کس نام سے تبدیل کیا گیا تھا؟

A- سکول بورڈ B- سکول کونسل C- سکول کمیٹی D- سکول سٹاف کمیٹی

14- اردو زبان میں نثر کی تدریس کے لیے مناسب ترین طریقِ تدریس ہے:

A- بحث ومباحثہ B- لیکچر C- سبق خوانی D- سوال جواب

15- اردو زبان کو صحیح طور پر سیکھنے کے لیے سب سے موزوں ہے:

A- گرائمر کی تدریس B- تسہیل الاملاء C- مضمون نویسی D- تدریسِ نظم

16- ''خدائی فوجدار'' کے اردو میں کیا معنی مراد لیے جاتے ہیں؟

A- خستہ وخراب حال B- خدا کی عظمت کے گن گانے والا

C- ہر بات میں ٹانگ اڑانے والا D- خدمتِ خلق کے جذبے سے سرشار

17- ''پیکِ اجل'' کے کیا معنی ہیں؟

A- موت کا قاصد B- ناگہانی موت C- حیاتِ مستعار D- مرنے کے لائق

18- ''کندۂ ناتراش'' کا مفہوم کیا ہے؟

A- معصوم، بھولا بھالا B- بے سلیقہ، گنوار C- تجربہ کار، ہنرمند D- منقش، مُرصّع کار

19- ''بے نیلِ مرام'' سے کیا مراد ہے؟

A- بغیر کسی طلب کے B- بے وفا C- بے ادب D- ناکام ونامراد

20- ''دلندیزی گفتگو'' کے کیا معنی ہیں؟

A- ڈینگ کی گفتگو B- مخربِ اخلاق گفتگو C- عجز وانکسار کی گفتگو D- لیت ولعل کی گفتگو

21- ''پیرِ کنعاں'' کی ترکیب کا مفہوم کیا ہے؟

A- پیرِ حرم B- پیرِ مُغاں C- حضرت یعقوبؑ D- حضرت یوسفؑ

22- ''گرگِ باراں دیدہ'' کے معنی کیا ہیں؟

A- ہونہار B- آزمودہ کار C- پوشیدہ دشمن D- بارہ آنکھوں والا بھیڑیا

23- ''روباہ خصال'' کی ترکیب کا مفہوم کیا ہے؟

A- نیک سیرت B- منصف مزاج C- فریبی ومکار D- ظالم وجابر

24- ''کاغذ کھولنا'' محاورہ ہے، اس کا مطلب ہے:

A- درخواست لکھنا B- عیب فاش کرنا C- یادداشت کے طور پر کاغذ پر لکھنا D- کاغذ کے پرزے اڑانا

25۔ ''حرزِ جاں بنانا'' کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ جان کا دشمن بنانا B۔ جان کی پروانہ کرنا C۔ جان وقف کر دینا D۔ بہت عزیز رکھنا

26۔ ''آگے ناتھ نہ پیچھے پگھا'' ضرب المثل ہے۔ اس کا مفہوم ہے:

A۔ لاوارث B۔ بے دین C۔ بے خوف و خطر D۔ بے باک

27۔ انگریزی صنفِ نظم سانیٹ (Sonnet) کتنے مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے؟

A۔ پانچ B۔ چھے C۔ دس D۔ چودہ

28۔ مولانا محمد حسین آزاد کی تصنیف ''آبِ حیات'' کا موضوع کیا ہے؟

A۔ تذکرہ B۔ تنقید C۔ اردو غزل D۔ متنوع مضامین

29۔ ''غبارِ خاطر'' کا تعلق کس صنفِ ادب سے ہے؟

A۔ مضمون B۔ مکاتیب C۔ انشائیہ D۔ ڈراما

30۔ ''ذکرِ میر'' کس کی خودنوشت ہے؟

A۔ میر درد B۔ میر انیس C۔ میر تقی میر D۔ میر حسن

31۔ ''تلخابۂ شیریں'' کے شاعر کا نام لکھیے:

A۔ اختر شیرانی B۔ حفیظ جالندھری C۔ حسرت موہانی D۔ اصغر گونڈوی

32۔ ''شعرِ شور انگیز'' کا مصنف کون ہے؟

A۔ نظم طباطبائی B۔ غلام رسول مہر C۔ شمس الرحمٰن فاروقی D۔ مولانا شبلی نعمانی

33۔ ''موازنۂ انیس و دبیر'' کے مصنف کا نام لکھیے:

A۔ مولانا حالی B۔ مولانا شبلی نعمانی C۔ کلیم الدین احمد D۔ امداد امام اثر

34۔ ''روشنائی'' کے مصنف کا نام کیا ہے؟

A۔ سجاد ظہیر B۔ علی سردار جعفری C۔ پروفیسر احمد علی D۔ احتشام حسین

35۔ ''تسہیل البلاغت'' کے مصنف کا نام کیا ہے؟

A۔ سید عابد علی عابد B۔ نجم الغنی C۔ امداد امام اثر D۔ محمد سجاد مرزا بیگ

36۔ ''بحر الفصاحت'' کا مصنف کون ہے؟

A۔ مولوی عبدالحق B۔ نجم الغنی C۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی D۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں

37۔ ''ہجر کی رات کا ستارہ'' ناصر کاظمی کے حوالے سے کتاب کس نے ترتیب دی ہے؟

A۔ احمد مشتاق B۔ انتظار حسین C۔ سلیم الرحمٰن D۔ ڈاکٹر سہیل احمد خاں

38۔ پریم چند کے حوالے سے لکھی گئی کتاب ''قلم کا سپاہی'' کس کی تصنیف ہے؟

A۔ گوپی چند نارنگ B۔ امرت رائے C۔ اندر ناتھ مدان D۔ شیورانی دیوی

39۔ ''داستان سے افسانے تک'' کس کی تصنیف ہے؟

A۔ خواجہ محمد زکریا B۔ وقار عظیم C۔ اے بی اشرف D۔ ڈاکٹر سید عبداللہ

40۔ ''تحقیقاتِ چشتی'' آثار لاہور کے بارے میں بڑی موثر و معتبر کتاب ہے۔ یہ کس کی تصنیف ہے؟

A۔ حافظ محمود شیرانی B۔ مولوی احمد بخش یکدل C۔ مولوی محمد ابراہیم خوشدل D۔ مولوی نور احمد

41۔ ''نقدِ میر'' کس کی تصنیف ہے؟

A۔ ڈاکٹر وحید قریشی B۔ ڈاکٹر سید عبداللہ C۔ عبداللہ چغتائی D۔ حافظ محمود شیرانی

42۔ ''مجالس النسا'' اردو کا ایک مقصدی ناول ہے۔ اس کے مصنف کون ہیں؟

A۔ ڈپٹی نذیر احمد B۔ مولانا الطاف حسین حالی C۔ عبدالحلیم شرر D۔ علامہ راشد الخیری

43۔ ''نسخہ ہائے وفا'' کے نام سے کلیاتِ فیض کی طباعت و اشاعت کون کرتا ہے؟

A۔ کاروان بک ہاؤس، لاہور B۔ الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور

C۔ فیروز سنز، لاہور D۔ علمی کتب خانہ، لاہور

44۔ مشرقی تمدن کا آخری نمونہ (گزشتہ لکھنؤ) کے مصنف کون ہیں؟

A۔ مولانا عبدالحلیم شرر B۔ مرزا ہادی علی رسوا C۔ رجب علی بیگ سرور D۔ مسعود حسن رضوی ادیب

45۔ ''عجائباتِ فرنگ'' کا موضوع کیا ہے؟

A۔ سفرنامہ B۔ آپ بیتی C۔ سوانح عمری D۔ تاریخ برطانیہ

46۔ اردو ناولوں کا ''گرنتھ صاحب'' کس ناول کو کہا جاتا ہے؟

A۔ راجہ گدھ B۔ خدا کی بستی C۔ آنگن D۔ علی پور کا ایلی

47۔ علامہ اقبال کی نظم ''ابلیس کی مجلسِ شوریٰ'' ان کے کس مجموعے میں شامل ہے؟

A۔ بانگِ درا B۔ بالِ جبریل C۔ ضربِ کلیم D۔ ارمغانِ حجاز

48۔ نالہ کش شیراز کا بلبل ہوا بغداد پر داغ رویا خون کے آنسو جہان آباد پر (اقبال)

''شیراز کا بلبل'' سے مراد کون ہیں؟

A۔ حافظ شیرازی B۔ شیخ سعدیؒ C۔ ابنِ بدرون D۔ فردوسی طوسی

49۔ سوال نمبر 48 کے حوالے سے بتائیے کہ ''جہان آباد'' سے کیا مراد ہے؟

A۔ دنیا جہان B۔ بغداد C۔ وطنِ مالوف D۔ دلی

50۔ مولانا حالی کے خیال میں شاعر کی حیثیت سے اردو شاعری کو سب سے زیادہ الفاظ کس نے دیے؟

A۔ امام بخش ناسخ B۔ غلام ہمدانی مصحفی C۔ نظیر اکبر آبادی D۔ میر انیس

51۔ علامہ اقبال کی شاہکار نظم ''ساقی نامہ'' کس ہیئت میں ہے؟

A۔ مخمس B۔ مسدس C۔ مثنوی D۔ ترکیب بند

52- "مخزن" کے مدیر کون تھے؟

A- مولانا محمد علی جوہر B- عبدالماجد دریابادی C- حسرت موہانی D- سر عبدالقادر

53- "بدر منیر" کس مثنوی کا کردار ہے؟

A- گلزارِ نسیم B- سحرالبیان C- زہرِ عشق D- خواب وخیال

54- "دیوانِ غالب" کو کس نقاد نے الہامی کتاب قرار دیا ہے؟

A- مولانا حالی B- محمد حسین آزاد C- عبدالرحمٰن بجنوری D- شیخ محمد اکرم

55- سید سجاد حیدر یلدرم کے افسانوں کا مجموعہ کونسا ہے؟

A- خیالستان B- کن رس C- لاجونتی D- پھندنے

56- "بے نقط شاعری" سے کیا مراد ہے؟

A- جس میں نقطہ نہ آئے B- بے سروپا شاعری C- مسلسل مفہوم کی حامل شاعری D- جس میں برا بھلا کہا گیا ہو

57- "قرۃ العین حیدر" اردو کے کس معروف ادیب کی صاحبزادی کا نام ہے؟

A- حیدر بخش حیدری B- حیدر علی آتش C- امجد حیدر آبادی D- سجاد حیدر یلدرم

58- قصیدے میں گریز سے پہلے کونسا فنی عنصر لایا جاتا ہے؟

A- تشبیب B- مدح C- دعا D- حسنِ طلب

59- اقبال کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے حبشی سے کون سی ذات گرامی مراد ہے؟

A- نجاشی (حبشہ کا حکمران) B- حبشہ (افریقہ) کا باشندہ C- حضرت بلال D- حضرت لقمان

60- سوال نمبر 59 کے حوالے سے بتایئے کہ "رومی" سے کون مراد ہے؟

A- سکندر رومی B- مولانا روم C- روم کا بادشاہ D- روم کا باشندہ

61- علامہ اقبال کی معروف نظم "والدہ مرحومہ کی یاد میں" ان کے کس مجموعے میں شامل ہے؟

A- بانگِ درا B- بالِ جبریل C- ضربِ کلیم D- ارمغانِ حجاز

62- "حسن کوزہ گر" شاہکار نظم ہے۔ یہ کس کی تخلیق ہے؟

A- فیض احمد فیض B- ن م راشد C- میراجی D- تصدق حسین خالد

63- "تعلیمِ بالغاں" اور "مرزا غالب بندر روڈ پر" ڈرامے کس کی تخلیق ہیں؟

A- حسینہ معین B- خواجہ معین الدین C- فاطمہ ثریا بجیا D- اشفاق احمد

64- "آگ کا دریا"، "میرے بھی صنم خانے"، "چاندنی بیگم"، "آخرِ شب کے ہم سفر" ناول کس کی تخلیق ہیں؟

A- عصمت چغتائی B- بانو قدسیہ C- قرۃ العین حیدر D- انتظار حسین

65- اردو غزل کا عہدِ زریں کس شاعر کے دور کو کہا جاتا ہے؟

A- میر تقی میر B- ولی دکنی C- فیض احمد فیض D- مرزا غالب

66- "اعلانِ جنگ، دورِ حاضر کے خلاف" یہ الفاظ علامہ اقبال کے کس شعری مجموعے کے سرورق پر درج ہیں؟

A- بانگِ درا B- بالِ جبریل C- ضربِ کلیم D- ارمغانِ حجاز

67- میر انیس کے کلام میں مبالغہ آرائی:

A- اُن کی شاعری کی بڑی خامی ہے B- شاعری کی نمایاں خوبی ہے

C- قطعاً نہیں ہے D- معمولی ہے جو گراں نہیں گزرتی

68- پامال راستوں کو ترک کر کے ایک تخلیقی جذبے کے تحت نئی قدروں میں منہمک ہونے کے عمل کو اصطلاح میں کیا کہیں گے؟

A- کلاسیکیت B- رومانویت C- ارفعیت D- ایمائیت

69- "خامہ بگوش" کس ادیب کا قلمی نام ہے؟

A- مظفر علی سید B- مشفق خواجہ C- ڈاکٹر جمیل جالبی D- انتظار حسین

70- اردو میں بشمول ہمزہ غیر منقوط حروف کی تعداد کتنی ہے؟

A- 18 B- 19 C- 20 D- 21

71- ایسی نظم کو، جس میں بحر اور وزن کی پابندی تو ہو مگر ردیف قافیے کی قید سے آزاد ہو، کیا کہتے ہیں؟

A- آزاد نظم B- نظمِ معریٰ C- نثری نظم D- ان میں سے کوئی جواب درست نہیں

72- بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا آدمی کو میسر نہیں انساں ہونا

مرزا غالب کی ایک غزل کے اس شعر کو اصطلاح میں کیا کہیں گے؟

A- مطلع B- حسنِ مطلع C- مطلعِ ثانی D- مقطع

73- سوال نمبر 72 کے شعر میں قافیہ کیا ہے؟

A- آساں، انساں B- آساں ہونا، انساں ہونا C- کا آساں ہونا، نہیں انساں ہونا D- شعر میں قافیہ نہیں ہے

74- سوال نمبر 72 کے شعر میں ردیف کیا ہے؟

A- ہونا B- آساں، انساں C- آساں ہونا، انساں ہونا D- شعر میں ردیف نہیں ہے

75- کونسا جملہ درست ہے؟

A- وہ ناعاقبت اندیش ہے B- وہ بدعاقبت اندیش ہے C- وہ عاقبت نااندیش ہے D- وہ عاقبت بداندیش ہے

76- خواجہ میر درد اور خواجہ حسن نظامی میں قدرِ مشترک کیا ہے؟

A- نظام الدین اولیا سے نسبت B- دہلویت C- خواجگی D- تصوف

77- اردو ظریفانہ شاعری میں سید محمد جعفری کا نام بہت نمایاں ہے۔ ان کے مجموعۂ کلام کا کیا نام ہے؟

A- نمکدان B- شوخیِ تحریر C- چاندنگر D- مافی الضمیر

78- رشید احمد صدیقی، ابنِ انشا اور مشتاق یوسفی میں قدرِ مشترک کیا ہے؟

A- مزاح نگاری B- خاکہ نگاری C- فکاہیہ کالم نگاری D- سفرنامہ نگاری

79۔ ''خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں'' اکبرالہ آبادی نے کس کی خوبیوں کا اعتراف کیا ہے؟

A۔ نواب وقارالملک B۔ نواب محسن الملک C۔ مولوی سمیع اللہ D۔ سرسیّد احمد خاں

80۔ اردو میں ترقی پسند تحریک کے روحِ رواں کون تھے؟

A۔ منشی پریم چند B۔ فیض احمد فیض C۔ سیّد سجاد ظہیر D۔ ظہیر کاشمیری

81۔ سرِ کوہِ آدم سے تا کوہِ بیضا جہاں جاؤ گے کھوج پاؤ گے اُن کا ''کوہِ آدم'' کہاں واقع ہے؟

A۔ افغانستان میں B۔ سری لنکا میں C۔ ایران کے شمال میں D۔ عدن (یمن) کے نواح میں

82۔ شعر نمبر 81 کے حوالے سے بتایئے کہ کوہِ بیضا (Mount Solorius) کس ملک کا پہاڑ ہے؟

A۔ ہسپانیہ (سپین) B۔ ترکی C۔ لبنان D۔ ایران

83۔ کسی عبارت کی تلخیص کا مسلمہ اصول ہے کہ تلخیص اصل عبارت کے:

A۔ نصف کے قریب ہو B۔ ایک تہائی کے برابر ہو C۔ ایک چوتھائی کے قریب ہو D۔ برابر ہونی چاہیے

84۔ ''خوجی'' کس کا وضع کردہ کردار ہے؟

A۔ رتن ناتھ سرشار B۔ عبدالحلیم شرر C۔ منشی سجاد حسین D۔ شوکت تھانوی

85۔ ''چچا چھکّن'' جیسے لافانی کردار کے خالق کون ہیں؟

A۔ قرۃ العین حیدر B۔ امتیاز علی تاج C۔ شوکت تھانوی D۔ حجاب امتیاز علی

86۔ کلام میں کسی لفظ کے دو معنی نکلتے ہوں اور آدمی مخمصے میں پڑ جائے کہ کون سے معنی مراد ہیں، تو ایسی صنعت کو اصطلاح میں کیا کہتے ہیں؟

A۔ صنعتِ تضاد B۔ صنعتِ مبالغہ C۔ صنعتِ تفریق D۔ صنعتِ ایہام

87۔ ''جہانِ دانش''، ''یادوں کی برات'' اور ''شہاب نامہ'' کا تعلق کس صنفِ نثر سے ہے؟

A۔ سفرنامہ B۔ آپ بیتی C۔ سوانح نگاری D۔ خاکہ نگاری

88۔ خواجہ حسن نظامی کی تصنیف ''سی پارۂ دل'' کے مضامین کی بنیادی خاصیت کیا ہے؟

A۔ مضامین میں تصوف کارفرما ہے B۔ 1857ء کی جنگِ آزادی کا ذکر ہے

C۔ تمام مضامین ترجمہ شدہ ہیں D۔ بزرگانِ دین کے حالات پر مبنی ہیں

89۔ زُمرد، حسین، شیخ علی وجودی، طورمعنی، کاظم جنوبی کس تاریخی ناول کے معروف کردار ہیں؟

A۔ زوالِ بغداد B۔ فلورا فلورینڈا C۔ فردوسِ بریں D۔ ملک العزیز ورجنا

90۔ طوائف کے موضوع پر اردو میں پہلا معروف ناول کون سا ہے؟

A۔ بازارِ حسن B۔ شاہد رعنا C۔ شریف زادہ D۔ امراؤ جان ادا

91۔ ''ہجو'' ایسی صنفِ نظم ہے جس میں:

A۔ برا بھلا کہا گیا ہو B۔ تعریف و توصیف ہو C۔ کسی واقعہ کا بیان ہو D۔ کہیں مذمت، کہیں مدح ہو

92۔ ''بابائے اردو'' مولوی عبدالحق کا لقب ہے۔ بتایئے ''بابائے صحافت'' کن کو کہا جاتا ہے؟

A۔ محمد علی جوہر B۔ ظفر علی خاں C۔ عبدالمجید سالک D۔ چراغ حسن حسرت

93۔ محمود نظامی، ابنِ انشا اور مستنصر حسین تارڑ میں قدرِ مشترک کیا ہے؟

A۔ کالم نگاری B۔ شاعری C۔ سفرنامہ D۔ مزاح نگاری

94۔ مجید امجد کی شہرت کی بڑی وجہ کیا ہے؟

A۔ ہیئت کے زیادہ تجربے کیے B۔ حبِ وطن کے موضوع پر نظمیں کہیں

C۔ نت نئی علامتوں کا اختراع D۔ لوک داستانوں کو منظوم کیا

95۔ مولانا حالی کی طویل نظم ''مسدسِ حالی'' کا موضوع کیا ہے؟

A۔ مسلمانوں کا تابناک ماضی B۔ مدوجزرِ اسلام C۔ حیاتِ طیبہؐ D۔ خلفائے راشدین کا تذکرہ

96۔ یا رب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے جو قلب کو گرما دے، جو روح کو تڑپا دے اس شعر سے کس صنفِ نظم کا اظہار ہوتا ہے؟

A۔ حمد B۔ نعت C۔ مناجات D۔ منقبت

97۔ ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح ملت ہے جسم جاں ہے محمد علی جناح یہ شعر کس کی تخلیق ہے؟

A۔ مولانا ظفر علی خاں B۔ اکبر لاہوری C۔ عابد علی عابد D۔ میاں بشیر احمد

98۔ جو آ کے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا جو جا کے نہ آئے وہ جوانی دیکھی اس شعر میں صنعتِ تضاد کا استعمال کتنی بار ہوا ہے؟

A۔ فقط ایک بار B۔ دو بار C۔ تین بار D۔ چار بار

99۔ ہرگز نہ تھا زمانہ سابق میں یہ فلک جس آسماں کی دھوم تھی، وہ آسماں ہے اب اردو غزل میں ''آسمان'' کس بات کی علامت ہے؟

A۔ دوستی B۔ دشمنی C۔ حسن و زیبائی D۔ شہرت اور ناموری

100۔ پیاسی جو تھی سپاہِ خدا تین رات کی ساحل سے سر پٹکتی تھیں موجیں فرات کی اس شعر میں کونسی صنعت استعمال ہوئی ہے؟

A۔ مراعاۃ النظیر B۔ لف و نشر C۔ حسنِ تعلیل D۔ کسی صنعت کا استعمال نہیں ہوا

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION

WRITTEN TEST FOR RECRUITMENT TO THE POST OF SENIOR SUBJECT SPECIALISTS (MALE & FEMALE) BS-18 IN THE EDUCATIN DEPARTMENT-2013

KEY

Q.No	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.
1	C	21	C	41	B	61	A	81	B
2	D	22	B	42	B	62	B	82	A
3	D	23	C	43	A	63	B	83	B
4	C	24	B	44	A	64	C	84	A
5	B	25	D	45	A	65	D	85	B
6	C	26	A	46	D	66	C	86	D
7	B	27	D	47	D	67	B	87	B
8	A	28	A	48	B	68	B	88	A
9	C	29	B	49	D	69	B	89	C
10	B	30	C	50	C	70	C	90	D
11	C	31	B	51	C	71	B	91	A
12	A	32	C	52	D	72	A	92	B
13	B	33	B	53	B	73	A	93	C
14	C	34	A	54	C	74	A	94	A
15	B	35	B	55	A	75	C	95	B
16	C	36	B	56	A	76	D	96	C
17	A	37	A	57	D	77	B	97	D
18	B	38	B	58	A	78	A	98	C
19	D	39	B	59	C	79	D	99	B
20	A	40	D	60	A	80	C	100	C

ڈائریکٹریٹ آف سٹاف ڈیویلپمنٹ، سکول ایجوکیشن
ڈیپارٹمنٹ، گورنمنٹ آف دی پنجاب، لاہور
جامع امتحان ماہرِ مضمون و سینئر ماہرِ مضمون اردو 2014ء

رول نمبر----------

وقت 45 منٹ

کل نمبر:50

نوٹ: درست جواب پر صاد کا نشان (✓) کسی بھی طریقے سے مٹا کر لکھا گیا جواب غلط تصور ہوگا۔

1۔ ''جہانِ دانش''، ''یادوں کی برات'' اور ''شہاب نامہ'' کا تعلق کس صنفِ نثر سے ہے؟

A۔ سفرنامہ B۔ آپ بیتی C۔ سوانح نگاری D۔ خاکہ نگاری

2۔ محمود نظامی، ابنِ انشا اور مستنصر حسین تارڑ میں قدرِ مشترک کیا ہے؟

A۔ کالم نگاری B۔ شاعری C۔ مزاح نگاری D۔ سفرنامہ

3۔ جوش ملیح آبادی کی تصنیف ''یادوں کی برات'' حقیقت میں:

A۔ ہم عصر شعرا کا تذکرہ ہے B۔ گزشتہ یادداشتوں کا مرقع ہے

C۔ ان کی خودنوشت ہے D۔ باغیانہ نظموں کا مجموعہ ہے

4۔ ''بے نقط شاعری'' سے کیا مراد ہے؟

A۔ جس میں نقطہ نہ آئے B۔ بے ہنگم شاعری C۔ جس میں برا بھلا کہا گیا ہو D۔ مسلسل مفہوم کی حامل شاعری

5۔ کون سا جملہ درست ہے؟

A۔ وہ مجھ سے نظریں چراتا ہے B۔ وہ مجھ سے آنکھیں چراتا ہے

C۔ وہ مجھ سے نظر چراتا ہے D۔ وہ مجھ سے نگاہیں چراتا ہے

6۔ کونسا جملہ درست ہے؟

A۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں B۔ میں آپ کا مشکور ہوں C۔ میں آپ کا شکر ادا کرتا ہوں D۔ میں آپ کا شاکر ہوں

7۔ ''حیاتِ جاوید'' کس کی سوانح عمری ہے؟

A۔ ڈاکٹر جاوید اقبال B۔ مرزا غالب C۔ شیخ سعدی D۔ ان میں سے کوئی نام درست نہیں

8۔ مولانا جعفر تھانیسری کی کتاب ''کالا پانی'' اور حکیم احمد شجاع کی ''خوں بہا'' کا تعلق کس صنفِ نثر سے ہے؟

A۔ انشائیہ B۔ سفرنامہ C۔ خودنوشت D۔ سوانح عمری

9۔ قرۃ العین حیدر کی تصنیف ''کارِ جہاں دراز ہے'' کا موضوع ہے:

A۔ سفرنامہ B۔ سوانح عمری C۔ آپ بیتی D۔ ناول

10۔ پاکستانی ادب کی تحریک کی اوّلین آواز کس نے بلند کی؟

A۔ سلیم احمد B۔ رشید امجد C۔ محمد حسن عسکری D۔ ڈاکٹر تحسین فراقی

11۔ علامہ اقبال کے فرزند ارجمند ڈاکٹر جاوید اقبال نے علامہ اقبال کی سوانح عمری کس عنوان سے لکھی؟
A۔ اپنا گریباں چاک B۔ حیاتِ اقبال C۔ زندہ رُود D۔ اقبالِ کامل

12۔ شاہ اسماعیل شہید کے معروف اردو رسالے کا نام تھا:
A۔ نوائے اسماعیل B۔ الجہاد C۔ تقویۃ الایمان D۔ احیائے اسلام

13۔ ''ارکانِ خمسہ'' کی ترکیب کس معروف ادیب کی اختراع ہے؟
A۔ ظفر علی خاں B۔ سجاد انصاری C۔ مہدی افادی D۔ راجہ مہدی علی خاں

14۔ سرسیّد احمد خاں کا پرچہ ''علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ'' کس زبان میں شائع ہوتا تھا؟
A۔ فارسی B۔ اردو C۔ انگریزی D۔ اردو، انگریزی دونوں

15۔ انگلستان سے واپسی پر سرسیّد نے کون سا رسالہ جاری کیا؟
A۔ رسالہ اسبابِ بغاوت B۔ سیّد الاخبار C۔ تہذیب الاخلاق D۔ رسالہ کلمۃ الحق

16۔ شبلی نعمانی کی پہلی باقاعدہ تصنیف کا نام ہے:
A۔ الفاروق B۔ سوانح مولانا روم C۔ الغزالی D۔ المامون

17۔ شبلی نعمانی کے عطیہ فیضی کے نام خطوط کس محقق نے کتابی صورت میں شائع کیے؟
A۔ پروفیسر عثمان B۔ ڈاکٹر سیّد عبداللہ C۔ ڈاکٹر وحید قریشی D۔ ڈاکٹر انور سدید

18۔ مولانا حالی کا شجرۂ نسب کس معروف بزرگ سے جاملتا ہے؟
A۔ ابوایوب انصاریؓ B۔ ابوبکر صدیقؓ C۔ ابوہریرہؓ D۔ ابوجندلؓ

19۔ مولانا حالی کو ''بھلا مانس غزل گو'' کس نے قرار دیا؟
A۔ سرسیّد احمد خاں B۔ شبلی نعمانی C۔ مرزا غالب D۔ فراق گورکھپوری

20۔ ''سوانح عمری'' کس علم کی شاخ ہے؟
A۔ بشریات B۔ نفسیات C۔ تاریخ D۔ سیاسیات

21۔ ڈپٹی نذیر احمد نے اپنی عملی زندگی کا آغاز کس حیثیت سے کیا؟
A۔ مترجم B۔ معلّم C۔ ڈپٹی انسپکٹر D۔ تحصیل دار

22۔ مولانا محمد حسین آزاد شاعری میں کس معروف شاعر کے شاگرد تھے؟
A۔ مرزا غالب B۔ بہادر شاہ ظفر C۔ شیخ ابراہیم ذوق D۔ مومن خاں مومن

23۔ مولانا محمد حسین آزاد گورنمنٹ کالج لاہور میں کس مضمون کے پروفیسر مقرر ہوئے؟
A۔ عربی B۔ انگریزی C۔ اردو D۔ فارسی

24۔ محاورہ کے لیے لازمی ہے کہ وہ:
A۔ اپنے مجازی معنی دے B۔ اپنے حقیقی معنی دے C۔ فقط ایک لفظ پر مشتمل ہو D۔ فقط دو لفظوں پر مشتمل ہو

25۔ روز مرّہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ:
A۔ محاورہ بھی ہو B۔ قواعد کے اصولوں کے مطابق ہو
C۔ اپنے حقیقی معنی دے D۔ اپنے مجازی معنی دے

26۔ ''کھیت رہنا'' محاورہ ہے۔ اس کے معنی کیا ہیں؟
A۔ کھیت میں ستانا B۔ کھیت کو اجاڑ دینا C۔ کھیت کا سرسبز ہونا D۔ لڑائی میں مارے جانا

27۔ ''فاختہ اڑانا'' کا مفہوم ہے:
A۔ ہانک لگانا B۔ مزے اڑانا C۔ شور مچانا D۔ تہس نہس کرنا

28۔ ''شین قاف درست ہونا'' سے کیا مراد ہے؟
A۔ ادب سے گفت گو کرنا B۔ دھیمے لہجے میں بات کرنا C۔ زبان کا تلفظ صحیح ہونا D۔ خوش لباس ہونا

29۔ ''گنگا نہانا'' محاورہ ہے۔ اس کے معنی کیا ہے؟
A۔ قسم کھانا B۔ مشکل کام کو سرانجام دینا C۔ ہنسی مذاق کرنا D۔ پھاگ کھیلنا

30۔ ہیت کے اعتبار سے رباعی:
A۔ آسان صنفِ سخن ہے B۔ مشکل صنفِ سخن ہے C۔ ایک خاص بحر میں کہی جاتی ہے D۔ کسی بھی بحر میں کہی جا سکتی ہے

31۔ غزل کی زبان کیسی ہوتی ہے؟
A۔ علائم و رموز کی زبان B۔ غم والم کی زبان C۔ ہجر و فراق کی زبان D۔ تزک و احتشام کی زبان

32۔ ع ''آمد ہے کربلا کے نیستاں میں شیر کی'' اس مصرعے میں علم بیان کا کون سا قاعدہ بیان ہوا ہے؟
A۔ استعارہ B۔ تشبیہ C۔ کنایہ D۔ مجاز مرسل

33۔ کلام میں کچھ باتوں کا ذکر کر کے ان کی مناسبت سے متعلقات کا ذکر کرنا علمِ بدیع کی اصطلاح میں کیا کہلاتا ہے؟
A۔ مراعات النظیر B۔ لف و نشر C۔ ایہام D۔ حسنِ تعلیل

34۔ سبزے کو جب کہیں جگہ نہ ملی بن گیا روئے آب پر کائی ابراہیم ذوق کے اس شعر میں کون سی صنعت آئی ہے؟
A۔ تضاد B۔ ایہام C۔ مبالغہ D۔ مراعات النظیر

35۔ اصنافِ نظم میں ''قطعہ'' کتنے اشعار پر مشتمل ہوتا ہے؟
A۔ دو شعروں پر B۔ چار شعروں پر C۔ چھے شعروں پر D۔ تعداد پر پابندی نہیں

36۔ ادب کی اصطلاح میں ''تاریخ گوئی'' کسے کہتے ہیں؟
A۔ ملک کے اہم حالات قلم بند کرنا B۔ تاریخی واقعات کا تذکرہ کرنا
C۔ حروف کے عدد سے سال برآمد کرنا D۔ تاریخی واقعات کو زمانی اعتبار سے لکھنا

37۔ جدید اردو نظم کا آغاز کہاں سے ہوا؟

A۔ اودھ پنچ (لکھنؤ)　　B۔ تہذیب الاخلاق (علی گڑھ)

C۔ انجمن حمایت اسلام (لاہور)　　D۔ انجمن پنجاب (لاہور)

38۔ اردو ادب میں ترقی پسند تحریک کے روحِ رواں کون تھے؟

A۔ منشی پریم چند　　B۔ سیّد سجاد ظہیر　　C۔ فیض احمد فیض　　D۔ ظہیر کاشمیری

39۔ ''شاعرِ کشمیر'' کے لقب سے کون ملقّب ہیں؟

A۔ محمد دین فوق　　B۔ چودھری خوشی محمد ناظر　　C۔ حفیظ جالندھری　　D۔ علامہ اقبال

40۔ کسی قائل کا قول من وعن اسی کے الفاظ میں درج کرنے کے لیے رموزِ اوقاف کی کون سی علامت آتی ہے؟

A۔ تفصیلیہ　　B۔ فجائیہ　　C۔ قوسین　　D۔ داوین

41۔ سیّد مظفر حسین برنی نے کس ادبی و سیاسی شخصیت کے خطوں کو چار ضخیم جلدوں میں مدوّن کیا ہے؟

A۔ مولانا ظفر علی خاں　　B۔ سیّد سلیمان ندوی　　C۔ علامہ اقبال　　D۔ خواجہ حسن نظامی

42۔ ''مہرِ نیمروز'' مرزا غالب کی تصنیف ہے۔ اس کا موضوع کیا ہے؟

A۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے خونیں واقعات　　B۔ خاندانِ مغلیہ کی ناتمام تاریخ

C۔ مرزا غالب کے فارسی خطوط کا مجموعہ　　D۔ مرزا غالب کے اردو خطوط کا ایک مجموعہ ہے

43۔ ''شہر آشوب'' کون سی صنفِ نظم ہے؟

A۔ جس میں کسی ایک شہر کے شاعروں کا تذکرہ ہو　　B۔ جس میں کسی شہر کی تاریخ بیان کی گئی ہو

C۔ جس میں کسی شہر پر مسلط جنگوں کا بیان ہو　　D۔ جس میں کسی شہر کی پریشانی، گردش زمانی اور ابتری کا بیان ہو

44۔ ؎ رات کو آگ اور دن کو دھوپ　　بھاڑ میں جائیں ایسے لیل و نہار

اس شعر میں صنعتِ تضاد کا استعمال کتنی بار ہوا ہے؟

A۔ ایک بار بھی نہیں　　B۔ ایک بار　　C۔ دو بار　　D۔ تین بار

45۔ ؎ یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے　　گلیم بوذر و دلق اویس و چادر زہرا

اس شعر میں مرکبِ اضافی کا استعمال کتنی بار ہوا ہے؟

A۔ چار بار　　B۔ تین بار　　C۔ دو بار　　D۔ ایک بار بھی نہیں ہوا

46۔ پامال راستوں کو ترک کر کے ایک تخلیقی جذبے کے تحت نئی قدروں کی تلاش میں منہمک ہونے کے عمل کو ادب کی اصطلاح میں کیا نام دیا جاتا ہے؟

A۔ کلاسیکیت　　B۔ ارفعیت　　C۔ رومانویت　　D۔ ایمائیت

47۔ علامہ اقبال نے اپنی شاعری میں کسی صنفِ نظم کو سب سے زیادہ برتا ہے؟

A۔ غزل　　B۔ ترجیع بند　　C۔ مثنوی　　D۔ ترکیب بند

48۔ حاصل رباعی (حاصلِ گفت گو) کون سا مصرع ہوتا ہے؟

A۔ چوتھا مصرع　　B۔ تیسرا مصرع　　C۔ دوسرا مصرع　　D۔ پہلا مصرع

49۔ ؎ مری قدر کر اے زمینِ سخن!　　تجھے بات میں آسماں کر دیا
سبک ہو چلی تھی ترازوئے شعر　　مگر ہم نے پلّہ گراں کر دیا

بتائیے ان اشعار کا تعلق کس صنفِ شاعری سے ہے؟

A۔ قطعہ　　B۔ رباعی　　C۔ دوبیتی　　D۔ قصیدہ

50۔ سوال نمبر 49 کے حوالے سے بتائیے کہ یہ اشعار کس کے ہیں؟ یا یہ کہ اس شعر میں بیان کردہ تعلّی کسے زیب دیتی ہے؟

A۔ میر تقی میر　　B۔ داغ دہلوی　　C۔ محمد ابراہیم ذوق　　D۔ میر انیس

❀❀

ڈائریکٹریٹ آف سٹاف ڈیویلپمنٹ، سکول ایجوکیشن ڈیپاٹمنٹ، گورنمنٹ آف دی پنجاب، لاہور

جامع امتحان ماہرِ مضمون و سینئر ماہرِ مضمون اردو 2014ء

KEY

Q.No	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.
1	B	11	C	21	B	31	A	41	C
2	D	12	C	22	C	32	A	42	B
3	C	13	C	23	A	33	B	43	D
4	A	14	D	24	A	34	C	44	C
5	B	15	C	25	C	35	D	45	A
6	A	16	D	26	D	36	C	46	C
7	D	17	C	27	B	37	D	47	C
8	C	18	A	28	C	38	B	48	A
9	D	19	D	29	B	39	A	49	A
10	C	20	C	30	B	40	D	50	D

❀❀

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION
WRITTEN TEST FOR RECRUITMENT TO THE POST OF SUBJECT SPECIALIST (BS-17) (MALE/FEMALE) IN THE PUNJAB SCHOOL EDUCATION DEPARTMENT 2015

TIME ALLOWED: 2 HOURS **MAXIMUM MARKS: 100**

---

1 ایجوکیشنل کانفرنس 1947ء کی صدارت کس نے کی تھی؟

(A) قائداعظم نے (B) لیاقت علی خاں نے (C) فضل الرحمٰن نے (D) ان میں سے کسی نے نہیں

2 پاکستان میں نیشنل ایجوکیشن کانفرنس کا پہلی بار انعقاد کب ہوا؟

(A) 1947ء میں (B) 1951ء میں (C) 1956ء میں (D) 1973ء میں

3 ''پنجاب یونیورسٹی'' علم و آگہی کا ایک مؤقر ادارہ ہے۔ اس کا قیام کب عمل میں آیا تھا؟

(A) 1857ء میں (B) 1864ء میں (C) 1882ء میں (D) 1948ء میں

4 فورٹ ولیم کالج کلکتہ کا قیام کب عمل میں آیا تھا؟

(A) 10 جولائی 1800ء کو (B) یکم اگست 1837ء کو (C) 5 مئی 1857ء کو (D) 10 نومبر 1919ء کو

5 پہلے پہل تعلیمی اداروں کی انسپکشن کا طریق کار کہاں اپنایا گیا؟

(A) برٹش انڈیا میں (B) پاکستان میں (C) چین میں (D) برطانیہ میں

6 ڈائریکٹوریٹ آف سٹاف ڈویلپمنٹ (DSD) کا کام ہے:

(A) سٹاف بھرتی کرنا (B) سٹاف کی ٹریننگ (C) سٹاف میں اضافہ کرنا (D) ان میں سے کوئی درست نہیں

7 ماہر مضمون (Subject Specialist) میں یہ قابلیت ہونی چاہیے کہ وہ:

(A) نصاب تعلیم تیار کر سکے (B) اپنا نصاب پڑھا سکے (C) نظم و ضبط برقرار رکھے (D) ان سب کا حامل ہونا چاہیے

8 پنجاب میں سکول ایجوکیشن کس کی ذمہ داری ہے:

(A) یونین کونسل کی (B) تحصیل کی (C) ضلع کی (D) ان تمام کی

9 پاکستان میں ہائر سیکنڈری سکول سسٹم کا نفاذ کب عمل میں آیا؟

(A) 1956-57ء میں (B) 1972-73ء میں (C) 1986-87ء میں (D) 1999-2000ء میں

10 طلبہ اپنا زیادہ تر وقت گزارنا پسند کرتے ہیں:

(A) ہم جولیوں کے ساتھ (B) اساتذہ کے ساتھ (C) والدین کے ساتھ (D) رشتے داروں کے ساتھ

11 پاکستان میں سیکنڈری ایجوکیشن کا آغاز نویں درجے سے ہوتا ہے۔ یہ کتنے عرصے پر محیط ہے؟

(A) فقط ایک سال (B) دو سال (C) تین سال (D) چار سال

12 ہمارے ملک میں تعلیم کے جملہ امور کی ذمہ داری کس کی ہے؟

(A) مقامی انتظامیہ کی (B) ضلعی حکومت کی (C) صوبائی حکومت کی (D) مرکزی حکومت کی

13 طلبہ کی شخصیت سازی میں کس امر کو زیادہ ترجیح دی جاتی ہے؟

(A) مارننگ اسمبلی (B) کلاس میں تدریس (C) ہم نصابی سرگرمیاں (D) اچھے نتائج

14 Efficiency & Disciplinary Rules کے مطابق ملازم کی کون سی سزا کم ترین ہے؟

(A) ملازمت سے فارغ کرنا (B) سالانہ ترقی کی روک (C) کم تر عہدے پر تنزلی (D) وارننگ جاری کرنا

15 حسِ بصارت (Sense of Seeing) کے ذریعے علم کا حصول کس قدر کیا جاتا ہے؟

(A) 3 فی صد (B) 6 فی صد (C) 13 فی صد (D) 75 فی صد

16 سکول کی بزمِ ادب کی سرگرمیوں کا شمار کس میں ہوتا ہے؟

(A) مارننگ اسمبلی (B) تدریس قواعد (C) ہم نصابی سرگرمیاں (D) غیر نصابی سرگرمیاں

17 تدریس اردو کے لیے مؤثر ترین طریق تدریس ہے:

(A) لیکچر (B) لیکچر + مشاہدہ (C) سوال جواب سیمینار (D) قرأت کا طریق + لیکچر

18 پاکستان میں اردو زبان لکھنے کے لیے بالعموم کون سا رسم الخط پسند اور استعمال کیا جاتا ہے؟

(A) نستعلیق (B) نسخ (C) رومن (D) دیوناگری

19 کس ملک کے وزیرِ اعظم نے کہا تھا: ''ہم گونگے نہیں، اپنی زبان رکھتے ہیں، اسی میں گفت گو کریں گے۔''

(A) سری لنکا (B) جاپان (C) پاکستان (D) ان میں سے کوئی نہیں

20 ان میں سے کون سا تصور تدریسی معاونات میں شمار نہیں ہوتا:

(A) تختہ سیاہ (B) تختۂ اطلاعات (C) فلالین بورڈ (D) مباحثہ

21 نصاب سازی کا ذمے دار کون ہے؟

(A) سکول کا سربراہ (B) ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر (C) صوبائی محکمہ تعلیم (D) مرکزی وزارتِ تعلیم

22 زبان سیکھنے کے لیے مؤثر ترین نظامِ تعلیم کون سا ہے؟

(A) رسمی نظامِ تعلیم (B) فاصلاتی نظامِ تعلیم (C) غیر منظم نظامِ تعلیم (D) معاشرے کی رسوم و روایات

23 نصاب سے مراد ہے:

(A) جماعت کا کورس (B) ہم نصابی سرگرمیاں (C) تعلیمی ادارے کی اندرون و بیرون علمی سرگرمیاں (D) سلیبس

24 کلاس کی تدریس کے دوران میں سمعی و بصری معاونات کے استعمال سے:

(A) سیکھنے کے عمل میں بہتری پیدا ہوتی ہے (B) اخراجات زیادہ ہو جاتے ہیں

(C) معاشرتی زندگی میں بہتری آتی ہے (D) استاد اپنے تدریسی عمل کا جائزہ لے لیتا ہے

25 تعلیمی نگرانی کے جدید تصور کا مفہوم ہے:

(A) اساتذہ کی غلطیوں کی نشان دہی کرنا (B) نااہل اساتذہ کی سرزنش کرنا

(C) اساتذہ کو مؤثر تدریس کے لیے رہنمائی دینا (D) بچوں کے گھر کا کام چیک کرنا

26 ''اوس پڑنا'' محاورہ ہے، اس کا مفہوم ہے:

(A) آدھی رات کے بعد کا وقت (B) خوشی کی کیفیت (C) سفر کی تیاری (D) مایوسی کی حالت

27 ''برافروختہ ہونا'' محاورہ ہے، اس کا مطلب ہے:

(A) خرید و فروخت کرنا (B) بر تلاش کرنا (C) غصے میں بھرا ہوا (D) عجلت میں ہونا

28 ''جوا اتارنا'' محاورہ ہے۔ اس کے معنی ہیں:

(A) آزاد ہونا (B) جوئے میں جیتنا (C) جوئے میں ہارنا (D) سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنا

29 ''خفیف ہونا'' اردو محاورہ ہے، یہ کن معنوں میں لیا جاتا ہے؟

(A) خوش و خرم ہونا (B) شرمندہ ہونا (C) دبلا پتلا ہونا (D) پیٹ بھر کر کھانا

30 ''دکان بڑھانا'' اردو محاورہ ہے۔ اس کا کیا مفہوم ہے؟

(A) دکان کے رقبے میں اضافہ کرنا (B) دکان کے مال میں سے زکوۃ نکالنا (C) کاروبار پھیلانا (D) دکان بند کرنا

31 ''تسہیل البلاغت'' علمِ بیان و بدیع پر معروف تصنیف ہے۔ اس کے مصنف کون ہیں؟

(A) مولوی عبدالحق (B) نجم الغنی (C) محمد سجاد مرزا بیگ (D) انشاء اللہ خاں انشاء

32 علم بیان و بدیع کے موضوع پر مشہور کتاب ''بحر الفصاحت'' کس کی تصنیف ہے؟

(A) سید وقار عظیم (B) نجم الغنی (C) میر بہادر علی حسینی (D) مولوی عبدالحق

33 ''کایا پلٹ'' اور ''پیاری دنیا'' کس کے ناول ہیں؟

(A) عزیز احمد (B) قاضی عبدالغفار (C) کرشن چندر (D) سجاد ظہیر

34 امام بخش ناسخ نے کس زبان کے الفاظ شاعری کی زبان سے خارج کر دیے تھے؟

(A) ترکی (B) ہندی (C) مراٹھی (D) گجراتی

35 ''لازم تھا کہ دیکھو مرا رستا کوئی دن اور'' کس شاعر کے مرثیے کا مصرع ہے؟

(A) میر انیس (B) مرزا دبیر (C) مرزا غالب (D) مولانا حالی

36 آغا حشر کاشمیری کی آخری آرام گاہ کس شہر میں ہے؟

(A) بمبئی (B) امرتسر (C) بنارس (D) لاہور

37 لسان العصر اکبر الہ آبادی پر پی ایچ۔ڈی کا مقالہ کس نے لکھا؟

(A) ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار (B) ڈاکٹر معین الرحمٰن (C) ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا (D) ڈاکٹر تحسین فراقی

38 پی ٹی وی کے معروف ڈرامے ''اندھیرا اجالا'' کے مصنف کون ہیں؟

(A) یونس جاوید (B) امجد اسلام امجد (C) اصغر ندیم سید (D) اشفاق احمد

39 ''دستِ تہِ سنگ'' کا تعلق کس صنفِ ادب سے ہے؟

(A) زنداں نامہ (B) خود نوشت (C) افسانہ (D) شاعری

40 ''مجلس ترقی ادب لاہور'' کے موجودہ ناظم کا نام ہے؟

(A) عطاء الحق قاسمی (B) تحسین فراقی (C) شہزاد احمد (D) خورشید رضوی

41 ''مرثیہ'' کس زبان کا لفظ ہے؟

(A) فارسی (B) ترکی (C) ہندی (D) ان میں سے کوئی درست نہیں

42 پاکستان میں اردو کو قومی و سرکاری و دفتری زبان کے طور پر نافذ کرنے کا تاریخ ساز فیصلہ سپریم کورٹ کے کس چیف جسٹس کا ہے؟

(A) جسٹس افتخار محمد چودھری (B) جسٹس جواد ایس خواجہ (C) جسٹس سجاد علی شاہ (D) جسٹس تصدق حسین جیلانی

43 اردو لغت بورڈ کا دفتر پاکستان کے کس شہر میں ہے؟

(A) کراچی (B) حیدرآباد (C) لاہور (D) اسلام آباد

44 ''ہفت پیکر'' کس کا افسانوی مجموعہ ہے؟

(A) جعفر طاہر (B) حفیظ جالندھری (C) علی عباس حسینی (D) اوپندر ناتھ اشک

45 ''تحقیقی زاویے'' کس یونیورسٹی کا میگزین ہے؟

(A) قرطبہ یونیورسٹی، پشاور (B) الخیر یونیورسٹی بھمبر (آزاد کشمیر)

(C) نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوایجز (نمل) اسلام آباد (D) پنجاب یونیورسٹی لاہور

46 ''یعنی''، ''لیکن''، ''گمان'' اور ''شاید'' جیسے شعری مجموعوں کے خالق کون ہیں؟

(A) جون ایلیا (B) مضطر خیرآبادی (C) ادا جعفری (D) کشور ناہید

47 ماہِ تمام'' کس شاعرہ کے کلیات کا نام ہے؟

(A) پروین فنا سید (B) پروین شاکر (C) ادا جعفری (D) کشور ناہید

48 ''گھنگھرو ٹوٹ گئے'' کس شاعر کی آپ بیتی ہے؟

(A) ظہیر کاشمیری (B) کیفی اعظمی (C) قتیل شفائی (D) ساحر لدھیانوی

49 محمود ہاشمی کی کتاب ''کشمیر اداس ہے'' کا تعلق کس صنفِ نثر سے ہے؟

(A) افسانہ (B) آپ بیتی (C) سفرنامہ (D) رپورتاژ

50 مشہور نعتیہ قصیدہ لامیہ کس شاعر کی تخلیق ہے؟

(A) محسن کاکوروی (B) حفیظ تائب (C) مظفر وارثی (D) حافظ لدھیانوی

51 ''دشتِ سُوس'' کس کا لکھا ناول ہے؟

(A) بانو قدسیہ (B) جمیلہ ہاشمی (C) خدیجہ مستور (D) الطاف فاطمہ

52 ''کئی چاند تھے سرِ آسماں'' شمس الرحمٰن فاروقی کا شاہکار ناول ہے۔ ناول کا عنوان کس شاعر کا مصرع ہے؟

(A) سجاد باقر رضوی (B) احمد مشتاق (C) شہرت بخاری (D) ناصر کاظمی

53 ''روشنائی'' کس کی تصنیف ہے؟

(A) مہدی افادی (B) عبدالمجید سالک (C) سجاد ظہیر (D) فیض احمد فیض

54 معروف ناول نگار عبداللہ حسین کی وفاتِ حسرت آیات 2015ء کی کس تاریخ کو ہوئی؟

(A) یکم مئی کو (B) 5/جون کو (C) 4/جولائی کو (D) 6/جولائی کو

55 ''روزگارِ فقیر'' علامہ اقبال کی کس نوعیت کی نگارشات کا مجموعہ ہے؟

(A) مکتوبات (B) ملفوظات (C) خطبات (Lectures) (D) منظومات

56 ''کلیاتِ میراجی'' کو کس نے مرتب کیا؟

(A) اختر الایمان (B) ڈاکٹر وحید قریشی (C) ڈاکٹر جمیل جالبی (D) مشفق خواجہ

57 سجاد باقر رضوی کے پہلے مجموعۂ کلام ''تیشۂ لفظ'' کا دیباچہ کس معروف شاعر نے لکھا تھا؟

(A) ناصر کاظمی (B) احمد ندیم قاسمی (C) فیض احمد فیض (D) حفیظ جالندھری

58 علامہ اقبال کی معروف نظم ''بڈھے بلوچ کی نصیحت بیٹے کو'' ان کے کس مجموعے میں شامل ہے؟

(A) بانگِ درا (B) بالِ جبریل (C) ضربِ کلیم (D) ارمغانِ حجاز

59 علامہ اقبال کی طویل نظم ''طلوعِ اسلام'' ان کے کس مجموعے میں شامل ہے؟

(A) ارمغانِ حجاز (B) ضربِ کلیم (C) بالِ جبریل (D) بانگِ درا

60 مولانا حالی کے خیال میں سب سے کارآمد صنفِ سخن کون سی ہے؟

(A) رباعی (B) قطعہ (C) مثنوی (D) غزل

61 علامہ اقبال نے اپنی منظومات میں کس صنفِ سخن کو سب سے زیادہ برتا ہے؟

(A) غزل (B) ترکیب بند
(C) ترجیع بند (D) ان میں سے کوئی جواب درست نہیں

62 حسرت موہانی کو کون سی صنفِ نظم سب سے زیادہ مرغوب تھی؟

(A) قصیدہ (B) مرثیہ (C) غزل (D) مثنوی

63 ضمیمہ جات کے علاوہ ''کلیاتِ حسرت'' کتنے دواوین پر مشتمل ہے؟

(A) دو (B) چھے (C) بارہ (D) چودہ

64 کس صنفِ نثر کی زبان غزل سے قریب تر ہے؟

(A) مقالہ (B) مضمون (C) انشائیہ (D) خاکہ

65 مولانا حالی نے کہا تھا: ''ہوا خاتمہ اُردو کے ادب کا'' اس مصرعے سے بہ حسابِ جُمل 1328ء کا سال برآمد ہوتا ہے۔ یہ کس معروف انشاپرداز کی تاریخِ وفات ہے؟

(A) مولانا محمد حسین آزاد کی (B) ڈپٹی نذیر احمد کی (C) مولانا شبلی نعمانی کی (D) سر سیّد احمد خاں کی

66 مولانا حالی کی عظیم تصنیف ''حیاتِ جاوید'' پہلی بار کب شائع ہوئی تھی؟

(A) 1901ء میں (B) 1902ء میں (C) 1903ء میں (D) 1904ء میں

67 ''جو رہی سو بے خبری رہی'' کس شاعرہ کی آپ بیتی ہے؟

(A) کشور ناہید (B) ادا جعفری (C) امرتا پریتم (D) زہرہ نگاہ

68 ''یہ بازی عشق کی بازی ہے'' کس کی آپ بیتی ہے؟

(A) فرخندہ بخاری (B) کشور ناہید (C) بشریٰ رحمٰن (D) قرۃالعین حیدر

69 ''اے غزالِ شب'' معروف ناول ہے، ناول نگار کون ہیں؟

(A) قرۃالعین حیدر (B) انتظار حسین (C) مستنصر حسین تارڑ (D) عبداللہ حسین

70 ''فرہنگِ عامرہ'' کو کس نے مرتب کیا ہے؟

(A) سید احمد دہلوی (B) عبداللہ خاں خویشگی (C) وارث سرہندی (D) نسیم امروہوی

71 2012ء میں مجلس ترقی ادب لاہور نے ڈاکٹر جمیل جالبی کی کتاب ''تاریخ ادب اردو'' کی کون سی ضخیم جلد شائع کی ہے؟

(A) دوسری جلد (B) تیسری جلد (C) چوتھی جلد (D) پانچویں جلد

72 ''کلیاتِ یگانہ'' کو کس نے مرتب کیا؟

(A) ڈاکٹر جمیل جالبی (B) آصف فرخی (C) مشفق خواجہ (D) خواجہ محمد زکریا

73 مولانا عبدالحلیم شرر کے شہرہ آفاق ناول ''فردوسِ بریں'' کی داستان کا موضوع کیا ہے؟

(A) بغداد کی بربادی (B) داستانِ باغِ ارم (C) فرقہ باطنیہ کی تحریک (D) سقوطِ غرناطہ

74 اردو شعری ادب میں بیک وقت قصیدہ نگاری اور ہجو گوئی کے حوالے سے کس شاعر کا نام سرِ فہرست ہے؟

(A) میر تقی میر (B) مرزا محمد رفیع سودا (C) شاہ نصیر دہلوی (D) غلام ہمدانی مصحفی

75 حفیظ جالندھری نے ''شاہنامۂ اسلام'' میں کس صنفِ سخن کو برتا ہے؟

(A) مربع (B) مخمس (C) مسدس (D) مثنوی

76 اردو کی پہلی سوانح عمری کسے شمار کیا جاتا ہے؟

(A) حیاتِ جاوید (B) حیات النذیر (C) حیاتِ سعدی (D) حیاتِ شبلی

77 ''مجاز'' کا اصل نام کیا ہے؟

(A) دھنپت رائے (B) اسرار الحق (C) رگھوپتی سہائے (D) گوری شنکر

78 ن م راشد کا آخری مجموعۂ کلام ہے:

(A) گمان کا ممکن (B) ایران میں اجنبی (C) ماورا (D) لا= انسان

79 صنفِ قصیدہ میں سب سے پہلے کون سا فنی عنصر لایا جاتا ہے؟

(A) مدح (B) حسنِ طلب (C) تشبیب (D) دعا

80 کسی شاعر کے کسی مصرعے یا شعر کو اپنے کلام میں داخل یا چسپاں کرنے کو اصطلاح میں کیا کہتے ہیں؟

(A) آورد (B) تحریف (C) تضمین (D) آمد

81 ''انجمن پنجاب'' کے سرپرستِ اعلیٰ کون تھے؟

(A) پنڈت من پھول (B) ڈیوڈ براؤن(David Brown) (C) ڈاکٹر لائٹنر Dr. Leitner (D) مولانا محمد حسین آزاد

82 ''غزل نیم وحشی صنفِ سخن ہے۔'' یہ قول کس معروف نقاد کا ہے؟

(A) حسن عسکری (B) کلیم الدین احمد (C) جادو قمر رضوی (D) مولانا شبلی نعمانی

83 مزاحیہ شاعر انور مسعود کس زبان کے استاد ہیں؟

(A) پنجابی (B) فارسی (C) اردو (D) انگریزی

84 کلام میں ظاہری حسن و جمال اور محبوب کے خدوخال کے بیان کرنے کے لیے شعری اصطلاح ہے:

(A) داخلیت (B) خارجیت (C) رجائیت (D) قنوطیت

85 نظم ونثر میں اجنبی، نامانوس اور انوکھے الفاظ ومحاورات کے استعمال کو کہتے ہیں:

(A) ماورایت (B) غرابت (C) ابتذال (D) بلاغت

86 اگر غزل کے آخری شعر میں شاعر کا تخلص موجود نہیں، تو اسے کہیں گے:

(A) مقطع (B) مقطع ثالث (C) شعرِ آراستہ (D) آخری شعر

87 ''مشرقی تمدن کا آخری نمونہ'' (گزشتہ لکھنؤ) اردو میں عمرانیات (Sociology) کی پہلی کتاب ہے۔ اس کے مصنف کون ہیں؟

(A) رجب علی بیگ سرور (B) مرزا ہادی علی رسوا (C) عبدالحلیم شرر (D) مسعود حسن رضوی ادیب

88 ''دوہا'' ہندی صنفِ نظم ہے جو اردو میں بھی رائج ہے۔ اس میں کل کتنے شعر ہوتے ہیں؟

(A) فقط ایک (B) دو

(C) چار (D) ان میں سے کوئی جواب درست نہیں

89 ''شاعرِ کشمیر'' کے لقب سے کون ملقب ہیں؟

(A) چودھری خوشی محمد ناظر (B) محمد دین فوق (C) علامہ اقبال (D) ان میں سے کوئی نہیں

90 مولانا محمد جعفر تھانیسری کی کتاب ''کالا پانی'' کا تعلق کس صنفِ نثر سے ہے؟

(A) انشائیہ (B) سفرنامہ

(C) سوانح عمری (D) ان میں سے کوئی جواب درست نہیں

91 علامہ اقبال اپنے آپ کو کس ہستی کا معنوی شاگرد کہنے میں فخر محسوس کرتے تھے؟

(A) حافظ شیرازی (B) مولانا رومؒ (C) شمس تبریزی (D) داغ دہلوی

92 ''ایسے معجز بیان، فصیح اللسان، قدردان کے اٹھ جانے سے اب زندگی کا کچھ لطف باقی نہیں رہا۔ اب ایسا ذی کمال پیدا نہ ہوگا۔'' میر انیس کی وفات پر یہ جملہ کس نے کہا؟

(A) مرزا غالب (B) قربان علی بیگ سالک

(C) مرزا دبیر (D) ان میں سے کوئی نام درست نہیں

93 ؎ کاغذ کے پھول سر پر سجا کر چلی حیات نکلی بیرونِ شہر تو بارش نے آ لیا

یہ مشہور شعر کس کی تخلیق ہے؟

(A) منیر نیازی (B) شہزاد احمد (C) احمد فراز (D) ظفر اقبال

94 ؎ کل صبح کے مطلعِ تاباں سے جب عالم بقعۂ نور ہوا سب چاند ستارے ماند ہوئے خورشید کا نور ظہور ہوا

یہ شعر نظم کا اوّلین شعر ہے، اس نظم کے خالق کون ہیں؟

(A) جوش ملیح آبادی (B) احسان دانش (C) جون ایلیاؔ (D) چودھری خوشی محمد ناظر

95 ؎ غبار آلودۂ رنگ ونسب ہیں بال و پر تیرے تو اے مرغِ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا

اس شعر میں کون سی صنعت آئی ہے؟

(A) حسن تعلیل (B) لف ونشر (C) مراعات النظیر (D) کوئی صنعت نہیں آئی

96 ؎ الٰہی برقِ غیرت کی تڑپ مجھ کو عطا کر دے! مجھ آتش زیرِ پا کو آتش نوا کر دے!

یہ مشہور شعر کس کی تخلیق ہے؟

(A) علامہ اقبالؒ (B) مولانا ظفر علی خاں (C) ماہر القادری (D) محسن کاکوروی

97 ؎ اب جہاں آفتاب میں ہم ہیں یاں کبھو سرو و گل کے سائے تھے

میر نے اس شعر میں کس جگہ کا ذکر کیا ہے؟

(A) لکھنؤ (B) آگرہ (C) لاہور (D) دہلی

98 نالہ کش شیراز کا بلبل ہوا بغداد پر داغ رویا خون کے آنسو جہاں آباد پر

علامہ اقبال کے اس شعر میں ''شیراز کا بلبل'' سے کون مراد ہیں؟

(A) حافظ شیرازی (B) شیخ سعدی شیرازی (C) ابنِ بدرون (D) ان میں سے کوئی نہیں

99 سوال نمبر 98 کے شعر میں ''جہاں آباد'' سے کون سی جگہ مراد ہے؟

(A) دنیا جہاں (B) دہلی (C) اصفہان (ایران) (D) ان میں سے کوئی نہیں

100 ؎ قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

یہ شعر کس کی تخلیق ہے؟

(A) خواجہ الطاف حسین حالی (B) مولانا ظفر علی خاں (C) مولانا محمد علی جوہر (D) فیض احمد فیض

❀❀

JOIN ME FOR EASY ACCESS TO EBOOKS & NOTES
+92-310-545-450-3
Css Aspirants ebooks & Notes
https://m.facebook.com/groups/458184410965870
Css Aspirants Forum
http://t.me/CssAspirantsForum
Rules of the group.
*No irrelevant text/pic Islamic pic/videos
*No Smiley No Sm otherwise Removed + Blocked
*Personal text w/o Mutual consent Consider harassment.
Separate Group For Females with verfication
The CSS Group does not hold any rights on shared the Books & Notes
I,m not Responsible for Copyrights.
This book/notes downloaded from the internet.

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION
WRITTEN TEST FOR RECRUITMENT TO THE POST OF
SUBJECT SPECIALIST (BS-17) (MALE/FEMALE)
IN THE PUNJAB SCHOOL EDUCATION DEPARTMENT 2015

KEY

Q.No	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.
1	C	21	C	41	D	61	D	81	C
2	B	22	A	42	B	62	C	82	B
3	C	23	C	43	A	63	C	83	B
4	A	24	A	44	B	64	C	84	B
5	D	25	C	45	B	65	A	85	B
6	B	26	D	46	A	66	A	86	D
7	D	27	C	47	B	67	B	87	C
8	C	28	A	48	C	68	A	88	A
9	C	29	B	49	D	69	C	89	B
10	A	30	D	50	A	70	B	90	D
11	B	31	C	51	B	71	C	91	B
12	C	32	B	52	B	72	C	92	C
13	C	33	A	53	C	73	C	93	D
14	D	34	B	54	C	74	B	94	D
15	D	35	C	55	B	75	D	95	C
16	C	36	D	56	C	76	C	96	B
17	B	37	C	57	A	77	B	97	D
18	A	38	A	58	D	78	A	98	B
19	D	39	D	59	D	79	C	99	B
20	D	40	B	60	C	80	C	100	C

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION
WRITTEN TEST FOR RECRUITMENT TO THE POST OF
LECTURER (MALE/FEMALE) BS-17
IN THE PUNJAB HIGHER EDUCATIN DEPARTMENT 2015
PAPER: URDU

TIME ALLOWED: TWO HOURS **MAXIMUM MARKS: 100**

1 اردو میں ''اشکِ بلبل'' کی ترکیب کن معنوں میں مستعمل ہے؟
(A) ندامت کے آنسو (B) عاشق کی گریہ وزاری (C) کسی شے کی خفیف مقدار (D) خوشی کے آنسو

2 ''بنت العنب'' کا مفہوم کیا ہے؟
(A) کسان کی بیٹی (B) انگور کی بیٹی (شراب) (C) مے فروش کی بیٹی (D) برہمن زادی

3 ''روباہ خصال'' کے کیا معنی ہیں؟
(A) نیک سرشت (B) منصف مزاج (C) ہاں میں ہاں ملانے والا (D) مکروفریب سے کام لینے والا

4 ''یوسفِ بے کارواں'' کی ترکیب کن معنوں میں مستعمل ہے؟
(A) اکیلا (B) مظلوم ومعتوب (C) لاثانی (D) رہبرورہنما

5 ''شاخِ زیتون'' کا مفہوم کیا ہے؟
(A) عجیب وغریب (B) ہنس مسکرانا (C) امن وآشتی (D) فتح وکامرانی

6 ''گرگ آشنائی'' کی ترکیب اردو میں مستعمل ہے، جس کا مفہوم ہے:
(A) بھیڑیوں کا امن سے رہنا (B) بظاہر دوستی، بباطن دشمنی (C) جنگل کا قانون (D) درندگی کا رویہ

7 ''سمندر بلونا'' محاورہ ہے۔اس کے معنی ہیں:
(A) سمندر جھاگ حاصل کرنا (B) تلاشِ بسیار کرنا (C) سمندر کا تیراک ہونا (D) سمندر کا مچھیرا

8 ''کشیدہ خاطر ہونا'' محاورہ ہے، اس کا مفہوم ہے:
(A) ناراض ہونا (B) خاطر تواضع ہونا (C) دعوت لٹکانا (D) خوشی خوشی کام کرنا

9 ''گولر کا پھول کھلنا'' محاورہ ہے، اس کے معنی ہیں:
(A) اشیا کا ارزاں ملنا (B) ان ہونی بات ہونا (C) راز منکشف ہونا (D) خوشی کا اظہار کرنا

10 ''کھیت رہنا'' محاورہ ہے، اس کا مفہوم ہے:
(A) کھیت میں ستانا (B) کھیت کو اجاڑنا (C) کھیت کو سرسبز وشاداب کرنا (D) لڑائی میں مارے جانا

11 ''پانی بھرنا'' محاورہ ہے، اس سے مراد ہے:

(A) غلامی کرنا (B) کنویں میں سے پانی نکالنا (C) پانی پلانا (D) مستقبل کی فکر کرنا

12 ''قارورہ ملنا'' محاورہ ہے، اس کا مفہوم ہے:

(A) گہرا ربط ہونا (B) بے تعلقی ظاہر ہونا (C) دو وقت کا ملنا (D) خزانہ مل جانا

13 ''فاختہ اڑانا'' محاورہ ہے، اس کا مطلب ہے:

(A) ہانک لگانا (B) مزے اڑانا (C) شور مچانا (D) تہس نہس کرنا

14 ''آگے ناتھ نہ پیچھے پگھا'' اردو ضرب المثل ہے۔ اس کا مفہوم ہے:

(A) بے دین (B) بے خوف وخطر (C) حق گو (D) لاوارث

15 ''جونپور کا قاضی'' ضرب المثل ہے۔ اس سے کیا مراد لیا جاتا ہے؟

(A) بیوقوف، احمق (B) انتہائی سمجھدار (C) فی الفور فیصلہ کرنے والا (D) فیصلے کو لٹکانے والا

16 ''میزان'' کا مصنف کون ہے؟

(A) مہدی افادی (B) عبدالمجید سالک (C) سجاد ظہیر (D) فیض احمد فیض

17 ن م راشد کی نظم ''اندھا کباڑی'' ان کے کن مجموعے میں شامل ہے؟

(A) ماورا (B) ایران میں اجنبی (C) لا= انسان (D) گمان کا ممکن

18 فیض احمد فیض کے پہلے مجموعۂ کلام کا نام کیا ہے؟

(A) دستِ صبا (B) نقشِ فریادی (C) زنداں نامہ (D) سرِ وادیِ سینا

19 مولانا حالی کی وفات کس سنِ عیسوی میں ہوئی؟

(A) 1898ء (B) 1910ء (C) 1912ء (D) 1914ء

20 ''جوئے معنی'' سجاد باقر رضوی کا دوسرا شعری مجموعہ ہے، اس کا دیباچہ کس معروف شاعر نے لکھا ہے؟

(A) فیض احمد فیض (B) ناصر کاظمی (C) احسان دانش (D) محمد خالد اختر

21 علامہ اقبال کی طویل نظم ''خضرِ راہ'' ان کے کس مجموعے میں شامل ہے؟

(A) بانگِ درا (B) بالِ جبریل (C) ضربِ کلیم (D) ارمغانِ حجاز

22 علامہ اقبال کی معروف نظم ''مسجدِ قرطبہ'' ان کے کس مجموعے میں شامل ہے؟

(A) بانگِ درا (B) بالِ جبریل (C) ضربِ کلیم (D) ارمغانِ حجاز

23 علامہ اقبال کی طویل نظم ''ساقی نامہ'' جو ان کی شاعری کا ماحاصل ہے، کس ہیئت میں ہے؟

(A) غزل (B) مثنوی (C) ترکیب بند (D) ترجیع بند

24 مومن خاں مومن نے ہر چند تمام مروجہ اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے تاہم انھیں کونسی صنف زیادہ مرغوب تھی؟

(A) قصیدہ (B) غزل (C) فردیات (D) مثنوی

25 ''بغلول'' کس کا وضع کردہ کردار ہے؟

(A) رتن ناتھ سرشار (B) عبدالحلیم شرر (C) منشی سجاد حسین (D) شوکت تھانوی

26 ادب کی اصطلاح میں بے نقط شاعری سے کیا مراد ہے؟

(A) بے ہنگم شاعری (B) ہجویہ شاعری (C) مسلسل مفہوم کی حامل شاعری (D) جس میں نقطہ نہ آئے

27 خوشی محمد ناظر کے شعری مجموعے کا نام کیا ہے؟

(A) فردوسِ بریں (B) فردوسِ چمن (C) فردوسِ زمیں (D) نغمۂ فردوس

28 ''دست وباز وبشکست'' سے بہ حسابِ جُمل 1268ھ کا سال برآمد ہوتا ہے یہ کس معروف شاعر کی تاریخ وفات ہے؟

(A) مومن خاں مومن (B) مرزا غالب (C) مصطفیٰ خاں شیفتہ (D) شاہ نصیر

29 ''مقدمہ شعر وشاعری'' اردو میں تنقید کی پہلی کتاب شمار ہوتی ہے۔ یہ پہلی بار کب شائع ہوئی؟

(A) 1893ء (B) 1898ء (C) 1910ء (D) 1912ء

30 ''رسیدی ٹکٹ'' کس شاعرہ کی آپ بیتی ہے؟

(A) کشور ناہید (B) ادا جعفری (C) امرتا پریتم (D) زہرہ نگاہ

31 ''جستجو کیا ہے؟'' کس انشاپرداز کی آپ بیتی ہے؟

(A) انتظار حسین (B) اشفاق احمد (C) احمد عقیل روبی (D) محمد خالد اختر

32 ''خس وخاشاکِ زمانے'' کس کا ناول ہے؟

(A) قرۃ العین حیدر (B) انتظار حسین (C) بشریٰ رحمٰن (D) مستنصر حسین تارڑ

33 ''کلیاتِ حسرت'' ان کے کتنے دواوین پر مشتمل ہے؟

(A) چار (B) چھ (C) آٹھ (D) بارہ

34 ''فرہنگِ آصفیہ'' کس کا مرتب کردہ لغت ہے؟

(A) عبداللہ خاں خویشگی (B) سید احمد دہلوی (C) وارث سرہندی (D) نور الحسن نیر

35 ''شعرِ شور انگیز'' کے نام سے شمس الرحمٰن فاروقی نے کس کے شعروں کی تفہیم وتشریح چار جلدوں میں کی ہے؟

(A) مرزا غالب (B) مومن خاں مومن (C) داغ دہلوی (D) ان میں سے کوئی نہیں

36 ''یک شنبہ'' ہفتے کا کون سا دن ہے؟

(A) ہفتہ (سنیچر) (B) اتوار (C) سوموار (D) منگل وار

37 ''کلیاتِ میراجی'' کو کس نے مرتب کیا؟

(A) ڈاکٹر جمیل جالبی (B) آصف فرخی (C) خواجہ محمد زکریا (D) ان میں سے کوئی نہیں

38 حسین، زمرّد، شیخ علی وجودی، طور معتی اور کاظم جنوبی وغیرہ کس تاریخی ناول کے کردار ہیں؟

(A) زوالِ بغداد (B) ملک العزیز ورجنا (C) فردوسِ بریں (D) فلورا فلورینڈا

39 اردو شعری ادب میں ''معاملہ بندی'' کے اعتبار سے کس شاعر کا نام پہلے آتا ہے؟

(A) خواجہ میر درد (B) حکیم مومن خاں مومن (C) مرزا غالب (D) شیخ ابراہیم ذوق

40 علامہ اقبال نے اپنی نظم ''مسجدِ قرطبہ'' میں کس صنفِ شاعری کو برتا ہے؟

(A) ترکیب بند (B) ترجیع بند (C) مسدس (D) مخمس

41 نظم ''پٹواری'' کس کی تخلیق ہے؟

(A) ن م راشد (B) جوش ملیح آبادی (C) مجید امجد (D) میراجی

42 ''سروادیٔ سینا'' کس کے شعری مجموعے کا نام ہے؟

(A) میراجی (B) فیض احمد فیض (C) احمد فراز (D) جوش ملیح آبادی

43 ''اودھ پنچ'' کا آغاز کس شہر سے ہوا؟

(A) دہلی (B) حیدرآباد (دکن) (C) علی گڑھ (D) لکھنؤ

44 ''گڈریا'' صنفِ نثر کے اعتبار سے کیا ہے؟

(A) ناول (B) افسانہ (C) سفرنامہ (D) خاکہ

45 طوائف کے موضوع پر اردو میں پہلا معروف ناول کونسا ہے؟

(A) بازارِ حسن (B) شاہد رعنا (C) شریف زادہ (D) امراؤ جان ادا

46 ؎ یوں برچھیاں تھیں چار طرف اس جناب کے — جیسے کرن نکلتی ہے گرد آفتاب کے

اس شعر میں علم بیان کی کونسی قسم آئی ہے؟

(A) تشبیہ (B) استعارہ (C) کنایہ (D) مجازِ مرسل

47 ؎ بوئے گل لے گئی بیرونِ چمن رازِ چمن — کیا قیامت ہے کہ خود پھول ہیں غمازِ چمن

اس شعر میں علم بیان کی کونسی صورت آئی ہے؟

(A) تشبیہ (B) استعارہ (C) مجازِ مرسل (D) کنایہ

48 ؎ رندِ خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو — تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

اس شعر میں کونسی صنعت آئی ہے؟

(A) ایہام (B) لف ونشر (C) مراعاۃ النظیر (D) تضاد

49 ؎ فلاحت میں بے مثل و یکتا ہوئے وہ — سیاحت میں مشہورِ دنیا ہوئے وہ ''فلاحت'' کے کیا معنی ہیں؟

(A) کھیتی باڑی (B) معاشریات (C) فلاح و بہبود (D) تجارت

50 لفظِ معترضہ یا جملۂ معترضہ کی وضاحت کرنے کے لیے رموزِ اوقاف کی کون سی علامت استعمال ہوتی ہے؟

(A) تفصیلیہ (B) فجائیہ (C) قوسین (D) واوین

51 اصنافِ نظم میں ''قطعہ'' کتنے شعروں پر مشتمل ہوتا ہے؟

(A) دو شعروں پر (B) تین شعروں پر (C) چار شعروں پر (D) تعداد پر پابندی نہیں

52 ''آقائے اردو'' کا لفظ قواعد کی رُو سے کیا ہے؟

(A) خطاب (B) تخلص (C) لقب (D) عرف

53 ''رئیس الاحرار'' کن کو کہا جاتا ہے؟

(A) جوش ملیح آبادی (B) احسان دانش (C) فیض احمد فیض (D) محمد علی جوہر

54 فراق گورکھپوری کا اصل نام کیا ہے؟

(A) دھنپت رائے (B) اسرار الحق (C) رگھوپتی سہائے (D) گوری شنکر

55 ن م راشد کا پہلا مجموعہ کلام ہے:

(A) گمان کا ممکن (B) ایران میں اجنبی (C) ماورا (D) لا= انسان

56 ''حیاتِ سعدی'' جسے اردو کی پہلی سوانح عمری شمار کیا جاتا ہے، پہلی بار کب شائع ہوئی تھی؟

(A) 1883ء (B) 1893ء (C) 1901ء (D) 1911

57 مرزا غالب کی تصنیف ''عودِ ہندی'' دراصل:

(A) فارسی خطوں کا مجموعہ ہے (B) غزلوں کا مجموعہ ہے (C) مغلوں کی ناتمام تاریخ ہے (D) اردو خطوں کا مجموعہ ہے

58 قصیدے میں ''گریز'' کے بعد کون سا فنی عنصر لایا جاتا ہے؟

(A) تشبیب (B) مدح (C) حسنِ طلب (D) دعا

59 ؎ سرِ کوہِ آدم سے تا کوہ بیضا — جہاں جاؤ گے کھوج پاؤ گے اُن کا ''کوہِ آدم'' کہاں واقع ہے؟

(A) افغانستان میں (B) سری لنکا میں (C) ایران کے شمال میں (D) عدن (یمن) کے نواح میں

60 سوال نمبر 59 کے حوالے سے بتایئے کہ کوہِ بیضا (Mount Solorius) کس ملک کا پہاڑ ہے؟

(A) اندلس (سپین) (B) ترکی (C) لبنان (D) ایران

61 کلام میں کسی لفظ کا ذکر کر کے اس کی مناسبت سے اسی قبیل کے الفاظ کا مزید ذکر کرنا اصطلاح میں کیا کہلاتا ہے؟

(A) حسنِ تعلیل (B) مراعاۃ النظیر (C) لف ونشر (D) تجنیسِ تام

62 کسی طرزِ نگارش کے مضحکہ خیز تصرف کو اصطلاح میں کہتے ہیں:

(A) تضمین (B) تحریف (C) آورد (D) ان میں سے کوئی نہیں

63 ''من کہ ایک دھوبی کا غذی گھاٹ پر'' اور ''جھینگر کا جنازہ'' انشائیے کس کی تخلیق ہیں؟

(A) مولانا محمد حسین آزاد (B) سر سید احمد خاں (C) عبدالحلیم شرر (D) خواجہ حسن نظامی

64 ۔ زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دل سے پوچھ ۔ جوئے شیر و تیشہ و سنگِ گراں ہے زندگی

اس شعر میں کونسی صنعت آئی ہے؟

(A) حسنِ تعلیل (B) لف و نشر (C) مراعات النظیر (D) تجنیسِ تام

65 ''بسلامت روی'' صنفِ نثر کے اعتبار سے کیا ہے؟

(A) مزاحیہ مضامین (B) آپ بیتی (C) سفرنامہ (D) ناول

66 ''انجمن پنجاب'' کے زیر انصرام مناظموں کے روحِ رواں کون تھے؟

(A) مولانا آزاد (B) پنڈت من پھول (C) لالہ دین دیال (D) ان میں سے کوئی نہیں

67 ''غزل نیم وحشی صنفِ سخن ہے۔'' یہ قول کس معروف نقاد کا ہے؟

(A) مشفق خواجہ (B) حسن عسکری (C) سجاد باقر رضوی (D) ان میں سے کوئی نہیں

68 پطرس بخاری کس زبان کے استاد تھے؟

(A) عربی (B) فارسی (C) اردو (D) انگریزی

69 ۔ چھوٹا جو سینۂ شبِ تارِ الست سے ۔ اس نورِ اولیں کا اجالا تمھی تو ہو

اس شعر کا تعلق کس صنفِ شاعری سے ہے؟

(A) حمد (B) مناجات (C) نعت (D) منقبت

70 سوال نمبر 69 کے حوالے سے بتائیے کہ یہ شعر کس کی تخلیق ہے؟

(A) علامہ اقبال (B) مولانا ظفر علی خاں (C) ماہر القادری (D) محسن کاکوروی

71 کلام میں باطنی کیفیات اور لطیف جذبات کے بیان کرنے کے لیے شعری اصطلاح ہے:

(A) داخلیت (B) خارجیت (C) قنوطیت (D) رجائیت

72 نظم و نثر میں نامانوس اور اجنبی الفاظ و محاورات کے استعمال کو کہتے ہیں:

(A) کلاسیکیت (B) رومانویت (C) قنوطیت (D) غرابت

73 نظم و نثر میں عامیانہ، فرسودہ اور پامال مضامین کے استعمال کو کہتے ہیں:

(A) بلاغت (B) ابتذال (C) غرابت (D) ماورائیت

74 ۔ مری قدر کر اے زمینِ سخن ۔ تجھے بات میں آسماں کر دیا اس شعر میں کونسی صنعت آئی ہے؟

(A) تلمیح (B) تضاد (C) حسنِ تعلیل (D) مبالغہ

75 ایک روشن دماغ تھا، نہ رہا ۔ شہر میں اک چراغ تھا، نہ رہا ۔ اس شعر میں حالی نے ''روشن دماغ'' اور ''شہر میں اک چراغ'' کسے کہا ہے؟

(A) شیفتہ (B) مومن (C) ابراہیم ذوق (D) ان میں سے کوئی نہیں

76 اگر غزل کے دوسرے شعر کے دونوں مصرعوں میں بھی قافیہ موجود ہے تو اسے اصطلاح میں کیا کہیں گے؟

(A) حسنِ مطلع (B) مطلعِ ثالث (C) مطلعِ ثانی (D) ان میں سے کوئی نہیں

77 ''چند ہم عصر''، ''وے صورتیں الٰہی''، ''اب انھیں ڈھونڈ'' کا تعلق کس صنفِ نثر سے ہے؟

(A) آپ بیتی (B) سوانح عمری (C) سفرنامہ (D) ان میں سے کوئی نہیں

78 ''شامِ شعرِ یاراں'' سے کس مزاح نگار کا نام ذہن میں آتا ہے؟

(A) ابنِ انشا (B) شفیق الرحمٰن (C) کرنل محمد خاں (D) ان میں سے کوئی نہیں

79 غزل کی زبان کیسی ہوتی ہے؟

(A) غم و الم کی زبان (B) ہجر و فراق کی زبان (C) علائم و رموز کی زبان (D) تزک و احتشام کی زبان

80 ۔ ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے ۔ نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر ''کاشغر'' کس ملک کا شہر ہے؟

(A) تاجکستان (B) چین (C) ایران (D) ازبکستان

81 ۔ اب خرابہ ہوا جہان آباد ۔ ورنہ ہر اک قدم پہ یاں گھر تھا ''جہان آباد'' سے کیا مراد ہے؟

(A) لکھنؤ (B) آگرہ (C) لاہور (D) ان میں سے کوئی نہیں

82 جدید اردو نظم کا آغاز کہاں سے ہوا؟

(A) انجمن پنجاب (لاہور) (B) انجمن حمایت اسلام (لاہور) (C) اودھ پنچ (لکھنؤ) (D) تہذیب الاخلاق (علی گڑھ)

83 خواجہ میر درد اور خواجہ حسن نظامی میں قدرِ مشترک کیا ہے؟

(A) نظام الدین اولیا سے نسبت (B) دہلویت (C) خواجگی (D) تصوف

84 ''مٹی کا دیا'' میں مصنف نے اپنی زندگی کی روداد بیان کی ہے۔ بتائیے یہ کس کی خود نوشت ہے؟

(A) دیوان سنگھ مفتوں (B) جوش ملیح آبادی (C) احسان دانش (D) ان میں سے کوئی نہیں

85 اردو ادب میں ترقی پسند تحریک کے روحِ رواں کون تھے؟

(A) منشی پریم چند (B) فیض احمد فیض (C) سید سجاد ظہیر (D) ان میں سے کوئی نہیں

86 ۔ ہرگز نہ تھا زمانۂ سابق میں یہ فلک ۔ جس آسماں کی دھوم تھی، وہ آسماں ہے اب

اردو شاعری میں ''آسمان'' کس بات کی علامت ہے؟

(A) دوستی (B) دشمنی (C) حسن و جمال (D) ان میں سے کوئی نہیں

87 ؎ ہر شے مسافر، ہر چیز راہی کیا چاند تارے، کیا مرغ و ماہی
غزل کے اس شعر کو اصطلاح میں کیا کہیں گے؟
(A) مطلع (B) مطلعِ ثانی (C) حسنِ مطلع (D) مقطع

88 سوال نمبر 87 کے شعر میں قافیہ کیا ہے؟
(A) راہی، ماہی (B) چیز راہی، مرغ و ماہی (C) ہر چیز راہی، کیا مرغ و ماہی (D) شعر میں قافیہ نہیں ہے

89 سوال نمبر 87 کے شعر میں ردیف کیا ہے؟
(A) ہی (B) راہی، ماہی (C) ہر چیز راہی، کیا مرغ و ماہی (D) شعر میں ردیف نہیں ہے

90 ''ہائیکو'' جاپانی صنفِ نظم ہے جو اردو میں بھی مستعمل ہے، اس میں کُل کتنے مصرعے ہوتے ہیں؟
(A) تین (B) چار (C) پانچ (D) ان میں سے کوئی نہیں

91 تاریخی ناول لکھنے کے اعتبار سے اردو کا والٹر اسکاٹ (Walter Scott) کسے کہا جاتا ہے؟
(A) ایم اسلم (B) نسیم حجازی (C) عبدالحلیم شرر (D) ان میں سے کوئی نہیں

92 ''ایک وصیت کی تعمیل'' کے عنوان سے مرزا فرحت اللہ بیگ نے کس کا خاکہ لکھا؟
(A) خواجہ حسن نظامی (B) مولوی وحیدالدین سلیم (C) ڈپٹی نذیر احمد (D) ان میں سے کوئی نہیں

93 ؎ سارے عالم پر ہوں میں چھایا ہوا مستند ہے میرا فرمایا ہوا
اردو شاعری کے حوالے سے یہ تعلّی کسے زیب دیتی ہے؟
(A) میر تقی میر (B) مرزا غالب (C) میر انیس (D) مرزا دبیر

94 ؎ تندیِ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب! یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے یہ شعر کس کا ہے؟
(A) مولانا ظفر علی خاں (B) صادق حسین کاظمی (C) اسد ملتانی (D) ان میں سے کوئی نہیں

95 ''اگر زبان سیکھنی ہو تو میر خلیق کے خانوادے میں جاؤ'' بتایئے یہ قول کس کا ہے؟
(A) غلام ہمدانی مصحفی (B) میر تقی میر (C) امام بخش ناسخ (D) ان میں سے کوئی نہیں

96 ''تمھاری نسبت میرا یہ خیال ہے کہ اگر تم شعر نہ کہو گے تو اپنی طبیعت پر ظلم کرو گے'' مرزا غالب کا یہ جملہ کس کے بارے میں ہے؟
(A) ہرگوپال تفتہ (B) میر مہدی حسین مجروح (C) علاء الدین علائی (D) ان میں سے کوئی نہیں

97 جب الفاظ کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق ہو تو اسے اصطلاح میں کیا کہیں گے؟
(A) استعارہ (B) کنایہ (C) مجازِ مرسل (D) تشبیہ

98 مرزا غالب کے کلام کی مانگ ان کی زندگی ہی میں دلّی اور لکھنؤ سے زیادہ پنجاب میں ہوئی، کیوں کہ:
(A) کلام میں ترنم ہے (B) فارسی تراکیب زیادہ ہیں (C) فکر و خیال میں ندرت ہے (D) ان میں سے کوئی نہیں

99 ؎ دمِ واپسیں برسرِ راہ ہے عزیزو! اب اللّٰہ ہی اللّٰہ ہے
اپنا یہ شعر انتقال سے پہلے کس کے ورد زبان تھا؟
(A) مرزا غالب (B) مرزا دبیر (C) شاد عظیم آبادی (D) ان میں سے کوئی نہیں

100 ملک الشعرا مولانا غلام قادر گرامی، جو علامہ اقبال کے دوست بھی تھے، کس زبان کے شاعر تھے؟
(A) اردو فارسی دونوں (B) اردو (C) فارسی (D) ان میں سے کوئی نہیں

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION

WRITTEN TEST FOR RECRUITMENT TO THE POST OF ASSISTANT PROFESSOR (MALE & FEMALE) BS-18 IN THE PUNJAB HIGHER EDUCATIN DEPARTMENT-2015

KEY

Q.No	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.
1	C	21	A	41	C	61	B	81	D
2	B	22	B	42	B	62	B	82	A
3	D	23	B	43	D	63	D	83	D
4	A	24	B	44	B	64	C	84	D
5	C	25	C	45	D	65	C	85	C
6	B	26	D	46	A	66	A	86	B
7	B	27	D	47	B	67	D	87	A
8	A	28	A	48	D	68	D	88	A
9	B	29	A	49	A	69	C	89	D
10	D	30	C	50	C	70	B	90	A
11	A	31	A	51	D	71	A	91	C
12	A	32	D	52	C	72	D	92	B
13	B	33	D	53	D	73	B	93	A
14	D	34	B	54	C	74	B	94	B
15	A	35	D	55	C	75	D	95	C
16	D	36	B	56	A	76	A	96	D
17	D	37	A	57	D	77	D	97	A
18	B	38	C	58	B	78	D	98	C
19	D	39	B	59	B	79	C	99	A
20	D	40	A	60	A	80	B	100	C

PUNJAB PUBLIC SERVBICE COMMISSION
WRITTEN TEST FOR RECRUITMENT TO THE POST OF ASSISTANT PROFESSOR (BS-18) (MALE/FEMALE) IN THE PUNJAB HIGHER EDUCATION DEPARTMENT-2015

TIME ALLOWED: 2 HOURS | **MAXIMUM MARKS: 100**

1۔ اردو میں ''کندۂ ناتراش'' کی ترکیب کن معنوں میں مستعمل ہے؟
A۔ معصوم، بھولا بھالا B۔ بے سلیقہ، گنوار C۔ تجربہ کار، تربیت یافتہ D۔ منقش، مرصع کار

2۔ ''قاطع الطریق'' کے کیا معنی ہیں؟
A۔ رہبر، رہنما B۔ صراطِ مستقیم C۔ رہزن، ڈاکو D۔ راہِ مغضوب

3۔ ''قابِ قوسین'' کا اردو میں کیا مفہوم ہے؟
A۔ نہایت قریب B۔ دور و نزدیک C۔ دور دراز D۔ بُعد المشرقین

4۔ ''اساطیر الاوّلین'' کی ترکیب کے کیا معنی ہیں؟
A۔ دیکھے بھالے لوگ B۔ طویل قصے کہانیاں
C۔ داستان گو D۔ اگلے وقتوں کے لوگوں کے قصّے کہانیاں

5۔ ''رسمِ مشایعت'' سے کیا مراد ہے؟
A۔ تپاک سے ملنا B۔ مصافحہ کرنا
C۔ گلے ملنے کا دستور D۔ رخصت کرنے کے لیے چند قدم ساتھ جانا

6۔ ''مستجاب الدعوات'' کی ترکیب اردو میں مستعمل ہے۔ اس کا مفہوم کیا ہے؟
A۔ دعوت دینے والا B۔ دعوت قبول کرنے والا
C۔ جس کی دعا بارگاہِ ایزدی میں قبول ہو D۔ راندۂ درگاہ

7۔ ''سبزۂ بیگانہ'' کی ترکیب کے کیا معنی ہیں؟
A۔ خودرو سبزہ B۔ نامانوس سبزہ C۔ سبزے کی اڑی اڑی رنگت D۔ گہرے رنگ کا سبزہ

8۔ ''ڈھاک کے وہی تین پات'' عام فہم مثل ہے۔ اسے کن معنوں میں لیا جاتا ہے؟
A۔ معاملہ الٹ ہو گیا ہے B۔ معاملہ جوں کا توں ہے C۔ خدا دلوں کے بھید جانتا ہے D۔ معاملہ سمجھ سے باہر ہے

9۔ ''نمازی کا ٹکا'' ضرب المثل ہے۔ اس کا مفہوم کیا ہے؟
A۔ نماز کا انعام و اکرام B۔ نماز کی طرف سے نذرانہ
C۔ فعلِ بد کی سزا ضرور ملتی ہے D۔ بحالتِ نماز جیب میں رکھی ہوئی رقم

10۔ ''دُفیل مچانا'' محاورہ ہے۔ اس کے معنی ہیں:
A۔ شور مچانا B۔ دہائی دینا C۔ زار و قطار رونا D۔ جھوٹ موٹ کا رونا

11۔ ''گنگا نہانا'' محاورہ ہے۔ اس کے معنی ہیں:
A۔ کسی مشکل کام کو انجام دینا B۔ گنگا کی قسم کھانا C۔ ہنسی مذاق کرنا D۔ پھاگ کھیلنا

12۔ ''نو تیرہ بائیس بتانا'' محاورہ ہے۔ اس کے معنی ہیں:
A۔ صاف صاف جواب دینا B۔ ٹرخا دینا C۔ ناچ تماشا کرنا D۔ لڑائی کا ڈول ڈالنا

13۔ ''تصویر بنا دینا'' محاورہ ہے۔ اس کے معنی ہیں:
A۔ منظر کشی کرنا B۔ فساد برپا کرنا
C۔ حیرت میں ڈال دینا D۔ رنگوں کا استعمال احتیاط سے کرنا

14۔ ''قرآن ٹھنڈا ہونا'' محاورہ ہے۔ اس کا مفہوم ہے:
A۔ قرآن کو بحفاظت غلاف میں رکھنا B۔ قرآن کا زمین پر گرنا
C۔ قرآن کی تلاوت کرنا D۔ قرآن کی طباعت کا فرض ادا کرنا

15۔ ''کاغذ کھولنا'' محاورہ ہے۔ اس کے معنی ہیں:
A۔ مقدمہ دائر کرنا B۔ نازک اندام ہونا C۔ عیب فاش کرنا D۔ مشترکہ کاروبار کرنا

16۔ ''برگِ نَے'' ناصر کاظمی کی غزلوں کا اوّلین مجموعہ ہے۔ اس کے دیباچے کا عنوان کیا ہے؟
A۔ نغمہ سرا B۔ نغمۂ تر C۔ نغمۂ عندلیب D۔ اعتبارِ نغمہ

17۔ علامہ اقبال کی نظم ''ابلیس کی مجلسِ شوریٰ'' ان کے کس مجموعے میں شامل ہے؟
A۔ بانگِ درا B۔ بالِ جبریل C۔ ضربِ کلیم D۔ ارمغانِ حجاز

18۔ ''لامکاں تا لامکاں'' کس شاعر کے مجموعے کا نام ہے؟
A۔ تصدق حسین خالد B۔ جوش ملیح آبادی C۔ اسرار الحق مجاز D۔ یاس یگانہ چنگیزی

19۔ ''کمالِ کفش دوزی علمِ افلاطوں سے بہتر ہے'' یہ مصرع، جو زبان زدِ خلائق ہے، کس کا ہے؟
A۔ جوش ملیح آبادی B۔ حسرت موہانی C۔ مولانا ظفر علی خاں D۔ خواجہ الطاف حسین حالی

20۔ اردو کی مشکل ترین صنفِ شاعری، جو بہت سے شاعروں کے بس کی بات نہیں، کونسی ہے؟
A۔ قصیدہ B۔ رباعی C۔ ترکیب بند D۔ ترجیع بند

21۔ کسی زمانے میں ''اودھ پنچ'' کا بڑا چرچا تھا، اس کے مدیر کون تھے؟
A۔ رتن ناتھ سرشار B۔ عبد الحلیم شرر C۔ منشی سجاد حسین D۔ ان میں سے کوئی نہیں

22۔ یادداشتوں پر مبنی کتاب ''بند گلی میں شام'' کس کی تصنیف ہے؟
A۔ انتظار حسین B۔ احمد عقیل روبی C۔ توصیف تبسم D۔ شہزاد احمد

23۔ علامہ اقبال کی نظم ''صِقلیہ'' صنفِ نظم کے اعتبار سے کیا ہے؟
A۔ مرثیہ B۔ قصیدہ C۔ مثنوی D۔ ان میں سے کوئی نہیں

24۔ ''توسیعِ شہر'' کس شاعر کی نظم کا عنوان ہے؟

A۔ مجید امجد B۔ فیض احمد فیض C۔ ن م راشد D۔ میراجی

25۔ ''چراغوں کا دھواں'' کس ادیب کی آپ بیتی ہے؟

A۔ اختر حسین رائے پوری B۔ انتظار حسین C۔ رشید احمد صدیقی D۔ عندلیب شادانی

26۔ ''شاعرِ خمریات'' کس شاعر کو کہتے ہیں؟

A۔ ساغر صدیقی B۔ جگر مراد آبادی C۔ ریاض خیرآبادی D۔ عبدالحمید عدم

27۔ اکبرالہ آبادی اردو طنزیہ و مزاحیہ شاعری کے امام گردانے جاتے ہیں۔ ان کے استادِ گرامی کا نام کیا ہے؟

A۔ داغ دہلوی B۔ مضطر خیرآبادی C۔ جگر مراد آبادی D۔ وحیدالہ آبادی

28۔ وہ کون سے نقاد ہیں جو اردو تنقید میں ایک ''بت شکن'' کی حیثیت سے مشہور ہیں؟

A۔ محمد حسن عسکری B۔ کلیم الدین احمد C۔ مولانا شبلی نعمانی D۔ خواجہ الطاف حسین حالی

29۔ ''الزبیر'' اردو کا موقر سہ ماہی جریدہ ہے اس کا تعلق کس ادارے سے ہے؟

A۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد B۔ مجلس ترقی ادب، لاہور

C۔ اردو اکیڈمی، بہاولپور D۔ اباسین آرٹس کونسل، پشاور

30۔ ''مغرب کے تنقیدی اصول'' اردو تنقید کے حوالے سے اہم کتاب ہے۔ اس کے مصنف کون ہیں؟

A۔ سجاد باقر رضوی B۔ احتشام حسین C۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی D۔ سید عابد علی عابد

31۔ ''معیار'' پاکستان کی کس یونیورسٹی کا تحقیقی مجلہ ہے؟

A۔ قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد B۔ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

C۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور D۔ بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

32۔ میرانیس کے کلام میں مبالغہ آرائی:

A۔ شاعری کی بڑی خامی ہے B۔ قطعاً نہیں ہے C۔ معمولی ہے جو گراں نہیں گزرتی D۔ شاعری کی نمایاں خوبی ہے

33۔ مولانا آزاد نے مولانا حالی اور کچھ دیگر شعرا کے تعاون سے ''انجمن پنجاب'' کے پلیٹ فارم سے مناظموں کی ابتدا کب کی تھی؟

A۔ 1872ء B۔ 1874ء C۔ 1876ء D۔ 1878ء

34۔ ''قلمی دشمنی'' مزاحیہ رنگ کے خاکوں کا مجموعہ ہے، مصنف کون ہیں؟

A۔ یونس بٹ B۔ محمد طفیل (نقوش) C۔ ڈاکٹر اشفاق احمد ورک D۔ ممتاز مفتی

35۔ ''اب انھیں ڈھونڈ'' خاکوں پر مبنی کتاب کے مصنف کون ہیں؟

A۔ ڈاکٹر علی محمد خاں B۔ صابر لودھی C۔ ڈاکٹر آغا سہیل D۔ ڈاکٹر انور سدید

36۔ مولانا محمد علی جوہر ''ہمدرد'' کے متوازی وہ کونسا انگریزی اخبار نکالتے تھے، جس کی زباندانی کے انگریز بھی معترف تھے؟

A۔ پائنیر (Pioneer) B۔ کامریڈ (Comrade) C۔ اسپکٹیٹر (Spectator) D۔ ٹیٹلر (Tattler)

37۔ ''جو رہی سو بے خبر رہی'' کس معروف شاعرہ کی آپ بیتی ہے؟

A۔ کشور ناہید B۔ پروین شاکر C۔ ادا جعفری D۔ امرتا پریتم

38۔ ڈاکٹر سلیم اختر کی آپ بیتی کا کیا نام ہے؟

A۔ کھوئے ہوؤں کی جستجو B۔ یادِ عہدِ رفتہ C۔ میرے مہ و سال D۔ نشانِ جگرِ سوختہ

39۔ ''شہرِ درد'' اور ''میں ساز ڈھونڈتی رہی'' کس شاعرہ کے شعری مجموعے ہیں؟

A۔ پروین شاکر B۔ کشور ناہید C۔ ادا جعفری D۔ شبنم شکیل

40۔ ادا جعفری (2015ء-1924ء) کا اصل نام کیا ہے؟

A۔ زہرہ نگاہ B۔ عزیز جہاں C۔ نور جہاں D۔ زہرہ حیدر

41۔ ''راہِ رواں'' کس کی خود نوشت ہے؟

A۔ بشریٰ رحمٰن B۔ نیلم احمد بشیر C۔ بانو قدسیہ D۔ بیگم اختر ریاض الدین

42۔ قائداعظم کے انتقال کے موقع پر لکھی جانے والی نظموں میں ''قندیلِ آرزو'' سے بہتر شاید ہی کوئی نظم لکھی گئی ہو۔ اس نظم کے شاعر کون تھے؟

A۔ حفیظ جالندھری B۔ مولانا ظفر علی خاں C۔ فیض احمد فیض D۔ سیّد عابد علی عابد

43۔ پامال راستوں کو ترک کر کے ایک تخلیقی جذبے کے تحت نئی قدروں کی تلاش میں منہمک ہونے کے عمل کو ادبی اصطلاح میں کیا کہتے ہیں؟

A۔ رومانویت B۔ کلاسیکیت C۔ علامتیت D۔ ماورایت

44۔ ''غزل کو نیم وحشی صنفِ شاعری کہیں یا نہ کہیں لیکن اب یہ احساس عام ہو چلا ہے کہ غزل میں منفی خامیاں ہیں''۔ یہ قول کس نقاد کا ہے؟

A۔ محمد حسن عسکری B۔ کلیم الدین احمد C۔ احتشام حسین D۔ ان میں سے کوئی نہیں

45۔ ''غبارِ زیاں'' کس معروف شاعر کا شعری مجموعہ ہے؟

A۔ احمد ندیم قاسمی B۔ ظہیر کاشمیری C۔ شہرت بخاری D۔ شہزاد احمد

46۔ ''نقشِ اوّل'' اور ''شاخِ زریاب'' کس کے شعری مجموعے ہیں؟

A۔ ظفر اقبال B۔ ڈاکٹر تحسین فراقی C۔ ڈاکٹر خورشید رضوی D۔ امجد اسلام امجد

47۔ ''شمع اور شاعر'' علامہ اقبال کی ایک طویل نظم ہے۔ یہ ان کے کس مجموعے میں شامل ہے؟

A۔ بانگِ درا B۔ بالِ جبریل C۔ ضربِ کلیم D۔ ارمغانِ حجاز

48۔ ''انسان اور آدمی'' اور ''ستارہ یا بادبان'' کس کی تصانیف ہیں؟

A۔ کلیم الدین احمد B۔ سید عابد علی عابد C۔ محمد حسن عسکری D۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی

49۔ ''اردو تنقید پر ایک نظر'' اور ''اردو شاعری پر ایک نظر'' کس کی تہلکہ خیز کتابیں ہیں؟

A۔ جوش ملیح آبادی B۔ پروفیسر جیلانی کامران C۔ عبدالرحمٰن بجنوری D۔ ان میں سے کوئی نہیں

50۔ ''تیشۂ لفظ'' اور ''جوئے معنی'' کس کے شعری مجموعے ہیں؟

A۔ سعود عثمانی B۔ انور مسعود C۔ شہزاد احمد D۔ سجاد باقر رضوی

51۔ قرۃ العین حیدر کی تصنیف ''کارِ جہاں دراز ہے'' کا تعلق کس صنفِ نثر سے ہے؟

A۔ سفرنامہ B۔ سوانح عمری C۔ آپ بیتی D۔ ناول

52۔ مرزا غالب نے اردو کی کس کتاب کو ''الفاظ کا بھٹیار خانہ'' قرار دیا؟

A۔ سب رس (ملا وجہی) B۔ فسانہ عجائب (رجب علی بیگ سرور)
C۔ سحر البیان (میر حسن) D۔ ان میں سے کوئی نہیں

53۔ ناول ''کئی چاند تھے سرِ آسماں'' کے مصنف کا نام بتایئے؟

A۔ عبداللہ حسین B۔ ابدال بیلا C۔ انتظار حسین D۔ شمس الرحمٰن فاروقی

54۔ ''اقبالِ جرم'' کس کتاب کے پیش لفظ کا عنوان ہے؟

A۔ زرگزشت B۔ شہاب نامہ C۔ آشفتہ بیانی میری D۔ جہانِ دانش

55۔ ''مرزا غالب بندر روڈ پر'' اور ''لال قلعہ سے لالو کھیت تک'' کس کے ڈرامے ہیں؟

A۔ اشفاق احمد B۔ قرۃ العین حیدر C۔ خواجہ معین الدین D۔ حسینہ معین

56۔ شعر کے حروف کی حرکات و سکنات کے لحاظ سے بحر کے حروف کے ساتھ مطابقت پیدا کرنا ادبی اصطلاح میں کیا کہلاتا ہے؟

A۔ تقطیع B۔ تقریظ C۔ تارید D۔ تفریس

57۔ ناصر کاظمی کا وہ کونسا مجموعہ ہے جو ایک ہی غزل (غزل در غزل) پر مشتمل ہے؟

A۔ نشاطِ خواب B۔ دیوان C۔ برگِ نے D۔ پہلی بارش

58۔ ''نکات الشعرا'' اردو کا اہم تذکرہ ہے۔ مصنف کا نام کیا ہے؟

A۔ عبدالغفور نساخ B۔ مولوی کریم الدین احمد C۔ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ D۔ ان میں سے کوئی نہیں

59۔ ''صحیفہ'' ایک تحقیقی مجلہ ہے، اس کا تعلق کس ادارے سے ہے؟

A۔ انجمن ترقی اردو، کراچی B۔ مجلسِ ترقی ادب، لاہور C۔ ادارہ فروغِ اردو، اسلام آباد D۔ ان میں سے کوئی نہیں

60۔ ''ماہِ تمام'' کس شاعرہ کا شعری کلیات ہے؟

A۔ پروین شاکر B۔ پروین فنا سیّد C۔ شبنم شکیل D۔ فہمیدہ ریاض

61۔ اردو میں ''وحدہٗ لاشریک ہیومرسٹ'' کسے کہا جاتا ہے؟

A۔ ابنِ انشا B۔ مشتاق احمد یوسفی C۔ اکبر الہ آبادی D۔ پطرس بخاری

62۔ ''لمحے''، ''ریزے'' اور ''سرِ راہے'' کتابوں کے ناموں سے کس ادیب کا نام ذہن میں آتا ہے؟

A۔ سعادت حسن منٹو B۔ انتظار حسین C۔ ممتاز مفتی D۔ مسعود مفتی

63۔ ''تنقید اور عملی تنقید'' کے مصنف کا نام ہے:

A۔ کلیم الدین احمد B۔ احتشام حسین C۔ ڈاکٹر سیّد عبداللہ D۔ ڈاکٹر وحید قریشی

64۔ حیدر آباد (دکن) سے گزشتہ نصف صدی سے جو طنزیہ و مزاحیہ جریدہ شائع ہوتا ہے وہ ہے:

A۔ مزاح پلس B۔ شگوفہ C۔ اردو پنچ D۔ ظرافت

65۔ جسٹس رستم کیانی (1902ء-1962ء) کی معروف کتاب ''افکارِ پریشاں'' کا تعلق کس صنفِ نثر سے ہے؟

A۔ مضمون B۔ انشائیہ C۔ تقریر D۔ کالم

66۔ ''کاکولیات'' کس معروف فوجی مزاح نگار کی کاوش ہے؟

A۔ بریگیڈیئر صولت رضا B۔ کرنل شفیق الرحمٰن C۔ کرنل محمد خاں D۔ کرنل اشتیاق حسین

67۔ ''اعمال نامہ'' کس معروف شخصیت کی آپ بیتی ہے؟

A۔ مولانا مودودی B۔ سر ظفر اللہ خاں C۔ سر رضا علی D۔ فیروز خاں نون

68۔ سیرت کی عالمی ایوارڈ یافتہ کتاب ''الرحیق المختوم'' کے مصنف کا نام ہے:

A۔ سید سلیمان ندوی B۔ صفی الرحمٰن مبارک پوری C۔ نعیم صدیقی D۔ پیر کرم شاہ

69۔ سنہ 2014ء کو کس ادیب کی صدی کی تقریبات کے لیے وقف کیا گیا؟

A۔ خواجہ الطاف حسین حالی B۔ مولانا شبلی نعمانی C۔ حالی اور شبلی دونوں D۔ نواب محسن الملک

70۔ ''نکاتِ سخن'' فنِ شعر پر مستند کتاب ہے۔ یہ کس کی تصنیف ہے؟

A۔ حسرت موہانی B۔ عدیم صراطی C۔ طالب انصاری D۔ نظم طباطبائی

71۔ ''گنجہائے گرانمایہ'' اور ''ہم نفسانِ رفتہ'' خاکوں کے مجموعے ہیں۔ مصنف کا نام کیا ہے؟

A۔ مولانا عبدالمجید سالک B۔ محمد طفیل (نقوش) C۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی D۔ ان میں سے کوئی نہیں

72۔ ''خامہ بگوش'' کس مزاح نگار کا قلمی نام ہے؟

A۔ شوکت تھانوی B۔ مشفق خواجہ C۔ کرنل محمد خاں D۔ ان میں سے کوئی نہیں

73۔ اردو ناولوں میں ''آگے سمندر ہے''، ''بستی'' اور ''چاند گہن'' کے نام سے کس ناول نگار کا نام ذہن میں آتا ہے؟

A۔ شوکت صدیقی B۔ احسن فاروقی C۔ انتظار حسین D۔ ان میں سے کوئی نہیں

74۔ ''ارسطو سے ایلیٹ تک'' کس کی مرتب کردہ کتاب ہے؟

A۔ محمد حسن عسکری B۔ ڈاکٹر جمیل جالبی C۔ ڈاکٹر سلیم اختر D۔ ان میں سے کوئی نہیں

75۔ ''انگلیاں فگار اپنی'' کس مزاحیہ شاعر کا شعری مجموعہ ہے؟

A۔ محمود سرحدی B۔ نیاز سواتی C۔ مجید لاہوری D۔ ان میں سے کوئی نہیں

76۔ عالمی ادب میں تنقید کے حوالے سے پہلی کتاب کونسی شمار ہوتی ہے؟

A- Poetics B- The Republic C- Biographia Literaria D- Phaedrus

77۔ ''شیخ علی وجودی'' اور ''کاظم جنوبی'' کے کردار کس کے تخلیق کردہ ہیں؟

A۔ منشی سجاد حسین B۔ مولانا عبدالحلیم شرر C۔ نسیم حجازی D۔ شوکت تھانوی

78۔ وہ اردو کا کونسا ناول نویس ہے جس کے کردار بالعموم اسم با مسمّٰی ہیں؟

A۔ ڈپٹی نذیر احمد B۔ محمد سعید دہلوی C۔ عبدالحلیم شرر D۔ مرزا ہادی علی رسوا

79۔ فورٹ ولیم کالج (کلکتہ) میں شعبۂ اردو کے میر منشی تھے:

A۔ میر امن دہلوی B۔ میر بہادر علی حسینی C۔ حیدر بخش حیدری D۔ میر شیر علی افسوس

80۔ ''یادگارِ حالی'' اردو کے پہلے سوانح نگار مولانا حالی کی سوانح حیات ہے۔ مصنف کا نام کیا ہے؟

A۔ صالحہ عابد حسین B۔ مولوی عبدالحق C۔ سجاد انصاری D۔ ڈاکٹر ذاکر حسین

81۔ ''تیرِ نیم کش'' کس مزاح نگار کا شعری مجموعہ ہے؟

A۔ سید محمد جعفری B۔ سید ضمیر جعفری C۔ انور مسعود D۔ عنایت علی خاں

82۔ ''تریاقِ مسموم'' کے مصنف کا نام ہے:

A۔ حیدر بخش حیدری B۔ مولانا حالی C۔ اختر حسین رائے پوری D۔ حکیم محمد سعید

83۔ چودھری محمد علی ردولوی کی کتاب ''گویا دبستاں کھل گیا'' کا تعلق کس صنف سے ہے؟

A۔ غزل B۔ افسانہ C۔ مکتوب D۔ خاکہ

84۔ معروف رسالے ''نمکدان'' کے بانی مدیر تھے:

A۔ شوکت تھانوی B۔ مجید لاہوری C۔ نصر اللہ خاں عزیز D۔ ابراہیم جلیس

85۔ اورنگ زیب خاں کس معروف شاعر کا اصل نام ہے؟

A۔ قتیل شفائی B۔ جگر مراد آبادی C۔ حبیب جالب D۔ وحشت کلکتوی

86۔ ''شیش محل'' خاکوں کا مجموعہ ہے۔ مصنف کا نام ہے؟

A۔ عظیم بیگ چغتائی B۔ شوکت تھانوی C۔ محمد طفیل D۔ چراغ حسن حسرت

87۔ بحوالہ فورٹ ولیم کالج کلکتہ جان گل کرسٹ (John Gilchrist) پیشے کے اعتبار سے کیا تھے؟

A۔ پروفیسر B۔ سیاست دان C۔ نقاد D۔ سرجن (ڈاکٹر)

88۔ گرچہ تھا تراتنِ خاکی نزار و دردمند تھی ستارے کی طرح روشن تری طبعِ بلند اس شعر میں علامہ اقبال کس سے مخاطب ہیں؟

A۔ جسٹس شاہ دین ہمایوں B۔ شیخ نور محمد C۔ سیّد میر حسن D۔ ان میں سے کوئی نہیں

89۔ بلبلِ ہند مر گیا ہیہات جس کی تھی بات بات میں اک بات مولانا حالی نے ''بلبلِ ہند'' کسے کہا ہے؟

A۔ مومن خاں مومن B۔ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ C۔ شیخ ابراہیم ذوق D۔ ان میں سے کوئی نہیں

90۔ غزل اس نے چھیڑی مجھے ساز دینا ذرا عمرِ رفتہ کو آواز دینا یہ زبان زدِ خلائق شعر کس کا ہے؟

A۔ صفی لکھنوی B۔ ثاقب لکھنوی C۔ آرزو لکھنوی D۔ تسلیم لکھنوی

91۔ غزالاں تم تو واقف ہو، کہو مجنوں کے مرنے کی دِوانہ مر گیا آخر کو ویرانے پہ کیا گزری اس شعر میں ''مجنوں'' کس ہستی کی طرف اشارہ ہے؟

A۔ سید احمد دہلوی B۔ نواب سراج الدولہ C۔ نواب فتح علی ٹیپو D۔ ان میں سے کوئی نہیں

92۔ زیرِ زمیں سے آتا ہے جو گل، سو زر بکف قاروں نے راستے میں لٹایا خزانہ کیا اس شعر میں کونسی صنعت آئی ہے؟

A۔ تضاد B۔ مراعات النظیر C۔ حسن تعلیل D۔ ایہام

93۔ دامن پہ کوئی چھینٹ، نہ خنجر پہ کوئی داغ تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو یہ شعر کس کا ہے؟

A۔ جون ایلیا B۔ ساحر لدھیانوی C۔ کلیم الدین احمد D۔ کلیم احمد عاجز

94۔ اے دعا! ہاں! عرض کر، عرشِ الٰہی تھام کے اے خدا! پھیر دے، رخ گردشِ ایام کے اس شعر کا تعلق کس صنفِ نظم سے ہے؟

A۔ حمد B۔ نعت C۔ منقبت D۔ ان میں سے کوئی نہیں

95۔ لازم تھا کہ دیکھو مرا رستا کوئی دن اور تنہا گئے کیوں، اب رہو تنہا کوئی دن اور غالب نے یہ کس کا مرثیہ کہا تھا؟

A۔ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ B۔ حکیم مومن خاں مومن C۔ مرزا نصر اللہ D۔ ان میں سے کوئی نہیں

96۔ پانی تھا آگ، گرمیِ روزِ حساب تھی ماہی جو سیخِ موج تک آئی، کباب تھی اس شعر میں کون سی صنعت آئی ہے؟

A۔ تضاد B۔ مبالغہ C۔ مراۃ النظیر D۔ ان میں سے کوئی نہیں

97۔ اک کھیل ہے، اورنگِ سلیماں مرے نزدیک اک بات ہے، اعجازِ مسیحا مرے آگے اس شعر میں کون سی صنعت آئی ہے؟

A۔ حسنِ تعلیل B۔ ایہام C۔ تلمیح D۔ ان میں سے کوئی نہیں

98۔ ع آمد ہے کربلا کے نیستاں میں شیر کی میر انیس کے اس مصرعے میں علمِ بیان کی کونسی صورت استعمال ہوئی ہے؟

A۔ تشبیہ B۔ استعارہ C۔ مجاز مرسل D۔ کنایہ

99۔ ع کل چودھویں کی رات تھی، شب بھر رہا چرچا ترا یہ کس شاعر کی غزل کے مطلعے کا مصرعِ اوّل ہے؟

A۔ ابنِ انشا B۔ قتیل شفائی C۔ منیر نیازی D۔ ساحر لدھیانوی

100۔ فکرِ انساں پر تری ہستی سے یہ روشن ہوا ہے پرِ مرغِ تخیّل کی رسائی تا کجا علامہ اقبال نے یہ خراجِ تحسین کسے پیش کیا ہے؟

A۔ مرزا داغ دہلوی B۔ مولانا حالی C۔ سر سیّد احمد خاں D۔ مرزا غالب

JOIN ME FOR EASY ACCESS TO EBOOKS & NOTES
+92-310-545-450-3
Css Aspirants ebooks & Notes
https://m.facebook.com/groups/458184410965870
Css Aspirants Forum
http://t.me/CssAspirantsForum
Rules of the group:
*No irrelevant text/pic Islamic pic/videos
*No Smiley No Pin otherwise Removed + Blocked
*Personal text w/o Mutual consent Consider harassment.
Separate Group For Females with verification
The CSS Group does not hold any rights on shared the Books & Notes
I,m not Responsible for Copyrights.
This book/notes downloaded from the internet.

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION

WRITTEN TEST FOR RECRUITMENT TO THE POST OF ASSISTANT PROFESSOR (MALE & FEMALE) BS-18 IN THE PUNJAB HIGHER EDUCATIN DEPARTMENT-2015

KEY

Q.No	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.
1	B	21	C	41	C	61	D	81	D
2	C	22	C	42	D	62	D	82	B
3	A	23	D	43	A	63	B	83	C
4	D	24	A	44	B	64	B	84	B
5	D	25	B	45	C	65	C	85	A
6	C	26	C	46	B	66	A	86	B
7	A	27	D	47	A	67	C	87	D
8	B	28	B	48	C	68	B	88	A
9	C	29	C	49	D	69	C	89	D
10	D	30	A	50	D	70	A	90	A
11	A	31	B	51	C	71	D	91	B
12	B	32	D	52	B	72	B	92	C
13	C	33	B	53	D	73	C	93	D
14	B	34	C	54	B	74	B	94	D
15	C	35	A	55	C	75	D	95	D
16	D	36	B	56	A	76	A	96	B
17	D	37	C	57	D	77	B	97	C
18	A	38	D	58	D	78	A	98	B
19	D	39	C	59	B	79	B	99	A
20	B	40	B	60	A	80	A	100	D

❀❀

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION

WRITTEN TEST FOR RECRUITMENT TO THE POST OF SUBJECT SPECIALISTS (URDU) BS-17 IN THE PUNJAB WORKERS WELFARE BOARD/LABOUR & HUMAN RESOURCE DEPARTMENT--2016

MAXIMUM MARKS: 100 **TIME ALLOWED: 1.30 HOURS**

1۔ ؎ پھر چراغ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن   مجھ کو پھر نغموں پہ اکسانے لگا مرغِ چمن

علامہ اقبال کے اس شعر میں ردیف کیا ہے؟

A۔ دمن، چمن   B۔ کوہ و دمن، مرغِ چمن   C۔ ہوئے کوہ و دمن، لگا مرغِ چمن   D۔ شعر میں ردیف نہیں ہے

2۔ سوال نمبر 1 کے حوالے سے بتایئے کہ اس شعر میں قافیہ کیا ہے؟

A۔ دمن، چمن   B۔ کوہ و دمن، مرغِ چمن   C۔ ہوئے کوہ و دمن، لگا مرغِ چمن   D۔ شعر میں قافیہ نہیں ہے۔

3۔ شمار نمبر 1 ہی کے حوالے سے بتایئے کہ علامہ اقبال کی غزل کے اس شعر کو کیا نام دیں گے؟

A۔ مطلع   B۔ مقطع   C۔ حسنِ مطلع   D۔ مطلعِ ثانی

4۔ ؎ رندِ خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تُو   تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تُو

اس شعر میں کون سی صنعت آئی ہے؟

A۔ مراعات النظیر   B۔ لف ونشر   C۔ ایہام   D۔ تضاد

5۔ شعر میں امید و آرزومندی اور زندگی کے مثبت رویوں کے بیان کرنے کو اصطلاح میں کیا کہتے ہیں؟

A۔ رجائیت   B۔ قنوطیت   C۔ کلاسیکیت   D۔ رومانویت

6۔ کلام میں قلبی واردات، نازک احساسات اور لطیف جذبات کو پیش کرنا اصطلاح میں کیا کہلاتا ہے؟

A۔ خارجیت   B۔ داخلیت   C۔ آفاقیت   D۔ ایمائیت

7۔ ؎ فلاحت میں بے مثل و یکتا ہوئے وہ   سیاحت میں مشہور دنیا ہوئے وہ

''فلاحت'' کا کیا مفہوم ہے؟

A۔ معاشرت   B۔ فلاح و بہبود   C۔ کھیتی باڑی   D۔ تجارت

8۔ ؎ اہلِ زمیں کو نسخۂ زندگی دوام ہے   خونِ جگر سے تربیت پاتی ہے جو سخنوری

''سخنوری'' کے کیا معنی ہیں؟

A۔ بات چیت   B۔ شاعری   C۔ پند و نصائح   D۔ مضبوط عمارت

9۔ ؎ نالہ کش شیراز کا بلبل ہوا بغداد پر   داغ رویا خون کے آنسو جہاں آباد پر

''شیراز کا بلبل'' سے کیا مراد ہے؟

A۔ حافظ شیرازی   B۔ شیخ سعدی   C۔ ابن بدروں   D۔ فردوسی طوسی

10۔ شمارنمبر 9 کے حوالے سے بتائیے کہ ''جہانِ آباد'' سے کیا مراد ہے؟

A۔دنیاجہان B۔بغداد C۔دلی D۔لاہور

11۔ اقبال کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے   رومی فنا ہوا، حبشی کو دوام ہے

''حبشی'' سے کون سی ذات مراد ہے؟

A۔نجاشی (حبشہ کا حکمران) B۔حبشہ (افریقہ) کا باشندہ C۔حضرت بلالؓ D۔حضرت لقمان

12۔ شمارنمبر 11 کے حوالے سے بتائیے کہ ''رومی'' سے کون مراد ہیں؟

A۔سکندر رومی B۔مولانا رومؒ C۔روم کا بادشاہ D۔روم کا باشندہ

13۔ سرِ کوہِ آدم سے تا کوہِ بیضا   جہاں جاؤ گے کھوج پاؤ گے اُن کا

''کوہِ آدم'' کہاں واقع ہے؟

A۔افغانستان میں B۔سری لنکا میں C۔ایران کے شمال میں D۔عدن (یمن) کے نواح میں

14۔ شمارنمبر 13 کے حوالے سے بتائیے کہ کوہِ بیضا (Mount Solorius) کس ملک کا پہاڑ ہے؟

A۔ہسپانیہ (سپین) B۔ترکی C۔لبنان D۔ایران

15۔ ہرگز نہ تھا زمانہ سابق میں یہ فلک   جس آسماں کی دھوم تھی، وہ آسماں ہے اب

اردو غزل میں ''آسمان'' کس بات کی علامت ہے؟

A۔دوستی B۔دشمنی C۔حسن و زیبائی D۔شہرت و ناموری

16۔ پیاسی جو تھی سپاہِ خدا تین رات کی   ساحل سے سر پٹکتی تھیں موجیں فرات کی

اس شعر میں کون سی صنعت استعمال ہوئی ہے؟

A۔مراعات النظیر B۔لف ونشر C۔حسنِ تعلیل D۔ایہام

17۔ ہر شے مسافر، ہر چیز راہی   کیا چاند تارے، کیا مرغ و ماہی

اس شعر میں ردیف کیا ہے؟

A۔راہی، ماہی B۔ہر چیز راہی، کیا مرغ و ماہی C۔چیز راہی، مرغ و ماہی D۔شعر میں ردیف نہیں ہے۔

18۔ شمارنمبر 17 میں قافیہ کیا ہے؟

A۔راہی، ماہی B۔ہر چیز راہی، کیا مرغ و ماہی C۔چیز راہی، مرغ و ماہی D۔شعر میں قافیہ نہیں ہے

19۔ میرامن کی تصنیف ''باغ و بہار'' تاریخی نام ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟

A۔تاریخ میں ذکر آیا ہے B۔تاریخی باتوں کا مذکور ہے

C۔موضوع تاریخ ہے D۔نام سے سنِ اشاعت برآمد ہوتا ہے

20۔ گئودان، میدانِ عمل، بازارِ حسن اور چوگانِ ہستی وغیرہ ناولوں سے کس مصنف کا نام ذہن میں آتا ہے؟

A۔عبدالحلیم شرر B۔پریم چند C۔عظیم بیگ چغتائی D۔کرشن چندر

21۔ انڈین شیکسپیئر (Indian Shakespeare) کسے کہا جاتا ہے؟

A۔حکیم احمد شجاع B۔آغا حشر C۔امتیاز علی تاج D۔امانت لکھنوی

22۔ امتیاز علی تاج کا ڈراما ''انارکلی'' بلاشبہ اردو ادب میں شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ڈراما کب لکھا گیا تھا؟

A۔1914ء B۔1919ء C۔1922ء D۔1947ء

23۔ ''شہرتِ عام اور بقائے دوام کا دربار'' اردو ادب کا ایک شاہکار مضمون ہے جس کا تعلق فینٹسی (Fantasy) سے ہے، اس کے مصنف کون ہیں؟

A۔مولانا محمد حسین آزاد B۔اشفاق احمد C۔چراغ حسن حسرت D۔مرزا فرحت اللہ بیگ

24۔ وہ کون سی کتاب ہے جس کے دیباچے کو اردو سوانح نگاری کے منشور کی حیثیت حاصل ہے؟

A۔حیاتِ جاوید B۔حیاتِ سعدی C۔یادگارِ غالب D۔الفاروق

25۔ ''میں باغی ہوں''، ''میں اور میرا پاکستان''، ''سب سے پہلے پاکستان'' اور ''چاہِ یوسف سے صدا'' کتابوں کا تعلق کس صنفِ ادب سے ہے؟

A۔آپ بیتی (خودنوشت) B۔سوانح عمری C۔سفرنامہ D۔رپورتاژ

26۔ ''لوحِ دل'' دبستانِ لاہور کے کس شاعر کی معروف آزاد نظم کا عنوان ہے؟

A۔مجید امجد B۔ن۔م راشد C۔تصدق حسین خالد D۔میراجی

27۔ کلام میں کچھ باتوں کا ذکر کر کے اُن کی مناسبت سے متعلقات کا ذکر کسی خاص تعین یا بغیر تعین کرنا علم بدیع کی اصطلاح میں کون سی صنعت کہلاتی ہے؟

A۔مراعات النظیر B۔لف ونشر C۔ایہام D۔حسنِ تعلیل

28۔ کلام میں کسی لفظ کے دو معنی نکلتے ہوں اور آدمی مخمصے میں پڑ جائے کہ کون سے معنی مراد ہیں تو ایسی صنعت کو اصطلاح میں کیا کہتے ہیں؟

A۔تضاد B۔مبالغہ C۔تفریق D۔ایہام

29۔ کسی لفظِ معترضہ یا جملۂ معترضہ کی وضاحت کے لیے رموزِ اوقاف کی کون سی علامت استعمال ہوتی ہے؟

A۔قوسین B۔رابطہ C۔تفصیلیہ D۔واوین

30۔ ''وجہِ جامع'' علمِ بیان کی کون سی صورت کا رکن ہے؟

A۔تشبیہ B۔استعارہ C۔مجازِ مرسل D۔کنایہ

31۔ ''ماہیا'' سرزمینِ پنجاب کی ایسی صنفِ نظم ہے جو مقبولِ خاص و عام ہے، یہ کتنے مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے؟

A۔فقط دو مصرعوں پر B۔تین مصرعوں پر C۔چار مصرعوں پر D۔طوالت پر پابندی نہیں

32۔ آزاد نظم کی سب سے بڑی خوبی ہے:

A۔ردیف قافیے سے چھٹکارا B۔رفعتِ تخیل C۔چھوٹے بڑے مصرعے D۔دل آویز الفاظ کا استعمال

33۔ کسی غیر زبان کے لفظ کو عربی بنا لینے کے عمل کو ''تعریب'' کہتے ہیں، فارسی بنا لینے کو کیا کہتے ہیں؟

A۔تفریس　B۔تہذیب　C۔مفرس　D۔کفریس

34۔ ''واؤ معدولہ'' سے کیا مراد ہے؟

A۔جو کھل کر پڑھی جائے　B۔جو کھل کر نہ پڑھی جائے　C۔جو لکھی جائے مگر پڑھی نہ جائے　D۔ان میں سے کوئی درست نہیں

35۔ سوچ بچار، بھاگ دوڑ، مار پیٹ، دیکھ بھال کے الفاظ قواعد کی رُو سے کیا ہیں؟

A۔مصدر　B۔حاصل مصدر　C۔اسمِ جامد　D۔فعل امر

36۔ ''مسجد قرطبہ'' علامہ اقبال کی ایک شاہکار نظم ہے۔ یہ اُن کے کس مجموعے میں شامل ہے؟

A۔بانگِ درا　B۔بالِ جبریل　C۔ضربِ کلیم　D۔ارمغانِ حجاز

37۔ علامہ اقبال ہی کی نظم ''ابلیس کی مجلسِ شوریٰ'' ان کے کس مجموعے میں شامل ہے؟

A۔بانگِ درا　B۔بالِ جبریل　C۔ضربِ کلیم　D۔ارمغانِ حجاز

38۔ ''مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ'' اردو کا ایک شاہکار مضمون ہے، اس کے مصنف کون ہیں؟

A۔سجاد حیدر یلدرم　B۔مولوی عبدالحق　C۔رشید احمد صدیقی　D۔مرزا فرحت اللہ بیگ

39۔ مرزا غالب کی نا تمام تصنیف ''مہر نیمروز'' کا موضوع کیا ہے؟

A۔شاعری　B۔تنقید　C۔تاریخ　D۔خودنوشت

40۔ ''ایسا شاگرد استاد کو محقق اور محقق کو محقق تر بنا دیتا ہے۔'' علامہ اقبال کے بارے میں یہ قول کس کا ہے؟

A۔سید میر حسن　B۔پروفیسر تھامس آرنلڈ　C۔سید سلیمان ندوی　D۔عبدالماجد دریابادی

41۔ مولانا حالی کے خیال میں شاعر کی حیثیت سے اردو شاعری کو سب سے زیادہ الفاظ کس نے دیے؟

A۔امام بخش ناسخ　B۔غلام ہمدانی مصحفی　C۔نظیر اکبر آبادی　D۔میر انیس

42۔ ''شعرِ شور انگیز'' میر کے کلام کی چار جلدوں پر مبنی شرح ہے۔ اس کے مصنف کون ہیں؟

A۔نظم طباطبائی　B۔غلام رسول مہر　C۔شمس الرحمٰن فاروقی　D۔مولانا حسرت موہانی

43۔ اردو ظریفانہ شاعری میں سید محمد جعفری کا نام بہت نمایاں ہے۔ ان کے مجموعہ کلام کا نام ہے؟

A۔نمکدان　B۔شوخیِ تحریر　C۔چاندنگر　D۔مافی الضمیر

44۔ سر سید احمد خاں نے انگلستان سے واپسی پر کون سا رسالہ جاری کیا تھا؟

A۔رسالہ اسبابِ بغاوتِ ہند　B۔سید الاخبار　C۔تہذیب الاخلاق　D۔رسالہ کلمۃ الحق

45۔ مولانا حالی کی عظیم تصنیف ''حیاتِ جاوید'' پہلی بار کب شائع ہوئی تھی؟

A۔1901ء　B۔1902ء　C۔1903ء　D۔1904ء

46۔ ''تحقیقاتِ چشتی'' جسے بجا طور پر لاہور کی مستند ترین تاریخ کہا جا سکتا ہے، کس کی تصنیف ہے؟

A۔فقیر سید وحید الدین　B۔منشی محمد الدین فوق　C۔مولوی احمد بخش یکدل　D۔مولوی نور احمد

47۔ علامہ اقبال نے پرندوں میں ''شاہین'' کو جن صفات کی بنا پر پسند کیا ہے، ان میں اہم ترین صفت یہ ہے کہ شاہین:

A۔پرندوں کا بادشاہ ہے　B۔فضا میں شکار کرتا ہے　C۔بلند پرواز ہے　D۔کئی کئی دن بھوکا رہ سکتا ہے

48۔ تصدق حسین خالد، ن۔م راشد اور میرا جی میں قدر مشترک کیا ہے؟

A۔غزل　B۔مثنوی　C۔نظم معریٰ　D۔آزاد نظم

49۔ ''(ہر چند) اردو میں سب سے کم سرمایہ چھوڑا ہے مگر کتنا اونچا مقام پایا۔'' رشید احمد صدیقی کا یہ جملہ کس مزاح نگار کی ذات پر صادق آتا ہے؟

A۔پطرس بخاری　B۔مرزا فرحت اللہ بیگ　C۔شوکت تھانوی　D۔ابنِ انشا

50۔ ہجوں کے اعتبار سے کون سا لفظ درست ہے؟

A۔چوہدری　B۔چودھری　C۔چودہری　D۔چوھدری

51۔ کس ریٹائرڈ جج کو ''جج صاحب'' یا کسی ریٹائرڈ جنرل کو ''جنرل صاحب'' کہنا علم بیان کی رو سے کیا ہے؟

A۔تشبیہ　B۔استعارہ　C۔مجازِ مرسل　D۔کنایہ

52۔ ''اسلم شترِ بے مہار ہے۔'' اس جملے میں علمِ بیان کی کون سی صورت استعمال ہوئی ہے؟

A۔تشبیہ　B۔استعارہ　C۔مجازِ مرسل　D۔کنایہ

53۔ غلام عباس کا ناولٹ کون سا ہے؟

A۔آنندی　B۔جاڑے کی چاندنی　C۔کن رس　D۔گوندنی والا تکیہ

54۔ میر تقی میر کا کلیات کتنے دواوین پر مشتمل ہے؟

A۔چار　B۔چھے　C۔دس　D۔بارہ

55۔ مولانا محمد علی جوہر ''ہمدرد'' کے متوازی وہ کون سا انگریزی اخبار نکالتے تھے، جس کی زبان دانی کے انگریز بھی معترف تھے؟

A۔پائنیر (Pioneer)　B۔کامریڈ (Comrade)　C۔اسپیکٹیٹر (Spectator)　D۔ٹیٹلر (Tattler)

56۔ علامہ اقبال کی اس تصنیف کا نام کیا ہے جو اقتصادیات میں اردو کی پہلی تصنیف ہے؟

A۔اسلام اور اقتصادیات　B۔علم الاقتصاد　C۔تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ　D۔ہم اور ہماری اقتصادی حالت

57۔ ''اعلانِ جنگ، دورِ حاضر کے خلاف'' یہ الفاظ جلی حروف میں علامہ اقبال کے کس مجموعۂ کلام کے سرِ ورق پر درج ہیں؟

A۔بانگِ درا　B۔بالِ جبریل　C۔ضربِ کلیم　D۔ارمغانِ حجاز

58۔ اردو زبان میں مستعمل غیر منقولہ حروفِ ابجد بشمول ہمزہ (ء) کی تعداد کتنی ہے؟

A۔سترہ　B۔اٹھارہ　C۔بیس　D۔بائیس

59۔ اردو زبان میں مستعمل منقوط حروفِ ابجد کی تعداد کتنی ہے؟

A۔سترہ　B۔اٹھارہ　C۔انیس　D۔بیس

60۔ ''چہار شنبہ'' ہفتے کا کون سا دن ہوتا ہے؟

A۔منگل　B۔بدھ　C۔جمعرات　D۔جمعہ

61۔ علامہ اقبال نے اپنی شاعری میں کس صنفِ نظم کو سب سے زیادہ برتا ہے؟

A۔غزل　B۔مثنوی　C۔ترجیع بند　D۔ترکیب بند

62۔ پامال راستوں کو ترک کر کے ایک تخلیقی جذبے کے تحت نئی قدروں کی تلاش میں منہمک ہونے کے عمل کو ادب کی اصطلاح میں کیا نام دیا جاتا ہے؟

A۔ارفعیت　B۔کلاسیکیت　C۔رومانویت　D۔ایمائیت

63۔ شاعری میں سوقیانہ، فرسودہ اور پامال الفاظ کا استعمال شعری اصطلاح میں کیا کہلاتا ہے؟

A۔غرابت　B۔ابتذال　C۔ترفع　D۔ابہام

64۔ روزمرہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ:

A۔محاورہ بھی ہو　B۔قواعد کے اصولوں کے مطابق ہو

C۔اپنے حقیقی معنی دے　D۔اپنے مجازی معنی دے

65۔ قواعد کی رُو سے ''لکھنا'' کون سا مصدر ہے؟

A۔مصدر لازم　B۔مصدر متعدی　C۔نہ لازم نہ متعدی　D۔مصدر لازم بھی اور متعدی بھی

66۔ لفظ ''پہناوا'' قواعد کی رو سے کیا ہے؟

A۔اسم جامد　B۔اسم مصدر　C۔فعل متعدی　D۔اسم حاصل مصدر

67۔ کس صنفِ نثر کی زبان غزل کی زبان سے قریب تر ہوتی ہے؟

A۔مقالہ　B۔مضمون　C۔انشائیہ　D۔خاکہ

68۔ ''غزل در غزل'' سے کیا مراد ہے؟

A۔بغیر مقطع کے غزل　B۔طویل بحر کی غزل

C۔اسی بحر، ردیف، قافیے میں ایک اور غزل　D۔سنگلاخ زمین میں غزل

69۔ میر تقی میر نے اپنی زندگی کے آخری تیس اُنتیس سال کہاں بسر کیے؟

A۔لکھنؤ　B۔دہلی　C۔حیدر آباد (دکن)　D۔آگرہ (جائے ولادت)

70۔ اردو میں تنقید کی اولین کتاب کسے قرار دیا جاتا ہے؟

A۔آبِ حیات　B۔مقدمہ شعر و شاعری　C۔نکاتِ سخن　D۔خم خانۂ جاوید

71۔ مرزا غالب کے اردو مکاتیب پر مبنی کتاب ہے:

A۔دستنبو　B۔عودِ ہندی　C۔یادگارِ غالب　D۔برہانِ قاطع

72۔ اردو ادب میں ترقی پسند تحریک کے روحِ رواں کون تھے؟

A۔منشی پریم چند　B۔فیض احمد فیض　C۔سید سجاد ظہیر　D۔ظہیر کاشمیری

73۔ ''علامہ'' قواعد کی رُو سے کیا ہے؟

A۔خطاب　B۔تخلص　C۔عرف　D۔لقب

74۔ ''تشبیب'' کس صنفِ شاعری کا جزو ہے؟

A۔قصیدہ　B۔غزل　C۔مرثیہ　D۔شہر آشوب

75۔ مولانا حالی کے خیال میں سب سے مقدم اور ضروری چیز جو شاعر کو متشاعر سے ممیز و مشرف کرتی ہے، کیا ہے؟

A۔تخیل　B۔ردیف　C۔قافیہ　D۔الفاظ کی روانی

76۔ ''ہجو'' ایسی صنفِ نظم ہے جس میں:

A۔کسی کی خوب تعریف ہو　B۔کسی کو برا بھلا کہا گیا ہو　C۔کسی واقعے کا بیان ہو　D۔مدح و ذم دونوں ہوں

77۔ من کہ ایک دھوبی کا غذی گھاٹ پر، گلاب تمھارا کیکر ہمارا، دیا سلائی، جھینگر کا جنازہ جیسے انشائیوں سے کس ادیب کا نام ذہن میں آتا ہے؟

A۔سرسید احمد خاں　B۔عبدالحلیم شرر　C۔خواجہ حسن نظامی　D۔مولانا محمد حسین آزاد

78۔ مشرقی تمدن کا آخری نمونہ (گزشتہ لکھنؤ) کے مصنف کون ہیں؟

A۔مولانا عبدالحلیم شرر　B۔مرزا محمد ہادی رسوا　C۔رجب علی بیگ سرور　D۔مسعود حسن رضوی ادیب

79۔ ''بیگمات کے آنسو'' کس کی تصنیف ہے؟

A۔علامہ راشد الخیری　B۔شاہد احمد دہلوی　C۔خواجہ حسن نظامی　D۔ڈپٹی نذیر احمد

80۔ ''مٹی کا دیا'' میں مصنف نے اپنی زندگی کی روداد بیان کی ہے۔ بتائیے یہ کس کی خودنوشت ہے؟

A۔جوش ملیح آبادی　B۔احسان دانش　C۔میرزا ادیب　D۔دیوان سنگھ مفتوں

81۔ محاورہ کے لیے لازمی ہے کہ وہ:

A۔اپنے مجازی معنی دے　B۔اپنے حقیقی معنی دے　C۔فقط ایک لفظ پر مشتمل ہو　D۔دو لفظوں پر مشتمل ہو

82۔ ''فاختہ اڑانا'' محاورہ ہے۔ اس کا مفہوم ہے:

A۔ہانگ لگانا　B۔مزے اڑانا　C۔شور مچانا　D۔تہس نہس ہونا

83۔ ''قدم لینا'' محاورہ ہے، اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔خوب خبر لینا　B۔لمبے لمبے ڈگ بھرنا　C۔قدم اٹھانے کا آغاز کرنا　D۔تعظیم کرنا

84۔ ''گنگا نہانا'' محاورہ ہے۔ اسکے معنی کیا ہیں؟

A۔گنگا کی قسم کھانا　B۔کسی مشکل کام کو سرانجام دینا　C۔ہنسی مذاق کرنا　D۔پھاگ کھیلنا

85۔ ''سبک سر ہونا'' محاورہ ہے۔ اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔سر سے بوجھ اتر جانا　B۔تیز رفتار ہونا　C۔بے نشان ہونا　D۔بے عزت و بے وقار ہونا

86۔ ''آنکھیں سفید ہونا'' محاورہ ہے۔ اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔سنگدل ہونا　B۔بینائی جاتے رہنا　C۔بے حیا ہونا　D۔ضعیف العمر ہونا

87۔ ''ٹامک ٹوئیاں مارنا'' محاورہ ہے۔ اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔تو تکار کرنا　B۔قیاس آرائی کرنا　C۔مار کٹائی کرنا　D۔ٹانگ اڑانا

88۔ ''حرزِ جاں بنانا'' محاورہ ہے۔اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔جان کا دشمن ہونا B۔جان کی پروانہ کرنا C۔جان وقف کر دینا D۔بہت عزیز رکھنا

89۔ ''ششش وپنج میں پڑنا'' قواعد کی رُو سے کیا ہے؟

A۔محاورہ ہے B۔روزمرہ ہے C۔محاورہ بھی اور روزمرّہ بھی ہے D۔نہ محاورہ ہے، نہ روزمرہ ہے

90۔ ''آگے ناتھ نہ پیچھے پگھا'' ضرب المثل ہے۔اس کا مفہوم ہے:

A۔لاوارث B۔بے دین C۔بے خوف وخطر D۔بے باک

91۔ ''نمازی کا ٹکا'' ضرب المثل ہے۔اس کا مفہوم ہے:

A۔نذرانے کی رقم B۔متبرک دولت C۔نمازی کی طرف سے انعام D۔فعلِ بد کی سزا ضرور ملتی ہے

92۔ ''بانگِ درا'' کا دیباچہ کس نے لکھا؟

A۔سید سلیمان ندوی B۔سر عبدالقادر C۔مولانا عبدالماجد دریابادی D۔خواجہ حسن نظامی

93۔ ''نوراللغات'' کے مؤلف کون ہیں؟

A۔مولوی نورالحسن نیر B۔وارث سرہندی C۔عبداللہ خاں خویشگی D۔سید احمد دہلوی

94۔ ''جزوِلا ینفک'' کے معنی کیا ہیں؟

A۔جو حصہ الگ ہو جائے B۔جو حصہ الگ نہ کیا جا سکے C۔زیادہ مقدار D۔انتہائی کم مقدار

95۔ ''کھیت رہنا'' محاورہ ہے۔اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ستانے کے لیے کھیت میں بیٹھنا B۔سرسبز وشاداب کھیت

C۔لڑائی میں مارے جانا D۔کھیت کا اجاڑ دینا

96۔ ''کاغذ کھولنا'' محاورہ ہے۔اس کا مطلب ہے:

A۔درخواست لکھنا B۔عیب فاش کرنا C۔بطور یادداشت کاغذ پر لکھنا D۔کاغذ کو پرزے پرزے کرنا

97۔ ''خاطر نشان ہونا'' محاورہ ہے۔اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔کڑوی کسیلی بات B۔بات کا دل میں بیٹھ جانا C۔انہونی بات D۔بات کا پسند نہ آنا

98۔ ''رجائیت'' ادبی اصطلاح ہے۔اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔مایوسی اور ناامیدی B۔بے جا طرف داری وتعصب C۔امید اور مثبت رویہ D۔مستقبل کی تابناکی

99۔ ''اتمامِ حجت'' کی ترکیب اردو میں کن معنوں میں مستعمل ہے؟

A۔دلیل پر دلیل دینا B۔باتوں باتوں میں لڑائی C۔کسی امر میں آخری مرتبہ سمجھانا D۔کسی امر میں ناتمام بحث کرنا

100۔ ''بسااوقات'' کی ترکیب کے معنی ہیں:

A۔کبھی کبھی B۔فقط ایک بار C۔اکثر اوقات D۔کبھی نہیں

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION

WRITTEN TEST FOR RECRUITMENT TO THE POST OF SUBJECT SPECIALISTS (URDU) BS-17 IN THE PUNJAB WORKERS WELFARE BOARD/LABOUR & HUMAN RESOURCE DEPARTMENT--2016

KEY

Q.No	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.
1	D	21	B	41	C	61	B	81	A
2	A	22	C	42	C	62	C	82	B
3	A	23	A	43	B	63	B	83	D
4	D	24	B	44	C	64	C	84	B
5	A	25	A	45	A	65	B	85	D
6	B	26	A	46	D	66	D	86	B
7	C	27	B	47	C	67	C	87	B
8	B	28	D	48	D	68	C	88	D
9	B	29	A	49	A	69	A	89	C
10	D	30	B	50	B	70	B	90	A
11	C	31	B	51	C	71	B	91	D
12	A	32	B	52	D	72	C	92	B
13	B	33	A	53	D	73	D	93	A
14	A	34	C	54	B	74	A	94	B
15	B	35	B	55	B	75	A	95	C
16	C	36	B	56	B	76	B	96	B
17	D	37	D	57	C	77	C	97	B
18	A	38	A	58	C	78	A	98	C
19	D	39	C	59	A	79	C	99	C
20	B	40	B	60	B	80	C	100	C

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION

WRITTEN TEST FOR RECRUITMENT TO THE POST OF

ASSISTANT SUBJECT SPEALIST

URDU (MALE/FEMALE) (BS-16)

IN THE PUNJABCURRICULUM & TEXT BOOK BOARD OF

SCHOOLS EDUCATION DEPARTMENT-2016

TIME ALLOWED: 2 HOURS **MAXIMUM MARKS: 100**

1۔ ''چراغ سحری'' کی ترکیب اردو میں کن معنوں میں رائج ہے؟

A۔نومولود B۔مبلغ C۔قریب مرگ D۔نیکوکار

2۔ ''تجاہل عارفانہ'' کی ترکیب اردو میں کن معنوں میں مستعمل ہے؟

A۔کچھ معلوم نہ ہونا B۔جان بوجھ کر انجان بننا C۔عارفانہ گفتگو کرنا D۔جہالت کی باتیں کرنا

3۔ ''طفلِ مکتب'' کی ترکیب اردو میں کثرت سے مستعمل ہے۔اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔مکتب میں داخل شدہ بچہ B۔نا تجربہ کار C۔مکتب کا سب سے ہونہار بچہ D۔مکتب سے فارغ التحصیل

4۔ ''گرگِ باراں دیدہ'' کا کیا مفہوم ہے؟

A۔چھپا ہوا دشمن B۔بارہ آنکھوں والا بھیڑیا C۔آزمودہ کار D۔بارش میں بھیگا ہوا

5۔ ''گولر کا پھول کھلنا'' محاورہ ہے،اس کا مفہوم ہے:

A۔بہار کی آمد آمد ہونا B۔ان ہونی بات ہونا C۔دل کی کلی کھلنا D۔چار دانگ خوشبو کا پھیلنا

6۔ ''پیٹ کاٹنا'' محاورہ ہے،اس کا مطلب ہے:

A۔پیٹ کا آپریشن کرنا B۔پیٹ میں چھرا گھونپنا C۔خون بہانا D۔اخراجات میں کمی کرنا

7۔ ''چھل کرنا'' محاورہ ہے،اس کا مفہوم ہے:

A۔پانی کا چھڑکاؤ کرنا B۔چالاکی کرنا C۔اخراجات کو کم کرنا D۔ہوا دینا

8۔ ''سبز قدم ہونا'' محاورہ ہے،اس کا مفہوم ہے:

A۔منحوس ہونا B۔نیکی کی تلقین کرنا C۔مبارک ہونا D۔تیز تیز قدم اٹھانا

9۔ ''لوہا ماننا'' محاورہ ہے،اس کا مفہوم ہے:

A۔کسی پر فریفتہ ہونا B۔حیران ہونا C۔شکست تسلیم کرنا D۔کسی کے ہنر کا قائل ہونا

10۔ ''راہ ہونا'' محاورہ ہے،اس کا مطلب ہے:

A۔کھسک جانا B۔محبت ہونا C۔کام سے کام رکھنا D۔الگ راستے کا انتخاب کرنا

11۔ ''داغ بیل ڈالنا'' محاورہ ہے،اس کا مفہوم ہے

A۔بنیاد رکھنا B۔سجانا،سنوارنا C۔ویرانے میں رونق پیدا کرنا D۔احتیاط سے کام لینا

12۔ ''گونگے کا گڑ کھانا'' محاورہ ہے،اس کا مفہوم ہے:

A۔بڑھ چڑھ کر باتیں کرنا B۔آئیں بائیں شائیں کرنا C۔چُپ سادھنا D۔حیرت کا اظہار کرنا

13۔ ''تصویر بنا دینا'' محاورہ ہے،اس کے معنی ہیں:

A۔حیران کر دینا B۔جھگڑا کرنا C۔منظر کشی کرنا D۔رنگوں کا استعمال احتیاط سے کرنا

14۔ کون سی ضرب المثل درست ہے؟

A۔ایک انار ہزار بیمار B۔ایک انار ہزاروں بیمار C۔ایک انار سو بیمار D۔ایک انار صد بیمار

15۔ کون سی ضرب المثل درست ہے؟

A۔ڈھاک کا وہی ایک پات B۔ڈھاک کے وہی دو پات C۔ڈھاک کے وہی تین پات D۔ڈھاک کے وہی چار پات

16۔ قواعد کی رُو سے ''لکھنا'' کون سا مصدر ہے؟

A۔مصدر لازم B۔مصدر متعدی C۔نہ مصدر لازم،نہ متعدی D۔مصدر لازم بھی اور متعدی بھی

17۔ ''مادرِ ملت'' کا لفظ قواعد کی رُو سے کیا ہے؟

A۔لقب B۔خطاب C۔تخلص D۔عرف

18۔ گھبراہٹ،ملاوٹ،سجاوٹ،بناوٹ وغیرہ الفاظ قواعد کی رُو سے کیا ہیں:

A۔اسمِ معرفہ B۔اسمِ نکرہ C۔اسم جامد D۔اسمِ حاصل مصدر

19۔ کتابچہ،باغیچہ،صندوقچہ،دریچہ وغیرہ قواعد کی رُو سے کیا ہیں:

A۔اسم عام B۔اسم خاص C۔اسم مصغر D۔اسمِ مکبر

20۔ خواب،خوار،خواندگی،درخواست وغیرہ الفاظ میں مستعمل واؤ کو کیا نام دیا جاتا ہے؟

A۔واؤ معدولہ B۔واؤ مجہول C۔واؤ معروف D۔ان میں سے کوئی درست نہیں

21۔ ''زمین کا گز ہونا'' سے کیا مراد ہے؟

A۔بہت طویل ہونا B۔دراز قد ہونا C۔زمیندار ہونا D۔وقت سیر وسیاحت میں گزرنا

22۔ ''نثر'' عربی زبان کا لفظ ہے،اس کے لغوی معنی ہیں:

A۔موتیوں کی لڑی B۔بکھرا ہوا C۔منظم ومرتب D۔بادل کا ٹکڑا

23۔ ''ناول'' کس زبان کا لفظ ہے؟

A۔ہسپانوی B۔لاطینی C۔اطالوی D۔فرانسیسی

24۔ ''خجستہ گام'' سے کیا مراد ہے؟

A۔مبارک قدم B۔تیز قدم C۔سست قدم D۔منحوس قدم

25- ''قاف سے قاف تک'' سے کیا مراد ہے؟

A- ویسے کا ویسا B- ساری دنیا C- تلفظ کا درست نہ ہونا D- تک بندی

26- ''دست کش'' سے کیا مراد ہے؟

A- ہاتھ پھیلانے والا B- محنت کرنا والا C- علیحدہ ہو جانے والا D- مفلوج ہاتھ

27- ''بسرام کرنا'' سے کیا مراد ہے؟

A- آرام کرنا B- کسی کو دھوکا دینا C- چین سے نہ بیٹھنا D- بھولی بسری بات یاد دلانا

28- لفظ ''سکول'' قواعد کی رُو سے کیا ہے؟

A- اسم ظرف زماں B- اسم ظرف مکاں C- اسم مکبر D- اسم مصغر

29- ''دھوم دھام'' میں 'دھام' قواعد کی رُو سے کیا ہے؟

A- اسم مبالغہ B- حرفِ ناقص C- مہمل D- لاحقہ

30- ''اسلم شترِ بے مہار ہے'' علم بیان کی رُو سے یہ جملہ کیا ہے؟

A- تشبیہ B- استعارہ C- مجازِ مرسل D- کنایہ

31- تحقیق و تدوین کی اصطلاح میں ''مخطوطہ'' سے کیا مراد ہے؟

A- پرانا خط B- خطوط کا مجموعہ C- قلمی نسخہ D- وحید نسخہ

32- ناصر کاظمی کا سالِ وفات کیا ہے؟

A- 1970ء B- 1971ء C- 1972ء D- 1976ء

33- اکبر الہ آبادی کا اصل نام کیا تھا؟

A- سید نور اکبر رضوی B- سید اکبر علی رضوی C- سید اکبر حسین رضوی D- سید غلام اکبر رضوی

34- ''مرزا غالب بندر روڈ پر'' کس کی تصنیف ہے؟

A- کنہیا لال کپور B- خواجہ معین الدین C- سعادت حسن منٹو D- انور مقصود

35- حفیظ جالندھری نے ''شاہنامۂ اسلام'' کی کتنی جلدیں لکھی ہیں؟

A- دو B- تین C- چار D- پانچ

36- مولانا الطاف حسین حالی کے علاوہ 1914ء میں اردو کے ارکانِ خمسہ میں سے اور کس کا انتقال ہوا؟

A- مولانا محمد حسین آزاد B- ڈپٹی نذیر احمد C- مولانا شبلی نعمانی D- سرسید احمد خاں

37- اقبالیات پر معروف کتاب ''روحِ اقبال'' کے مصنف کا نام ہے:

A- ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی B- ڈاکٹر یوسف حسن خاں C- ڈاکٹر تحسین فراقی D- ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

38- کون سے معروف ادیب PTV کے نئے چیئرمین بنائے گئے ہیں؟

A- انعام [illegible] B- افتخار عارف C- عطاء الحق قاسمی D- امجد اسلام امجد

39- ''مصورِ غم'' کسے کہا جاتا ہے؟

A- خواجہ حسن نظامی B- ڈپٹی نذیر احمد C- مولانا عبدالحلیم شرر D- علامہ راشد الخیری

40- ''شوخیٔ تحریر'' کس طنزیہ و مزاحیہ شاعر کا مجموعہ ہے؟

A- سید محمد جعفری B- سید ضمیر جعفری C- ظریف لکھنوی D- ظریف جبل پوری

41- ''نشاطِ خواب'' کس شاعر کا شعری مجموعہ ہے؟

A- سیف الدین سیف B- محسن نقوی C- ناصر کاظمی D- قتیل شفائی

42- ''دامن بدنداں'' سے کیا مراد ہے؟

A- حیران ہونا B- دامن مضبوطی سے پکڑنا C- دامن کو چوسنا D- عاجز، بے چارہ

43- ''پیر کامل'' ناول کی مصنفہ ہیں:

A- بانو قدسیہ B- بشریٰ رحمٰن C- اے۔ آر خاتون D- عمیرہ احمد

44- ناول ''کئی چاند تھے سرِ آسماں'' کے مصنف کا نام کیا ہے؟

A- عبداللہ حسین B- شمس الرحمٰن فاروقی C- ابدال بیلا D- انتظار حسین

45- ''سرِ وادیٔ سینا'' کس کا شعری مجموعہ ہے؟

A- فیض احمد فیض B- تصدق حسین خالد C- مجید امجد D- ن۔م راشد

46- ''گریز'' کس صنفِ شاعری کی اصطلاح ہے؟

A- قصیدہ B- غزل C- مرثیہ D- مثنوی

47- ''شاعرِ خمریات'' کس شاعر کو کہا جاتا ہے؟

A- ساغر صدیقی B- جگر مراد آبادی C- ریاض خیر آبادی D- عبدالحمید عدم

48- ''کلیاتِ یگانہ'' کے مرتب کون ہیں؟

A- ڈاکٹر فرمان فتح پوری B- مشفق خواجہ C- ڈاکٹر معین الدین عقیل D- ڈاکٹر جمیل جالبی

49- ''دلآرام'' کس معروف ڈرامے کا کردار ہے؟

A- اندر سبھا B- رستم و سہراب C- انارکلی D- تعلیم بالغاں

50- اردو میں سوانح نگاری کی صنف کو کس نے رواج دیا؟

A- سرسید احمد خاں B- مولانا حالی C- مولانا شبلی نعمانی D- مولانا محمد حسین آزاد

51- ''شہزادہ بے نظیر'' کس مثنوی کا مرکزی کردار ہے؟

A- مثنوی سحرالبیان B- مثنوی گلزارِ نسیم C- مثنوی خواب و خیال D- مثنوی زہرِ عشق

52- ''انجمن ترقی اردو'' کا صدر دفتر کس شہر میں واقع ہے؟

A- کراچی B- اسلام آباد C- لاہور D- ملتان

53۔ "مسرِ کوہسار" کس کا لکھا ناول ہے؟

A۔رتن ناتھ سرشار　B۔عبدالحلیم شرر　C۔مرزا ہادی رسوا　D۔ڈپٹی نذیر احمد

54۔ "کولمبس" اور "سندباد جہازی" کے قلمی ناموں سے فکاہیہ کالم کس نے لکھے؟

A۔عبدالحمید سالک　B۔ابنِ انشا　C۔چراغ حسن حسرت　D۔ابراہیم جلیس

55۔ بھارت میں قید کی داستان "میں نے ڈھاکہ ڈوبتے دیکھا" اور "ہمہ یاراں دوزخ" کس کی تصانیف ہیں؟

A۔بریگیڈیر صدیق سالک　B۔کرنل محمد خاں　C۔مسعود مفتی　D۔سید ضمیر جعفری

56۔ ماہنامہ "قومی زبان" کس سرکاری ادارے کا جریدہ ہے؟

A۔مجلس ترقی ادب (لاہور)　B۔ادارہ فروغ اردو (اسلام آباد)

C۔اکادمی ادبیات (اسلام آباد)　D۔انجمن ترقی اردو (کراچی)

57۔ علامہ اقبال کی والدہ ماجدہ کا نام کیا تھا؟

A۔آمنہ بی بی　B۔امام بی بی　C۔خدیجہ بی بی　D۔عائشہ بی بی

58۔ امتیاز علی تاج کے ڈرامے "انارکلی" کے مرکزی کردار انارکلی کا اصل نام کیا ہے؟

A۔دلآرام　B۔نادرہ بیگم　C۔ثریا　D۔مروارید

59۔ عبارت میں لفظِ معترضہ یا جملۂ معترضہ درج کرنے کے لیے رموزِ اوقاف کی کون سی علامت استعمال ہوتی ہے؟

A۔قوسین　B۔واوین　C۔رابطہ　D۔تفصیلیہ

60۔ اردو شاعری میں سب سے زیادہ ذخیرہ کس صنفِ سخن کا ہے؟

A۔قصیدہ　B۔غزل　C۔مثنوی　D۔مرثیہ

61۔ علامہ اقبال نے کس صنفِ سخن کو سب سے زیادہ برتا ہے؟

A۔غزل　B۔ترکیب بند　C۔ترجیع بند　D۔مثنوی

62۔ آسمانِ مرثیہ کے سب سے زیادہ درخشندہ ستارے کون سے ہیں؟

A۔خلیق و ضمیر　B۔انیس و دبیر　C۔نفیس و جلیس　D۔میر و سودا

63۔ "دھنک پر قدم" اور "سات سمندر پار" اردو کے معروف سفرنامے ہیں، مصنف کا کیا نام ہے؟

A۔بیگم اختر ریاض الدین　B۔محمود نظامی　C۔ماہر القادری　D۔شیخ منظور الٰہی

64۔ مشتاق احمد یوسفی، کرنل محمد خاں اور ابنِ انشا میں قدرِ مشترک کیا ہے؟

A۔خاکہ نگاری　B۔سفرنامہ نگاری　C۔فکاہیہ کالم نگاری　D۔مزاح نگاری

65۔ اردو شعری ادب میں تصوف کا سرخیل کسے قرار دیا جاتا ہے؟

A۔مرزا مظہر جانِ جاناں　B۔قلندر بخش جرأت　C۔سراج اورنگ آبادی　D۔خواجہ میر درد

66۔ الفاظ کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق ہو تو اسے اصطلاح میں کیا کہیں گے؟

A۔تشبیہ　B۔استعارہ　C۔مجازِ مرسل　D۔کنایہ

67۔ میر انیس اور مرزا دبیر نے مرثیہ لکھنے کے لیے کون سی ہیئتِ نظم کو استعمال کیا ہے؟

A۔مثنوی　B۔مربع　C۔مخمس　D۔مسدس

68۔ اردو زبان میں مستعمل حروفِ ابجد کی تعداد، بشمول ہمزہ، کتنی ہے؟

A۔36　B۔37　C۔38　D۔39

69۔ "حسنِ یوسف"، "دمِ عیسیٰ"، "یدِ بیضا" کو اردو زبان کی اصطلاح میں کیا کہیں گے؟

A۔تشبیہ　B۔تلمیح　C۔کنایہ　D۔مجازِ مرسل

70۔ اصنافِ نظم میں "قطعہ" کتنے شعروں پر مشتمل ہوتا ہے؟

A۔دو شعروں پر　B۔چار شعروں پر　C۔چھے شعروں پر　D۔تعداد پر پابندی نہیں

71۔ ٹیپ کا مصرع کسے کہتے ہیں؟

A۔نظم کا پہلا مصرع　B۔نظم کے ہر بند میں دہرایا جانے والا مصرع

C۔نظم کا آخری مصرع　D۔نظم کا سب سے دلآویز مصرع

72۔ نظم سانیٹ (Sonnet) میں کل کتنے مصرعے ہوتے ہیں؟

A۔فقط چار مصرعے　B۔چھے مصرعے　C۔دس مصرعے　D۔چودہ مصرعے

73۔ پابند نظم کے لیے لازمی ہے:

A۔ردیف　B۔قافیہ　C۔ردیف قافیہ دونوں　D۔چھوٹی بحر

74۔ اکبر الٰہ آبادی کے کلام میں سب سے نمایاں رنگ کون سا ہے؟

A۔مغربی معاشرت کی تقلید کی مخالفت　B۔مغربی معاشرت کی حمایت

C۔ہجویہ　D۔تغزل

75۔ علامہ اقبال کی منظوم تصانیف میں سے کون سی تصنیف سب سے پہلے شائع ہوئی؟

A۔بانگِ درا　B۔بالِ جبریل　C۔اسرارِ خودی　D۔پیامِ مشرق

76۔ ملک الشعرا مولانا غلام قادر گرامی، جو علامہ اقبال کے دوست بھی تھے، کس زبان کے شاعر تھے؟

A۔عربی　B۔فارسی　C۔اردو　D۔فارسی، اردو دونوں

77۔ اہلِ لاہور کو "زندانِ لاہور" کا لقب کس نے دیا تھا؟

A۔پطرس بخاری　B۔خواجہ حسن نظامی　C۔سرسید احمد خاں　D۔علامہ اقبال

78۔ "جیسا کرو گے، ویسا بھرو گے" اس جملے کو ادبی اصطلاح میں کیا کہیں گے؟

A۔تلمیح　B۔محاورہ　C۔ضرب المثل　D۔ان میں سے کوئی درست نہیں

79۔ "علمی اردو لغت" اردو کی کثیر الاستعمال لغت ہے، اس کے مؤلف کا کیا نام ہے؟

A۔سید احمد دہلوی　B۔مولوی نورالحسن　C۔نسیم امروہوی　D۔وارث سرہندی

80- ''گھر سے گھر تک''، ''کپاس کا پھول''، ''سیلاب وگرداب'' اور ''طلوع وغروب'' جیسے افسانوی مجموعوں سے کس معروف افسانہ نگار کا نام ذہن میں آتا ہے؟

A- احمد ندیم قاسمی B- انتظار حسین C- غلام عباس D- رشید امجد

81- ''کوئلوں کی دلالی میں منہ کالا'' قواعد کی رُو سے کیا ہے؟

A- محاورہ B- ضرب المثل C- تشبیہ D- ان میں سے کوئی درست نہیں

82- قیام پاکستان سے پہلے ہندوستان میں وہ کون سا پہلا مسلمان ادیب تھا، جسے سیاسی جرم کی پاداش میں قید وبند کی بڑی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں؟

A- حبیب جالب B- فیض احمد فیض C- حسرت موہانی D- مولانا محمد حسین آزاد

83- سعادت حسن منٹو کے اکلوتے ناول کا عنوان ہے:

A- منٹونامہ B- منٹوراما C- آتش پارے D- بغیر عنوان کے

84- مثنوی ''زہرِ عشق'' کس کی تصنیف ہے؟

A- میر تقی میر B- میر حسن C- دیا شنکر نسیم D- نواب مرزا شوق

85- ''حیاتِ جاوید'' اردو کی معروف سوانح عمری ہے یہ کس شخص کے سوانحی حالات اور کارہائے نمایاں پر مشتمل ہے؟

A- ڈاکٹر جاوید اقبال B- سر سید احمد خاں C- احسان دانش D- جوش ملیح آبادی

86- ''طبقۂ نسواں کا محسن'' کس مصنف کو قرار دیا جاتا ہے؟

A- سر سید احمد خاں B- علامہ راشد الخیری C- مولانا حالی D- شاہد احمد دہلوی

87- پطرس بخاری نے ''لاہور کا جغرافیہ'' میں لاہور کی سب سے بڑی اور مشہور پیداوار کسے قرار دیا ہے؟

A- طلبہ B- اخبارات C- انجمنیں D- رسائل وجرائد

88- علامہ اقبال کی تعلیمات کا ماحصل ان کی کس نظم کو قرار دیا جاتا ہے؟

A- شمع وشاعر B- طلوعِ اسلام C- خضرِ راہ D- ساقی نامہ

89- ''بانگِ درا'' کا دیباچہ کس نے لکھا؟

A- سید سلیمان ندوی B- سر عبدالقادر C- مولانا عبدالماجد دریا آبادی D- جسٹس شاہ دین ہمایوں

90- ''ذکرِ میر'' کس کی خودنوشت (آپ بیتی) ہے؟

A- میر انیس B- میر درد C- مہر مہدی حسن مجروح D- میر تقی میر

91- ''فرہنگِ آصفیہ'' کے مؤلف کا نام بتایئے؟

A- سید احمد دہلوی B- عبداللہ خاں خویشگی C- مولوی نورالحسن نیر D- وارث سرہندی

92- علامہ اقبال کا وہ کون سا شعری مجموعہ ہے، جس میں اردو کے علاوہ اُن کا فارسی کلام بھی شامل ہے؟

A- اسرارِ خودی B- بالِ جبریل C- زبورِ عجم D- ارمغانِ حجاز

93- ع ''خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی'' یہ مصرع کس شاعر کا ہے؟

A- علامہ اقبال B- مولانا حالی C- مولانا محمد علی جوہر D- مولانا ظفر علی خاں

94- رات کو آگ اور دن کو دھوپ — بھاڑ میں جائیں ایسے لیل و نہار

مرزا غالب کے اس شعر میں متضاد الفاظ کتنی بار آئے ہیں؟

A- فقط ایک بار B- دو بار C- تین بار D- متضاد الفاظ نہیں آئے

95- جہاں تیرا نقشِ قدم دیکھتے ہیں — خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں

اس شعر میں کون سی صنعت آئی ہے؟

A- صنعتِ مراعات النظیر B- صنعتِ تکرار C- صنعتِ تضاد D- صنعتِ تلمیح

96- تم سلامت رہو ہزار برس — ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

بہادر شاہ ظفر کی شان میں قصیدے کا یہ دعائیہ شعر کس کی تخلیق ہے؟

A- محمد ابراہیم ذوق B- شاہ نصیر C- مومن خاں مومن D- مرزا غالب

97- یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے — گلیم بوذر و دلقِ اویس و چادرِ زہرہ

اس شعر میں مرکب اضافی کا استعمال کتنی بار ہوا ہے؟

A- دو بار B- تین بار C- چار بار D- ایک بار بھی نہیں

98- وہ ساحلوں پہ گانے والے، کیا ہوئے! — وہ کشتیاں چلانے والے، کیا ہوئے!

اس شعر میں ردیف کیا ہے؟

A- ہوئے B- کیا ہوئے C- والے، کیا ہوئے D- شعر میں ردیف نہیں ہے

99- سوال نمبر 98 کے شعر میں قافیہ کیا ہے؟

A- کیا ہوئے B- گانے، چلانے C- گانے والے، چلانے والے D- شعر میں قافیہ نہیں ہے

100- سوال نمبر 98 کے حوالے سے بتایئے کہ غزل کے اس شعر کو ادبی اصطلاح میں کیا نام دیں گے؟

A- مطلع B- مقطع C- پہلا شعر D- آخری شعر

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION

WRITTEN TEST FOR RECRUITMENT TO THE POST OF
ASSISTANT SUBJECT SPEALIST
URDU (MALE/FEMALE) (BS-16)
IN THE PUNJABCURRICULUM & TEXT BOOK BOARD OF
SCHOOLS EDUCATION DEPARTMENT-2016

KEY

Q.No	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.
1	C	21	D	41	C	61	D	81	B
2	B	22	B	42	A	62	B	82	C
3	B	23	C	43	D	63	A	83	D
4	C	24	A	44	B	64	D	84	D
5	B	25	B	45	A	65	D	85	B
6	D	26	C	46	A	66	B	86	B
7	B	27	A	47	C	67	D	87	A
8	A	28	B	48	B	68	B	88	D
9	D	29	C	49	C	69	B	89	B
10	B	30	D	50	B	70	D	90	D
11	A	31	C	51	A	71	B	91	A
12	C	32	C	52	A	72	D	92	D
13	A	33	C	53	A	73	B	93	D
14	C	34	B	54	C	74	A	94	B
15	C	35	C	55	A	75	C	95	B
16	B	36	C	56	D	76	B	96	D
17	A	37	B	57	B	77	C	97	C
18	D	38	C	58	B	78	C	98	C
19	C	39	D	59	A	79	D	99	B
20	A	40	A	60	B	80	A	100	A

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION

WRITTEN TEST FOR RECRUITMENT TO THE POST OF
SENIOR SUBJECT SPEALIST
URDU (MALE/FEMALE) (BS-18)
IN THE PUNJABCURRICULUM & TEXTBOOK BOARD OF
SCHOOLS EDUCATION DEPARTMENT-2016

MAXIMUM MARKS: 100 **TIME ALLOWED: 1.30 HOURS**

1۔ ترکیب ''مرگِ مفاجات'' کا لفظی مطلب ہے:

A۔ بے بسی کی موت B۔ طبعی موت C۔ ذلت آمیز موت D۔ ناگہانی موت

2۔ ''نرگسِ بیمار'' کی ترکیب اردو میں کن معنوں میں رائج ہے؟

A۔ آشوب چشم B۔ مست آنکھ C۔ دیدۂ بینا D۔ کور چشم

3۔ ''برآشفتہ'' کی ترکیب کے کیا معنی ہیں؟

A۔ خوش و خرم B۔ سبک خرام C۔ چالاک و مکار D۔ غصّے سے بھرا ہوا

4۔ ''سبزۂ بیگانہ'' کی ترکیب کن معنوں میں مستعمل ہے؟

A۔ خودرو سبزہ B۔ لہلہاتا سبزہ
C۔ کانٹوں بھری جھاڑیاں D۔ پھولوں سے لدے پھندے پودے

5۔ ''عذرِ لنگ'' کی ترکیب اردو میں کن معنوں میں استعمال ہوتی ہے؟

A۔ معقول عذر B۔ فضول عذر C۔ لنگڑاتا ہوا D۔ زخم خوردہ

6۔ ''دخترِ رز'' کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ کسان کی بیٹی B۔ انگور کی بیٹی (شراب) C۔ برہمن زادی D۔ مے فروش کی بیٹی

7۔ ''زبان لال ہونا'' سے کیا مراد ہے؟

A۔ مرچیں لگنا B۔ زبان پر دانے نکلنا C۔ گنگ ہونا D۔ خوشامدی ہونا

8۔ ''نخاس چڑھنا'' محاورہ ہے، اس کے معنی ہیں:

A۔ رسوائے عام ہونا B۔ بازار کا مندا ہونا C۔ بازار کا تیز ہونا D۔ گھڑ سواری کرنا

9۔ ''پو بارہ ہونا'' محاورہ ہے، اس کا مفہوم ہے:

A۔ نقصان ہونا B۔ وارے نیارے ہونا C۔ بارہ میل کا فاصلہ طے کرنا D۔ دال میں کالا ہونا

10۔ ''روغنِ قاز ملنا'' محاورہ ہے، اس کا مفہوم ہے:

A۔ تعریف کرنا B۔ دکھی کو مزید ستانا C۔ خوشامد کرنا D۔ مبالغہ آرائی کرنا

11۔ ''رات بھیگنا'' محاورہ ہے، اس کے معنی ہیں:

A۔ آدھی رات کے بعد کا وقت B۔ رات کا بسر ہونا C۔ رات کو بارش ہونا D۔ شام کا وقت گزرنا

12۔ ''فیل مچانا'' محاورہ ہے، اس کا مفہوم ہے:

A۔ خوشی کے آنسو B۔ زار و قطار رونا C۔ جھوٹ موٹ کا رونا D۔ ندامت کے آنسو

13۔ ''مجرئی کرنا'' محاورہ ہے، اس سے کیا مراد ہے؟

A۔ سخاوت کرنا B۔ مکمل انصاف کرنا C۔ کنجوسی کرنا D۔ حق دار کو اس کا حق پہنچانا

14۔ ''مسجد ٹھنڈی کرنا'' محاورہ ہے، اس سے کیا مراد ہے؟

A۔ مسجد کو منہدم کرنا B۔ مسجد میں پنجگانہ نماز کا ادا ہونا C۔ مسجد کی دیکھ بھال D۔ مسجد میں جھاڑو دینا

15۔ ''نو تیرہ بائیس بتانا'' محاورہ ہے، اس کا مفہوم ہے:

A۔ ٹکا سا جواب دے دینا B۔ ٹال دینا C۔ ناچ تماشا کر کے دکھانا D۔ لڑائی کا ڈول ڈالنا

16۔ علامہ اقبال نے اپنی شہرہ آفاق نظم ''شکوہ'' کس سنِ عیسوی میں لکھی تھی؟

A۔ 1911ء B۔ 1914ء C۔ 1917ء D۔ 1920ء

17۔ علامہ اقبال نے کس ہستی کی یاد میں معروف نظم ''نالہ فراق'' لکھی؟

A۔ داغ دہلوی B۔ مولوی سید میر حسن C۔ پروفیسر آرنلڈ D۔ مولانا حالی

18۔ ''شہنشاہ اقلیم ادب'' کس صنفِ ادب کو کہا جاتا ہے؟

A۔ مثنوی B۔ غزل C۔ مرثیہ D۔ قصیدہ

19۔ یوسف حسین خاں کمبل پوش نے اپنا سفرنامہ ''عجائباتِ فرنگ'' کس سن عیسوی میں لکھا؟

A۔ 1847ء B۔ 1855ء C۔ 1857ء D۔ 1869ء

20۔ یہ مشہور مصرع کس شاعر کا ہے: ع شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

A۔ مولانا ظفر علی خاں B۔ مولانا محمد علی جوہر C۔ علامہ اقبال D۔ مولانا عبدالمجید سالک

21۔ علامہ اقبال نے اپنی شہرہ آفاق نظم ''خضرِ راہ'' کس ہیئت میں لکھی ہے؟

A۔ مثنوی B۔ مسدس C۔ ترکیب بند D۔ ترجیع بند

22۔ قائداعظم لائبریری لاہور کی ادارت میں کون سا ادبی مجلہ شائع ہوتا ہے؟

A۔ الحمرا B۔ مباحث C۔ زبان و ادب D۔ مخزن

23۔ تحقیق و تدوین کی اصطلاح میں ''توقیف'' سے مراد ہے:

A۔ سوانحی حالات سن وار لکھنا B۔ علاماتِ اوقاف لگانا C۔ وقفہ دینا D۔ ترک کرنا

24۔ تحقیق و تدوین کی اصطلاح میں ''تسوید'' سے مراد ہے:

A۔ کسی کتاب کا پہلا مسودہ لکھنا B۔ کسی متن کی تدوین کرنا C۔ موازنہ کرنا D۔ کسی متن پر حاشیہ چڑھانا

25۔ معروف سوانحی ناول ''بستی'' کے تخلیق کار کا کیا نام ہے؟

A۔ قرۃ العین حیدر B۔ عبداللہ حسین C۔ انتظار حسین D۔ شوکت صدیقی

26۔ بسیار نویس ادیب ڈاکٹر انور سدید کا حال ہی میں انتقال ہو گیا، ان کی تاریخ وفات کیا ہے؟

A۔ 20 جنوری 2016ء B۔ 20 فروری 2016ء

C۔ 20 مارچ 2016ء D۔ 30 مارچ 2016ء

27۔ مشہور مصرع ع ہر شاخ پہ الّو بیٹھا ہے انجامِ گلستاں کیا ہوگا کس کا ہے؟

A۔ نوح ناروی B۔ حبیب جالب C۔ انور شعور D۔ رئیس امروہوی

28۔ وہ کون سا ادبی رسالہ ہے جو 1935ء سے تا حال باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے؟

A۔ فنون B۔ سیپ C۔ اوراق D۔ ادبِ لطیف

29۔ ''مٹھی بھر یادیں'' یادداشتوں پر مبنی کتاب ہے، اس کی مصنفہ کا نام کیا ہے؟

A۔ کشور ناہید B۔ ادا جعفری C۔ شبنم شکیل D۔ شاہین مفتی

30۔ ''اقبال ___ دیدۂ بینائے قوم'' کس ادیب کی تازہ تصنیف ہے؟

A۔ ڈاکٹر سلیم اختر B۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی C۔ ڈاکٹر تحسین فراقی D۔ ڈاکٹر ضیاء الحسن

31۔ ''لغاتِ روزمرہ'' کس کی معروف و مقبول تصنیف ہے؟

A۔ ڈاکٹر شمس الرحمٰن فاروقی B۔ ڈاکٹر وزیر آغا C۔ ڈاکٹر جمیل جالبی D۔ مولوی عبدالحق

32۔ منظوم آپ بیتی ''آدھی صدی کے بعد'' کس کی تصنیف ہے؟

A۔ ڈاکٹر وزیر آغا B۔ احمد ندیم قاسمی C۔ جمیل الدین عالی D۔ ڈاکٹر خورشید رضوی

33۔ ''عرب کا چاند'' کس کی تصنیف ہے؟

A۔ مولانا ثناءاللہ امرتسری B۔ سوامی لکشمن پرشاد C۔ علامہ راشد الخیری D۔ مولانا مودودی

34۔ ''غالب کے نئے خطوط'' کے عنوان سے کس مصنف نے مرزا غالب کے خطوط کی تحریف کی ہے؟

A۔ مشفق خواجہ B۔ ڈاکٹر انور سدید C۔ ڈاکٹر اشفاق احمد ورک D۔ عطاء الحق قاسمی

35۔ میر امن دہلوی کی داستان ''باغ و بہار'' کے مقابلے میں ''فسانۂ عجائب'' جیسی داستان کب لکھی گئی؟

A۔ 1810ء B۔ 1822ء C۔ 1825ء D۔ 1830ء

36۔ ''نیکی کر تھانے جا'' کس مزاح نگار کی تخلیق ہے؟

A۔ محمد خالد اختر B۔ مشکور حسین یاد C۔ یونس بٹ D۔ ابراہیم جلیس

37۔ معروف افسانہ ''گلاب دین چٹھی رساں'' کس افسانہ نگار کی تخلیق ہے؟

A۔ آغا بابر B۔ شفیق الرحمٰن C۔ اشفاق احمد D۔ اے حمید

38۔ ''خشک چشمے کے کنارے'' کس شاعر کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے؟

A۔ ناصر کاظمی B۔ شہزاد احمد C۔ احمد مشتاق D۔ حسن رضوی

39۔ ''گوروں کے دیس میں'' کس کا سفرنامہ ہے؟

A۔امجد اسلام امجد　B۔مستنصر حسین تارڑ　C۔حکیم محمد سعید　D۔عطاء الحق قاسمی

40۔ معروف مستشرق گارساں دتاسی (Gaarsan Datasi) کا تعلق کس ملک سے تھا؟

A۔فرانس　B۔جرمنی　C۔روس　D۔اٹلی

41۔ ''پطرس کے مضامین'' میں پطرس بخاری کے کتنے مضامین شامل ہیں؟

A۔نو　B۔گیارہ　C۔تیرہ　D۔پندرہ

42۔ ''حسن کوزہ گر'' کس شاعر کا تخلیق کردہ کردار ہے؟

A۔مجید امجد　B۔ن۔م راشد　C۔افتخار عارف　D۔میراجی

43۔ سعادت حسن منٹو نے سانحہ جلیانوالہ باغ کے پس منظر میں کون سا افسانہ لکھا؟

A۔ماتمی جلوس　B۔بادشاہت کا خاتمہ　C۔تماشا　D۔نیا قانون

44۔ اردو نظم نگاری میں ''پنواڑی'' جیسا لازوال کردار کس شاعر کی تخلیق ہے؟

A۔اختر شیرانی　B۔ن۔م راشد　C۔تصدق حسین خالد　D۔مجید امجد

45۔ ناول وافسانہ نگار، کالم وخاکہ نویس اور نقاد کی حیثیت سے انتظار حسین کا نام بڑا اہم ہے، ان کا انتقال کب ہوا؟

A۔2 جنوری 2016ء　B۔2 فروری 2016ء　C۔2 مارچ 2016ء　D۔2 اپریل 2016ء

46۔ ''اقبال جرم'' کس کتاب کے پیش لفظ (دیباچہ) کا عنوان ہے:

A۔سرگزشت　B۔آشفتہ بیانی میری　C۔جہانِ دانش　D۔شہاب نامہ

47۔ موجودہ دور کے اہم ادبی جریدے ''الحمرا'' کے مدیر کا نام کیا ہے؟

A۔ممتاز احمد خاں　B۔شاہد علی خاں　C۔عطاء الحق قاسمی　D۔ڈاکٹر تحسین فراقی

48۔ ''جوگی'' اردو کی معروف نظم ہے۔ یہ کس کے قلم کا شاہکار ہے؟

A۔اختر شیرانی　B۔ن۔م راشد　C۔مجید امجد　D۔چودھری خوشی محمد ناظر

49۔ ''علامتوں کا زوال'' تنقید کی معروف کتاب ہے۔ اس کے مصنف کا نام کیا ہے؟

A۔انتظار حسین　B۔ڈاکٹر سہیل احمد خاں　C۔محمد حسن عسکری　D۔ڈاکٹر سجاد باقر رضوی

50۔ مشتاق یوسفی کو ان کی کس کتاب پر آدم جی ادبی انعام ملا؟

A۔چراغ تلے　B۔زرگزشت　C۔خاکم بدہن　D۔آبِ گم

51۔ ''افکارِ پریشاں'' کس صنفِ شاعری کا اہم جزو ہے؟

A۔شورش کاشمیری　B۔عطاء اللہ شاہ بخاری　C۔جسٹس رستم کیانی　D۔کوثر نیازی

52۔ ''تشبیب'' کس صنفِ شاعری کا اہم جزو ہے؟

A۔قصیدہ　B۔غزل　C۔مثنوی　D۔مرثیہ

53۔ ''جو رہی سو بے خبری رہی'' کس کی لکھی آپ بیتی ہے؟

A۔ادا جعفری　B۔کشور ناہید　C۔شاہدہ حسن　D۔زہرہ نگاہ

54۔ مقتدرہ قومی زبان کا نیا نام کیا ہے؟

A۔ادارہ زبان وبیان　B۔ادارہ فروغ اردو　C۔ادارہ ادبیات اردو　D۔مجلس قومی زبان

55۔ ''صحیفہ'' اردو زبان وادب کے فروغ کے حوالے سے کون سے معروف ادارے کا جریدہ ہے؟

A۔بزمِ اقبال　B۔اکادمی ادبیات　C۔مجلس ترقی ادب　D۔اقبال اکادمی پاکستان

56۔ سرسید احمد خاں نے ''تہذیب الاخلاق'' کا اجرا کس سنِ عیسوی میں کیا تھا؟

A۔1870ء　B۔1872ء　C۔1874ء　D۔1876ء

57۔ ''گل بکاؤلی'' کس مثنوی کا مشہور کردار ہے؟

A۔مثنوی سحرالبیان　B۔مثنوی گلزارِ نسیم　C۔مثنوی خواب وخیال　D۔مثنوی زہرِ عشق

58۔ مولانا محمد حسین آزاد اور مولانا حالی نے ''انجمن پنجاب لاہور'' کے پلیٹ فارم سے مناظموں کی ابتدا کس سنِ عیسوی میں کی؟

A۔1872ء　B۔1874ء　C۔1876ء　D۔1878ء

59۔ (1857ء۔1914ء) سے ارکانِ خمسہ کے کس ادیب کا نام ذہن میں آتا ہے؟

A۔مولانا محمد حسین آزاد　B۔ڈپٹی نذیر احمد　C۔مولانا حالی　D۔مولانا شبلی نعمانی

60۔ مولانا حالی کے خیال میں سب سے کارآمد صنفِ سخن کون سی ہے؟

A۔غزل　B۔مثنوی　C۔رباعی　D۔قطعہ

61۔ علامہ اقبال کی معروف نظم ''ساقی نامہ'' جو ان کی پوری شاعری کا ماحاصل ہے، کس ہیئت میں ہے؟

A۔مسدس　B۔مثنوی　C۔ترکیب بند　D۔ترجیع بند

62۔ اگر قصیدے یا غزل کا دوسرا شعر بھی ہم قافیہ وہم ردیف ہو تو اُسے اصطلاح میں کیا کہیں گے؟

A۔مطلع　B۔حسنِ مطلع　C۔مطلع دیگر　D۔مطلع دوبارہ

63۔ جاپانی صنفِ نظم ''ہائیکو'' کی تقلید میں کچھ لوگ اردو میں بھی طبع آزمائی کرتے ہیں۔ ہائیکو میں کل کتنے مصرعے ہوتے ہیں؟

A۔تین　B۔چار　C۔پانچ　D۔چودہ

64۔ ''ایسے معجز بیان، فصیح اللسان، قدردان کے اُٹھ جانے سے اب زندگی کا کچھ لطف باقی نہیں رہا۔ اب ایسا ذی کمال پیدا نہ ہوگا۔'' یہ جملہ کس نے کہا تھا؟

A۔مرزا غالب　B۔قربان علی بیگ سالک　C۔مرزا دبیر　D۔مرزا تعشق (مرثیہ خواں

65۔ ''آندھی بروزنِ گاندھی'' کن کو کہا جاتا تھا؟

A۔محمد علی جوہر　B۔حسرت موہانی　C۔ظفر علی خاں　D۔عطاء اللہ شاہ بخاری

66۔ علامہ اقبال اپنے آپ کو کس ہستی کا معنوی شاگرد کہنے میں فخر محسوس کرتے تھے؟

A۔شمس تبریزیؒ　B۔بہاؤالدین زکریاؒ　C۔شیخ سعدیؒ　D۔مولانا رومؒ

67۔ غزل کی زبان کیسی ہوتی ہے؟

A۔ علائم و رموز کی زبان ہے　B۔ غم و آلام کی زبان ہے

C۔ ہجر و فراق کی زبان ہے　D۔ ترک و احتشام کی زبان ہے

68۔ 2016ء کو کس معروف ادبی شخصیت کی صدی کے طور پر منایا جانا طے پایا ہے؟

A۔ کرشن چندر　B۔ مجید امجد　C۔ احمد ندیم قاسمی　D۔ قتیل شفائی

69۔ جلال و جمال، دوامِ محیط، لوحِ خاک اور ارض و سما شعری مجموعوں کے ناموں سے کس شاعر کا نام ذہن میں آتا ہے؟

A۔ احمد فراز　B۔ سلیم احمد　C۔ منیر نیازی　D۔ احمد ندیم قاسمی

70۔ ''غزل نیم وحشی صنفِ سخن ہے'' یہ قول کس نقاد کا ہے؟

A۔ کلیم الدین احمد　B۔ وارث علوی　C۔ انیس ناگی　D۔ ڈاکٹر سلیم اختر

71۔ ''یہ بازی عشق کی بازی ہے'' کس کی لکھی ہوئی آپ بیتی (Autobiography) ہے؟

A۔ ڈاکٹر نجیب جمال　B۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل　C۔ فرخندہ شہرت بخاری　D۔ ڈاکٹر رشید امجد

72۔ ''اردو تنقید کا ارتقا'' کس کی تصنیف ہے؟

A۔ ڈاکٹر سید عبداللہ　B۔ سید احتشام حسین　C۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی　D۔ مجنوں گورکھ پوری

73۔ ''رام دین'' کس معروف ادیب کے مضامین کا مجموعہ ہے؟

A۔ پریم چند　B۔ ممتاز مفتی　C۔ اشفاق احمد　D۔ حسن عسکری

74۔ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد (دکن) کے شعبہ تالیف و ترجمہ کے پہلے ناظم کون تھے؟

A۔ نواب وقار الملک　B۔ نواب محسن الملک　C۔ داغ دہلوی　D۔ مولوی عبدالحق

75۔ علامہ اقبالؒ کی نظم ''ہمالہ'' بانگِ درا کی پہلی نظم ہے۔ یہ نظم پہلی بار کس پرچے میں چھپی تھی؟

A۔ ہمایوں　B۔ مخزن　C۔ حمایتِ اسلام　D۔ نیرنگِ خیال

76۔ ''نظم جدید کی کروٹیں'' کس کا تنقیدی مجموعہ ہے؟

A۔ ڈاکٹر سلیم اختر　B۔ سلیم احمد　C۔ ڈاکٹر وزیر آغا　D۔ سید عابد علی عابد

77۔ ''جانگلوس'' کس معروف ادیب کا ناول ہے؟

A۔ عزیز احمد　B۔ ممتاز مفتی　C۔ مستنصر حسین تارڑ　D۔ شوکت صدیقی

78۔ خواجہ حیدر علی آتش کا تعلق کس دبستانِ شاعری سے تھا؟

A۔ دبستانِ دہلی　B۔ دبستانِ لکھنؤ　C۔ دبستانِ دکن　D۔ دبستانِ لاہور

79۔ اُردو میں ''ترفع'' (Sublime) کا نظریہ کس معروف مغربی نقاد کا ہے؟

A۔ ارسطو (Aristotle)　B۔ ٹی ایس ایلیٹ (T.S. Eliot)

C۔ کولرج (Coleridge)　D۔ لان جائنس (Longinus)

80۔ یہ جملہ کس معروف ادیب کا ہے: ''جب میں اردو بھولنے لگتا ہوں تو ''باغ و بہار'' پڑھ لیتا ہوں۔''

A۔ ڈاکٹر سید عبداللہ　B۔ مولانا شبلی نعمانی　C۔ مولوی عبدالحق　D۔ محمد حسین آزاد

81۔ پاکستان آرمی کے ماہانہ ادبی مجلے کا نام ہے:

A۔ پاک فوج　B۔ ہلال　C۔ عزم و استقلال　D۔ شجاعت

82۔ عطاء الحق قاسمی کون سے ادبی رسالے کے مدیر ہیں؟

A۔ فنون　B۔ معاصر　C۔ الحمرا　D۔ ندائے ملت

83۔ John T. Platts, Dr. Fallon اور John Shakespear کے اردو زبان پر کیا احسانات ہیں؟

A۔ انگریزی داستانوں کے تراجم　B۔ انگریزی ناولوں کے تراجم

C۔ اردو قواعد کے اصول ترتیب دیے　D۔ انگریزی اردو لغات مدون کیں

84۔ اردو کلاسیکی اور جدید شاعری کا سنگم کس شاعر کو گردانا جاتا ہے؟

A۔ مولانا حالی　B۔ مولانا محمد حسین آزاد　C۔ حسرت موہانی　D۔ علامہ اقبال

85۔ اردو میں ''رئیس الاحرار'' کس شاعر کو کہا جاتا ہے؟

A۔ مولانا حسرت موہانی　B۔ مولانا محمد علی جوہر　C۔ جوش ملیح آبادی　D۔ مجید امجد

86۔ علامہ اقبال ''مفکرِ مشرق'' کے لقب سے ملقب ہیں، بتایئے ''مصورِ مشرق'' کن کو کہا جاتا ہے؟

A۔ صادقین　B۔ استاد اللہ بخش　C۔ عبدالرحمٰن چغتائی　D۔ بشیر موجد

87۔ اردو میں ادب میں ترقی پسند تحریک کے روحِ رواں کون تھے؟

A۔ منشی پریم چند　B۔ فیض احمد فیض　C۔ سید سجاد ظہیر　D۔ ظہیر کاشمیری

88۔ دہر جز جلوۂ یکتائی معشوق نہیں　ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خود بیں

اس شعر کا تعلق کس صنفِ شعر سے ہے؟ اس شعر کا تعلق کس صنفِ شعر سے ہے؟

A۔ حمد　B۔ نعت　C۔ منقبت　D۔ قصیدہ

89۔ غیروں سے کہا تم نے، غیروں سے سنا تم نے　کچھ ہم سے کہا ہوتا، کچھ ہم سے سنا ہوتا

اس شعر کے خالق کون ہیں؟

A۔ چراغ حسن حسرت　B۔ قتیل شفائی　C۔ اسد ملتانی　D۔ ڈاکٹر محمد دین تاثیر

90۔ آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی　اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی ''روباہی'' کا کیا مفہوم ہے؟

A۔ نیند آنا　B۔ شکست کھانا　C۔ مکاری　D۔ بزدلی

91۔ آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر　اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

یہ شعر علامہ اقبال کی کس نظم سے لیا گیا ہے؟

A۔ شکوہ　B۔ شمع و شاعر　C۔ طلوعِ اسلام　D۔ خضرِ راہ

92۔ ؎ آئے بہار جائے خزاں ہو چمن درست   بیمار سال بھر کے نظر آئیں تندرست

اس شعر میں ردیف ہے:

A۔چمن درست   B۔درست   C۔تندرست   D۔ردیف ہی نہیں ہے

93۔ ؎ نہ کرتی عقل اگر ہفت آسماں کی سیر   کوئی یہ سات ورق کا رسالہ کیا کرتا

اس شعر میں علمِ بیان کی کون سی صورت موجود ہے؟

A۔استعارہ   B۔تشبیہ   C۔مجازِ مرسل   D۔کنایہ

94۔ ؎ نیرنگِ سیاستِ دوراں تو دیکھیے   منزل انھیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

یہ شعر کس کی تخلیق ہے؟

A۔حبیب جالب   B۔شورش کاشمیری   C۔محسن بھوپالی   D۔احمد فراز

95۔ ؎ سنایا رات کو جو قصۂ ہیر رانجھے کا   تو اہلِ درد کو پنجابیوں نے لوٹ لیا

اس شعر کے خالق کا نام بتایئے؟

A۔انشاءاللہ خاں انشا   B۔ابنِ انشا   C۔سراج اورنگ آبادی   D۔شیر افضل جعفری

96۔ ؎ میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں   تمام شہر نے پہنے ہوئے ہیں دستانے

یہ شعر کس کی تخلیق ہے؟

A۔محسن نقوی   B۔مصطفیٰ زیدی   C۔حمایت علی شاعر   D۔پروین شاکر

97۔ ؎ اگر ہوتا وہ مجذوبِ فرنگی اس زمانے میں   تو اقبال اس کو سمجھاتا مقامِ کبریا کیا ہے

اقبال نے کس فلسفی کو ''مجذوبِ فرنگی'' کہا ہے؟

A۔گوئٹے   B۔نطشے   C۔ارسطو   D۔سقراط

98۔ ع نہ جا اس کے تحمل پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اُس کی

اس مصرعے سے آپ کے ذہن میں کس شاعر کا نام آتا ہے؟

A۔مولانا محمد علی جوہر   B۔مولانا حالی   C۔مولانا حسرت موہانی   D۔مولانا ظفر علی خاں

99۔ ؎ جہاں تیرا نقشِ قدم دیکھتے ہیں   خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں

اس شعر میں کون سی صنعت استعمال کی گئی ہے؟

A۔صنعتِ تضاد   B۔صنعتِ تکرار   C۔صنعتِ ایہام   D۔صنعتِ حسنِ تعلیل

100۔ ؎ گاندھی از گجرات و بھاوے از دکن   ننگے پاؤں، ننگے سر، ننگے بدن

اس معروف پیروڈی کے خالق کون ہیں؟

A۔چراغ حسن حسرت   B۔مولانا ظفر علی خاں   C۔سید محمد جعفری   D۔مجید لاہوری

❀❀

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION

WRITTEN TEST FOR RECRUITMENT TO THE POST OF SENIOR SUBJECT SPEALIST URDU (MALE/FEMALE) (BS-18) IN THE PUNJABCURRICULUM & TEXTBOOK BOARD OF SCHOOLS EDUCATION DEPARTMENT-2016

KEY

Q.No	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.
1	D	21	C	41	B	61	B	81	B
2	B	22	D	42	B	62	B	82	B
3	D	23	B	43	C	63	A	83	D
4	A	24	A	44	D	64	C	84	A
5	B	25	C	45	B	65	C	85	B
6	B	26	C	46	D	66	D	86	C
7	C	27	C	47	B	67	A	87	C
8	A	28	D	48	D	68	C	88	A
9	B	29	A	49	A	69	D	89	D
10	C	30	C	50	C	70	A	90	C
11	A	31	A	51	C	71	C	91	A
12	C	32	A	52	A	72	C	92	B
13	C	33	B	53	A	73	B	93	A
14	A	34	B	54	B	74	D	94	C
15	B	35	C	55	C	75	B	95	A
16	A	36	D	56	A	76	C	96	B
17	C	37	C	57	B	77	D	97	B
18	D	38	A	58	B	78	B	98	D
19	A	39	D	59	D	79	D	99	B
20	D	40	A	60	B	80	C	100	B

❀❀

PUNJAB PUBLIC SERVICE COMMISSION

WRITTEN TEST FOR RECRUITMENT TO THE POST OF ASSISTANT REGISTRAR C0-COPERATIVE SOCIETIES (BS-17) 2016 IN THE PUNJAB CO-OPERATIVE DEPARTMENT

SUBJECT: URDU ESSAY/COMPOSITION

MAXIMUM MARKS: 100 **TIME ALLOWED: 3 HOURS**

1۔ مندرجہ ذیل مضامین میں سے کسی ایک موضوع پر مضمون لکھیے:

(ا) نفاذِ اردو کے حوالے سے سپریم کورٹ کا فیصلہ۔۔۔نتائج و عواقب

(ب) پاکستان میں سیاحت کے فروغ کی ضرورت

(ج) شخصیت کی تعمیر میں ادب کا کردار

(د) ع ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

2۔ درج ذیل محاورات میں سے صرف پانچ کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ اُن کا مفہوم واضح ہو جائے۔ایک محاورے کا ایک سے زیادہ جملہ مت بنایئے اور نہ ہی پانچ سے زیادہ محاورے استعمال کیجیے:

تین تیرہ ہونا، طرح دینا، رطب اللسان ہونا، سر قلم کرنا، عہد بر آ ہونا، فاختہ اڑانا، فیل مچانا، یدِ طولیٰ رکھنا

3۔ درج ذیل اقتباس کی تلخیص کیجیے جو اصل عبارت کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو اور تلخیص کا عنوان بھی دیجیے مگر ایک سے زیادہ عنوان مت دیجیے:

ماں جی جس خاموشی سے دنیا میں رہی تھیں، اسی خاموشی سے صبح اذان کے وقت عقبیٰ کو سدھار گئیں اور انھیں اسی سہ پہر باپو کی لحد کے ساتھ ہی سپردِ خاک کر دیا گیا۔

ہستی سے عدم تک نفسِ چند کی ہے راہ
دنیا سے گزرنا سفر ایسا ہے کہاں کا

ماں جی کی تدفین کے بعد ہم گھر آ گئے تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے نفس نے اپنے تمام مطالبات چھوڑ دیے ہیں۔ میں تھوڑی دیر کے لیے آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا تو ذہن نے ماضی کے اوراق ایک ایک کر کے پلٹنے شروع کر دیے۔ ماں جی میری آنکھوں کے سامنے تھیں۔ انھیں صرف بیس تک گننا آتا تھا۔ نماز نہیں آتی تھی مگر پڑھتی ضرور تھیں۔ روزے کی نیت کرنا نہیں آتی تھی اور کہا کرتی تھیں: "وبصوم غد نویت، میں نے سارے رمضان" ان کے نزدیک اس کا مفہوم تھا: "میں نے رمضان کے سارے روزوں کی نیت کی" مگر عمر بھر روزے رکھے۔ ان کے نزدیک پانچ، دس، پچاس اور سو روپے کے نوٹوں میں فرق کرنا آسان نہ تھا، اس لیے رقم کے بکھیڑے سے دور رہتی تھیں۔ اسباب دنیا میں گنتی کی چیزیں ان کے پاس تھیں۔ سوائے کانوں کی بالیوں کے کوئی زیور نہ تھا۔ ان کے چھوٹے سے ٹرنک میں کپڑوں کے دو تین سادہ سے جوڑے، ایک دو چادریں، ایک آدھ سوئیٹر اور باقی اللہ کا نام۔ غذا معمولی تھی مگر ہر نوالے پر خدا کا شکر ادا کرتی تھیں۔ بچے ان کی زندگی تھے، جن کی کامیابی کے لیے وہ ہر وقت دعائیں کرتی رہتی تھیں۔

4۔ کسی معروف پبلشر کے نام بذریعہ ڈاک چند کتابیں منگوانے کے لیے ایک مفروضہ خط لکھیے جس پر اصل کا گمان ہو۔

5۔ درج ذیل جملوں کو اپنی جوابی کاپی پر اس طرح درست کر کے لکھیے کہ جملے کی ساخت تبدیل نہ ہو۔ سوال کو جوابی کاپی پر منتقل نہ کریں، صرف جملوں کو درست کر کے لکھنا مطلوب ہے:

(ا) مجھے تمھاری مخالفت کی پرواہ نہیں۔
(ب) دونوں فریقین کے درمیان صلح ہو گئی۔
(ج) مثل ہے کہ ہمت کا حامی خُدا ہے۔
(د) دھوپ میں نہ چلو مبادا بیمار نہ پڑ جاؤ۔
(ہ) کیا آپ نے اس کتاب سے استفادہ حاصل کیا؟
(و) آپ اسلام آباد سے کب واپس لوٹیں گے؟
(ز) دیکھنے و سننے میں بڑا فرق ہے۔
(س) گھر عورت کی سلطنت ہوتی ہے۔
(ط) میں آپ کا بہت مشکور ہوں۔
(ی) یہ رسید لکھ دی ہے کہ بوقتِ ضرورت کام آئے۔

معروضی طرز ماڈل پیپر نمبر 1

نوٹ: موزوں ترین جواب پر صاد (✓) کا نشان لگائیے۔

1۔ نگارستانِ فارس (فارسی شعرا کا معروف تذکرہ) کس کی تصنیف ہے؟

A۔ قیام الدین قائم　B۔ امیر مینائی　C۔ محمد حسین آزاد　D۔ کریم الدین احمد

2۔ ممتاز مزاح نگار "حاجی لق لق" کا اصل نام ہے:

A۔ محمد مصطفیٰ خان　B۔ ولی محمد　C۔ عطا محمد　D۔ امیر محمد

3۔ غزل کی لسانی ہیئت بدلنے کی شعوری کوشش کس شاعر کے ہاں نظر آتی ہے؟

A۔ ظفر اقبال　B۔ صابر ظفر　C۔ جون ایلیا　D۔ شیر افضل جعفری

4۔ "شہرِ سخن آراستہ ہے" کس کا شعری کلیات ہے؟

A۔ فیض احمد فیض　B۔ احمد فراز　C۔ شہزاد احمد　D۔ ظفر اقبال

5۔ "جہانِ دیگر" احسان دانش کی کتاب ہے۔ اس کا موضوع کیا ہے؟

A۔ سوانح عمری　B۔ ناول　C۔ آپ بیتی　D۔ خاکہ نگاری

6۔ مشہور متشرق ڈاکٹر لیڈ میلا واسلیوا (Lud Mela Saliua) کا تعلق کس ملک سے ہے؟

A۔ روس　B۔ فرانس　C۔ جرمنی　D۔ برطانیہ

7۔ اُردو میں طبع آزمائی کرنے والے معروف چینی شاعر کا کیا نام ہے؟

A۔ ڈاکٹر تھانگ مینگ شنگ　B۔ چانگ شی شوآن　C۔ ماوزے تنگ　D۔ چواین لائی

8۔ قرۃ العین حیدر کی تصنیف "کارِ جہاں دراز ہے" کا موضوع ہے:

A۔ سفرنامہ　B۔ سوانح عمری　C۔ آپ بیتی　D۔ ناول

9۔ غالب نے اردو کی کس کتاب کو الفاظ کا بھٹیار خانہ قرار دیا؟

A۔ فسانۂ عجائب　B۔ کربل کتھا　C۔ سب رس　D۔ سحر البیان

10۔ "صید زبوں" اردو کا معروف ڈراما ہے۔ اس کے مصنف کون ہیں؟

A۔ امجد اسلام امجد　B۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی　C۔ عبدالقادر جونیجو　D۔ مُنو بھائی

11۔ مستنصر حسین تارڑ کی کتاب "اے غزالِ شب" کس نوعیت کی کتاب ہے؟

A۔ سفرنامہ　B۔ مکاتیب　C۔ ناول　D۔ افسانہ

12۔ ناول "کئی چاند تھے سرِ آسماں" کے مصنف کا نام کیا ہے؟

A۔ شمس الرحمٰن فاروقی　B۔ عبداللہ حسین　C۔ ابدال بیلا　D۔ انتظار حسین

13۔ مشہور مثنوی نگار "نواب مرزا شوق" کس کے شاگرد تھے؟

A۔ مرزا غالب　B۔ حیدر علی آتش　C۔ امام بخش ناسخ　D۔ مرزا محمد رفیع سودا

14۔ "اعترافِ جُرم" کس کتاب کے پیش لفظ کا عنوان ہے؟

A۔ سرگزشت　B۔ آشفتہ بیانی میری　C۔ جہانِ دانش　D۔ شہاب نامہ

15۔ ناقدینِ فن نے رباعی کے کتنے اوزان مقرر کیے ہیں؟

A۔ چوبیس　B۔ بائیس　C۔ اٹھارہ　D۔ بیس

16۔ مستنصر حسین تارڑ نے اپنے کس سفرنامے میں موت کو بطور کردار پیش کیا ہے؟

A۔ چترال داستان　B۔ کے۔ٹو کہانی　C۔ نانگا پربت　D۔ یاک سرائے

17۔ "پیر کامل" کس کا لکھا ناول ہے؟

A۔ عُمیرہ احمد　B۔ بانو قدسیہ　C۔ بشریٰ رحمٰن　D۔ اے۔آر خاتون

18۔ "ہاشم ندیم" کے اس ناول کا کیا نام ہے جو روزنامہ جنگ سنڈے ایڈیشن میں بالاقساط چھپتا ہے؟

A۔ جنّت کی تلاش　B۔ پَری زاد　C۔ ٹیڑھی لکیر　D۔ خونِ جگر ہونے تک

19۔ "مرزا غالب بندر روڈ پر"، "تعلیمِ بالغاں" اور "لال قلعہ سے لالوکھیت تک" خواجہ معین الدین کی شاہکار تحریریں ہیں۔ ان کا تعلق کس صِنف سے ہے؟

A۔ ڈراما　B۔ ناول　C۔ سفرنامہ　D۔ کالم نگاری

20۔ "یاد" کس شاعر کی شاعری کا کلیدی لفظ ہے؟

A۔ ابنِ انشا　B۔ شہزاد احمد　C۔ ناصر کاظمی　D۔ فیض

21۔ حلال و حرام کا فلسفہ اردو کے کس معروف ناول میں پیش کیا گیا ہے؟

A۔ خدا کی بستی　B۔ راجہ گِدھ　C۔ جنت کی تلاش　D۔ آخرِ شب کے ہم سفر

22۔ موجودہ دور کے ادبی جریدہ "الحمرا" کے مدیر کا نام کیا ہے؟

A۔ شاہد علی خاں　B۔ ممتاز احمد خان　C۔ عطاء الحق قاسمی　D۔ ڈاکٹر تحسین فراقی

23۔ "پنواڑی" اردو کی معروف نظم ہے۔ یہ کس کے قلم کا شاہکار ہے؟

A۔ وزیر آغا　B۔ ن۔م راشد　C۔ مجید امجد　D۔ احمد ندیم قاسمی

24۔ "سرِ وادیٔ سینا" کس کا شعری مجموعہ ہے؟

A۔ فیض احمد فیض　B۔ تصدق حسین خالد　C۔ مجید امجد　D۔ ن۔م راشد

25۔ پاکستانی ادب کی تحریک کی اولین آواز کس نے بلند کی؟

A۔ سلیم احمد　B۔ رشید امجد　C۔ محمد حسن عسکری　D۔ ڈاکٹر تحسین فراقی

26۔ شعر کے حروف کی حرکات وسکنات کے لحاظ سے بحر کے حروف کے ساتھ مطابقت پیدا کرنا کیا کہلاتا ہے؟

A۔ تقریظ B۔ تقطیع C۔ تارید D۔ تفرلیس

27۔ ''گریز'' کس صنفِ شاعری کی اصطلاح ہے؟

A۔ مرثیہ B۔ قصیدہ C۔ مثنوی D۔ غزل

28۔ اردو کے معروف ناول نگار ابنِ صفی کا اصل نام کیا تھا؟

A۔ شریف احمد B۔ خوشی محمد C۔ اسرار احمد D۔ توصیف احمد

29۔ ''شاعرِ خمریات'' کس شاعر کو کہتے ہیں؟

A۔ ریاض خیرآبادی B۔ ساغر صدیقی C۔ جگر مُرادآبادی D۔ عبدالحمید عدم

30۔ ''کلیاتِ یگانہ'' کے مرتب کون ہیں؟

A۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری B۔ مُشفق خواجہ C۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل D۔ ڈاکٹر جمیل جالبی

31۔ ''دلا رام'' کس معروف ڈرامے کا کردار ہے؟

A۔ انارکلی B۔ رستم وسہراب C۔ اِندرسبھا D۔ تعلیمِ بالغاں

32۔ اُردو کے سب سے پہلے اخبار کا نام تھا:

A۔ آئینہ امروز B۔ سیدالاخبار C۔ جامِ جہاں نما D۔ جامِ جم

33۔ ''بزمِ داستان گویاں'' کس ادبی تحریک کا ابتدائی نام تھا؟

A۔ ترقی پسند تحریک B۔ کلاسیکی تحریک C۔ رومانوی تحریک D۔ حلقہ اربابِ ذوق

34۔ میراجی کی کتاب ''اس نظم میں'' کس نوعیت کی کتاب ہے؟

A۔ تنقید B۔ شاعری C۔ رُوداد D۔ تحقیق

35۔ اردو میں سوانح عمری کی صنف کو کس نے رواج دیا؟

A۔ سرسید احمد خاں B۔ مولانا شبلی نعمانی C۔ خواجہ الطاف حسین حالی D۔ محمد حسین آزاد

36۔ ''سکول'' کا لفظ قواعد کی رُو سے کیا ہے؟

A۔ اسمِ ظرفِ زمان B۔ اسمِ ظرفِ مکاں C۔ اسمِ مکبّر D۔ اسمِ مُصغّر

37۔ ''علامتوں کا زوال'' معروف تنقیدی کتاب ہے۔ اس کے مصنف کا نام کیا ہے؟

A۔ انتظار حسین B۔ ڈاکٹر سہیل احمد خان C۔ ڈاکٹر اسلم فرخی D۔ محمد حسن عسکری

38۔ مشتاق احمد یوسفی کو اُن کی کس کتاب پر آدم جی ادبی انعام ملا؟

A۔ چراغ تلے B۔ زرگزشت C۔ آبِ گم D۔ خاکم بدہن

39۔ ''افکارِ پریشاں'' کس کی تقاریر کا مجموعہ ہے؟

A۔ شورش کاشمیری B۔ عطاء اللہ شاہ بخاری C۔ جسٹس رستم کیانی D۔ کوثر نیازی

40۔ بانو قدسیہ کی تصنیف ''مردِ ابریشم'' کس شخصیت کے بارے میں ہے؟

A۔ ممتاز مفتی B۔ قدرت اللہ شہاب C۔ اشفاق احمد D۔ واصف علی واصف

41۔ ''تشبیب'' کس صنفِ شاعری کا اہم جزو ہے؟

A۔ قصیدہ B۔ مرثیہ C۔ مثنوی D۔ غزل

42۔ مُلا وجہی کس شاہی دربار سے وابستہ تھے؟

A۔ عادل شاہی B۔ قطب شاہی C۔ مغلیہ D۔ تغلق

43۔ ادبی جریدے ''شب خون'' کے مدیر کا نام کیا ہے؟

A۔ شمس الرحمٰن فاروقی B۔ اعجاز صدیقی C۔ زبیر رضوی D۔ محمود ایاز

44۔ لکھنوی دبستانِ شاعری کی صنف ''ریختی'' کے موجد کون تھے؟

A۔ خواجہ حیدر علی آتش B۔ سعادت یار خاں رنگین C۔ انشاء اللہ خاں D۔ احمد علی نسبت

45۔ ''جو رہی سو بے خبری رہی'' کس کی لکھی آپ بیتی ہے؟

A۔ ادا جعفری B۔ کشور ناہید C۔ شاہدہ حسن D۔ زُہرہ نگاہ

46۔ ''چچا عبدالباقی'' کا کردار کس نے اپنی تحریروں میں متعارف کرایا؟

A۔ مشتاق احمد یوسفی B۔ کرنل محمد خان C۔ شفیق الرحمٰن D۔ محمد خالد اختر

47۔ ''اب انھیں ڈھونڈ'' خاکوں پر مبنی کتاب کے مصنف کون ہیں؟

A۔ ڈاکٹر علی محمد خاں B۔ صابر لودھی C۔ رئیس احمد جعفری D۔ ڈاکٹر انور سدید

48۔ ''پاکستانی ادب - شناخت کی نصف صدی'' کس کی لکھی کتاب ہے؟

A۔ سراج منیر B۔ ڈاکٹر غفور شاہ قاسم C۔ حفیظ الرحمٰن خان D۔ ڈاکٹر رشید امجد

49۔ ع ''نہ جانے اُس کے تحمل پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی''
زبان زدِ خاص وعام ہے۔ اس مصرع سے آپ کے ذہن میں کس شاعر کا نام آتا ہے؟

A۔ مولانا محمد علی جوہر B۔ مولانا حالی C۔ حسرت موہانی D۔ مولانا ظفر علی خاں

50۔ یادداشتوں پر مبنی کتاب ''بندگی میں شام'' کس کی تصنیف ہے؟

A۔ ناصر کاظمی B۔ احمد عقیل رُوبی C۔ توصیف تبسم D۔ شہزاد احمد

51۔ ''افکار وحوادث'' کے عنوان سے کون سے صحافی فکاہیہ کالم لکھتے تھے؟

A۔ عبدالمجید سالک B۔ احمد ندیم قاسمی C۔ چراغ حسن حسرت D۔ غلام رسول مہر

52۔ ''مقتدرہ قومی زبان'' کا نیا نام کیا ہے؟

A۔ ادارہ زبان وبیان B۔ ادارہ فروغِ اُردو C۔ ادارہ ادبیات D۔ مجلسِ قومی زبان

53۔ اردو میں طنزیہ و مزاحیہ شاعری کا نقطۂ آغاز کسے قرار دیا جاتا ہے؟

A۔ نظیر اکبرآبادی B۔ اکبر الہ آبادی C۔ جعفر زٹلی D۔ نذیر احمد شیخ

54۔ ''غرائب اللغات'' کس کی تالیف ہے؟

A۔ مولوی نورالحسن نیر B۔ عبدالواسع ہانسوی C۔ وارث سرہندی D۔ سید احمد دہلوی

55۔ ''دکن میں اردو'' تحقیق کی معروف کتاب ہے اس کے مصنف کون ہیں؟

A۔ حافظ محمود شیرانی B۔ ابواللیث صدیقی C۔ نصیرالدین ہاشمی D۔ نورالحسن ہاشمی

56۔ ''قلمی دشمنی'' خاکوں کا مجموعہ ہے، مصنف کا نام لکھیے؟

A۔ محمد طفیل B۔ ڈاکٹر اشفاق احمد ورک C۔ یونس بٹ D۔ ممتاز مفتی

57۔ شاعری میں کسی خاص ڈھب سے انوکھی باتیں بیان کرنا اصطلاح میں کیا کہلاتا ہے؟

A۔ علمِ بدیع B۔ علمِ بیان C۔ علمِ عروض D۔ صرف ونحو

58۔ شعر میں کسی بات کی ایسی وجہ بیان کرنا جو حقیقت میں اس کی وجہ نہ ہو، علمِ بدیع کی رُو سے کیا کہلاتا ہے؟

A۔ صنعتِ ایہام B۔ صنعتِ حُسنِ تعلیل C۔ صنعتِ مراعات النظیر D۔ صنعتِ تضاد

59۔ ''انڈین پینل کوڈ'' کا ترجمہ ''تعزیراتِ ہند'' کے نام سے کیا گیا تھا۔ مترجمین میں نمایاں نام کس کا ہے؟

A۔ سر سید احمد خاں B۔ مولوی ذکاءاللہ C۔ ڈپٹی نذیر احمد D۔ مولانا محمد حسین آزاد

60۔ ''سرگزشتِ الفاظ'' کس کی تصنیف ہے؟

A۔ رشید حسن خان B۔ مولوی احمد دین C۔ ڈاکٹر سید عبداللہ D۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق

61۔ ''صحیفہ'' اردو کے فروغ کے حوالے سے کون سے معروف ادارے کا جریدہ ہے؟

A۔ بزمِ اقبال B۔ اکادمی ادبیات C۔ مجلسِ ترقیِ ادب D۔ اقبال اکادمی پاکستان

62۔ بانو قدسیہ کی تصنیف ''لگن اپنی اپنی'' نثری صنف کے اعتبار سے کیا ہے؟

A۔ ڈراما B۔ افسانہ C۔ ناول D۔ داستان

63۔ ''اُندلس میں اجنبی'' کس کا لکھا سفرنامہ ہے؟

A۔ مستنصر حسین تارڑ B۔ قاضی ولی محمد C۔ مختار مسعود D۔ شیخ منظور الٰہی

64۔ شاعری کی وہ کون سی صنف ہے جس میں محبوب کو جلی کٹی سنائی جاتی ہیں؟

A۔ ہجوگوئی B۔ واسوخت C۔ ریختی D۔ ہزل

65۔ ''جائیو بدیس'' کس مشہور سفرنامے کا پہلا نام تھا؟

A۔ نکلے تری تلاش میں B۔ اندلس میں اجنبی C۔ جپسی D۔ کے ۔ٹو کہانی

66۔ عوام الناس میں مقبول صنفِ شعر ''گیت'' کس کلچر کی تخلیق ہے؟

A۔ پنجابی B۔ سرائیکی C۔ ہندی D۔ سندھی

67۔ اردو کی پہلی باضابطہ سوانح عمری کس کتاب کو قرار دیا جاتا ہے؟

A۔ حیاتِ جاوید B۔ حیاتِ سعدی C۔ یادگارِ غالب D۔ الفاروق

68۔ سر سید احمد خاں نے ''تہذیب الاخلاق'' کا اجرا کس سنِ عیسوی میں کیا تھا؟

A۔ 1870ء B۔ 1874ء C۔ 1872ء D۔ 1876ء

69۔ ''گُل بکاؤلی'' کس مثنوی کا مشہور کردار ہے؟

A۔ سحرالبیان B۔ گلزارِ نسیم C۔ خواب وخیال D۔ زہرِ عشق

70۔ ''شہزادہ بے نظیر'' کس مثنوی کا مرکزی کردار ہے؟

A۔ سحرالبیان B۔ گلزارِ نسیم C۔ خواب وخیال D۔ زہرِ عشق

71۔ مومن خان مومن سے قبل ''معاملہ بندی'' کس شاعر کی نمایاں خصوصیت رہی ہے؟

A۔ انشاءاللہ انشا B۔ امام بخش ناسخ C۔ سعادت یار خاں رنگیں D۔ قلندر بخش جرات

72۔ ''دھوم دھام'' میں دھام قواعد کی رُو سے کیا ہے؟

A۔ اسمِ مُبالغہ B۔ حرفِ ناقص C۔ مُہمل D۔ لاحقہ

73۔ ''انجمن ترقی اردو'' کا دفتر کس شہر میں واقع ہے؟

A۔ کراچی B۔ اسلام آباد C۔ ملتان D۔ لاہور

74- وے صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں
اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں

یہ کس کا شعر ہے؟

A۔ میر تقی میر B۔ محمد رفیع سودا C۔ خواجہ حیدر علی آتش D۔ غلام ہمدانی مصحفی

75۔ اس شعر میں علمِ بیان کی کون سی صورت استعمال ہوئی ہے؟

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادیؐ
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

A۔ استعارہ B۔ مجازِ مُرسل C۔ کنایہ D۔ تشبیہ

76۔ ''سیرِ کُہسار'' کس کا لکھا ناول ہے؟

A۔ رتن ناتھ سرشار B۔ عبدالحلیم شرر C۔ مرزا ہادی رُسوا D۔ ڈپٹی نذیر احمد

77۔ نواب میرزا داغ کی والدہ وزیر بیگم کس ناول کا مرکزی کردار ہے؟

A۔ امراؤ جان ادا B۔ کئی چاند تھے سرِ آسماں C۔ چاندنی بیگم D۔ قُربتِ مرگ میں محبت

78۔ کولمبس اور سندباد جہازی کے قلمی نام سے کس نے فکاہیہ کالم لکھے؟

A۔ عبدالمجید سالک B۔ ابنِ انشا C۔ چراغ حسن حسرت D۔ طفیل احمد جمالی

79۔ بھارت میں قید کی داستان "میں نے ڈھاکہ ڈوبتے دیکھا" اور "ہمہ یاراں دوزخ" کس کی تصانیف ہے؟

A۔ بریگیڈیئر صدیق سالک B۔ کرنل محمد خان C۔ مسعود مفتی D۔ سید ضمیر جعفری

80۔ مُلا رموزی (گلابی اردو والے) کا اصل نام کیا ہے؟

A۔ حافظ غلام رسول B۔ حافظ محمد صدیق C۔ حافظ غلام محمد D۔ حافظ غلام حسین

81۔ "چاکیواڑہ میں وصال" کس مشہور طنز و مزاح نگار کا ناول ہے؟

A۔ محمد خالد اختر B۔ شوکت تھانوی C۔ صدیق سالک D۔ عظیم چغتائی

82- جہاں تیرا نقشِ قدم دیکھتے ہیں
خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں

اس شعر میں کون سی صنعت استعمال کی گئی ہے؟

A۔ صنعتِ تضاد B۔ صنعتِ تکرار C۔ صنعتِ حسنِ تعلیل D۔ صنعتِ ایہام

83۔ اصولِ انتقادِ ادبیات" کس کی تصنیف ہے؟

A۔ ڈاکٹر وحید قریشی B۔ ڈاکٹر عطش دُرّانی C۔ شمس الرحمٰن فاروقی D۔ سید عابد علی عابد

84۔ ماہنامہ "قومی زبان" کس سرکاری ادارے کا جریدہ ہے؟

A۔ انجمن ترقی اردو B۔ مجلس ترقی ادب C۔ ادارہ فروغِ اردو D۔ اکادمی ادبیات

85۔ اردو میں کس نے نئے "علم الکلام" کی بنیاد رکھی؟

A۔ مولانا شبلی نعمانی B۔ سرسید احمد خاں C۔ مولانا الطاف حسین حالی D۔ غلام احمد پرویز

86۔ سفرنامہ "مصر و روم و شام" کس کی تصنیف ہے؟

A۔ خواجہ حسن نظامی B۔ محمود نظامی C۔ سر عبدالقادر D۔ مولانا شبلی نعمانی

87۔ محمد حسین آزاد اور مولانا حالی نے انجمن پنجاب لاہور کے پلیٹ فارم سے مناظموں کی ابتدا کس سن عیسوی میں کی؟

A۔ 1872ء B۔ 1874ء C۔ 1876ء D۔ 1878ء

88- ہُوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

اس شعر میں علمِ بیان کی کون سی صورت استعمال ہوئی ہے؟

A۔ کنایہ B۔ مجازِ مُرسل C۔ استعارہ D۔ تشبیہ

89- تجھ لب کی صفت لعلِ بدخشاں سُوں کہوں گا
جادو ہیں ترے نین، غزالاں سوں کہوں گا

کس کا شعر ہے؟

A۔ محمد قُلی قطب شاہ B۔ سراج اورنگ آبادی C۔ ولی دکنی D۔ شاہ نصیر

90۔ نسیم حجازی کا تاریخی ناول نگاری میں بڑا نام ہے۔ اُن کے پہلے ناول کا نام کیا ہے؟

A۔ انسان اور دیوتا B۔ محمد بن قاسم C۔ خاک و خون D۔ آخری چٹان

91۔ (1857ء-1914ء) سے کس ادیب کا نام ذہن میں آتا ہے؟

A۔ مولانا حالی B۔ ڈپٹی نذیر احمد C۔ مولانا شبلی نعمانی D۔ مولانا محمد حسین آزاد

92۔ علامہ اقبال کی والدہ کا کیا نام تھا؟

A۔ آمنہ بی بی B۔ امام بی بی C۔ خدیجہ بی بی D۔ عائشہ بی بی

93۔ علامہ اقبال کے فرزند ڈاکٹر جاوید اقبال نے علامہ اقبال کی سوانح عمری کس عنوان سے لکھی؟

A۔ اپنا گریباں چاک B۔ حیاتِ اقبال C۔ زندہ رُود D۔ اقبالِ کامل

94۔ "عروجِ اقبال" کس کی تصنیف ہے؟

A۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی B۔ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی C۔ ڈاکٹر سلیم اختر D۔ جگن ناتھ آزاد

95۔ اس شعر میں کون سی صنعت استعمال کی گئی ہے؟

زیر زمیں سے آتا ہے جو گُل سو زر بکف
قاروں نے راستے میں لٹایا خزانہ کیا

A۔ صنعتِ تجنیس B۔ صنعتِ تضاد C۔ صنعتِ حسنِ تعلیل D۔ صنعتِ مراعات النظیر

96۔ ہرچند مولانا حالی شاعر تھے تاہم انھوں نے ایک مقصدی ناول بھی لکھا، ناول کا نام کیا ہے؟

A۔ مجالس النسا B۔ ذاتِ شریف C۔ خوابِ ہستی D۔ شاہدِ رعنا

97۔ ہفت روزہ "الہلال" کے حوالے سے کون سے صحافی اور ادیب کا نام ذہن میں آتا ہے؟

A۔ مولانا محمد علی جوہر E۔ مولانا ابوالکلام آزاد C۔ عبدالماجد دریابادی D۔ قاضی عبدالغفار

98۔ علم بیان و بدیع کے موضوع پر مشہور کتاب "بحر الفصاحت" کس کی تصنیف ہے؟

A۔ امام بخش صہبائی B۔ انشاء اللہ خان انشا C۔ مولوی نجم الغنی D۔ خوب محمد چشتی

99۔ مُلا وجہی کا اصل نام کیا تھا؟

A۔ اسداللہ B۔ عبیداللہ C۔ سعداللہ D۔ حبیب اللہ

100۔ "ناول" بنیادی طور پر کس زبان کا لفظ ہے؟

A۔ لاطینی B۔ اطالوی C۔ عبرانی D۔ انگریزی

❀❀

معروضی طرز ماڈل پیپر نمبر 1

KEY

Q.No	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.
1	B	21	B	41	A	61	C	81	A
2	C	22	A	42	B	62	B	82	B
3	A	23	C	43	A	63	A	83	D
4	B	24	A	44	B	64	B	84	A
5	C	25	C	45	A	65	A	85	B
6	A	26	B	46	D	66	C	86	D
7	B	27	B	47	A	67	B	87	B
8	C	28	C	48	B	68	A	88	A
9	A	29	A	49	D	69	B	89	C
10	B	30	B	50	C	70	A	90	A
11	C	31	A	51	A	71	D	91	C
12	A	32	C	52	B	72	C	92	B
13	B	33	D	53	C	73	A	93	C
14	D	34	A	54	B	74	B	94	B
15	A	35	C	55	C	75	D	95	C
16	D	36	B	56	B	76	A	96	A
17	A	37	A	57	A	77	B	97	B
18	B	38	D	58	B	78	C	98	C
19	A	39	C	59	C	79	A	99	A
20	C	40	B	60	B	80	B	100	B

❀❀

معروضی طرز ماڈل پیپر نمبر 2

نوٹ: موزوں ترین جواب پر صاد (✓) کا نشان لگائیے۔

1۔ ''نرگسِ بیمار'' کی ترکیب اردو میں کن معنوں میں رائج ہے؟

A۔ آشوبِ چشم　B۔ مست آنکھ　C۔ دیدۂ بینا　D۔ کورچشم

2۔ ''کندۂ ناتراش'' کی ترکیب اردو میں کن معنوں میں رائج ہے؟

A۔ بے وقوف　B۔ سگھڑ　C۔ نانجار　D۔ کم عمر

3۔ ''چراغِ سحری'' کی ترکیب کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ نومولود　B۔ مبلّغ　C۔ قریبِ مرگ　D۔ نیکوکار

4۔ ''برآشفتہ'' کی ترکیب کے کیا معنی ہیں؟

A۔ خوش و خرم　B۔ آہستہ خرام　C۔ چالاک و مکار　D۔ غصّے سے بھرا ہوا

5۔ ''سبزۂ بیگانہ'' کی ترکیب کن معنوں میں مستعمل ہے؟

A۔ خودرو سبزہ　B۔ سرسبز و شاداب　C۔ کانٹوں بھری جھاڑیاں　D۔ پھولوں سے لدے پھندے پودے

6۔ ''عذرِ لنگ'' کی ترکیب اردو میں کن معنوں میں استعمال ہوتی ہے؟

A۔ معقول عذر　B۔ فضول عذر　C۔ لنگڑاتا ہوا　D۔ زخم خوردہ

7۔ ''گولر کا پھول کھلنا'' محاورہ ہے، اس کا مفہوم ہے:

A۔ بہار کی آمد آمد ہونا　B۔ اَن ہونی بات ہونا　C۔ دل کی کلی کھلنا　D۔ چاروں طرف خوشبو کا پھیل جانا

8۔ ''گونگے کا گڑ کھانا'' محاورہ ہے، اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ بڑھ بڑھ کر باتیں کرنا　B۔ آئیں بائیں شائیں کرنا　C۔ چپ سادھنا　D۔ حیرت کا اظہار کرنا

9۔ ''پیٹ کاٹنا'' محاورہ ہے، اس کا مطلب کیا ہے؟

A۔ پیٹ کا آپریشن کرنا　B۔ پیٹ میں چھرا گھونپنا　C۔ خون بہانا　D۔ اخراجات میں کمی کرنا

10۔ ''تصور بنا دینا'' محاورہ ہے، اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ حیرت میں ڈال دینا　B۔ جھگڑا کرنا　C۔ منظر کشی کرنا　D۔ رنگوں کا استعمال بڑی احتیاط سے کرنا

11۔ ''دجھل کرنا'' محاورہ ہے، اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ پانی کا چھڑکاؤ کرنا　B۔ چالاکی کرنا　C۔ ہوا دینا　D۔ ڈانٹ ڈپٹ کرنا

12۔ ''سبز قدم ہونا'' محاورہ ہے، اس کا مفہوم ہے؟

A۔ نیکی کی تلقین کرنے کے لیے آگے بڑھنا　B۔ مبارک ہونا　C۔ تیز تیز قدم اٹھانا　D۔ منحوس ہونا

13۔ کون سی ضرب المثل درست ہے؟

A۔ ایک انار ہزار بیمار B۔ ایک انار ہزاروں بیمار C۔ ایک انار سو بیمار D۔ ایک انار ایک صد بیمار

14۔ ضرب المثل درست کیجیے۔

A۔ آسمان سے گرا کوٹھے پر اٹکا B۔ آسمان سے گرا چھت پر اٹکا

C۔ آسمان سے گرا درخت میں اٹکا D۔ آسماں سے گرا کھجور میں اٹکا

15۔ کون سی ضرب المثل درست ہے؟

A۔ بکرے کی نانی کب تک خیر منائے گی B۔ بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی

C۔ بکرے کی دادی کب تک خیر منائے گی D۔ بکرے کی بہن کب تک خیر منائے گی

16۔ کون سی ضرب المثل درست ہے؟

A۔ سمندر میں رہنا اور مگر مچھ سے بیر B۔ تالاب میں رہنا اور مگر مچھ سے بیر

C۔ دریا میں رہنا اور مگر مچھ سے بیر D۔ پانی میں رہنا اور مگر مچھ سے بیر

17۔ کون سی ضرب المثل درست ہے؟

A۔ نہ نو من تیل ہوگا، نہ رادھا ناچے گی B۔ نہ دس من تیل ہوگا، نہ رادھا ناچے گی

C۔ نہ بارہ من تیل ہوگا، نہ رادھا ناچے گی D۔ نہ دو من تیل ہوگا، نہ رادھا ناچے گی

18۔ فعل لازم کون سا فعل ہے؟

A۔ جو فاعل کے ساتھ مفعول کو بھی چاہے B۔ جو صرف فاعل کو چاہے

C۔ فعل ناقص کا دوسرا نام ہے D۔ ان میں سے کوئی بیان درست نہیں

19۔ درست لفظ کی نشان دہی کیجیے۔

A۔ مُناظَرہ B۔ مُناظِرہ C۔ مَناظَرہ D۔ مَناظِرہ

20۔ امث، امر، اٹل، اچھوت الفاظ میں کون سی علامت استعمال ہوئی ہے۔

A۔ سابقہ B۔ لاحقہ C۔ سابقہ اور لاحقہ دونوں D۔ ان میں سے کوئی بیان درست نہیں

21۔ صاحبِ نظر، صاحبِ دل، صاحب علم، صاحبزادہ میں ''صاحب'' کو قواعد کی رو سے کیا کہیں گے؟

A۔ لاحقہ B۔ سابقہ C۔ حاصل مصدر D۔ اسم مشتق

22۔ صبح، شام، دن، رات کو قواعد کی رو سے کیا کہیں گے؟

A۔ اسم ظرف مکاں B۔ اسم ظرف زماں C۔ اسم نکرہ D۔ اسم معرفہ

23۔ قائدِ ملّت، شہیدِ ملّت، مادرِ ملّت کو قواعد کی رو سے کیا کہیں گے؟

A۔ تخلص B۔ عرف C۔ خطاب D۔ لقب

24۔ گھر کہ تاریک و تیرہ زنداں ہے سخت دل تنگ یوسفِ جاں ہے

اس شعر میں علمِ بیان کی کون سی صورت استعمال ہوئی ہے؟

A۔ تشبیہ B۔ استعارہ C۔ مجازِ مرسل D۔ کنایہ

25۔ ع بلبل چہک رہا تھا ریاضِ رسول میں

اس مصرعے میں علمِ بیان کی کون سی صورت استعمال ہوئی ہے؟

A۔ تشبیہ B۔ استعارہ C۔ مجازِ مرسل D۔ کنایہ

26۔ گرمی کا روزِ جنگ کی کیوں کر کروں بیاں ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں

اس شعر میں علمِ بیان کی کون سی صورت استعمال ہوئی ہے؟

A۔ تشبیہ B۔ استعارہ C۔ مجازِ مرسل D۔ کنایہ

27۔ گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

اس شعر میں کون سی صنعت آئی ہے؟

A۔ صنعتِ تضاد B۔ صنعت تلمیح C۔ صنعتِ مبالغہ D۔ صنعت مراعات النظیر

28۔ پروفیسر قاضی عبدالقدوس ایم اے بی ٹی کس مزاح نگار کا معروف کردار ہے؟

A۔ کرنل محمد خاں B۔ مشتاق احمد یوسفی C۔ شفیق الرحمٰن D۔ ابنِ انشا

29۔ اچھا خاصا بیٹھے بیٹھے گم ہو جاتا ہوں اب میں اکثر مَیں نہیں رہتا تم ہو جاتا ہوں

یہ منفرد شعر کس شاعر کا ہے؟

A۔ انور شعور B۔ جون ایلیا C۔ صابر ظفر D۔ رئیس امروہوی

30۔ لکھنوی ہونے کے باوجود کس شاعر کے کلام میں دہلوی دبستان کی خصوصیت (داخلیت) بھی کثرت سے موجود ہے؟

A۔ امام بخش ناسخ B۔ خواجہ حیدر علی آتش C۔ انشااللّٰہ خاں انشا D۔ غلام ہمدانی مصحفی

31۔ ''سریلے بول'' کس شاعر کی نظموں کا مجموعہ ہے؟

A۔ میراجی B۔ اسد محمد خاں C۔ عظمت اللّٰہ خاں D۔ یاس یگانہ چنگیزی

32۔ ''جستجو کیا ہے؟'' کس ادیب کی آپ بیتی کا نام ہے؟

A۔ اشفاق احمد B۔ دیوان سنگھ مفتوں C۔ میرزا ادیب D۔ انتظار حسین

33۔ اکبر الٰہ آبادی اردو طنز و مزاحیہ شاعری کے امام گردانے جاتے ہیں، ان کے استادِ گرامی کا نام کیا ہے؟

A۔ وحید الٰہ آبادی B۔ مضطر خیر آبادی C۔ داغ دہلوی D۔ جگر مراد آبادی

34۔ شاعرِ رومان اختر شیرانی کا اصل نام کیا ہے؟

A۔ محمد محمود خاں B۔ محمد افضل خاں C۔ محمد داؤد خاں D۔ ثناءاللّٰہ خاں

35۔ ''عزیز جہاں'' کس شاعرہ کا اصل نام ہے؟

A۔ زہرہ نگاہ B۔ ادا جعفری C۔ کشور ناہید D۔ شبنم شکیل

36۔ ''معیار'' پاکستان کی کس یونیورسٹی کا تحقیقی مجلہ ہے؟
A۔ قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد　B۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور
C۔ بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان　D۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

37۔ اردو شاعری کا باوا آدم کسے قرار دیا جاتا ہے؟
A۔ قلی قطب شاہ　B۔ میر تقی میر　C۔ ولی دکنی　D۔ مرزا غالب

38۔ ابوالکلام آزاد کی کتاب ''غبارِ خاطر'' کا تعلق کس صنفِ نثر سے ہے؟
A۔ مضمون　B۔ افسانہ　C۔ مکتوب نگاری　D۔ آپ بیتی

39۔ سید امتیاز علی تاج کے ڈرامے ''انارکلی'' کے مرکزی کردار انارکلی کا اصل نام کیا ہے؟
A۔ دلآرام　B۔ نادرہ بیگم　C۔ ثریا　D۔ مروارید

40۔ غلام عباس کے معروف افسانے ''کتبہ'' کا مرکزی کردار کون ہے؟
A۔ مرید حسین　B۔ کاظم حسین　C۔ زاہد حسین　D۔ شریف حسین

41۔ قرۃ العین حیدر نے بنگلہ دیش کے قیام کے موضوع پر کون سا ناول لکھا ہے؟
A۔ آخرِ شب کے ہم سفر　B۔ چاندنی بیگم　C۔ کارِ جہاں دراز ہے　D۔ آگ کا دریا

42۔ ''لاہور کا دبستانِ شاعری'' کا شمار اہم تحقیقی کتابوں میں ہوتا ہے۔ اس کتاب کے مصنف کا نام بتائیے:
A۔ ڈاکٹر وحید قریشی　B۔ ڈاکٹر سلیم اختر　C۔ ڈاکٹر علی محمد خاں　D۔ ڈاکٹر انور سدید

43۔ ''منٹو نہ نوری نہ ناری'' کس خاتون نقاد کی کتاب کا نام ہے؟
A۔ ممتاز شیریں　B۔ شاہین مفتی　C۔ ڈاکٹر عقیلہ شاہین　D۔ ڈاکٹر ناہید قاسمی

44۔ رسالہ ''معارف'' کے بانی اور پہلے مدیر کون تھے!
A۔ ابوالکلام آزاد　B۔ سید سلیمان ندوی　C۔ علامہ عنایت اللّٰہ مشرقی　D۔ ابوالاعلیٰ مودودی

45۔ ناصر کاظمی کا وہ کون سا شعری مجموعہ ہے جو ایک ہی غزلِ مسلسل پر مشتمل ہے؟
A۔ دیوان　B۔ برگِ نَے　C۔ پہلی بارش　D۔ کوئی نام درست نہیں

46۔ حجاب امتیاز علی کا اصل نام کیا ہے؟
A۔ عطیہ بیگم　B۔ فاطمہ بیگم　C۔ زینب بیگم　D۔ طاہرہ بیگم

47۔ پنڈت دیا شنکر ناتھ نسیم کی وجہِ شہرت کیا ہے؟
A۔ غزل　B۔ قصیدہ　C۔ مرثیہ　D۔ مثنوی

48۔ ''جہانِ معلوم'' کس کا شعری مجموعہ ہے؟
A۔ انور شعور　B۔ افتخار عارف　C۔ عزیز حامد مدنی　D۔ شہزاد احمد

49۔ ''نکات الشعرا'' کس کا لکھا تذکرہ ہے؟
A۔ عبدالغفور نساخ　B۔ امیر مینائی　C۔ مولوی کریم الدین احمد　D۔ میر تقی میر

50۔ ''مخزن'' کس لائبریری کا جریدہ ہے؟
A۔ پنجاب پبلک لائبریری لاہور　B۔ قائداعظم لائبریری لاہور
C۔ دیال سنگھ لائبریری لاہور　D۔ نیشنل لائبریری آف پاکستان (NPL) اسلام آباد

51۔ ''ماہ رخ'' کس معروف مثنوی کا کردار ہے؟
A۔ گلزارِ نسیم　B۔ سحر البیان　C۔ گلِ رعنا　D۔ زہرِ عشق

52۔ ڈاکٹر وزیر آغا کے جریدے ''اوراق'' نے کس نثری صنف کے فروغ کے لیے قابلِ قدر خدمات انجام دیں؟
A۔ مضمون　B۔ سفرنامہ　C۔ خاکہ نگاری　D۔ انشائیہ

53۔ ''ماہِ تمام'' کس شاعرہ کا شعری کلیات ہے؟
A۔ شبنم شکیل　B۔ پروین فناسیّد　C۔ پروین شاکر　D۔ فہمیدہ ریاض

54۔ ''صحرانورد کے خطوط'' اور ''صحرانورد کے رومان'' کس کے افسانوی مجموعے ہیں؟
A۔ میرزا ادیب　B۔ اے حمید　C۔ سجاد حیدر یلدرم　D۔ حجاب امتیاز علی تاج

55۔ ''یا خدا''، ''ماں جی'' اور ''نفسانے'' کس کی تصانیف ہیں؟
A۔ اشفاق احمد　B۔ قدرت اللّٰہ شہاب　C۔ ممتاز مفتی　D۔ شوکت صدیقی

56۔ ہم کو شاہوں سے عدالت کی توقع تو نہیں　آپ کہتے ہیں تو زنجیر ہلا دیتے ہیں
یہ شعر کس کی تخلیق ہے؟
A۔ حبیب اللّٰہ جالب　B۔ احمد فراز　C۔ فارغ بخاری　D۔ عبدالحمید عدم

57۔ چار جلدوں پر مبنی کتاب ''شعرِ شور انگیز'' کس کی تصنیف ہے؟
A۔ شمس الرحمٰن فاروقی　B۔ گوپی چند نارنگ　C۔ شمیم حنفی　D۔ ابوالکلام قاسمی

58۔ جگر مرادآبادی کا اصل نام کیا ہے؟
A۔ علی نظر　B۔ علی مدد　C۔ علی سکندر　D۔ علی شان

59۔ اردو کی رومانوی تحریک کا ترجمان کس جریدے کو قرار دیا جاتا ہے؟
A۔ مخزن　B۔ ہمایوں　C۔ عالمگیر　D۔ ساقی

60۔ ''نوطرزِ مرصع'' اردو کے ابتدائی زمانے کی معروف تصنیف ہے۔ اس کے مصنف کون ہیں؟
A۔ فضل علی فضلی　B۔ عطا حسین خاں تحسین　C۔ محمد امین ایاغی　D۔ مرزا بیجاپوری

61۔ غزل اس نے چھیڑی، مجھے ساز دینا　ذرا عمرِ رفتہ کو آواز دینا
یہ مشہور شعر کس شاعر کی تخلیق ہے؟
A۔ جعفر علی اثر لکھنوی　B۔ ثاقب لکھنوی　C۔ صفی لکھنوی　D۔ ناطق لکھنوی

62۔ ''دلنوازی گفت گو'' سے کیا مراد ہے؟
A۔ عجز و انکسار کی گفت گو　B۔ اخلاق سے گری ہوئی باتیں　C۔ لیت و لعل پر مبنی گفتگو　D۔ ڈینگ کی گفت گو

63۔ ''نانِ شعیر'' سے کیا مراد ہے؟

A۔ لذیذ روٹی B۔ جَو کی روٹی C۔ خمیری روٹی D۔ باسی روٹی

64۔ ''ٹکسالی زبان'' سے کیا مراد ہے؟

A۔ نامکمل زبان B۔ اغلاط سے پُر زبان C۔ فصیح و مستند زبان D۔ غیر مستند زبان

65۔ ''عروجِ اقبال'' کس کی تصنیف ہے؟

A۔ ڈاکٹر افتخار صدیقی B۔ ڈاکٹر سلیم اختر C۔ ڈاکٹر تحسین فراقی D۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

66۔ زیرِ زمیں سے آتا ہے جو گل سو زر بکف قاروں نے راستے میں لٹایا خزانہ کیا

اس شعر میں کون سی صنعت استعمال ہوئی ہے؟

A۔ صنعتِ تضاد B۔ صنعت مراعات النظیر C۔ صنعت تلمیح D۔ صنعت لف و نشر

67۔ علم بیان و بدیع کے موضوع پر مشہور کتاب ''بحر الفصاحت'' کس کی تصنیف ہے؟

A۔ نجم الغنی B۔ خوب محمد چشتی C۔ امام بخش صہبائی D۔ انشاء اللہ خاں انشا

68۔ ''قدیم ویدک بولیوں میں سے ایک بولی ترقی پاکر اردو کے پیکر میں ڈھل گئی۔'' یہ کس ماہرِ لسانیات کا نظریہ ہے؟

A۔ ڈاکٹر سہیل بخاری B۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری C۔ مسعود حسن رضوی ادیب D۔ عین الحق فرید کوٹی

69۔ ''اعمال نامہ'' کے زیرِ عنوان کس ادیب نے اپنی آپ بیتی لکھی؟

A۔ سر رضا علی B۔ حکیم احمد شجاع C۔ مولانا جعفری تھانیسری D۔ قاضی عبد الغفار

70۔ ''نکاتِ سخن'' فنِ شعر پر مستند کتاب ہے، یہ کس کی تصنیف ہے؟

A۔ طالب انصاری B۔ عدیم صراطی C۔ حسرت موہانی D۔ نظم طباطبائی

71۔ ''الزبیر'' اردو کا موقر سہ ماہی جریدہ ہے، اس کا تعلق کس ادارے سے ہے؟

A۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد B۔ اردو سائنس بورڈ، لاہور C۔ اباسین آرٹس کونسل، پشاور D۔ اردو اکیڈمی، بہاولپور

72۔ کسی قائل کا قول من و عن اسی کے الفاظ میں درج کرنے کے لیے رموزِ اوقاف کی کون سی علامت استعمال کی جاتی ہے؟

A۔ قوسین B۔ ندائیہ C۔ فجائیہ D۔ ان میں سے کوئی جواب درست نہیں

73۔ جاپانی صنفِ نظم ''ہائیکو'' میں جو اردو میں بھی لکھی جاتی ہے، کل کتنے مصرعے ہوتے ہیں؟

A۔ کل تین مصرعے B۔ پانچ مصرعے C۔ چھے مصرعے D۔ چودہ مصرعے

74۔ ایسی نظم کو جس کے ہر بند میں آخری مصرع یا شعر بار بار دہرایا جائے، اصطلاح میں کیا کہتے ہیں؟

A۔ ترکیب بند B۔ ترجیع بند C۔ مخمس D۔ مسدس

75۔ اردو کے سب سے زیادہ متنازع نقاد کون ہیں؟

A۔ وارث علوی B۔ کلیم الدین احمد C۔ گوپی چند نارنگ D۔ احتشام حسین

76۔ پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج کے تحقیقی مجلّے کا نام کیا ہے؟

A۔ محور B۔ تحقیق نامہ C۔ بنیاد D۔ بازیافت

77۔ اردو اصنافِ سخن میں ''ہجو گوئی'' میں اولیت کا درجہ کسے حاصل ہے؟

A۔ قلندر بخش جرأت B۔ غلام ہمدانی مصحفی C۔ مرزا رفیع سودا D۔ خواجہ حیدر علی آتش

78۔ ''دریائے لطافت'' اردو میں قواعد کی پہلی کتاب شمار ہوتی ہے، اس کے مصنف کون ہیں؟

A۔ انشاء اللہ خاں انشا B۔ میر امن C۔ میر تقی میر D۔ امام بخش ناسخ

79۔ سرسیّد احمد خاں شاعر بھی تھے، وہ کیا تخلص کرتے تھے؟

A۔ احمد B۔ آہی C۔ سیّد D۔ خیال

80۔ اردو میں تاریخی ناول لکھنے کے حوالے سے اوّلیت کا سہرا کس کے سر باندھا جاتا ہے؟

A۔ نسیم حجازی B۔ ڈپٹی نذیر احمد C۔ علامہ راشد الخیری D۔ مولانا عبد الحلیم شرر

81۔ قاضی عبد الودود کا کردار کس کا تخلیق کردہ ہے؟

A۔ رتن ناتھ سرشار B۔ مشتاق احمد یوسفی C۔ اشفاق احمد D۔ عبد الحلیم شرر

82۔ ''گنجہائے گرانمایہ'' اور ''ہم نفسانِ رفتہ'' خاکوں کے مجموعے ہیں، مصنف کا نام کیا ہے؟

A۔ مولوی عبد الحق B۔ مولانا عبد المجید سالک C۔ رشید احمد صدیقی D۔ محمد طفیل

83۔ منصور موہنا، قیس و لبنیٰ، یوسف نجمہ اور ملک العزیز ورجنا قبیل کے تاریخی ناولوں سے کس ناول نویس کا نام ذہن میں آتا ہے؟

A۔ نسیم حجازی B۔ ایم اسلم C۔ قمر انبالوی D۔ عبد الحلیم شرر

84۔ روحِ ادب، شعلہ و شبنم، نقش و نگار اور حرف و حکایت منظومات کے مجموعے ہیں، شاعر کا نام لکھیے۔

A۔ حفیظ جالندھری B۔ جوش ملیح آبادی C۔ عارف عبد المتین D۔ ظہیر کاشمیری

85۔ شیخ محمد اکرام کی تصانیف آبِ کوثر، موجِ کوثر اور رودِ کوثر کا موضوع کیا ہے؟

A۔ اسلامی تاریخ B۔ تنقیدِ ادب C۔ شعر و شاعری D۔ تاریخِ ادب

86۔ فارسی میں شیخ سعدی کو ''بلبلِ شیراز'' کہا جاتا ہے اردو میں مرزا غالب کے علاوہ ''بلبلِ ہند'' لقب کسے حاصل ہے؟

A۔ داغ دہلوی B۔ ابراہیم ذوق C۔ مومن خاں مومن D۔ مصطفیٰ خاں شیفتہ

87۔ مسدسِ حالی خواجہ الطاف حسین حالی کی طویل نظم ہے، اس کا موضوع کیا ہے؟

A۔ مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ B۔ مسلمانوں کا زمانہ حال C۔ مد و جزرِ اسلام D۔ مسلمانوں کا تابناک مستقبل

88۔ ''بچوں کا شاعر'' کسے کہا جاتا ہے؟

A۔ حامد اللہ افسر B۔ اسماعیل میرٹھی C۔ صوفی تبسم D۔ قیوم نظر

89۔ ''بابائے اردو'' مولوی عبد الحق کا لقب ہے۔ ''آقائے اردو'' کن کو کہا جاتا ہے؟

A۔ مولانا محمد حسین آزاد B۔ مولانا حالی C۔ مولانا شبلی نعمانی D۔ سر سید احمد خاں

90۔ ''یک شنبہ'' ہفتے کا کون سا دن ہے؟

A۔ ہفتہ B۔ اتوار C۔ پیر D۔ منگل

91۔ نہ گُلِ نغمہ ہوں، نہ پردۂ ساز　　میں ہوں اپنی شکست کی آواز

مرزا غالب کی ایک غزل کے اس شعر کو اصطلاح میں کیا کہیں گے؟

A۔ مطلع　B۔ حسنِ مطلع　C۔ مطلع ثانی　D۔ مقطع

92۔ سوال نمبر 91 کے شعر میں قافیہ کیا ہے؟

A۔ ساز، آواز　B۔ پردۂ ساز، کی آواز　C۔ نہ پردۂ ساز، شکست کی آواز　D۔ شعر میں قافیہ نہیں ہے

93۔ شعر نمبر 91 کے شعر میں ردیف کیا ہے؟

A۔ ساز، آواز　B۔ پردۂ ساز، کی آواز　C۔ نہ پردۂ ساز، شکست کی آواز　D۔ شعر میں ردیف نہیں ہے

94۔ ''علمی اردو لغت'' کے مرتب کون ہیں؟

A۔ سید احمد دہلوی　B۔ عبداللہ خویشگی　C۔ وارث سرہندی　D۔ مولوی نورالحسن

95۔ ''روشنائی'' کے مصنف کا نام بتایئے؟

A۔ سجاد ظہیر　B۔ علی سردار جعفری　C۔ پروفیسر احمد علی　D۔ احتشام حسین

96۔ ''دیوانِ غالب'' کو کس نقاد نے الہامی کتاب قرار دیا ہے؟

A۔ مولانا حالی　B۔ محمد حسین آزاد　C۔ عبدالرحمٰن بجنوری　D۔ شیخ محمد اکرام

97۔ ''قرۃ العین حیدر'' اردو کے کس معروف ادیب کی صاحبزادی کا نام ہے؟

A۔ خواجہ حیدر علی آتش　B۔ امجد حیدر آبادی　C۔ حیدر بخش حیدری　D۔ سجاد حیدر یلدرم

98۔ قصیدے میں گریز سے پہلے کون سا فنی عنصر لایا جاتا ہے؟

A۔ تشبیب　B۔ مدح　C۔ دعا　D۔ حسنِ طلب

99۔ اردو غزل کا عہدِ زریں کس شاعر کے دور کو کہا جاتا ہے؟

A۔ میر تقی میر　B۔ فیض احمد فیض　C۔ ولی دکنی　D۔ مرزا غالب

100۔ میر انیس کے کلام میں مبالغہ آرائی:

A۔ ان کی شاعری کی بڑی خامی ہے　B۔ شاعری کی نمایاں خوبی ہے　C۔ قطعاً نہیں ہے　D۔ معمولی ہے جو گراں نہیں گزرتی

❁❁

معروضی طرز ماڈل پیپر نمبر 2

KEY

Q.No	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.
1	B	21	B	41	A	61	C	81	B
2	A	22	B	42	C	62	D	82	C
3	C	23	D	43	A	63	B	83	D
4	D	24	A	44	B	64	C	84	B
5	A	25	B	45	C	65	A	85	D
6	B	26	A	46	A	66	C	86	A
7	B	27	C	47	D	67	A	87	C
8	C	28	B	48	B	68	B	88	B
9	D	29	A	49	D	69	A	89	A
10	A	30	D	50	B	70	C	90	B
11	B	31	C	51	B	71	D	91	A
12	D	32	D	52	D	72	D	92	B
13	C	33	A	53	C	73	A	93	D
14	D	34	C	54	A	74	B	94	C
15	B	35	B	55	B	75	B	95	A
16	C	36	D	56	D	76	D	96	C
17	A	37	A	57	A	77	C	97	D
18	B	38	C	58	C	78	A	98	A
19	A	39	B	59	A	79	B	99	D
20	A	40	D	60	B	80	D	100	B

❁❁

معروضی طرز ماڈل پیپر نمبر 3

نوٹ: موزوں ترین جواب پر صاد (✓) کا نشان لگائیے۔

1۔ ''تجاہلِ عارفانہ'' کی ترکیب اردو میں کن معنوں میں مستعمل ہے؟

A۔ کچھ معلوم نہ ہونا B۔ جان بوجھ کر انجان بننا C۔ عارفانہ گفت گو کرنا D۔ جہالت کی باتیں کرنا

2۔ ''جگت استاد'' عام ترکیب ہے، اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ معمولی شخص B۔ سنجیدہ شخص C۔ بہت بڑا کاری گر D۔ ناتجربہ کار

3۔ مرے ہم صفیر اسے بھی اثرِ بہار سمجھے انھیں کیا خبر کہ کیا ہے یہ نوائے عاشقانہ

''ہم صفیر'' سے کیا مراد ہے؟

A۔ ہم سفر B۔ ہم عصر C۔ ہم جماعت D۔ ہم آواز

4۔ ''خلف الرشید'' اردو ترکیب ہے، اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ فرماں بردار بیٹا B۔ تیز طرار بیٹا C۔ وعدہ خلاف D۔ دھوکے باز

5۔ ''طفلِ مکتب'' کی ترکیب اردو میں کثرت سے مستعمل ہے، اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ سکول میں داخل شدہ بچہ B۔ ناتجربہ کار C۔ سکول کا سب سے ریگولر بچہ D۔ فارغ التحصیل

6۔ ''آنکھوں پر ٹھیکری رکھنا'' محاورہ ہے، اس کا مفہوم ہے:

A۔ اندھا ہونا B۔ بے شرم بن جانا C۔ بے وفائی کرنا D۔ نظریں چرانا

7۔ ''آڑے آنا'' محاورہ ہے، اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ روڑے اٹکانا B۔ اچانک مصیبت آن پڑنا C۔ خوب خبر لینا D۔ مشکل میں کام آنا

8۔ ''بے بھاؤ کی پڑنا'' محاورہ ہے، اس کے معنی ہیں:

A۔ بہت مار پڑنا B۔ واسطہ پڑنا C۔ برباد ہو جانا D۔ حملہ آور ہونا

9۔ ''آنسوے بہانا'' محاورہ ہے، اس کا مفہوم ہے:

A۔ خوشی کے آنسو B۔ زاروقطار رونا C۔ جھوٹ موٹ کا رونا D۔ ندامت کے آنسو

10۔ ''طومار باندھنا'' محاورہ ہے، اس کا مطلب ہے:

A۔ لگاتار گالیاں بکنا B۔ بات بڑھا کر بیان کرنا C۔ شیخی بگھارنا D۔ ناقابلِ یقین بات بیان کرنا

11۔ ''مجرا کرنا'' محاورہ ہے، اس کا مفہوم ہے:

A۔ آداب بجالانا B۔ گانے بجانے کا کام کرنا C۔ حساب میں سے وضع کرنا D۔ تکبر کرنا

12۔ ''روغنِ قاز ملنا'' محاورہ ہے، اس کا مطلب ہے:

A۔ تعریف کرنا B۔ دکھی کو مزید ستانا C۔ مبالغہ آرائی کرنا D۔ خوشامد کرنا

13۔ ''بغلیں جھانکنا'' محاورہ ہے، اس کے معنی ہیں:

A۔ پریشان دکھائی دینا B۔ جواب نہ بن پڑنا C۔ بے حد خوش و خرم ہونا D۔ وعدہ خلافی کرنا

14۔ ''بھائیں بھائیں کرنا'' محاورہ ہے، اس کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ رونا دھونا B۔ شور شرابا کرنا C۔ ویران ہونا D۔ بھوک کا سامنا کرنا

15۔ ''لوہا ماننا'' محاورہ ہے، اس کا مفہوم ہے:

A۔ کسی پر فریفتہ ہونا B۔ حیران ہو جانا C۔ شکست تسلیم کرنا D۔ کسی کے ہنر کا قائل ہونا

16۔ ''راہ ہونا'' محاورہ ہے، اس کا مطلب ہے:

A۔ کھسک جانا B۔ محبت ہونا C۔ اپنے کام سے کام رکھنا D۔ اپنے لیے الگ راستے کا انتخاب کرنا

17۔ ''داغ بیل ڈالنا'' محاورہ ہے، اس کا مفہوم ہے:

A۔ سجانا سنوارنا B۔ ویرانے میں رونق کر دینا C۔ احتیاط سے کام لینا D۔ بنیاد رکھنا

18۔ کون سی ضرب المثل درست ہے؟

A۔ نیکی کر سمندر میں ڈال B۔ نیکی کر دریا میں ڈال C۔ نیکی کر تالاب میں ڈال D۔ نیکی کر کنویں میں ڈال

19۔ کون سی ضرب المثل درست ہے؟

A۔ گیہوں کے ساتھ جَو بھی پس جاتے ہیں B۔ جَو کے ساتھ گیہوں بھی پس جاتے ہیں

C۔ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے D۔ چنوں کے ساتھ گیہوں بھی پس جاتے ہیں

20۔ کون سی ضرب المثل درست ہے؟

A۔ ڈھاک کے وہی تین پات B۔ ڈھاک کے وہی دو پات C۔ ڈھاک کے وہی پانچ پات D۔ ڈھاک کے وہی چار پات

21۔ گھبراہٹ، ملاوٹ، سجاوٹ، بناوٹ وغیرہ الفاظ قواعد کی رو سے کیا ہیں؟

A۔ اسم معرفہ B۔ اسمِ حاصلِ مصدر C۔ اسمِ جامد D۔ اسمِ نکرہ

22۔ کتابچہ، باغیچہ، صندوقچہ وغیرہ الفاظ قواعد کی رو سے کیا ہیں؟

A۔ اسمِ خاص B۔ اسمِ عام C۔ اسمِ مصغر D۔ اسمِ مکبّر

23۔ درست تلفظ کی نشان دہی کیجیے:

A۔ مُشَاعَرَہ B۔ مُشَاعِرَہ C۔ مَشَاعَرَہ D۔ مَشَاعِرَہ

24۔ فعل متعدی کون سا فعل ہے؟

A۔ جو صرف فاعل کو چاہے B۔ جو فاعل کے ساتھ ساتھ مفعول کو بھی چاہے

C۔ فعل ناقص کا دوسرا نام ہے D۔ ان میں سے کوئی بیان درست نہیں

25۔ آمد ہے کربلا کے نیستاں میں شیر کی

اس مصرعے میں علمِ بیان کی کون سی صورت استعمال ہوئی ہے:

A۔ تشبیہ B۔ استعارہ C۔ مجازِ مرسل D۔ کنایہ

26۔ پانی تھا آگ، گرمیِ روزِ حساب تھی ماہی جو سیخِ موج تک آئی کباب تھی

اس شعر میں کون سی صنعت استعمال ہوئی ہے؟

A۔ صنعتِ تضاد B۔ صنعتِ مراعات النظیر C۔ صنعتِ ایہام D۔ صنعتِ مبالغہ

27۔ ''خامہ بگوش'' کس مزاح نگار کا قلمی نام ہے؟

A۔ مشفق خواجہ B۔ شوکت تھانوی C۔ کرنل محمد خاں D۔ طفیل احمد جمالی

28۔ ''دعوتِ شیراز'' کا مفہوم کیا ہے؟

A۔ بے تکلفی کی دعوت B۔ سادہ کھانا C۔ دکھاوے کی دعوت D۔ پرتکلف دعوت

29۔ وزن، بحر اور تقطیع کا فن اصطلاح میں کیا کہلاتا ہے؟

A۔ علمِ صرف B۔ علمِ نحو C۔ علمِ عروض D۔ علمِ بدیع

30۔ ''جامِ جم'' کس انشاپرداز کی پہلی تصنیف ہے؟

A۔ عبدالحلیم شرر B۔ سرسید احمد خاں C۔ علامہ راشد الخیری D۔ رتن ناتھ سرشار

31۔ غزل کا زبان زدِ خاص و عام یہ شعر کس شاعر کا ہے؟

ملو جو ہم سے تو مل لو کہ ہم بہ نوکِ گیاہ مثالِ قطرۂ شبنم رہے رہے، نہ رہے

A۔ نظیر اکبرآبادی B۔ میر تقی میر C۔ مرزا محمد رفیع سودا D۔ خواجہ میر درد

32۔ ''منہ وَل کعبے شریف'' کس ادیب کا سفرنامۂ حج ہے؟

A۔ خواجہ حسن نظامی B۔ مستنصر حسین تارڑ C۔ بشریٰ رحمٰن D۔ ممتاز مفتی

33۔ ''یعنی''، ''گویا'' اور ''لیکن'' ایک ہی شاعر کے شعری مجموعوں کے نام ہیں، شاعر بتایئے؟

A۔ رئیس امروہوی B۔ اسلم کوثر C۔ انور شعور D۔ جون ایلیا

34۔ ڈاکٹر سلیم اختر کی آپ بیتی کا نام کیا ہے؟

A۔ بند گلی میں شام B۔ یادِ عہدِ رفتہ C۔ مرے ماہ و سال D۔ نشانِ جگرِ سوختہ

35۔ ''آنگن'' قیامِ پاکستان کے موضوع پر اردو کا معروف ناول ہے، مصنف کا نام بتایئے؟

A۔ ہاجرہ مسرور B۔ خدیجہ مستور C۔ الطاف فاطمہ D۔ جیلانی بانو

36۔ اردو کے ناولوں ''تذکرہ''، ''آگے سمندر ہے''، ''بستی'' اور ''چاند گہن'' کے نام سے کس ناول نویس کا نام ذہن میں آتا ہے؟

A۔ شوکت صدیقی B۔ احسن فاروقی C۔ انتظار حسین D۔ راجندر سنگھ بیدی

37۔ کیا ہنسی آتی ہے مجھ کو حضرتِ انسان پر فعلِ بد تو ان سے ہو، لعنت کریں شیطان پر

یہ شعر کس کی تخلیق ہے؟

A۔ انشاءاللہ خاں B۔ اکبرالہ آبادی C۔ سید محمد جعفری D۔ نذیر احمد شیخ

38۔ یاس یگانہ چنگیزی کا اصل نام کیا ہے؟

A۔ مرزا عاشق حسین B۔ مرزا واجد حسین C۔ مرزا منظور حسین D۔ مرزا شریف حسین

39۔ اردو کے کس شاعر کو ''خیام الہند'' کہا جاتا ہے؟

A۔ عبدالحمید عدم B۔ جوش ملیح آبادی C۔ احسان دانش D۔ بیدل حیدری

40۔ کسی ایسے لفظ یا جملے کے بعد، جس سے کوئی جذبہ مثلاً غصہ، حیرت، خوف، ندامت، نفرت وغیرہ کا اظہار ہو، رموزِ اوقاف کی کون سی علامت لگائی جاتی ہے؟

A۔ ندائیہ B۔ فجائیہ C۔ وقفہ D۔ رابطہ

41۔ اردو کا پہلا سفرنامہ نگار کسے شمار کیا جاتا ہے؟

A۔ محمود نظامی B۔ خواجہ حسن نظامی C۔ یوسف خاں کمبل پوش D۔ سر عبدالقادر

42۔ اردو تحقیق کا معلمِ اول کس کو کہا جاتا ہے؟

A۔ مولوی عبدالحق B۔ رشید حسن خاں C۔ مولانا امتیاز علی عرشی D۔ حافظ محمود شیرانی

43۔ ''مغرب کے تنقیدی اصول'' کس کی لکھی کتاب ہے؟

A۔ ڈاکٹر سجاد باقر رضوی B۔ ڈاکٹر وحید قریشی C۔ ڈاکٹر جمیل جالبی D۔ ڈاکٹر سید عبداللہ

44۔ شاعری میں صنعتِ ایہام سے کیا مراد لیا جاتا ہے؟

A۔ شعری محاسن کی نفی B۔ شعری نظامت C۔ شعر کی ذومعنویت D۔ شعری توازن

45۔ ''کاشف الحقائق'' کے مصنف کا نام کیا ہے؟

A۔ مولوی وحید الدین سلیم B۔ امداد امام اثر C۔ ڈاکٹر سید عبداللہ D۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری

46۔ داورِ محشر مرا نامۂ اعمال نہ دیکھ اس میں کچھ پردہ نشینوں کے نام آتے ہیں

اس شعر کے خالق کون ہیں؟

A۔ چراغ حسن حسرت B۔ حفیظ ہوشیارپوری C۔ محمد دین تاثیر D۔ سیّد عابد علی عابد

47۔ باقی صدیقی کا اصل نام کیا ہے؟

A۔ محمد اشرف B۔ امجد اسلم C۔ محمد امیر D۔ محمد افضل

48۔ ''چہک اٹھی لفظوں کی چھاگل'' کس کا شعری کلیات ہے؟

A۔ شکیب جلالی B۔ وزیر آغا C۔ سبطِ علی صبا D۔ اقبال ساجد

49۔ ''اندرسبھا'' کو بعض ناقدین اردو کا پہلا ڈراما قرار دیتے ہیں، اس کے مصنف کون ہیں؟

A۔ امانت لکھنوی B۔ واجد علی شاہ C۔ آغا حشر کاشمیری D۔ حکیم احمد شجاع

50۔ ''ارسطو سے ایلیٹ تک'' کس کی مرتبہ کتاب ہے؟

A۔ محمد علی صدیقی B۔ محمد حسن عسکری C۔ ڈاکٹر جمیل جالبی D۔ سلیم احمد

51۔ ڈاکٹر طاہر مسعود کی کتاب ''یہ صورت گر کچھ خوابوں کے'' کس نوعیت کی کتاب ہے؟

A۔ انشائیے　B۔ مضامین　C۔ اخباری کالم　D۔ مصاحبے (انٹرویوز)

52۔ ع　کل چودھویں کی رات تھی، شب بھر رہا چرچا تیرا

یہ کس شاعر کی ایک معروف غزل کے مطلعے کا مصرع اوّل ہے؟

A۔ قتیل شفائی　B۔ ابنِ انشا　C۔ منیر نیازی　D۔ ساحر لدھیانوی

53۔ ''روزنِ دیوار سے'' کے عنوان کے تحت اخباری کالم کون لکھتے ہیں؟

A۔ عطاء الحق قاسمی　B۔ نذیر ناجی　C۔ حسن نثار　D۔ امجد اسلام امجد

54۔ ''بیادِ صحبتِ نازک خیالاں'' خاکوں کا مجموعہ ہے۔ یہ کس کی تصنیف ہے؟

A۔ صابر لودھی　B۔ ڈاکٹر اسلم فرخی　C۔ ڈاکٹر آفتاب احمد　D۔ رحیم گل

55۔ مزاحیہ ماہنامے ''نمکدان'' کے مدیر کون تھے؟

A۔ چراغ حسن حسرت　B۔ ابراہیم جلیس　C۔ عبدالمجید سالک　D۔ مجید لاہوری

56۔ ''اخبارِ اردو'' کس ادارے کا ماہنامہ جریدہ ہے؟

A۔ ادارہ فروغِ اردو　B۔ اکادمی ادبیاتِ پاکستان　C۔ اردو سائنس بورڈ　D۔ انجمن ترقیِ اردو

57۔ احمد ندیم قاسمی کس عہد ساز ادبی جریدے کے مدیر تھے؟

A۔ اوراق　B۔ فنون　C۔ تخلیق　D۔ ادبِ لطیف

58۔ ''جلال و جمال''، ''محیط''، ''شعلۂ گل'' اور ''لوحِ خاک'' جیسے شعری مجموعوں کے نام سے کس شاعر کا نام ذہن میں آتا ہے؟

A۔ احمد ندیم قاسمی　B۔ قتیل شفائی　C۔ فارغ بخاری　D۔ ساحر لدھیانوی

59۔ ''انگلیاں فگار اپنی'' کس کا شعری مجموعہ ہے؟

A۔ محمود سرحدی　B۔ دلاور فگار　C۔ نیاز سواتی　D۔ مجید لاہوری

60۔ معروف ادبی ماہنامے ''نگار'' کے بانی مدیر کون تھے؟

A۔ مجنوں گورکھپوری　B۔ فرمان فتح پوری　C۔ غلام احمد پرویز　D۔ نیاز فتح پوری

61۔ ساحر لدھیانوی کا اصل نام کیا ہے؟

A۔ عبداللہ　B۔ عبدالباقی　C۔ عبدالحئی　D۔ عبدالستار

62۔ افسانہ ''گڈریا'' کس افسانہ نویس کی تخلیق ہے؟

A۔ اشفاق احمد　B۔ اے حمید　C۔ بانو قدسیہ　D۔ ممتاز مفتی

63۔ ''میرے ہم سفر'' اور ''میرے ہم قدم'' کس کے لکھے خاکوں کے مجموعے ہیں؟

A۔ محمد طفیل　B۔ احمد ندیم قاسمی　C۔ انور سدید　D۔ جوش ملیح آبادی

64۔ ''آبِ حیات'' کے مصنف مولانا محمد حسین آزاد نے اردو زبان کا ماخذ کون سی زبان کو قرار دیا ہے؟

A۔ دراوڑی　B۔ دیوناگری　C۔ سنسکرت　D۔ برج بھاشا

65۔ ''بنت العنب'' سے کیا مراد ہے؟

A۔ سپاہی کی بیٹی　B۔ مزدور کی بیٹی　C۔ شراب　D۔ کوزہ گر کی بیٹی

66۔ ؎ جہاں تیرا نقشِ قدم دیکھتے ہیں　خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں

اس شعر میں کون سی صنعت استعمال ہوئی ہے؟

A۔ صنعتِ تکرار　B۔ صنعت تضاد　C۔ صنعت ایہام　D۔ صنعت لف ونشر

67۔ ''شوق ہم سفر میرا'' کس کا لکھا سفرنامہ ہے؟

A۔ داؤد طاہر　B۔ بشریٰ رحمٰن　C۔ جمیل یوسف　D۔ مستنصر حسین تارڑ

68۔ سولہ اکتوبر اکاون سن محرّم کے یہ دن　کر دیا ملّت کے قائد کو ستم گر نے شہید

اس شعر میں کون سی صنعت استعمال ہوئی ہے؟

A۔ صنعتِ تضمین　B۔ صنعت تاریخ　C۔ صنعت تجنیس　D۔ صنعت مراعات النظیر

69۔ یادداشتوں پر مبنی کتاب ''بندگلی میں شام'' کس کی تصنیف ہے؟

A۔ ڈاکٹر سلیم اختر　B۔ انتظار حسین　C۔ توصیف تبسّم　D۔ رشید امجد

70۔ نیرنگیِ سیاستِ دوراں تو دیکھیے　منزل انھیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

یہ شعر کس کی تخلیق ہے؟

A۔ محسن بھوپالی　B۔ عبدالرّب نشتر　C۔ شورش کاشمیری　D۔ تابش الوری

71۔ دام ہر موج میں ہے حلقہ صد کام نہنگ　دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہوتے تک

اس شعر میں ''نہنگ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی کیا ہیں؟

A۔ صدف　B۔ موتی　C۔ سیپ　D۔ مگرمچھ

72۔ سعادت حسن منٹو کے افسانے ''تماشا'' کا پس منظر کون سا واقعہ ہے؟

A۔ 1947ء کے فسادات　B۔ 1965ء کی پاک بھارت جنگ

C۔ جلیانوالہ باغ کا سانحہ　D۔ 1945-46ء کے انتخابات

73۔ عصمت چغتائی کے شہرہ آفاق ناول ''ٹیڑھی لکیر'' کے مرکزی کردار کا کیا نام ہے؟

A۔ ثریا　B۔ نسیم　C۔ فاطمہ　D۔ شمن

74۔ ع　بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے　(اقبال)

قدیم عرب ''بحرِ ظلمات'' کس سمندر کو کہتے تھے؟

A۔ بحرالکاہل　B۔ بحرِ اوقیانوس　C۔ بحرِ ہند　D۔ بحیرۂ روم

75۔ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور کے تحقیقی مجلّے کا نام کیا ہے؟

A۔ محور　B۔ بنیاد　C۔ تحقیق نامہ　D۔ دریافت

76۔ عالمی ادب میں تنقید کے حوالے سے پہلی کتاب کون سی شمار ہوتی ہے؟

A۔ Poetics　B۔ The Republic

C۔ Biography Literaria　D۔ The use of poetry and the use of criticism

77۔ ''شیخ علی وجودی'' کا کردار کس کا تخلیق کردہ ہے؟

A۔ ڈپٹی نذیر احمد　B۔ مولانا عبدالحلیم شرر　C۔ شوکت تھانوی　D۔ رتن ناتھ سرشار

78۔ جوش ملیح آبادی کا اصل نام کیا تھا؟

A۔ مسعود الحسن　B۔ شبیر حسن خاں　C۔ عبدالکریم　D۔ عطا حسین

79۔ سن ولادت 1817ء اور سن وفات 1898ء ہے، جدید اردو ادب کے ارکانِ خمسہ میں سے کس کا نام ذہن میں آتا ہے؟

A۔ سرسید احمد خاں　B۔ خواجہ الطاف حسین حالی　C۔ مولانا شبلی نعمانی　D۔ مولانا محمد حسین آزاد

80۔ ن۔م راشد جدید اردو شاعری کا اہم نام ہے۔ بتایئے ن۔م کس نام کا مخفف ہے؟

A۔ نور محمد　B۔ نذر محمد　C۔ نوید ملک　D۔ ناصر محمود

81۔ ''صبحِ بنارس شامِ......'' ضرب المثل مکمل کیجیے:

A۔ کشمیر　B۔ پنجاب　C۔ آگرہ　D۔ اودھ

82۔ اردو میں 'طبقۂ نسواں کا محسن' کسے کہا جاتا ہے؟

A۔ علامہ راشد الخیری　B۔ ہاجرہ مسرور　C۔ خدیجہ مستور　D۔ ڈپٹی نذیر احمد

83۔ ''حسنِ انجلینا''، ''ایامِ عرب''، ''فتح اندلس'' اور ''فلورا فلورنڈا'' قبیل کے تاریخی ناولوں سے کس ناول نویس کا نام ذہن میں آتا ہے؟

A۔ نسیم حجازی　B۔ ایم اسلم　C۔ عبدالحلیم شرر　D۔ قمر اجنالوی

84۔ آخری مغل فرماں روا بہادر شاہ ظفر نے ''خاقانیِ ہند'' کا خطاب کسے عطا کیا تھا؟

A۔ شاہ نصیر　B۔ شیخ ابراہیم ذوق　C۔ مومن خاں مومن　D۔ مرزا غالب

85۔ اردو میں ''شاعرِ مزدور'' کسے کہا جاتا ہے؟

A۔ افضل پرویز　B۔ تنویر سپرا　C۔ سبطِ علی صبا　D۔ احسان دانش

86۔ اردو کے اولین افسانہ نویس پریم چند کا اصل نام کیا تھا؟

A۔ دھنپت رائے　B۔ رگھوپتی سہائے　C۔ رتن ناتھ　D۔ دیا شنکر

87۔ وہ اردو کا کون سا ناول نویس ہے جس کے کردار بالعموم اسم با مسمّٰی ہیں؟

A۔ رتن ناتھ سرشار　B۔ محمد سعید دہلوی　C۔ عبدالحلیم شرر　D۔ ڈپٹی نذیر احمد

88۔ ''چہار شنبہ'' ہفتے کا کون سا دن ہے؟

A۔ منگل　B۔ بدھ　C۔ جمعرات　D۔ جمعہ

89۔ سرسیّد احمد خاں کس معروف شاعر سے اپنی کتاب کا دیباچہ لکھوانا چاہتے تھے؟

A۔ غلام ہمدانی مصحفی　B۔ شیخ ابراہیم ذوق　C۔ مرزا غالب　D۔ نواب مصطفٰی خاں شیفتہ

90۔ ''گزشتہ لکھنؤ'' عمرانیات کے موضوع پر اردو کی اولین کتاب ہے، مصنف کا نام بتایئے؟

A۔ عبدالحلیم شرر　B۔ علامہ اقبال　C۔ خواجہ حسن نظامی　D۔ عبدالماجد دریابادی

91۔ پھر اس انداز سے بہار آئی　　که ہوئے مہر و مہ تماشائی

مرزا غالب کی ایک غزل کے اس شعر کو اصطلاح میں کیا کہیں گے؟

A۔ مطلع　B۔ مطلعِ ثانی　C۔ حسنِ مطلع　D۔ مقطع

92۔ شعر نمبر 91 کے شعر میں قافیہ کیا ہے؟

A۔ انداز سے بہار آئی، مہر و مہ تماشائی　B۔ آئی، تماشائی

C۔ بہار، تماشائی　D۔ شعر میں قافیہ نہیں

93۔ شعر نمبر 91 کے شعر میں ردیف کیا ہے؟

A۔ آئی، تماشائی　B۔ بہار آئی، ہوئے تماشائی

C۔ انداز سے بہار آئی، مہر و مہ تماشائی　D۔ شعر میں ردیف نہیں ہے

94۔ ''فرہنگِ آصفیہ'' کے مصنف کون ہیں؟

A۔ عبداللہ خان خویشگی　B۔ وارث سرہندی　C۔ سیّد احمد دہلوی　D۔ مولوی نور الحسن نیّر

95۔ قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے　اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

یہ زبان زدِ عام شعر کس کی تخلیق ہے؟

A۔ مولانا محمد علی جوہر　B۔ فیض احمد فیض　C۔ مولانا حالی　D۔ مولانا ظفر علی خاں

96۔ مولانا محمد حسین آزاد کہاں مدفون ہیں؟

A۔ دہلی　B۔ بنارس　C۔ لاہور　D۔ لکھنؤ

97۔ ''ذکرِ میر'' کس کی خود نوشت ہے؟

A۔ میر درد　B۔ میر تقی میر　C۔ میر انیس　D۔ میر حسن

98۔ ''تحقیقاتِ چشتی'' آثارِ لاہور کے بارے میں بڑی مؤقر کتاب ہے، یہ کس کی تصنیف ہے؟

A۔ حافظ محمود شیرانی　B۔ مولوی احمد بخش یکدل　C۔ مولوی محمد ابراہیم خوشدل　D۔ مولوی نور احمد

99۔ ''عجائباتِ فرنگ'' کا موضوع کیا ہے؟

A۔ سفرنامہ　B۔ آپ بیتی　C۔ سوانح عمری　D۔ تاریخِ برطانیہ

100۔ علامہ اقبال کی نظم ''ابلیس کی مجلسِ شوریٰ'' ان کے کس مجموعے میں شامل ہے؟

A۔ بانگِ درا　B۔ بالِ جبریل　C۔ ضربِ کلیم　D۔ ارمغانِ حجاز

معروضی طرز ماڈل پیپر نمبر 3

KEY

Q.No	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.
1	B	21	B	41	C	61	C	81	D
2	C	22	C	42	D	62	A	82	A
3	D	23	A	43	A	63	B	83	C
4	A	24	B	44	C	64	D	84	B
5	B	25	B	45	B	65	C	85	D
6	B	26	D	46	C	66	A	86	A
7	D	27	A	47	D	67	A	87	D
8	A	28	A	48	B	68	B	88	B
9	C	29	C	49	A	69	C	89	C
10	B	30	B	50	C	70	A	90	A
11	C	31	A	51	D	71	D	91	A
12	D	32	B	52	B	72	C	92	B
13	B	33	D	53	A	73	D	93	D
14	C	34	D	54	C	74	B	94	C
15	D	35	B	55	D	75	C	95	A
16	B	36	C	56	A	76	A	96	C
17	D	37	A	57	B	77	B	97	B
18	B	38	B	58	A	78	B	98	D
19	C	39	D	59	B	79	A	99	A
20	A	40	B	60	D	80	B	100	D

معروضی طرز ماڈل پیپر نمبر 4

1 ''نانِ شعیر'' کی ترکیب کن معنوں میں مستعمل ہے؟

(A) خمیری روٹی (B) بیوی بچوں کا خرچ (C) لذیذ روٹی (D) جو کی روٹی

2 ''نیا گانِ کہن'' سے کیا مراد ہے؟

(A) نیک والدین (B) نجیب الطرفین (C) پرانے اجداد (D) وضع دار بزرگ

3 ''خلف الرشید'' کے کیا معنی ہیں؟

(A) دھوکے باز (B) وعدہ خلاف (C) تیز طرار بیٹا (D) تابع فرمان بیٹا

4 ''دخترِ رز'' کا مفہوم کیا ہے؟

(A) کسان کی بیٹی (B) انگور کی بیٹی (شراب) (C) برہمن زادی (D) مے فروش کی بیٹی

5 ''چاہِ زنخداں'' کی ترکیب کے کیا معنی ہیں؟

(A) اندھا کنواں (B) چاہِ بے آب (C) ٹھوڑی کا گڑھا (D) چلتا رہٹ

6 ''گرگِ باراں دیدہ'' کے کیا معنی ہیں؟

(A) چھپا ہوا دشمن (B) بارہ آنکھوں والا بھیڑیا (C) آزمودہ کار (D) بارش میں بھیگا ہوا

7 ''نخاس چڑھنا'' محاورہ ہے، اس کے معنی ہیں:

(A) رسوائے عام ہونا (B) بازار کا مندا ہونا (C) بازار کا تیز ہونا (D) گھڑسواری کرنا

8 ''پو بارہ ہونا'' محاورہ ہے، اس کا مفہوم ہے:

(A) نقصان ہونا (B) وارے نیارے ہونا (C) بارہ میل کا فاصلہ طے کرنا (D) دال میں کالا ہونا

9 ''چشم نمائی کرنا'' محاورہ ہے، اس سے مراد ہے:

(A) آنکھوں کا علاج کرنا (B) ڈانٹ ڈپٹ کرنا (C) اشارے کنائے میں باتیں کرنا (D) آنکھوں میں آنسو بھر لانا

10 ''رات بھیگنا'' محاورہ ہے، اس کے معنی ہیں:

(A) آدھی رات کے بعد کا وقت (B) رات کا بسر ہونا (C) رات کو بارش کا ہونا (D) ابتدائے شب کا گزرنا

11 ''روغنِ قاز ملنا'' محاورہ ہے، اس کا مفہوم ہے:

(A) تعریف کرنا (B) دکھی کو مزید ستانا (C) خوشامد کرنا (D) مبالغہ آرائی کرنا

12 ''مجرا بجالانا'' محاورہ ہے۔ اس سے مراد ہے؟

(A) آداب بجالانا (B) ناچ گانے کی محفل برپا کرنا (C) حساب میں سے وضع کرنا (D) فرمانبرداری کرنا

13 ''ہاتھ کنگن کو آرسی کیا'' ضرب المثل ہے، اس سے کیا مراد لیا جاتا ہے؟

(A) زیور نقدی ہے (B) نازک مزاج ہے (C) ظاہری بات کا بیان کرنا فضول ہے (D) صلح صفائی سے زندگی بسر کرنا

14 ''عصمت بی بی از بے چادری'' ضرب المثل ہے۔ اس کا مفہوم ہے:

(A) بے باکی سے سر کھلا رکھنا (B) وہ نیکی جو عدمِ استطاعت کے باعث ہو

(C) عصمت کا ڈھنڈورا پیٹنا (D) سر پر چادر لینا

15 ''بھان متی کا کنبہ'' ضرب المثل ہے، اس سے کیا مراد ہے؟

(A) ادنیٰ ہندوؤں کا کنبہ (B) شور مچانے والوں کا گروہ (C) واہی تباہی لوگوں کا مجمع (D) خاندان کے تمام افراد

16 ''روشنائی'' کس کی تصنیف ہے؟

(A) مہدی افادی (B) عبد المجید سالک (C) سجاد ظہیر (D) فیض احمد فیض

17 ن م راشد کی نظم ''حسن کوزہ گر'' کتنے اجزا پر مشتمل ہے؟

(A) فقط ایک (B) دو (C) تین (D) چار

18 ''کلیاتِ میراجی'' کو کس نے مرتب کیا؟

(A) اختر الایمان (B) ڈاکٹر وحید قریشی (C) ڈاکٹر جمیل جالبی (D) مشفق خواجہ

19 مولانا شبلی نعمانی کی وفات کس سنِ عیسوی میں ہوئی؟

(A)1898ء (B)1910ء (C)1912ء (D) 1914ء

20 سجاد باقر رضوی کے پہلے مجموعۂ کلام ''تیشۂ لفظ'' کا دیباچہ کس معروف شاعر نے لکھا؟

(A) ناصر کاظمی (B) حفیظ جالندھری (C) فیض احمد فیض (D) احمد ندیم قاسمی

21 علامہ اقبال کی طویل نظم ''طلوعِ اسلام'' ان کے کس مجموعے میں شامل ہے؟

(A) بانگِ درا (B) بالِ جبریل (C) ضربِ کلیم (D) ارمغانِ حجاز

22 علامہ اقبال کی معروف نظم ''بڈھے بلوچ کی نصیحت بیٹے کو'' ان کے کس مجموعے میں شامل ہے؟

(A) بانگِ درا (B) بالِ جبریل (C) ضربِ کلیم (D) ارمغانِ حجاز

23 مولانا حالی کے خیال میں سب سے کار آمد صنفِ سخن کون سی ہے؟

(A) غزل (B) رباعی (C) قطعہ (D) مثنوی

24 حسرت موہانی کو کون سی صنفِ نظم سب سے زیادہ مرغوب تھی؟

(A) رباعی (B) مثنوی (C) غزل (D) قصیدہ

25 ''خوجی'' کا کردار کس نے وضع کیا تھا؟

(A) رتن ناتھ سرشار (B) عبد الحلیم شرر (C) منشی سجاد حسین (D) شوکت تھانوی

26 کس صنفِ نثر کی زبان غزل سے قریب تر ہوتی ہے؟

(A) مقالہ (B) خاکہ (C) انشائیہ (D) مضمون

27 نظم ''جوگی'' معروف نظم ہے۔ اس کے خالق کون ہیں؟

(A) جوش ملیح آبادی (B) احسان دانش (C) جون ایلیا (D) خوشی محمد ناظر

28 ''ہوا خاتمہ اردو کے ادب کا'' سے بہ حسابِ جُمل 1328ھ کا سال برآمد ہوتا ہے، یہ کس معروف ادیب کی تاریخِ وفات ہے؟

(A) مولانا حالی (B) مولانا محمد حسین آزاد (C) ڈپٹی نذیر احمد (D) مولانا شبلی نعمانی

29 مولانا حالی کی تصنیف ''حیاتِ جاوید'' پہلی بار کب شائع ہوئی؟

(A) 1901ء (B) 1902ء (C) 1903ء (D) 1904ء

30 ''جو رہی سو بے خبری رہی'' کس شاعرہ کی آپ بیتی ہے؟

(A) کشور ناہید (B) ادا جعفری (C) امرتا پریتم (D) زہرہ نگاہ

31 ''یہ بازی عشق کی بازی ہے'' کس کی آپ بیتی ہے؟

(A) فرخندہ شہرت بخاری (B) کشور ناہید (C) بشریٰ رحمٰن (D) قرۃ العین حیدر

32 ''اے غزالِ شب'' معروف ناول ہے، ناول نگار کون ہیں؟

(A) قرۃ العین حیدر (B) انتظار حسین (C) بشریٰ رحمٰن (D) مستنصر حسین تارڑ

33 ''کلیاتِ غزلیاتِ میر'' کتنے دواوین پر مشتمل ہے؟

(A) دو (B) چار (C) چھے (D) آٹھ

34 ''فرہنگِ عامرہ'' کس کا مرتب کردہ لغت ہے؟

(A) عبد اللہ خاں خویشگی (B) سید احمد دہلوی (C) وارث سرہندی (D) نور الحسن نیر

35 2012ء میں ڈاکٹر جمیل جالبی کی کتاب ''تاریخِ ادب اردو'' کی کون سی جلد شائع ہوئی؟

(A) دوسری جلد (B) تیسری جلد (C) چوتھی جلد (D) پانچویں جلد

36 ''شنبہ'' ہفتے کا کون سا دن ہے؟

(A) ہفتہ (سنیچر) (B) اتوار (C) سوموار (D) منگل وار

37 ''کلیاتِ یگانہ'' کو کس نے مرتب کیا؟

(A) ڈاکٹر جمیل جالبی (B) آصف فرخی (C) مشفق خواجہ (D) خواجہ محمد زکریا

38 مولانا عبد الحلیم شرر کے ناول ''فردوسِ بریں'' کی داستان کا موضوع کیا ہے؟

(A) بغداد کی بربادی (B) داستانِ باغِ ارم (C) فرقہ باطنیہ کی تحریک (D) سقوطِ غرناطہ

39 اردو شعری ادب میں قصیدہ نگاری اور ہجو گوئی کے حوالے سے کس شاعر کا نام سرِ فہرست ؟

(A) مرزا رفیع سودا (B) میر تقی میر (C) شاہ نصیر (D) غلام ہمدانی مصحفی

40 حفیظ جالندھری نے ''شاہنامہ اسلام'' میں کس صنفِ شعری کو برتا ہے؟

(A) مثنوی (B) مربع (C) مخمس (D) مسدس

41 نظم ''اندھا کباڑی'' کس کی تخلیق ہے؟

(A) تصدق حسین خالد (B) ن م راشد (C) مجید امجد ( ) فیض احمد فیض

42 ''شامِ شہرِ یاراں'' کس کے شعری مجموعے کا نام ہے؟

(A) میراجی (B) فیض احمد فیض (C) احمد فراز (D) جوش ملیح آبادی

43 ''مخزن'' کا آغاز کس شہر سے ہوا؟

(A) دہلی (B) لاہور (C) علی گڑھ (D) لکھنؤ

44 ''گھر سے گھر تک' صنفِ نثر کے اعتبار سے کیا ہے؟

(A) ناول (B) افسانہ (C) سفرنامہ (D) خاکہ

45 اردو کی پہلی سوانح عمری کسے شمار کیا جاتا ہے؟

(A) حیاتِ جاوید (B) حیاتِ سعدی (C) حیات النذیر (D) حیاتِ شبلی

46 کسی قدر مشترک کی بنا پر ایک شے کو دوسری شے کی مانند قرار دینے کو علم بیان کی رو سے کیا کہیں گے؟

(A) مجاز مرسل (B) کنایہ (C) استعارہ (D) تشبیہ

47 ؎ رنگ تیرا چمن میں، بو تیری خوب دیکھا تو باغباں تو ہے اس شعر میں علمِ بیان کی کونسی قسم آئی ہے؟

(A) تشبیہ (B) استعارہ (C) کنایہ (D) مجاز مرسل

48 ؎ جو آ کے نہ جائے، وہ بڑھاپا دیکھا جو جا کے نہ آئے، وہ جوانی دیکھی اس شعر میں صنعت تضاد کا استعمال کتنی بار ہوا ہے؟

(A) ایک بار (B) دوبار (C) تین بار (D) چار بار

49 ؎ غربت کی بھی ہوتی ہے عجب صبح عجب شام کرتا ہے سفر قافلۂ راحت و آرام ''غربت'' کے کیا معنی ہیں؟

(A) مفلسی (B) مسافرت (C) عشق (D) عداوت

50 کسی قائل کا قول من وعن اسی کے الفاظ میں لکھنے کے لیے رموزِ اوقاف کی کون سی علامت آتی ہے؟

(A) تفصیلیہ (B) فجائیہ (C) قوسین (D) واوین

51 اصنافِ نظم میں ''رباعی'' کتنے شعروں پر مشتمل ہوتی ہے؟

(A) دو شعروں پر (B) چار شعروں پر (C) فقط ایک شعر پر (D) تعداد پر پابندی نہیں

52 ''بابائے اردو'' کا لفظ قواعد کی رو سے کیا ہے؟

(A) خطاب (B) تخلص (C) لقب (D) عرف

53 ''شاعرِ انقلاب'' کس کو کہا جاتا ہے؟

(A) جوش ملیح آبادی (B) احسان دانش (C) فیض احمد فیض (D) محمد علی جوہر

54 ''مجاز'' کا اصل نام کیا ہے؟

(A) دھنپت رائے (B) اسرار الحق (C) رگھوپتی سہائے (D) گوری شنکر

55 ن م راشد کا آخری مجموعۂ کلام ہے:

(A) گمان کا ممکن (B) ایران میں اجنبی (C) ماورا (D) لا=انسان

56 ''حیاتِ جاوید' اردو کی اہم ترین سوانح عمری ہے۔ یہ سوانح عمری پہلی بار کب شائع ہوئی تھی؟

(A) 1901ء (B) 1903ء (C) 1905ء (D) 1907ء

57 مرزا غالب کے فارسی مکاتیب پر مبنی کتاب کون سی ہے؟

(A) دستنبو (B) برہانِ قاطع (C) عودِ ہندی (D) پنج آہنگ

58 قصیدے میں سب سے پہلے کون سا فنی عنصر لایا جاتا ہے؟

(A) تشبیب (B) مدح (C) دعا (D) حسنِ طلب

59 ؎ اقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے ''حبشی'' سے کون سی ذات مراد ہے؟

(A) حضرت بلال (B) حضرت لقمان (C) نجاشی (حبشہ کا حکمران) (D) حبشہ کا باشندہ

60 سوال نمبر 59 کے حوالے سے بتایئے کہ ''رومی'' سے کیا مراد ہے؟

(A) مولانا روم (B) روم کا حکمران (C) سکندر رومی (D) روم کا باشندہ

61 کلام میں کسی لفظ کے دو معنی نکلتے ہوں اور آدمی مخمصے میں پڑ جائے کہ کونسے معنی مراد ہیں تو ایسی صنعت کو اصطلاح میں کیا کہیں گے؟

(A) حسنِ تعلیل (B) مراعات النظیر (C) ایہام (D) لف ونشر

62 کسی شاعر کے مصرعے یا شعر کو اپنے کلام میں داخل یا چسپاں کرنے کو اصطلاح میں کہتے ہیں:

(A) آورد (B) تحریف (C) تضمین (D) ان میں سے کوئی نہیں

63 ''تعلیمِ بالغاں'' اور مرزا غالب بندر روڈ پر'' ڈرامے کس کی تخلیق ہیں؟

(A) حسینہ معین (B) خواجہ معین الدین (C) قرۃ العین حیدر (D) اشفاق احمد

64 ؎ غبار آلودۂ رنگ ونسب ہیں بال و پر تیرے تو اے مرغِ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا اس شعر میں کونسی صنعت آئی ہے؟

(A) حسنِ تعلیل (B) لف ونشر (C) مراعات النظیر (D) تجنیسِ تام

65 ''عجائباتِ فرنگ' صنفِ نثر کے اعتبار سے کیا ہے؟

(A) آپ بیتی (B) سوانح عمری (C) سفرنامہ (D) تاریخِ انگلستان

66 ''انجمن پنجاب'' کے سرپرستِ اعلیٰ کون تھے؟

(A) پنڈت من پھول (B) ڈیوڈ براؤن (David Brown) (C) ڈاکٹر لائٹنر (Dr. Leitner)

(D) ان میں سے کوئی نہیں

67 ''غزل نیم وحشی صنفِ سخن ہے۔'' یہ قول کس معروف نقاد کا ہے؟

(A) حسن عسکری (B) کلیم الدین احمد (C) سجاد باقر رضوی (D) مولانا شبلی نعمانی

68 مزاحیہ شاعر انور مسعود کس زبان کے استاد ہیں؟

(A) عربی (B) فارسی (C) اردو (D) انگریزی

69 ؎ الٰہی برقِ غیرت کی تڑپ مجھ کو عطا کر دے! مجھ آتش زیرِ پا کو آتش نوا کر دے! اس شعر کا تعلق کس صنفِ شاعری سے ہے؟

(A) حمد (B) مناجات (C) نعت (D) منقبت

70 شعر نمبر 69 ہی کے حوالے سے بتایئے کہ یہ شعر کس کی تخلیق ہے؟

(A) علامہ اقبال (B) مولانا ظفر علی خاں (C) ماہر القادری (D) محسن کاکوروی

71 کلام میں ظاہری حسن و جمال اور محبوب کے خدوخال کے بیان کرنے کے لیے شعری اصطلاح ہے:

(A) داخلیت (B) خارجیت (C) رجائیت (D) قنوطیت

72 نظم و نثر میں ایسے رویوں کا پیش کرنا جس سے امید اور آرزومندی کے جذبات پیدا ہوں، اصطلاح میں کہلاتا ہے:

(A) نرگسیت (B) قنوطیت (C) رجائیت (D) علامتیت

73 نظم و نثر میں اجنبی، نامانوس اور انوکھے الفاظ و محاورات کے استعمال کو کہتے ہیں:

(A) ماورایت (B) غرابت (C) ابتذال (D) بلاغت

74 ؎ ایک سب آگ، ایک سب پانی دیدہ و دل عذاب ہیں دونوں اس شعر میں کونسی صنعت آئی ہے؟

(A) مراعات النظیر (B) حسنِ تعلیل (C) لف و نشر (D) مبالغہ

75 ؎ ایک روشن دماغ تھا، نہ رہا شہر میں اک چراغ تھا، نہ رہا اس شعر میں علمِ بیان کی کونسی قسم استعمال ہوئی ہے؟

(A) تشبیہ (B) استعارہ (C) کنایہ (D) مجازِ مرسل

76 اگر غزل کے آخری شعر میں شاعر کا تخلص موجود نہیں تو اہلِ زبان کے نزدیک اسے کیا کہیں گے؟

(A) آخری شعر (B) مقطع (C) مقطعِ ثالث (D) ان میں سے کوئی نہیں

77 ''جہانِ دانش''، ''یادوں کی برات'' اور ''شہاب نامہ'' کا تعلق کس صنفِ نثر سے ہے؟

(A) سفرنامہ (B) آپ بیتی (C) سوانح عمری (D) خاکہ

78 ''شامِ شعرِ یاراں'' مشتاق احمد یوسفی کی تصنیف شمار ہوتی ہے۔ یہ کب شائع ہوئی؟

(A) 1912ء میں (B) 1913ء میں (C) 1914ء میں (D) ان میں سے کوئی نہیں

79 ڈرامانگاری کے حوالے سے بتایئے کہ ''انڈین شیکسپیئر'' کسے کہا جاتا ہے؟

(A) امانت لکھنوی (B) امتیاز علی تاج (C) حکیم احمد شجاع (D) ان میں سے کوئی نہیں

80 ؎ ایک بلبل ہے کہ ہے محوِ ترنم اب تک اس کے سینے میں ہے نغموں کا تلاطم اب تک ''بلبل'' سے کونسی ذات مراد ہے؟

(A) اقبال (شاعر کی اپنی ذات) (B) مولانا ظفر علی خاں (C) قائداعظم (D) ان میں سے کوئی نہیں

81 ؎ اب جہاں آفتاب میں ہم ہیں یاں کبھو سرو و گل کے سائے تھے میر نے اس شعر میں کس جگہ کا ذکر کیا ہے؟

(A) لکھنؤ (B) آگرہ (C) لاہور (D) ان میں سے کوئی نہیں

82 پطرس بخاری کے نزدیک لاہور کی مشہور پیداوار کیا ہے؟

(A) رسائل و جرائد (B) سکول اور کالجز (C) طلبہ (D) ان میں سے کوئی نہیں

83 مشرقی تمدن کا آخری نمونہ (گزشتہ لکھنؤ) اردو میں عمرانیات کی پہلی کتاب ہے۔ اس کے مصنف کون ہیں؟

(A) رجب علی بیگ سرور (B) مرزا ہادی علی رسوا (C) عبدالحلیم شرر (D) مسعود حسن رضوی ادیب

84 رشید احمد صدیقی، ابنِ انشا اور مشتاق یوسفی میں قدرِ مشترک کیا ہے؟

(A) خاکہ نگاری (B) مزاح نگاری (C) فکاہیہ کالم نگاری (D) ان میں سے کوئی نہیں

85 کبھی ''سندباد جہازی'' اور کبھی ''کولمبس'' کے قلمی نام سے فکاہیہ کالم کون لکھتے تھے؟

(A) چراغ حسن حسرت (B) وقار انبالوی (C) حاجی لق لق (D) عبدالمجید سالک

86 اورنگ آباد کالج میں فرحت اللّٰہ بیگ کے ایک مضمون پر ڈراما کھیلا گیا تھا۔ ہدایت کار خود فرحت اللّٰہ بیگ تھے، مضمون کونسا تھا؟

(A) دہلی کا ایک یادگار مشاعرہ (B) صاحب بہادر (C) نئی اور پرانی تہذیب کی ٹکر (D) کم سنی کی شادی

87 ؎ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں غزل کے اس شعر کو اصطلاح میں کیا کہیں گے؟

(A) مطلع (B) مطلعِ ثانی (C) حسنِ مطلع (D) مقطع

88 سوال نمبر 87 کے شعر میں قافیہ کیا ہے؟

(A) جہاں، امتحاں (B) جہاں اور، امتحاں اور (C) جہاں اور بھی، امتحاں اور بھی (D) شعر میں قافیہ نہیں ہے

89 سوال نمبر 87 کے شعر میں ردیف کیا ہے؟

(A) ہیں (B) بھی ہیں (C) اور بھی ہیں (D) شعر میں ردیف نہیں ہے

90 ''دوہا'' ہندی زبان کی صنفِ نظم ہے جو اردو میں بھی رائج ہے، اس میں کل کتنے مصرعے ہوتے ہیں؟

(A) چار (B) پانچ (C) چھے (D) ان میں سے کوئی نہیں

91 ''شاعرِ کشمیر'' کے لقب سے کون ملقب ہیں؟

(A) چودھری خوشی محمد (B) محمد دین فوق (C) علامہ اقبال (D) ان میں سے کوئی نہیں

92 ایک شاعر کی حیثیت سے اردو زبان کو سب سے زیادہ الفاظ کس نے دیے؟

(A) نظیر اکبرآبادی (B) امام بخش ناسخ (C) میر انیس (D) ان میں سے کوئی نہیں

93 ؎ مری قدر کر اے زمینِ سخن! کہ تجھے بات میں آسماں کر دیا اردو شاعری کے حوالے سے یہ تعلّی کسے زیب دیتی ہے؟

(A) میر انیس (B) مرزا دبیر (C) میر تقی میر (D) مرزا غالب

94 ۔ نالہ کش شیراز کا بلبل ہوا بغداد پر داغ رویا خون کے آنسو جہان آباد پر ''شیراز کا بلبل'' سے کون مراد ہیں؟

(A) حافظ شیرازی (B) شیخ سعدی شیرازی (C) ابنِ بدروں (D) ان میں سے کوئی نہیں

95 سوال نمبر 94 میں ''جہان آباد'' سے کیا مراد ہے؟

(A) دنیا جہان (B) دہلی (C) بغداد (D) ان میں سے کوئی نہیں

96 ۔ آج مجھ سا نہیں زمانے میں شاعرِ نغز گوئے خوش گفتار

''شاعرِ نغز گو'' اور ''خوش گفتار'' کی تعلّی کسے زیب دیتی ہے؟

(A) مرزا غالب (B) محمد ابراہیم ذوق (C) مرزا داغ دہلوی (D) ان میں سے کوئی نہیں

97 مولانا محمد جعفری تھانیسری کی کتاب ''کالا پانی'' کا تعلق کس صنفِ نثر سے ہے؟

(A) انشائیہ (B) سفرنامہ (C) سوانح عمری (D) ان میں سے کوئی نہیں

98 ۔ قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد یہ شعر کس کی تخلیق ہے؟

(A) خواجہ الطاف حسین حالی (B) مولانا ظفر علی خاں (C) مولانا محمد علی جوہر (D) فیض احمد فیض

99 ''ایسا معجز بیان، فصیح اللسان، قدر دان کے اٹھ جانے سے اب زندگی کا کچھ لطف باقی نہیں رہا۔ اب ایسا ذی کمال پیدا نہ ہوگا۔'' میر انیس کی وفات پر یہ جملہ کس نے کہا؟

(A) مرزا غالب (B) قربان علی بیگ سالک (C) مرزا دبیر (D) ان میں سے کوئی نہیں

100 علامہ اقبال اپنے آپ کو کس ہستی کا معنوی شاگرد کہنے میں فخر محسوس کرتے تھے؟

(A) حافظ شیرازی (B) مولانا روم (C) شمس تبریزی (D) ان میں سے کوئی نہیں

معروضی طرز ماڈل پیپر نمبر 4

KEY

Q.No	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.	Q. No.	Ans.
1	D	21	A	41	B	61	C	81	D
2	C	22	D	42	B	62	C	82	C
3	D	23	D	43	B	63	B	83	C
4	B	24	C	44	B	64	C	84	B
5	C	25	A	45	B	65	C	85	A
6	C	26	C	46	D	66	C	86	A
7	A	27	D	47	B	67	B	87	A
8	B	28	B	48	C	68	B	88	A
9	B	29	A	49	B	69	B	89	C
10	A	30	B	50	D	70	B	90	D
11	C	31	A	51	A	71	B	91	B
12	A	32	D	52	C	72	C	92	A
13	C	33	C	53	A	73	B	93	A
14	B	34	A	54	B	74	C	94	B
15	C	35	C	55	A	75	B	95	B
16	C	36	A	56	A	76	A	96	A
17	D	37	C	57	D	77	B	97	D
18	C	38	C	58	A	78	C	98	C
19	D	39	C	59	A	79	D	99	C
20	A	40	A	60	C	80	A	100	B

معروضی طرز ماڈل پیپر نمبر 5

1۔ ''مسدس بدحالی'' کس شاعر کی تصنیف ہے؟

(A)ظریف لکھنوی (B)سید ضمیر جعفری (C)سید محمد جعفری (D)شیخ نذیر احمد

2۔ علامہ اقبال نے اپنی شہرہ آفاق نظم ''شکوہ'' کس سن میں لکھی؟

(A) ۱۹۱۱ء (B) ۱۹۱۴ء (C) ۱۹۱۷ء (D) ۱۹۲۰ء

3۔ علامہ اقبال کی زندگی میں کس ادبی رسالے نے ان کا خصوصی شمارہ جاری کیا؟

(A)مخزن (B)ہمایوں (C)نیرنگ خیال (D)ادب لطیف

4۔ داغ دہلوی کو کس شاعر کا شاگرد بننے کا اعزاز حاصل تھا؟

(A)مرزا غالب (B)ابراہیم ذوق (C)بہادر شاہ ظفر (D)خواجہ میر درد

5۔ علامہ اقبالؒ نے کس ہستی کی یاد میں معروف نظم ''نالۂ فراق'' لکھی؟

(A)داغ دہلوی (B)مولوی میر حسن (C)پروفیسر آرنلڈ (D)مولانا شبلی نعمانی

6۔ تصنیف ''آب کوثر'' کا موضوع کیا ہے؟

(A)سیرت النبی ﷺ (B)نعتیہ مجموعہ (C)تاریخ نویسی (D)ملفوظات

7۔ اکرام اللہ کا ناول ''گرگِ شب'' کس موضوع پر لکھا گیا؟

(A)تقسیم ہند (B)تقسیم بنگال (C)قحط بنگال (D)سقوطِ ڈھاکہ

8۔ ''پرورش لوح و قلم'' کس کی تصنیف ہے

(A)مرزا ظفر الحسن (B)فیض احمد فیض (C)لدمیلا واسیلوا (D)این میری شمل

9۔ گلشن میں صبا کو جستجو تیری ہے — بلبل کی زباں پہ گفت گو تیری ہے
ہر رنگ میں جلوہ ہے تیری قدرت کا — جس پھول کو سونگھتا ہوں بو تیری ہے

اس حمدیہ رباعی کے خالق کون ہیں؟

(A)میر انیس (B)مرزا دبیر (C)مولانا حالی (D)مولوی اسماعیل میرٹھی

10۔ فیض کی شاعری کا وہ مجموعہ ہے جو ان کے جیل کے زمانے میں شائع ہوا:

(A)زنداں نامہ (B)دستِ تہِ سنگ (C)دستِ صبا (D)شام شہر یاراں

11۔ دہر جز جلوہء یکتائی معشوق نہیں — ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خود بیں

مندرجہ بالا شعر کا تعلق کس صنفِ شعر سے ہے؟

(A)حمد (B)نعت (C)منقبت (D)قصیدہ

12۔ ''شہنشاہ اقلیم ادب'' کس صنف ادب کو کہا جاتا ہے؟

(A)غزل (B)قصیدہ (C)مثنوی (D)مرثیہ

13۔ یوسف خان کمبل پوش نے ''عجائبات فرنگ'' کس سن میں لکھی؟

(A)۱۸۵۷ء (B)۱۸۴۷ء (C)۱۸۶۹ء (D)۱۸۵۵ء

14۔ سر سید احمد خان نے اپنی تالیف ''آئین اکبری'' کی تقریظ لکھنے کے لیے کس ادبی شخصیت سے کہا؟

(A)مولانا حالی (B)محمد حسین آزاد (C)مرزا غالب (D)ڈپٹی نذیر احمد

15۔ ناول کس زبان کا لفظ ہے؟

(A)ہسپانوی (B)لاطینی (C)اطالوی (D)فرانسیسی

16۔ سید نور الحسن ہاشمی نے کس ناول نگار کو ''مسلمان لڑکیوں کے سرسید'' قرار دیا؟

(A)خواجہ حسن نظامی (B)نذیر احمد دہلوی (C)عبدالحلیم شرر (D)علامہ راشد الخیری

17۔ محمد خالد اختر کی تخلیق ''بیس سو گیارہ'' کس صنف ادب سے تعلق رکھتی ہے؟

(A)ڈراما (B)کالم نگاری (C)فینٹسی (Fantasy) (D)افسانہ

18۔ ''عرب کا چاند'' کس کی تصنیف ہے؟

(A)مولانا ثناءاللہ امرتسری (B)سوامی لکشمن پرشاد (C)علامہ راشد الخیری (D)مولانا مودودی

19۔ ''غالب شکن'' کس شاعر کو کہا جاتا ہے؟

(A)یاس یگانہ چنگیزی (B)اصغر گونڈوی (C)فراق گورکھپوری (D)ابراہیم ذوق

20۔ ''غالب کے نئے خطوط'' کے عنوان سے کس مصنف نے غالب کے خطوط کی تحریف کی ہے؟

(A)مشفق خواجہ (B)انور سدید (C)ڈاکٹر اشفاق ورک (D)عطاالحق قاسمی

21۔ صدیق سالک کی کتاب ''ہمہ یاراں دوزخ'' کس صنف ادب سے تعلق رکھتی ہے؟

(A)سفرنامہ (B)ناول (C)خطوط (D)زنداں نامہ

22۔ مجلّہ ''اقبال ریویو'' کس ادارے کا نمائندہ مجلّہ ہے؟

(A)بزم اقبال (B)اقبال اکادمی (C)علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی (D)جامعہ پنجاب لاہور

23۔ اکبر الہ آبادی کا اصل نام کیا تھا؟

(A)سید نور اکبر رضوی (B)سید اکبر علی رضوی (C)سید اکبر حسین رضوی (D)سید غلام اکبر رضوی

24۔ ناصر کاظمی کا سال وفات کیا ہے؟

(A)۱۹۷۰ء (B)۱۹۷۲ء (C)۱۹۷۴ء (D)۱۹۷۶ء

25۔ ''فرہنگ تلفظ'' کس کی مولف کردہ لغت ہے؟

(A)ڈاکٹر انعام الحق کوثر (B)شان الحق حقی (C)ڈاکٹر رؤف پاریکھ (D)ڈاکٹر جمیل جالبی

26۔ ''مرزا غالب بندر روڈ پر'' کس کی تصنیف ہے؟

(A)کنہیا لال کپور (B)خواجہ معین الدین (C)سعادت حسن منٹو (D)انور مقصود

27۔ زباں پہ بارِ خدایا ! یہ کس کا نام آیا کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لیے
اس شعر میں کون سی شعری صنعت موجود ہے؟
(A)ایہام (B)بلا تخصیص (C)ایمائیت (D)مراعات النظیر

28۔ یہ مشہور مصرع کس شاعر کا ہے؟ شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
(A)مولانا ظفر علی خان (B)مولانا محمد علی جوہر (C)عبد المجید سالک (D)علامہ اقبالؒ

29۔ غیروں سے کہا تم نے، غیروں سے سنا تم نے کچھ ہم سے کہا ہوتا، کچھ ہم سے سنا ہوتا
اس شعر کے خالق کون سے شاعر ہیں؟
(A)چراغ حسن حسرت (B)قتیل شفائی (C)اسد ملتانی (D)محمد دین تاثیر

30۔ حفیظ جالندھری نے ''شاہنامہ اسلام'' کی کتنی جلدیں لکھی ہیں؟
(A)دو (B)تین (C)چار (D)پانچ

31۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کے نزدیک اردو میں دوہا کہنے کا اولین شرف کس شاعر کو حاصل ہوا؟
(A)بھگت کبیر (B)خواجہ دل محمد (C)جمیل الدین عالی (D)عمر فیضی

32۔ اقبال نے اپنی شہرہ آفاق نظم ''خضر راہ'' کس ہیئت میں لکھی؟
(A)مثنوی (B)مسدس (C)ترکیب بند (D)ترجیع بند

33۔ قائداعظم لائبریری لاہور، کی ادارت میں کون سا ادبی مجلہ شائع ہوتا ہے؟
(A)الحمرا (B)مباحث (C)زبان وادب (D)مخزن

34۔ مشہور ڈراما ''اندھیرا اجالا'' کے خالق کا نام بتایئے؟
(A)میرزا ادیب (B)اصغر ندیم سید (C)یونس جاوید (D)امجد اسلام امجد

35۔ ترکیب ''مرگِ مفاجات'' کا لفظی مطلب ہے؟
(A)بے بسی کی موت (B)طبعی موت (C)ذلت آمیز موت (D)ناگہانی موت

36۔ ''زبان لال ہونا''، سے کیا مراد ہے؟
(A)مرچیں لگنا (B)زبان پر دانے نکلنا (C)گنگ ہونا (D)خوشامدی ہونا

37۔ زمین کا گز ہونا، سے کیا مراد ہے؟
(A)بہت طویل ہونا (B)دراز قد ہونا (C)زمیندار ہونا (D)وقت سیر وسیاحت میں گزرنا

38۔ یہ علامت سکتہ سے زیادہ ٹھہراؤ یعنی وقفہ کے لیے آتی ہے۔
(A) ، (B) : (C) ؛ (D) '' ''

39۔ آہ یہ قوم نجیب و چرب دست و تر دماغ ''چرب دست'' سے کیا مراد ہے؟
(A)ہنرمند (B)ہاتھ پہ ہاتھ دھرے (C)بے دست وپا (D)دلیر

40۔ آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی ''روباہی'' سے کیا مراد ہے؟
(A)نیند آنا (B)شکست کھانا (C)مکاری (D)بزدلی

41۔ آئے عشاق، گئے وعدہ فردا لے کر اب انھیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر یہ شعر اقبال کی کس نظم سے لیا گیا ہے؟
(A)شکوہ (B)شمع وشاعر (C)طلوع اسلام (D)خضر راہ

42۔ آئے بہار جائے خزاں ہو چمن درست بیمار سال بھر کے نظر آئیں تندرست اس شعر میں ردیف ہے
(A)چمن درست (B)ردیف ہے ہی نہیں (C)تندرست (D)درست

43۔ نہ کرتی عقل اگر ہفت آسماں کی سیر کوئی یہ سات ورق کا رسالہ کیا کرتا
اس شعر میں علم بیان کی کون سی صورت موجود ہے؟
(A)استعارہ (B)تشبیہ (C)مجاز مرسل (D)کنایہ

44۔ تحقیق وتدوین کی اصطلاح میں ''توقیف'' سے مراد:
(A)کسی ادیب کے سوانحی حالات سن وار لکھنا (B)اوقاف لگانا
(C)وقفہ دینا (D)ترک کرنا

45۔ تحقیق وتدوین کی اصطلاح میں 'مخطوطہ' سے مراد:
(A)پرانا خط (B)خطوط کا مجموعہ (C)قلمی غیر مطبوعہ نسخہ (D)وحید نسخہ

46۔ تحقیق وتدوین کی اصطلاح میں ''تسوید'' سے مراد:
(A)کسی کتاب کا پہلا مسودہ لکھنا (B)کسی متن کی تدوین (C)موازنہ کرنا (D)کسی متن پر حاشیے لکھنا

47۔ ''اودھ پنچ''' کا آغاز کس سن میں ہوا:
(A)۱۸۷۷ء (B)۱۸۶۷ء (C)۱۸۷۴ء (D)۱۸۷۱ء

48۔ طنز ومزاح کا نمائندہ رسالہ ''اردو پنچ'' کس شہر سے نکلتا رہا:
(A)حیدرآباد، دکن (B)کراچی (C)دلی (D)راولپنڈی

49۔ مولانا یوسف حسن خان نے کس ادبی شمارے کا اجرا کیا؟
(A)ادبی دنیا (B)نیرنگ خیال (C)ادب لطیف (D)زمانہ

50۔ ''نثر'' عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں:
(A)موتیوں کی لڑی (B)بکھرا ہوا (C)منظّم (D)بادل کا ٹکڑا

51۔ میر امن دہلوی کی داستان ''باغ و بہار'' کے مقابلے میں ''فسانہ عجائب'' جیسی داستان کب لکھی گئی؟
(A)۱۸۳۰ء (B)۱۸۲۲ء (C)۱۸۲۵ء (D)۱۸۱۰ء

52۔ ۱۹۱۴ء میں مولانا الطاف حسین حالی کے علاوہ کس معروف ادیب کی وفات ہوئی؟
(A)محمد حسین آزاد (B)نواب محسن الملک (C)ڈپٹی نذیر احمد (D)مولانا شبلی نعمانی

53۔ غالب کی شخصیت اور فن کے حوالے سے معروف کتاب ''حکیم فرزانہ'' کس ادیب کی تصنیف ہے؟

(A) ڈاکٹر معین الرحمٰن (B) رشید احمد صدیقی (C) شیخ محمد اکرام (D) عبدالرحمٰن بجنوری

54۔ ''حلقہ ارباب ذوق'' کا پہلا نام کیا رکھا گیا؟

(A) مجلس داستان گویاں (B) مجلس نظم گویاں (C) مجلس ارباب ذوق (D) مجلس قصہ گویاں

55۔ اردو شاعری میں ''نظمانہ'' کس شاعر کی اختراع ہے؟

(A) مختار صدیقی (B) محسن بھوپالی (C) سرمد صہبائی (D) ساحل احمد

56۔ اردو میں ''آزاد غزل'' کے تجربے کو سب سے پہلے کس شاعر نے متعارف کرایا؟

(A) حیدر قریشی (B) تصدق حسین خالد (C) مظہر امام (D) فاخر ہریانوی

57۔ ''بابو گوپی ناتھ'' کس ادیب کا معروف کردار ہے؟

(A) راجندر سنگھ بیدی (B) اشفاق احمد (C) میرزا ادیب (D) سعادت حسن منٹو

58۔ ''نعیم'' کس معروف ناول کا مرکزی کردار ہے؟

(A) آگ کا دریا (B) اداس نسلیں (C) باگھ (D) بستی

59۔ ''نیکی کر تھانے جا'' کس مزاح نگار کی تخلیق ہے؟

(A) محمد خالد اختر (B) مشکور حسین یاد (C) یونس بٹ (D) ابراہیم جلیس

60۔ ''تیرِ نیم کش'' کس مزاح گو شاعر کا شعری مجموعہ ہے؟

(A) دلاور فگار (B) سرفراز شاہد (C) سید محمد جعفری (D) گستاخ گیاوی

61۔ سنا یارات کو قصہ جو ہیر رانجھے کا تو اہل درد کو پنجابیوں نے لوٹ لیا اس شعر کے خالق کا نام بتایئے

(A) ابن انشا (B) انشاءاللہ خان انشا (C) سراج اورنگ آبادی (D) شیر افضل جعفری

62۔ اصلاح زبان کے سلسلے میں اولیت کے حوالے سے کس شاعر کا نام لیا جاسکتا ہے؟

(A) مرزا جان جاناں (B) میر تقی میر (C) انشاءاللہ خان (D) خان آرزو

63۔ تعریف اس خدا کی جس نے جہاں بنایا کیسی زمیں بنائی کیا آسماں بنایا اس شعر کے خالق کا نام بتایئے

(A) افسر میرٹھی (B) صوفی غلام مصطفےٰ تبسم (C) اسماعیل میرٹھی (D) نادر کاکوروی

64۔ معروف افسانہ ''گلاب دین چٹھی رساں'' کس افسانہ نگار کا تخلیق کردہ ہے؟

(A) آغا بابر (B) شفیق الرحمٰن (C) اشفاق احمد (D) اے حمید

65۔ ''جگا'' کس معروف افسانہ نگار کا کردار ہے؟

(A) دیوندر ستیارتھی (B) بلونت سنگھ (C) دیوندر اسر (D) رام لعل

66۔ کس افسانہ نگار نے افسانہ نگاری میں ''شعور کی رو'' کی تکنیک کو بکثرت برتا ہے۔

(A) غلام عباس (B) جوگندر پال (C) راجندر سنگھ بیدی (D) حسن عسکری

67۔ ''خشک چشمے کے کنارے'' کس شاعر کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے؟

(A) ناصر کاظمی (B) شہزاد احمد (C) احمد مشتاق (D) حسن رضوی

68۔ ''لیریکل بیلیڈز'' (Lyrical ballads) کس مغربی نقاد کے تنقیدی نظریات کا مجموعہ ہے؟

(A) کالرج (B) میتھیو آرنلڈ (C) ورڈز ورتھ (D) ٹی ایس ایلیٹ

69۔ ''پوشیدہ تری خاک میں'' کس مصنف کی تخلیق کردہ کتاب ہے؟

(A) ڈاکٹر تحسین فراقی (B) ڈاکٹر عمر سہیل (C) ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی (D) پروفیسر منور مرزا

70۔ ''خجستہ گام'' سے کیا مراد ہے؟

(A) مبارک قدم (B) تیز قدم (C) سست قدم (D) منحوس قدم

71۔ ''نشاطِ خواب'' کس شاعر کا شعری مجموعہ ہے؟

(A) سیف الدین سیف (B) محسن نقوی (C) ناصر کاظمی (D) قتیل شفائی

72۔ اپنی مٹی ہی پہ چلنے کا سلیقہ سیکھو سنگ مرمر پہ چلو گے تو پھسل جاؤ گے یہ شعر کس شاعر کا ہے؟

(A) قتیل شفائی (B) اقبال عظیم (C) ظفر اقبال (D) حبیب جالب

73۔ میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں تمام شہر نے پہنے ہوئے ہیں دستانے یہ شعر کس کی تخلیق ہے؟

(A) محسن نقوی (B) مصطفےٰ زیدی (C) حمایت علی شاعر (D) پروین شاکر

74۔ ''گوروں کے دیس میں'' کس کا سفرنامہ ہے؟

(A) امجد اسلام امجد (B) مستنصر حسین تارڑ (C) حکیم محمد سعید (D) عطاالحق قاسمی

75۔ ''قاف سے قاف تک'' سے کیا مراد ہے؟

(A) ویسے کا ویسا (B) ساری دنیا (C) تلفظ درست نہ ہونا (D) تک بندی

76۔ ''دامن بدنداں'' سے کیا مراد ہے؟

(A) حیران ہونا (B) دامن مضبوطی سے پکڑنا (C) دامن کو چوسنا (D) عاجز، بیچارہ

77۔ ''دست کش'' سے کیا مراد ہے؟

(A) ہاتھ پھیلانے والا (B) محنت کرنے والا (C) علیحدہ ہو جانے والا (D) فالج زدہ ہاتھ

78۔ ''بسرام کرنا'' سے کیا مراد ہے؟

(A) آرام کرنا (B) کسی کو دھوکا دینا (C) چین سے نہ بیٹھنا (D) بھولی بات یاد دلانا

79۔ ''صلیبیں مرے دریچے میں'' کس صنف ادب سے تعلق رکھتی ہے؟

(A) شاعری (B) خطوط نگاری (C) رپورتاژ (D) سوانح عمری

80۔ شاہد احمد دہلوی کی کتاب "دلی کی بپتا" کس صنف ادب سے تعلق رکھتی ہے؟

(A) رپورتاژ (B) سفرنامہ (C) آپ بیتی (D) خاکے

81۔ تصنیف "ہم ہیں مشتاق" از مشتاق قمر، کس صنف ادب سے تعلق رکھتی ہے؟

(A) شاعری (B) طنز و مزاح (C) انشائیہ (D) کالم نگاری

82۔ معروف مستشرق "گارساں دتاسی" کا تعلق کس ملک سے تھا؟

(A) پیرس، فرانس (B) جرمنی (C) روس (D) اٹلی

83۔ "اقبال کامل" کس اقبال شناس کی کتاب ہے؟

(A) سید فقیر وحید الدین (B) عبدالسلام ندوی (C) فرمان فتح پوری (D) عبدالمجید سالک

84۔ "پطرس کے مضامین" میں پطرس بخاری کے کتنے مضمون شامل ہیں؟

(A) دس (B) گیارہ (C) تیرہ (D) پندرہ

85۔ مولانا حالی نے کس شخصیت کی وفات پر مرثیہ لکھتے ہوئے یہ شعر بھی تخلیق کیا؟

ایک روشن دماغ تھا نہ رہا — شہر میں اک چراغ تھا نہ رہا

(A) مرزا غالب (B) سرسید احمد خاں (C) محمد حسین آزاد (D) ابراہیم ذوق

86۔ "حسن کوزہ گر" کس شاعر کا تخلیق کردہ کردار ہے؟

(A) مجید امجد (B) ن م راشد (C) افتخار عارف (D) میراجی

87۔ یہ معروف شعر کس شاعر کا ہے؟

تیرے کوچے اس بہانے ہمیں دن سے رات کرنا — کبھی اِس سے بات کرنا، کبھی اُس سے بات کرنا

(A) فیض احمد فیض (B) غلام ہمدانی مصحفی (C) حسرت موہانی (D) امام بخش ناسخ

88۔ اُس غیرت ناہید کی ہر تان ہے دیپک — شعلہ سا لپک جائے ہے آواز تو دیکھو

اس شعر میں علم بیان کی کون سی خوبی موجود ہے؟

(A) تشبیہ (B) استعارہ (C) کنایہ (D) تشبیہ اور استعارہ دونوں

89۔ ہوتا ہے نہاں گرد میں صحرا میرے ہوتے — گھستا ہے جبیں خاک پہ دریا میرے آگے

فنی حوالے سے اس شعر میں کون سی خوبی پائی جاتی ہے؟

(A) مکرِ شاعرانہ (B) کنایہ (C) حسن تعلیل (D) مجاز مرسل

90۔ بعد مرنے کے مری قبر پہ آیا وہ میر — یاد آئی مرے عیسیٰ کو دوا میرے بعد

فنی اعتبار سے اس شعر میں کون سی شعری اصطلاح پائی جاتی ہے؟

(A) تلمیح (B) صنعت تضاد (C) قول محال (D) صنعت ترصیع

91۔ کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو — یہ خلش کہاں سے ہوتی، جو جگر کے پار ہوتا

اس شعر میں علم بیان کی کون سی صورت آئی ہے؟

(A) تشبیہ (B) مجاز مرسل (C) کنایہ (D) استعارہ

92۔ سعادت حسن منٹو نے سانحہ جلیانوالہ باغ کے پس منظر میں کون سا افسانہ لکھا؟

(A) ماتمی جلوس (B) تماشا (C) بادشاہت کا خاتمہ (D) نیا قانون

93۔ بیگم سرفراز اقبال کے نام "دامنِ یوسف" کے عنوان سے کس شاعر کے خطوط کا مجموعہ ہے؟

(A) یوسف ظفر (B) فیض احمد فیض (C) افتخار عارف (D) یوسف مثالی

94۔ اردو نظم نگاری میں "پنواڑی" جیسا لازوال کردار کس شاعر کی تخلیق ہے؟

(A) نظیر اکبر آبادی (B) مولانا الطاف حسین حالی (C) اسماعیل میرٹھی (D) مجید امجد

95۔ "سانولے من بھانولے"، "موج موج کوثر" اور "شہر صد رنگ" کس شاعر کے شعری مجموعے ہیں؟

(A) رام ریاض (B) مولانا کوثر نیازی (C) شیر افضل جعفری (D) کیپٹن جعفر طاہر

96۔ ادبی حلقہ "نیاز مندانِ لاہور" کے نمائندوں میں ایک اہم نام تھے؟

(A) پطرس بخاری (B) ناصر کاظمی (C) مجید امجد (D) مظفر وارثی

97۔ دلی کالج میں ڈاکٹر اسپنگر کون سا مضمون پڑھاتے تھے؟

(A) عربی (B) فارسی (C) انگریزی (D) فرانسیسی

98۔ "سعادت حسن منٹو" کا صد سالہ جشن ولادت کس سال منایا گیا؟

(A) ۲۰۱۲ء (B) ۲۰۱۰ء (C) ۲۰۱۴ء (D) ۲۰۰۸ء

99۔ "نکات سخن" تذکرہ کس شاعر کا تالیف کردہ ہے؟

(A) میر تقی میر (B) حسرت موہانی (C) نواب مصطفیٰ خان شیفتہ (D) غلام ہمدانی مصحفی

100۔ اگر ہوتا وہ مجذوبِ فرنگی اس زمانے میں — تو اقبال اس کو سمجھاتا مقامِ کبریا کیا ہے

اقبال نے کس فلسفی کو "مجذوبِ فرنگی" کہا ہے؟

(A) گوئٹے (B) نطشے (C) ارسطو (D) سقراط

(بشکریہ ڈاکٹر عمران ظفر
ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ پوسٹ
گریجویٹ کالج، جھنگ)

❀❀

JOIN ME FOR EASY ACCESS TO EBOOKS & NOTES
+92-310-545-450-3
Css Aspirants ebooks & Notes
https://m.facebook.com/groups/458184410965870
Css Aspirants Forum
Rules of the group.
*No irrelevant text/pic islamic pic/videos
*No Smiley No Pm otherwise Removed + Blocked
*Personal text w/o Mutual consent Consider harassment.
Separate Group For Females with verification
The CSS Group does not hold any rights on shared the Books & Notes
I,m not Responsible for Copyrights
This book/notes downloaded from the internet.

معروضی طرز ماڈل پیپر نمبر 5

KEY

Q.No.	Ans.	Q.No.	Ans.	Q.No.	Ans.	Q.No.	Ans.	Q.No.	Ans.
1	B	21	D	41	A	61	B	81	C
2	A	22	B	42	D	62	D	82	A
3	C	23	C	43	A	63	C	83	B
4	B	24	B	44	B	64	C	84	B
5	C	25	B	45	C	65	B	85	A
6	C	26	B	46	A	66	D	86	B
7	C	27	C	47	A	67	A	87	B
8	B	28	C	48	D	68	C	88	A
9	A	29	D	49	B	69	C	89	C
10	A	30	C	50	B	70	A	90	A
11	A	31	B	51	C	71	C	91	C
12	B	32	C	52	D	72	B	92	B
13	B	33	D	53	C	73	B	93	B
14	C	34	C	54	A	74	D	94	D
15	C	35	D	55	B	75	B	95	C
16	D	36	C	56	C	76	D	96	A
17	C	37	D	57	D	77	C	97	A
18	B	38	C	58	B	78	A	98	A
19	A	39	A	59	D	79	B	99	B
20	B	40	C	60	C	80	A	100	B

❀❀

JOIN ME FOR EASY ACCESS TO EBOOKS & NOTES
+92-310-545-450-3
Css Aspirants ebooks & Notes
https://m.facebook.com/groups/458184410965870
Css Aspirants Forum
http://t.me/CssAspirantsForum
Rules of the group.
*No irrelevant text/pic Islamic pic/videos
*No Smiley No Pm otherwise Removed + Blocked
*Personal text w/o Mutual consent Consider harassment.
Separate Group For Females with verification
The CSS Group does not hold any rights on shared The Books & Notes
I,m not Responsible for Copyrights.
This book/notes downloaded from the internet.